کلیاتِ ناظر

شیخ سرفراز علی اینڈ سنز
کشمیری بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلید مناظرہ

شیخ سرفراز علی اینڈ سنز کشمیری بازار

۷۸۶

انا من المجرمین منتقمون

کتاب مستطاب ہدائت نصاب مونس

ہر شیخ و شاب مدلل بدلائل سنت و کتاب

المسمےٰ بہ

کلید مناظرہ

معہ اضافہ

مؤلفہ

مولانا مولوی سید برکت علی شاہ صاحب (گوشہ نشین) وزیر آبادی پنجاب

مصححہ

مولانا مولوی ابو الصفا حاجی مرزا احمد علی صاحب رئیس المناظرین

الامرتسری الکربلائی

ملنے کا پتہ

سرفراز بک ڈپو کشمیری بازار لاہور

بار پنجم — سنہ ۱۹۸۰ء — قیمت ۶۰ روپے

نماز جعفریہ مترجم

مطابق فتاویٰ و احتیاط کے مطابق الحاج

آیت اللہ روح اللہ خمینی مدظلہ العالی نماز جعفریہ

پیشتر ازیں مطابق فتاویٰ علامہ سید علی الحائری اعلی اللہ مقامہ

شائع ہوئی تھی۔ لہٰذا اب مطابق فتاویٰ سرکار آیۃ اللہ کے فتاویٰ

کے مطابق کر کے شائع کر دی گئی ہے جس کا ہدیہ تین روپیہ پچاس پیسہ

۳/۵۰ ہے۔ لکھائی، چھپائی، عکسی کاغذ عمدہ :

اس کے علاوہ ہر قسم کی دیگر کتب مذہب حقہ شیعہ کی اور
قرآن مجید مترجم مولانا فرمان علی صاحب اور مولانا مقبول احمد
صاحب، عکسی و رنگین دستیاب ہیں :

معظم پرنٹرز

ملنے کا پتہ

سرفراز بک ڈپو کشمیری بازار لاہور

اعلان

اِس کتاب کے جملہ حقوق مؤلف صاحب نے خاکسار کو دیدیئے ہیں لہٰذا کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیے۔ ورنہ بجائے فائدہ کے نقصان اٹھائیے گا۔ اور جس قدر جلدیں درکار ہوں مندرجہ ذیل پتہ سے طلب فرمائیں۔

پبلیشر :- حاجی کربلائی غلام علی شہیدیہ

ملنے کا پتہ

سرفراز بک ڈپو کشمیری بازار لاہور

خوشنویس ماسٹر عنایت منظور

تقریظ

از عالی جناب فضائل مآب فاضل اجل محقق بے بدل کاسر اعناق الملحدین
مرغم اناف الشیخ الطبین استاذ المناظرین مولانا مولوی حاجی مرزا احمد علی صاحب کربلائی امرتسری

باسمہ سبحانہ

الحمد للہ العلیم الخبیر الذی لیس لہ شریک ولا مثل ولا نظیر والصلوٰۃ والسلام علی السراج المنیر محمد البشیر والنذیر وعلی اہلبیتہ الذی نزلت فی ہم آیۃ التطہیر بلا ریب ولا تکبیر ما دامت الافلاک فی الدوران والبدر فی التدویر

اما بعد میں نے کتاب ہذا انتساب مرغوب شیخ و شاب یعنی **کلید مناظرہ** مؤلفہ مولانا مولوی السید **برکت علی شاہ صاحب** گوشہ نشین وزیر آبادی کو شروع سے آخر تک دیکھا۔ یہ کتاب ذخیرہ معارف و دفینہ و خزینہ معلومات شرعیہ حلال مشکلات۔ مفتاح مغلقات و ذریعہ راہ نجات ہے۔ مولف کتاب مذکور ایدہ اللہ کی توفیقات کو زیادہ کرے اور ان کے فیوض سے مومنین کو متمتع کرے۔ انہوں نے نہایت جانفشانی سے مضامین مختلفہ اور حوالہ جات متفرقہ کو مختلف رسائل و کتب سے نقل کر کے ایک ہی مضمون کے متعلق مختلف حوالہ جات کو یکجا جمع کر دیا ہے۔ اس لئے یہ کتاب ہر خاص و عام کیلئے یکساں مفید ہے۔ اگرچہ خیابان حق کے لئے مفید ہے تو عام مناظرین کے لئے یہ بھی ایک زبردست حربہ ہے۔ اس لئے پنجاب کا کوئی گاؤں اس سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ میں نے حتی الامکان اس کی اصلاح کر دی ہے۔ ترتیب مضامین کو بھی درست کیا ہے۔ جناب شیخ **غلام علی صاحب** شہیدیہ نے زر کثیر خرچ کر کے اس کتاب نایاب کو طبع کرایا ہے۔ اب مومنین پر لازم ہے کہ اس گوہر یکتا کو بہت جلد خریدیں اور مولف و ناشر کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ وفقنا اللہ وایاکم لنصرۃ الدین

مرزا احمد علی الامرتسری الکربلائی

تقریظ صداقت حفیظ

از عالیجناب رئیس الشیعہ مدار الشریعہ حجۃ الاسلام والمسلمین محی الملت والدین صدر المفسرین نباض دہر حکیم الامۃ الناجیہ سرکار شریعتمدار افضل العلماء قبلہ وکعبہ علامہ السید علی الحائری مجتہد العصر والزمان مد ظلہ العالی

بسمہ سبحانہ

الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علی خواص رجالہ مصادر افعالہ والسنۃ اقوالہ ومفاتیح افعالہ واعلی امثالہ علی الوجود واسرار المعبود محمد وآلہ اما بعد

یوں تو علم مناظرہ میں کتابیں بکثرت طبع اور شائع ہو گئی ہیں۔ مگر ماشاء اللہ کتاب ہدایت نصب المسمیٰ بہ کلید مناظرہ مؤلفہ فضیلت مآب مجاہد نصاب عمدۃ المناظرین مرغم اناف المخالفین جناب المولوی السید برکت علی شاہ صاحب مناظر فیروزآبادی دام مجدہم کتب در مسائل مناظرہ میں جامع اور بہترین کتاب ہے میں نے کثرت مشاغل شرعیہ خصوصاً ترتیب اجزاء تفسیر لوامع التنزیل کے باوجود اس مبسوط کتاب کے بعض مقامات کو ملاحظہ کیا ہے۔ مؤلف کی تہذیب عناوین کی ترتیب۔ اور دلائل وبراہین کی تبویب سے محظوظ ہوا ہوں۔ فی الواقع کہ مؤلف نے احقاق حق اور ابطال باطل میں براہین ودلائل سے سعی بلیغ کی ہے۔ ہر محقق اس کتاب کے مطالعہ سے بقلب سلیم صراط مستقیم بآسانی حاصل کر سکتا ہے۔ فللہ درہ وعلیہ اجرہ وھو متولی الصالحین

سادات گنج دھن پورہ لاہور

نمقہ خادم الشریعۃ المطہرۃ

علی الحائری

لا الہ الا اللہ القوی
عبدہ سید علی حائری
ابن ابو القاسم

تقریظ

از عالی جناب عمدة المتکلمین و فخر الواعظین سیدنا
و مولانا سید محسن علی شاہ صاحب قبلہ سبزواری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت السمیع العلیم
و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و الہ الطاہرین

کتاب مستطاب مسمی بہ کلید مناظرہ مولفہ سید برکت علی شاہ صاحب گوشہ نشین
کے بعض مقامات میری نظر سے گذرے۔ ایک کشکول ہے جس میں الوان الوان
کی روحانی نعمتیں اور رنگارنگ کی چاشنیاں موجود ہیں۔ اس میں نسب ہے۔ تاریخ
ہے۔ سیر ہے۔ فضائل ہیں۔ مناقب ہیں۔ مطاعن ہیں۔ مناظرے ہیں۔ حضرت گوشہ
نشین نے غواصی کرکے گوناگوں جواہرات جمع کئے ہیں۔ اور عالم مراقبہ میں مختلف
چمنستانوں کی سیر کرکے رنگا رنگ کے پھولوں کا ایک گلدستہ تیار کیا ہے۔ ہر ایک
صاحب ذوق کے لئے یہ کتاب لطف بخش ہوگی۔ اس میں ہر ایک قسم کا
مذاق ہے۔ چھاپنے والوں نے اس کتاب کو پورے شوق سے طبع کرایا
ہے لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ہے۔ خداوند عالم بحق معصومین علیہم السلام
مؤلف کو جزائے خیر اور کتاب کو قبولیت عام کا شرف
عنایت فرماوے

الاحقر
محسن علی

فہرست مضامین

قبلہ گوشہ نشین

مولانا سید برکت علی شاہ صاحب گوشہ نشین وزیر آباد کے قلم گوہر بار نے جو احسان عظیم شیعہ پبلک پر کیا ہے۔ محتاج بیان نہیں ہے۔ اگرچہ آپ کی ہر ایک تصنیف شیعہ قوم کے لئے سرمایہ ناز ہے۔ تاہم کلید مناظرہ لکھ کر مولانا گوشہ نشین صاحب نے شیعی دنیا پر وہ کرم گستری فرمائی جس کا عوض خداوند عالم کی ذات پاک ہی دے سکتی ہے۔

آپ نے یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو اس دنیائے فانی میں قدم رکھا۔ کچھ عرصہ دریائے مدرسہ کی غواصی اور کچھ عرصہ آستانہ ملازمت پر ناصیہ فرسائی کی آخر سلطان ازل کے آگے سر تسلیم خم کرکے ۱۹۰۸ء میں یعنی پچیس سال کی عمر میں گوشہ عزلت اختیار کیا۔ عالم تنہائی میں آپ کے خامہ معجز رقم سے چودہ گرانبہا کتابیں معرض شہود میں آئیں۔ گویا نسبت تعداد کے لحاظ سے مولانا موصوف نے چودہ تصانیف کی نظر چودہ معصوم کی خدمت اطہر میں پیش کیں۔

آپ کی عمر ابھی مشکل سے ایک دو سال ہوگی۔ کہ آپ کے مکان کی چھت گر پڑی، پانچ چھ اشخاص مٹی کے نیچے دب گئے۔ دن کا وقت تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ ایک دوسرے کمرے میں تھیں۔ آپ کے ماموں چراغ علی شاہ صاحب خصوصاً خطرناک طریقہ میں مضروب ہوئے اور چھ ماہ تک ہسپتال میں زیر علاج رہ کر صحتیاب ہوئے۔ مگر قدرت خدا پر قربان جائیں گوشہ نشین صاحب کے بدن کو خراش تک نہ پہنچی۔ جب آپ کو مٹی کھود کر باہر نکالا گیا۔ تو دیکھا گیا آپ ایک چارپائی پر سر مست خواب ہیں۔ اور چارپائی کے اوپر چھت کے تیر دیوار کے ساتھ زنجیروں کی طرح کھڑے ہوگئے ہیں۔ اور چھت کے تمام بوجھ کو اٹھانے ہوئے ہیں۔

قبلہ گوشہ نشین صاحب مشن ہائی سکول وزیر آباد کی جماعت نہم میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ کہ مولوی محمد دین صاحب ہیڈ اورنٹیل ٹیچر مشن ہائی سکول وزیر آباد نے جماعت نہم اور جماعت دہم کو ایک آزمائشی امتحان میں اردو اور فارسی کے ایک ہی پرچے دیئے۔ ان دونوں پرچوں میں گوشہ نشین صاحب اول رہے۔

جماعت نہم سے کامیاب ہو کر گوشہ نشین صاحب مشن ہائی سکول کو چھوڑ کر وکٹوریہ ڈائمنڈ جوبلی ہائی سکول وزیر آباد میں چلے گئے۔ یہاں ہیڈ ماسٹر نے ایک دفعہ جماعت دہم کے طلباء کو حکم دیا کہ وہ شراب خوری کے خطرات" پر بسیط مضمون لکھیں اور جو طالب علم اول رہے گا، اسے پہلا انعام۔ اور جو دوم رہیگا اسے دوسرا انعام دیا جائیگا مرزا احسان اللہ خان صاحب (افسر مال ملتان) نے پانچ صفحے اور گوشہ نشین صاحب نے بارہ صفحے مضمون لکھا۔ مرزا صاحب موصوف نے دس میں سے ساڑھے نو اور گوشہ نشین صاحب نے نو نمبر حاصل کئے۔ اس لئے مرزا صاحب کو پہلا انعام اور گوشہ نشین صاحب کو دوسرا انعام ملا۔ گوشہ نشین صاحب کے تمام مضمون کو ہیڈ ماسٹر صاحب نے جماعت دہم کے طلبا کو پڑھ کر سنایا۔ اور فرمایا کہ اس مضمون کو آدھا نمبر اس لئے کم دیا گیا ہے کہ اس کے الفاظ مشکل اور طرز بیان دقیق ہے بر خلاف اس کے مرزا صاحب کا مضمون سہل اور عام فہم ہے۔

آپ کی عمر بیس یا پچیس سال ہو گی۔ کہ ایک مرتبہ دریائے چناب میں غیر معمولی طوفان آیا۔ کسانوں کے بیل۔ گائیں۔ بھینسیں سیلاب پر بہ رہی تھیں۔ حیوانوں کو ڈوبنے سے بچانے کی کسی کو ہمت نہ پڑتی تھی۔ گوشہ نشین صاحب نے دریا میں چھلانگ لگا دی مگر موجوں کے تھپیڑوں کی تاب نہ لا کر ساحل کی طرف پلٹ آنے کی کوشش کی مگر کوشش کارگر نہ ہوئی۔ آپ آٹھ دس فرلانگ تک پانی میں بہتے چلے گئے۔ آخر قدرت نے مساعدت کی اور آپ خدا خدا کر کے ساحل دریا پر پہنچے۔ بازوؤں سے کنارے کو پکڑنے کی اور ٹانگوں سے کھڑے ہونے کی طاقت مفقود تھی عجب لطف خیز اور عبرت انگیز نظارہ تھا۔

آپ کی طبیعت سیر و ورزش پر قدرتاً مائل ہے۔ اور آپ یہی وجہ ہے کہ آپ اس وقت بھی جبکہ آپ کی عمر پچاس سال سے چند مہینے زیادہ ہے پچیس سالہ نوجوان معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کا قد متوسط۔ رنگ گورا۔ اور جسم بہت قوی ہے۔

آپ متواضع اور خلیق ہیں مسلم اور غیر مسلم پبلک آپ کو احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ آپ خطا کو تسلیم کر کے معافی مانگنے پر تیار رہتے ہیں۔ اور دوسروں کی لغزشوں پر پردہ ڈالنا آپ کی عادت داخل ہے۔ آپکا چہرہ ہر وقت متبسم رہتا ہے۔ آپ کی ہم نشینی میں دل محظوظ ہوتا ہے۔ شائستہ اور مہذب ظرافت آپ کا معمول اور وطیرہ ہے۔

چونکہ آپ کے آبا و اجداد ہمیشہ شاہی افواج میں اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہے ہیں پیری مریدی سے ان کی جبلی نفرت رہی ہے اور انہوں نے کبھی بھی تقیہ سے کام نہیں لیا اس لئے شیعہ گری میں ان تمام بزرگوں کا مرتبہ امتیازی حثیت رکھتا ہے۔

اس وقت بھی سرکار برطانیہ خلد اللہ سلطنتہ کے زیر سایہ قبلہ گوشہ نشین صاحب کے اقربا اعلیٰ عہدوں پر سرفراز ہیں۔ اور اپنی شخصی وجاہت اور علمی قابلیت کی مدد سے پبلک میں نمایاں اور قابل تعریف کام کر رہے ہیں۔

آپ کی عمر امن پسندی صلح جوئی درس و تدریس اور تالیف و تصنیف میں بسر ہو رہی ہے آپ صحیح معنوں میں گوشہ نشین ہیں۔ یعنی نہ تو آپ شہری دھڑا بندیوں سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی ذاتی جھگڑوں سے سروکار۔ آپ اس قسم کے بیہودہ اور بے نتیجہ جھگڑوں سے الگ تھلگ رہ کر نہایت خوشگوار طریقہ سے زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔

وعدہ کی پابندی آپ کی فطرت کا حصہ ہے۔ مکروفریب سے آپ کو دلی کراہت ہے راست گوئی اور صاف گوئی کے دلدادہ ہیں۔ آپ کی خوراک اور لباس سادگی کا نمونہ ہے سلام کرنے میں آپ ہمیشہ سبقت کرتے ہیں۔

آپ کی والدہ محترمہ مرحومہ صبح کی قرآن خوانی۔ نماز تہجد کی پابندی اور صوم و صلوٰۃ کی نگہداشت میں خاص عزت کی مالک تھیں۔ آپ کو تمام قبیلہ تعظیم اور ادب کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

مولانا مذکور کے والد بزرگوار قبلہ سید غلام علی شاہ صاحب مرحوم و مغفور علم و فضل اور زہد و اتقا میں محسود زمانہ تھے۔ آپ ہی نے وزیر آباد میں مراسم عزاداری کا سنگ بنیاد رکھا تھا اور قریباً پچاس سال تک اس پاک فرض کو امیرانہ شان و شوکت اور رئیسانہ ٹھاٹھ سے ادا فرمایا۔ آپ ہی نے مسجد شیعہ بنوائی۔ جو خوبصورتی میں ارفع درجہ رکھتی ہے۔ اور آپ ہی نے یہاں عید غدیر کا جلوس تزک و احتشام سے سربازار نکالا۔ آپ قریباً اسی ۸۰ سال کی عمر میں عالم عقبےٰ کو تشریف لے گئے۔

چونکہ قبلہ گوشہ نشین صاحب اپنے خیالات۔ جذبات۔ اور حسب و نسب کے متعلق اپنی تصنیف کلیات گوشہ نشین معہ ضمیمہ میں اختصار کے طور پر خود اپنے قلم سے لکھ چکے ہیں اس لئے ہم بھی یہاں ان اشعار کو درج کر کے ان کے سوانح حیات کا آئینہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ حسب و نسب

کے متعلق ارشاد ہے :-

اِک صاحبِ عرفاں سے کہا میں نے کہ اے پیر
ارشاد کیا رکھتا ہوں میں اس سے تعارف
سید ہے بخاری ہے گلِ باغ نقوی ہے
احکام شریعت کو سمجھتا ہے بخوبی
کرتا ہے عمل اس پہ جو کہتا ہے زباں سے
گو اس کی نظر لطف و کرم پر ہے خدا کے
تادیب تلامیذ میں مصروف ہے دن بھر
قدرت ہو مخالف تو وہ ہٹ جاتا ہے پیچھے
ہے پرسشِ اعمال کے اندیشے سے لرزاں
وہ بلبلِ دل کے ہے ترنم کا فدائی
بے حیلہ و حجت ہے گرفتارِ عقائد
منظور کریں خدمتِ دیں شاہِ دو عالم
ہے اس کا سخن بزمِ جہاں کیلئے زینت
ہے برق صفت اس کا ہر اک شعر اثر میں
بے مکر و ریا اس کے بسر ہوتے ہیں ایام

ہے گوشہ نشین کون ذرا کیجئے تقریر
بے لوث و غرض کھینچتا ہوں اس کی میں تصویر
آزاد ہے خوش باش ہے خود دار ہے بجز پیر
تدبیر کا شیدا ہے نہیں منکرِ تقدیر
ہے راست کہ ایمان و عمل کی ہے وہ تصویر
ہر گونہ مساعی میں نہیں کرتا ہے تقصیر!
ہے رات کو شغل اس کا مگر نالۂ شب گیر
اس صورتِ حالت میں یہی اس کی ہے تدبیر
چہرے پہ ہیں آثارِ الم رنگ ہے تغیر،
آواز زغن ہے اسے بربط کا بم و زیر
بچھڑے سے نہیں منزلِ دسواس کا راہ گیر
اس شوق میں بیتاب ہے بیچین ہے دلگیر
افشاں ہے تانیث ہے طرہ ہے تذکیر
دلسوز کہیں نالۂ بلبل سے ہے تقریر
جوں مکڑی نہیں گوشۂ خانہ میں مگس گیر

سید امداد حسین بی - اے کاظمی
(گجرات)

مؤدّبانہ تبادلۂ خیالات

(۱)

اشعار ہیں سب میرے مرے قلب کی آواز
ترمیم روایات ثقہ ہے مجھے منظور
شبدیزِ ضمیر اپنا ہے سرگرم تگ و تاز ؛
یہ محض تخیل کی نہیں رفعتِ پرواز ؛

(۲)

تو عشرہ کے دن مجلسِ مسرت سے بچائے
اس روز وہ سوگِ حرمِ روحِ پیمبر ؛
تو نے بزرگوں کو مطاعن سے بچاتے
تو جامِ طرب اپنے مریدوں کو پلاتے

(۳)

اے قادیاں کے پیر ترا قول نرالا
مہدی تو بنا - عیسیٰ بنا میرِ عرب بھی
گردن میں تیری جھوٹ اور مکر کی مالا !
بہروپ عجب - جانِ جہاں - تو نے نکالا

(۴)

منبر پہ مسلمان نہ کریں ذکرِ شہادت
ڈرتا ہے کہ چھڑ جائیگی یاروں کی کہانی
اس فتویٰ میں پوشیدہ ہے مُفتی کی ذہانت
گر جائیگی پیران کی محبت کی عمارت ،

(۵)

اوصافِ یزید اس طرح سب کرتے ہیں ارقام
تھا باپ کا اسلام فروشی میں نمونہ
سرمست مئے کفر تھا - بے گانۂ اسلام
مردودِ درِ آلِ عبا - دشمنِ انجام ،

(۶)

کیا بکتا ہے تھے سبطِ نبیؐ خاطی و غدّار
یہ دین یہ ایمان - یہ اسلام - صد افسوس
تھی شمر کی تیغ آپ کے نانا ہی کی تلوار
ہیں اہلِ خرد اس ترے ہذیان سے بیزار

(۷)

کچھ کہتا ہوں میں تجھ سے ذرا سوچ خدارا
محشر میں تمہیں اس کی شفاعت ہو مبارک
سفیان کا پوتا بھی پیمبر تھا تمہارا
ہے ہم کو تو بس آل کا اس روز سہارا

(۸)

اصحابِ نبیؐ پر میں دل و جاں سے فدا ہوں — دلدادۂ ایثار ہوں - پابندِ وفا ہوں
اصحاب جو تا عمر رہے دین پہ قائم — میں ایسے خوش انجاموں کی خاکِ کفِ پا ہوں

(۹)

تھا تیرا زر و مال سے معمور خزانہ — کیوں تجھ کو پسند آیا تھا زہرا کا ستانا
اس تھوڑی سی پونجی پہ تری نظرِ ہوس خیر — کاش اس پہ کرے غور موجودہ زمانہ

(۱۰)

کیا خوب بنا بعدِ نبیؐ قصرِ خلافت — محروم تھی بُنیاد سے ہی جس کی عمارت
میدانِ سقیفہ میں اتر آئے جب اصحاب — حیدرؑ کو نہ دی نعشِ پیمبر نے اجازت

(۱۱)

بیٹے کو فقط تو نے خلافت پہ بٹھایا — اور امرِ حکومت میں اُسے خوب بنایا
لکھوائی پھر اپنے ہی لیے اُس سے وصیت — پھر تیسرے کو موردِ الطاف بنایا

(۱۲)

کی تو نے بہت قتلِ شہِ دیں کی تدبیر — کام آ نہ سکی تیرے مگر کوئی بھی تیز دیر
پھر خانۂ زہرا کے جلانے کا کیا عزم — ہے کیسی حسین تیرے خیالات کی تصویر

(۱۳)

اِک ہوتا نہ تو - ہوتی نہ تطہیر کی تذلیل — بجھ سکتی نہ تھی آل کے اکرام کی قندیل
ہابیل صفت قتل ہوئے سبطِ پیمبر — تو دیدۂ مومن میں ہے قابیل کی تمثیل

(۱۴)

انجام جمل نے تجھے صد بار رُلایا ! — منہ تیرا ندامت کے پسینہ نے دھلایا
تعریف سنی جاتی ہے اس تیرے عمل کی — فرمائیے کیوں حکمِ پیمبر کو بھلایا ؟

"سیدِ گوشہ نشین"
نذیر آبادی

برگِ سبز

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین والہ الطیبین ولعنۃ اللہ علے اعدائھم اجمعین من یومنا ھذا الیٰ یوم الدین ٥

خدائے برتر حسب تعریف ہے۔ جو تمام مخلوقات کا خالق ہے سب سے بڑا بے عیب۔ بے ہمتا۔ قادر۔ غالب۔ ازلی اور ابدی ہے۔ احد بے نیاز عادل اور صادق الوعدہ ہے۔ دیدار۔ ترکیب۔ اعضا جسم۔ جہت۔ مکان۔ حلول۔ صورت تغیر اور مجبوری سے پاک ہے۔ اور اس کی صفات اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں۔ رحیم۔ رحمان۔ محسن اور شفیق ہے۔ اپنے نظامِ قدرت میں جو تبدیلی چاہے کرے۔ صاحب اختیار ہے نیک کو نیک اور بد کو بد کا بدلہ دیگا۔ وہ جبراً کسی کو نیکی یا بدی کی طرف نہیں لے جاتا۔ اس کی جزا اور سزا کا کچھ حصّہ اس دنیا میں بھی جاری و ساری ہے۔ اور جن امور کا کرنا اس پر واجب ہے۔ وہ ان کو ضرور کرتا ہے۔

انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے اس پر انبیاء اور اوصیا کا بھیجنا واجب ہے چنانچہ اس نے بے شمار انبیا اور اوصیا بھیجے۔ لیکن جن پر تمام کمالات اور فضائل کا خاتمہ ہوا وہ چہاردہ معصوم علیہم السلام کی ذوات مبارکہ ہیں۔ یہ چودہ انوار تخلیق موجودات سے ہزارہا سال پہلے خداوند عالم کی تسبیح و تقدیس میں مشغول تھے۔ اور آفرینش کائنات کا باعث یہی چودہ انوار ہیں۔ آدم سے عیسےٰ تک ہر ایک نبی اور وصی نے انہی کے توسل سے طلب حاجت کی۔ اور ان کے مصائب و آلام کا ازالہ انہی کے صدقہ طے ہوا ہے۔ ان کے اسمائے مبارکہ ساقِ عرش پر ثبت ہیں۔ اور ان کے انوار قدسی آثار زیارت گاہِ ملائکہ ہیں۔

یہ چودہ انوار نورانیت کے لحاظ سے آپس میں ذرہ بھر کمی و بیشی نہیں رکھتے ہیں۔ جو جو معجزات تمام انبیا میں بحالت انفرادی موجود تھے۔ ان میں سے ہر ایک میں مجموعی حالت میں موجود ہیں۔ ان پر ارضی و سماوی حالات اس طرح ظاہر ہیں۔ جس طرح ان کے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی۔ عرش و فرش کو انہی کی طفیل سے قیام ہے۔ خداوند عالم کو اپنے ذکر و افکار سے ان کا ذکر زیادہ محبوب ہے۔ یہ دنیا میں نعماتِ دنیا تقسیم کرنے والے اور آخرت میں بہشت و دوزخ

کے بانٹنے والے ہیں۔ ان سے بحالتِ بیداری یا بحالتِ خواب بھول چوک تک کا سرزد ہونا ناممکن ہے۔ یہ اول روزِ پیدائش سے آخر روزِ انتقال تک طیب و طاہر و معصوم ہیں۔ یہ ماں کے پیٹ میں ہی اتنے عالم اور عارف تھے۔ جتنے بلوغت میں۔ یہ ہر جگہ پر آنِ واحد میں بفضلہ حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں۔ اور ہم کو ہر وقت دیکھتے اور ہماری ہر بات کو سنتے ہیں۔ قضا و قدر لوح و قلم اور حیات و ممات پر بہ حکم خدا مختار ہیں۔ گذشتہ و حال و مستقبل سے بفضل خدا آگاہ ہیں۔ ان ان پر کسی کو فضیلت دینا شرک اور کسی کو ان کے برابر خیال کرنا کفر ہے۔ ان سے ذرہ بھر بغض رکھنے والے یا ان کے دشمنوں سے رائی بھر الفت رکھنے والے پر دوزخ واجب ہے

میں نے حضرات اہل سنت کے اعتراضوں کے جواب انہیں کی معتمد کتب سے بحوالہ صفحات و سطور و مطابع و اسماء مصنفین دیئے ہیں۔ میں بہت ناشکر گذار ہوں گا۔ اگر یہاں اس امر کا اظہار نہ کروں۔ کہ اعلیحضرت حجۃ السلام صدر المفسرین رئیس الشیعہ علام الشریعہ سرکار شریعتمدار شمس العلماء قبلہ و کعبہ جناب علامہ السید **علی الحائری** مجتہد العصر و الزمان دام برکاۃ کی تصنیفات جلیلہ خصوصاً مواعظ خمسہ یعنی موعظہ حسنہ۔ موعظہ غدیر۔ موعظہ مباہلہ۔ موعظہ تحریف قرآن موعظہ تقیہ سے بھی اس مجموعہ میں اقتباس کیا ہے۔ اس محنت اور زحمت کا میں کوئی صلہ ناظرین سے اس کے سوائے نہیں چاہتا۔ کہ میرے حق میں دعائے خیر کریں اور اس ناچیز ہدیہ کو شرف قبولیت عطا فرمادیں۔ والسلام

(گوشہ نشین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ اور حضرت علیؑ ہاشمی ہیں

خاندان قریش میں سے حضرت رسول اللہ صلعم کے باپ حضرت عبداللہ اور ماں حضرت آمنہ بنت وہب ہیں۔ حضرت علیؑ کے باپ حضرت ابوطالبؑ اور ماں حضرت فاطمہ بنت اسد ہیں۔ حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ ان کے باپ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ حضرت رسول اللہ دو ماہ کے تھے کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ فوت ہو گئے۔ اور رسول اللہ حضرت ابوطالب کے سپرد ہوئے جب رسولِ اکرم چھ برس کے ہوئے۔ تو آپ کی والدہ بزرگوار حضرت آمنہ بھی انتقال فرما گئیں۔ اور حضرت فاطمہ بنت اسد نے رسول کریم کو اپنے زیر سایہ لیا۔ رسول صلعم کی تیس سال عمر میں حضرت علی پیدا ہوئے اور رسول اللہ حضرت علی کی تعلیم و تربیت فرماتے رہے۔ چالیس سال کی عمر میں رسولِ خدا نے نبوت کا اظہار فرمایا اور حضرت علی نے تیرہ سال کی عمر میں سب سے پہلے لوگوں کے سامنے رسالتمآب کی نبوت کی تصدیق کی۔ اس لئے حضرت علی کو صدیق کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوطالب کو عبد مناف اور عمران بھی کہا جاتا ہے۔ آپ بہت فیاض اور سخی تھے۔ اور اوصیائے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تھے آپ کے دل میں رسول اللہ کی اس درجہ الفت اور ہمدردی تھی۔ کہ آپ حضرتؐ کا مقام خواب ہر رات۔ بخوف اعداء بدلتے رہتے۔ اور چونکہ آنحضرتؐ نے ثوبیہ لونڈی کا دودھ بھی چند روز پیا تھا۔ جس کا دودھ حضرت حمزہؓ نے بھی پیا تھا اس لئے حضرت حمزہ رضؓ آنحضرت کے رضاعی بھائی بھی تھے اور چچا بھی

علمائے اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ (آنحضرت کے والدین) مومن نہ تھے۔ اس کی وجہ معلوم کرنا چنداں مشکل نہیں ہے۔ چونکہ ثلاثہ کے والدین باتفاق مورخین اور بعقیدہ علمائے اسلام کافر تھے۔ اس لئے علمائے اہلسنت کو ضرورت پڑی کہ ثلاثہ کی حمایت میں آنحضرت کے والدین کو بھی کافر ٹھہرائیں۔ اس شوخی اور کذب میں خواہ ایمان کی دولت ان کے خانۂ دل سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو جائے۔

علمائے اہلسنت کی شوخیاں صرف مندرجہ بالا شوخی تک محدود نہیں رہیں۔ بلکہ انہوں نے ثلاثہ کی حمایت میں وہ وہ دست درازیاں کی ہیں جن کی وجہ سے اسلام اعتراضات کے تیروں کا نشانہ بنا ہوا ہے ایک مذہب جعفری کے صدقے سے اسلام کی شان قائم ہے جو مخالفین کو منہ کھولنے نہیں دیتا۔

اگر اسلام کا مدار اہلسنت پر ہوتا تو تمام زمین پر آج ایک مسلمان نظر نہ آتا۔ علمائے اہلسنت کی ستم ظریفی آنحضرتؐ کے والدین کو کافر ٹھہرانے تک ہی محدود نہیں رہی۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ کے والدین حضرت ابوطالب اور حضرت فاطمہ بنت اسد بھی مومن نہ تھے۔ یہ ہے حمایت ثلاثہ کا ادنیٰ کرشمہ پھر یہاں تک ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ کے والد بزرگوار (تارخ) کو بت پرست کہہ دیا۔ دیگر انبیا کی خطائیں ثابت کیں۔ اور آنحضرت کی طرف بھی کئی بشری لغزشیں منسوب کر دیں۔ ان خرافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی کاذب مہدی اور کئی جھوٹے نبی پیدا ہو گئے جنہوں نے اسلام کی بیخ کنی میں ہمہ تن کوشش کی اور اصول اور فروع دین میں چند ایسی بدعات رائج کیں۔ اور دین متین کے پاک چہرے کو ایسا مسخ کیا۔ کہ اسلام کو دوسرے مذاہب کی طعن و تشنیع کا ہدف بنایا۔ اس لئے ہم لوگ ان سے بیزار ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ

علامہ ابوالکرام عبدالسلام لکھتا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کے مومن ہونے پر تمام اہل بیت متفق ہیں اور جو شخص اہلبیت کے اتفاق کے مخالف ہو۔ اس کا قول معتبر نہیں اور جامع الاصول میں ہے کہ اہلبیت کے قول کے مطابق ابوطالب مسلمان تھے۔ وہ اسلام پر فوت ہوئے اور یہی قول عبدالحق محدث دہلوی کا ہے۔ تاریخ کامل صفحہ ۳ پر ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب تک (حضرت) ابوطالب زندہ رہے قریش نے ہم سے کوئی مکروہ امر کرنے کی جرات نہ کی حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد لوگ آنحضرت پر کوڑا کرکٹ ڈال دیتے اور جب آنحضرت نماز میں مصروف ہوتے تو لوگ حضرت کے بدن مبارک پر بکری کی بچہ دانی (اوجھری) گرا دیتے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۵ مطبوعہ نولکشور کانپور میں لکھا ہے۔ مدح سرورِ عالم میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہیں ؎

وشق لہ من اسمہ لیجلہ — فذوالعرش محمود وھٰذا محمد
وابیض یستسقی الغمام بوجہہ — ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل

محمد بن اسحاق مورخ نے اس قصیدہ کے اس سے زیادہ ابیات لکھے ہیں۔ اور یہ آپ نے تب کہے جب کفار قریش نے آں حضرت کے برخلاف اجتماع کیا۔ اور لوگوں کو آپ سے متنفر کیا۔ اس قصیدہ میں آپ نے عداوت قریش کی مذمت کی ہے۔ اور لوگوں کو آنحضرت کی اطاعت کی ترغیب دی ہے۔ ابن التین نے کہا کہ ان ابیات میں دلالت ہے اس پر کہ ابوطالب آنحضرت کی نبوت کو بعثت سے پہلے جانتے تھے۔ اور شیخ ابن حجر عسقلانی نے کہا۔ کہ ابوطالب نے یہ شعر بعثت کے بعد کہا۔ اور بہت سی خبروں میں آیا ہے۔ کہ ابوطالب کو آنحضرت کی نبوت کی معرفت تھی۔ اور اسی سے شیعہ نے تمسک کیا ہے۔ اس کے اسلام پر شیخ نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ میں نے علی بن حمزہ بصری کی ایک کتاب دیکھی جس میں اس نے اشعار ابوطالب کو جمع کیا ہے۔ اور خیال کیا ہے کہ وہ مسلمان تھا۔ اور اسلام پر ہی مرا حشویہ نے زعم کیا ہے کہ وہ کافر مرا اور استدلال کیا ہے ایسی چیز سے جس میں دلالت نہیں۔ (ابوالصفا)

تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ جب آنحضرت حضرت ابوطالب کے جنازہ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ اے ابوطالب خدا تجھ کو بخش دے اور تم پر رحم کرے۔ تو نے صلہ رحم ادا کیا۔ اور میری امداد میں کچھ تقصیر نہ کی ؛

حضرت ابوطالبؑ کا نقش نگین یہ تھا۔ "رضیت باللہ ربا وبابن اخی نبیا وبابنی علیؑ وصیا" یعنی میں اللہ کے رب ہونے پر اور اپنے بھتیجے حضرت محمدؐ کے نبی ہونے پر۔ اور اپنے بیٹے حضرت علیؑ کے وصی ہونے پر راضی ہوا ؛

فتح الباری کتاب الغزوات میں ہے۔ کہ جب لوگ حنین کے دن بھاگ گئے تو رسول اللہ ان کو کہتے تھے۔ میں نبی ہوں اور میں جھوٹا نہیں ہوں۔ اور میں ابن عبدالمطلب ہوں۔ مگر چار آدمیوں کے سوائے حضرت کے پاس کوئی نہ رہا۔ یعنی ابن عبدالمطلب ہونا صادق القول ہونے کی دلیل فرمایا۔ پس عبدالمطلب صادق ہوئے ؛

ناسخ کے صفحہ ۵ پر ہے کہ ایک روز ابولہب اور ابوطالب میں کشتی ہوئی۔ ابولہب نے ابوطالب کو گرا دیا آنحضرت نے ابولہب کو زلفوں سے پکڑ لیا۔ اور جھٹکا حالانکہ حضرت اس وقت بہت کم سن تھے ؛

حاشیہ شفا قاضی عیاض پر امام احمد بن حسین حنفی موصلی اور علمائے جمہوری اور تلمانی سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت ابو طالب سے بغض رکھنا کفر ہے۔ کیونکہ انہوں نے آنحضرت کی نصرت و حمایت و تربیت فرمائی ہیں ان کی مذمت و ایذا آنحضرت کی مذمت و ایذا ہے۔ اور ایسا شخص کافر واجب القتل ہے مالکیوں کے نزدیک ایسا شخص بعد توبہ بھی واجب القتل ہے۔

اسنی المطالب مطبوعہ مصر صفحہ پر ہے کہ حضرت ابو طالب نے جب کہ رسول اللہ نے ابھی دعویٰ نبوت کا اظہار بھی نہ فرمایا تھا۔ آنحضرت کے نکاح خدیجہؓ کے وقت اپنے خطبہ کا آغاز ان الفاظ سے فرمایا۔ الحمد للہ الذی جعلنا من ذریتہ ابراھیم و ذرع اسمٰعیل و عنصر و جعلنا حفظۃ بیتہٖ و سواس حرمہٖ" یعنی اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو ابراہیم کی ذریت اور اسمٰعیل کی نسل اور اصل معد و خاندان مضر قرار دیا۔ اور اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا۔

حضرت ابو طالب کے اپنے اشعار ملاحظہ ہوں

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم	حتی اوسد فی التراب دفینا
وشق لہ من اسمہ لیجلہ	فذو العرش محمود وھذا محمد

ترجمہ:۔ خدا کی قسم اے محمدؐ یہ لوگ (کفار قریش) ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک میں زمین میں دفن نہ کر دیا جاؤں۔ یعنی میں آپ کی محافظت میں اپنی جان آپ پر قربان کرنے کو ہر وقت تیار ہوں خدا نے اپنے نام سے محمدؐ کا نام مشتق کیا ہے۔ پس وہ صاحب عرش محمود ہے۔ اور یہ محمدؐ ہے (اقرار خدایت ہے)

"الم تعلموا انا وجدنا محمداً	رسولاً کموسیٰ خط فی اول الکتب"

ترجمہ:۔ اے قریش تم کو معلوم نہیں ہے۔ کہ ہم نے محمدؐ کو ایسا رسول پایا ہے۔ جو مثل موسیٰ کے ہے اور یہ بات اگلی کتابوں میں یا سب سے پہلی کتاب میں مذکور ہے (اسنی المطالب صفحہ ۱)

وقد علموا ان ابننا لا مکذب	لدینا ولا یعزی لقول الا باطل
ودعوتنی وعلمت انک صادق	ولقد صدقت وکنت ثم امینا

ترجمہ:۔ ہمارا بیٹا محمدؐ جھوٹا نہیں ہے۔ اور نہ وہ باطل قول کی طرف منسوب ہے اے محمدؐ تم نے مجھے دعوت اسلام دی۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ تم سچے ہو اور بیشک تم نے سچ کہا ہے اور تم امین ہو۔

ولقد علمت بان دین محمد	من خیر ادیان البریۃ دینا

ترجمہ:۔ مجھے علم ہے کہ محمدؐ کا دین تمام خلقت کے دینوں سے بہتر ہے (اسنی المطالب صفحہ ۱)

کتاب درج منیفہ فی الآباء الشریفہ میں علامہ سیوطی میں ہے کہ میں نے نقل کیا ہے اس مجموعہ سے جو بخط شیخ کمال الدین شمسی پدر امام شیخ تقی الدین ہے۔ کہ کسی نے قاضی ابوبکر بن عربی سے سوال کیا۔ کہ اس شخص کے بارہ میں آپ کا کیا حکم ہے۔ جو کہتا ہے کہ آنحضرت کے آباد دوزخی ہیں تو قاضی نے جواب دیا۔ کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ خدا کہتا ہے۔ کہ جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔ اور ان کے لئے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے میں اس سے بڑھ کر کوئی امر نہیں جانتا۔ کہ کسی کے باپ کے حق میں کہا جائے۔ کہ وہ دوزخی ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۴ پر ہے۔ کہ خداوند عالم نے رسول اللہ کو حضرت ابوطالبؑ کی تربیت کی وجہ سے غنی کر دیا۔ یعنی آپ کی تربیت احسن طریقہ پر کی گئی۔

جس شخص کے پاک دل میں آنحضرت کی خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ اپنی اولاد سے زیادہ ہو۔ جو رشتہ داروں اور احباب سے محبت رسول کی وجہ سے بگاڑ پیدا کرے جس کے سر پر محبت رسول کی وجہ سے مصائب کا آسمان ٹوٹ پڑے۔ جو خود قتل ہو جانا قبول کرے۔ مگر آنحضرت کا بال تک بیکانہ ہونے دے۔ اور جس کے ایمان کی شہادت خود آنحضرت اپنی زبان سے دیں اس کو کافر کہنا اہلسنت ہی کا حصّہ ہے۔

اگر ثلاثہ کے والدین کافر نہ ہوتے تو نہ تو آنحضرت کے والدین پر تہمت کفر لگائی جاتی اور نہ حضرت علی کے والدین کو دائرہ ایمان سے خارج کیا جاتا۔ اور نہ ہی انبیاء کو خطا کار ٹھیرایا جاتا۔ خدا بُرا کرے حمایت ثلاثہ کا جو تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اور جس کی وجہ سے اسلام دوسرے مذاہب کی نظر میں حقیر ہے۔ فقہ اہلسنت نے بالخصوص اسلام کو ذلیل کرنے میں کمال کر دکھایا ہے۔

مجھے یہاں ایک ذی عزت غیر مسلم کا واقعہ یاد آگیا ہے۔ جو مجھے ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اور جس کی عزت میری نظر میں بھی حد درجہ تھی۔ تبادلۂ خیال کے دوران میں وہ اسلام کے محاسن کا دلدادہ ہو گیا تھا۔ مگر جب اس کی گہری نگاہ اور عمیق بصارت نے اسلام کی فرقہ بندیوں کو پرکھا۔ تو قبول اسلام کو تعویق میں ڈال دیا۔ اور کھلے الفاظ میں کہہ دیا۔ کہ اسلام کی صورت دست درازیوں کی وجہ سے بہت حد تک بگڑ چکی ہے۔ گو اس میں کچھ بھی شک نہیں شیعہ حضرات کا دم قدم اسلام کے قیام میں از بس غنیمت ہے۔

حضرت فاطمہؓ بنت اسد والدہ ماجدہ حضرت علی علیہ السلام

ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۵ پر ہے کہ حضرت رسول اللہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ فاطمہؓ بنت اسد ہماری ماں تھی بعد اس ماں کے جس سے ہم پیدا ہوئے۔ جب حضرت ابوطالب ہم لوگوں کو جمع کر کے اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تو فاطمہؓ بنت اسد اس کھانے میں سے کچھ بچا رکھتیں۔ جو ہم دوبارہ آکر کھاتے ؛

ارجح المطالب صفحہ ۴۳۵ پر بحوالہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ والدہ ماجدہ جناب امیر علیہ السلام کی تدفین کے متعلق ایک طویل حدیث لکھی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ رسول اللہ آپ کے جنازہ پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اے میری ماں خدا تجھ پر رحم کرے۔ تو میری ماں کے بعد میری ماں تھی۔ تو خود بھوکی رہتی۔ اور مجھ کو کھلایا کرتی۔ تو آپ ننگی رہتی۔ اور مجھ کو پہنایا کرتی۔ تو اپنی جان کو اچھے کھانے سے باز رکھتی۔ اور مجھے کھلاتی۔ تو تمام خدا کے لئے اور آخرت کے گھر کے لئے یہ حسن سلوک مجھ سے کیا کرتی۔ آنحضرتؐ نے اپنا پیراہن ان کے کفن کے لئے دیا۔ پھر قبر آنحضرت نے خود کھودی اور مٹی بھی نکالی۔ پھر خود اس میں لیٹ گئے۔ اس پر صحابہ نے کہا۔ یا حضرتؐ۔ آپ نے اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا ہے۔ جو آج تک کسی سے نہیں کیا حضور نے فرمایا۔ کہ ابوطالب کے بعد اس سے زیادہ کوئی شخص میرے ساتھ نیکی کرنے والا نہیں تھا۔ یہی روایت بہ اختلاف الفاظ مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۷ پر بھی درج ہے۔

جس پاک گود میں آنحضرت نے آرام فرمایا ہو۔ جن مقدس ہاتھوں پر آنحضرت اٹھائے گئے ہوں۔ جو پاک سینہ آنحضورؐ کے نورانی سینے سے چمٹا رہا ہو۔ جو پاک ہونٹ آنحضرتؐ کے پاک ہونٹوں کے بوسے لیتے ہوں۔ اور جو پاک آنکھیں آنحضرتؐ کے چہرے پر ہر وقت کھلی رہی ہوں۔ ان کے ایمان میں رخنہ اندازی کرنا کہاں کا اسلام اور کہاں کی انسانیت ہے۔ یہ شوخی اور گستاخی اہانت کو مبارک ہو۔ شیعہ اثنا عشری تو اس عقیدہ پر چار حرف کہتے ہیں۔

آنحضرتؐ تو ارشاد فرمائیں اور بار بار ارشاد فرمائیں کہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد میری ماں تھیں۔ وہ واجب الاحترام ہیں اور میری محسنہ ہیں۔ مگر علمائے اہل سنت بایں ہمہ ان کو مومن نہ سمجھیں۔ اس سے بڑھ کر بے انصافی اور ضمیر فروشی کیا ہو سکتی ہے ؛

محبت ثلاثہ وہ گلا سڑا اور بدبودار پھل ہے۔ جو اس قابل نہیں کہ اسے دوسرے پاکیزہ اور صحیح سالم پھلوں میں رکھا جائے۔ اس ضرر کا ازالہ صرف اسی بات میں ہے۔ کہ اس کو دوسرے پھلوں سے علیحدہ

کر کے کہیں دور دراز مقام پر پھینک دیا جائے - جہاں اسے جانور کھا جائیں اور خلق خدا اس کی تعفن اور سڑاند سے محفوظ ہے -

دنیا میں کوئی ایسا مسلمان نہیں ہو سکتا - جو محاسبۂ اعمال سے خائف نہ ہو - اور جسے خوشنودی خدا کی ضرورت نہ ہو - اگر ثلاثہ کے دل میں ذرہ بھر بھی محبت رسول یا الفت آل رسول ہوتی تو ہم لوگوں کو کیا پڑی تھی - کہ خواہ مخواہ ان کو برا سمجھتے - قرآن مجید کی ورق گردانی کریں - تفاسیر کا مطالعہ کریں - احادیث پر نگاہ غور ڈالیں - یا تاریخ کو پڑھیں کوئی بات حضرات ثلاثہ کی حمایت نہیں کرتی ان کی ہر ایک حرکت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا اسلام صدق اور خلوص سے مبرا تھا - اور یہ لوگ ہمیشہ اسی تاک میں رہے - کہ کب آنحضرت رحلت فرمائیں - اور وہ آپ کی تمناؤں پر کھلے بندوں پانی پھیر کر دکھا دیں - ان کے دل پر آفتاب ایمان نے کسی وقت بھی نور افشانی نہ کی تھی وہ کفر میں پیدا ہوتے - کفر میں پرورش پاتے - اور کفر میں فوت ہوئے :

ولادت جناب امیرؑ

امام عاصمی نے کتاب زین الفتیٰ تفسیر سورۂ ہل اتیٰ میں حدیث نور کو بروایت انس بن مالک لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ میں اور علی ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں - اور ہم دونوں اس وقت عرش کی دائیں جانب خدا کی یاد میں مصروف تھے - جب کہ ابھی کچھ مخلوق نہ ہوا تھا - حدیث نور یہ ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم خلقت انا و علی ابن ابی طالب من نور واحد نسبح اللہ عزوجل فی یمینۃ العرش قبل خلق الدنیا :

ابن مغازلی شافعی نے حضرت ابوذر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ میں اور علی ایک نور تھے جو عرش کی داہنی طرف خدا کے سامنے تسبیح و تقدیس کرتے جب کہ ابھی آدم کے پیدا ہونے میں چودہ ہزار برس باقی تھے پس یہ نور اصلاب میں منتقل ہوتا ہوا عبدالمطلب کی صلب میں مقیم ہوا - جہاں اس کے دو ٹکڑے ہوئے - ایک ٹکڑے سے میں اور دوسرے سے علیؑ پیدا ہوا :

فصول المہمہ ابن صباغ مالکی صفحہ پر ہے کہ سوائے حضرت علیؑ کے کوئی شخص خانہ کعبہ میں پیدا نہیں ہوا - یہ فضیلت ہے کہ حضرت علیؑ سے مخصوص ہے تاکہ حضرت کا علو مرتبت اور جلالت قدر ظاہر ہو

محمد بن محمود قرطبی شافعی لکھتا ہے - کہ جب حضرت علی پیدا ہوتے اور رسول اللہ ان کو دیکھنے آتے تو حضرت علی ہنسے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ اور پھر رسول اللہ کی طرف متوجہ ہو کر قرآن پڑھنا

شروع کیا۔ حالانکہ ابھی قرآن نازل ہونا شروع بھی نہ ہوا تھا۔ اور سورۃ مومنون کو شروع سے خالدون تک پڑھا۔ رسول اللہ نے فرمایا اے علی تمہاری وجہ سے ان مومنین نے رستگاری پائی۔ سورۃ مومنون آیۂ نمبر اوّل قد افلح المومنون تا خالدون ملاحظہ ہو۔ ناظرین احادیث کثیرہ ومعتبرہ شاہد ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ گھر سے باہر آتے۔ تو حضرت علیؑ کی ماں حضرت فاطمہ بنت اسد فوراً کھڑی ہو جاتیں۔ اور فرماتیں۔ کہ میرے پیٹ کا بچہ رسول اللہ کی تعظیم کو کھڑا ہوتا ہے۔ اور مجھے کھڑا ہونے پر مجبور کرتا ہے۔ جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے۔ آپ نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں رسول اللہ نے آپ کو گود میں اٹھایا۔ تو آنکھیں کھول دیں۔ اور آنحضرت کا لعاب دہن سیر ہو چوسا۔ اور پھر دوزانو ہو کر تمام توریت اور زبور اور انجیل کو ازبر پڑھ دیا۔ سچ پوچھئے تو آپ کے واقعات ہی ایسے حیرت انگیز ہیں۔ کہ آپ پر بعض کوتاہ اندیشوں نے الوہیت کا گمان کیا۔ امام شافعی کا قول زبان زد عام ہے کہ شافعی اس سوچ اور تردّد میں مرگیا۔ کہ یا علی اس کا خدا ہے یا اللہ اس کا خدا ہے

ارجح المطالب صفحہ ۲۶۴ پر بحوالہ مطالب السئول مصنفہ محمد بن طلحہ شافعی لکھا ہے۔ کہ "ولد بالکعبۃ البیت الحرام"۔ یعنی حضرت علی کعبہ میں پیدا ہوئے۔

سوانح عمری صفحہ ۴۲۵ بروایت مغازلی۔ فصول المہمہ علامہ ابن صباغ مالکی کفایت الطالب علامہ محمد بن یوسف شافعی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۹ کتاب المناقب علامہ ابن شہر آشوب مطبوعہ بمبئی جلد دوم صفحہ ۱۲۳ پر ہے کہ حضرت علیؑ کی والدہ محترمہ طواف خانہ کعبہ کر رہی تھیں۔ کہ ان کے دردزہ پیدا ہوا۔ بحکم خدا دیوار کعبہ پھٹ گئی۔ اور حضرت فاطمہؓ بنت اسد کو کعبہ کے اندر داخل ہونے کا حکم ہوا۔ چنانچہ حضرت علیؑ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ اور حضرت فاطمہ وہاں تین دن تک رہیں۔ اور میوہ ہائے بہشتی آپ کی خوراک تھی۔

ازالۃ الخفا مقصد دوئم صفحہ ۲۵۱ پر ہے۔ کہ امام حاکم کہتا ہے۔ کہ اس بارہ میں متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں۔ کہ حضرت علی کعبہ میں پیدا ہوئے۔ ناظرین ایک لطیفہ لکھتا ہوں۔ جو اہلسنت نے محض حضرت علیؑ کی کسر شان کی غرض سے وضع کیا ہوا ہے۔ استیعاب جلد اول صفحہ ۱۲۲ پر ہے۔ کہ حکیم بن حزام خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ اس کی ماں چند عورتوں کے ساتھ داخل کعبہ ہوئیں۔ تو اس کو دردزہ پیدا ہوا۔ پس ایک چمڑا لاکر رکھا گیا۔ جس پر وہ پیدا ہوا۔

ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۱ پر ہے کہ امام حاکم ترجمہ حکیم بن حزام میں لکھا ہے۔ کہ مصعب کہتا ہے کہ

حکیم بن حزام سے نہ کوئی پہلے اور نہ کوئی بعد خانہ کعبہ میں پیدا ہوا۔ مگر مصعب کا یہ غلط وہم ہے کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ کہ حضرت علی خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

میزان الاعتدال جلد اول صفحہ پر ہے۔ کہ احمد بن علی سلیمانی کہتا ہے۔ کہ زبیر بن بکار وضاع الحدیث و منکر الحدیث ہے۔ اسد الغابہ جلد سوم صفحہ ۵۶ پر ہے کہ حکیم بن حزام جس کی ولادت خانہ کعبہ میں بتلائی جاتی ہے حضرت خدیجہ اور زبیر بن عوام کا بھتیجا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ زبیر بن بکار نے جو اس خاندان سے ہے۔ یہ حدیث وضع کی ناظرین زبیر کا باپ وہ شخص ہے جو حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کے قتل کا باعث ہوا۔ پس زبیر کے دشمن اہلبیت ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

بہ اتفاق مورخین اور بہ اتفاق احادیث حضرت علی علیہ السلام کعبہ میں پیدا ہوتے۔ اس حقیقت سے انکار تو محال تھا۔ مگر عداوت علی کو بھی آخر رنگ لانا تھا۔ علمائے اہلسنت نے لکھ دیا کہ حکیم بن حزام بھی کعبہ میں پیدا ہوا تھا۔

حضرت علی آنحضرت پر تمام مسلمانوں سے کئی سال پہلے ایمان لاتے۔ اور سابق الایمان کہلائے مگر یہ فضیلت ابوبکر بن قحافہ کو خواہ مخواہ اور زبردستی دے دی گئی۔

حضرت علی کی ذوالفقار نے اسلام کی حمایت میں اہل آسمان تک سے جوہر مردانگی کی داد لی۔ مگر یہ بزرگی خالد جیسے دشمن اہلبیت کو دے دی گئی:

حضرت علی بحالت سجدہ مسجد میں عبدالرحمن بن ملجم کے ناپاک ہاتھ سے شہید کر دئے گئے۔ مگر یہی مرتبہ بلا دلیل اور بلا ثبوت عمر بن خطاب کو دے دیا گیا:

غرض علمائے اہلسنت کے بڑوں نے تو حقوق اہلبیت کو غصب کیا۔ یہ ان کے مراتب اور فضائل کے غصب کرنے میں ماہر اور کامل ہیں:

ناظرین جتنا چاہیں غور کریں اہلسنت کو آل محمدؐ کے احترام سے کچھ غرض نہیں۔ ابھی تھوڑے عرصے کا واقعہ ہے۔ کہ دہلی کے ایک دشمن اہلبیت اور اہلسنت مسمی مرزا حیرت دہلوی نے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا۔ کہ شہادت حسینؑ فرضی واقعہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسے علم تھا کہ شہادت حسینؑ صرف خلاف یزید ہی کی تکذیب نہیں کرتی ہے۔ بلکہ خلافت ثلاثہ کو بھی صریحاً باطل کرتی ہے۔ مگر اس کی ایمان فروشی نے اس کی کچھ دستگیری نہ کی۔ اور اس کے تمام ارادے نامرادی کی خاک میں دفن ہو گئے:

حلیہ جناب امیرؑ

نصر بن مزاحم مورخ صفین لکھتا ہے - کہ حضرت علی کا قد نہ لمبا اور نہ چھوٹا جسم گوشت سے بھرا ہوا تھا - آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں - سینہ پُر زور اور بازو نہایت قوی تھے - ڈاڑھی گھنی اور مقطع تھی - گردن صراحی دار اور ہاتھ مضبوط تھے - رنگ ملیح اور بینی باریک اور ماتھا کشادہ تھا - چہرے سے شاہانہ رعب و داب ٹپکتا تھا - کبھی کبھی لطیف مذاق فرمایا کرتے تھے -

تاریخ خمیس ص۲۹۸ پر ہے - کہ حضرت علی کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا - اللہ اللہ ایک طرف تو وہ نورانی چہرے رونق افروز بزم عالم ہیں - کہ ان کی ضیاء کے سامنے، آفتاب عالمتاب کی روشنی مات ہے - دوسری طرف وہ مکروہ صورت اور ناگفتہ بہ ہستیاں ہیں جن میں سے کسی کی شکل و شباہت اونٹ کے بچے سے ملتی جلتی ہے - کوئی اتنا طویل القامت اور بد اندام ہے - کہ خدا کی پناہ - کوئی نخل کہلاتا ہے - اور کسی کا قد بہت چھوٹا اور پیٹ رانوں پر چڑھتا ہے - حق تو یہ ہے کہ شکل و صورت کی دلفریبی بھی خداداد عطیہ ہے -

جناب امیرؑ کی سبقت اسلامی

خصائص نسائی مطبوعہ مصر ص۳ اور تاریخ جبری جلد دوم ص۲۱۳ پر ہے - کہ عفیف کہتا ہے - کہ ہم بغرض خریداری مال مکہ میں گئے - اور حضرت عباسؓ کے ہاں ٹھہرے - دیکھا کہ خانہ کعبہ میں ایک جوان آیا - اور اس کے بعد ایک لڑکا اور ایک عورت آئی - اور سب نے آکر نماز پڑھی - ہم نے عباس سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کیا کرتے ہیں - کہا یہ نوجوان محمدؐ ہے جو میرا بھتیجا ہے - اور یہ لڑکا علی ہے - اور یہ عورت خدیجہ محمدؐ کی زوجہ ہے - ان کا گمان ہے - کہ خدا نے ان کو ایسا حکم دیا ہے - خدا کی قسم اس وقت دنیا بھر میں اس دین پر سوائے ان تینوں کے کوئی اور نہیں دیکھتا اور

عباد بن عبداللہ سے روایت ہے - کہ جناب امیرؑ نے فرمایا - کہ میں ہوں بندۂ خدا اور برادرِ رسول اور صدیق اکبر بس میرے بعد جو اس کا دعویٰ کرے وہ کاذب ہے - کیونکہ میں نے سات برس لوگوں سے پہلے ایمان کا اعلان کیا۔

فتاویٰ عزیزی شاہ عبدالعزیز دہلوی مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد دوم ص۱۰ پر ہے کہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ جناب امیر ابوتراب اور ابوالریحانتین تھی - اور لقب ذی القرنین و یعسوب الدین و صدیق و فاروق و سابق وغیرہ الخ

الامۃ ویعسوب المومنین ویعسوب قریش وبیضۃ البلد وامین وشریف وہادی وسیدی تھا۔

تاریخ طبری جلد دوم صفحہ ۲۱۱ پر ہے۔ کہ آنحضرت نے بروز دوشنبہ اعلان نبوت کیا۔ اور حضرت علی نے ان کے پیچھے سہ شنبہ کو نماز پڑھی اور سب سے پہلے ایمان لائے۔ ازالۃ الخفا صفحہ ۲ پر ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ قرآن صامت ہے اور ہم قرآن ناطق ہیں۔

احمد القرطبی نے کتاب عقد میں ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں ذہبی نے کتاب ابصر میں اور علی ہمدانی نے بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے۔ کہ خلیفہ مامون رشید نے یحییٰ ابن اکثم البخاری اور اسحاق فقیہ بغدادی سے پوچھا۔ کہ آیہ قرآنی السابقون اولئک ھم المقربون کے مطابق جو شخص سب سے پہلے آنحضرت پر ایمان لایا وہ آپ کی رائے میں کیسا ہے۔ دونوں علما نے کہا کہ ایسے شخص سے افضل کوئی نہیں ہو سکتا۔ مامون نے کہا کہ شیعہ و سنی متفق ہیں۔ کہ وہ شخص علیؑ ابن ابیطالب ہے۔ علما نے کہا کہ یہ درست ہے۔ مگر اس وقت حضرت علی کی عمر بہت چھوٹی تھی (ناظرین اس وقت حضرت علی کی عمر تیرہ سال تھی) اس عمر کا ایمان قابل اعتبار نہیں ہے۔ مامون نے کہا کہ حضرت علی کے لڑکپن میں ایمان لانے سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ چونکہ حضرت علی نے کم سنی میں توحید خدا اور رسالت رسول کی تصدیق کی۔ اس لئے وہ عقل و فہم کے لحاظ سے تمام انسانوں سے افضل ہیں دوسرے یہ کہ چونکہ رسول اللہ نے جان بوجھ کر ایک کمسن لڑکے کو ایمان کی تکلیف دی۔ اس لئے آنحضرت کو اس کی فہم و عقل سے لطیف ہونے کا یقین کامل ہوگا تیسرے یہ کہ اگر حضرت علیؑ کو بذریعہ الہام ایمان لانے کا حکم ہوا تھا۔ تو یہ بات سب سے بڑھ کر لطیف ہے۔

اہلبیت علیہم السلام کی کوئی ایسی فضیلت نظر نہیں آتی جسے غصب کرکے حضرت ثلاثہ اور یاران ثلاثہ کو نہ دیدی گئی ہو۔ حضرت علی کے سابق الایمان ہونے کا واقعہ ایسا بدیہی اور روشن تھا جس سے انکار نا ممکن تھا لیکن علمائے اہلسنت کی خطا آمیز تہمت پر تفریح آمیز ہزار آفریں ہے جن کی دستبرد اور غصب سے یہ فضیلت بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ اور ابوبکر بن قحافہ کو بلا دلیل و برہان سابق الایمان لکھ دیا۔

تزویج جناب امیر

شرح مشکوٰۃ صفحہ ۵۵ پر ہے۔ کہ ہم لوگ آنحضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی باہر سے آئے آنحضرت نے تبسم فرما کر کہا۔ اے علی خدا نے ہم کو حکم دیا ہے۔ کہ فاطمہ کو تم سے تزویج کردیں۔ یہ تزویج چار سو مثقال چاندی پر ہوئی۔ اگر تم راضی ہو۔

پیشتر اس سے کہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کا نکاح جناب امیر سے ہوتا۔ ابوبکر بن قحافہ۔ عمر بن خطاب اور عثمان

بن عفان آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس نکاح کی درخواست کر چکے تھے۔ اور آنحضرت نے ان کی درخواستوں کو شرف قبولیت عطا نہیں فرمایا تھا:

جناب فاطمہؑ کا جناب امیر کے نکاح میں آجانا ہی ایک ایسی عظیم الشان فضیلت تھی جو دراصل حق خلافت رسول تھا۔ اقوالِ رسولؐ بحکم خدا علم۔ شجاعت۔ معجزات وغیرہ مزید حقوق خلافت تھے۔ لیکن افسوس حرصِ دنیا انصاف پر غالب آئی۔ اور حقدار کو حق سے محروم کر دیا گیا۔

علم جناب امیر علیہ السلام

ینابیع المودۃ امام شیخ سلیمان قندوزی حنفی مطبوعہ قسطنطنیہ ص۱۳ سطر ۵ پر بروایت امام صادقؑ لکھا ہے کہ قرآن کا مکمل علم ہم اہلبیت کے پاس ہے۔ سلیمان کے وزیر آصف برخیا) کو صرف ایک حرف اسم اعظم اور ایک حصہ کتاب کا علم ملا تھا۔ جس سے وہ تخت بلقیس کو آنکھ کی پلک میں حاضر کر سکتا تھا۔ موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی کچھ علم ملا تھا۔ مگر حضرت علی کے بارہ میں ہے ومن عندہ علم الکتاب یعنی حضرت علی علیہ السلام کو تمام کتاب خدا کا علم عطا ہوا تھا۔ قرآن خود مدعی ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین:

ینابیع المودۃ ص۷ سطر ۱۵ پر بروایت ابن عباس لکھا ہے۔ کہ آنحضرت کو خدا سے علم ملا اور حضرت علی علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور مجھ کو حضرت علی علیہ السلام سے۔ میرا اور تمام صحابہ رسول کا مجموعی علم بمقابلہ حضرت علی علیہ السلام کے علم کے گویا ایک قطرہ ہے۔ سات دریاؤں کے سامنے:

ینابیع المودۃ ص۷۸ سطر پر بروایت ابن سعد لکھا ہے۔ فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ خدا کی قسم بسم اللہ سے والناس تک کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ کس جگہ اور کس کے بارے میں نازل ہوئی خدا نے مجھے سمجھدار دل اور ناطق زبان عطا کی ہے۔

محمد بن علی الحکیم الترمذی کتاب شرح رسالہ فتح مبین میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ دنیا میں کل علم دس حصوں میں تقسیم ہوا نو حصے خصوصیت سے حضرت علی علیہ السلام کو عطا ہوئے اور علم کا دسواں حصہ تمام لوگوں پر تقسیم ہوا اور اس دسویں حصہ میں بھی حضرت علی علیہ السلام سب لوگوں سے زیادہ عالم یعنی حصہ دار ہیں

علامہ نقاش نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ خدا نے آنحضرت کو علم دیا۔ آنحضرت نے حضرت علی علیہ السلام کو اور حضرت علی علیہ السلام نے مجھ کو علم عطا کیا میرا اور جملہ اصحاب رسول اللہ کا علم جناب امیر علیہ السلام کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے۔ جیسا کہ سات سمندروں کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہو۔

حاشیہ بخاری پارہ بیسواں کتاب فضائل القرآن ص۱۲۷ پر ہے کہ حضرت علیؑ کا جمع کردہ قرآن ترتیب نزول کے موافق تھا۔ تاریخ الخلفاء سیوطی زمیندار پریس ص۱۹۹ اور براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ میں ہے کہ ابن سیرین کہتا ہے۔ کہ حضرت علی علیہ السلام کا جمع کردہ قرآن ہم تک پہنچتا تو وہ درحقیقت میں بڑا ذخیرہ ہوتا۔ اس کی ترتیب موافق نزول تھی۔ بخاری پارہ بیسواں ص۱۲۶ پر ہے۔ کہ عبداللہ بن مسعود کا قرآن عثمان کے قرآن ترتیب پر نہ تھا۔ ص۱۲۸ پر ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ میں عثمان کے کہنے پر عمل نہیں کر سکتا کہ اپنا قرآن جلا ڈالوں۔ اور اس کے جمع کردہ قرآن کی ترتیب کے موافق پڑھا کروں ص۱۳۳ پر ہے کہ عثمان کے جمع کردہ قرآن کی ترتیب تنزیل کے مطابق نہیں ہے اور نہ ہی ترتیب کا لحاظ ضروری امر ہے۔

اس حقیقت سے ہر ایک خواندہ شخص آشنا ہے۔ کہ قرآن پاک کی موجودہ ترتیب جس کا مرتب عثمان بن عفان ہے۔ تنزیل کے مطابق نہیں ہے۔ موجودہ قرآن میں بقول علمائے اہلسنت کئی آیات کی کمی ہے ان آیات میں ایک آیہ کو تو عائشہ بنت ابوبکر کے سرہانے سے بکری کھا گئی تھی۔

ثلاثہ اور یاران ثلاثہ تو جنگوں سے بھاگ کر شرم کے مارے دنوں اور ہفتوں دربار رسول سے غایب رہتے تھے۔ وہ تمام آیات قرآنی کے شان نزول سے کس طرح آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اور نیز جو لوگ چالیس سال اور پچاس سال کی عمر میں ایمان لائیں۔ وہ ان آیات قرآنی کے شان نزول سے کس طرح آگاہ ہو سکتے ہیں۔ جو ان کے ایمان لانے سے پہلے نازل ہو چکی ہیں۔ اگر جناب امیرؑ کا جمع کردہ قرآن مملکت میں رائج کر دیا جاتا تو اسلام کو فائدہ عظیم پہنچتا اور خود غرض لوگوں کو بیہودہ تاویلات کا موقع بھی نہ مل سکتا فرقہ بندیوں کا محشر بھی ہر طرف بپا نہ ہوتا۔ ابوبکر بن قحافہ کے پاس جناب امیرؑ اپنا جمع کردہ قرآن لیکر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ یہ میرا جمع کردہ قرآن ہے جس کی آیات کی ترتیب تنزیل کے مطابق ہے اسے لے لو اور ملک میں رائج کر دو۔ لیکن ابوبکر جیسا بے علم شخص اس گوہر علم کو کیونکر پرکھ سکتا تھا اس نے اس قرآن کے لینے سے انکار کر دیا۔ اور مسلمانوں کو ایک نعمت عظمیٰ سے محروم کر دیا۔

حضرت علیؑ خداوند عالم کے لطف و کرم اور رسول اللہ کی مہربانی سے علوم ارضی و سماوی سے آگاہ تھے۔ آپ کے علم کے مقابلہ میں تمام مخلوقات ارضی و سماوی کے علم کو وہی نسبت حاصل ہے۔ جو نجوم فلک کے مقابلہ میں ایک خاک کے ذرہ کو ہوتی ہے۔

دوسری طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی خلیفہ نصاریٰ کے اعتراضوں سے سر درد باد شکست کھا کر نعیمہ جھانک رہا ہے۔ کسی خلیفہ کو بارہ سال میں ایک سورۂ قرآنی بھی حفظ نہیں ہو سکتی۔ اور کسی کے دل میں قرآن کا احترام اتنا بھی نہیں کہ اس کی عظمت کی قسم اٹھا کر اس پر کاربند رہے۔

مناقب و فضائل جناب امیر علیہ السلام

مدارج النبوۃ جلد دوم ۳۹۵ پر لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام بحکم محبوب ذوالجلال آنحضرت صلعم کے کندھوں پر چڑھے اور بتوں کو دیوار کعبہ سے گرایا - اس حالت میں آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ تو اپنے آپ کو کیا پاتا ہے - جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی یا حضرت میں دیکھتا ہوں کہ پردے کھل گئے ہیں گویا میرا سر ساق عرش پر پہنچ گیا ہے - اور جس چیز پر ہاتھ دراز کرتا ہوں میرے ہاتھ میں آتی ہے - حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ خوشا وقت تیرا کہ کار حق کرتا ہے - اور حبذا حال میرا کہ بار حق اٹھاتا ہوں۔

میں یہاں ایک لطیفہ سناتا ہوں - صاحب مدارج النبوۃ نے اسی مقام پر لکھا ہے کہ رسول اللہ نے خود بت اس لئے نہ توڑے - کہ اگر آپ کے ہاتھ بتوں سے مس ہو جاتے تو وہ بہشتی ہو جاتے حالانکہ خدا نے بتوں کو حصب جہنم فرمایا ہے - العجب ثم العجب یہ شگوفہ ایک خاص بات کے لئے بنایا گیا ہے - ورنہ اگر محض مس ہی سے کوئی چیز واجب الجنت ہو جاتی ہے تو سنی لوگ اور خاص کر ابوحنیفہ اور اس کے مقلد والدہ جناب رسول اکرم کو کیوں کافرہ اور جہنم کی مستحقہ کہتے ہیں حالانکہ رسول اکرمؐ آپ کے شکم مطہر سے پیدا ہوئے اور یہاں مس سے کہیں زیادہ مرتبہ حاصل ہے اور حضرت ابوطالب علیہ السلام کو کیوں کافر کہتے ہیں جنہوں نے کئی دفعہ جسم رسول کو مس کیا

وفا الوفا معجم کبیر طبرانی جلد اول ۱۵۷ پر ہے کہ جابر بن سمرہ راوی ہے کہ اہل قبا نے جب حضرت سے سوال کیا کہ ایک مسجد لوگوں کے لئے بنائی جائے تو حضرت نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے ناقہ پر سوار ہو ابوبکر اٹھا اور سوار ہوا مگر اونٹ نے قدم نہ اٹھایا تو وہ اتر کر چلا آیا اور بیٹھ گیا - تب عمر سوار ہوا - مگر ناقہ نے قدم نہ اٹھایا - یہ بھی اتر کر چلا آیا - اور بیٹھ گیا - تب حضرتؐ نے فرمایا کوئی سوار ہو اس پر جناب امیر علیہ السلام اٹھے جب حضرت سوار ہوئے اور پائے مبارک رکاب میں رکھا تو ناقہ چلنے لگا - حضرت نے فرمایا مہار اس کی چھوڑ دو - اور اس مسجد کے مدار پر مسجد بناؤ کہ یہ ناقہ مامور ہے۔

مصابیح میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ میری امت میں حضرت علیؑ قاضی القضاۃ ہیں - ازالۃ الخفا صواعق محرقہ - ترمذی - نسائی اور مشکوۃ میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ علی مجھ سے ہے - اور میں علی سے ہوں ینابیع موفق بن احمد حوینی میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ علی کا گوشت اور خون میرا گوشت اور خون ہے ترمذی حاکم صواعق محرقہ - ازالۃ الخفا اور تاریخ سیوطی میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے :

ترجمہ ازالۃ الخفا جلد سوم صفحہ ۴۳۱ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے علیؑ تو سب میں سے اچھا قاضی ہے۔

تاریخ اسلام مطبوعہ لندن صفحہ ۲۷ پر ہے کہ ابوبکر اور عمر شرعی فیصلوں اور فتووں میں حضرت علی علیہ السلام سے ہدایت پاتے رہے۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ششم صفحہ ۱۲۲ اور مشکوٰۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۲۹۶ سطر ۱۵ معہ شرح مظاہر الحق اور توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل اور کتاب المناقب علامہ ابوالحسن المغازلی میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے بحکم خدا تمام اصحاب کے دروازے جو مسجد نبوی کی طرف کھلتے تھے بند کر دیئے گئے۔ مگر حضرت علی علیہ السلام کے گھر کا دروازہ بند نہ کیا۔ اور فرمایا کہ علی بحالت جنب داخل مسجد ہو سکتے ہیں۔

تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۲۰۲ اور تفسیر ثعلبی اور احیاء العلوم امام غزالی میں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام شب ہجرت کو بستر رسول اللہ پر سوئے تو خداوند عالم نے جبرائیل اور میکائیل سے پوچھا۔ کہ میں نے تم دونوں بھائی چارہ قرار دیا۔ تم میں سے کوئی ہے جو اپنی عمر دوسرے کو دیدے۔ جب دونوں نے انکار کیا تو خدا نے فرمایا۔ کہ میں نے علیؑ ولی اور محمد نبی میں بھائی چارہ قرار دیا۔ دیکھو علیؑ نے اپنے بھائی محمد پر اپنی جان کس طرح قربان کی ہے۔ پس جبرائیل حضرت علی علیہ السلام کے سرہانے اور میکائیل آپ کے پاؤں کے مقابل میں بیٹھے۔ جبرئیل نے کہا۔ مبارک ہو مبارک ہو اے علی (علیہ السلام) کو خود خداوند عالم تمہارے سبب سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ پس تمہارا مثل کون ہو سکتا ہے۔

امام شافعی کہتا ہے۔ کہ میں کب تک اور کہاں تک حضرت علی علیہ السلام کی دوستی میں ملامت کیا جاؤں گا۔ کیا فاطمہ جیسی زوجہ کسی اور کو ملی ہے اور کیا ہل آتی کسی اور کی شان میں نازل ہوئی ہے اس کے متعلق فریدالدین عطار کہتا ہے ؎

از سنائش لافتیٰ آمد پدید ۔۔۔ واز سہ نانش ہل اتیٰ آمد بدید

تاریخ الخلفاء مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۱۲۲ پر ہے کہ امام احمد حنبل کہتا ہے کہ کسی صحابی رسول کے حق میں اس قدر فضیلتیں وارد نہیں ہوئیں۔ جس قدر حضرت علی علیہ السلام کے حق میں وارد ہوئیں ہیں اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر ہے کہ طبرانی اور حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ قرآن میں جہاں جہاں یاایھا الذین امنوا آیا ہے حضرت علی علیہ السلام اس کے امیر اور شریف ہیں۔ ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں تین سو آیات قرآن میں ہیں۔

مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے ارجح المطالب مطبوعہ امرتسر صفحہ ۴ پر لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کو مومنوں کا امیر اور مسلمانوں کا سردار بنایا ہے۔ ابن مردویہ لکھتا ہے کہ مومنوں کا امیر اور عرب کا سردار اور اوصیا سے برگزیدہ اور مخلوقات سے بہتر فرمایا۔ ابن مردویہ اور دیلمی لکھتا ہے۔ کہ امیر

المومنین وسید المسلمین و امام المتقین فرمایا۔ دیلمی نے فردوس الاخبار میں لکھا ہے کہ امام المتقین فرمایا دیلمی نے لکھا ہے۔ کہ مسلمانوں کا سردار اور مومنوں کا بادشاہ اور اہل جنت کا پیشوا فرمایا حاکم اور ابن مردویہ اور ابونعیم اور ابن تمان نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا سردار اور مومنوں کا بادشاہ اور اہل جنت کا پیشوا فرمایا۔ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الائمہ میں لکھا ہے کہ سید الصادقین فرمایا۔ ابونعیم نے حلیۃ الابرار میں اور محب طبری نے ریاض النضرہ میں اور طبرانی نے کبیر میں لکھا ہے کہ سید العرب فرمایا طبرانی اور دیلمی نے لکھا ہے کہ صدیق الاکبر اور فاروق اعظم اور یعسوب الامت فرمایا احمد نے مناقب میں اور نسائی نے خصائص میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابن ابی شیبہ نے سنتہ میں اور ابن عاصم نے سنتہ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں لکھا ہے۔ کہ خدا کا بندہ اور رسول کا بھائی اور صدیق اکبر فرمایا۔ ابن قتیبہ نے المعارف میں اور ابن النجار نے تفسیر میں لکھا ہے کہ صدیق اکبر اور ابنا رفیق فرمایا۔ خوارزمی اور دیلمی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لانے والا صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور یعسوب المومنین اور منافقوں کی پہچان فرمایا۔ دیلمی نے لکھا ہے کہ خاتم الوصیین فرمایا دیلمی اور ابن مردویہ نے لکھا ہے کہ خیر الوصیین فرمایا۔ حضرمی اور ابن مردویہ اور بغوی اور دیلمی نے لکھا ہے کہ اپنا وزیر اور وصی اور وارث اور افضل الناس فرمایا۔ خوارزمی اور دار قطنی نے لکھا ہے کہ تمام اوصیا سے بہتر فرمایا۔

مفتاح النجاح میں امام دیلمی سے بروایت امام حسین علیہ السلام لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ اگر کوئی شخص اتنی مدت تک عبادت کرے جتنی مدت نوح نے اقامت کی ہے اپنی قوم میں۔ اور کوہ احد کے برابر سونا خیرات میں دے۔ اور اس کی عمر لمبی کر دی جائے۔ کہ ہزار حج پاپیادہ کرے۔ اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان مظلوم مارا جائے لیکن اے علی وہ تجھے دوست نہ رکھے۔ تو وہ جنت کی بو تک نہیں سونگھ سکے گا۔

تفسیر در منثور و تفسیر کبیر رازی۔ کنز العمال ملا علی متقی باب الفضائل جلد ششم ص۱۵۲ ینابیع المودۃ مطبوعہ مصر ص۱۱۱ ارجح المطالب ص۲۲ پر کئی مستند روایات منقول ہیں۔ کہ صدیق صرف تین ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون حبیب نجار مومن آل یٰسین علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ اخطب خوارزم نے کتاب مناقب ص۲۶ پر لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے چہرہ کے نور سے ملائکہ کو پیدا کیا گیا۔

ینابیع المودۃ مطبوعہ مصر ص۹ پر ہے کہ ابن مغازلی شافعی نے بروایت ابوہریرہ لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ علی علیہ السلام کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔ اور ینابیع ص۹۶ پر ہے۔ کہ حضرت علی علیہ السلام بہشت اور دوزخ کا بانٹنے والا ہے۔

اخطب خوارزم نے کتاب مناقب میں لکھا ہے۔ کہ معراج کی رات خداوند عالم نے آنحضرت سے حضرت علی علیہ السلام کے لہجہ میں گفتگو کی۔ علامہ کمال الدین نے مطالب السئول میں علامہ زمخشری نے کشاف میں۔ علامہ سیوطی نے در منثور میں اور فضل بن روزبہان نے ابطال الباطل میں لکھا ہے۔ کہ جب آنحضرت نے صحابہ کو آپس میں بھائی بھائی بنایا تو ابوبکر کو عمر کا بھائی۔ عثمان کو عبدالرحمان بن عوف کا بھائی۔ طلحہ کو زبیر کا بھائی۔ ابوذر کو مقداد کا بھائی۔ معاویہ کو عمرو عاص کا بھائی اور حضرت علیؑ کو اپنا بھائی بنایا۔

قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت کا سر مبارک جناب امیر علیہ السلام کی گود میں تھا اور وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ اتنے میں آفتاب غروب ہو گیا۔ حالانکہ جناب امیر نے ابھی تک نماز عصر نہ پڑھی تھی۔ وحی کے اختتام پر آنحضرت نے فرمایا اے علی تم نے نماز عصر پڑھ لی ہے حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا یا حضرت نہیں پڑھی تب آنحضرت نے دعا کی خداوندا علی تیرے رسول کی اور تیری اطاعت میں تھا۔ تو آفتاب کو پھر طلوع کر اسماء کہتی ہے۔ کہ ہم نے دیکھا کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ پھر طلوع ہوا۔ اور اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔ یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے۔ جو خیبر میں ہے۔ یہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے زبردست معجزہ ہوا اور اسے ردّ شمس کہتے ہیں۔ یعنی سورج کا غروب ہونے کے بعد لوٹ آنا۔ ارجح المطالب اور براہین قاطعہ میں بھی اس معجزہ کا ذکر ہے۔

صواعق محرقہ ذکر فضائل جناب امیر علیہ السلام اور کنز العمال کتاب الفضائل باب فضائل علی ص ۳ برحاشیہ مسند احمد حنبل میں ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ فرمایا آنحضرت نے کہ علی علیہ السلام ایمان میں آنے کا دروازہ ہے۔ پس جو کوئی اس دروازہ میں داخل ہوا۔ وہ مومن ہو گیا اور جو اس دروازہ سے باہر ہو گیا وہ کافر ہو گیا۔

علامہ شمس الدین محمد عبدالرؤف مناوی شافعی مذکورہ حدیث "علی علیہ السلام باب حطہ ہے" کی شرح میں لکھتا ہے کہ جیسا خدا نے بنی اسرائیل کے لئے دروازہ میں عجز و انکسار سے داخل ہونا بخشش اور مغفرت کا ذریعہ بنایا تھا۔ ایسا ہی اس امت کے لئے حضرت علی علیہ السلام کی ہدایت پر چلنے کو امت کی مغفرت کا سبب بنایا اور یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے۔

ازالۃ الخفا اور السنۃ میں ہے۔ کہ حاکم نے ابوذر کی حدیث برآمد کی ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا اے علی علیہ السلام جس نے تجھ سے جدائی کی۔ اس نے خدا سے جدائی کی۔

طبرانی نے معجم کبیر میں اور مرزا محمد بدخشانی نے مفتاح النجا میں بروایت ابن عمر لکھا ہے فرمایا، آنحضرت نے کہ جس نے علی علیہ السلام سے جدائی کی اس نے مجھ سے جدائی کی۔

کتاب الاکتفا ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی میں بروایت حضرت علی علیہ السلام لکھا ہے کہ فرمایا

آنحضرت نے کہا اے علی اگر تیری پوری تعریف کروں۔ تو ڈرتا ہوں۔ کہ تم کو لوگ وہ نہ خیال کریں جو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں خیال کرتے ہیں۔ میرے نزدیک تمہارا وہی رتبہ ہے جو موسےٰ کے نزدیک ہارون کا تھا۔ تیرا دشمن میرا دشمن اور تیرا دوست میرا دوست ہے۔ اگر میرے بعد نبوت ہوتی تو تم کو ملتی۔

صواعق محرقہ میں بروایت بریدہ لکھا ہے۔ کہ حضرت علی علیہ السلام نے مال خمس سے ایک لونڈی خریدی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امر کی شکایت کرنی چاہی۔ جس پر آنحضرت نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا۔ جو علی علیہ السلام سے عداوت رکھتے ہیں۔ یاد رکھو جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور جس نے علی سے جدائی کی اس نے مجھ سے جدائی کی۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ علی میری مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ اور میں ابراہیم کی مٹی سے لیکن میں ابراہیم سے افضل ہوں۔

ازالۃ الخفا میں ہے کہ جو شخص حضرت علی سے بغض رکھے منافق ہے۔

صراط سوی سید محمود شیخانی قادری اور مسلم میں ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت نے کہ میرے اہلبیت نوح کی کشتی کی مانند ہیں جو ان کا مطیع ہوا۔ وہ سلامت رہا۔ اور جو نافرمان ہوا۔ وہ غرق ہو گیا۔

ترمذی اور نسائی میں ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت نے کہ اے علی علیہ السلام! تم کو دوست نہیں رکھتا مگر مومن۔ اور تم کو دشمن نہیں رکھتا۔ مگر منافق اور معاشر انصار منافقین کو بغض حضرت علی علیہ السلام سے پہچانتے تھے یعنی اگر کوئی حضرت علی علیہ السلام سے بغض رکھتا تو اسے منافق جانتے تھے۔ شرح اکبر مسٹک پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ جس کی شان میں متواتر احادیث وارد ہیں۔ یہ احادیث حضرت علی علیہ السلام کے مناقب و فضائل پر دال ہیں جن سے حضرت کے کمالات اور بزرگیاں ظاہر ہیں۔

استیعاب بن عبدالبر میں مفصلہ ذیل صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کے نام دئے ہیں جو جناب امیر علیہ السلام کو افضل صحابہ مانتے تھے۔ چونکہ خلیفہ افضل ہوا کرتا ہے نہ کہ مفضول اس لئے یہ لوگ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل کے قائل تھے۔

مقداد بن اسود۔ زید بن ارقم۔ سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ خباب بن ارت۔ جابر بن عبداللہ انصاری ابوسعید خدری۔ عمار بن یاسر۔ ابی بن کعب۔ حذیفہ۔ بریدہ۔ ابوایوب۔ سہل بن حنیف۔ عثمان بن حنیف۔ عبداللہ بن مسعود۔ ابوالہیثم بن تیہان۔ خزیمہ بن ثابت۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ۔ عباس بن عبدالمطلب۔ عبداللہ بن عباس خواجہ اویس قرنی۔ زید بن صوحان۔ جندب خیر۔ عطیہ عوفی۔ عبیدہ سلمانی۔ خالد بن سعید بن عاص۔ عمر

بن عبدالعزیز - عبدالرزاق - امام نسائی - حاکم وغیرہ۔

مذکورہ حوالہ جات اور اسنادسے بالبداہت پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت علی علیہ السلام کی منقبت احاطۂ تقریر و تحریر سے باہر ہے۔ اور آپ کا مثل سوائے آنحضرت کی ذات عالی صفات کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

علم پر نگاہ ڈالیں تو خود علم کو آپ کی ذات پر ناز اور افتخار ہے۔ اتقا کو دیکھیں۔ تو عصمت آپ کی مرہون احسان ہے۔ قرب و قبولیت پر نظر دوڑائیں۔ تو حاملان عرش ورطۂ حیرت میں غرق ہیں۔

آپ پر کسی اور کو ترجیح دینا بے علمی کی دلیل ہے۔ اور کسی کو آپ کا ہم پلہ خیال کرنا جہالت کا ثبوت ہے اگر کوئی متنفس آپ سے علم و فضل اور زہد و عرفان میں بڑا ہے۔ تو وہ رسول صلعم ہیں۔ اور اگر کوئی نورانیت میں آپ کا ہم مرتبہ ہے۔ تو وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔]

آپ کے خطبات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا قلزم علم طول اور عرض اور عمق سے بے نیاز ہے۔ آپ کے کلام بلاغت نظام کا حرف حرف معانی کا بحر بے ساحل ہے۔ علوم ارضی و سماوی پر آپ کو کماحقہ دسترس حاصل ہے۔ کون و مکان کے تمام واقعات سے آپ بفضل خدا آگاہ ہیں۔ رسول پاک کے سوائے تمام انبیاء اور ملائکہ آپ کے آستانۂ علیہ کے ادنے غلام ہیں۔

حیران ہوں کہ ایسی پاک ذات پر حضرات ثلاثہ اور یاران ثلاثہ کو کس منہ سے ترجیح دی جاتی ہے۔ کیا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ کیا انہیں بروز قیامت رسول اللہ کے روبرو نہیں جانا ہے۔ اور کیا ان کا اعتقاد بہشت اور دوزخ پر نہیں ہے۔ اگر یہ اسلام کے مدعی ہیں۔ تو خدا کے لئے آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ وہ شاہراہ ایمان سے کس قدر بھٹکے ہوتے ہیں۔

حدیث ثقلین

کنزل العمال میں ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ میں تم سے پہلے جانیوالا ہوں۔ پس تم دیکھتے رہو کہ تم میرے بعد ثقلین سے کیا سلوک کرتے ہو۔ آنحضرت سے پوچھا گیا ثقلین کون کون ہیں۔ فرمایا قرآن اور میری اہلبیت یہ دونوں چیزیں جدا نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر تک آئیں۔ میں نے اپنے رب سے ان دونو کے حق میں دعا مانگی ہے۔ پس تم ان دونو چیزوں پر مقدم نہ ہو۔ اور ان دونو کو تعلیم دو۔ کیونکہ یہ دونو تم سے زیادہ عالم ہیں۔

جواہر العقدین سید نورالدین سمہودی نے حدیث ثقلین بیان کرنے کے بعد مستدرک سے نقل کیا ہے۔ کہ ان دونوں پر تقدیم اختیار نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ نہ ان کا شان گھٹاؤ۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور نہ

ان کو تعلیم دو۔ یہ دونو تم سے عالم ہیں۔ کتاب الموالات ابن عقدہ میں بھی یہی عبارت بالا درج ہے۔
تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد سوم صفحہ ۱۸ سطر ۲۹ پر بروایت ابی سعید خدری تفسیر در منثور امام سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۶۰ سطر ۱۹ پر بروایت زید بن ثابت اور مشکواۃ مطبوعہ احمدی پریس لاہور جلد ششم صفحہ ۱۳۱ پر لکھا ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت نے کہ میں اپنے بعد تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن اور دوسری میری عترت۔ یہ دونو آپس سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ تحفہ شاہ عبدالعزیز مطبوعہ مصطفائی دہلی صفحہ ۲۲ پر ہے کہ جو شخص حدیث ثقلین کو نہ مانے وہ دین سے خارج ہے۔

براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۲۵ ینابیع المودۃ صفحہ ۳۱ رسالہ الفاروق مولوی محمد سرور صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ قرآن اور اہلبیت ہمیشہ ایک ساتھ رہیں گے۔ یہاں تک کہ یہ دونو میرے پاس حوض کوثر پر جمع ہوں۔

حدیث ثقلین کے مستند اور معتبر ہونے میں کسی ذی عقل آدمی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت نے اپنے بعد امت کے لئے دو واجب الاطاعت چیزیں چھوڑیں۔ ایک تو اپنی عترت اہلبیت علیہم السلام اور دوسرا قرآن پاک۔

قرآن پاک سے تو امت نے یہ سلوک کیا۔ کہ آیہ بلغ کے حکم سے انکار کر دیا گیا۔ آیہ تطہیر کو پشت ڈال دیا گیا۔ آیات کی غیر معقول اور خود غرضانہ تاویلات کو آلہ کار بنایا گیا۔ درست ترتیب کردہ قرآن کو رائج نہ ہونے دیا۔ بے شمار قرآنوں کو نذر آتش کیا گیا۔ قرآن پاک کو تیروں کا نشانہ بنایا گیا۔ اور اس کے احکام سے کامل طور پر سرتابی کی گئی۔ مرزا قادیانی نے یہاں تک اظہار شہادت کیا کہ اپنی بیہودہ تصنیف براہین احمدیہ کو قرآن پاک کہہ دیا۔ عترت رسول سے یہ برتاؤ کیا۔ کہ ان کے حقوق غصب کر لئے گئے۔ ان کو بیکس کر دیا گیا۔ ان کی تذلیل اور تحقیر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی۔ ان کے کاشانہ فلک آستانہ کو جلا دینے کا اہتمام کیا گیا۔ محسن کو بطن مادر میں شہید کر دیا گیا۔
ان کو آسیائے جور و ستم میں یہاں تک پیسا گیا۔ کہ انہیں آہ و زاری کے لئے بیت الحزن بنانا پڑا ان کے منہ سے لقمہ معاش چھین کر کہہ دیا گیا۔ کہ پیغمبر اپنے بعد کوئی میراث نہیں چھوڑتے ان کے جنازے پر تیروں کی بارش کی گئی۔ اور پھر ان تمام خاندان کے چمن زار پر ظلم کی وہ آندھی چلائی کہ کربلا کا ذرہ ذرہ اور کوفہ و شام کے کوچہ و بازار سے صدائے الاماں بپا ہوئی۔

آیاتِ قرآنی درشانِ جنابِ امیر علیہ السلام

مرزا محمد بدخشانی نے مفتاح النجا میں مسند ابو یعلیٰ - مختار ضیا مقدسی - معجم کبیر طبرانی - معجم اوسط طبرانی - حلیۃ ابو نعیم - مناقب ابن مردویہ وغیرہ سے اور شیخ عبدالحق نے رجال المشکوٰۃ میں مستدرک حاکم معجم طبرانی - کامل ابن عدی - جمع الجوامع سیوطی وغیرہ سے نقل کیا - کہ آنحضرت نے فرمایا - کہ حق اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہیں -

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد اول تفسیر بسم اللہ میں لکھا ہے - کہ جس نے اپنے دین میں حضرت علی علیہ السلام کی پیروی کی - وہ ضرور ہدایت پا گیا - اور اس نے حق کو پا لیا - اس پہ دلیل آنحضرت کا ارشاد ہے - کہ بار خدایا حق کو اس طرف پھیر جس طرف علیؑ پھیرے -

طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتا ہے کہ یہ جو فرمایا آنحضرت نے کہ اے علی علیہ السلام بہ تحقیق اللہ بھی تیرے دل کو ہدایت دیگا - اور تیری زبان کو ثابت کرے گا - اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تجھ کو اس صحیح نتیجہ نکالنے کا رستہ بتائے گا جس کا محل تیرا دل ہے پس تیرے دل کو کھولے گا - اور تیری زبان کو ثابت کرے گا - یعنی تو سوائے حق کے حکم نہیں کرے گا - یہی مذکورہ مضمون مسند احمد حنبل جلد اول صث۱ صثلاا و صتلا ۱۳۶ پر بھی ہے -

شیخ نور الدین علی طرابلسی کہتا ہے - کہ حدیث بالا کا یہ مطلب ہے کہ خداوند اعلی علیہ السلام کی زبان کو حق کیساتھ گفتگو کرنے میں دائم اور مستقر کر دے - یعنی جو بات حضرت علی علیہ السلام کہے وہ حق ہو رجال مشکواۃ شیخ عبدالحق دہلوی جو سنی محقق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - میں لکھا ہے کہ احادیث کثیرہ حضرت علی علیہ السلام کی حقانیت اور حضرت کے قطعاً حق سے جدائی نہ کرنے میں وارد ہوئی ہیں -

تفسیر کبیر رازی باب رابع در مسائل فقہ مستنبط از سورہ فاتحہ تفسیر فاتحہ اور شرح ابن ابی الحدید اور فضائل الصحابہ فردوس الاخبار دیلمی اور مناقب ابن مردویہ اور مسند ابو العلی اور مختار ضیا مقدسی اور مختار ضیا مقدسی اور مناقب خوارزمی میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ خدایا حق کو ادھر پھیر ادھر جدھر علی پھرے ؛

تفہیمات السید ولی اللہ میں ہے کہ رسول اللہ نے جب خدا سے دعا کی - کہ خدایا تو حق کو علی کے ساتھ پھیر - اللہ نے قبول کیا - علی کو حق کے ساتھ پھیرا - پس حضرت علی عین حق ہو گئے -

ترمذی اور ابن مردویہ اور ازالۃ الخفا میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے اور علی علیہ السلام

حق کے ساتھ ہے بار الہا حق کو اسی طرف پھرا جدھر علی پھرے۔

تفسیر در منثور جلد سوم ص۲۱۸ سطر اول پر ہے۔ کہ عباس اور طلحہ بن شیبہ نے ایک دوسرے پر فخر کیا عباس نے کہا میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ اس لئے تم سے افضل ہوں طلحہ نے کہا میں کعبہ کا کنجی بردار ہوں اس لئے تم سے افضل ہوں حضرت علی وہاں تشریف لائے تو فرمایا میں تم دونوں سے افضل ہوں کیونکہ میں نے تمام لوگوں سے پہلے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی اور ایمان لایا اور جہاد کیا پس یہ تینوں اشخاص رسولؐ اللہ کے پاس آئے اس وقت سورہ توبہ کی یہ آیت ۱۹ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ کا نزول بحق جناب امیر ہوا۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد سوم ص۲۹۰ سطر اول پر ہے کہ ابن مردویہ نے ابن عباس سے اور ابن عساکر نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ سورہ توبہ آیہ نمبر ۱۱۹ "وکونوا مع الصادقین" میں صادقین سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ حافظ ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ سورہ یونس آیہ نمبر ۲ "وبشر الذین امنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم" سے حضرت علی کی ولایت مراد ہے۔

علامہ ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ سورہ ہود آیہ نمبر ۳ "ویؤت کل ذی فضل فضلہ" میں ذی فضل سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد سوم ص۳۲۴ سطر ۱ پر ہے کہ ابن ابی حاتم اور ابو نعیم اور ابن عساکر اور ابن مردویہ نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے کہ فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے سورہ ہود آیہ نمبر ۱۷ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ، میں بینۃ سے مراد رسول اللہ ہیں اور شاہد سے مراد میں ہوں۔ علاوہ ازیں تفسیر ثعلبی میں ابو ہریرہ سے اور کتاب الغارات میں منہال سے یہی روایت کچھ زیادتی کیساتھ مرقوم ہے۔ اور نیز حلیۃ الاولیا حافظ ابو نعیم میں یہ روایت لکھی ہے۔

تفسیر ثعلبی میں بروایت جابر بن عبداللہ لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ سورہ رعد آیہ نمبر ۴ "وجنت من اعناب وزرع ونخیل صنوان" سے میں اور علیؑ مراد ہیں۔ کیونکہ ہم ایک ہی جڑ کی دو شاخیں ہیں۔ نیز آنحضرتؐ کا ارشاد ہے انا وعلی من نور واحد یعنی رسول پاک اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد چہارم ص۲۹۵ سطر ۱ پر سورہ طہٰ آیہ نمبر ۲۵ "قال رب اشرح لی صدری" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن مردویہ اور خطیب اور ابن عساکر نے بروایت اسماء بنت عمیس لکھا ہے۔ کہ میں نے آنحضرتؐ کو (ثبیر (مکہ کے پہاڑ کا نام) کے مقابل میں کھڑے ہوتے دیکھا جبکہ آپ فرما رہے تھے۔ کہ خداوندا میں بھی تجھ سے وہی سوال کرتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰ نے کیا تھا۔ کہ میرے سینہ کو کشادہ کر اور میرے کام میرے لئے آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں۔ اور میرے اہلبیت میں سے میرے بھائی علی علیہ السلام کو میرا وزیر بنا اور اس کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کر اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنا تاکہ ہم

دونوں کثرت سے تیری تسبیح کریں۔ اور کثرت سے تیری یاد کریں۔ اور تو ہماری حالت کو دیکھ رہا ہے

کتاب ابن مردویہ میں ہے کہ جنگ احد کے بعد آنحضرت نے بحکم خدا زخمی اصحاب کو ہمراہ لیا اور ابوسفیان سے لڑنے کیلئے مقام حمراء الاسد پر قیام فرمایا۔ اور لشکر ابوسفیان مقام روحا میں مقیم تھا۔ اس وقت ابوسفیان نے نعیم ابن مسعود اشجعی کو کہا۔ کہ اگر تو لشکر محمد میں جا کر یہ کہدے۔ کہ لشکر ابوسفیان بہت بھاری تعداد میں ہے۔ تو میں تم کو دس اونٹ کا بار خرما اور سو کپے انگور انعام دونگا۔ چنانچہ جب اس نے ایسا ہی کہا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" خداوند عالم نے خوش ہو کر سورۂ آل عمران آیہ نمبر ۱۷۰ "وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل نازل کی۔

شواہد التنزیل حاکم ابوالقاسم میں بروایت سلیم بن قیس لکھا ہے۔ کہ فرمایا حضرت علی علیہ السلام نے کہ امت عادل اور لوگوں پر گواہ ہم (چہاردہ معصوم) ہیں اور خاص ہم اس سے مقصود خدا ہیں۔ اور رسول اللہ ہم پر گواہ ہیں۔ اور ہم خدا کی مخلوق پر گواہ ہیں۔ اور اس کی حجت ہیں زمین پر۔ اور ہم ہی وہ ہیں جن کے بارہ میں خدا نے "کذالک جعلنا کم امتہ وسطا" فرمایا ہے۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد دوم ص۶ پر بروایت انس بن مالک لکھا ہے کہ سورۂ آل عمران آیہ نمبر ۶ "وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم" میں راسخون فی العلم کے بارہ میں آنحضرت سے پوچھا گیا کہ وہ کون حضرات ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ نیکی کرنے والے زبان سچی اور دل مستقیم ہوں۔ اور جو حرام پیٹ اور فرج سے محفوظ ہوں (یعنی چہاردہ معصوم علیہ السلام)

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد چہارم ص۳۳۹ اور تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد دوم ص۲۷۲ پر سورہ انبیا آیہ نمبر ۱۰۱ "ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون" کے بارہ میں ہے کہ ابن ابی حاتم اور ابن عدی اور ابن مردویہ نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے آیہ بالا کی تلاوت فرمائی اور کہا "انا منھم" یعنی میں انہیں (لوگوں) میں سے ہوں۔

حافظ بن محمد شیرازی نے تفسیر اثنا عشری میں انس بن مالک سے سورۂ حج آیہ نمبر ۸ "ولا ھدی ولا کتاب منیر" کی تفسیر میں ایک طویل روایت لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص بڑا نمازی اور روزہ دار اور زکواۃ دینے والا ہے۔ آنحضرت نے ابوبکر کو اس آدمی کے قتل کر دینے کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔ یہ شخص شیطان کے گروہ کا پہلا شخص ہے۔ ابوبکر اس شخص کو قتل کرنے مسجد میں گیا تو دیکھا کہ وہ شخص رکوع میں ہے۔ ابوبکر بغیر اس قتل کئے واپس آ گیا۔ پھر عمر بن خطاب کو بھیجا گیا۔ عمر نے دیکھا کہ وہ شخص سجدہ میں ہے۔ عمر بھی بغیر اس کے قتل کئے واپس چلا آیا۔

تب آنحضرت نے فرمایا کہ اس شخص کو علی قتل کریگا۔ چنانچہ یہی شخص جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ناظرین ثابت ہوا کہ زہد و عبادت ہرگز مفید آنحضرت نہیں ہو سکتی۔ جب تک انجام بخیر نہ ہو۔

ینابیع المودۃ ص۲۳ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ سورہ یٰسین آیہ نمبر ۱۲ "وکل شئی احصینٰہ فی امام مبین" سے مراد میں ہوں۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر ص۱۵۴ جلد ششم اور تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی میں سورہ واقعہ آیہ نمبر ۹ والسابقون السابقون۔ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یوشع بن نون نے سبقت کی موسیٰ کی طرف اور مومن آل یٰسین نے عیسیٰ کی طرف اور علی ابن ابیطالب نے رسول اللہ کی طرف

تفسیر کشاف جلد سوم ص۱۷ اور مدارک زاہدی اور مشکوٰۃ میں سورہ مجادلہ آیہ نمبر ۱۲ "نجویٰ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیہ پر صرف حضرت علی نے عمل کیا۔ کہ جب آنحضرت سے سرگوشی کرنا مطلوب ہوتا تو پہلے کچھ صدقہ دیدیا کرتے اور کسی نے بھی اس آیہ پر عمل نہ کیا۔ حضرت علی علیہ السلام فخریہ فرمایا کرتے کہ قرآن میں ایک آیت ایسی ہے جس پر فقط میں نے عمل کیا۔ اور نہ میرے قبل اس پر کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کریگا۔ اور ان دس دنوں میں رسول اللہ کے پاس بھی اصحاب رسول میں سے کوئی نہ آیا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت علی علیہ السلام سے اور ابن مردویہ نے اسماء بنت عمیس سے اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سورہ تحریم آیہ نمبر ۳ میں صالح المومنین سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ششم ص۲۴۴ سطر ۶ اور تفسیر ثعلبی اور شواہد التنزیل اور حلیۃ الاولیا اور نیز کلبی اور مجاہد و ابوصالح نے بھی اس روایت کو لکھا ہے۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ششم ص۲۶۰ سطر ۱۱ پر سورہ حاقہ آیہ نمبر ۱۲ وتعیھا اذن واعیۃ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سعید بن منصور اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے مکحول سے روایت کی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی تھی۔ کہ اس کو کان علی کے بنائے ارجح المطالب ص۷۵ پر بھی بحوالہ دیلمی اسی طرح کا مضمون ہے۔ اس وجہ سے حضرت علی علیہ السلام خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو بات میں نے رسول اللہ سے سنی کبھی نہ بھولا۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور واحدی اور ابن مردویہ اور ابن عساکر اور ابن بخاری نے بریدہ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے۔ کہ میں تم کو اپنے قریب کروں اور دور نہ ہونے دوں۔ اور تم کو تعلیم کروں اور تم یاد

(۳۰) ابونعیم حلیۃ الاولیا میں بروایت حضرت علی علیہ السلام لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا یا علی (علیہ السلام) خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے۔ کہ میں تم کو اپنے قریب کروں۔ اور تعلیم کروں تاکہ تم یاد رکھو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تو آنحضرت نے فرمایا یا علی علیہ السلام تو میرے علم کا یاد رکھنے والا ہے ؛

امام سدی نے رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ سورۂ نبا آیہ نمبر اول بسم عم یتساءلون عن النبا العظیم ؛ میں نبا العظیم یعنی بڑی خبر سے مراد یہ ہے کہ کوئی مردہ شرق و غرب اور خشکی و تر میں ایسا نہ ہوگا جس سے نکیرین ولایت علی کا سوال نہ کریں گے۔

مودۃ القربےٰ سید علی ہمدانی شافعی میں ہے۔ کہ سورۂ والشمس میں شمس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قمر سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

کتاب کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ شیخ حافظ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی الشافعی باب اکتالیس۔ کتاب المناقب شیخ حافظ امام ابوالحسن علی بن محمد معروف بہ ابن المغازلی کتاب تذکرہ خواص الائمہ حافظ سبط ابن جوزی حنفی۔ کتاب المناقب شمس الاسلام صدر الائمہ ابوالموید موفق بن احمد مکی خوارزمی معروف بہ اخطب خوارزمی۔ کتاب الاربعین سید جمال الدین محدث۔ درالسمطین فی فضائل المصطفٰے والمرتضٰی والبتول والسبطین علامہ محمد بن یوسف بن محمود بن الحسن الزرندی المدنی الانصاری تفسیر ثعلبی۔ تفسیر نیشاپوری برحاشیہ تفسیر طبری جلد ششم ص۱۲۰ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی ص۲۹۶ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری تفسیر کشاف جلد اول ص۴۲۲ ذخائر العقبےٰ مودۃ اہل القربیٰ علامہ محب الدین طبری باب ذکر صدقہ علی۔ کتاب فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ محمد بن صباغ مالکی فصل مناقب۔ زین الفتےٰ علامہ عاصمی کتاب مراۃ المومنین شاہ ولی اللہ ذکر حدیث منزلت۔ تفسیر مدارک ملا ابوالبرکات مطبوعہ بمبئی ص۱۶۵ سطر اول تفسیر حسینی کتاب اربعین ملا سعد بن ابراہیم کتاب الیضاح مولوی رشید احمد خان۔ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ۔ مطالب السئول علامہ ابن طلحہ شافعی فصل ہفتم۔ کتاب ہدایۃ السعدا ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی کتاب الف علامہ ابوالحجاج یوسف بن محمد المالکی ذکر امیرالمومنین۔ نہایت العقول امام رازی۔ شرح تجرید علامہ قوشجی۔ کتاب ذخیرۃ المآل۔ کتاب التمہید علامہ ابوالشکور محمد بن عبدالسعید حنفی۔ تفسیر اسباب النزول سیوطی بر حاشیہ جلالین ص۹۶ تفسیر طبری جلد ششم ص۱۶۵ تفسیر بیضاوی جلد اول ص۱۹۹ تفسیر خازن جلد اول ص۴۹۶ تفسیر مدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد اول ص۴۹۶ تفسیر ابوسعود ص۴۹۶ تفسیر کبیر امام رازی جلد سوم ص۴۳۱ وغیرہ میں ہے کہ بحالت رکوع حضرت علی علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی سائل کو دی تو آیہ انما ولیکم اللہ کا نزول ہوا؛

ابن مردویہ کہتا ہے کہ سورہ اعراف آیہ نمبر ۴۴ فاذن موذن بینہم ان لعنۃ اللہ علی الظالمین

میں موذن سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور ظالمین سے مراد حضرت کو ایذا دینے والے ہیں
صواعق محرقہ اور تفسیر ثعلبی میں بروایت ابن عباس لکھا ہے۔ کہ اعراف پر عباس اور حمزہ اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام کھڑے ہونگے اور اپنے دوستوں کو ان کے چہرے کی نورانیت اور اپنے دشمنوں کو ان کے چہروں کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔ چنانچہ سورہ اعراف آیہ نمبر ۴۶ وبینھما حجاب وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم" کا یہی مطلب ہے ؛

تفسیر کشاف جلد دوم ص۴۳۹ سطر ۲ پر سورہ احزاب آیہ نمبر ۵۷ "الذین یوذون المومنین" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو حضرت علی علیہ السلام کو بُرا کہتے ہیں۔

ارحج المطالب ص۸۵ پر ہے کہ مقاتل بن سیلمان نے کہا۔ کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی کیونکہ منافقین میں سے چند آدمی آپ کو ایذا دیا کرتے اور جھٹلایا کرتے تھے۔

علامہ حافظ ابن مردویہ نے سورہ الزمر آیہ ۳۱۔ فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذجاءہ" سے مراد وہ شخص ہے جو آنحضرت کو حضرت علی کے بارہ میں جھٹلاتے ؛

علامہ دیلمی نے فردوس الاخبار میں بروایت بریدہ اسلمی لکھا ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت نے کہ جس نے علیؑ کی شان میں کمی کی۔ اس نے میری شان میں کمی کی ؛

علامہ ابن مردویہ نے سورہ شعرا آیہ نمبر ۸۳۔ واجعل لی لسان صدق فی الاخرین کے بارہ میں لکھا ہے کہ لسان صدق سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ جب آپکی ولایت ابراہیم کے سامنے پیش کی گئی تو حضرت ابراہیم نے عرض کی۔ کہ خدایا اس شخص کو میری اولاد سے قرار دے۔ اور خدا نے یہ دعا قبول کی ؛

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد پنجم ص۳۲۸ سطر ۱۴ پر سورہ الزمر آیہ نمبر ۳۲ "والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حافظ ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ سچ لانے والے سے مراد میں ہوں اور تصدیق کرنے والا علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہے اسی تفسیر میں اس روایت سے پہلے ایک روایت حضرت علی علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا والذی جاء بالحق محمد وصدق بہ ابوبکر" لیکن یہ روایت خود اہلسنت کے اصول کے مطابق قابل قبول نہیں کیونکہ اصل آیت میں والذی جاء بالصدق" ہے اور اس میں والذی جاء بالحق بنا دیا گیا ہے۔ نیز درایت سے بھی اس کی حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ کی تصدیق کی نہ کہ ابوبکر نے علاوہ براں براہین قاطع ترجمہ صواعق محرقہ ص۲۱۳ پر بحوالہ بخاری لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ صدیق تین ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون۔ حبیب نجار صاحب آل یاسین اور علی ابیطالب ع

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد چہارم ص۴۵ سطر ۱۲ اپر ہے کہ ابن مردویہ اور ابن جریر اور ابو نعیم نے معرفۃ میں اور دیلمی نے اور ابن عساکر اور نجار نے روایت کی ہے کہ جب سورۃ رعد آیہ نمبر ۷ انما انت منذر و لکل قوم ھاد کا نزول ہوا تو رسول اللہ نے اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ پر رکھا اور فرمایا انا منذر یعنی وہ ڈرانے والا میں ہوں اور پھر اپنے ہاتھ سے حضرت علی علیہ السلام کے شانہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا انت الھادی یا علی بک یہتدی المھتدون بعدی، یعنی اے علی تم ہی ہدایت کرنے والے ہو۔ اور میرے بعد اور تمہارے ہی ذریعہ سے لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ اسی روایت کو باختلاف الفاظ ابن مردویہ نے ابو برزہ اسلمی سے اور ابن۔ ورِیہ ضیاء المختار نے ابن عباس سے اور عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور ابن ابی حاتم نے اور طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے روایت کی ہے۔ اور تصحیح بھی کی ہے۔ اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت علی علیہ السلام سے بھی روایت کی ہے۔ ناظرین لفظ کل قوم ھاد" کا بحکم خدا و رسول حضرت علی کے حق میں ثابت کرتا ہے۔ کہ علی اور اولاد علی ہادی اور خلیفہ بلا فصل ہیں :

علامہ ابن مردویہ لکھتا ہے کہ سورۂ رعد آیہ نمبر ۱۹ افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق " سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

در منثور مطبوعہ مصر جلد چہارم ص۶۹ سطر ۲ پر سورہ رعد آیہ نمبر ۴۳ یعنی آخری آیت ومن عندہ علم الکتاب کے بارہ میں اکثر مفسرین قائل ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ عاصمی نے زین الفتی میں اور ثعلبی نے عبداللہ بن عطا سے روایت کی ہے۔ کہ عبداللہ بن سلام کہتا ہے کہ من عندہ علم الکتاب" سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اس وجہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے سلونی قبل ان تفقدونی تو صحیح ترمذی وغیرہ میں ہے۔ کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کی شان میں ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ سعید بن منصور نے اور ابن جریر نے اور ابن ابی حاتم نے اور نحاس نے اپنی کتاب ناسخ میں سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ جب اس سے پوچھا گیا کہ آیہ من عندہ علم الکتاب ،، سے مراد عبداللہ بن سلام ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوا اور عبداللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لایا۔ نیز ابن منذر نے شعبی سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سلام کے حق میں کوئی آیہ قرآنی نازل ہی نہیں ہوئی :

مناقب خوارزمی میں ہے کہ سورہ حجر آیہ نمبر ۴۱ "صراط علی مستقیم" کا یہ مطلب ہے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی راہ سیدھی ہے۔ اور اس کا دین سیدھا ہے۔ اسی کی پیروی کرو۔ اور اسی کو تھامے رہو۔ کیونکہ اس کی راہ میں کوئی کجی نہیں ہے :

حافظ ابوبکر ابن مردویہ نے سورہ فتح آیہ نمبر ۳۲ ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ کے بارہ میں لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارہ میں ہے جو علی ابن ابیطالب کی خلافت کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے۔

حاکم ابوالقاسم نے شواہد التنزیل میں سورہ فتح آیہ آخری وعد اللذین امنوا کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ قیامت کے دن سید المومنین علی علیہ السلام ایک نور کا علم لئے ہوئے کھڑے ہونگے۔ جس کے نیچے کل مومنین جمع ہوجائیں گے پھر علی علیہ السلام ایک نور کے منبر پر قدم رنجہ فرمائیں گے۔ اور سب لوگ ایک ایک کرکے حضرت کے حضور میں پیش کیے جائیں گے اور اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ اور علی علیہ السلام کی ولایت کے حق کی وجہ سے لوگ جنت یا جہنم کے مستحق ہو جائیں گے۔ اور علی علیہ السلام کا یہ حق سارے جہان پر واجب ہے۔

مناقب ملا ابوالحسن بن مغازلی شافعی در شرف المصطفےٰ ابوحامد شافعی میں سورہ نجم آیہ اول والنجم اذا ھوی کے بارہ میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ جو ستارہ ٹوٹتا ہے جس کے گھر میں گرے گا۔ وہی میرا وصی ہوگا۔ چنانچہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں گرا۔

یہاں ایک سچا واقعہ لکھنا بیجا نہ ہوگا۔ میرا ایک سنی آشنا تھا۔ جو حافظ قرآن بھی تھا۔ اور اردو میں اچھا خاصا خط بھی لکھ پڑھ سکتا تھا۔ مگر تاریخ سے اتنا ہی واقف تھا۔ جتنے بالعموم سنی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا اے دوست حضرت علی کو اچھا خیال کرتے ہو یا بُرا۔ جواب دیا۔ ہم حضرت علی کو خدا کا برگزیدہ سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا جو حضرت علی علیہ السلام کو بُرا کہے اسے کیا سمجھتے ہو۔ کہا وہ خدا کی قسم لعنتی ہے۔ میں نے کہا معاویہ ابن ابوسفیان کو کیسا خیال کرتے ہو۔ کہا وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ میں نے کہا یہی وہ شخص ہے جو حضرت علی کو بالاعلان بُرا کہا کرتا تھا۔ اور رعایا کو حکماً مجبور کرتا تھا۔ کہ حضرت علی کو بُرا کہیں۔ جواب دیا کہ اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو میں معاویہ سے بیزاری اختیار کر لوں گا۔

چنانچہ ہم دونو ایک سنی عالم اور محدث کے پاس گئے اور تمام ماجرا بے کم وکاست کہہ دیا۔ پہلے تو وہ سنی عالم گھبرایا اور ہم سے پیچھا چھڑانا چاہا۔ لیکن ہمارے عزم نے یہ قلعہ تسخیر کر لیا۔ اور اس نے صاف کہہ دیا۔ ہاں معاویہ حضرت علی علیہ السلام کو بُرا بھلا کہا کرتا تھا۔

واپسی پر راہ میں اسی آشنا سے میں نے کہا۔ دوست اکہو اب معاویہ کے بارہ میں کیا رائے تمام کی ہے۔ جواب دیا۔ معاویہ جو چاہے حضرت علی کو کہے۔ میرا اس بات سے کوئی تعلق نہیں۔ میں تو معاویہ کو بُرا نہیں کہہ سکتا۔ چہ خوب۔

میرا اپنا بار ہا تجربہ ہے کہ سنی لوگ حضرات ثلاثہ اور یاران ثلاثہ کی حمایت میں قرآن شریف۔ احادیث اور تاریخ کی پرواہ نہیں کرتے۔ انسان سنی اس وقت تک رہ سکتا جب تک واقعات اور حقائق سے ناواقف ہو۔ گویا سنیت اور جہالت ہم معنی الفاظ ہیں۔

واقعہ غدیر خم

واقعہ غدیر کو تفصیل سے لکھتا ہوں جس کے لفظ لفظ میں نور ایمان اور سرور دل موجود ہے غور سے سنیں ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۹ھ کو آنحضرت مکہ سے مدینہ کو قریباً دو لاکھ حاجیوں کے ہمراہ واپس تشریف لا رہے تھے کہ جبریل سورۂ مائدہ کی آیہ مبارکہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ (اے رسول پہنچا دے لوگوں کو وہ چیز جو تم پر نازل کی گئی ہے تیرے رب کی طرف سے اور اگر تم نے یہ حکم نہ پہنچایا۔ تو میں جانوں گا کہ تو نے میرا کوئی حکم (تمام دوران رسالت میں) انہیں نہیں پہنچایا ہے اور اس حکم کے پہنچانے میں تو کسی سے نہ ڈر) لے کر نازل ہوا۔ یہ خدا کا تاکیدی حکم سن کر آنحضرت نے جبریل سے فرمایا کہ مجھے حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی کے اظہار کرنے میں تو کچھ عذر نہیں۔ لیکن خیال ہے کہ یہ لوگ علی کے بارہ میں میری تصدیق کو پس و پیش کریں گے جبریل چلا گیا۔ اور پھر نازل ہو کر عرض کیا۔ واللہ یعصمک من الناس۔ اس پر آنحضرت نے مقام غدیر پر ایک خار دار درخت کے نیچے آرام فرمایا اور تمام حاجیوں کو جو ابھی متفرق نہ ہوئے تھے۔ کیونکہ کچھ فاصلہ آگے چل کر مختلف مقامات کو مختلف راستے جاتے تھے۔ جمع ہونے کے لئے ندا دلوائی۔ گرمیوں کا موسم اور دوپہر کا وقت اور عرب کا ریگستان اور اس پر مسافرت کی کلفت کیوجہ سے حاجیوں کی حالت کا نقشہ چشم تصور ہی صحیح طور پر کھینچ سکتی ہے اس آتش بار اور آہن گداز۔ ریگستان میں تمام حجاج ایک گروہ میں جمع ہو گئے۔ آنحضرت نے پالان شتر کا ایک منبر بنایا۔ جس پر چڑھ کر ایک فصیح و بلیغ خطبہ فرمایا۔ جو تمام واقعہ غدیر کی جان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جس نے مجھے تمام مخلوقات سے برگزیدہ بنایا۔ عنقریب میری طرف جھوٹی باتیں منسوب کی جائیں گی۔ حالانکہ میری زبان سے سوائے امر حق کچھ نہیں نکلتا ہے۔ میری عترت کو تمام مخلوقات پر سبقت حاصل ہے۔ وہ میری پیغمبری کا علم لینے والے اور تمام کو گمراہی سے نکالنے والے اور نیکی کی طرف بلانے والے ہیں۔ یہی اہل حق اور معدن صدق اور حامل کتاب و سنت ہیں ان کو ترک کر کے جہلا کی طرف رجوع نہ کرنا۔ میں اور میری عترت ایک طینت سے پیدا ہوئے۔ اور ہمارے نور سے ہر ایک تاریکی روشن ہوئی۔ میری عترت حامل علم اور خازن اسرار اور سواد ارض و سما ہے۔

نہ ان کو کبھی شک ہوتا۔ اور نہ عیب لاحق ہوتا ہے۔ راہ خدا میں کرار غیر فرار ہیں۔ ہادی اور آئمہ راشدین
ہیں ان کی ولایت اور اطاعت تم پر فرض ہے۔ وغیرہ وغیرہ دوران خطبہ میں حضرت سلمان فارسی نے عرض کیا
یا حضرت (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) میں ولائے علی سے کیا مراد ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جس کی جان پر
میں اولے بتصرف ہوں۔ اس کی جان پر علیؑ بھی اولے بتصرف ہے۔ اور اس طرح علیؑ کے اوصیا بھی بتصرف
ہیں۔ کسی نے عرض کیا۔ اوصیا کے نام فرمایئے۔ حضور نے علی سے (حضرت امام مہدی علیہ السلام) تک
تمام نام بنام گنے۔ اور فرمایا۔ یہ پاک افراد قرآن کے ساتھ اور قرآن ان کے ساتھ ہمیشہ رہیگا۔ پھر آنحضرت
نے حضرت علی علیہ السلام کو اتنا بلند اٹھایا۔ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی۔ یعنی اس حکم کی فعلاً
بھی تعمیل کر دی۔ اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی جس کا میں مولا اور سردار اور حاکم ہوں
اس کا علیؑ بھی مولا اور سردار اور حاکم ہے۔ آنحضرت نے اپنے دوپٹہ سے حضرت علی علیہ السلام کے
سر پر پگڑی باندھ کر رسم دستار بندی بھی ادا کی ازاں بعد "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی"
کا نزول ہوا۔ اور آنحضرت سجدہ شکر میں گر پڑے اور فرمایا خدا کا شکر ہے۔ جس نے دین اسلام کو
کامل کر دیا۔ اور نعمتوں کو پورا کر دیا۔ اور میری رسالت اور علی کی ولایت اور خلافت پر راضی ہوا چنانچہ
حافظ ابونعیم نے کتاب ما نزل من القرآن فی علی میں آیہ اکمال دین کے نزول کو واقعہ غدیر ہی لکھا ہے۔ پس
سب سے پہلے عمر ابن خطاب نے کہا اے حضرت علیؑ (علیہ السلام) مبارک ہو مبارک ہو تو آج سے میرا اور
ہر مومن مومنہ کا مولا ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اور لوگوں نے بھی مبارک باد کہی۔ پھر حسان شاعر نے فی البدیہ
قصیدہ تہنیت نظم کر کے بلند آواز سے پڑھا اور آنحضرت نے اس کے حق میں دعائے مغفرت کی بعد ازاں
آنحضرت نے ایک خیمہ نصب کرایا۔ جس میں حضرت علی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ اور اصحاب رسول بحکم
رسولؐ خیمہ کے اندر جاتے اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ مدینہ میں پہنچ کر آنحضرت
نے اپنی تمام ازواج کو حکم دیا۔ کہ یکے بعد دیگرے خانہ حضرت فاطمہ صدیقہ میں جا کر علیؑ کو خلافت اور نیابت
رسولؐ کی مبارک بادی دیں۔ دوسرے دن کی صبح کو ایک صحابی حارث بن نعمان فہری خدمت رسولؐ میں آیا
اور کہا یا حضرت ہم نے آپ کے ارشاد پر اپنے آبائی دین کو چھوڑا۔ اور اپنے اقربا کو قتل کیا۔ اور اسلام کے تمام احکام
تعمیل کی۔ ارشاد فرمادیں کہ آیا یہ حکم خدا کی طرف سے ہے یا محبت علی کی وجہ سے اپنے دل سے بنا لیا ہے
آنحضرت نے فرمایا۔ درحقیقت یہ حکم خدا کی طرف سے ہے۔ اس پر حارث پیٹھ پھیر کر چل پڑا۔ اور کہا خداوندا
اگر اس امر میں تیرا رسولؐ صادق ہے۔ تو مجھ پر فوری عذاب بھیج فوراً اس پر آسمانی پتھر گرا۔ جو اس
کے مقعد سے نکل گیا۔ وہ جہنم واصل ہوا۔ جو شخص خدا کے اس تاکیدی

حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عظیم اہتمام متعلقہ غدیر کے باوجود نہایت شوخ چشمی اور دلیری سے یہ کہتا ہے کہ اس موقع پر آنحضرتؐ کو صرف یہ مطلوب تھا۔ کہ چند ایک مخالفین علیؑ اور علیؑ میں رابطہ آشتی قائم کیا جائے وہ خدا اور رسولؐ سے ساتھ تمسخر کرتا ہے اللہ یستھزئ بھم ویمدھم فی طغیانھم یعمھون۔

شیعہ سنت رسولؐ کے مطابق ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیر مناتے ہیں۔ مگر اہلسنت اس کے مقابلہ میں ۲۶ ذی الحجہ کو عید منانا شروع کیا۔ کیونکہ ۲۶ ذی الحجہ کو آنحضرت مع ابوبکر غار میں داخل ہوئے تھے ناظرین عاشورہ کے آٹھ روز بعد سنیوں نے اپنا علیحدہ عاشورہ قائم کیا۔ کیونکہ اس دن مصعب بن زبیر قتل ہوا تھا مصعب ابوبکر کا نواسہ ہے اسی مصعب نے حضرت امیر مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کو قتل کرایا تھا جنہوں نے خون حسینؑ کا انتقام لیا تھا۔

ذیل میں چند نہایت معتبر اور جلیل القدر محدثین اور علماء اہلسنت کے نام درج کرتا ہوں جنہوں نے واقعہ غدیر کی صحت کو تسلیم کیا۔

امام احمد بن حنبل۔ عبداللہ بن احمد۔ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی۔ ابوالعباس نسوی۔ عبدالملک فرکوش ابواسحاق نیشاپوری۔ اسمٰعیل معروف بہ ابن السمان۔ عبدالکریم سمعانی موفق بن احمد عمر بن محمد یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی۔ محب طبری۔ ابراہیم بن محمد۔ محمد عبداللہ۔ جمال الدین زرندی۔ ابن کثیر۔ علی بن شہاب الدین ہمدانی۔ احمد بن علی مقریزی۔ ابن الصباغ۔ علامہ بلندی۔ اصیل الدین واعظ۔ محمود بن محمد محمد بن عبدالرسول برزنجی۔ مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشی۔ محمد بن صدر عالم۔ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر۔

اب ہم چند ثقہ راویوں کے نام لکھتے ہیں جنہوں نے تسلیم کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے سر پر بروز غدیر دستار باندھی۔

سلیمان بن داود۔ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ۔ احمد بن منیع بغوری۔ احمد بن حسین بن علی بیہقی محب الدین طبری۔ ابراہیم بن محمد حموینی۔ محمد بن یوسف زرندی۔ ابن الصباغ مالکی۔ سیوطی جمال الدین۔ عطاء الدین فضل اللہ محدث۔ علاؤ الدین متقی۔ محمود بن علی سجانی قادری۔ احمد بن محمد قشاس۔

ابن عقدہ معجم صغیر طبرانی اور ابو سعید مسعود بن ناصر سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے بروز غدیر فرمایا کہ علی (علیہ السلام) امیر المومنین سید المسلمین اور قائد الغر المحجلین ہیں۔

محب الدین طبری ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ پر لکھا ہے کہ عبدالاعلے بن عدی نہروانی راوی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے جناب امیر علیہ السلام کو بروز غدیر خم بلایا۔ اور اپنے دست مبارک سے حضرت علی علیہ السلام کے سر پر عمامہ باندھا اور ایک حصہ اس کا جانب پشت لٹکا دیا۔

اسد الغابہ میں بروایت ابو اسحاق لکھا ہے کہ بیشمار لوگوں نے بیان کیا۔ کہ حضرت علی علیہ السلام نے رحبہ میں لوگوں کو قسم دی۔ کہ جس نے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ سنا ہو۔ وہ بیان کرے۔ بہت سے لوگوں نے گواہی دی۔ اور بہت سے لوگوں نے چھپایا۔ یہ چھپانے والے دنیا سے رخصت نہ ہوئے جب تک اندھے نہ ہوئے ہوں۔ یا کسی اور آفت میں مبتلا نہ ہوئے ہوں۔ ان لوگوں میں جن پر مصائب کا نزول ہوا۔ یزید بن ودیعہ اور عبدالرحمن بن مدلج بھی تھے ؛

سر العالمین امام غزالی مطبوعہ بمبئی مقالہ ۴ صفحہ ۹ پر ہے کہ حجت ظاہر ہو گئی اور جمہور نے متن حدیث غدیر پر اجماع کیا۔ کہ آنحضرت نے بروز غدیر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اس پر عمر بن خطاب نے کہا مبارک ہو۔ مبارک ہو اے حضرت علی علیہ السلام کہ آپ نے اس حالت میں صبح کی ہے۔ کہ ہمارے اور تمامی مومنین اور مومنات کے مولا ہو گئے۔ پس عمر نے صاف صاف قرار کیا کہ حضرت علی علیہ السلام حاکم ہیں امور مسلمین کے۔ لیکن بعد اس کے سلطنت کی محبت اور خلافت کے دباؤ نے غلبہ کیا اور شاہنشاہی جھنڈوں کے ہوا میں لہرانے خیل و حشم کے نظارے۔ فتح امصار کے خیال نے عہد کو پس پشت ڈلوا دیا اور تھوڑا سامان خریدا جو بہت برا ہے۔ اور جب آنحضرت نے بوقت وصال الٰہی فرمایا کہ لاؤ قلم اور کاغذ کہ تمہارے کام کو آسان کر دوں (علاوہ زبانی تاکیدوں کے تحریری) یہ بھی کر دوں تاکہ کما حقہٗ اتمام حجت ہو جائے اور بیان کر دوں اس کو جو میرے بعد امر خلافت کا مستحق ہے تو عمر نے کہا چھوڑو اس شخص کو نہ رسول اللہ کہا۔ نہ آنحضرت کہا نہ محبوب کبریا کہا۔ صرف اس شخص سے مخاطب کیا جو غایت درجہ کی گستاخی ہے (یہ ہذیان کہہ رہا ہے پس جب تمہارا زعم اہلسنت کا تعلق تاویل نص سے باطل ہو چکا تو اجماع پر جھکے۔ حالانکہ اجماع بھی باطل ہے کیونکہ عباس اور ان کی اولاد اور حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد حلقہ بیعت میں نہیں آئے بلکہ خود اصحاب سقیفہ نے بھی (خلافت ابوبکر کی) مخالفت کی ؛

یہ امام غزالی صاحب کی تحریر ہے جس کی نسبت کتاب البینات یبعث اللہ علی راس کل مائۃ علامہ سیوطی میں ہے کہ بعض اکابر علما جو علم ظاہر و باطن کے جامع ہیں کہتے ہیں کہ آنحضرت ؐ کے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو امام غزالی ہوتا۔ اور اس کے معجزات کا ثبوت خود اس کی بعض تصنیفات میں ؛

کتاب سر العالمین غزالی ہی کی تصنیف ہے اور سنیوں کے امام ذہبی نے میزان الاعتدال جلد اصفحہ ۳۳۲ ترجمہ الحسن بن صباح میں۔ اس کتاب کو غزالی کی تصنیف مانا ہے۔ اب اہلسنت نے لاہور میں اس کتاب کا ترجمہ بھی شائع کیا ہے۔ اور اس سے بھی اس کتاب کا اعتبار ثابت کیا۔ لیکن سخت ظلم مصنف کی روح پر یہ کیا ہے کہ چوتھے مقالے کا جس میں مضمون بالا درج ہے ترجمہ بھی نہیں کیا۔ اور اسے بلا ڈکار ہضم کر لیا۔

یہ لوگ آئے دن عیسائیوں کی طرح ایسی تحریفات کرکے خود اپنے مذہب کا بطلان ثابت کرتے ہیں۔

مطالب السئول علامہ محمد بن طلحہ شافعی مطبوعہ لکھنو ۵۶ پر ہے کہ روز غدیر یعنی ۱۸ ذی الحجہ روز عید و موسم قرار پایا۔ کیونکہ یہ وہ روز ہے کہ آنحضرتؐ نے جناب امیر علیہ السلام کو اس روز وہ عالی منزلت اور خاص شرف (بحکم خدا) عطا کیا۔ جو غیر کو نہیں ملا۔ پھر اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم جس کے ساتھ اولے۔ ناصر۔ وارث۔ عصبہ۔ حمیم یا صدیق ہیں۔ تو اس سے علیؑ بھی ویسے ہی ہیں۔ اور یہ صریح ہے اس بارہ میں کہ حضرت علیؑ اس منصب جلیلہ کیساتھ مخصوص ہیں یعنی باقی تمام اصحاب اس منصب سے محروم ہیں) اور آنحضرتؐ نے جناب امیر علیہ السلام کو غیر کے لئے بمنزلہ اپنے نفس کے قرار دیا۔ کیونکہ کلمہ من (جو من کنت مولاہ میں ہے) عموم کے لئے پس جو لوگ اس عموم کے تحت میں داخل ہیں۔ ان سب کے لئے جناب امیر علیہ السلام کو وہی رتبہ حاصل ہے جو رسالت مآب کو حاصل تھا۔ (گویا حضرت علی علیہ السلام کی اقتداء ہر قول اور ہر فعل میں بعینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرح کیجاوے) پھر لکھتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ حدیث (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) اسرار آیہ مباہلہ سے ہے۔ کیونکہ انفسنا سے مراد حضرت علی علیہ السلام۔ خدا نے نفس رسولؐ اور نفس حضرت علی علیہ السلام کو جمع کیا اور ایک ضمیر متکلم لایا ہے۔ جو مضاف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔ پس آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے بھی انہی امور کو ثابت کیا جو حضرت کے لئے بہ نسبت عامہ مومنین ثابت ہیں کیونکہ آنحضرت اولے بالمومنین۔ ناصر المومنین اور سید المومنین ہیں جس معنی کا اثبات لفظ مولیٰ سے آنحضرتؐ کے لئے ممکن ہے آنحضرت نے ان تمام امور کو جناب امیر کے لئے ثابت کیا ہے اور یہ وہ مرتبہ سامیہ۔ منزلت شامخہ درجہ علیہ اور مکانہ رفیعہ ہے جس کو آنحضرتؐ نے جناب امیر کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ اسلئے یہ روز عید مسعود ہے اولیاء و محبان حضرت علی علیہ السلام کے لئے:۔

تذکرہ خواص الامۃ علامہ یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی میں ہے کہ آنحضرت کا بروز غدیر الست اولیٰ بالمومنین فرمانا جناب امیر علیہ السلام کی اثبات امامت اور قبول طاعت میں نص صریح ہے۔ اور اسی طرح آنحضرت کا دور الحق معہ حیثما دار فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور دیگر صحابہ میں اگر کچھ اختلاف پیدا ہو تو جناب امیر حق پر ہیں۔ مدارج النبوۃ فارسی ۵۱۱ پر ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ میں نے لشکر اسامہ کی تیاری کے لئے فلاں یہودی سے اس قدر قرضہ لیا تھا۔ اس کو میرے بعد ادا کر دینا۔ اہل بصیرت کے لئے تو آنحضرتؐ کی یہی وصیت ہی دلیل خلافت ہے۔ مسند احمد بن حنبل ص ۱۵۳ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کون ضامن ہے میرے قرضہ کا اور پورا کریگا میرے وعدہ کو ایسا شخص میرے

ساتھ جنت میں ہوگا۔ اور میرے اہل میں میرا خلیفہ ہوگا۔ ناظرین سوچ کا مقام ہے۔ کہ جو آنحضرت کے اہل پر خلیفہ بنایا جاتا ہے وہ نا اہلوں (تمام امت) پر درجہ اولیٰ خلیفہ ہے۔

اسد الغابہ مترجمہ ملا عبدالشکور ایڈیٹر النجم لکھنؤ جلد سوم میں ہے کہ آنحضرت حسان شاعر کے لئے مسجد اقدس میں منبر رکھ دیتے تھے اور حسان اس پر کھڑے ہو کر آنحضرت کی تعریف اور کفار کی ہجو کرتے اور آنحضرت فرماتے خداوند عالم روح القدس سے حسان کی تائید فرماتا ہے۔ ناظرین حضرت حسان وہی بزرگ ہیں جنہوں نے بروز غدیر حضرت علی علیہ السلام کے بحکم خدا و رسول خلیفہ بلا فصل ہو جانے پر قصیدہ تہنیت نظم فرمایا اور تمام حاضرین کے سامنے بلند آواز سے پڑھا۔

مناقب ابن مغازلی فقیہ شافعی نے سورہ الزخرف آیہ نمبر ۴۳ "فاستمسک بالذی اوحی الیک" کے بارہ میں بروایت جابر بن عبداللہ لکھا ہے کہ آنحضرت حجۃ الوداع سے واپسی پر خم غدیر، لوگوں کو سرزنش کر رہے تھے کہ پہلے یہ آیت "فاما نذھبن الایۃ" نازل ہوئی اس کے بعد قل رب الایہ نازل ہوئی پھر "فاستمسک بالذی اوحی الیک فی امر علی انک علی صراط مستقیم الایہ و سوف تسئلون عن علی ابن ابیطالب علیہ السلام" کا نزول ہوا۔

تفسیر ثعلبی میں سورہ معارج آیہ اوّل "سال سائل بعذاب واقع" کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ یہ آیت حارث بن نعمان فہری کے بارہ میں ہے۔ جس نے آنحضرت کے اعلان میں شک کیا تھا۔ جو حضرت رسالتمآب نے بموقعہ خم غدیر جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کے متعلق بحکم خدا کیا تھا۔

تفسیر ابوسعید صفحہ ۲۹۰ برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۸ میں ہے کہ مراد سال سائل سے نضر بن حارث یا ابوجہل ہے مگر روایت یہ ہے کہ اس سے مراد حارث بن نعمان فہری ہے۔ جبکہ اس نے یہ حدیث سنی۔ جو آنحضرت نے جناب امیر علیہ السلام کے حق میں فرمائی تھی "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" تو اس نے کہا خداوندا اگر جو محمد کہتا ہے حق ہے۔ تو مجھ پر ایک پتھر آسمان سے گرا۔ ابھی کلام اس کا ختم بھی نہ ہوا تھا۔ کہ ایک پتھر آسمان سے گرا۔ جو اس کے دماغ پر پڑا اور اس کے اسفل سے نکل گیا۔ اور وہ ہلاک ہو گیا۔

تفسیر ثعلبی اور تذکرہ خواص الامت علامہ ابن جوزی مطبوعہ ایران صفحہ ۹ سطر اول میں بھی واقعہ بالا تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ان کے علاوہ حارث کے معذب ہونے کا واقعہ مندرجہ ذیل معتبر علماء اہلسنت نے بھی تسلیم کیا ہے۔ ابراہیم بن عبداللہ یمنی وصابی۔ محمد بن یوسف بن حسن زرندی مدنی حنفی۔ شہاب الدین دولت آبادی۔ نورالدین سمہودی۔ ابن صباغ مالکی۔ جمال الدین محدث۔ عبدالرؤف مناوی۔ شیخ بن عبداللہ۔ عیدروس یمنی۔ سید محمود بن علی قادری مدنی۔ علی بن ابراہیم بن احمد بن علی بن نور الدین حلبی شافعی۔ احمد بن فضل بن محمد

باکثیر مکی شافعی - محمد محبوب عالم بن صفی الدین جعفر بن بدر عالم - محمد صدر عالم سبط شیخ ابوالرضا - محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر - احمد بن عبدالقادر بن بکری العجیلی الشافعی سید مومن حسن سلنجی وغیرہ۔

تفسیر در منثور امام جلال الدین سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوم ص۲۹۸ سطر ۹ اور ص۲۹۸ سطر ۱۰ پر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابو سعید خدری سے اور تفسیر فتح البیان نواب صدیق حسن خاں بھوپالی مطبوعہ مطبع بولاق مصر ص۸۹ پر ابو سعید خدری اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آیہ یا ایھا الرسول آنحضرت پر بروز خم غدیر علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی۔

تفسیر در منثور ص۲۹۸ پر ابن مسعود سے یہ بھی منقول ہے کہ ہم عہد رسول اللہ صلعم میں اسے یوں پڑھتے تھے - یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس " یعنی اے رسول پہنچا دے جو کچھ تجھ پر نازل ہو - کہ علی مومنوں کا مولا ہے الخ

تفسیر کبیر جلد سوم مطبوعہ مصر ص۶۳۶ سطر ۳ پر ابن عباس اور براء ابن عازب اور محمد بن علی سے اور تفسیر غرائب القرآن نظام نیشاپوری جلد دوم ص۱۷۰ سطر ۹ پر ابی سعید خدری سے اور ینابیع المودۃ علامہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی مطبوعہ قسطنطنیہ ص۱۲۰ سطر اول پر مسند ثعلبی اور فرائد السمطین علامہ حموینی میں ابو ہریرہ سے اور فصول المہمہ مالکی میں ابو سعید خدری سے اور اسباب النزول امام ابوالحسن واحدی اور کفایت الطالب حافظ ابو عبداللہ اور کتاب نزول من القرآن فی علی مصنفہ حافظ ابو نعیم میں ابو سعید خدری سے اور اور ترجمہ خصائص نسائی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ص۹۲ اور مسند امام احمد حنبل مطبوعہ بمبئی جلد اول ص۱۱۹ سطر اول اور تفسیر ثعلبی میں ابن عباس سے اور تذکرۃ خواص الامۃ سبط ابن حسن جوزی ص۱۸ سطر ۲۳ پر بہ اتفاق علمائے سیر اور توضیح الدلائل سید شہاب الدین میں اور مودۃ القربیٰ امیر کبیر علی ہمدانی ص۲۳ سطر ۳ پر اور ینابیع المودۃ ص۱۱۵ سطر ۱۲ پر لکھا ہے کہ آنحضرت نے "یا ایھا الرسول بلغ " کے پر ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کی موجودگی میں حضرت علی علیہ السلام کے حق میں "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرمایا اور اپنی عترت کی اطاعت اور محبت کا حکم دیا نیز شیخ محی الدین نودی اور محمد بن یوسف گنجی نے واقعہ بالا کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

مودۃ القربیٰ امام سید علی ہمدانی ص۳۲ سطر ۹ پر ہے کہ عمر ابن خطاب نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کو بروز غدیر خم خلیفہ کیا اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا اس وقت میرے پہلو میں ایک خوش رو نوجوان کھڑا تھا - جس نے مجھے کہا اے عمر آج رسول اللہ نے ایسی گرہ لگا دی ہے جسکو سوائے منافق کے کوئی کھول نہیں سکیگا - پس اس کے کھولنے سے ڈرتے رہنا - عمر کہتا ہے کہ جب یہ بات آنحضرت سے عرض کی تو آپ نے فرمایا - وہ جبرئیل تھا جو تم کو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور خلافت کی تاکید کر رہا تھا

کتاب الموالات امام ابن العقدہ میں ایک سو سے زیادہ معتبر زاویوں کے نام لکھے ہیں جنھوں نے واقعہ غدیر اور اس کے تمام امورات متعلقہ کو تسلیم کیا ہے۔ مثلاً ابوبکر بن خطاب عثمان بن عفان طلحہ بن عبید اللہ۔ زبیر بن العلوام۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ عباس بن عبدالمطلب عبداللہ بن عباس۔ عمار بن یاسر۔ سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری وغیرہ۔

مطالب السئول راس الفحول ابن طلحہ ۲۳ سطر ۱۴ پر مولاہ کے معنی اولیٰ اور ناصر وارث عصبہ صدیق۔ سید و منتق وغیرہ لکھے ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ حضرت علیہ السلام ان سب معنوں میں مولا ہے اور یہ منقبت حضرت علی علیہ السلام سے مخصوص ہے۔ ! در حضرت علی علیہ السلام نفس رسول ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے سوا یہ فضیلت کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔

براہین قاطعہ فارسی ترجمہ صواعق محرقہ ۴۲ کہ ابوبکر و عمر بھی حضرت علی کو مولا المومنین کہتے تھے۔ خواص الامۃ سبط جوزی ۲۳ سطر ۱۹ پر ہے کہ مولا کے معنی اولیٰ بتصرف ہیں۔ نیز حافظ ابوالفرج یحیٰی بن سعید ثقفی اصفہانی نے اپنی کتاب مرج البحرین میں بھی یہی لکھا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید طبری نے تاریخ الرسل والملوک میں اور حافظ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں مرزا محمد معتمد خاں نے نزل الابرار میں۔ شمس الدین محمد بن محمد جزری نے حصن حصین المطالب میں اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور ملا علی نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اور حافظ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی نے اربعین میں اور علامہ ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی نے کتاب ابحاث مسددہ میں اور عبدالرؤف مناوی نے تیسیر شرح جامع الصغیر میں اور حافظ نورالدین حلبی نے انسان العیون میں اور حافظ احمد بن محمد عاصمی نے زین الفتی میں اور حافظ محمود بن محمد بن علی شیخانی قادری مدنی نے صراط السوی میں اور ابن مغازلی فقیہ نے مناقب میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں اور مرزا مخدوم بن عبدالباقی نے نواقض الروافض میں اور محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر یمنی الصنعانی نے روضۃ الندیہ میں اور علامہ محمد صدر عالم نے معارج العلےٰ میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے سیف المسلول میں اور علامہ ابوالقاسم عبید اللہ بن عبداللہ الحسکانی نے دعاۃ الہداۃ الیٰ اداء حق الموالاۃ میں۔ اور علامہ ابوسعید مسعود بن ناصر السنجری نے درآیہ حدیث الولایہ میں اور حافظ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی نے مفتاح کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ حدیث غدیر صحیح ہے ناظرین! باوجود اس حدیث کے متواتر اور صحیح ہونے کے بخاری نے اس کو کتاب بخاری میں نقل نہیں کیا پس بخاری کو خدا اور رسول کا دشمن نہ کہنا عین کفر ہے۔

مسند امام حنبل مطبوعہ بمبئی ۱۲۲ سطر ۱۶۔ اور شواہد النبوت ملا جامی مطبوعہ مطبع فتح الکریم بمبئی ۲۰۸ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے مقام رحبہ میں فرمایا کہ جس نے بروز غدیر آنحضرت سے من کنت مولیٰ کی حدیث سنی ہو وہ بیان کرے۔ بارہ آدمیوں نے کھڑے ہو کر اس حدیث کی تصدیق کی جو نہ کھڑے ہوئے ان کو طرح طرح کا عذاب ہوا۔ امام نسائی نے ان شخصوں میں سے انس بن مالک۔ زید بن ارقم۔ جمیع بن عمیر۔ اشعث اور براابن عازب کے نام لکھے ہیں جو معذب ہوئے۔

سر العالمین امام غزالی ۔ اور مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی ص ۳۱ سطر ۱ پر غدیر خم میں عمر کی مبارک باد دینے سے صاف ثابت ہے کہ یوم غدیر عید کا دن ہے۔

توضیح الدلائل سید شہاب الدین میں وہ خطبہ لکھا ہے۔ جو آنحضرت نے بروز غدیر فرمایا۔ اور جس کا خلاصہ لکھتا ہوں۔ بعد حمد خدا فرمایا کہ عترت پر میری وفات کے عین بعد مصائب و آلام وارد ہونگے میری طرف جھوٹی حدیثیں منسوب ہونگی۔ حالانکہ میں صرف امر حق پہنچانے والا ہوں۔ ظالموں کی بازگشت نہایت بڑی جگہ ہے عبادہ بن صامت نے پوچھا۔ کہ کب ہوگا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ جب میری جان حلق مبارک کی طرف اشارہ کیا) یہاں تک پہنچے گی۔ عبادہ نے عرض کی۔ اس وقت ہم کس کی پیروی کریں۔ فرمایا میری عترت کی پیروی کرنا جو تمام مخلوقات (ارضی وسماوی) پر سبقت رکھنے والے اور میری پیغمبری کے ماننے والے اور تم لوگوں کو گمراہی سے نکالنے والے اور نیکی کی طرف بلانے والے ہیں یہی اہل حق اور معدن صدق اور حافظ کتاب وسنت ہیں۔ الحاد اور بدعت سے تم کو بچائیں گے۔ کسی جاہل کی طرف میلان نہ کرنا ہیں اور میری اہلبیت ایک طینت سے خلق ہوئے اس میں غیر کو کوئی حصہ نہیں۔ ہم تمام مخلوقات ارضی وسماوی سے پہلے خلق کئے گئے۔ پھر ہمارے نور سے تمام تاریکیاں روشن کی گئیں۔ میری عترت میرے علم کی حامل اور خازن اسرار اور تمام مخلوقات کی سردار ہے۔ انکو کبھی شک نہ ہوگا۔ اور نہ وہ راہ خدا سے وہ فرار کرتے ہیں۔ اور نہ کبھی انہوں نے خدا کے کسی عہد کو توڑا ہے۔ ہادی اور راشد اور ہدایت یافتہ ہیں۔ انکی عداوت گمراہی اور ان کی محبت ایمان اور ان سے بغض نفاق ہے ان کی اطاعت اور مودۃ تم پر فرض ہے۔ یہ طیب وطاہر اور راست گو اور عالم اور امین اور حافظ شریعت ہیں۔ علم وعلم نبوت و شرافت وسخاوت وشجاعت وصداقت وطہارت وعفت وقضا کے صاحب ہیں۔ خدا کی مضبوط رسی اور کلمہ تقویٰ اور وسیلہ ہدایت اور حجت عظمےٰ اور عروۃ الوثقیٰ ہیں۔ اب میں بموجب حکم خدا من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ کہتا ہوں خدا دوست رکھ اس کو جو میری عترت کو دوست رکھے اور دشمن جان اس کو جو ان کو دشمن جانے اور مدد کر اس کی جو ان کی مدد کرے۔ اور خوار کر اس کو جو ان کو خوار کرے۔ میں نے وہ امر پورا کر دیا۔ جس کی تبلیغ کا آج مجھے حکم ہوا تھا۔

اور اب میں اپنی عترت کو خدا کے سپرد کرتا ہوں - اور اپنے اور تمہارے لئے طالب مغفرت ہوں -

ینابیع المودة ص۱۱۵ سطر ۱۲ پر واقعہ غدیر اور خطبہ آنحضرت درج ہونے کے علاوہ یہ بھی مرقوم ہے کہ آنحضرت کے دوران خطبہ میں سلمان فارسی نے عرض کیا کہ ولائے حضرت علی علیہ السلام سے کیا مراد ہے فرمایا کہ علی (علیہ السلام) کی ولایت بعینہ میری ولایت ہے اور جسطرح میں لوگوں کی جانوں پر اولےٰ تصرف ہوں اسی طرح علی تم تمام کی جانوں پر اولےٰ تصرف ہے - پھر فرمایا - یہ آیات یعنی آیہ بلغ اور المکت واتمی علی (علیہ السلام) اور اوصیائے حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہیں اور پھر آنحضور نے اوصیا کے نام حضرت علی علیہ السلام سے مہدی تک شمار فرمائے اور فرمایا - قرآن ان کے ساتھ ہے اور یہ قرآن کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے -

روضة الصفا مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۱۲ اور تاریخ کامل مطبوعہ فوات التحریر مصر جلد اول ص۱۸ اور تاریخ ابن الوردی مطبع وہبیہ مصر ص۹ پر ہے کہ حضرت آدم نے اپنا جانشین شیث ہبتہ اللہ کو کیا اور تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد اول ص۱۹ اور روضة الصفا مطبوعہ نولکشو جلد اول ص۱۵ پر ہے کہ شیث نے اپنا جانشین انوش کو کیا - اور تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد اول ص۲۰ اور روضة الصفا مطبوعہ نولکشو جلد اول ص۱۵ پر ہے کہ قینان نے اپنا جانشین مہلائیل کو کیا - اور تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد اول ص۲۰ پر ہے کہ مہلائیل نے اپنا جانشین یرد کو کیا - اور تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد اول ص۲۰ پر ہے کہ یرد نے اپنا جانشین ادریس کو بنایا - اور تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد اول ص۲۰ و ص۲۲ پر ہے کہ ادریس نے اپنا جانشین متوشلخ کو کیا - اور تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد اول ص۲۲ پر ہے کہ متوشلخ نے اپنا جانشین ملک کو کیا اور تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد اول ص۲۷ اور روضة الصفا مطبوعہ نولکشو جلد اول ص۲۲ پر ہے کہ نوح نے اپنا جانشین سام کو کیا اور روضة الصفا مطبوعہ نولکشو جلد اول ص۵۱ پر ہے کہ ابراہیم نے اپنا جانشین اسحاق کو کیا - اور روضة الصفا مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۵۱ پر ہے کہ اسمٰعیل نے اپنا جانشین قیدار کو کیا - اور روضة الصفا مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۵۴ پر ہے کہ اسحاق نے اپنا جانشین یعقوب کو کیا اور روضة الصفا مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۶۵ پر ہے کہ یعقوب نے اپنا جانشین یوسف کو کیا اور تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد اول ص۷۴ اور روضة الصفا مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۷۲ پر ہے کہ ایوب نے اپنا جانشین حومل کو کیا اور روضة الصفا مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۸۵ و ص۹۳ پر ہے کہ موسےٰ نے اپنا جانشین ہارون کو کیا اور پھر ہارون کی موت پر اپنا جانشین یوشع کو بنایا - اور روضة الصفا مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۹۷ پر ہے کہ کالب بن

یوحنا نے اپنا جانشین بوساموس کو کیا - اور روضۃ الصفا مطبوعہ نولکشور جلد اول صفحہ ۱ پر ہے کہ الیاس نے اپنا جانشین الیسع کو کیا - اور روضۃ الصفا مطبوعہ نولکشور جلد اول صفحہ ۱ پر ہے الیسع نے اپنا جانشین ذوالکفل کو کیا - اور روضۃ الصفا جلد اول صفحہ ۱۳ پر ہے کہ عیسیٰ نے اپنا جانشین شمعون کو کیا اور قرآنی آیہ "و ورث سلیمان داؤد" کی بنا پر داؤد نے اپنا جانشین سلیمان ؑ کو بحکم خدا مقرر فرمایا - ناظرین تقرر جانشینی صرف خدا کی مرضی پر منحصر ہے - جیسا کہ آپ نے چند مثالوں سے یقین کر لیا - اور پھر قرآنی حکم کہ سنت اللہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی - اس کو اور مضبوط کرتا ہے - مگر افسوس کہ بقول سنیاں آنحضرت ایسے بزرگ اور اہم کام کو امت کے سپرد فرما گئے اور قیامت تک تفرقہ اور فساد کا بیج بو گئے خدا ان کو سمجھ

ناظرین واقعہ غدیر میں چند امور ملحوظ خاطر رکھنے سے مولا کے معنے صرف حاکم اور مالک ہو سکتے ہیں محبت وغیرہ کے معنی کسی طرح یہاں ہی نہیں ہو سکتے - آنحضرت کا آخری حج ہے اس حکم کی عدم تبلیغ میں تمام رسالت اکارت ہوتی ہے - خدا آنحضرت کی حفاظت کا وعدہ فرماتا ہے - ایک لاکھ بیس ہزار اصحابہ کو اس وقت جمع کیا جاتا ہے - جبکہ وہ کچھ فاصلہ پر اپنی اپنی راہوں پر متفرق ہو جانیوالے تھے موسم گرما اور دوپہر کا وقت اور لق ودق میدان ریگ ہے - آنحضرت حضرت علی علیہ السلام کو بلند اٹھا کر قولاً اور عملاً بھی اعلان حکم خدا کرتے ہیں - رسم دستار بندی ادا ہوتی ہے - ہر طرف سے مبارک باد کا شور برپا ہوتا ہے - ایک علیحدہ خیمہ میں بیعت لی جاتی ہے - قصیدہ تہنیت پڑھا جاتا ہے - تمام ازواج نبی کو مبارکباد عرض کرنے کا تاکیدی حکم ہوتا ہے - رسم چراغاں ادا کی جاتی ہے - منکر پر آسمانی پتھر گرتا ہے - مزید برآں حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ علیہا السلام واقعہ غدیر سے ابوبکر اور عمر کے سامنے احتجاج فرماتے ہیں اور اس دن کو بقول عمر بن خطاب و ابوہریرہ عید قرار دیا جاتا ہے - اور جبرئیل خصوصاً عمر بن خطاب کو اس حکم کی پابندی کا حکم فرماتے ہیں

کتاب اسنی المطالب علامہ جزری میں ہے کہ جناب فاطمہ علیہا السلام نے صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام کے قول کو بھول گئے ہو جب آنحضرت نے بروز غدیر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ - اور انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ "

مروج الذہب مسعودی برحاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۱۳ پر ہے کہ جب ابوبکر کی بیعت سقیفہ کے دن ہو چکی اور پھر دوسرے روز شنبہ کو عوام پر اس کی تجدید کی گئی - تو حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر سے فرمایا کہ تو نے ہمارے امور کو فاسد کر دیا - اور ہم سے مشورہ نہ لیا - اور نہ ہمارے حقوق کی رعایت کی - ابوبکر نے کہا ہاں ایسا ہی ہے - مگر میں فتنہ سے ڈرا - تاریخ کامل جلد دوم صفحہ ۱۲۳ پر ہے کہ سب انصار نے یا ان میں بعض نے کہا کہ ہم سوائے حضرت علی علیہ السلام کے کسی کی بیعت نہیں کرتے -

تفسیر ابن مردویہ۔ کتاب ما نزل من القرآن فی علی حافظ ابو نعیم اصفہانی۔ مناقب ابو الحسن بن محمد بن خطیب۔ کتاب المناقب اخطب خوارزم۔ خصائص ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم۔ توضیح الدلائل شہاب الدین احمد۔ مفتاح النجا علامہ مرزا محمد بن معتمد خاں۔ تاریخ ابن واضح کاتب عباسی معروف بہ یعقوبی میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے بروز خم غدیر "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرمایا تو آیہ مبارکہ "الیوم اکملت لکم دینکم" کا نزول ہوا

مشکوٰۃ باب مناقب علی جلد آخری صفحہ ۵۶۵ پر ہے کہ براء بن عازب اور زید بن ارقم سے روایت ہے۔ کہ جب آنحضرت صلعم خم غدیر کے مقام پر اُترے تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میں تمہاری جانوں سے اولیٰ ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ کیا میں ہر مومن کی جان سے اولیٰ ہوں۔ عرض کیا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ یا خدایا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے۔ یا الٰہی دوست رکھ تو اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ تو اس کو جو علی کو دشمن جانے۔ اس کے بعد عمر نے حضرت علی علیہ السلام کو کہا۔ کہ اے ابن ابیطالب تم کو مبارک ہو کہ تو ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کا مولا ہو گیا۔

عبث در معنیٔ من کنت و مولا میروی ہر سو   علیؑ مولا بہ آں معنی کہ پیغمبر بود مولا

جب کمیت شاعر نے یہ شعر تصنیف کیا۔ ویوم الدوح دوح غدیر خم۔ ابان لہ الولایۃ لو اطیعا تو اسی رات جناب امیر کمیت شاعر کو خواب میں ملے اور فرمایا کہ اپنے شعر کے آگے یہ شعر بڑھائے ولم ار مثل ذالک الیوم یوما۔ ولم ار مثلہ حقا اضیعا۔ یعنی اس دن جیسا متبرک دن کوئی نہیں دیکھا اور نیز اس دن جیسا حق ضائع ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔

معارج النبوۃ ملا معین کاشفی مطبع کریمی بمبئی رکن چہارم باب سیزدہم صفحہ ۲۲ سطر ۵ پر ہے کہ چوں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم از مناسک حج فارغ گشت چند روز دیگر اقامت فرمود بعد ازاں عنان عزیمت بجانب مدینہ مکرمہ معطوف گردانید بعد قطع مسافت بغدیر خم کہ از نواحی جحفہ است رسید و درآں منزل خطبہ فرمودہ نماز پیشین را گذاردہ روی باصحاب آوردہ فرمود الست اولیٰ بالمومنین من انفسھم آیا نیستم اولیٰ بمومناں از نفسہائے ایشاں و بعد ازاں فرمود کہ گویا مرا بعالم بقا خوانده‌اند و من اجابت نمودم و معلوم شما باد کہ درمیان شما دو امر عظیم میگذارم کہ یکے از دیگرے اعظم است قرآن و اہلبیت من ببینید کہ بعد از من چگونہ و بچہ کیفیت باایں دو امر سلوک خواہید کرد۔ و در غایت تفرق ایں دو امر چگونہ بجا خواہید آورد و آں دو امر از ہم متفرق نخواہند گشت۔ تا در کنار حوض کوثر بمن رسند بعد ازاں بزبان معجز بیان گذرانید کہ بدرستیکہ خدائے

عز و جل مولائے من است و من مولائے جملہ مومنانم آنگاہ دست امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بگرفت فرمود کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ وادار الحق معہ حیث کان آوردہ اند کہ بیشتر اصحاب تا بحدیکہ امہات مومنین رضی اللہ عنہن وعنہم امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ را در باب تہنیت بجائے آوردند امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ گفت اے علی۴ بامداد کردی و مولائے من و مولائے مومنین و مومنات شدی - اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا ہے۔

روضہ ندیہ علامہ ابن محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر ص۲۶ پر ہے کہ اگر ہم صرف آنحضرت کے انہیں دو کلمات کی شرح کریں۔ جو آنحضرت نے بروز غدیر فرمائے کہ اللہ اور اس کا رسول علی سے محبت رکھتے ہیں اور علی اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے تو نہایت بسیط اور نفیس تالیف تیار ہو جائے علاللہ یہ دونوں جملے کیسے ہیں جو شاہد ہیں اس پر کہ حضرت علی علیہ السلام کل فضائل سے متصف ہیں اور جمیع رذائل سے طاہر اور پاک ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کے اپنے دو اشعار کا فارسی ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔

از خلق جہاں پایہ من بیشتر است — در علم و عمل مایہ من بیشتر است
جاہل کہ زبخت بہ گیرد گوشش — در دیدہ او خنجر من بیشتر است

صراط سوی سید محمود شاہ شیخانی قادری اور وسیلۃ المال محمد باکثیر میں ابن مغازلی کی سند پر لکھا ہے کہ بروز قیامت کوئی شخص پلصراط پر سے نہیں گذر سکے گا۔ جب تک اس کے پاس حضرت علی علیہ السلام کا پروانہ نہ ہوگا۔ ناظرین ایک دفعہ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا۔ کہ حضرت علی علیہ السلام کی کنیت ابوتراب کیوں ہے۔ ابن عباس نے کہا۔ اس واسطے کہ حضرت علی علیہ السلام صاحب ارض ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد اہل ارض پر حجت خدا ہیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے وجود سے دنیا کی بقا ہے۔ اور حضرت قیام دنیا کا باعث ہیں۔

بعد از نبی بزرگ علی کا مقام ہے — روح الامیں حضور کا ادنیٰ غلام ہے
جاری ہے حکم آپ کا سب کائنات پر — ارض و سما کو نام علیؑ سے قیام ہے

کتاب مناقب ابن مردویہ میں بروایت ابن عباس و انس و بریدہ و سالم حذیفہ بن زمان و رافع و معاویہ بن ثعلبہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ علی علیہ السلام کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا کرو۔ کتاب مناقب ابن مردویہ بروایت سالم لکھا ہے کہ میں جناب امیر کے ساتھ ان کی زمین میں تھا جب کہ وہ کاشتکاری کر رہے تھے۔ ابوبکر اور عمر آپ کو ملنے آئے اور السلام علیک امیر المومنین ورحمۃ اللہ برکاتہ کہہ کر سلام کیا۔ ان سے پوچھا گیا۔ کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بھی اس طرح کیا کرتے

عمر نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ہم کو یہ حکم دیا ہوا تھا۔
فردوس الاخبار دیلمی باب ۱۲ میں بروایت حذیفہ بن یمان لکھا ہے۔ کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ اگر لوگوں کو یہ علم ہوتا کہ کب سے حضرت علیؑ کا نام امیر المومنین رکھا گیا ہے۔ تو ہرگز آپ کے فضائل سے انکار نہ کرتے۔ حضرت علیؑ کا نام اس وقت سے امیر المومنین قرار پایا ہے کہ ابھی آدم کے جسم میں روح پھونکی نہ گئی تھی۔ اس وقت پروردگار نے ارواح کو خطاب کیا کہ میں تمہارا خدا ہوں۔ اور محمدؐ تمہارا نبی ہے اور علیؑ تمہارا امیر ہے؛
صواعق محرقہ ص۱۳۵ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بروز شوریٰ اہل شوریٰ پر سورہ مباہلہ سے احتجاج کیا۔ یعنی حق خلافت طلب فرمایا۔ اور اس کے ثبوت میں سورہ مباہلہ پیش کی؛
ینابیع المودۃ ص۱۱۶ پر ہے کہ اولی الامر سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور اس کی اولاد ہیں۔ ترمذی اور مسلم اور مشکوٰۃ میں "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" مرقوم ہے۔ مسند امام احمد حنبل میں "یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی خلافت لکھا ہے۔ مناقب عبداللہ بن احمد بن حنبل میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ میں نبوت اور علی علیہ السلام میں خلافت ہے۔ مناقب ابن مغازلی اور شافعی میں ہے۔ کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جس کے مقام پر یہ ستارہ ٹوٹے وہی میرا خلیفہ ہے چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کے مقام پر ستارہ ٹوٹا۔ کتاب فردوس امام دیلمی میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں اور علیؑ ایک ہی جگہ رہے۔ یہاں تک کہ صلب عبد المطلب میں آکر جدا ہوتے۔ پس مجھ میں نبوت اور علیؑ میں خلافت ہے۔ مودۃ القربیٰ مودۃ ششم اور ینابیع مطبوعہ بمبئی ص۲۳۵ پر ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علیؑ میرا خلیفہ اور وزیر ہے۔ اگر میرے بعد نبوت ہوتی تو علی (علیہ السلام) کو ملتی۔ اور علی علیہ السلام) دنیا اور آخرت میں میرا بھائی اور وصی ہے۔ مودۃ القربیٰ مودۃ ہفتم اور ینابیع ص۰ پر ہے کہ علیؑ میرا بھائی اور وزیر اور خلیفہ ہے۔
بخاری ص۳۳ اور مسلم ص۲۷۸ پر ہے کہ مصعب ابن سعد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ جب آنحضرتؐ تبوک طرف نکلے تو حضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے کہا۔ کیا آپ مجھ کو لڑکوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم مجھ سے وہ رتبہ ہو۔ ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السلام سے ساتھ تھا؛
ازالۃ الخفا ص۵۲ پر ہے کہ جس طرح نبوت انسان کی مقرر کردہ چیز نہیں ہے۔ اسی طرح خلافت پیغمبر بھی انسان کی مقرر کردہ چیز نہیں ہے؛

ازالۃ الخفا مقصد دوم ص۲۵۶ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اے گروہ قریش خدا کی قسم بیشک خداوند عالم تم پر تم میں سے ایک مرد کو مبعوث کریگا۔ جس کے دل کا امتحان خدا نے ایمان میں کرلیا ہے اور وہ شخص تم میں سے بعض کو دین پر قتل کرے گا۔ ابوبکر نے کہا یا حضرت کیا وہ شخص میں ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں عمر نے کہا یا حضرتؐ کیا وہ شخص میں ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں پھر فرمایا وہ شخص وہ ہے جو اس وقت نعل کو سی رہا ہے اس وقت حضرت علیؑ آنحضرتؐ کی نعل مبارک کو سی رہے تھے

عقد الفرید جلد ۳ ص۱۰۱ پر ہے کہ خلافت وہ چیز ہے۔ کہ جس سے زمین اور آسمان قائم ہوئے اور خلیفہ خدا کے نزدیک ملائکہ مقربین اور انبیا سے افضل ہے۔

مسند احمد بن حنبل مطبوعہ بمبئی جلد اول ص۱۱۱ پر اور معالم التنزیل بغوی اور تفسیر طبری اور تاریخ طبری اور ازالۃ الخفا اور خصائص نسائی اور کنز العمال میں یہ سند ابن اسحاق و ابن جریر طبری و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ ابو نعیم و سنن بیہقی و دلائل النبوت و مختارہ مقدسی و تاریخ کامل میں واقعہ ضیافت تمام و کمال درج ہے۔ جس میں آنحضرتؐ نے قبیلہ قریش کو بلایا اور دعوت اسلام دی اور فرمایا یا علیؑ میرا خلیفہ اور وزیر اور وصی ہے۔ ناظرین یہ احمد حنبل وہ شخص ہے جو بخاری اور مسلم سے بلند تر مرتبہ رکھتا ہے

سورہ طٰہٰ میں خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ اے موسیٰ۔ فرعون کے پاس جا۔ کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے موسےؑ نے کہا خدایا میرا دل کشادہ کر۔ اور میرے امر کو آسان کر۔ میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات کو سمجھیں اور میرے اہل سے ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ وزیر بنا (وزیر کے لغوی معنی بوجھ اٹھانے والا ہے۔ وزیر کے معنی بوجھ ہیں) میرے بھائی ہارون کو۔ اس سے میری پشت کو مضبوط کر اور اس کو میرے امر میں شریک کر تاکہ ہم زیادہ تیری تسبیح کریں۔ اور ذکر تیرا زیادہ کریں۔ ہمارے حال سے واقف ہے خدا نے کہا اے موسیٰ تیری دعا میں نے قبول کی۔ حاصل مطلب یہ ہوا۔ کہ موسےؑ کے اختیار میں نہ تھا کہ اپنا خلیفہ خود ہی انتخاب کرے۔ اسی لیے خدا سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ اب ملاحظہ ہو سورہ الم نشرح آخری پارہ خدا فرماتا ہے اے رسول کیا ہم نے تیرا سینہ کشادہ نہیں کر دیا ہے۔ (یعنی ضرور کر دیا ہوا ہے) اور کیا ہم نے تم سے وہ بوجھ نہیں اتار دیا ہے (یعنی ضرور اتار دیا ہوا ہے) جس بوجھ نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی۔

آنحضرتؐ کا ان الفاظ سے دعا مانگنا اربعین جمال الدین محدثؒ و در دار السمطین زرندی اور تفسیر نیشاپوری اور فصول المہمہ ابن صباغ اور تفسیر کبیر امام رازی میں مرقوم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خداوند عالم نے پیشتر ہی سے قبل دعائے رسول حضورؐ کے سینہ کو علوم نامتناہی منور کر دیا ہوا تھا۔ اور جناب امیر علیہ السلام کو آنحضرتؐ کا وزیر خلیفہ۔ وصی قبل دعائے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مقرر کیا تھا۔

شرح مقاصد ص۲۸۳ پر ہے کہ امامیہ شیعہ اثنا عشری مدعی ہیں کہ آنحضرت نے خلافت جناب امیر علیہ السلام پر نص کی۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے حدیث میں فرمایا ہے حضرت کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے جناب امیر علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر (بروز غدیر) فرمایا میرا خلیفہ ہے میرے (یعنی بعدم) بعد اس کی سنو اور اس کی (ہر امر میں) اطاعت کرو۔ تیسری حدیث میں ہے کہ علیؑ۔ تو میرے بعد میرا خلیفہ ہے (جب آنحضرت نے حضرت علیؑ کو مدینہ میں چھوڑا تھا) چوتھی حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے تمام اولاد عبد المطلب کو جمع کر کے فرمایا (یعنی اظہار نبوت کے دن) یہ میرا بھائی۔ وصی اور خلیفہ ہے میرے بعد ان چاروں احادیث کی صحت کو تسلیم کر کے شارح مقاصد کہتا ہے کہ اگر یہ امر ایسا ہی ہے تو صحابہ سے کیوں مخفی رہا۔ لیکن کون کہتا ہے - کہ یہ امر ثلاثہ سے مخفی تھا۔ ان پر روز روشن کی طرح ظاہر تھا۔ چنانچہ غزالی نے سر العالمین ص۲۰ پر لکھ دیا ہے کہ انہوں نے محبت ریاست و حکومت کی وجہ سے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایز دمناں کو پس پشت ڈال دیا۔

کتاب احکام سلطانیہ ابو الحسن ماوردی میں ہے کہ ابن اسحاق سے روایت ہے کہ جب عمر زخمی ہوا تو لوگوں نے کہا۔ عثمان بن عفان کو خلیفہ بنا دو۔ کہا عثمان مال اور جنت کو کیونکر دوست رکھ سکتا ہے۔ یعنی مال کی محبت بہشت سے دور رکھتی ہے اور بہشت کی محبت مال کی الفت سے دور رکھتی ہے۔ گویا مال اور جنت دونوں کی محبت ایک دل میں جمع ہونا محال ہے یہ سن کر وہ لوگ چلے گئے دوسرا گروہ آیا انہوں نے کہا حضرت علیؑ کو خلیفہ بنا دو۔ کہا البتہ وہ شخص تم لوگوں کو راہ حق پر چلائے گا۔ ابن عمر کہتا ہے کہ یہ سن کر ہم تمام عمر کے پاؤں پر گر پڑے اور کہا تو پھر آپ کو حضرت علیؑ کے خلیفہ بنانے میں کون چیز مانع ہے عمر نے کہا۔ اے پسر کیا زندگی اور موت میں ہم اس امر کی متحمل ہو سکتے ہیں۔

ازالۃ الخفاء ص۱۹۵ پر ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ کچھ دیر تک عمر خاموش رہا۔ پھر کہا خدا اس کا ولی اگر وہ چاہے تو کتاب خدا اور سنت رسول پر اس امر کو تمہارے صاحب (خلیفہ) کے ذریعے سے چلائے یاں یہ جان رکھو کہ اگر جناب امیرؑ خلیفہ ہوں تو وہ ضرور تم کو محجت بیضا اور صراط مستقیم پر چلائیں گے۔

استیعاب ابن عبد البر جلد دوم ص۴۶۵ مستدرک امام حاکم کنز العمال ریاض النضرہ طبقات ابن سعد فتح الباری وغیرہ میں روایت بالا بہ اختلاف عبارت وبمضمون واحد موجود ہے۔

سورہ اعراف آیہ نمبر ۱۴۲ قال موسیٰ لاخیہ ہارون اخلفنی فی قومی یعنے موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے جانشین اور خلیفہ رہو۔ ناظرین۔ خداوند عالم صرف چالیس دن کے وقفہ کے لئے قوم کو بلا خلیفہ نہیں رہنے دیتا۔ تو وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قوم کس طرح ہمیشہ کیلئے بلا خلیفہ ہو سکتی ہے۔

تاریخ ابو الفدا جلد اول صـ۱۱ اور تاریخ جری جلد دوم صـ۲۱ اور تاریخ واقدی اور نسائی اور تفسیر درِ منثور جلد ۵ صـ۹ اور مسند احمد بن حنبل اور ریاض النضرۃ تاریخ کامل جلد ۲ صـ۲۲ و معالم التنزیل صـ۲۶۳ میں سورہ شعرا آیہ نمبر ۲۱۴ وانذر عشیرتک الاقربین کے بارہ میں لکھا ہے کہ تفسیر معالم التنزیل میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ آنحضرت نے اول روز بعثت قریش میں سے عباس حمزہ اور ابولہب ایسے چالیس آدمیوں کو دعوت کے لئے بلا بھیجا۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو آنحضرت نے فرمایا اے فرزندانِ عبد مناف۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی نیکی لے کر آیا ہوں۔ اور ایسی اچھی خبر لایا ہوں۔ کہ اس سے پہلے کوئی ایسی خبر نہیں لایا۔ اور مجھے خدا نے تم کو اس کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا ہے۔ پس تم میں سے کون ہے جو میرا وزیر (بوجھ اٹھانیوالا) بنے اور میرے کام (رسالت) میں مدد کرے تاکہ وہ میرا بھائی اور میرا وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان ہو۔ جب تمام خاموش ہو رہے۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے (اس وقت علی کی عمر صرف تیرہ سال ہے) فرمایا یا حضرت میں آپ کے کار رسالت میں ہر طرح سے حامی اور مدد گار ہوں۔ اس پر آنحضرت نے تین بار فرمایا۔ تو ہی میرا وزیر اور وصی اور بھائی اور خلیفہ ہے۔ ناظرین! عین روز بعثت میں اور پھر حجۃ الوداع سے واپسی پر اعلانِ خلافت بہ حکم خدا عمل اور فعل میں آیا۔ دوران زندگی میں اعلان خلافت مزید برآں ہیں۔ مگر اس پر بھی وہی ہوا جو آپ جانتے ہیں۔

صواعق محرقہ امام ابن حجر کی مطبوعہ مصر صـ۷۵ سطر ۵ پر ہے کہ بروز شوریٰ حضرت علی علیہ السلام نے ان الفاظ سے احتجاج کیا۔ کہ اے لوگو تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ سچ کہنا تم میں کوئی شخص بھی ایسا ہے جو مجھ سے زیادہ پیغمبر سے قرابت رکھتا ہو اور جسکو پیغمبر صلعم نے اپنا نفس قرار دیا ہو اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور اس کی نساء کو اپنی نسا قرار دیا ہو۔ سب نے کہا اے حضرت علی (علیہ السلام) تیرے سوا ہم میں سے کسی ایک کو بھی یہ فخر حاصل نہیں ہوا۔

تاریخ الخلفا امام سیوطی مطبوعہ سرکاری لاہور صـ۱۹۶ سطر ۱۰۔ اور ینابیع المودۃ مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول باب نہم صـ۵۵ سطر ۲۰۔ اور خواص الائمہ علامہ سبط جوزی صـ۱۳ اور مطالب السئول کمال الدین شیخ محمد بن طلحہ صـ۱۷ سطر ۱۱ اور مشکوٰۃ اور ترمذی اور مسند مناقب امام احمد حنبل اور کبیر طبرانی اور استیعاب عبد البر وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت نے عقد مواخات کے دن حضرت علی علیہ السلام کو اپنا بھائی بنایا۔ اور فرمایا میرے بھائی اور میرے وارث ہو۔

نہج البلاغۃ جو حضرت علی علیہ السلام کے خطبوں کا مجموعہ ہے۔ اس کا شارح ابن الحدید ایک خطبہ کا ترجمہ یوں کرتا ہے۔
ان لوگوں (مخالفین علی) نے فسق و فجور کی تخم ریزی کی۔ پھر اس کو غفلت اور غرور کے پانی سے سینچا

اور اس تخل سے وہ خوشے نکل آئے جو خسران اور تباہی سے بھرے ہوئے تھے الحمد للہ کہ اب حق (حق خلافت) صاحب حق کی طرف راجع ہوا ہے۔ خدا کی قسم ابو بکر نے پیراہن خلافت کو ناحق پہن لیا یہ وہ غم تھا جسکے صدمہ سے بچہ بوڑھا ہو جائے اور بوڑھا قضا کر جائے۔ اس وقت میری آنکھوں میں غبارِ اندوہ اور خار مصیبت کی خلش تھی اور حلق میں غم و غصہ کی ہچکیوں سے پھندے پڑے جاتے تھے۔ اور میری میراث تاراج و غارت ہو رہی تھی۔ میں نے صبر و رضا سے کام لیا حتی کہ غاصب اول خلافت کے ڈول کو ایسے شخص (ثانی) کی طرف پھینک گیا۔ جو غلیظ الطبع تند خو۔ ناہموار۔ اور ناہنجار تھا۔ اور جس نے احکام شریعت کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ میں نے حفاظت اسلام کی خاطر ان سے بہت دوری اختیار نہ کی۔ بالآخر غاصب دوم کی فریب آمیز وصیت نے مجھے پھر حق وراثت سے محروم رکھا۔ اور تخت خلافت پر ایسا شخص (تیسرا) بیٹھ گیا جس نے اپنے حمد اور استر دیوں کو مال خدا سے حلق تک بھر لیا۔ اور اس کے خویش و اقارب بیت المال کے مرغزار کو بھوکے اونٹوں کی طرح چر گئے۔ جب اس کی بدفعلیاں اس کی ہلاکت کا باعث ہوئیں تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ نے بجوؤں کی طرح مجھے گھیر لیا۔ اور میں نے ان کی درخواست کو قبول کر کے تخت خلافت پر قدم رکھا اور خلافت باطلہ کی جگہ خلافت حقہ قائم کی۔

خدا کی قسم مجھے غصب خلافت کی خبر دی گئی تھی۔ اور صبر و رضا کی ہدایت کی گئی تھی۔ اور نیز مجھے علم تھا کہ میں کب اپنے حق پر قائم ہونگا۔ علاوہ ازیں جب میں نے چاروں طرف نظر کی۔ اور سوائے اہلبیت کے کسی کو اپنا معین و مددگار نہ پایا۔ تو میں نے ان کی موت سے بخل کیا اور ان کے قتل ہو جانے پر راضی نہ ہوا۔

مناقب اخطب خوارزم اور کبیر طبرانی میں بروایت ابن مسعود لکھا ہے کہ ایک دن آنحضرت گھبرا سانس لے رہے تھے۔ یعنی غمناک تھے۔ میں نے کہا آپ غمناک کیوں ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے ابن مسعود ہم کو ہماری موت کی خبر دی گئی ہے۔ میں نے کہا آپ ابو بکر کو اپنے بعد خلیفہ بنا دیں۔ آپ خاموش رہے میں نے پھر عمر کا نام لیا اور خاموش رہے۔ میں نے پھر حضرت علی ابن ابیطالب کا نام لیا۔ تو آنحضور نے فرمایا۔ خدا کی قسم اگر تم نے علیؑ کی بیعت کی تو سب کو جنت میں لے جائے گا۔

ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی حنفی مطبوعہ قسطنطنیہ ۱۹۶ھ سطر ۵ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ کہ ایک طویل القامت شخص ہم سے ملا اس نے آنحضرت پر سلام کی۔ اور مرحبا کہا۔ بعد ازاں مجھے کہا۔ اسلام وعلیک یا رابع الخلفا۔ یعنے اے چوتھے خلیفہ تم پر سلام ہو وہ چلا گیا۔ تو میں نے حضرت سے یہ راز پوچھا آپ نے فرمایا۔ سب سے پہلا خلیفہ حضرت آدم دوسرا داؤد۔ تیسرے ہارون برادرِ موسیٰ اور چوتھے بحکم آیہ قرآنی اے علیؑ تم خلیفہ ہو پس اس شیخ

نے درست کہا ہے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا وہ شخص کون تھا۔ فرمایا وہ حضرت خضر تھے۔

ینابیع المودۃ صفحہ ۴۶۹ پر ہے کہ نعشل یہودی نے آنحضرت سے پوچھا کوئی نبی بغیر وصی نہیں گذرا آپ کا وصی کون ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ میرا وصی علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ اور اس کے بعد حسنؑ اور پھر حسینؑ ہے۔ اور نو امام صلب حسینؑ سے ہوں گے۔ نعشل نے کہا ان تمام کے نام بتایئے اس پر آنحضرت نے تمام ہی نام بتائے۔

روضۃ الاحباب جلد دوم صفحہ ۲۲ پر ہے کہ لوگ قریش کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اور قریش اپنی مصلحتوں پر نظر رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر خلافت بنی ہاشم کو مل گئی تو پھر قیامت تک ان سے نہ نکل سکے گی۔ اور جب تک غیروں میں رہے گی تو یونہی گھومتی پھرتی رہے گی۔

شرح نہج البلاغت جلد چہارم صفحہ ۳۲ پر ہے کہ امام واقدی نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ۔ حضرت علی علیہ السلام میں مخصوص چار اوصاف جمع تھے جو کسی میں جمع نہ تھے۔ (۱) سورہ برات کی تعمیل حضرت نے کی (۲) غزوہ تبوک میں آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے حق میں "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی" فرمایا (۳) آنحضرتؐ نے فرمایا۔ الثقلان کتاب اللہ وعترتی (۴) آنحضرت نے حضرت علی علیہ السلام کو کسی کے ماتحت نہیں کیا پھر حسن بصری کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام فضل وعلم وحکمت وفقہ ومحنے وزہد وقضا وغیرہ میں جامع تھے۔ خدا ان پر صلوٰۃ بھیجے۔ پھر کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی وہ مقدس ہستی ہیں کہ جن پر شرک اور شرب خمر کا نام کبھی بھی جاری نہیں ہوا۔ آپ بہترین امت اور افضل الناس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ہیں۔

مودۃ القربیٰ مودۃ ششم میں ہے کہ ابو موسیٰ سعدی کہتا ہے کہ میں قبر بقیع الغرقد میں آنحضرتؐ کے ساتھ گیا۔ اور نیز ابوبکر وعمر وعثمان وحضرت علی علیہ السلام اور دیگر کئی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے۔ آنحضرتؐ نے ابوبکر کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے ابوبکر یہ شخص علی ابن ابیطالب ہے جس کو تو دیکھ رہا ہے یہ آسمانوں اور زمینوں میں میرا وزیر ہے۔ پس اگر تو چاہتا ہے کہ تو خدا سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ وہ تجھ سے راضی ہو۔ تو علی کی رضا پر چل۔ کیونکہ اس کی رضامندی خدا کی رضا ہے۔ اور اس کا رنج خدا کا رنج ہے۔

واقعات سے انکار کر دینا اہلسنت کا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ اسلام رہے یا نہ رہے پرواہ نہیں مگر محبت ثلاثہ دل میں ضرور قائم رہے۔

یہیں کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ کا غدیر کے مقام پر اس قدر اہتمام فرمانا اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا ارشاد فرمانا صرف اس غرض سے تھا۔ کہ آپ کو اہل یمن اور حضرت علیؑ میں کدورت مطلوب

تھی۔ یہ دلیل تو ماروں آنکھ اور پھوٹے پتھر" کی مصداق ہے۔ طرفہ دلیل اور اور عجب فلسفہ ہے خداوند دوعالم ان لوگوں کی آنکھوں پر سے پردہ اٹھاتے۔ اور یہ نور اور نار میں تمیز کر سکیں۔

حیرت ہے کہ آنحضرت بقول علمائے اہلسنت حضرت علیؑ اور اہل یمن میں تو مصالحت کرا رہے ہیں۔ مگر دوران خطبہ میں نہ تو اہل یمن کی شکایات کا تذکرہ فرماتے ہیں نہ اہل یمن میں سے شکایت کرنیوالوں کا نام لیتے ہیں نہ ان شکایت کرنیوالوں کو کسی اونچی جگہ پر کھڑا کر کے حاضرین کو ان کی شکل اور صورت سے روشناس کراتے ہیں۔ نہ حضرت علیؑ کو شکایات کی جوابدہی کا حکم ہوتا ہے۔ نہ کوئی گواہ اہل یمن کی طرف سے پیش ہوتے ہیں۔ نہ کوئی گواہ حضرت علی کی طرف سے پیش ہوتے ہیں نہ مدعی اور مدعا علیہ میں سے کوئی فریق اقرار جرم کر کے طلبگار معافی ہوتا ہے۔ اور نہ پھر یہ دونوں مصالحت کے بعد مومنوں کی طرح بغلگیر ہو کر رفع کدورت کا بالاعلان ثبوت دیتے ہیں۔ غرض یہ ڈھکوسلا بچوں کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا۔

ناظرین غور کریں تو معلوم ہو جائیگا کہ واقعہ غدیر پر چھپانے کیلئے ایسی بے سروپا باتیں وضع کی گئی ہیں۔ بھلا دو فریق میں مصالحت بھی کوئی ایسا اہم کام ہے۔ جس میں رسول اللہ کی جان کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند عالم اٹھاتے۔ بوقت مصالحت تو قانوناً اور رسماً فریقین بغیر اسلحہ اور خنداں فرحاں ایک مقام پر جمع ہوتے ہیں اس موقع پر ضرور کوئی ایسا پیغام تھا جس کے سنتے ہی لوگوں کے دل میں آتش حسد کے بھڑک اٹھنے کا قوی اندیشہ تھا۔ اور یہ بات صرف اعلان ولیعہدی ہو سکتا تھا۔

آنحضرت کا یہ ارشاد فرمانا کہ جس شخص کا میں مولا اور آقا ہوں۔ اس کا مولا اور آقا علی ہیں۔ ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرت اور حضرت علی ہر جہت سے برابر تھے۔ سوائے اس کے کہ آپ رسول اور حضرت علیؑ امام تھے قرآن اور حدیث شاہد ہیں کہ آنحضرتؐ مخلوقات ارضی و سماوی کے مولا و آقا ہیں۔ پس، حضرت علی بھی تمام مخلوقات کے مولا و آقا ہیں۔ چونکہ حضرت ثلاثہ بھی مخلوقات میں داخل ہیں۔ اس لیے حضرت علیؑ ثلاثہ کے مولا و آقا ہوئے حضرات ثلاثہ کا اپنے اعمال سے یہ ثابت کرنا کہ وہ حضرت علی کو اپنا مولا اور آقا تسلیم نہیں کرتے۔ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ آنحضرتؐ کے احکام کو واجب التعمیل نہ سمجھتے تھے یعنی ان کے خیال کے مطابق نہ تو آنحضرت سچے رسول تھے۔ اور نہ ان کے احکام خدا کی جانب سے تھے بلکہ وہ محض خود غرض اور دنیا طلب شخص تھے۔

یہ ہو سکتا ہے کہ فریقین کی مصالحت پر لوگ انہیں مبارکباد دیں۔ مگر وہ مبارکباد محض مبارکباد تک محدود ہوگی۔ اور یوں کہا جائیگا۔ کہ فلاں اور اے فلاں تمہیں مبارک ہو کہ تم آپس میں بھائی

بھائی بن گئے ہو۔ مگر اس موقعہ کی مبارکباد کا رنگ اور شان ہی اور ہے۔ جو خلافت اور ولیعہدی کا پیش خیمہ ہے۔

آیہ بلغ کے اعلان کے بعد آیۂ اکملت کا نزول ہوا اور اس واقعہ سے قریباً تین مہینوں کے بعد آنحضرتؐ نے وصال فرمایا۔ یہ واقعہ ہی آپکی آخری وصیت تھی۔ جو معرض وجود میں آئی سب سے آخری وصیت کو تو عمر بن خطاب کی عیاری نے عمل میں نہ آنے دیا۔ یعنی حسبنا کتاب اللہ کہکر احادیث کی ضرورت سے انکار کر دیا۔ اور اتہام ہذیان لگاکر گستاخی کی حد کر دی۔

یہ درست ہے کہ قرآن مجید میں آیہ بلغ اور آیہ اکملت میں کچھ فاصلہ ہے۔ اور یہ اکملت جو حسب تنزیل آیہ بلغ کے عین بعد نہیں ہے۔ اس حرکت کا قصوروار حضرت عثمان بن عفان ہے۔ جسنے آیۂ اکملت کو دانستہ ایسی جگہ رکھ دیا ہے۔ جہاں اس کا بے محل ہونا صریحی اور بدیہی ہے۔ عقل سلیم کا فتوٰی ہے کہ آیۂ اکملت قرآن پاک کی آخری آیت ہے اور آیہ بلغ اور آیۂ اکملت بلا فاصلہ قرآن شریف کے آخری آیہ ہیں۔

اس جامع القرآن نے صرف یہی ایک شوخی نہیں کی۔ بلکہ آیۂ تطہیر کو بھی حد درجہ ناموزوں اور غلط مقام پر رکھا ہے۔ سچ پوچھئے تو عثمان نے فضائل اہلبیت کی تنقیص میں چوٹی سے ایڑی تک کا زور لگا دیا ہے۔ اور پھر ایکے دوسرے رفقا نے اہلبیت کو حقیر کرنے میں کمی نہیں کی۔ کیا کوئی شخص اس حقیقت سے انکار کرنے کی جسارت کر سکتا ہے کہ قرآن پاک کی ترتیب اسکی تنزیل کے مطابق نہیں ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ سورۃ اقرأ باسم جو بہ اتفاق علمائے اسلام آنحضرت پر سب سے پہلے نازل ہوا۔ قرآن پاک کے آخری پارہ میں مندرج ہے۔ کیا یہ بات قرآن پاک کی بے ترتیبی کی شہادت نہیں۔

مولا کا لفظ صرف یہی ثابت نہیں کرتا کہ حضرت علی آنحضرتؐ کی طرح۔ جملہ مخلوقات کے آقا ہیں بلکہ اس لفظ سے بدرجہ اولٰی ظاہر ہوا کہ حضرت علی آنحضرتؐ کے بلا فصل خلیفہ۔ وصی۔ وزیر اور نائب ہیں۔ خلیفہ وصی۔ وزیر اور نائب ایسے الفاظ ہیں۔ جن تمام پر ایک مولا کا لفظ حاوی ہے۔ آنحضرت کو لپسند نہ تھا کہ حضرت علی جیسے صاحب مرتبہ کے حق میں ایسے الفاظ ارشاد فرماتے جن سے بالاتر کوئی اور لفظ دنیا کی لغت میں ل سکتا۔ آپؐ نے مولا کا لفظ استعمال کر کے فصاحت و وضاحت میں جان ڈال دی۔

اب اگر کوئی عقل کا اندھا اس لفظ کی شان کو نہ سمجھے تو اس سے نہ تو لفظ کی عظمت میں فرق آسکتا ہے نہ ہی معنے میں یا لعین ظاہر ہو سکتی ہے۔ یہ اس کی اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے صریحاً ولیعہدی کا تقرر کر دیا ہے۔ اور حجت تمام کر دی ہے۔ اس سے زیادہ صراحت اور وضاحت نا ممکن ہے

دنیا کے دستور کی طرف دیکھیں کہ اگر ایک ہیڈ ماسٹر ایک دو دن کی رخصت پر جاتا ہے تو کسی
ماسٹر کو اپنا قائم مقام بناتا ہے کبھی نہیں ہوا۔ کہ وہ بغیر قائم مقام بنائے رخصت پر چلا گیا ہو اور اگر
کوئی ہیڈ ماسٹر ایسا کرے تو ہر ایک شخص کہیگا کہ یہ نا اہل ہیڈ ماسٹر ہے۔

رسول اللہ کی جانشینی کو خلافت کہئے یا امامت۔ وزارت کہئے یا نیابت بات ایک ہی ہے
بہر حالت یہ امامت عام بادشاہت کیطرح نہ تھی۔ جس کا تعلق محض سیاسی امور سے ہو۔ رسول اللہ کی
نیابت میں حفاظت دین بھی شامل تھی۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ رسول اللہ کا نائب وہی ہو سکتا ہے
جو ہر وصف میں افضل الناس ہو۔ اور خدا اور رسول کا مقرر کردہ ہو۔

ہمیں ثلاثہ کے بادشاہ ماننے سے انکار نہیں ہے رہا یہ امر وہ کس قسم کے بادشاہ تھے! انکی
سوانح حیات اس بات کا جواب صریح اور واضح دے رہے ہیں۔

کسی کا حقدار بننے کے لئے قانوناً اور رواجاً صرف تین طریقے ہو سکتے ہیں۔ اول وراثت دوم
نامزدگی سوم انتخاب۔ وراثتاً ثلاثہ کو خلافت نہیں مل سکتی۔ کیونکہ یہ لوگ آنحضرت کے مصاحب اور خسر تھے
اور حضرت علی آپکے چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ عثمان بھی حضرت کا داماد تھا۔ مگر آنحضرت کی وہ دو لڑکیاں
جو اس کے نکاح میں یکے بعد دیگرے آئیں آنحضرت کی لڑکیاں نہ تھیں۔ بلکہ خدیجہ کی بہن کی لڑکیاں تھیں
جو بوقت نکاح خدیجہ کے ہمراہ تھیں۔ نامزدگی کو لیجئے تو کئی مرتبہ حضرت علی کو اپنے بعد اپنا خلیفہ اور نائب
مقرر کیا چنانچہ جب آپ مبعوث برسالت ہوئے تو آپنے گروہ قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ علی
میرا خلیفہ نائب اور وزیر ہے جب آنحضرت جنگ تبوک میں تشریف لے گئے! اور حضرت علی کو پیچھے
چھوڑ گئے۔ تو آپنے فرمایا۔ علی میرا اسی طرح وزیر ہے۔ جس طرح حضرت موسے کا وزیر ہارون تھا۔
جب آپکے وصال میں بیاسی دن کا عرصہ رہ گیا۔ تو آپ نے مقام غدیر پہ بے شمار اشخاص کی موجودگی میں
فرمایا! کہ جس کا میں مولا اور سردار ہوں علی بھی اسکا مولا اور سردار ہے یعنی علی میرے بعد میرا بلا فصل نائب
اور خلیفہ ہے۔ پھر جب آنحضرت کا وقت وصال آپہنچا! اور آنحضرت آخری اور تحریری وصیت سے
مسلمانوں کو ایک ہی مسلک پر چلانا چاہتے تھے جو منزل مقصود کی طرف لے جاتا تھا۔ لیکن عمر نے مانع
تحریر ہو کر لوگوں کو گمراہی کا پہلا سبق دیا۔ جس طرح معلم الملکوت نے دوسرے فرشتوں کو سبق دیا
جاتا تھا۔ پس مسلمانوں کی تمام فرقہ بندیوں اور گمراہیوں کا گناہ تنہا حضرت عمر بن خطاب کی گردن پر ہے

اگر انتخاب کو لیں تو خلافت ثلاثہ پر انتخاب کا لفظ عقلاً عاید نہیں ہو سکتا۔ یہ انتخاب ثلاثہ نئی
قسم کی کھچڑی ہے۔ پہلے ابو بکر کے انتخاب نیابت پر غور کریں۔ ادھر جنازہ رسول بغیر غسل و کفن

مدینہ میں پڑا ہے اور جنازے کے پاس صرف سات یا نو آدمی بیٹھے ہیں! ادھر سقیفہ میں انصار اور مہاجر سرگرم بحث ہیں۔ انصار اپنا خلیفہ اور مہاجر اپنا خلیفہ تجویز کر رہے ہیں۔ کسی ایک کے دل میں اتنی نورانیت بھی نہیں کہ سوچے کہ جنازہ رسولؐ کے پڑھنے اور خلافت سازی میں سے کونسا امر واجب ہے۔ ہر ایک فریق قرابت رسولؐ کو بطور دلیل خلافت پیش کر رہا ہے۔ عمر بن خطاب نے ایک ایسی سیاسی چال چلی کہ سب مات ہو گئے۔ یعنی عمر نے بڑھ کر ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور سب سے پہلے اس کی بیعت کر لی۔ اور پھر ان لوگوں سے ابوبکر کی بیعت کرائی جن سے پیشتر ازیں اس کا در پردہ سمجھوتا ہو چکا تھا۔ رفتہ رفتہ چند اور لوگ بھی حلقہ بیعت کر میں آ گئے۔ مگر بہت لوگوں نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا۔ خلافت کا ڈھانچہ کھڑا ہو گیا۔ اور پھر کسی کو طمع کے جال میں پھنسا کر کسی پر رعب ڈال کر اور کسی کو مکر و فریب دیکر امر خلافت کو مضبوط کر لیا گیا۔

انتخاب ترتیب کہلاتا کہ حضرت علیؑ کو موقعہ شمولیت دیتے اور آپ کے رائے دہندگان بھی شامل جلسہ ہوتے حضرت علیؑ کو بھی انصار اور مہاجر کی طرح دل کھول کر تقریر کرنے کا موقعہ ملتا۔ پھر عام رائے لی جاتی کثرت رائے سے خلیفہ کا انتخاب کیا جاتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ثلاثہ کے علم اور ساز باز کے بغیر انصار اور مہاجر خلیفہ سازی کی غرض سے سقیفہ میں جمع ہو گئے تھے۔ اور قوم میں فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا اس فتنہ کو فرو کرنے کی غرض سے ثلاثہ کا وہاں آنا فانا پہنچنا اور استقرار خلافت ضروری تھا۔ یہ ایسی دلیل ہے۔ جس کا بیہودہ اور لچر ہونا ظاہر ہے۔

جو شخص ابوبکر جیسے نا اہل کی خلافت کے تسلیم کرانے پر حاضرین سقیفہ کو مجبور کرا سکتا تھا کیا وہ لوگوں کو اس امر پر آمادہ نہ کر سکتا تھا۔ کہ چلو۔ پہلے نعش رسولؐ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو لیں ازاں بعد تصفیہ خلافت کر لیں گے۔ کیا نعش کی تجہیز و تکفین دنوں اور ہفتوں کا کام تھا۔ زیادہ سے زیادہ چار پانچ گھنٹے صرف ہو جاتے۔ اگر اہل سقیفہ عمر کے اس نیک مشورے پر کان نہ دھرتے تو ان کو جبراً وہاں سے منتشر کر دیا جاتا۔ اور نعش اطہر کے کفن دفن سے فارغ ہو کر مدینہ میں ایک پبلک جلسہ کا اعلان کیا جاتا۔ اور ہر ایک حقدار کو اپنا حق پیش کرنے کا موقعہ دیا جاتا۔ اگر اس صورت میں لوگ کثرت رائے سے ابوبکر کو خلیفہ رسولؐ بنا لیتے تو کم از کم انتخاب کی بیہودگی اور ترک شمولیت جنازہ رسولؐ کا الزام ثلاثہ پر نہ ہوتا۔ پھر بحث خلافت کے منصوص ہونے کی باقی رہ جاتی۔ جس میں عمر کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

اس خلافت ابوبکر میں جو دراصل خلافت عمر تھی۔ ایک امر خاص قابل غور ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے تو عمر نے تلوار سونت لی اور کوچہ و بازار میں یہ آواز بلند کہتا پھرتا تھا۔ کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرتؐ وصال فرما چکے ہیں اسے قتل کر دیا جائیگا۔ اس فریب کا مطلب تو روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ مگر سنی لوگ کہتے ہیں کہ عمر آنحضرتؐ کی وفات کے غم کے صدمہ سے پاگل ہو چکا تھا۔ اور واہی تباہی بک رہا تھا۔ سبحان اللہ۔ ان کا یہ مقولہ حمایت عمریؓ کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔
بھلا اتنا تو سوچئے کہ اگر وہ اس صدمہ سے حواس باختہ ہو چکا تھا۔ تو پھر آناً فاناً سقیفہ میں پہنچکر لیکچر پر لیکچر دے رہا ہے۔ ابوبکر کو خلیفہ بنانے میں کامل طور پر ہنر مندی دکھا رہا ہے۔ یہ نرالی قسم کا پاگل پن اور انوکھی طرح کی حواس باختگی ہے اگر اس کے دل میں کچھ بھی نور ایمان ہوتا تو کم از کم ظاہر داری کے طور پر ہی حضرت علیؑ کو پیغام بھیج دیتا کہ آپ بھی سقیفہ میں آکر اپنے حقوق کا اظہار کریں ورنہ موقعہ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ میں نے آپ کو بروقت اطلاع دیدی ہے۔ یہ یقینی تھا کہ اس پیغام کی وصولی کے باوجود جناب امیرؑ نعش رسولؐ کو چھوڑ کر کبھی سقیفہ میں شامل نہ ہوتے
ایک اور بات قابل غور ہے کہ جو شخص آنحضرتؐ کو جنگ کے روز نرغہ کفار میں گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ اس کا دماغ آنحضرتؐ کی خبر وفات سنکر خلل پذیر کیونکر ہو سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ غدیر کے دن سے ثلاثہ اسی دھن میں غرق رہتے تھے کہ کوئی موقعہ ایسا پیدا نہ ہونے پایا جائے۔ جس میں حضرت علیؑ کا خلیفہ ہونا ممکن ہو سکے۔
جب آنحضرتؐ نے ثلاثہ کو جیش اسامہ کے ہمراہ جانے کا تاکیدی حکم دیا۔ اور عدول حکمی کرنے والوں پر لعنت بھی فرمائی تو ان تینوں میں سے ایک بھی اطاعت حکم پر تیار نہ ہوا۔ انکا خیال اس وقت بھی یہی تھا۔ کہ کہیں ان کی غیر موجودگی میں حضرت علیؑ خلیفہ نہ بنا دیے جائیں۔

کلمہ

تاریخ خمیس صـ ۲۵۳ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ شب معراج میں نے عرش اعظم پر لکھا دیکھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی" یعنی اللہ ہی معبود حقیقی ہے۔ محمد اس کا رسول ہے اور اس کا ناصر علی ہے۔
تفسیر در منثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد سوم صـ ۱۹۹ سطر ۱۹ پر ہے کہ ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے کہ میرے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ میرا بندہ اور رسول

ہے اور میں نے اسکی علیؑ سے امداد کی ہے اور یہی مطلب سورہ انفال آیہ نمبر ۶۲ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین سے ہے۔ یہی روایت ابن عدی اور ابن عساکر نے انس سے بھی کی ہے۔ اور نیز کتاب زین الفتی میں یہی روایت مرقوم ہے۔

روضۃ المجاہدین مختار نامہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ کی عمر ایک سو برس کی تھی جب آپ گرفتار ہو کر ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔ آپ کی شکل نورانی تھی۔ پارچہ صوف بدن پر اور سفید خز کا عمامہ سر پر تھا۔ سفید لمبی داڑھی تھی۔ قرآن شریف حمائل کیے ہوئے تھے اور ہاتھ میں چوب خرما کا عصا تھا جس پر لکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ حضرت عبداللہ اور ابن زیاد میں تہ کی بہتر کی گفتگو ہوئی آخر کار ابن زیاد نے حضرت عبداللہ کی زبان گدی سے نکلوا دی اور آپکے پاؤں میں رسی باندھ کر کوفہ کی گلی کوچوں میں گھسیٹا گیا۔ جب اس فعل سے جلاد فارغ ہو چکا تو اسی وقت جلاد کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔ پھر دونوں پاؤں خشک ہو گئے۔ پھر دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں پھر زبان بند ہو گئی اور وہ اسی عذاب میں مبتلا ہو کر داخل جہنم ہوا۔

دیلمی جلد دوم ص ۳۶۲ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ نے رب جلیل کی طرف سے مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ میں احد خدا ہوں اور یہ کہ محمدؐ میرا بندہ اور رسول ہے اور یہ کہ علیؑ میرا خلیفہ ہے وارثہ اس کی اولاد میں سے میری حجت ہیں تمام مخلوقات پر اس کو میں بہشت میں داخل کرونگا۔ اور جو شخص میری توحید کا اقرار نہ کرے یا توحید کی شہادت تو دیوے۔ مگر علیؑ کے خلیفہ ہونے کی شہادت ادا نہ کرے یا اسکی بھی شہادت ادا کرے مگر اسکی اولاد میں سے ائمہ طاہرینؑ کے حجۃ اللہ ہونے کی شہادت نہ دیوے پس بہ تحقیق اس نے میری نعمتوں کا انکار کیا اور میری عظمت کو حقیر اور صغیر جانا۔ اور میری آیتوں اور کتابوں سے انکار کیا اور کفر اختیار کیا۔

سورۃ القربےٰ مودہ ششم میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں نے شب معراج علیؑ کا نام بیت المقدس اور سدرۃ المنتہیٰ اور عرش اور جنت کے دروازے پر ان الفاظ میں لکھا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ایدتہ لیوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ۔

مناقب خوارزمی میں بروایت حضرت سلمان لکھا ہے۔ کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ بہ تحقیق علیؑ میرا بھائی اور وزیر ہے اور جن کو میں اپنے پیچھے چھوڑتا ہوں ان سب سے افضل ہے۔

شفا قاضی عیاض قسم اول باب ثالث فصل اول ص ۶۹ اور معارج النبوۃ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے شب معراج عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ایدتہ بعلی صاحب

نزہتہ المجالس اور حافظ ابو نعیم اور اسمعانی نے بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ میں آنحضرت کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک پرندہ آیا جس کی چونچ میں ایک سبز بادام تھا۔ پرندہ نے وہ بادام آنحضرتؐ کی گود میں گرا دیا۔ آنحضرتؐ نے اس کو چوما گویا آنحضرتؐ کو پیشتر ہی تمام واقعہ کی آگاہی حاصل تھی اور توڑا تو اس کے اندر سے ایک سبز کیڑا نکلا جس پر زرد خط سے لکھا تھا کہ اللہ معبود ہے۔ محمدؐ اس کا رسول ہے اور میں نے اس کی نصرت علیؑ کے ساتھ کی ہے۔

ابو نعیم نے حلیہ میں اور سمعانی نے اور سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ عرش پر لکھا ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ محمد عبدی و رسولی ایدتہ بعلی ابن ابی طالب علیہ السلام خصائص نسائی حدیث نمبر ۱۶ اور مسند احمد حنبل و تہذیب الآثار ابن جریر اور مختارہ ضیا مقدسی میں بروایت حضرت علی علیہ السلام لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ علیؑ میرا بھائی اور صاحب اور وزیر ہے۔ فردوس الاخبار دیلمی میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ ساق عرش پر لکھا ہے " لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ایدتہ و نصرتہ بعلی علیہ السلام "

ینابیع المودۃ ص۸ پر ہے کہ خدا نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنی نظر بلند کر جب آپ نے نظر بلند کی تو عرش پر لکھا دیکھا " لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ھو نبی الرحمۃ و علی مقیم الحجۃ اور ص۱۱ پر کتاب شفائے قاضی عیاض سے نقل کیا گیا ہے کہ عرش پر یہ لکھا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ایدتہ بعلی " اور ص۱۱ پر حافظ ابو نعیم سے بروایت ابن عباس و ابو ہریرہ و امام صادق لکھا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ محمد عبدی و رسولی ایدتہ بعلی و نصرتہ بعلی "

مودۃ القربیٰ ص۱۴ پر بروایت ابو ہریرہ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ آدمؑ کے جسم میں روح پھونکی گئی خداوند عالم نے ملائکہ سے اپنی ربوبیت اور میری نبوت اور علیؑ کی ولایت کا اقرار لیا عقبہ بن عامر کہتا ہے کہ ہم آنحضرتؐ کی بیعت اسطرح کیا کرتے تھے۔ کہ خدا وحدہٗ لا شریک ہے اور محمدؐ اس کے نبی ہیں اور علیؑ ان کے وصی ہیں۔

اہلسنت کی نگاہ میں ولایت ایسی جنس ہے جو کہ کوچہ و بازار میں بے دام مل رہی ہے گستیا فقیر ولی ہے روڑہ مجاور ولی۔ پھتو شاہ لنگوٹ پوش ولی ہے اور کموں سائیں ولی ہے۔ مگر حضرت علیؑ کو بقول علمائے اہلسنت ولایت سے کچھ حصہ نہیں ہے۔ " بریں عقل و دانش بباید گریست "

ہم حضرت علیؑ کو رسول نہیں کہتے۔ ہم آپ کو وہی کہتے ہیں۔ جو آپ کو خدا اور رسول نے کہا ہے۔ آپ ولی اللہ اور وصی رسولؐ تھے۔ اس حقیقت سے انکار کرنا ذہب پوش آدمی کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کا بلا فصل خلیفہ ہونا وصی کے لفظ ہی سے ثابت ہے۔

ہم تو خدا اور رسولؐ کے احکام کے مطابق حضرت علیؑ کو ولی اللہ اور وصی رسول کہتے ہیں مگر سنی لوگ بتائیں کہ کس حدیث کی بنا پر انہوں نے صبح کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" بڑھا دیا ہے اور سینکڑوں دیگر بدعات رائج کر دی ہیں۔

فضائلِ شیعیانِ جناب امیر علیہ السلام

در منثور علامہ سیوطی اور کنوز الحقائق امام مناوی میں ہے کہ شیعیانِ علی قیامت کے دن بلند درجوں پر فائز ہوں گے۔

صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۹۲ پر ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب آیہ مبارکہ "ان الذین امنوا وعملوا الصلحات اولئک هم خیر البریہ" کا نزول ہوا۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ اے علیؑ وہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ جو بروز قیامت راضی و مرضی آئیں گے اور تمہارے دشمنوں پر خدا کا غضب ہو گا۔ اور انکی گردنوں میں طوق اور سلاسل ہوں گے۔

صواعق محرقہ ص۹۶ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ہمارے ساتھ جنت میں رہو اور حسنؑ حسینؑ اور ہماری ذریت ہمارے پیچھے ہو۔ یعنی ہماری پشت کی جانب ہمارے پیچھے بیٹھی ہو اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں (اطراف میں) ہوں۔ اے علی تم اور تمہارے شیعہ اور اصحاب جنت میں ہوں گے۔

کتاب علامہ ابن مردویہ میں ہے کہ زروان نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ سورہ اعراف آیہ نمبر ۱۸۱ "وممن خلقنا امة یهدون بالحق وبه یعدلون" سے مراد میں اور میرے شیعہ ہیں۔ پنجاب کی مردم شماری سنہ ۱۹۲۴ میں اسلام کے فرقوں کی حسب ذیل تعداد شائع ہوئی ہے۔

شیعہ	۲۵۶۶۲۹
اہل حدیث	۶۰۳۲۷
احمدی	۲۸۸۱۶
اہل قرآن	۳۲۶

صوبہ سرحد کی شیعہ آبادی بہ لحاظ مردم شماری سنہ ۱۹۲۱ حسب ذیل ہے۔ لیکن اب ایک لاکھ سے زیادہ ہے

ہزارہ	۳۷۶
پشاور	۶۹۷۵

کوہاٹ	۴۰۲۴۸
بنوں	۱۶۲۳
ڈیرہ اسمٰعیل خاں	۲۶۳۵
سرحدی چوکیاں	۳۵۲۶
میزان	۸۰۲۰۰

کل دنیا کی شیعہ آبادی بہ لحاظ مردم شماری ۱۹۰۶ء میں حسب ذیل تھی۔ اب یعنی ۱۹۳۴ء میں چھ کروڑ سے زیادہ ہے۔

برٹش انڈیا	دو کروڑ
دیسی ریاستیں	چالیس لاکھ
افغانستان	دس لاکھ
بخارا	دس لاکھ
خیوا	چار لاکھ
روسی ایشیا	پندرہ لاکھ
درغستان	پچیس لاکھ
ایران	پچاس لاکھ
عراق	دس لاکھ
میزان	تین کروڑ اسی لاکھ

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ششم صہ ۳۷۹ پر سورہ بینہ آیہ نمبر ۷ "اولئک ھم خیر البریۃ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عساکر نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام سامنے سے آئے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ خدا کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ علی اور اس کے شیعہ بروز قیامت یقیناً فائز المرام ہونگے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس دن سے جب اصحاب رسولؐ حضرت علی علیہ السلام کو آتے دیکھتے تو کہتے کہ خیر البریہ آرہے ہیں۔ ابن عساکر اور ابن عدی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ خیر البریہ حضرت علی علیہ السلام ہیں اور ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن راضی کئے جائیں گے۔

ارجح المطالب صفحہ ۵۳۰ پر بحوالہ کتب اہلسنت لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ علیؑ کل قیامت کو تم سب خلقت سے زیادہ قریب اور حوض کوثر پہ میرے خلیفہ ہوگے اور تمہارے شیعہ نور کے ممبروں پر یعنی سفید منہ والے میرے اردگرد ہونگے میں انکی شفاعت کروں گا۔ اور وہ جنت میں میرے ہمسایہ ہونگے۔

سورہ الصافات میں ہے وان من شیعتہ لابراھیم اذجاء ربہ بقلب سلیم یعنی تحقیق حضرت ابراہیمؑ۔ نوحؑ علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھے۔ جبکہ وہ اپنے رب کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ آئے۔

سورہ قصص میں ہے "فوجد فیھا رجلین یقتتلان ھٰذا من شیعتہ وھٰذا من عدوہ" یعنی حضرت موسےٰ نے دو شخصوں کو لڑتے جھگڑتے دیکھا۔ اور ان دونوں میں سے ایک حضرت موسےٰ علیہ السلام کا شیعہ تھا۔ اور دوسرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا۔

سورہ یوسف میں ہے کہ "واتبعت ملۃ اٰبائی ابراھیم واسحاق ویعقوب" یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے مذہب پر ہوں (یعنی شیعہ ہوں)

تفسیر کبیر اور تفسیر کشاف اور نہایہ ابن اثیر جزری میں ہے کہ شیعہ کے معنی مددگار باعتبار اصل وضع کے ہیں اور یہ نام حضرت علیؑ اور انکے اہلبیت کو دوست رکھنے والوں کے ساتھ غالب اور مشہور ہوگیا۔ کنزالعمال مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲ برحاشیہ مسند احمد حنبل میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ جنتی ہیں۔

شیعہ کے لغوی معنی گروہ یا پیرو ہیں۔ پس جو لوگ آنحضرت کی وفات پر ایمان پر قائم رہ کر حضرت علیؑ کے طرفدار رہے۔ یہ شیعیان علی کہلائے اور جو راہ حق سے منحرف ہوکر ابوبکر وغیرہ کے حامی بنگئے شیعیان ابوبکر کہلائے۔

شیعیان علی اور شیعیان ابوبکر میں زیادہ فرق نظر نہیں آتا۔ ہر دو فریق سرداری اور سروری میں یکساں ہیں۔ البتہ مقدم الذکر کو خوشنودی خدا کی سرداری اور موخرالذکر کو قہر الٰہی کی سروری حاصل ہے۔

شیعیان علی اور شیعیان ابوبکر ایک اور نسبت سے بھی باہدگر ہم پایہ معلوم ہوتے ہیں ایک کے دل میں ایمان آہو صفت سرگرم خرام ہے اور دوسرے کے دل میں شرک چیونٹی کیطرح رینگ رہا ہے

شیعیان علیؑ اور شیعیان ابوبکر میں ایک اور وجہ مساوات بھی ہے شیعیان علی کے دل رسولؐ پاک اور آل رسول کی محبت سے یہانتک لبریز ہیں کہ ان میں ثلاثہ وغیرہ اعدائے اہلبیت کی عزت کی گنجائش نہیں اور شیعیان ابوبکر کے دل ثلاثہ کی محبت میں اس حد تک معمور ہیں۔ کہ ان میں رسولؐ پاک اور آلِ رسولؐ کی محبت کو دخل نہیں۔

شیعہ اور سنی کو آپس میں ایک اور نسبت مسری حاصل ہے۔ شیعہ حضرات عشرہ محرم میں آتش غم حسینؑ پر کباب کی طرح لوٹتے ہیں۔ اور سنی لوگ بزم چنگ و رباب میں سرگرم ناؤ نوش رہیں۔ پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا۔

فضائل اہل بیت علیہم السلام

ابن مردویہ اور خطیب نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ام سلمہ کی باری کا دن تھا۔ کہ جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیر لے کر نازل ہوئے آنحضرتؐ نے حضرت علی۔ حسنؑ حسینؑ اور فاطمہ علیہم السلام کو بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر ان پر ایک کپڑا اوڑھا دیا۔ ام سلمہ کے سامنے پردہ پڑا تھا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا۔ خدایا یہی لوگ میرے اہلبیت ہیں ان سے برائی کو دور رکھ اور ان کو پاک پاکیزہ رکھ جو پاک پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ام سلمہ نے عرض کی یا حضرتؐ کیا میں بھی انکے ساتھ ہوں حضرتؐ نے فرمایا۔ تم اپنی جگہ بیٹھی رہو۔ اس میں شک نہیں کہ تو نیکی پر ہے۔

ترمذی نے حکم بصحت دیکر اور ابن جریر اور ابن منذر اور حاکم نے تصحیح کر کے اور ابن مردویہ اور بیہقی نے چند طریقوں سے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میرے گھر میں آیہ انما یرید اللہ نازل ہوئی اور میرے گھر میں فاطمہ حسینؑ حسنؑ اور علیؑ بھی تھے۔ آنحضرتؐ نے جو چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ان لوگوں پر ڈال دی اور فرمایا۔ خدایا یہی لوگ میرے اہلبیت ہیں۔

ابن جریر ابن ابی حاتم اور طبرانی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ آیہ انما یرید اللہ پانچ تن کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی میرے اور علیؑ اور فاطمہ اور حسنؑ اور حسینؑ کے بارہ میں۔ ابن ابی شیبہ۔ احمد۔ مسلم۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم طبرانی اور حاکم نے تصحیح کر کے اور بیہقی نے اپنے سنن میں واثلہ بن اسقع سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور حضرت علی علیہم السلام تھے یہاں تک کہ اندر گئے اور حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کو پاس بلا کر اپنے سامنے بٹھایا۔ اور امام حسنؑ اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے زانوؤں پر بٹھایا۔ پھر ان سب پر ایک کپڑا ڈال دیا اس وقت میں سب کے پیچھے تھا۔ پھر آنحضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی انما یرید اللہ۔

ابن ابی شیبہ۔ احمد اور ترمذی نے بطریق حسن اور ابن جریر ابن منذر۔ طبرانی اور حاکم نے صحیح تسلیم کر کے اور ابن مردویہ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ جب کبھی جناب فاطمہؑ کے دروازہ پر سے نماز صبح

کے واسطے گزرتے تو فرماتے اے اہلبیت محمدؐ نماز کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ خدا تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر برائی کو دفع رکھے اور تم کو کماحقہٗ پاک و پاکیزہ رکھے۔

ترمذی۔ طبرانی ابن مردویہ۔ ابو نعیم اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا نے مخلوقات کی دو قسمیں کیں۔ اور مجھے بہتر قسم سے قرار دیا۔ چنانچہ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال اس امر کیطرف اشارہ ہے میں اصحاب الیمین میں سے ہوں اور ان سب سے بہتر ہوں۔ پھر دونوں کی تین قسمیں بنائیں اور میں تینوں سے بہتر ہوں۔ چنانچہ اسی امر کی طرف اشارہ ہے واصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ والسابقون السابقون اولئک المقربون میں سابقون میں سے ہوں۔ اور ان سب سے بہتر ہوں پھر خدا نے تینوں قسموں کے چند قبیلے بنائے اور مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا۔ اسی امر کا اشارہ ہے وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم میں تمام اولاد آدم سے سب سے زیادہ متقی اور معزز ہوں۔ اور پھر کوئی فخر نہیں پھر خدا نے قبیلوں کے گھر بنائے اور مجھے سب سے بہتر گھر میں قرار دیا۔ جس کی تصریح قول خدا میں ہے۔ انما یرید اللہ لیس میں اور میرے اہلبیت تمام گناہوں سے پاک اور پاکیزہ ہیں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے انما یرید اللہ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اہلبیت وہ ہیں جن کو خدا نے ہر برائی سے پاک رکھا ہے اور اپنی رحمت سے مخصوص کیا ہے۔

ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اہلبیت نبوتؐ ورحمت ایسے خاندان والے ہیں جنکو خدا نے پاک و پاکیزہ رکھا۔ ہمارا گھر رسالت اور فرشتوں کی آمد و رفت کی جگہ ہے۔ ہمارا گھر رحمت کا گھر ہے اور ہمارا گھر علم کی کان ہے۔

ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہؑ ایک گھر میں رہنے لگے۔ تو بیس روز تک صبح کے وقت آنحضرتؐ حضرت علی علیہ السلام کے دروازہ پر فرمایا کرتے۔ نماز کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ خدا تم پر رحم کرے۔ خدا تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہلبیت محمدؐ کہ تم سے ہر قسم کی برائی کو دور رکھے اور کماحقہٗ پاک پاکیزہ رکھے۔ تم جس کو دشمن جانو۔ اس کا میں بھی دشمن ہوں تم جسکو دوست جانو اس کا میں بھی دوست ہوں۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابو الحمراء سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں آٹھ مہینے رہا۔ آنحضرتؐ نماز صبح کے لیے جب کبھی نکلتے تو حضرت علی علیہ السلام کے دروازہ پر ضرور جاتے اور اپنے دونو ہاتھ دروازہ کی دونو جانب رکھ کر فرماتے اے اہلبیت محمدؐ نماز کے لئے آمادہ ہو جاؤ اس کے بعد آیہ انما یرید اللہ کی تلاوت فرماتے۔

ابن عباس سے ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ ہم نے نو ماہ تک آنحضرتؐ کو دیکھا کہ حضرتؐ ہر روز ہر نماز کے وقت حضرت علیؑ ابن ابیطالب کے دروازے پر آتے اور فرماتے اے اہلبیت محمدؐ۔ نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پھر آیہ انما یرید اللہ پڑھتے۔

ترمذی ابن جریر طبرانی اور ابن مردویہ نے عمر بن سلمہ (یہ شخص آنحضرتؐ کا پروردہ تھا) سے روایت کی ہے کہ آیہ انما یرید اللہ نازل ہوئی۔ اس وقت آنحضرتؐ ام سلمہ کے گھر میں تھے۔ آنحضرتؐ نے فاطمہؑ۔ علیؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ پر چادر اڑھا کر فرمایا۔ خدایا۔ یہی میرے اہلبیت ہیں۔ ان سے ہر برائی کو دور رکھ۔ اور ان کو اچھی طرح پاک پاکیزہ رکھ یہ سن کر ام سلمہ نے کہا۔ یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ ہو جاؤں حضرتؐ نے فرمایا۔ تم اپنی جگہ پر رہو تم یقینی نیکی پر ہو۔

ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی بلخی حنفی مطبوعہ قسطنطنیہ ص۱۰۷ سطر ۱ پر ہے کہ آیۂ تطہیر کے نازل ہونے پر نو مہینے تک آنحضرتؐ خانہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا پر نماز صبح کے وقت ہر روز پکارتے اے اہلبیت محمدؐ۔ اٹھو۔ وقت نماز ہے۔ اور آیہ تطہیر کی تلاوت فرماتے۔

تفسیر در منثور جلد پنجم ص۱۹۸ پر سورہ احزاب آیہ نمبر ۳۲۔ انما یرید اللہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ حضرات محمدؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام ہیں۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد پنجم ص۲۱۶ پر امام شافعی کا قول درج ہے۔

یا اهل البیت رسول الله حبکم فرض من الله فی القرآن انزله

کفاکم من عظم القدر انکم من لم یصل علیکم لاصلوٰة له

یعنی اے اہلبیت محمدؐ قرآن میں تمہاری محبت ہر ایک شخص پر فرض ہو چکی ہے تمہاری بزرگی پر تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ کہ جو تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز ہی قبول نہیں۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب کیفیۃ الصلوٰۃ علی النبی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ صلوات اس طرح پڑھا کرو۔ اللھم صل علی محمد و علی ال محمد۔ سنن ابی داؤد میں ابن ابی شیبہ سے روایت ہے جس کی تصحیح ترمذی حاکم ابوالقاسم ابن خزیمہ اور ابن مسعود بدری نے بھی کی ہے کہ جب سورہ احزاب آیہ نمبر ۵۶ "ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" کا نزول ہوا تو آنحضرتؐ نے پڑھنے کا حکم دیا۔ اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم۔ امام رازی نے تسلیم کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے اہلبیت پانچ چیزوں میں آپ کے برابر ہیں۔ منجملہ ان کے تشہد میں درود بھیجنا ہے۔ مناقب مرتضوی میں ہے کہ انس بن مالک نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ ملائکہ نے مجھ پر اور علیؑ پر سات

مرتبہ درود بھیجا۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ آنحضرتؐ نماز میں یوں پڑھا کرتے: اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد، کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم" صواعق محرقہ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو۔ یعنی یہ نہ کہو۔ اللھم صلی علی محمد" (یا محمد صلعم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بلکہ پورا درود کہو جو مذکور ہوا ناظرین قرآن پاک میں سلام علی آل یٰسین" آیا ہے اور یٰسین سے مراد محمد ہیں۔ پس آل یٰسین سے مراد آل محمد ہوئے۔ لہذا آل محمد پر درود اور سلام کرنا واجب ہوا۔

تفسیر درمنثور ص۱۹۹ سراج الوہاب شرح مسلم نواب صدیق حسن جلد ششم ص۴۴۶ قول مستحسن مولوی حسن الزمان ص۲۰۳ پر ہے کہ آیۂ تطہیر میں صرف محمد و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام شامل اور کوئی نہیں ہے۔

مسلم باب الفضائل میں ہے کہ عائشہ نے کہا کہ آیۂ تطہیر میں صرف رسول اللہ صلعم و حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ داخل ہیں۔ نہ کہ ازواج میں سے کوئی بھی۔ (ینابیع المودۃ ص۸۷)

کتاب مناقب امام احمد بن حنبل اور صواعق محرقہ ابن حجر عسقلانی قلمی میں ہے۔ کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں جب ستارے نہ رہیں گے۔ تب اہل آسمان بھی نہ رہیں گے۔ اسی طرح میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ جب اہلبیت نہ رہینگے۔ تب اہل زمین بھی نہ رہیں گے

اس حدیث کو عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زیادات مسند میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں اور حاکم نے مستدرک میں بعینہٖ اسی عبارت میں لکھا ہے۔ سورۂ انفال آیہ نمبر ۳۳ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم ملاحظہ کریں

ینابیع المودۃ شیخ سلیمان حنفی قندوزی نقشبندی میں بہ سند کتاب مناقب لکھا ہے کہ زمین اہلبیت محمدؐ سے خالی نہیں رہتی۔ اگر خالی ہے تو تباہ ہو جائے۔

حموینی نے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ اگر زمین پر ہم اہلبیت میں سے کوئی نہ ہو۔ تو زمین مع اہل زمین کے تباہ ہو جائے۔

ینابیع المودۃ میں ہے کہ کہا امام احمد حنبل نے کہ خدا نے زمین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر حرکت دیا۔ پس زمین تب تک قائم رہیگی جب تک اہلبیت محمد اس پر قائم رہیں گے۔

فرائد السمطین حموینی میں بہ سند امام جعفر صادقؑ اور امام صادق نے بہ سند علی بن حسینؑ روایت کی ہے کہ ہم ہیں مسلمانوں کے امام اور اہل جہاں پر حجت ہائے خدا اور مومنوں کے سردار اور نورانی پیشانیوں اور نورانی ہاتھوں اور نورانی پاؤں (انبیاء و اوصیا) کے سردار اور مسلمانوں کے مولا اور اہل زمان کے لئے امان۔ نزول باران اور ابر رحمت ہمارے باعث ہوتا ہے اور زمین سے برکات ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر ہم میں سے

کوئی زمین پر نہ ہے تو زمین مع ان تمام چیزوں کے جو اس پر ہیں فنا ہو جائے۔ خدا نے جب سے آدمؑ کو پیدا کیا ہے تب سے زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں ہوئی۔ خواہ حجت خدا ظاہر مشہور ہو خواہ غائب مستور اور قیامت تک حجت خدا سے ہرگز خالی نہ ہوگی اگر خالی ہو جائے تو زمین پر عبادت خدا نہ ہو اعمش کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا کہ جو حجت غائب مستور ہو اس سے لوگ کیونکر فیض حاصل کرتے ہیں۔ فرمایا جیسے کہ آفتاب سے نفع اٹھایا جاتا ہے جبکہ وہ بادل کے پیچھے ہو۔

تفسیر عزیزی شاہ عبدالعزیز دہلوی میں ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہلبیتؑ مثال کشتی نوحؑ کی طرح ہے جس کسی نے اس کشتی میں پناہ لی۔ وہ نجات پا گیا۔ اور جس نے پناہ نہ لی وہ غرق ہو گیا۔

تفسیر درمنثور جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۶۱ سطر ۱۰ پر ہے کہ وہ کلمات جن کی وجہ سے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی پنجتن پاک کے نام تھے۔ یعنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۷۱ سطر اول پر بروایت ابن ابی شیبہ لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی علیہ السلام نے کہ اس امت محمدیہ میں ہماری مثال سفینہ نوحؑ اور باب حطہ کی سی ہے۔ ناظرین باب حطہ وہ دروازہ تھا جس سے بنی اسرائیل کو بحالت سجدہ گذرنے کا حکم ہوا تھا۔ اور ان کی زبانوں پر حطہ حطہ جاری تھا۔ یعنی بخش دے بخش دے۔

صواعق محرقہ علامہ ابن حجر باب یازدہم فصل دوم فضائل اہلبیت میں ہے کہ خلیفہ مامون رشید شکار کو جاتے ہوئے ایک مقام سے گزرا۔ جہاں امام محمد تقی معہ چند لڑکوں کے کھیل رہے تھے۔ امام کی عمر اس وقت صرف ۹ سال کی تھی۔ مامون رشید کو دیکھ کر سب لڑکے بھاگ گئے۔ مگر امام محمد تقی وہاں ہی کھڑے رہے۔ مامون نے کہا اے لڑکے۔ تو کیوں نہیں بھاگا۔ حضرت نے فرمایا اے امیر راستہ تنگ نہیں تھا جس کو تیرے لئے فراخ کرتا۔ اور میں نے کوئی جرم بھی نہ کیا تھا کہ تم سے ڈرتا۔ اور مزید براں تم پر گمان نیک رکھتا ہوں۔ مامون نے حیران ہو کر نام پوچھا۔ تو حضرت نے فرمایا میں محمد تقی بن علی رضا ہوں پس مامون نے سواری آگے بڑھائی اور اپنے شکاری باز کو ایک تیتر پر چھوڑا۔ باز غائب ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد چونچ میں ایک زندہ مچھلی لایا۔ مامون پھر امام محمد تقی کے پاس آیا۔ اور پوچھا اے امام میرے ہاتھ میں کیا ہے حضرت نے فرمایا اے امیر۔ بہ تحقیق خدا نے اپنے دریائے قدرت میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں۔ جن کو بادشاہوں کے باز شکار کر لاتے ہیں۔ اور وہ ان مچھلیوں کے ذریعہ اہلبیت نبوی کی آزمائش کرتے ہیں امام کی عقل و ذہانت و اعجاز دیکھ کر مامون نے چاہا کہ اپنی لڑکی حضرت کے نکاح میں دیدے اس پر علما کا ایک گروہ بہ سرکردگی قاضی یحییٰ ابن اکثم امام محمد تقی کو مغلوب کرنے کے ارادہ پر حضرت کے پاس لایا۔

قاضی یحییٰ نے بہت دقیق اور پیچیدہ مسائل حضرت کے پیش کئے۔ جن کو حضرت نے نہایت خوبی سے حل فرمایا۔ اور مامون نے اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح حضرت سے کر دیا۔

مراۃ الجنان یافعی اور تاریخ بغداد خطیب و روضۃ المناظر و تاریخ ابن خلکان و روضۃ الاحباب میں قاضی یحییٰ کے کامل فقیہ اور عالم ہونے کو تسلیم کیا گیا ہے۔

صواعق محرقہ اور تفسیر ثعلبی میں بروایت امام صادق لکھا ہے کہ سورہ آل عمران کی آیہ نمبر ۱۰۲ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا "سے مراد ہم اہلبیت محمدؐ ہیں۔ جن سے تمسک رکھنے کا حکم ہے۔

تفسیر در منثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوم صہ ۶۴ سطر ۱۴ پر ہے کہ ابن ابی حاتم نے حضرت ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ سورہ آل عمران آیہ نمبر ۱۰۹ میں "کنتم خیر امۃ" سے مراد اہلبیت محمدؐ ہیں۔

صواعق محرقہ علامہ ابن حجر کی تیسری آیات فضائل اہلبیت میں ہے کہ ابو الحسن مغازلی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ سورۃ النساء آیہ نمبر ۵۳ ام یحسدون الناس علی ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ" میں ہم اہلبیت محمدؐ سے مراد ہے۔ ناظرین اسی سورہ کی اسی آیہ کے آگے ہے فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب واٰتینٰھم ملکا عظیما۔ اس آیت میں بقول رسولؐ مقبول آل ابراہیم سے مراد آل محمدؐ ہے اور کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد نبوت محمدؐ ہے اور ملک عظیم سے مراد امامت دوازدہ امام ہے

ایک حدیث میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم اہلبیت کی محبت نیکی ہے اور ہماری دشمنی بدی ہے۔ جو شخص ہم سے دشمنی رکھے گا۔ خدا اس کو منہ کے بل جہنم میں جھونک دے گا۔ اور یہ ارشاد سورہ انعام کی آیہ نمبر ۱۶۰ کے متعلق ہے۔ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا و من جاء بالسیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلھا"

سورہ اعراف کا پہلا لفظ "المص" ہے اس کی تفسیر میں امام صادق نے فرمایا کہ "المص" سے مراد انا اللہ المقتدر الصادق" ہے۔ جو بنی امیہ کا زمانہ حکومت ہے یعنی الف کا ایک اور لام کے تیس اور میم کے چالیس اور صاد کے نوے مجموعا ایک سو اکتیس ہوئے۔ چنانچہ امام کی پیشینگوئی کے مطابق سو وہ ۱۳۱ھ میں کوفہ میں داخل ہوا۔ اور بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

تفسیر در منثور جلد سوم صہ ۳۱۴ پر ہے کہ ابن عساکر نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ جس طرح ہارون کو اور اس کی اولاد کو ہی بحالت جنب مسجد میں آنے کی بحکم خدا اجازت تھی اسی طرح میری امت کے تمام اشخاص میں سے صرف علیؑ اور اولاد علیؑ بحالت جنب داخل مسجد ہو سکتے ہیں

سورہ یونس آیہ نمبر ۸۷ واوحینا الی موسیٰ واخیہ ملاحظہ کریں۔

تفسیر درمنثور جلد چہارم ص۵۹ سطرہ ۲ پر ہے۔ کہ ابن ابی حاتم نے ابن سیرین سے روایت کی ہے۔ کہ سورہ رعد آیہ نمبر ۲۸ "الذین امنوا وعملوا الصلحات طوبےٰ لھم وحسن ماٰب" میں طوبےٰ سے مراد ایک درخت ہے جو بہشت میں ہے۔ جس کی جڑ علیؑ ابن ابیطالب کے گھر میں ہے۔ اور جنت میں کوئی ایسا گھر نہیں۔ جس میں اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ نہ ہو۔ پھر ابن ابی حاتم نے بروایت فرقد سبخی لکھا ہے کہ خدا نے عیسیٰؑ کو وحی کی کہ تم خدا اور اس کے امی رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی تصدیق کرو۔ اور اس کی متابعت کرو۔ وہ اونٹ پر سوار ہوگا۔ بال کے کپڑے پہنے گا۔ ہاتھ میں عصا اور سر پر تاج رکھے گا اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور اس کی بھنویں پیوستہ ہونگی۔ وہ صاحب کسا ہوگا۔ اس کی نسل ایک مبارک عورت خدیجہؓ سے ہوگی۔ اس کی بیٹی فاطمہؑ ہوگی۔ جس سے دو بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہونگے جو شہید ہونگے جو شخص اس نبیؐ کے زمانہ میں ہوگا۔ اور اس کا ممد و مددگار ہوگا۔ اس کے لئے یہ طوبےٰ ہے۔

سورۃ ابراہیم آیہ نمبر ۲۴ - "الم ترکیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء" کے بارہ میں آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اس درخت کی جڑ میں ہوں اور علیؑ اس کا تنا اور آئمہ اس کی شاخیں اور ہمارا علم اس کا پھل اور شیعہ مومنین اس کے پتے ہیں۔

سورۃ حجر آیہ نمبر ۷۵ "ان فی ذالک لایت للمتوسمین" کی تفسیر میں جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اصل متوسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے۔ پھر میں ہوں۔ اور میرے بعد آئمہ معصومین ہیں۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ ظہور آخرالزمانؑ کے وقت ہر ایک نیک اور بد خدا کی مقرر کردہ نشانیوں سے پہچانا جائیگا۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد چہارم ص۱۱۹ پر ہے کہ سورہ نحل آیہ نمبر ۴۳ - "فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ فصول مہمہ میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اہل ذکر ہیں۔

سورہ نحل آیہ نمبر ۸۳ "یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونھا واکثرھم الکافرون" سے مراد بقول معصومین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے اوصیا ہیں۔

سورہ مریم آیہ نمبر ۸۷ "لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمان عھدا" کے بارہ میں آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ عہد و پیمان سے مراد دوازدہ امام کی دوستی ہے۔ اور بروز قیامت وہی شخص دوسرے شخص کی سفارش کرسکے گا۔ جو آئمہ سے متمسک ہو۔ تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد چہارم ص۲۸۴ سطر ۱۱ اور مواہب لدنیہ اور صواعق محرقہ میں ہے کہ ابن مردویہ اور دیلمی نے براء سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ

نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ کہو۔ خداوندا اپنی بارگاہ میں میرے لئے عہد و پیمان اور محبت قرار دے اور مومنین کے دل میں میری محبت کر۔ اس وقت یہ آیہ بالا نازل ہوئی۔ ابن عباس اور حضرت علی علیہ السلام سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

سورہ طہٰ کا پہلا لفظ "طہٰ" سے مراد بقول معصومین یہ ہے کہ "ط" کے ۹ اور "ہ" کے ۵ عدد ہیں یعنی کل عدد ۱۴ ہوئے۔ یعنی اس کے باطن سے چہاردہ معصوم مراد ہیں۔

صواعق محرقہ ابن حجر مکی عسقلانی قلمی آیت ۸ فضائل میں سورۂ طہٰ آیہ نمبر ۸۲ "وانی الغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اہتدیٰ" کے بارہ میں لکھا ہے کہ ثابت البنانی نے یہ کہا۔ واہتدیٰ الیٰ ولایۃ اہلبیتہ

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۵ سطر ۳ پر سورہ نور آیہ نمبر ۳۴۔ "اللہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ الخ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حسن بصری اور ابوالحسن مغازلی شافعی سے روایت ہے کہ مشکوٰۃ سے مراد حضرت فاطمہؑ اور مصباح سے حسنینؑ اور شجرہ مبارکہ سے حضرت ابراہیمؑ اور شرقی اور غربی نہ ہونے سے حضرت فاطمہؑ کا یہودی یا نصرانی نہ ہونا اور یکاد زیتہا سے جناب فاطمہؑ کا کثرت علم اور نور علیٰ نور سے ایک امام کے بعد دوسرا امام اور یہدی اللہ لنورہ سے چہاردہ معصوم کی ولا اور محبت مراد ہے اور اسی کی موید وہ روایت ہے جسکو علامہ جلال الدین نے لکھا ہے کہ ابن مردویہ نے انس بن مالک اور بریدہ سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے اس آیہ کے بعد والی آیت "فی بیوت اذن اللہ" کی تلاوت فرمائی۔ تو ایک شخص نے عرض کیا یا حضرتؐ اس گھر سے کون گھر مراد ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا انبیاء کے گھر۔ یہ سنکر ابوبکر نے علیؑ اور فاطمہؑ کے گھر کی طرف اشارہ کرکے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کیا یہ گھر بھی انہی گھروں میں سے ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں لیکن یہ گھر ان تمام گھروں سے بہتر اور افضل ہے۔ ناظرین پھر جو حرمت اس گھر کی شیخین کے ہاتھوں سے ہوئی۔ اظہر من الشمس ہے۔ اسی تمام روایت بالا کو ثعلبی نے بھی لکھا ہے۔

سورہ عنکبوت آیہ نمبر ۴۲۔ "وما یعقلہا الا العالمون" کی تفسیر میں بقول معصومینؑ محمدؐ اور آل محمدؐ

سورہ عنکبوت آیہ نمبر ۴۷ "وما یجحد بآیاتنا الا الکافرون" اور آیہ نمبر ۴۹ "بل ھو آیات بینات" میں آیات سے مراد بقول معصومینؑ محمدؐ اور آل محمدؐ ہیں۔

تفسیر کشاف علامہ زمخشری میں سورہ سجدہ آیہ نمبر "وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسی طرح تمہاری آسمانی کتاب (قرآن) کو ہم نے تمہارا ہدایت اور نور بنایا ہے۔ اور تمہاری امت سے ویسے ہی آئمہ بنائیں گے۔ جو اسی طرح ہدایت کریں گے۔ ناظرین خدا نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت موسیٰ سے تشبیہ دی ہے۔ جس کے وجوہات یہ ہیں کہ موسیٰ کو توریت اور آنحضرت کو قرآن عطا ہوا۔ دونوں کو حکم جہاد ہوا۔ موسیٰ نے ہارون کو اور آنحضرت نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی بنایا موسے کو فرعونیوں پر اور آنحضرت کو کفار قریش پر فتح ہوئی۔ موسے کے وصی یوشع بن نون (حضرت ہارون فوت ہو گئے تھے) کیساتھ موسیٰ کی زوجہ صفرا بنت شعیب نے جنگ کیا اور آنحضرت کے وصی حضرت علی علیہ السلام کیساتھ آنحضرت کی زوجہ عائشہ نے جنگ کیا۔ موسےؑ کے بعد ان کے بارہ اوصیا تھے اور آنحضرت کے بھی بارہ اوصیا ہیں وغیرہ وغیرہ۔

سورہ صبا آیہ نمبر ۵ ویری الذین اوتوا العلم الذی انزل الیک من ربک سے مراد بقول رسول مقبول انبیاء اور چہاردہ معصوم ہیں۔

سورہ فاطر آیہ نمبر ۲۸ "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" سے بقول معصومین مراد محمدؐ اور آل محمدؐ ہیں۔

سورہ فاطر آیہ نمبر ۳۲۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا سے مراد بقول رسول پاک آئمہ معصومین ہیں۔ تفسیر کشاف امام زمخشری مطبوعہ مصر جلد دوم ص۲۹۶ سطر ۵ پر اس آیہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان سے مراد وہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین ہیں جو قیامت تک کتاب خدا کے سچے وارث اور ہادی ہونگے (اور یہ صرف آئمہ معصومین ہو سکتے ہیں) اور جن کو خدا نے امتنا وسطا لتکونوا شھداء علی الناس فرمایا ہے۔ شواہد التنزیل حاکم ابوالقاسم ص۲۳ کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ خدا کی حجت در خلق خدا پر گواہ حضرت علی علیہ السلام اور اولاد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

سورہ والصافات آیہ نمبر ۱۶۴ "وما منا الا له مقام معلوم" سے مراد بقول معصومین محمدؐ اور آل محمدؐ ہیں۔ تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد پنجم ص۲۹۳ سطر ۲۸ پر اس آیہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مسلم نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ہم کو (محمدؐ اور آل محمدؐ کو) لوگوں پر تین بزرگیاں حاصل ہیں۔ یعنی ہماری صفیں فرشتوں کی سی ہوتی ہیں۔ اور زمین ہماری سجدہ گاہ ہے اور جب پانی نہ ملے تو خاک مطہر ہے ناظرین یہ آیہ بظاہر تمام نمازی مومنین پر عاید ہو سکتی ہے۔ مگر مومنین میں فرشتوں کی سی صفیں یعنی فرشتوں کی سی محویت اور عبادت کہاں ہو سکتی ہے۔

سورہ حم السجدہ آیہ نمبر ۳۳ "ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ" سے مراد بقول معصومین، چہاردہ معصوم علیہ السلام ہیں۔

تبیان اور عین المعانی میں سورہ حم السجدہ آیہ نمبر ۳۴ "ولا تستوی الحسنۃ والا السیئۃ" کے

بارہ میں لکھا ہے کہ حسنہ سے مراد اہلبیت محمدؐ کی محبت ہے اور سیئہ سے مراد اہلبیت محمدؐ کی دشمنی ہے
تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ششم ص ۳۷۱ پر ہے کہ خطیب نے ابن المسیب سے روایت کی ہے کہ سورہ قدر میں شب قدر سے مراد رسول اللہ اور اہلبیت ہیں نیز ہزار ماہ سے مراد سلطنت بنی امیہ کا کل دوران ہے

ینابیع المودۃ امام شیخ سلیمان قندوزی حنفی مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۱۰۴ سطر ۲ پر بروایت عمر بن اذینہ لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی علیہ السلام نے کہ آیا ایسا نہیں (یعنی ضرور ایسا ہی ہے) جو تم سب لوگ خوب جانتے ہو کہ جس علم کے سبب سے آدمؑ کا آسمان سے زمین کی ہبوط ہوا اور تمام وہ علوم جن کے سبب سے تمام انبیاء کو رسول اللہ تک فضیلت حاصل ہوئی ہے۔ وہ تمام علوم اہلبیت محمدؐ میں موجود ہیں۔

ینابیع المودۃ امام شیخ سلیمان قندوزی مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۴۸۲ سطر ۲۴ میں ہے کہ ایکدن امام حسنؑ علیہ السلام نے خطبہ میں واقعہ مباہلہ کا تفصیلی تذکرہ فرما کر فرمایا کہ ہم اہلبیت کا خون اور گوشت آنحضرت کا خون اور گوشت ہے اور ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں اور رسول اللہ ہم سے ہیں۔

عبدالرحمن بن محمد بن علی بن احمد حنفی بسطامی نے مناہج التوسل ور مباہج الترسل میں لکھا ہے۔ کہ حضرت صادقؑ سات برس کی عمر میں غوامض اسرار اور علوم حقیقی کی باتیں کرتے تھے اور علما کا جمگھٹا آپکے دروازہ پر رہتا تھا اور آنحضرتؐ کی مشکوٰۃ انوار سے برگزیدہ لوگ نورانیت حاصل کرتے تھے۔

حافظ ابو نعیم اور حافظ ابن عساکر اور طبرانی نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے حسن اور حسین علیہما السلام اور ابن عباس اور عبداللہ بن جعفر سے اپنی بیعت لی اور قبول فرمائی۔ اگرچہ وہ کم سن تھے اور بالغ نہ تھے۔ ناظرین۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل عبث نہیں ہو سکتا اسلئے ان حضرات کی کمال عقل و فہم کا آنحضرتؐ کو علم تھا۔

کنز العمال باب فضائل اہلبیت وفردوس الاخبار کتاب صوفیہ نصر اللہ کابلی اور سیر ملا معین اور کتاب مناقب ابو بکر ابن مردویہ اور کتاب مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی شافعی مودۃ ہفتم میں لکھا ہے۔ کہ اہلبیت محمدؐ کو اور لوگوں کے ساتھ قیاس نہ کرو۔ یعنی ان کا پایہ تمام لوگوں سے بالاتر ہے۔

مولوی عبید اللہ امر تسری نے ارجح المطالب میں اور سید سمہودی نے جواہر العقدین میں اور ملا علی قاری حنفی نے کنز العمال میں لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے تم اہلبیتؑ پر سبقت مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ ان کو تعلیم مت دو۔ کیونکہ وہ تم تمام سے زیادہ عالم ہیں۔

تفسیر کبیر رازی مطبوعہ مصر جلد سوم ص ۲۴ سطر ۲۹۔ اور ترمذی جلد دوم ص ۵۲۶ و ص ۵۹۱ اور مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۹ اور تحفہ باب چہارم ص ۱۳۰ اور تفسیر در منثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۶۰ سطر ۲ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ اے

لوگو میں تمہارے درمیان اپنے دو خلیفے (بزرگ چیزیں) چھوڑتا ہوں - قرآن اور اپنی عترت اہلبیت یہ آپس سے ہرگز جدا نہ ہونگے - حتیٰ کہ حوض کوثر پر جمع ہوں -

مسلم جلد دوئم شرح نووی صفحہ ۲۷۹ پر ہے - کہ زید بن ارقم سے پوچھا گیا - کہ آیا اہلبیت رسول میں رسول اللہ کی ازواج بھی شامل ہیں - زید نے جواب دیا کہ خدا کی قسم - ازواج رسول شامل اہلبیت ہرگز نہیں ہو سکتیں - کیونکہ ازواج طلاق دینے کے بعد اپنے ماں باپ سے ملحق ہو جاتی ہیں - اور نیز اہلبیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے - ینابیع المودۃ صفحہ ۱۰ پر ہے کہ اسحاق بن اسمٰعیل نیشاپوری نے اپنی کتاب میں بروایت امام صادق علیہ السلام لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں نور خدا سے پیدا کیا گیا ہوں اور میرے اہلبیتؑ میرے نور سے مخلوق ہیں -

پس ناظرین ثابت ہوا کہ چہاردہ معصوم نور خدا سے مخلوق ہیں -

سیوطی نے درمنثور میں - قندوزی حنفی نے ینابیع المودۃ میں - ابن مغازلی شافعی نے اپنے مناقب میں لکھا ہے کہ آدمؑ کے مخلوق ہونے سے پہلے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے انوار موجود تھے - حضرت آدمؑ نے خدا سے سوال کیا - کہ یہ کون حضرات ہیں - خداوند عالم نے فرمایا کہ یہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں -

تحفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی باب یازدہم کبیرہ دہم جلد دوئم صفحہ ۲۳۰ پر ہے کہ جو شخص رسول اللہؐ پر ایمان لے آیا - اور اہلبیت محمدؐ پر ایمان نہ لایا - وہ مومن نہیں ہے -

صواعق محرقہ ابن حجر مکی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ پر دم بریدہ صلوات نہ بھیجا کرو - لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کس طرح صلوات پڑھا کریں فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ -

علامہ نطنزی نے خصائص علویہ میں تفسیر فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات کے ذیل میں لکھا ہے - کہ خداوند عالم نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر یہ پیدا نہ ہوتے تو تم کو پیدا نہ کیا جاتا - آدم علیہ السلام نے عرض کی - کہ مجھے ان حضرات کی زیارت سے مشرف فرمایا جائے - پس پردہ ہائے حجاب اٹھائے گئے اور آدمؑ نے پانچ اشباح (اجسام انوار) دیکھے اور پوچھا کہ یہ کون حضرات ہیں - ارشاد باری ہوا کہ پہلا نور میرا نبی محمدؐ ہے - دوسرا علیؑ امیرالمومنین ابن عم پیغمبرؐ تیسرا فاطمہؑ دختر محمدؐ - چوتھا حسنؑ اور پانچواں حسینؑ ہیں اور یہ پانچوں تیری اولاد سے ہونگے - یہ سنکر آدم علیہ السلام خوش ہوئے - اور جب دانہ گندم کھایا تو ان الفاظ سے دعا کی - یا اللہ بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ میری توبہ قبول فرما - خدا نے توبہ قبول کی اور جب زمین پر آئے تو حضرت آدمؑ نے اپنی انگوٹھی میں "محمد رسول اللہ و علی امیرالمومنین" کندہ کرایا - اور اپنی کنیت ابو محمدؐ رکھی - اس روایت کو باختلاف الفاظ علامہ سیوطی نے جمع الجوامع فی باب جامع الدعا میں اور درمنثور میں بروایت ابن نجار و ابن عباس و جناب امیرؑ اور دیلمی نے فردوس الاخبار میں طبرانی نے معجم صغیرہ میں - حاکم اور ابن عساکر

نے اپنی اپنی مسانید میں۔ اور ابو نعیم نے اور بیہقی نے دلائل النبوت میں۔ اور ابن مغازلی شافعی نے مناقب میں ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

صواعق محرقہ ص ۱۹۸ سطر ۲۲ اور تاریخ الخلفا مطبوعہ لاہور ص ۱۸۶ سطر ۲ اور ینابیع المودۃ ص ۱۳۶ اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۱۳۳ پر ہے کہ جناب فاطمہؑ تمام اہل جنت کی عورات کی سردار ہیں اور امام حسنؑ اور حسینؑ جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں۔

صواعق محرقہ مصنفہ ۹۵۳ھ علامہ ابن حجر ص ۱۱۴ پر چند احادیث لکھی ہیں۔ کہ امام احمد حنبل اور امام ترمذی اور ابو سعید خدری اور طبرانی اور عمر بن خطاب اور حضرت علی علیہ السلام اور جابر اور ابو ہریرہ اور اسامہ بن زید اور براء بن عازب اور ابن عدی اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ امام حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام سردار جوانان بہشت ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت علی علیہ السلام اور ابن عمر سے ابن ماجہ اور امام حاکم نے ابن عمر سے۔ طبرانی نے قرہ اور مالک بن حویرث سے اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے دونو فرزند حسنؑ اور حسینؑ سردار جوانان بہشت ہیں۔ اور ان کے باپ ان دونو سے بہتر ہیں۔

طبرانی نے جناب سیدہ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ امام حسن علیہ السلام کو میری ہیبت اور سرداری ملی ہے۔ اور امام حسینؑ کو میری جود اور جرأت ملی ہے۔

امام احمد اور ابن ماجہ اور حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جس نے حسنؑ اور حسینؑ سے محبت کی۔ اس نے مجھ سے محبت کی اور جنہوں نے بغض رکھا انہوں نے مجھ سے بغض رکھا۔

بخاری کتاب الزکوٰۃ میں باب ما ذکر فی الصدقۃ للنبی وآلہ میں اور مسلم کتاب الزکوٰۃ باب تحریم الصدقہ علی النبی وعلی آلہ میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لیکر اپنے منہ میں رکھ لی۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کخ کخ۔ اسے پھینک ڈال۔ پھر فرمایا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ صدقہ ہم اہلبیت پر حرام ہے۔

ترمذی ص ۶۲ سطر ۱۵ اور مشکوٰۃ مطبوعہ محمدی دہلی ص ۵۷۶ سطر ۲ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو ان کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے

سورہ الصافات آیہ نمبر ۱۰۷ "وفدینہ بذبح عظیم" سے مراد بقول معصومینؑ شہادت امام حسینؑ ہے

سورۂ احقاف آیہ نمبر ۱۴ "ووصینا الانسان تا من المسلمین" سے مراد بقول معصومینؑ امام حسین علیہ السلام ہیں۔

سورہ حاقہ آیہ نمبر ۱۷ ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمٰنیۃ سے مراد بقول معصومین نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسےٰ اور عیسےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

سورہ دہر آیہ نمبر ۸ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا۔ باتفاق مفسرین جناب امیرؑ اور جناب فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ کے شان میں ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد سوئم ص ۲۳۹ سطر ۲۹۔ اور بیضاوی وغیرہ۔

صواعق محرقہ امام ابن حجر مکی مطبوعہ میمنیہ مصر ص ۱۱۴ سطر ۱۳ پر ہے کہ بخاری نے فی الادب المفرد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلی بن مرہ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ خدا دوست رکھے اس کو جو حسینؑ کو دوست رکھے۔

صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص ۱۹۱ سطر ۲۲ اور تاریخ الخلفا مطبوعہ سرکاری لاہور ص ۱۸۷ سطر ۴ پر ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ دونوں نام اہل بہشت کے ناموں سے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں عرب میں نہیں رکھے گئے

صواعق محرقہ ص ۱۹۱ سطر ۱ پر ہے کہ بغوی اور عبد الغنی نے ایضاح میں سلمان سے نقل کیا ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہارونؑ نے اپنے بیٹوں کا نام شبر اور شبیر رکھا تھا۔ اور میں نے اپنے بیٹے کے نام شبر اور شبیر رکھے جن معنوں میں کہ ہارونؑ نے رکھے تھے۔

تاریخ الخلفا مطبوعہ سرکاری لاہور ص ۱۸۷ سطر ۱ پر ہے کہ خدا نے حسنؑ اور حسینؑ دونوں نام بہشت میں پوشیدہ رکھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام رکھے۔

شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ ترمذی اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند بسادات اشرف سے سلسلہ وار یہ حدیث لکھی ہے کہ آنحضرتؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جو شخص ان دونوں اور فاطمہؑ اور علیؑ سے مودت رکھے گا۔ بروز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

تفسیر کبیر امام رازی مطبوعہ مصر جلد دوئم ص ۷۰۰ سطر ۱ پر ہے کہ آیہ مباہلہ دلالت کرتی ہے۔ کہ حسنؑ اور حسینؑ آنحضرتؐ کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے اہل نجران سے وعدہ کیا تھا کہ بیٹوں کو بلائیں گے پس آنحضرتؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا۔ اس لئے واجب ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ آنحضرتؐ کے بیٹے ہوں اور اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ سورہ انعام کی اس آیت سے جہاں خدا فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ کی ذریت سے یحییٰ اور عیسیٰ ہیں۔ حالانکہ عیسیٰ صرف ماں کی طرف سے ابراہیمؑ کی طرف منسوب ہے نہ کہ باپ کی طرف سے۔ پس ثابت ہوا کہ بیٹی کے بیٹوں کو بھی بیٹا کہا جاتا ہے۔

مدارج النبوۃ اور مشکوۃ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حسنؑ اور حسینؑ

علیہم السلام میرے دو پھول ہیں۔

نور العین فی مشہد الحسین مطبوعہ مصر صفحہ ۵۱ اور تاریخ کامل جلد چہارم صفحہ ۲۴ پر ہے کہ جب ابن زیاد نے شہیدوں کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا۔ اور جب یہ لشکر مقام تکریت میں وارد ہوا۔ تو وہاں کا حاکم پیشوائی کو نکلا۔ مگر جب نصاریٰ نے سنا کہ یہ امام حسین علیہ السلام کا سر ہے تو انہوں نے بغرض تعظیم ناقوس بجانا شروع کیا اور کہا خداوندا اس قوم پر لعنت کر جس نے اپنے پیغمبر کے نواسے کو قتل کیا ہے

پھر صاحب نور العین کہتا ہے کہ یہ لشکر مقام قنسرین میں وارد ہوا۔ تو وہاں کے حاکم نے شہر کے دروازے بند کر دئے (تاکہ میرے شہر میں اہلبیت کی تشہیر اور رسوائی نہ ہو) پھر یہ لشکر مدینہ نعمان کی طرف گیا۔ وہاں کے حاکم نے لشکر کی تعظیم کی اور اونٹ نحر کیا۔ پھر کفر طاب سے ہوتے ہوئے شیزر پہنچے۔ یہاں کے باشندے اس لشکر سے لڑے اور طرفین سے چند آدمی قتل ہوئے حضرت ام کلثوم نے شیزر کے حق میں دعا فرمائی۔ کہ خدایا اس کے چشمہ کو شیریں کر اور غلہ میں ارزانی کر اور اس کو ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھ۔ پھر شیزر سے حماۃ کی طرف گئے۔ وہاں بھی لڑائی ہوئی۔ اور طرفین سے آدمی قتل ہوئے۔ پھر حمص کی طرف گئے۔ وہاں کے حاکم نے چار ہزار آدمی اس غرض سے بھیجا۔ کہ ان اشقیاء سے شہیدوں کے سر اور اسیروں کو چھین لیں۔ مگر ان سے یہ نہ ہو سکا۔

پھر صومعۃ الراہب میں پہنچے۔ راہب نے جب امام حسین علیہ السلام کا نام دریافت کیا۔ تو غش کھا کر گر پڑا۔ اور ہوش میں آنے کے بعد کہا۔ کہ راہبوں کی خبر سچ ثابت ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ اسی مہینہ میں ایک پیغمبر یا اس کا وصی قتل ہو گا۔

اس کے بعد وہ راہب سردار لشکر کے پاس آیا اور کہا کہ ایک شب کے لیے امام حسین علیہ السلام کا سر ہم کو دیدو۔ اور کل واپس کر دیں گے۔ سردار نے کہا کچھ انعام دو۔ راہب نے دس ہزار درہم پر وہ سر لیلیا۔ سر مبارک کو لے کر بوسہ دیتا اور کہتا۔ خدا آپ کے قاتل پر لعنت کرے۔ افسوس کہ ہم آپ کے ساتھ شہید نہ ہوئے۔ مگر جب آپ اپنے جد بزرگوار سے ملاقات کریں۔ تو میرا سلام عرض کیجئے اور فرمایئے کہ ہم مسلمان ہیں اور گواہی دیتے ہیں۔ کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کا سچا رسول ہے۔

بعد ازیں اس راہب نے سر انور کو مشک اور خوشبو سے معطر کیا اور سردار لشکر کے حوالہ کر دیا خولی (سردار لشکر کا نام ہے) نے جب ان دس ہزار درہموں کو فوج پر تقسیم کرنا چاہا۔ تو دیکھا کہ وہ تمام پتھر کے ٹکڑے ہیں جن میں سے ہر ایک پر یہ لکھا ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون خولی نے ان سنگریزوں کو پھینک دیا اور اہل لشکر کو تاکید کی کہ یہ راز ظاہر نہ ہو۔ ناظرین کتاب نور العین فی مشہد الحسین کا مصنف

اہلسنت کا مشہور عالم ور علامہ ابو اسحاق اسفرائنی ہے۔ جسکی قابلیت اور تقویٰ زبان زد علمائے اہلسنت ہے پھر لکھتا ہے۔ کہ جب یہ لشکر دمشق میں وارد ہوا۔ تو وہاں ایک کوٹھے پر پندرہ عورتیں بیٹھی تھیں۔ ان میں سے ایک بوڑھی عورت نے ایک پتھر امام حسین علیہ السلام کے سر کو مارا۔ حضرت ام کلثوم نے بددعا کی۔ تو اسی وقت وہ کوٹھا گر پڑا۔ اور تمام عورتیں ہلاک ہو گئیں۔

بعد ازاں یہ لشکر فرادیس میں وارد ہوا۔ جہاں امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک نے اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا۔ اور اس مکان پر مسجد تعمیر کی گئی۔

اب تماشائیوں کا بہت ہجوم ہو گیا۔ تمام اہل حرم ننگے سر تھے۔ اور شہیدوں کے سر نیزوں پر تھے۔ بعد ازاں باب المنتظر میں وارد ہوئے اور یزید کے حکم سے داخل دربار ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو ایک چاندی کی طشتری میں رکھ کر یزید کے پاس لایا گیا۔ اس پر حضرت زینب نے اس زور سے نوحہ کیا کہ حاضرین مجلس رونے لگے۔ یزید نے ہاتھ بڑھا کر سر پر سے رومال اٹھایا تو سر سے ایسا نور بلند ہوا۔ کہ تمام اہل مجلس پر خوف طاری ہو گیا۔

یہ حالت دیکھ کر جالوت یہودی جو یزید کا طبیب تھا مسلمان ہو گیا۔ اور تلوار سونت کر چاہا۔ کہ یزید کو قتل کر دے۔ مگر حاضرین دربار نے یزید کو بچا لیا۔ اور جالوت کو قتل کر دیا گیا۔

پھر ایک عورت آگے بڑھی۔ اور کہا کہ میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے۔ کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور پانچ فرشتے اترے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم بحکم خدا اس گھر کو (یزید کے دربار اور گھروں کو) جلا کر راکھ کر دیں گے۔ یزید نے کہا دلائے ہو تم پر۔ کہ ہماری نعمت پروردہ ہو کر ایسا کلام کرتی ہو۔ تجھے ہم قتل کریں گے۔ اس عورت نے کہا۔ اچھا میں کیا کام کروں۔ کہ قتل سے محفوظ رہ سکوں۔ یزید نے کہا کہ منبر پر چڑھ کر حضرت علی علیہ السلام پر سب و شتم کرو۔ وہ عورت منبر پر چڑھی اور اس نے اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب اور فضائل بیان کرنے شروع کر دیئے۔ اور یزید اور اس کے تمام خاندان پر لعنت کی۔ تب وہ عورت قتل کر دی گئی تھی۔

امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک سے اس تشہیر کے دوران میں ایک ہزار معجزات ظاہر ہوئے جو کتب احادیث و تاریخ میں درج ہیں۔ میں یہاں چند معجزات بطور نمونہ لکھتا ہوں۔

جب کبھی کسی شقی نے سر مبارک پر پتھر مارا۔ تو سر سے تازہ خون بہ نکلا۔ تمام دوران راہ میں سورۂ کہف کی تلاوت فرماتا تھا۔ کئی دفعہ گفتگو فرمائی۔ سر مبارک سے ایک نور آسمان تک ساطع تھا۔ خود بخود اچھل کر گود میں آ گیا۔ خوشبو سے اطراف و جوانب معطر تھے۔ کئی ماہ کے بعد بھی تازہ بتازہ تھا۔ تلاوت ختم کر کے

بعدہ فرماتا و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ یعنی عنقریب ظالم دیکھ لیں گے۔ کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ایک یہودی نے سر مبارک سے عرض کیا اشفع لی عند جدک "یعنی اپنے جد سے میری شفاعت کی سفارش کیجئے۔ سر مبارک نے جواب دیا میری سفارش صرف مسلمانوں کیلئے ہے۔ اس پر وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔ جب سر مبارک دربار یزید میں لایا گیا۔ تو سر مبارک نے فرمایا اے ملعون اگر تو دنیا کی آگ سے بچ گیا۔ تو آخرت کی آگ سے بھاگ کر کہاں جائیگا۔ اور وہ آگ قیامت کے دن تیری قیام گاہ ہے۔ یہ سنکر تمام حاضرین گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ اور اپنے سروں پر طمانچے مارے۔

جب یہ لشکر ملک شام کے قریب پہنچا۔ ایک راہب نے سر مبارک کو حاصل کر کے معطر کیا۔ اور عرض کی یا حضرت آپ اپنا نسب بتائیں۔ فرمایا۔ میں فرزند مصطفےٰ ہوں! در فرزند علی المرتضےٰ ہوں۔ اور فرزند فاطمۃ الزہرا ہوں۔ جب سر مبارک کوفہ پہنچا۔ تو ابن زیاد نے سر مبارک کو زانوؤں پر رکھا سر سے ایک قطرہ خون ٹپکا۔ جس کی وجہ سے اس کی ران پر زخم ہو گیا۔ اور وہ زخم زندگی تک اچھا نہ ہوا۔ ہر چند علاج کرایا گیا۔

جب سر مبارک کو یزید کی طرف لے چلے تو پہلی منزل پر ایک ہاتھ نمایاں ہوا جس پر یہ شعر لکھا تھا۔

اترجوا امۃ قتلت حسینا　　شفاعۃ جدہ یوم الحساب

یعنی کیا وہ امت جس نے امام حسینؓ کو شہید کیا۔ امید رکھ سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروز قیامت ان لوگوں کی شفاعت کرینگے۔ تمام لوگ یہ واقعہ دیکھ کر بھاگ گئے مگر منصور بن عمار بیان کرتا ہے کہ یہی شعر آنحضرتؐ کی بعثت سے تین سو سال پہلے ایک پتھر پر بھی لکھا تھا۔ جو ملک روم میں ایک کلیسہ میں تھا۔ اور معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ یہ کس نے لکھا۔

مناقب ابن شہر آشوب علیہ رحمت کتاب شیعہ جلد چہارم ص ۲۷ پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسین علیہم السلام کو اپنی پیٹھ پر سوار کیا۔ تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا۔ کیا اچھی سواری ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کیسے اچھے سوار ہیں۔

علامہ عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے۔ کہ امام حسن علیہ السلام کم سنی میں ہی لوح محفوظ کا مطالعہ فرماتے تھے۔ اور ان کا علم لدنی تھا۔

بعض جاہل سنی کہتے ہیں کہ شہادت حسین علیہ السلام کی اصلی وجہ زینب بنت اسحاق ہے جو غایت درجہ شکیلہ اور مالدار تھی۔ حالانکہ اس معاملہ سے امام حسین علیہ السلام کی عفت شعاری اور بلند ہمتی ظاہر ہوتی ہے۔ واقعہ کی مجمل کیفیت یہ ہے۔

امام محمد بن ابن قتیبہ نے کتاب الامامت والسیاست ص ۲۰۲ مطبوعہ مصر میں مفصل لکھا ہے۔ اور اس

کا ضروری خلاصہ مولف درج کرتا ہے کہ یزید کے دل میں ارنیب بنت اسحاق کا عشق جاگزیں تھا۔ مگر کسی وجہ سے اس کا اظہار نہ کر سکا۔ جب ارنیب کا نکاح عبداللہ بن سلام سے ہوگیا۔ جو قریشی تھا۔ اور اس کے بنی اعمام سے تھا۔ تو یزید کے دل پر چوٹ لگی۔

ایک دن یزید نے معاویہ کے غلام رفیق سے کہا کہ ہمارے باپ نے ہم پر گوناگوں عنایات کیں جس کے لیے ہم اس کے شکر گزار ہیں۔ لیکن اس نے ہمارے لئے ایک کام نہ کیا۔ جسکی ہم کو دلی تمنا ہے رفیق اسی وقت معاویہ کے پاس گیا۔ اور یزید کی گفتگو بیان کی۔ جس پر معاویہ نے یزید کو بلوایا اور جب یزید کی زبان سے اصل واقعہ پر مطلع ہوا۔ تو کہا گھبراؤ نہیں یہ کام بھی جلدی سرانجام ہو جائے گا۔

اس وقت عبداللہ بن سلام معاویہ کی طرف سے بصرہ کا حاکم تھا۔ معاویہ نے اس کو خط لکھا کہ فوراً شام میں پہنچ جاؤ۔ مجھے تم سے نہایت ضروری کام ہے۔ خط پہنچتے ہی عبداللہ بن سلام شام میں آگیا جب معاویہ کو اس کے آنے کی خبر پہنچی۔ تو اس ابوہریرہ اور ابوالدردا کو بلایا اور کہا میری منشا ہے۔ کہ میں اپنی لڑکی کا عقد عبداللہ بن سلام سے کر دوں۔ جس کو میں ہر طرح اس امر کا اہل پاتا ہوں۔ سو تم دونو اس کے پاس میرا پیغام پہنچا دو۔ یہ دونو معاویہ کا پیغام لے کر عبداللہ بن سلام کیطرف چلے گئے۔

ادھر معاویہ نے اپنی لڑکی کو پڑھا سکھا دیا۔ کہ جب عبداللہ بن سلام تجھ سے نکاح کرنے پر راضی ہو جائے تو اس کو کہلا بھیجنا۔ کہ میں نکاح پر بڑی خوشی سے راضی ہوں۔ صرف رکاوٹ یہ ہے کہ تیرے نکاح میں پیشتر از میں ارنیب بنت اسحاق ہے اور میری غیرت اس بات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

جب یہ الفاظ عبداللہ بن سلام کو پہنچے تو اس نے ارنیب کو طلاق دیدی۔ اور پیغام نکاح بھیجا۔ جس پر معاویہ کی لڑکی نے کہا کہ میں نے اس معاملہ میں بہت مشورہ لیا ہے جنہیں کوئی موافق اور کوئی مخالف ہے۔ اس لئے مزید غور کر رہی ہوں۔ اب عبداللہ بن سلام اور عوام الناس کو یقین ہو گیا کہ اس سے فریب کیا گیا ہے۔ جب زمانہ عدۃ پورا ہوا تو معاویہ نے ابوالدردا کو عراق میں بھیجا۔ کہ وہاں جا کر ارنیب سے یزید کی خواستگاری کرے۔ جب ابوالدردا وارد عراق ہوا۔ تو ارنیب سے ملاقات کرنے سے پہلے امام حسینؑ کی خدمت میں بغرض زیارت حاضر ہوا جب امام حسین علیہ السلام سے تمام ماجرا عرض کیا تو امام نے فرمایا کہ یزید کی خواستگاری کے ساتھ ہماری طرف سے بھی خواستگاری کر دینا۔ جب ارنیب نے دونو خواستگاریاں سنیں تو امام حسین علیہ السلام کو قبول کیا۔ اور عقد ہو گیا۔ اس وقت ارنیب کے پاس عبداللہ بن سلام کے چند موتیوں کے توڑے بطور امانت موجود تھا۔

معاویہ نے عبداللہ بن سلام کی گورنری چھین لی۔ اور وظیفہ بند کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ مفلوک الحال

ہو کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے موتیوں کے توڑنے کا ذکر کیا۔ امام نے فرمایا
جاؤ۔ زینب سے اپنی امانت اس کے ہاتھ سے لے لو۔ جب اس نے توڑے لے لئے اور چند موتی زینب کے
سامنے رکھ کر کہا کہ مجھ سے یہ نذر قبول کیجئے۔ میں تمہارے حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہا ہوں۔ اس پردہ نو
کی آواز گریہ بلند ہوئی۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا میں خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں۔ کہ میں نے زینب کو
طلاق دیا۔ اور خدا کو علم ہے۔ کہ میں نے اس سے نکاح اس کے حسن و جمال کی خاطر نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس لئے
کیا تھا کہ وہ اپنے اصلی شوہر پر حلال ہو جائے۔ خداوند اس نیکی کا اجر مجھ کو عطا فرما۔ اور حضرت نے تمام مہر
بھی زینب کو بخش دیا۔ اور واپس نہ لیا۔ حالانکہ عبد اللہ بن سلام نے بالاصرار واپس دینا چاہا۔ اس طرح لقیہ
سے زینب نے خبیث یزید سے محفوظ ہو کر پھر عبد اللہ بن سلام کے سلسلہ نکاح میں آ گئی اور حق بحقدار رسید کی شکل
صادق ہوئی۔ خداوند عالم اہلبیت علیہم السلام کے حق میں ارشاد فرماتا ہے کہ تم تمام کو جنہیں الطیبات طاہر کر دیا ہے
جیسا الطیب طاہر کرنے کا حق ہے۔ جس کے معنی ظاہر ہیں کہ اہلبیت کذب اور مسکرات وغیرہ سے پاک
ہیں۔ اب ناظرین اس شخص یا ان اشخاص کے بارہ میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے۔ جو اہلبیت علیہم
السلام میں سے کسی ایک کو کاذب اور شراب خور قرار دے۔

حضرت علی علیہ السلام سر دربار بغرض اتمام حجت ابوبکر وغیرہ سے فرماتے ہیں۔ خلافت میرا حق
ہے غصب سے باز آؤ۔ میرا حق مجھے دیدو۔ غدیر کے دن جو اقرار کیا تھا۔ اس کا ایفا کرو۔ مگر کسی بھلے
مانس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ آخر آپ مجبوراً دولت خانہ کو تشریف لے آتے ہیں۔ کیا اس
واقعہ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ثلاثہ اور یاران ثلاثہ نے آپ کو اپنے دعوے میں کاذب خیال کیا ہے۔

جناب فاطمۃ الزہرا سرِ دربار اتمام حجت کی غرض سے فدک کی واپسی کا مطالبہ فرماتی ہیں۔ مگر جو
حشر اس دعوے کا حضرت ابوبکر اور عمر کے ہاتھ سے ہوا۔ ظاہر و باہر ہے۔ کیا ابوبکر اور عمر نے جناب سیدہ کو کاذب
نہیں سمجھا۔ حضرت علی پر یہ تہمت لگائی گئی کہ آپ نے ایک دعوت میں شراب پی تھی۔ ان تمام امور کا تذکرہ
بالتفصیل اسی کتاب کے آئندہ صفحات میں ملے گا۔

خدا اور خدا کا رسول تو اہلبیت کو طیب و طاہر کہتے ہیں۔ مگر اہلسنت کے پیر و مرشد ان کو کاذب
اور شراب خور قرار دیتے ہیں۔ اب ناظرین ہی انصاف کریں کہ آیا خداوند عالم اور اس کا رسول حق بجانب ہیں یا علمائے
اہلسنت۔

دوازدہ امام علیہم السلام

مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ پر کئی حدیثیں مرقوم ہیں۔ کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ امر منقضی نہ ہو گا۔ (یعنی دنیا ختم نہ

ہو گی) یہاں تک کہ ان میں بارہ امام گزریں۔ ینابیع المودۃ ص۴۴۶ پر ہے کہ بعض محققین نے کہا ہے کہ وہ احادیث جو آنحضرت کے بعد بارہ اماموں کے ہونے کی خبر دیتی ہیں بہت کثرت سے شہرت پا چکی ہیں۔

روضۃ الاحباب جلد ۳ ص۸۲۵ پر ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ جب آیہ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کا نزول ہوا۔ تو میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم نے خدا اور رسول کو تو جان لیا۔ فرمائیے اولی الامر کون ہیں۔ جنکی اطاعت بعینہ خدا اور رسول کی اطاعت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اولی الامر میرے خلفا ہیں۔ میرے بعد ان میں سے پہلا خلیفہ علیؑ۔ پھر حسنؑ۔ پھر حسینؑ۔ پھر علی بن الحسینؑ۔ پھر محمد ابن علیؑ ہیں۔ جو توریت میں باقر کے نام سے موسوم ہیں قریب ہے کہ اے جابر۔ تم انکو پاؤ۔ پس جس وقت ان سے (باقر سے) ملنا تو ان کو سلام کہنا پھر صادق جعفر بن محمد ہیں۔ پھر موسٰے ابن جعفرؑ۔ پھر علی ابن موسٰےؑ۔ پھر محمد ابن علیؑ۔ پھر علی ابن محمدؑ پھر حسن ابن علی پھر محمد ابن حسن علیہم الصلوٰۃ والسلام یعنی حجت خدا ہیں زمین پر یہ محمد وہ ہیں کہ غالب اور بزرگ خدا انکے ہاتھوں پر مشارق ومغارب زمین کو فتح کریگا۔ اور یہ وہ ہیں جو اپنے شیعوں اور دوستوں سے غائب ہو جائیں گے اور انکی غیبت میں انکی امامت پر صرف وہی شخص قائم رہیگا۔ جسکے دل کی آزمائش خدا نے کرلی ہے ساتھ ایمان کے۔ جابر کہتا ہے۔ کہ یا حضرت امام کی غیبت میں شیعہ امام سے فائدہ اٹھائینگے۔ فرمایا۔ ہاں قسم ہے مجھ کو اس کی جس نے مجھے رسالت پر مبعوث کیا کہ تحقیق شیعہ امام غائب کے نور سے فائدہ حاصل کرینگے اور امام غائب کی ولایت سے نفع حاصل کرینگے جیسے لوگ آفتاب سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ آفتاب پر بادل آجائے۔

ینابیع المودۃ ص۴۴۹ پر مذکورہ دوازدہ خلفا کے نام لکھے ہیں۔ جو آنحضرتؐ نے ایک یہودی کے جواب میں فرمائے۔ شواہد النبوت ملا جامی ص۲۰۱ پر بھی یہی دوازدہ خلفا کے نام لکھے ہیں۔ چنانچہ امام حسن عسکری کی نسبت لکھا ہے۔ حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا۔ امام یازدہم یعنی حسن عسکری گیارہویں امام ہیں علامہ شیخ سلیمان بلخی اپنی کتاب کے ص۲۱۷ پر بقول رسول مقبولؐ کی تفصیل وار دوازدہ خلفا کے اسمائے گرامی لکھتا ہے۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام سے امام آخر الزمان علیہ السلام تک۔

دوازدہ خلفا کی حدیث یحییٰ بن حسن نے کتاب عمدہ میں بیس طریق سے۔ بخاری نے تین طریق سے مسلم نے نو طریق سے۔ ابوداؤد نے تین طریق سے ترمذی نے ایک طریق سے۔ حمیدی نے تین طریق سے روایت کی ہے۔

سماک بن حرب۔ مسروق۔ ابن مسعود۔ جابر۔ سلمان فارسی۔ ابن عباس اور حضرت علیؑ اور اکثر

صحابہ سے اسمائے دوازدہ خلفا مروی ہیں۔

اخبار دول آثار اول مصنفہ ابی العباس احمد بن یوسف دمشقی معروف بہ قرمانی مطبوعہ بغداد ص ۱۱۷ تاریخ خمیس مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۳۲۱ صواعق محرقہ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر ص ۱۲۴ وفات الاعیان ابن خلکان جلد اول مطبوعہ مصر ص ۱۳۵ مطالب السئول کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۹۲ نور الابصار علامہ شبلنجی مصری شافعی مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۵۱ ینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی قندوزی مطبوعہ بمبئی ص ۳۰۹ روضۃ الصفا جلد سوم ص ۲۵ شواہد النبوۃ ملا جامی ص ۱۵۰ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمۃ۔ مناقب شہر آشوب علیہ الرحمۃ کشف الغمہ۔ دمعہ ساکبہ۔ حدیقۃ الشیعہ۔ ترجمہ کشف الغمہ۔ کشاف اصطلاحات الفنون جلد دوم ص ۱۱۶۹ تاریخ تذکرہ سبط ابن جوزی۔ روضۃ الاحباب ص ۱۱۸ ہدایت السعداء ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی ابطال الباطل فضل ابن روزبہان۔ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری در شرح حدیث اثنا عشر خلیفہ کتاب مطالب عالیہ امام رازی ص ۲۴۶ ازالۃ الخفا مقصد اول ص ۶ الیواقیت والجواہر ص ۳۴۹ وغیرہ کتب کثیرہ میں مرقوم ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہونگے۔ جن کا اول علیؑ اور آخر مہدیؑ ہوگا۔ اور آنحضرتؐ نے دوازدہ خلفاؑ کے نام لئے پس میرا آخری بیٹا ظہور فرمائے گا۔ اور خلیفۃ الارض ہوگا۔ اور اس وقت تمام جہان ظلم اور کفر سے پاک ہوگا۔

مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی ذکر مودۃ عاشرہ میں امام شعبی سے بروایت عمرو بن قیس مسروق اور جریر سے بروایت اشعث لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میرے بعد میرے خلفا بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد (بارہ) پر ہوں گے۔

فرائد السمطین میں بحوالہ ینابیع المودۃ ص ۴۴۹ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میرا وصی علی ابن ابیطالب ہے اور اس کے بعد اس کے وصی حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور پھر صلب حسینؑ سے نو اوصیا پیدا ہونگے جن کا آخر محمدؐ مہدی علیہ السلام ہے۔

سورہ آل عمران آیہ نمبر ۵۲ "قال الحواریون نحن انصار اللّٰہ" میں یاد رکھنے کی بات ہے کہ جس طرح حضرت عیسٰے کے حواری بارہ اور بنی اسرائیل کے نقیب بارہ تھے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب بھی بارہ تھے۔

توریت بشارت خشلیہ ترجمہ عربی میں ہے کہ احمدؐ تبسم کرنے والا اور جہاد کرنے والا اونٹ پر سوار ہوگا اور شملہ کو لٹائے گا۔ اور قریب ہے کہ اس سے بارہ بزرگ پیدا ہوں۔ اور میں اس کو ایک عظیم الشان امت کے واسطے "تاخیر کرونگا۔ یعنی کچھ عرصہ کے بعد مبعوث کرونگا۔

علامہ مناوی نے فیض القدیر شرح جامع صغیر میں لکھا ہے کہ شریف سمہودی کہتا ہے۔ کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر زمانہ میں اہلبیت اطہار سے کسی ایسے شخص کا وجود لازم ہو جو قابل تمسک ہو تب ہی تو رسول اللہ کا یہ فرمان درست ہو سکتا ہے۔ جس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ ان حضرات کے ساتھ تمسک کرنا چاہیئے۔ جس سے تم لوگ گمراہی سے بچو۔ جیسا کہ قرآن کی بھی شان ہے کہ وہ ہر وقت موجود ہے۔ اسی لئے آنحضرت نے اہلبیت کے بارہ میں فرمایا۔ کہ وہ حضرات اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ جب وہ تشریف لے جائیں گے۔ تو زمین بھی فناہ ہو جائیگی۔ اس روایت کو احمد بن حنبل اور طبرانی نے بھی لکھا ہے۔ اور نیز ضیاء مختارہ میں بھی ہے۔

تاریخ الخلفاء ص ۱۴۳ پر بروایت ابن عمر رسول اللہ کے بارہ خلفاء کے یہ نام لکھے ہیں۔ ابوبکر بن قحافہ۔ عمر بن خطاب۔ عثمان بن عفان۔ معاویہ۔ یزید۔ سفاح۔ منصور۔ جابر۔ مہدی۔ امین امیر غضب بن کعب۔ آنحضرت کا ارشاد ہے کہ میرے بعد بارہ امام ہونگے جن میں سے پہلے حضرت علی اور بارہویں مہدی ہیں جس کا مطلب صریحاً یہ ہے کہ یہی بارہ اشخاص میرے بعد خلافت کے حقدار ہیں۔ مگر آنحضرت کے بعد خلافت کے جس طریقہ میں جتنے تجربے کئے گئے۔ اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اگر ابوبکر بن قحافہ کو پہلا امام مانا جائے تو چھٹا امام یزید بن معاویہ ماننا پڑتا ہے اور چونکہ یزید کو جمہوریت اور غلبہ کے لحاظ سے ابوبکر پر بہت ترجیح حاصل ہے اس لئے سنیوں کے عقیدے کے مطابق یزید امام اعظم ہے۔ نیز چونکہ بحکم قرآن امام کو نبی پر فوقیت حاصل ہے۔ اس لئے اہلسنت کے نزدیک یزید افضل الانبیاء ہے۔ ماشاء اللہ بہت اچھا عقیدہ ہے اور بہت اچھے مرید ہیں۔ چہرہ اسلام کی آب و تاب انہی کرم گستروں کے دم قدم سے ہے۔

اگر کوئی عیسائی یا ہندو دائرہ اسلام میں داخل ہونا چاہے۔ اور اس فرضی خلافت کے بیہودہ اصولوں سے آگاہی حاصل کرلے۔ تو اس کا یہ نتیجہ ضرور ہوگا۔ کہ وہ الٹے پاؤں اپنے آبائی مذہب کیطرف لوٹ جائے گا یا مزید تحقیقات سے اہلبیت کے سایہ ہما پایہ میں جگہ حاصل کرلے گا۔

فضائل جناب سیدہ علیہا السلام

بحار الانوار (شیعہ احادیث کی ضخیم کتاب ہے) مطبوعہ ایران جلد دہم ص ۴۹ پر ہے کہ محمد بن ہمام راوی ہے کہ ۲۰ جمادی الاخرہ کو جناب سیدہ نے وفات پائی اس وقت حضرت کی عمر اٹھارہ سال کی تھی اور صرف ۹۵ دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد زندہ رہیں۔ معصومہ کو جناب

امیر علیہ السلام نے غسل دیا۔ بجز علیؑ و حسنؑ و حسینؑ و زینبؑ و ام کلثومؑ و فضہ و اسماء بنت عمیس کوئی شریک دفن نہیں ہوا۔ اور نہ ہی شریک جنازہ ہوئے بعد تجہیز و تکفین بقیع میں لے گئے اور روضہ رسولؐ میں لا کر دفن کر دیا گیا۔ صبح جنت البقیع میں چالیس تازہ قبریں (قدرت کے ہاتھ سے) تیار تھیں جن میں کچھ پہچان نہ ہو سکی۔

ینابیع المودۃ علامہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۱۷۳ سطر ۲۳ پر بروایت عائشہ لکھا ہے کہ میں نے پیغمبر صلعم کے سوائے کسی کو بھی جناب فاطمہؑ سے افضل نہ پایا۔

بخاری میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ فاطمہؑ بہشت کی تمام عورتوں کی سردار ہے۔

بخاری مطبوعہ بمبئی فضائل اصحاب النبی باب مناقب فاطمہؑ جلد چہارم ص ۵ سطر ۲۷ اور ترمذی جلد دوم ص ۲۴۵ سطر آخر پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھ کو غضبناک کیا۔

ترمذی مطبوعہ احمدی میرٹھ جلد دوم ص ۲۴۹ سطر ۱۵ پر ہے کہ جب جناب فاطمہؑ رسول اللہ کے پاس تشریف لاتیں۔ تو آنحضرتؐ آپ کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے۔ (کیونکہ آپ گیارہ اماموں کی والدہ محترمہ ہیں) اور آپ کی پیشانی کو چوم کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ یعنی آنحضرتؐ آپ سے فروتر مقام پر بیٹھتے۔

فتح الباری شرح بخاری ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جس شخص سے فاطمہؑ کو قلق ہو۔ یعنی جس پر فاطمہؑ ناراض ہو۔ اس سے مجھے بھی قلق ہوتا ہے۔

صواعق محرقہ ابن حجر مقصد ثالث فضائل اہلبیت میں ہے کہ ابوسعید نے کتاب شرف النبوہ میں اور حافظ ابن مثنیٰ نے معجم میں روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ اے فاطمہؑ بہ تحقیق خدا غضبناک ہوتا ہے تیرے غضبناک ہونے سے اور راضی ہوتا ہے تیرے راضی ہونے سے۔

کنز العمال ملا علی متقی کتاب الفضائل۔ مستدرک حاکم۔ اصابہ ذکر فاطمہؑ کنز العمال باب پنجم فصل ثانی۔ فضائل اہلبیت حرف فاء مفتاح النجا مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشانی فصل الرابع فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہا من الباب الرابع ذکر سیدۃ النساء فاطمہ۔ اسد الغابہ۔ ذکر فاطمہؑ مسند ابو یعلیٰ معجم کبیر طبرانی۔

فضائل الصحابہ ابو نعیم۔ ریاض الزہرہ عبداللہ بن محمد مطری فی فضائل اہلبیت نبی و عترت الطاہرہ بہ سند (۱۳۲) احادیث۔ شرف النبوۃ ابو سعد۔ کتاب معجم ابن مثنیٰ۔ کتاب العقد النبوی والسر المصطفوی شیخ ابن عبداللہ بن عبدروس باعلوی۔ کتاب المناقب ابن مغازلی۔ مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق دہلوی مطبوعہ فخر المطابع ذکر حضرت فاطمہؑ ص ۵۲۳ مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی مودۃ ثالثہ عشر۔ ذخائر العقبیٰ

محب طبری باب مالح۔ فتح الباری ابن حجر کتاب النکاح باب ذب الرجل عن ابنتہ وغیرہ صدہا کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ فاطمہؑ کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے۔

قسطلانی جلد ششم ص۹۸ باب مناقب فاطمہؑ میں ہے کہ قلوا تحریم ایذائہ صلی اللہ علیہ وسلم بکل حال وعلی کل وجہ وان تولد الایذاء مما اصلہ مباح" یعنی محدثین کا قول ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی ایذا حرام ہے ہر حال اور ہر وجہ پر۔ خواہ وہ ایذا کسی ایسے امر سے ہو جو اصل میں مباح ہو۔ ناظرین یہ قول بالا قسطلانی نے حدیث "من اغضبہا اغضبنی ویؤذینی ما اذاہا" کے تحت میں لکھا ہے۔

بخاری کتاب مناقب۔ مسلم کتاب الفضائل۔ نسائی۔ کتاب مناقب۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ شفا قاضی عیاض میں مرقوم ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جو مجھے غضبناک کرے۔ وہ اللہ کو غضبناک کرتا ہے

جناب فاطمہؑ کا اپنا ارشاد ہے۔

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا

ترجمہ۔ جو شخص قبر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سونگھے۔ وہ تمام عمر کسی خوشبو کو نہ سونگھے مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ وہ دنوں پر پڑتیں تو رات ہو جاتے۔

مدارج النبوۃ ص۱۹۲ پر ہے کہ آنحضرت نے ایک احسن اور طیب بہشتی درخت کا پھل کھایا اور حضرت خدیجہؑ سے مقاربت کی اور حضرت خدیجہؑ جناب سیدہ سے باردار ہوئیں۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ششم ص۱۹۲ پر ہے کہ آنحضرت نے ایک احسن اور طیب ثمرہ (مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان کی تفسیر میں لکھا ہے کہ علامہ ابن مردویہ ابن عباس اور انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ دو نو دریا علیؑ اور فاطمہؑ ہیں۔ اور برزخ بعد حد فاصل ہیں موتی اور مونگے حسنینؑ ہیں

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ششم ص۳۶۱ سطر ۱۳ پر سورہ والضحیٰ آیہ "ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عسکری نے مواعظ میں اور ابن مردویہ اور ابن آل اور ابن النجار نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت فاطمہؑ چکی پیس رہی تھیں اور بدن پر اونٹ کے جھول کی چادر تھی۔ تو حضرت کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

صواعق محرقہ ابن حجر مکی مطبوعہ بہیہ مصر ص۱۴۱ سطر ۱۴ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ فاطمہؑ انسانی حور ہے۔ جو حیض اور نفاس سے پاک ہے (بتول) اسی لئے اس کا نام فاطمہؑ ہے۔ خدا نے

اس کو اور اسکے محبوں کو دوزخ کی آگ سے جدا رکھا ہے۔

ینابیع المودۃ امام شیخ سلیمان قندوزی حنفی لکھتا ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ بروز قیامت بطنان عرش سے منادی ندا کریگا۔ کہ اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو۔ کہ سیدالانبیا کی لڑکی جناب فاطمہؑ حسینؑ کا خون آلودہ کرتہ لے کر گزر جائیں۔ پس وہ عرش کو پکڑ کر فرمائیں گی۔ خدایا تو جبار و عادل ہے۔ میرے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ کر۔ جس نے میرے فرزند کو قتل کیا۔ پس خدا کی قسم خدا میری بیٹی کی مرضی کے موافق حکم دیگا۔ پھر فاطمہؑ فرمائیں گی۔ کہ خدایا جو شخص میرے حسینؑ کی مصیبت پر رویا ہے اس کے لیے میری شفاعت قبول کر۔ پس خدا شفاعت منظور فرمائیگا۔

ارجح المطالب ص ۲۹۳ پر ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ اگر علی پیدا نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کفو و ہمسر کوئی نہ ہوتا۔ اور ص ۲۹۹ پر ہے کہ میں نے فاطمہؑ کا عقد علیؑ سے بحکم خدا کیا ہے۔ اور ص ۲۹۹ پر ہے۔ کہ تزویج فاطمہؑ پر خدا نے چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ بنایا۔ اور طوبےٰ کو حکم دیا گیا کہ فرشتوں پر موتی اور یاقوت نچھاور کریں۔ اور ص ۲۹۰ پر ہے کہ میری بیٹی فاطمہؑ انسان کی صورت میں حور ہے۔ اور وہ حیض و نفاس سے پاک ہے۔ ملا معین کاشفی نے معارج النبوۃ باب دوم فصل اول واقعہ ششم ذیل تفسیر تلقی لکھا ہے آدم نے بہشت میں ایک قصر یاقوت دیکھا جسکے کنگرے زمرد اخضر کے تھے۔ اس میں ایک قبہ نور تھا اور وہاں ایک تخت پر دختر انور دیکھی جس کے سر پر تاج اور گلے میں گلوبند اور کانوں میں دو گوشوارے ایک سرخ دوسرا سبز دیکھے۔ آدم نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہے کہا یہ حضرت فاطمہ ہے اور تاج اسکا باپ محمدؐ گلوبند اسکا شوہر علیؑ اور دو گوشوارے حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ پس جب آدمؑ زمین پر گئے تو آپ نے انہی ناموں کے توسل سے دعا کی۔ جو قبول ہوئی۔

جناب فاطمۃ الزہرا کے محامد و محاسن کو احاطہ تحریر و تقریر میں لانا ناممکن ہے۔ جو نورانی ہستی حضرت مریمؑ سے افضل ہو۔ جسکا غضب اور غصہ خدا اور رسولؐ کا غضب اور غصہ ہو۔ جسکے استقبال کو آنحضرتؐ سرو قد کھڑے ہو جایا کریں۔ جو حضرت علی علیہ السلام کی زوجہ ہو۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام کی والدہ محترمہ ہو اور جسکے پاک نام کے توسل سے انبیا کی توبہ قبول ہو۔ اسکو ایذا دینے والے۔ اسکو اپنے دعوی میں کاذب قرار دینے والے اسکے پہلوئے اقدس پر دروازہ گرانے والے اور اسکو نان جویں کا محتاج بنانے والے اشخاص کس خدا اور کس رسولؐ کے سامنے بروز حشر پیش ہونگے اگر دین اسلام سچا ہے۔ اور قیامت حق ہے تو ایسے اشخاص کو یقیناً سخت عذاب میں ڈالا جائیگا۔

جناب فاطمہؑ کی اس حد تک بے حرمتی کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ یہ ظالم آنحضرت کو فرستادہ حق نہ مانتے تھے۔ ورنہ آستانۂ زہراؑ کی خاک کو سرمۂ چشم بناتے اور ان کے حقوق کو پامال نہ کرتے۔

کفر در دل بر زبان اللہ اکبر داشتن
آلِ احمد کشتن و دینِ پیمبر داشتن
ایں مرا باور نمے آید زروئے اعتقاد
حق زہرا خوردن و ہم حب حیدر داشتن

امام مہدی علیہ السلام

صواعق محرقہ ص۹۹ پر ہے کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ کہ اگر دنیا سے صرف ایک ہی روز باقی رہے۔ تو بھی خداوند عالم ہماری عترت سے ایک شخص کو مبعوث کریگا۔ جو زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دیگا۔ جیسا کہ وہ ظلم و جور سے مملو ہو گی ۔

صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۹۹ پر ہے (یہ کتاب شیعیان علیؑ کی تردید میں لکھی گئی تھی۔ مگر کہیں کہیں حق زبان پر جاری ہو گیا ہے) کہ حدیثیں اس بارہ میں متواتر ہیں۔ اور بسبب کثرت روایات مستفیض ہیں۔ کہ آنحضرت نے فرمایا کہ امام مہدی ہماری اہلبیت میں سے ہونگے (مقام انصاف ہے کہ مرزا غلام احمد کس طرح مہدی بن بیٹھا۔ حالانکہ اس کی ماں کا نام چراغ بی بی تھا۔ اور باپ کا نام غلام مرتضےٰ ذات سے مغل کہا جاتا ہے۔ چراغ بی بی کی ذات اس کے نام سے ظاہر ہے۔ جو سات برس تک امامت کرینگے اور پھر بحکم خدا غائب ہو جائیں گے۔ اور وقت مقررہ پر ظہور فرمائیں گے۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینگے۔ ان کیساتھ حضرت عیسٰیؑ بھی آئینگے۔ جو قتل دجال میں اعانت کرینگے۔ حضرت مہدی اس امت محمدؐ کے امام ہونگے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام انکے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ناظرین! امام مہدی کا خلیفۃ الارض ہونا اور حضرت عیسٰی کا ماموم ہونا وامر بالبداہت ثابت کرتے ہیں کہ آئمہ معصومین ہی صرف نائب رسولؐ ہو سکتے ہیں۔ اور نیز آئمہ معصومین تمام انبیائے ماسبق سے بجز رسول مقبولؐ افضل ہیں۔ مرزا کے مکمل سوانح حیات اور تمام ہتھکنڈوں کو میں نے ایک دوسری تصنیف "آئینہ مرزائیت" میں جمع کر دیا ہے۔

صواعق محرقہ ص۹۹ پر مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ بیہقی۔ احمد اور ترمذی کی روایات درج ہیں۔ جنکا حاصل مطلب یہی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ اگر دنیا میں سے ایک دن بھی باقی رہ جائیگا۔ تو خدا ایک شخص کو مبعوث کریگا۔ جو ہماری عترت سے ہوگا۔ اور جس کا نام ہمارے ہم نام ہوگا۔ اور اس کے باپ کا نام ہمارے باپ کے ہمنام ہوگا۔ اور ان کے امور کی اصلاح خداوند عالم ایک رات میں کریگا ۔

صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی ص۹۶ پر ہے کہ مقاتل بن سلیمان اور دیگر مفسرین کا اتفاق ہے کہ قول خدا وانہ لعلم للساعۃ امام مہدی کے بارہ میں ہے۔ اور اس بارہ میں بھی احادیث تصریح کرتی ہیں۔ کہ امام مہدی اہلبیت رسول اللہ سے ہونگے۔

علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اور صباغی نے فصول المہمہ میں اور سیوطی نے در منثور میں روایت کی ہے کہ سورہ الزخرف آیہ نمبر ۶۰ وانہ لعلم للساعۃ سے مراد زمانہ آخر الزمانؑ ہے۔

صواعق محرقہ ص۱۲۴ پر ہے کہ ابوالقاسم محمد مہدی کی عمر ان کے پدر عالی قدر کے وقت پانچ برس تھی (بعض روایتوں میں نو برس بھی لکھا ہے) مگر خدا نے اسی عمر میں حضرت کو حکمت عطا کی اور وہ قائم منتظر ہیں۔

مطالب السئول علامہ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ شافعی مطبوعہ لکھنؤ ص۳۰۰ پر ہے کہ اب رہا یہ امر کہ حضرت (امام مہدی) کی عمر کیا ہوگی۔ آپ کی ولادت معتمد باللہ عباسی کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔ اور حضرت بوجہ خوف اعداء اس وقت تک مخفی (زندہ اور غائب) ہیں۔ تحقیقات عمر مشکل ہے۔ کیونکہ جو شخص غائب ہو جاتا ہے۔ اور اس کی خبر معلوم نہیں ہوتی (آنحضرت نے سینکڑوں اشخاص کو اپنے دیدار فرحت آثار اور مکالمہ سے مشرف فرمایا ہے) اس پر کسی طرح قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور نہ مقدار عمر بتائی جا سکتی ہے۔ اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس کی عمر ختم ہو گئی۔ کیونکہ قدرت خدا وسیع ہے۔ اور اسکا حلم اور الطاف بندوں پر عظیم ہے۔

سورہ توبہ آیہ نمبر ۳۳ لیظہرہ علی الدین کلہ کی تفسیر میں صاحب فصول مہمہ بروایت سعید بن جبیر لکھتا ہے۔ کہ آیت سے مراد امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ جو اولاد فاطمہؑ سے ہونگے۔ اور اسی کی موید وہ روایت ہے جو تفسیر کبیر اور در منثور میں سعید ابن منصور اور ابن منذر اور بیہقی نے اپنے اپنے سنن میں جابر سے اور عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ یہ اس وقت ہوگا۔ جب اسلام کے سوائے (تمام روئے زمین پر) کوئی مذہب نہ رہیگا۔ اور حضرت عیسےٰ نزول فرمائینگے۔ ملاحظہ ہو تفسیر در منثور جلد ۳ ص۲۳۱ سطر ۲-۱ اور سطر ۳۔

فصول مہمہ صباغی میں بروایت امام صادق لکھا ہے کہ سورہ ہود آیہ نمبر ۸۵ بقیت اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین، امام آخر الزمانؑ کی شان میں ہے۔ اور جب آپ ظہور فرمائینگے۔ تو دیوار خانہ کعبہ پر سہارا دیکر کھڑے ہونگے۔ اور انکے پاس تین سو تیرہ (۳۱۳) خالص مومن جمع ہونگے۔ اور آپ آیہ بالا کی تلاوت فرمائینگے۔ اور کہیں گے کہ میں بقیۂ خدا اور خلیفہ اور حجت ہوں پھر لوگ حضرت کو بقیۃ اللہ سے خطاب کرینگے۔

سورہ حجر آیہ نمبر ۳۷ میں قال فانک من المنظرین سے مراد بقول معصومین رجعت امام کا وقت ہے

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد چہارم ص۱۹۳ سطر ۵ پر سورہ بنی اسرائیل آیہ نمبر ۷۱ یوم ندعوا کل اناس

با مامہ بھی کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ ابن مردویہ نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ اس آیہ کے حکم کے بموجب ہر ایک قوم کو بروز قیامت اپنے زمانہ کے امام اور اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کے ساتھ بلایا جائیگا۔ ناظرین! چونکہ ہر ایک زمانہ کے امام کی بھی شرط ہے۔ پس روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ امام مہدی بصورت غیبت بھی ہمارے امام ہیں۔

سورہ کہف آیہ نمبر ۲۴۔ ولبثوا فی کہفھم ثلاث مائۃ سنین " کے بارہ میں اللہ کا ارشاد ہے۔ کہ اصحاب کہف امام آخر الزمان کے عہد خلافت میں جناب رحضرت کا ساتھ دینگے۔

سورہ مومن آیہ نمبر ۱ قالو ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین " سے مراد زمانہ رجعت ہے۔

سورہ مومن آیہ نمبر ۵۰ انا لننصر رسلنا والذین امنو فی الحیوۃ الدنیا " سے مراد بقول معصومین زمانہ رجعت ہے۔

شیخ کامل عبدالوہاب شعرانی نے یواقیت وجواہر میں ملا علی اکبر بن اسد اللہ مودودی نے حاشیہ نفحات الانس میں۔ علامہ زمان ملا نور الدین عبدالرحمن بن احمد بن قوام الدین محمد الاشتی الجامی نے اپنی کتاب میں (ینابیع المودۃ مطبوعہ مصر ص ۴۷۲ از نفحات الانس ملا جامی) محمد بن محمد بن محمود الحافظی المعروف بہ خواجہ پارسا نے فصل الخطاب میں (ینابیع المودۃ ص ۳۸۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رسالہ مناقب واحوال آئمہ اطہار (استقصاء ص ۱۰۹) عالم جلیل و مورخ کامل جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں عالم بے عدیل ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی نے کفایت الطالب میں (استقصاء ص ۱۰۹) علامہ سید ابن جوزی نے کتاب التذکرہ مطبوعہ ایران میں (استقصاء ص ۱۰۰) علامہ شیخ نور الدین صباغ مالکی نے فصول مہمہ میں۔ عالم عامل و محدث کامل کمال الدین بن طلحہ مفتی شافعی نے مطالب السؤل میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کتاب مسلسلات المشہور بہ فضل مبین میں (استقصاء ص ۱۱۰) شیخ و عارف کامل محی الدین عربی نے فتوحات مکیہ میں۔ شیخ محدث فقیہ علامہ محمد بن ابراہیم جوینی حموینی نے فرائد السمطین میں (ینابیع المودۃ ص ۴۷۱) شیخ عطار نیشاپوری نے مظہر الصفات میں (ینابیع المودۃ ص ۴۷۲) شیخ کبیر شمس الدین تبریزی نے (ینابیع ص ۴۷۲) عارف کامل جلال الدین رومی نے دیوان کبیر میں سید نعمت اللہ الولی نے (ینابیع ص ۴۷۲) سید نسیمی نے (ینابیع ص ۴۷۲) شیخ الشیوخ سعد الدین حموی نے (ینابیع ص ۴۷۵) شیخ حسن عراقی نے (اسعاف الراغبین ص ۱۰۱ برحاشیہ نور الابصار) شبلنجی مطبوعہ مصر شیخ محترم علی خواص نے (اسعاف الراغبین ص ۱۰۷ برحاشیہ نور الابصار) شیخ سلیمان قندوزی حنفی بلخی نے ینابیع المودۃ مطبوعہ مصر میں علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص ۸۹ پر فاضل روز بہان نے ابطال الباطل میں

علامہ ابن الوردی نے اپنی تاریخ میں (نور الابصار مطبوعہ مصر ص ۱۴۶) سید شریف سمہودی نے (شرح مواہب لدنیہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف الازہری الزرقانی) میں لکھا ہے۔ کہ امام مہدی بن حسن عسکریؑ کا اس وقت خروج ہوگا جب اضمحلال شریعت شروع ہو جائیگا۔ اور حضرت اس وقت زندہ اور باقی ہیں۔ یہاں تک کہ عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ مجتمع ہوں۔

لواقح الانوار علامہ شعرانی جس کی تعریف و توصیف منتہی الکلام و ازالۃ الخفا میں بے حد کی گئی اس میں ہے کہ شیخ حسن عراقی کہتا ہے کہ میں جامع مسجد بنی امیہ میں داخل ہوا۔ وہاں ایک شخص کرسی پر بیٹھا ہوا ذکر مہدی کر رہا تھا۔ اس دن سے میں بھی ملاقات امام مہدی کی دعا کرتا رہا۔ سال بھر کے بعد ایک شخص نے میرے شانہ پہ ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا۔ میں ہوں مہدیؑ۔ جس کی ملاقات کا تو طالب ہے میں نے ان کے دست مبارک پر بوسہ دیا۔ اور آپ میرے ہاں سات روز مہمان رہے اور مجھے پند و وعظ فرمایا۔ اور فرمایا کہ اس وقت میری عمر چھ سو بیس (۶۲۰) سال ہے۔

ینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی قندوزی نے باب ۸۳ صرف اسی بیان میں لکھا ہے کہ حضرت مہدیؑ موعود نے زمانہ غیبت کبریٰ میں کس کس سے ملاقات کی۔ یہاں مجملاً لکھتا ہے۔

(الف) ابی عبداللہ صالح کہتے ہیں۔ ہم نے حضرت مہدیؑ کو حجر اسود کے پاس دیکھا۔ جب کہ لوگ ہجوم کر رہے تھے۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ اس طرح حکم نہیں دیا گیا ہے۔

(ب) خانم سندی سے حضرت کی ملاقات ہوئی۔

(ج) محمد بن شاذان کابلی نے حضرتؑ کو دیکھا ہے۔

(د) محمد بن عثمان عمری کہتے ہیں۔ ہم نے حضرت کو خانہ کعبہ کے پاس دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں۔ خداوندا جو تو نے وعدہ کیا ہے۔ اس کو پورا کر۔ پھر پردہ خانہ کعبہ سے آپ کو آویزاں دیکھا کہ آپ دعا اور مناجات کرتے ہیں۔

(ہ) ظریف ابو نصر کہتے ہیں کہ ہم خدمت میں حضرتؑ کی حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں خاتم اوصیا ہوں۔ اور میرے ہی سبب سے بلائے اہل ارض دفع ہوتی ہے۔

(و) عبداللہ سوری کہتے ہیں کہ ہم بستان بنی ہاشم میں داخل ہوئے دیکھا کہ ایک جوان بیٹھا ہوا ہے۔ جو اپنے منہ پر آستین رکھے ہوئے ہے پوچھا یہ کون ہے تو کہا کہ حضرت صاحب الامر ہیں۔ اور آپ اپنے والد ماجد کی صورت پر تھے۔

(ز) محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے بارہ آدمیوں کے نام لکھے ہیں جو وکلا سے تھے۔ اور ۵۳ آدمی غیر

وکلاء سے جنہوں نے حضرت کو دیکھا۔

(ح) حسن بن وجناء نصیبی کہتے ہیں کہ ہم ۵۴ مرتبہ حج کر چکے اور ہر دفعہ اس کی دعا کرتے تھے۔ کہ صاحب الزمانؑ کو دیکھیں۔ ۵۴ حج میں ایک جاریہ نے ہم سے کہا۔ اے حسن۔ اٹھ۔ ہم اس کے ساتھ مکان حضرت خدیجہؑ تک گئے (مکہ میں) دروازہ پر جب کھڑے ہوئے۔ تو خود حضرت صاحب الزمانؑ نے فرمایا۔ اے حسن۔ ہم تیرے ہر حج میں ساتھ تھے۔ اب مکان امام جعفر صادقؑ میں قیام کر۔ تجھے نہ کھانے کی فکر ہوگی۔ نہ کپڑے کی اور ایک دعا تعلیم فرمائی۔ اور کہا یہ دعا کیا کر۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس روز سے وہیں قیام کیا۔ بوقت افطار کھانا اور پانی ملتا اور جاڑہ میں سرمائی لباس اور گرمی میں مناسب کپڑا ملا کرتا۔

(ط) علی بن احمد کوفی ازدی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم طواف کر رہے تھے۔ کہ ایک جوان خوش جمال طیب الرائحہ کو ہم نے ہمکلام پایا پوچھا۔ کہ آپ کون ہیں فرمایا۔ کہ میں صاحب الزمان ہوں۔ اور وہ قائم ہوں۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ اور زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔ اور لوگ زمانہ فترہ میں نہیں رہ سکتے۔ یہ امانت ہے جسکو غیر پہ ظاہر نہ کرنا اس کے اپنا عصا اٹھا دیا۔ دیکھا کہ وہ پارہ طلا ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ وہ حضرت ایک روز ہر سال ظاہر ہوتے ہیں اور اپنے خواص سے بات چیت کرتے ہیں۔

(ی) راشد ہمدانی بیان کرتے ہیں کہ ہم حج سے پھرے تو راہ گم کر گئے۔ اور ایک ایسے وادی آباد میں پہنچے جو نہایت سرسبز تھا۔ اور زمین وہاں کی معطر تھی۔ ایک خیمہ دیکھا۔ جس کے سامنے دو خادم کھڑے تھے۔ ایک ان میں سے خیمہ میں گیا۔ اور پھر باہر نکلا۔ اور ہم کو اس خیمہ میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ دیکھا کہ ایک جوان بیٹھا ہے۔ اور اس کے سر پر ایک طویل سیف معلق ہے۔ ہم نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ اور فرمایا۔ میں وہی قائم ہوں۔ جو آخر زمان میں ظاہر ہونگا۔ اسی سیف کیساتھ تمام زمین کو عدل و انصاف سے بھروں گا۔ میں زمین پر گر پڑا۔ فرمایا۔ سوائے خدا کے اور کسی کو سجدہ نہ کر سر اٹھا تیرا نام راشد ہے۔ اور تو ہمدان کا رہنے والا ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ اپنے گھر واپس جائے میں نے کہا ہاں۔ حضرت نے ایک صرہ عنایت کیا۔ اور اس خادم سے اشارہ کیا۔ وہ میرے ساتھ چند قدم چلا تھا۔ کہ کہا۔ دیکھ یہ اسد آباد ہے۔ جلد جا اے راشد۔ اب جو پھر کر دیکھتا ہوں تو وہ خادم غائب ہے۔ ہم اسد آباد پہنچے۔ اس صرہ میں پچاس اشرفیاں تھیں جبتک وہ اشرفیاں ہمارے پاس رہیں ہم ہر طرح خوش حال رہے۔

ابو نعیم انصاری بیان کرتا ہے۔ کہ ۶ ذوالحجہ سنہ ۲۹۳ھ میں مسجد الحرام میں ایک جوان کو دیکھا جس کی تعظیم کے لئے ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ بیٹھ گیا۔ اور کہا تم جانتے ہو۔ جناب امام جعفر صادق دعا میں کیا فرماتے تھے۔ میں نے اس دعا کو پڑھا۔ دوسرے روز اس جوان نے پوچھا تم جانتے ہو جناب امیر کون سی دعا پڑھتے تھے۔ میں نے اس دعا کو پڑھا۔ پھر پوچھا کہ حضرت سجدہ شکر میں کون سی دعا پڑھا کرتے تھے۔ میں نے اس کو بھی پڑھا پھر تیسرے روز اسی وقت تشریف لائے اور پوچھا کہ تم جانتے ہو۔ کہ امام زین العابدین کونسی دعا پڑھتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے محمد بن قاسم علوی کیطرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ کہ تو خیر پر ہے۔ اے محمد بن قاسم۔ وہ حضرت صاحب الزمان کو طلب کیا کرتا تھا۔ اس بعد آپ تشریف لے گئے۔

ابراہیم بن جعفر بارہ وازی کہتے ہیں کہ ہم حضرت کے اشتیاق میں مکہ اور مدینہ گئے۔ ایک روز طواف کر رہے تھے۔ کہ ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس سے ہم نے اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ تو ہم کو وہاں سے طائف لے گیا۔ میدان میں ایک خیمہ پایا۔ جس کی روشنی سے تمام میدان نورانی ہو رہا تھا۔ اس خیمہ میں حضرت سے ملاقات ہوئی۔ اور آپ نے میرا نام لیکر مجھ سے خطاب فرمایا۔ کہ دیکھ یہ مجلس امانت ہے۔ ہم وہاں تھوڑی دیر رہے اور حضرت سے استفادہ کرتے رہے۔ اس بعد آپ نے واپسی کی اجازت دی۔ میرے پاس پچاس ہزار درہم سے کچھ زیادہ مال تھا۔ میں نے عرض کیا اس کو قبول فرمایئے آپ نے تبسم فرمایا۔ اور کہا اے ابو اسحاق۔ اس کو اپنے زادِ راہ میں خرچ کر اور اس سے رنجیدہ نہ ہو کہ ہم نے تیرا مال قبول نہیں کیا۔ پھر دعائیں دیکر حضرت نے ہم کو رخصت کیا۔ خلق اس کو کہتے ہیں۔ نہ کہ وہ خلق ہے۔ جو حضرات ثلاثہ سے دوران خلافت میں اکثر اوقات معرض ظہور میں آیا۔

الیواقیت و الجواہر صفحہ ۲۹۹ پر ہے کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے کتاب انوار قدسیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ کا بیان ہے کہ ہم نے امام مہدی علیہ السلام کی بیعت کی ہے۔ دمشق شام میں اور ہم آپ کے پاس سات روز تک رہے ہیں۔

رحلہ ابن بطوطہ جلد دوم صفحہ ۱۶۴ پر ہے کہ جب ہم چین کلاں میں وارد ہوئے تو سنا کہ وہاں ایک شیخ کبیر ہے جو دو سو سال سے زیادہ عمر کا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ بات کرتا ہے اور نہ کوئی عورت رکھتا ہے۔ حالانکہ پوری قوت رکھتا ہے اور وہ ایک غار میں رہتا ہے ہم غار کی طرف گئے۔ اور اس کو دیکھا کہ لاغر ہے سرخی اس پر غالب ہے۔ آثار عبادت نمایاں ہیں۔ اور چہرہ بلا ریش ہے۔ کچھ عرصہ اس کی اور ہماری گفتگو ہوئی اور وہ غار میں داخل ہو گیا۔ ہم بھی ہجوم کر کے غار میں داخل ہوئے۔ اور بہت تلاش کیا۔ مگر نشان تک نہ پایا۔ بالآخر ایک اور شخص اسی غار میں ملا۔ جس نے ہم سے کہا کہ اب چلے جاؤ۔ وہ شخص تم سے

کبھی نہ ملے گا۔ وہ اب تم سے غائب ہو چکا ہے اور حاضر بھی ہے۔ ہم نے یہ واقعہ قاضی اور شیخ الاسلام اور اوحد الدین بخاری سے بیان کیا۔ تو انہوں نے کہا اس کی یہی عادت ہے۔ اور جو بعد میں تم دوسرا شخص اسی غار میں ملا ہے اور جس نے کہا ہے کہ وہ شخص اب تم کو کبھی نہیں ملے گا وہ خود ہی وہی بزرگ تھا۔ جو پہلے غائب ہوا تھا۔ مقام غور ہے کہ سنی لوگ ایک معمولی عابد کو غائب اور زندہ بلا خورد و نوش اور صاحب کرامت مان لیتے ہیں۔ مگر امام مہدی علیہ السلام کو ایسا ماننے میں ہزار نخرے کرتے ہیں۔

کشاف اصطلاحات الفنون جلد اول صـ ۱۳۶ پر ہے کہ ابدال جہاں چاہیں (مثلاً ہندوستان سے امریکہ کو) آن واحد میں چلے جاتے ہیں۔ اور جس انسان کی شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ بلکہ ایک ہی شکل میں کئی جگہ موجود ہوتے ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم قمی مطبوعہ ایران میں زیر آیہ "سئل سائل بعذاب واقع" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک آگ مغرب سے نکلے گی۔ اور اس آگ کو فرشتے پیچھے سے ہانکیں گے۔ یہاں تک کہ بنی سعد بن ہمام کے گھر کے پاس پہنچ جائیگی۔ اور کسی بنی امیہ کے گھر کو بغیر جلائے نہ چھوڑے گی۔ نہ گھر کے باشندوں کو اور نہ گھر کو جس میں آل محمد کا حق ہوگا۔ اور یہی امام مہدی علیہ السلام ہونگے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم میری عترت سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جو تمام زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ وہ امام ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰؑ ماموم ہونگے۔ یعنی یہ امامؑ اور حضرت عیسیٰؑ دو علیحدہ اشخاص ہونگے۔ یہ امام ظہور کی ساعت تک نگاہ خلق سے اس طرح پنہاں رہیگا جسطرح آفتاب بادلوں کے پیچھے پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس امامؑ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی حسنؑ عسکری اور اس کا اپنا پاک نام محمدؐ ہوگا اور اس کے زمانہ غیبت میں ہزارہا اشخاص اس سے مستفیض ہونگے۔

مباہلہ نجران

نجران کے معزز نصارے کی ایک جماعت بہ سرکردگی عاقب وعبد المسیح والوحارثہ بتاریخ ۲۴ ذوالحجہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں گفتگو کرنے کیلئے حاضر ہوئی جب اس جماعت کو باوجود براہین قاطعہ کے بھی نور ایمان نصیب نہ ہوا۔ تو حضرت جبرئیلؑ علیہ السلام سورہ آل عمران آیہ نمبر ۶۱ آیہ مباہلہ لے کر نازل ہوئے۔

فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنة اللہ علی الکاذبین یعنی اے محمدؐ ان سے کہہ دو۔ کہ آؤ (میدان میں) ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ تم اپنے

بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں۔ تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی جانوں کو بلائیں۔ تم اپنی جانوں کو بلاؤ۔ پھر مباہلہ کریں۔ اور کاذبوں پر لعنت کریں۔

چنانچہ طرفین کے معاہدے کے بموجب آنحضرت نے ۲۴۔ ذوالحجہ کی صبح کو امام حسن علیہ السلام کا تو ہاتھ پکڑ لیا۔ اور امام حسین علیہ السلام کو گود میں اٹھا لیا۔ اور جناب سیدہ آنحضرتؐ کے پیچھے ہوئیں۔ اور حضرت امیر علیہ السلام انکے پیچھے۔ جب مقام مباہلہ پر پہنچ کر پانچوں حضرات بیٹھ گئے۔ تو نصاریٰ نے خوفزدہ ہو کر اس شرط پر آنحضرتؐ سے صلح کر لی۔ کہ ہم ہر سال آپؐ کی خدمت میں دو ہزار حلے بھیجا کریں گے اور ہر ایک حلے کی قیمت دو ہزار درہم ہوگی۔ اور اگر آنحضرتؐ سے کوئی بر سر پیکار ہو جائے تو ہم تیس زرہ اور تیس نیزے اور تیس گھوڑے عاریتاً دیا کریں گے۔

تفسیر کبیر امام رازی جلد اول صفحہ ۴۰۹ پر بروایت امام شعبی لکھا ہے۔ کہ یحییٰ ابن یعمر فقیہ خراسان پابہ زنجیر حجاج کے دربار میں لایا گیا۔ حجاج نے کہا۔ کیا تمہارا گمان ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ ذریت رسولؐ سے ہیں۔ یحییٰ نے کہا۔ بیشک وہ دونوں صاحبزادے ذریت رسولؐ سے ہیں۔ اور پھر یحییٰ نے ندع ابنائنا کو دانستہ ترک کر کے سورہ انعام سے ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داود وسلیمان تا علیٰ پڑھا یحییٰ نے حجاج سے پوچھا۔ حضرت عیسیٰ کا باپ کون تھا۔ حالانکہ وہ بہ حکم قرآن ذریت نوحؑ میں داخل ہے حجاج شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی جلد دوم صفحہ ۴۷۱ اور تفسیر ابو سعود بر حاشیہ تفسیر کبیر صفحہ ۶۹۸ پر ہے کہ بروز مباہلہ آنحضرتؐ اپنے ہمراہ علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کو لے گئے۔

تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۱۶۳ پر ہے کہ ابنائنا سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ اور نسائنا سے مراد جناب سیدہ ہیں اور انفسنا سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

تفسیر نیشاپوری جلد سوم صفحہ ۲۰۶ پر ہے کہ عائشہ کہتی ہے کہ جب آنحضرتؐ باہر نکلے تو اپنی عبا کے نیچے امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جناب امیرؑ اور جناب فاطمہؑ کو داخل کیا۔

جامع مسلم ترمذی اور ابن منذر اور بیہقی نے اپنے سنن میں سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا (اور خدا کی درگاہ میں ہاتھ اٹھائے) اور فرمایا۔ خداوندا یہی میرے اہلبیت ہیں (اور کوئی نہیں ہے) ناظرین یوم مباہلہ کی صبح کو آنحضرتؐ کے در دولت پر اصحاب رسولؐ کا مجمع کثیر جمع تھا۔ اور امیدوں میں تھے کہ آنحضرتؐ ہم میں سے کن کن کو منتخب فرما کر شرف ہمراہی بخشتے ہیں۔ مگر "ایں سعادت بزور بازو نیست" آخرہ اور بارگاہ صمدی کی جنت رہی کے نام پر نکلا اور تمام منہ دیکھتے رہ گئے۔ اور جب نجران کے نصاریٰ سے مصالحت قرار پا چکی تو آنحضرتؐ

نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ مباہلہ پر قائم رہتے۔ یعنی ہم آپس میں ایک دوسرے پر لعنت کرتے اور کاذب کے لیے طالب غضب خدا ہوتے۔ تو خدا اس نصاریٰ کی جماعت کو بندر اور سور کی شکلوں میں مسخ کر دیتا اور یہ میدان مباہلہ ان کے لیے آگ بن جاتا۔ جس پر کوئی ذی روح زندہ نہ رہتا۔

تفسیر کشاف امام جار اللہ زمخشری مطبوعہ کلکتہ جلد اول ص ۲۰۶ سطر ۲۳۔ اور تفسیر معالم امام جلال الدین سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۳۹ سطر ۲۴۔ اور صواعق محرقہ امام ابن حجر مکی مطبوعہ میمنیہ مصر ص ۱۰۶ سطر ۶ بروایت سعد بن ابی وقاص اور تفسیر کبیر امام رازی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۶۹۹ سطر ۲۰۔ اور تفسیر معالم التنزیل امام بغوی مطبوعہ بمبئی ص ۱۶۳ سطر ۲۲۔ اور تفسیر بیضاوی قاضی بیضاوی مطبوعہ نولکشور ص ۱۴۰ سطر ۱۶ بروایت عبد اللہ بن عمر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ بروز مباہلہ اپنے ساتھ علی و فاطمہ حسن و حسین علیہم السلام کو لے گئے۔

تفسیر غرائب القرآن امام نیشاپوری جلد اول ص ۳۲۹ سطر ۱۲ پر واقعہ مباہلہ لکھ کر یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ حسینؑ کو اپنی عبا کے اندر داخل فرما کر آیۂ تطہیر کی تلاوت فرمائی۔

تفسیر کشاف جلد اول ص ۲۰۶ سطر ۱۔ اور تفسیر بیضاوی ص ۱۴۰ سطر ۲۰ اور مودۃ القربیٰ امام ہمدانی میں واقعہ مباہلہ کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تمام روئے زمین کوئی متنفس علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے بہتر ہوتا تو خدا اس کو مباہلہ میں لے جانے کا مجھے حکم دیتا۔ مگر چونکہ علم خدا میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سب (ارضی و سماوی مخلوقات) سے افضل ہیں اس لیے مباہلہ میں انکو ہمراہ لے جانیکا حکم ہوا۔

خدا نفس پیمبرش خوانده است — دگر را فضیلت کجا مانده است

مباہلہ نجران میں آنحضرتؐ کا اپنے ہمراہ حضرت علیؑ۔ حضرت فاطمہؑ۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لے جانا عقل سلیم کے لیے روشن دلیل ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے نکتہ نگاہ میں یہی چاروں انوار تمام مخلوق پر ہر حالت میں فائق تھے۔ اگر اصحاب رسولؐ اور ازواج رسولؐ میں سے کسی ایک کو بھی ان انوار سے درجہ مساوات حاصل ہوتا۔ تو آپ اس کو اپنے ہمراہ ضرور لے جاتے۔

واقعہ مباہلہ سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہلبیت محمدؐ کو جملہ مخلوقات ارضی و سماوی پر سبقت حاصل ہے۔ وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد آئمہ اطہار بلا فصل خلیفہ ہیں۔ اور ثلاثہ غاصب اور خائن ہیں۔

مودۃ القربیٰ

تفسیر کشاف جلد سوئم ص ۶۷ پر ہے کہ آنحضرتؐ سے پوچھا گیا کہ وہ کون قرابت مند ہیں جن کی مودت ہم پر فرض ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ وہ علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہ السلام ہیں۔

تفسیر بیضاوی جلد دوئم ص۲۴۲ تفسیر خازن جلد چہارم ص۹۵ تفسیر مدارک برحاشیہ خازن ص۹۵ تفسیر ابن مسعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ہفتم ص۴۰۴ تفسیر طبری جلد بست و پنجم ص۱۴ تفسیر نیشاپوری جلد بست و پنجم ص۳۱ تفسیر زاہدی تفسیر حسینی وغیرہ میں مرقوم ہے۔ کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ قربیٰ جن کی مودت (اطاعت و محبت) بحکم خدا اہل اسلام پر فرض ہے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

تفسیر در منثور جلد ششم ص۷ پر تقریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) احادیث درج ہیں۔ جن کا تمام مطلب یہی ہے۔ کہ وہ قربیٰ جن کی مودت مسلمانوں پر فرض ہے علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہ السلام ہیں۔

تفسیر کشاف علامہ زمخشری جلد سوئم ص۶۷ مطبوعہ مصر اور بخاری اور مسلم اور مسند احمد حنبل اور در منثور وغیرہ میں سورہ الشوریٰ آیہ نمبر ۲۲۔ مودۃ القربیٰ میں طویل حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جو شخص میرے اہلبیت کی دوستی پر مرتا ہے۔ وہ شہید اور مغفور اور تائب اور کامل الایمان اور میری سنت پر مرتا ہے۔ اس کو نکیرین بہشت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اس کی قبر میں بہشت کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں۔ اس کی قبر ملائکہ کی زیارت گاہ بن جاتی ہے۔ اور اس کو بہشت میں اس طرح لے جاتے ہیں۔ جس طرح دلہن کو شوہر کے گھر لے جاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ جو شخص میرے اہلبیتؑ کی دشمنی پر مرتا ہے اس کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ رحمت خدا سے مایوس ہے اور کافر ہے اور وہ بہشت کی بو تک نہ سونگھ سکیگا۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ وہ اہلبیتؑ کون حضرات ہیں۔ فرمایا۔ علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام۔ پھر فرمایا کہ جو شخص میرے اہلبیت پر ظلم کرے اس پر بہشت حرام ہے۔

تفسیر ثعلبی بغوی میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ آیہ مودت فی القربیٰ کے نزول پر ایک شخص کے دل میں وسوسہ ہوا۔ کہ آنحضرتؐ نے یہ تمام باتیں اپنے دل سے بنالی ہیں۔ اس پر سورہ شوریٰ آیہ نمبر ۲۳۔ "ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذبا" کا نزول ہوا۔

تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد سوئم ص۹۸ پر سورہ شوریٰ آیہ نمبر ۲۲۔ "ومن یقترف حسنتہ" کی تفسیر میں بروایت سدی لکھا ہے کہ نیکی سے مراد آل محمدؐ کی دوستی ہے۔

تفسیر ثعلبی بغوی میں سورہ الشوریٰ آیہ نمبر ۲۴ "و یقبل التوبہ عن عبادہ" کی تفسیر میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ اس آیہ کے نزول پر اس شخص کی توبہ آنحضرتؐ نے قبول کرلی۔ جس کے دل میں وسوسہ ہوا تھا۔ کہ آنحضرتؐ نے یہ تمام باتیں اپنی طرف سے بنالی ہیں۔

تفسیر در منثور میں زیر تفسیر آیہ "فتلقی آدم من ربہ کلمات" اور معارج النبوۃ جلد دوم ص۱۰ پر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کے توسل سے قبول ہوئی۔

اہل اسلام خوب جانتے ہیں کہ سنت اور فرض میں کیا فرق ہے۔ سنت آنحضرت یا آل محمد کے قول یا فعل کو کہتے ہیں۔ جس پر عمل کرنا داخل ثواب ہے۔ مگر اس کا ترک کرنا موجب عذاب نہیں ہے۔ فرض خدا کے حکم کو کہتے ہیں۔ جس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور جس کا ترک کرنا موجب عذاب ہے۔

آنحضرتؐ کے قربیٰ سے مودت (محبت۔ اطاعت) رکھنا اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ خمس اور جہاد۔ پھر ترک اور انکار میں نمایاں فرق ہے۔ فرض کا تارک گناہ عظیم کا مرتکب ہے۔ مگر فرض کا منکر کافر اور مرتد ہے یہ بات ظاہر ہے کہ اعدائے اہلبیتؑ نے آنحضرتؐ کے قربیٰ سے صرف کنارہ کشی اختیار نہیں کی۔ بلکہ ان کو ہمیشہ تختۂ مشق ستم بنائے رکھا۔

مختصر حالات حضرت ابوبکر صاحب

جناب ابوبکر صاحب بن قحافہ خاندان قریش میں سے عدی تھے۔ ان کا باپ ابو قحافہ آنحضرتؐ کے عہد رسالت میں زندہ رہا لیکن تا دیر آخر مسلمان نہ ہوا۔ ابوبکر کی زوجہ کا نام تملہ بنت عبدالعزیٰ تھا جو ابو قحافہ کی طرح کافرہ ہی فوت ہوئی۔ جبکہ ابوبکر نے اسے طلاق دیدی ہوئی تھی۔ اس کی ایک عورت کا نام ام بکر تھا۔ ابوبکر دراصل عمر بن خطاب کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا۔ یہ ایک تلوار تھا جس کا قبضہ عمر کے ہاتھ میں تھا۔ اور جس سے اہلبیتؑ رسولؐ کے حلق پر بے دریغ کاٹ ڈالے گئے۔ قریباً چالیس سال کی عمر میں مسلمان ہوا۔ اور چونسٹھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔

تاریخ بغداد مولفہ خطیب بغدادی میں ہے کہ ابوبکر اور شیطان کا ایمان مساوی ہے۔

فتح الباری میں ہے کہ ابوبکر کا نام عبداللہ تھا اور یہی مشہور تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس کا نام قبل از اسلام عبدالکعبہ تھا۔ اور نیز یہ بھی ہے کہ اس کا نام عتیق تھا۔ استیعاب میں ہے کہ ابوبکر کا نام عبدالکعبہ تھا اور آنحضرتؐ نے عبداللہ رکھا۔ علامہ عینی لکھتا ہے کہ ابوبکر کی ماں (بت کے سامنے) التجا کرتی۔ اے رب عبدالکعبہ اس کی آرزوں کو پورا کر کیونکہ وہ (ابوبکر) صخر کے مشابہ ہے ابوبکر کے نانا کا نام صخر تھا۔ استیعاب ص۳۴۱ پر ہے کہ ابوبکر کے دو اور بھائی تھے۔ ایک کا نام عتیق تھا جب عتیق مر گیا۔ تو ابوبکر کا نام (عتیق) رکھ دیا گیا۔

علامہ ابوالفرد محمد امین بغدادی المشہور سویدی نے کتاب سبائک الذہب فی معرفت قبائل العرب ص۶ پر لکھا ہے کہ قبیلہ ربیعہ کے ایک شخص نے ابوبکر کو کہا۔ خدا کی قسم تو قریش سے پیدا ہوا نہیں ہے۔ شیخ ابو جعفر ابن کافی مقربی لکھتا ہے کہ ارباب میں لکھتے ہیں۔ کہ ابوبکر اپنے باپ قحافہ کو کچھ نہ

دیتا تھا۔ اور وہ عبداللہ ابن جدعان کے دسترخوان پر مکھیاں اڑایا کرتا۔ اور بسر اوقات کرتا۔

"تاریخ طبری میں بروایت عفیف کندی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ اور حضرت خدیجہؑ اور حضرت علیؑ خانہ کعبہ میں الگ نماز پڑھا کرتے تھے۔ جس پر حضرت عباس عم رسولؐ نے فرمایا۔ قسم خدا کی ہم جہاں تک جانتے ہیں تمام روئے زمین پر ان تین شخصوں (رسول اللہ۔ حضرت خدیجہؑ۔ حضرت علیؑ) کے سوا کوئی دوسرا اس دین پر نہیں ہے۔ پھر عفیف کہتا ہے کہ اگر میں اس روز اسلام لایا ہوتا۔ تو تیسرا مسلمان ہوتا دوسری روایت میں ہے کہ چوتھا مسلمان ہوتا۔ بہ شرکت رسول اللہ صلعم۔

"تاریخ طبری جلد دوم ص۲۱۵ پر ہے کہ ابوبکر کے اسلام لانے سے پہلے پچاس آدمی ایمان لا چکے تھے۔ "تاریخ خمیس جلد اول ص۲۳۲ پر ہے کہ جب اصحاب رسول کی تعداد ۳۹ ہو گئی۔ تو ابوبکر نے اصرار کیا کہ یا حضرتؐ اب ظہور فرمائیں...... حضرتؐ نے فرمایا۔ ہماری تعداد کم ہے۔ مگر ابوبکر اصرار کرتا گیا۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے نواحی مسجد میں ظہور کیا۔ ابوبکر نے خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ آنحضرتؐ خاموش بیٹھے رہے۔ کفار کو یہاں تک غصہ آیا۔ کہ ان میں سے ایک کافر عتبہ بن ربیعہ نے اپنے پاؤں کے دو جوتے اتارے جن میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور اس بے دردی سے مارنا شروع کیا۔ کہ ابوبکر کا چہرہ ایسا سوج گیا کہ چہرے پر ناک معلوم نہ ہوتی تھی۔

شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ ص۳۴۵ پر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر اور عمر کو عمرو عاص کی ماتحتی میں جنگ کے لئے بھیجا۔ مگر اس کی وجہ صرف آنحضرتؐ ہی خوب جانتے ہیں۔ استیعاب جلد اول ص۱۵۴ پر ہے۔ کہ عمرو بن ربیعہ کا بیان ہے کہ خالد بھی ابوبکر کے ساتھ ہی ایمان لایا۔ روضۃ الصفا جلد دوم مطبوعہ نولکشور ص۲۳۲ پر ہے کہ ابوبکر کی خلافت کے مخالفوں میں ابوسفیان بھی تھا۔ جس کو راضی کرنے کیلئے اس کے بیٹے معاویہ کو شام کی حکومت پر مقرر کیا گیا۔ بریدہ بن حصیب اسلمی صحابی کو یہاں تک ابوبکر کی خلافت سے مخالفت تھی کہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے دروازے پر علم گاڑ دیا۔ اور کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کے سوا کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا تمام عمر حضرت علی علیہ السلام کیساتھ رہا کہ جنگ جمل اور صفین میں بھی آپ کے ہمراہ رہا۔

حلیہ حضرت ابوبکر صاحب

استیعاب ص۳۳۴ پر ہے کہ ابوبکر دبلا تھا۔ اس کا رنگ سفید تھا۔ رخسارے دبے ہوئے اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔ مونڈھے جھکے ہوئے اور سینہ کبڑا تھا۔ پیشانی باہر کو نکلی ہوئی اور انگلیاں پتلیاں تھیں۔ ترجمہ اسد الغابہ بدیہ بدر انجم جلد پنجم ص۳۰۱ پر ہے کہ ابوبکر کا رنگ سفید اور جسم لاغر تھا۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔

اور چہرہ پر رگیں نمایاں تھیں۔ آنکھیں حلقوں کے اندر تھیں پیشانی بلند تھی حنا اور خضاب لگایا کرتا۔

"تاریخ طبری جلد چہارم ص۲۹ پر ہے کہ علی بن محمد سے روایت ہے کہ ابوبکر کا رنگ سفید زردی مائل تھا۔ احسن النعمت تھا۔ جسم لاغر اور ناک بلند و پست تھا۔ گال ڈوبے ہوئے اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔ پنڈلیاں باریک اور رانیں موٹی تھیں۔

"تاریخ خمیس جلد دوئم ص۲۲۳ پر ہے کہ قیس بن حازم کہتا ہے کہ ابوبکر کا رنگ گندم گوں تھا۔ پھر دوسری روایت میں ہے کہ اس کا رنگ سیاہ اور قد لمبا تھا۔" تاریخ طبری میں ہے کہ ابوسفیان نے ابوبکر کو ابو فضیل (اونٹ کے بچے کا باپ) کہا۔

علم و اخلاق حضرت ابوبکر صاحب

کنز العمال کتاب الایمان فصل ششم اور تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ لاہور ص۔ اور کتاب السنۃ الکائی میں ہے کہ ایک شخص نے ابوبکر کے پاس آکر پوچھا۔ کہ کیا آپ کی رائے میں زنا خدا کی قدر سے ہے۔ ابوبکر نے کہا۔ ہاں زنا خدا کی قدر سے ہے۔ سائل نے کہا جب زنا خدا کی قدر سے ہے تو میرے مقدر میں ہوا۔ تو پھر اس کی سزا کیوں ہو گی۔ ابوبکر نے کہا اے ابن الخنۃ (یہ لفظ اہل عرب گالی کے موقعہ پر استعمال کرتے ہیں) اگر اس وقت میرے پاس کوئی آدمی موجود ہوتا تو تیری ناک کاٹنے کا حکم دیتا۔

صواعق محرقہ ابن حجر باب اول فصل پنجم اور موطا امام مالک کتاب السرقہ باب یجب فیہ القطع نقل جامع القطع مطبوعہ دہلی مطبع احمدی سنہ ۱۲۶۳ ھ ص۳۳ اور تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ لاہور ص۶۷ فصل فیما ذدی عن الصدیق من الاثار الموقوفۃ الخ میں ہے کہ یمن میں سے ایک شخص جس کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا۔ ابوبکر کے پاس آیا اور شکایت کی عامل یمن نے اس پر ظلم کیا ہے جب وہ رات کو تہجد کی نماز پڑھتا ہے تو ابوبکر نے کہا مجھے تیرے باپ کی قسم ہے کہ تیری رات چور کی رات جیسی نہیں ہے

ترمذی میں بروایت ابن عمر اور مشکوۃ باب الایمان والنذر اور بخاری اور مسلم باب الایمان والنذر میں ہے۔ کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جو شخص غیر اللہ کی قسم کھائے اس نے کفر اور شرک کیا۔

ناظرین واللہ باللہ اہلسنت نے حضرات ثلاثہ کی پاسداری میں اپنا دین و ایمان غارت کر دیا ہے چنانچہ مسلم کتاب الایمان باب بیان الصلوۃ النبی میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی کو آنحضرتؐ نے نماز روزہ و زکوٰۃ کی تعلیم دی۔ تو اس نے کہا خدا کی قسم میں ان کا پابند رہونگا۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے اس اعرابی کے باپ کی قسم۔ اگر یہ سچا ہے تو اس نے فلاح پائی۔

شرح ابن ابی الحدید اور فتح الباری ابن حجر عسقلانی اور استیعاب ابن عبد البر مالکی اور تاریخ طبری اور تاریخ کامل مبرد اور کتاب سقیفہ احمد بن عبد العزیز جوہری اور کتاب السیاست و الامامت ابن قتیبہ اور کتاب اموال ابو عبیدہ اور فضائل الصحابہ خشیمہ بن سلیمان طرابلسی اور تاریخ معجم طبرانی اور کبیر طبرانی اور تاریخ ابن عساکر اور مختارہ ضیا قدسی اور جمع الجوامع سیوطی اور کنز العمال ملا علی متقی اور منتخب کنز العمال اور مراۃ الزمان سبط ابن جوزی میں ہے۔ کہ ایک شخص فجاءۃ ابو بکر کے پاس آیا۔ اور مرتدوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہتھیار مانگے۔ چنانچہ ابو بکر نے اس کو ہتھیار دیئے اور اس نے انہی ہتھیاروں سے راہزنی شروع کر دی۔ اور قتل و غارت کیا جب ابو بکر نے فجاءہ کو گرفتار کیا۔ تو اس کو زندہ جلا دیا۔

قوشجی نے شرح تجرید میں لکھا ہے۔ کہ فجاءۃ سلمی کو جلا دینا ابو بکر کی اجتہادی غلطی تھی اور ایسی غلطیاں مجتہدین سے ہوا کرتی ہیں۔

کتاب مستقصے علامہ زمخشری میں ہے کہ ابو بکر کے پاس دو شخص فجاءہ اور شجاع بن زرقا راہزنی کے جرم میں لائے گئے۔ فجاءہ قبیلہ بنی سلیم سے (مسلمان) تھا۔ اور شجاع قبیلہ بنی اسد سے (مسلمان) تھا۔ ابو بکر نے دونو کو زندہ جلا دیا۔

بخاری میں ہے کہ ابو بکر نے اپنے موافق اصحاب کو مخالف مسلمانوں پر جہاد کا حکم دیا فتح الباری تاریخ اسلام جلد دوم باب دوم ص ۳۴ ابن خلدون۔ ابن اثیر میں ہے۔ کہ بیشک ابو بکر نے فجاءۃ اسلمی کو صحابہ کے سامنے جلا دیا۔ ناظرین یہ فجاءۃ سلمی مہاجرین اور اصحاب بدر میں سے تھا۔

ازالۃ الخفا ص ۳۱ اور ریاض النضرہ محب طبری باب فضائل ابو بکر اور تاریخ الخلفا سیوطی اور مسند امام حنبل اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص مر گیا۔ اور اس کی دادی ابو بکر کے پاس آئی۔ اور میراث کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ ابو بکر نے کہا۔ تیرا حق نہ قرآن سے نکلتا ہے اور نہ سنت سے۔ اچھا اب چلی جا۔ پھر آنا میں یہ مسئلہ کسی عالم سے پوچھ لوں۔

کنز العمال کتاب الفرائض بر حاشیہ مسند احمد حنبل جلد چہارم ص ۲۰۵ پر ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت کو اطلاع دی کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے اور اس کی خالہ اور عمہ باقی زندہ ہیں وراثت کے بارہ میں حکم فرمایئے۔ آنحضرت نے وحی کا انتظار کیا۔ لیکن وحی نہ ہوئی۔ پھر اس نے کچھ توقف کے بعد بھی عرض کیا۔ مگر وحی نہ ہوئی۔ اسی طرح سائل نے تین دفعہ سوال کیا۔ مگر وحی نہ ہوئی۔ بالآخرت آنحضرت نے فرمایا کہ اس بارہ میں میرے پاس کوئی حکم نہیں پہنچا۔ ناظرین اس واقعہ میں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ملاحظہ ہو جو محض محبت ابو بکر بنایا گیا۔

ازالۃ الخفا بسند شعبی اور تفسیر کشاف سورہ نسا اور رسالہ مناقب شافعی امام رازی اور کتاب الانصار سمعانی اور کنز العمال میں ہے کہ ابو بکر سے کلالہ کی تفسیر پوچھی گئی۔ تو کہا میں اپنی رائے سے بتائے دیتا ہوں۔ اگر میری رائے درست ہوئی۔ تو خدا کیطرف سے سمجھنا۔ اور اگر خطا پر ہوئی۔ تو میری اپنی رائے سے اور شیطان کیطرف سے سمجھنا۔ میری رائے ہے کہ کلالہ وہ ہے کہ جسکا نہ باپ ہو اور نہ بیٹا۔ پس جب عمر خلیفہ ہوا تو اسنے کہا میں خدا سے حیا کرتا ہوں۔ کہ ابو بکر کے قول کی تردید کروں۔ اسی روایت کو بعینہ دارمی نے بھی لکھا ہے۔ کتاب مصابیح ابو محمد حسین بن مسعود بغوی اور بخاری کتاب الاعتصام باب ما یذکر من ذوم الرائے و تکلف القیاس اور قسطلانی جلد دہم ۳۰۲ میں ہے کہ جو لوگ اپنی رائے سے فتوے دیتے ہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہیں۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

رسالہ مناقب شافعی امام رازی میں ہے کہ بغیر علم کے فتویٰ دینا۔ اپنی رائے سے فتویٰ دینا ہے پھر اسی رسالہ میں ہے کہ جو شخص ہماری شرع میں اپنی رائے سے فتویٰ دے۔ اس کو قتل کر دو۔

کنز العمال کتاب الفرائض حرف الفا اور مستدرک حاکم میں بروایت حمید لکھا ہے۔ کہ ابو بکر نے کہا کہ کاشکہ میں نے رسول اللہ سے پھوپھی اور خالہ کی میراث کے بارہ میں پوچھ لیا ہوتا۔

کنز العمال کتاب الامارہ حرف الف خلافت ابو بکر میں ہے کہ ابو بکر نے کہا کاش کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھ لیا ہوتا۔ کہ پھوپھی کی اور بہن کی میراث کیا ہوتی ہے۔

استیعاب ذکر حالات عبدالرحمن بن سہل اور ترجمہ صواعق محرقہ ۵ میں ہے کہ ابن عیینہ نے کہا کہ اس سے یحییٰ بن سعید نے اور اس سے محمد بن قاسم نے کہا۔ کہ ابو بکر کے پاس دو عورتیں آئیں۔ ایک متوفی کی جدہ یعنے دادی اور دوسری متوفی کی نانی تھی۔ ابو بکر نے متوفی کی نانی کو ترکہ کا ششم حصہ دیدیا۔ لیکن متوفی کی دادی کو کچھ نہ دیا۔ عبدالرحمن بن سہل نے ابو بکر کو کہا کہ تم نے اس عورت کو حصہ دیدیا ہے۔ کہ اگر وہ مرجاتی تو متوفی اس کا ورثہ نہ پاتا۔ اور اس کو کچھ نہ دیا جو اگر خود مرجاتی تو متوفی اس کا ورثہ پاتا۔ پس ابو بکر نے جائداد کو دونوں میں تقسیم کر دیا۔

کتاب اتقان علامہ سیوطی نوع سادس و ثلثون فی معرفت غریب القرآن میں ہے کہ ابو عبیدہ نے کتاب فضائل میں ابراہیم تیمی سے روایت نقل کی ہے کہ ابو بکر سے پوچھا گیا کہ قرآنی الفاظ فاکھۃ و ابا کا کیا مطلب ہے۔ ابو بکر نے کہا کہ کون آسمان میرے سر پر سایہ ڈالے گا۔ اور کون زمین مجھ کو برداشت کرے گی۔ اگر میں کتاب خدا میں وہ بات کہوں جو میں نہیں جانتا ہوں۔

کنز العمال خلافت ابو بکر کتاب الامارہ حرف ہمزہ اور ریاض النضرہ محب الدین طبری اور

ازالۃ الخفا ولی اللہ محدث مآثر جمیلہ صدیق اکبر مقصد دوئم میں ہے۔ اور امام بیہقی اور دارمی نے بھی روایت کیا ہے کہ میمون بن مہران کہتا ہے کہ ابوبکر کی یہ عادت تھی کہ جب اس کے سامنے کوئی دعویٰ پیش ہوتا تو قرآن کو دیکھتا۔ اگر اس میں حکم نہ پاتا۔ تو حدیث کو دیکھتا۔ اگر اس میں حکم نہ پاتا۔ تو مسلمانوں سے پوچھتا۔ اگر ان سے پتہ نہ ملتا۔ تو سرداروں اور عالموں کے اجماع پر فیصلہ دیتا۔ اور یہی معمول عمر بن خطاب کا تھا۔

کنز العمال کتاب الحدود حرف الحا فرع خامس حد لواطہ اور کتاب ذم الملاہی ابن ابی الدنیا اور کتاب مناقب الاصحاب نجم الدین ابوبکر بن محمد بن حسین التلافی المرندی میں ہے اور ابن منذر اور ابن بشران اور بیہقی نے روایت کی ہے۔ کہ محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ خالد بن ولید نے ابوبکر کو لکھا کہ یہاں ایک عربی مرد عورتوں کی طرح بدفعلی کراتا ہے۔ ابوبکر نے اصحاب رسولؐ کو مشورہ کے لئے جمع کیا (یعنی اس کو قرآن اور حدیث سے اس کے متعلق کوئی حکم معلوم نہیں ہو سکا) حضرت علی علیہ السلام نے عربی مرد کے زندہ جلا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ خالد کو یہ حکم لکھ دیا گیا۔

کتاب اصابہ اور تاریخ واقدی میں ہے کہ خالد بن ولید نے اثنائے جنگ میں اشعث بن قیس کو قیدی بنا کر ابوبکر کے پاس بھیج دیا۔ ابوبکر نے اس پر شرعی حد جاری کرنے کی بجائے اس کے نکاح میں اپنی ہمشیرہ ام فروہ دیدی۔ ناظرین بقول ابوبکر اشعث بھی مرتدین میں سے خاندان قریش سے تھا۔ جسکو ارتداد کے صلہ میں کنواری لڑکی ملتی ہے اور مالک بن نویرہ سے کیسا ظالمانہ سلوک کیا جاتا ہے۔

اصبغ بن حرملہ نے اس نکاح کے بارہ میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

وکان ثواب النکث احیاء نفسہ   وکان ثواب الکفر تزویجہ البکر

یعنی عہد اسلام توڑنے کا کیا اچھا ثواب ہے کہ اس کو زندگی دی گئی۔ یعنی اس کو قتل نہ کیا گیا۔ اور اس کے کفر کا کیا اچھا ثواب ہے، کہ اس کو کنواری نکاح میں دی گئی۔

طبقات ابن سعد اور کنز العمال میں ہے۔ کہ اسلم کہتا ہے کہ مجھے عمر بن خطاب نے سلہ ھ میں خریدا اور وہ سال وہ تھا۔ جس میں اشعث بن قیس قیدی ہو کر آیا تھا۔ میں اس کو دیکھتا تھا۔ کہ وہ زنجیر ہائے آہنی پہنے ہوئے ابوبکر سے باتیں کرتا تھا۔ ابوبکر اس کو کہتا تھا۔ کہ تو نے یہ کیا اور وہ کیا اور یہ تک نوبت کیا۔ یہاں تک کہ جب باتیں ہو چکیں تو اشعث بن قیس نے کہا اے خلیفہ رسولؐ مجھے اپنے جنگ کے لئے چھوڑ یعنی اب میں تمہاری طرف ہو کر تمہارے دشمنوں سے لڑا کرونگا۔ اور مجھ سے اپنی بہن کا نکاح کر دے۔ پس ابوبکر نے اس پر احسان کیا۔ اور اس کے ساتھ اپنی بہن ام فروہ کا نکاح کر دیا۔

ناظرین! اسی اشعث بن قیس کا بیٹا محمد بن اشعث (ابوبکر کا بھانجا) کربلا میں لشکر یزید میں شامل

تھا۔ اس نے جناب سید الشہدا کو طعنہ دیا۔ کہ اے پسر فاطمہؑ تم کو کونسی حرمت و عزت رسول اللہ کی طرف سے حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا و ال ابراھیم و ال عمران علی العالمین" تلاوت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آنحضرتؐ آل ابراہیم سے ہیں۔ اور ہم آل محمدؐ سے ہیں۔ پھر حضرت نے لوگوں سے پوچھا کہ مجھے وہ کلمات کس نے کہے تھے۔ جواب ملا کہ محمد بن اشعث نے کہے تھے پس امام ہمامؑ نے اپنا سر آسمان کیطرف اٹھایا۔ اور فرمایا۔ پروردگارا محمد بن اشعث کو آج ہی ذلت کا لباس پہنا اور آج کے بعد اس کو خلعتِ عزت عطا نہ کر۔ اسی وقت محمد بن اشعث کو کوئی عارضہ لاحق ہوا۔ اور رفع حاجت کے لئے ایک طرف کو گیا۔ خدا نے ایک بچھو اس پر مسلط کیا جس نے اس کو ڈنگ مارا اور وہ پاخانہ میں لوٹ لوٹ کر مر گیا۔

محمد بن اشعث کے بھائی قیس بن اشعث کندی نے امام ہمامؑ کی شہادت کے بعد حضرت کا رستمی قطیفہ آپکے بدن سے اتار لیا جس کی وجہ سے وہ کوڑھی ہو گیا۔ ایک دن کتوں نے اس کا بدن نوچ کھایا اور وہ مر گیا۔

اسی اشعث بن قیس کی لڑکی (ابوبکر کی بھانجی) مسماۃ جعدہ نے معاویہ کی سازش سے امام حسنؑ علیہ السلام کو سات دفعہ زہر دیا۔ حتیٰ کہ حضرت شہید ہو گئے۔

اسی اشعث بن قیس نے (جس نے ابوبکر سے کہا تھا کہ اب تمہاری طرف سے تمہارے دشمنوں سے لڑا کروں گا) معاویہ سے رشوت لی اور جناب امیر علیہ السلام کا مخالف ہو گیا۔ اور بالآخر خارجی ہو کر فوت ہوا۔ اور اپنا وعدہ کہ دشمنان ابوبکر سے لڑونگا پورا کر دیا۔

کنز العمال فی آداب العلم المتفرق کتاب العلم حرف العین میں ہے کہ محمد ابن سیرین سے روایت ہے کہ جب ابوبکر کے پاس کوئی تنازعہ پیش ہوتا۔ اور اس کو قرآن سے اس کا حکم نہ ملتا اور نہ حدیث سے پتہ چلتا۔ تو کہا کرتا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں۔ پس اگر درست ہوگا۔ تو خدا کی طرف سے ہوگا۔ ورنہ میری طرف سے ہوگا۔ جس کیلئے خدا سے مغفرت چاہتا ہوں یہی روایت ابن سعد اور عبد لبر نے بھی لکھی ہے۔

"تاریخ الخلفا سیوطی ص ۴۲ میں ہے کہ ایک دن ابوبکر اور عقیل بن ابی طالب میں گالی گلوچ ہوئی۔" تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۵۳ اور سیرۃ ابن ہشام جزو ثانی مطبوعہ مصر ص ۴۰ پر ہے۔ کہ ابوبکر کو گالیاں دینے کی عادت تھی۔

کنز العمال میں ہے کہ ابن ابی الدنیا نے کتاب الصمت میں اور ابونعیم نے کتاب حلیۃ المتقین میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ہر فحش کہنے والے پر جنت حرام ہے اور اللہ تعالیٰ فحش گو کو دشمن رکھتا ہے احمد بن حنبل نے مسند میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابویعلیٰ نے مسند میں جابر بن سمرہ سے روایت

کی ہے۔ کہ فحش گو اسلام میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ شعب الایمان بیہقی میں ہے۔ کہ فحش گو اللہ کا دشمن ہے۔ ضیاء مقدسی نے کتاب مختارہ میں طبرانی نے معجم کبیر میں اور خرائطی نے مساوی الاخلاق میں لکھا ہے کہ فحش گو دشمن خدا ہے۔ تفسیر درمنثور جلد ششم ص۲۷ پر عبدالرزاق اور امام احمد حنبل اور عبد بن حمید اور بخاری مترجم پارہ ۱۱ کتاب الشروط مع الناس مطبوعہ احمدی پریس لاہور ص۱۹ اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن جریر اور ابن منذر نے مسند پر لکھا ہے۔ کہ صلحنامہ حدیبیہ کے دن عروہ بن مسعود ثقفی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ قبائل عرب سے جو لوگ آپکے ہمراہ جمع ہیں۔ میں ان کے اخلاق اس قابل دیکھ رہا ہوں کہ یہ بھاگ جائیں۔ اور آپکو چھوڑ دیں۔ اس پر ابوبکر نے اس کو گالی دی جو فحش مخفی اور کہا۔ تو لات بت کا بظر چوس۔ قسطلانی کہتا ہے۔ کہ بظر اس گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ جو عورت کی فرج میں اس کا ختنہ کرنے کے بعد رہتا ہے وحید الزمان نے تیسیر الباری شرح بخاری جزو پارہ دہم ص۱۴ پر لکھا ہے کہ ابوبکر نے کہا تھا۔ تو لات بت کا کلٹا چوس۔ بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب اور نسائی اور مسند احمد حنبل میں بھی عروہ اور ابوبکر والی روایت مسطور ہے۔

تاریخ الخلفا سیوطی میں ہے کہ امام احمد حنبل نے سند حسن سے ربیعہ اسلمی کی روایت لکھی ہے کہ اس نے کہا کہ میرے اور ابوبکر کے درمیان گفتگو ہوئی۔ ابوبکر نے مجھ کو ایک مکروہ کلمہ کہا اور پھر نادم ہوا۔

تاریخ الخلفا سیوطی اور ازالۃ الخفا مقصد دوم ص۲۹ پر ہے کہ جب عمر نے مالک بن نویرہ کی قوم کے ساتھ نرمی اختیار کرنے کو ابوبکر سے کہا تو ابوبکر نے کہا کہ بحالت کفر تو جبار تھا اور بحالت اسلام تو ذلیل ہے

کنز العمال کتاب الشمائل بشمائل متفرقہ برحاشیہ مسند جلد سوم ص۱۱۰ پر ہے کہ ابن نجار نے انس سے روایت لکھی ہے۔ کہ رسول اللہ کو نماز میں آنے میں توقف ہوا۔ کیونکہ آنحضرتؐ کی ازواج کے پاس کوئی چیز تھی جسکو آنحضرتؐ ان میں تقسیم کر رہے تھے۔ اتنے میں ابوبکر آ گیا کہنے لگا۔ یا رسول اللہ ان عورتوں کے منہ میں خاک ڈالو اور نماز کے لئے باہر آؤ۔

مدارج النبوۃ جلد دوم ص۱۱۲ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے (غزوہ بدر کے دن) دعا میں بہت الحاح اور طول دیا۔ یہاں تک کہ آپ کی ردا آپکے کندھے سے گر پڑی۔ ابوبکر نے ردا کو اٹھا کر آنحضرتؐ کے کندھے پر رکھ دیا۔ اور کہا یا رسول اللہ اب اتنی طول طویل دعا کو ترک کرو۔ خدا عنقریب آپکی حاجات کو پورا کریگا

تفسیر درمنثور جلد اول ص۲۲ پر ہے کہ ابوبکر کی بیٹی اسماء سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم جو آنحضرتؐ کے ہمراہ حج کو گئے تو ہمارا اور ابوبکر کا شتر بار برداری ایک تھا جو ابوبکر کے غلام کے ہاتھ میں تھا۔ جب ہم مقام عرج پر پہنچے۔ تو عائشہ آنحضرتؐ کے ساتھ اور میں ابوبکر کے ساتھ بیٹھی۔ اتنے میں وہ غلام نظر پڑا۔ مگر اکیلے

ساتھ اونٹ نہ تھا۔ ابو بکر نے پوچھا۔ تو غلام نے کہا کہ وہ اونٹ رات کو گم ہو گیا ہے۔ اس پر ابو بکر نے اس کو مارنا شروع کیا جس پر آنحضرت مسکراتے تھے اور کہتے تھے دیکھو اس شخص کو کہ احرام باندھا ہوا ہے۔ اور یہ حرکت کر رہا ہے۔ (ف: یعنی بحالت احرام جماع اور فسق اور جدال اور زدوکوب ممنوع ہے۔)

بخاری باب علامات النبوۃ جلد سوم ص ۲۲۰ برحاشیہ فتح الباری میں ہے کہ ابو بکر کے گھر چند مہمان آئے جبکہ وہ رسول اللہ کے پاس بیٹھا تھا۔ جب گھر واپس آیا۔ تو پوچھا۔ مہمانوں کو کچھ کھلایا بھی ہے یا نہیں زوجہ نے جواب دیا۔ کہ انہوں نے بغیر تمہارے کھانا پسند نہ کیا۔ اس پر ابو بکر نے پہلے اپنی زوجہ کو پھر اپنے بیٹے کو اور پھر مہمانوں کو گالیاں دیں۔ مسلم میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابو بکر نے ان مہمانوں سے کہا کہ ابو بکر بہت تیز مزاج ہے۔ اگر نہ کھاؤ گے تو ہم کو ایذا کا خوف ہے۔

وفا الوفی ص ۲۲ پر ہے کہ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ ہم لوگوں کی یہ حالت تھی کہ بھوک کے مارے زمین پر اپنا جگر رکھتے اور پیٹ پر پتھر باندھتے۔ ایک روز ہم ان لوگوں کی راہ پر آ کر بیٹھے۔ جس راہ سے انکی آمد و رفت تھی۔ ابو بکر کا گذر ہوا۔ تو ہم نے ایک آیۂ قرآن اس سے دریافت کیا۔ بایں غرض کہ ہم کو ہمراہ لے جائیگا (اور کچھ کھانے کو دیگا) مگر وہ چلا گیا۔ ازاں بعد آنحضرت تشریف لائے۔ جنہوں نے ہم کو دودھ پلایا۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی مطبوعہ حیدرآباد دکن ص ۳ پر ہے کہ ابو بکر نے خطبہ میں کہا کہ تم لوگ احادیث بیان کرتے ہو اور اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ پس تمہارے بعد آنے والے لوگوں میں اس سے زیادہ اختلاف ہوگا۔ اس لئے تم ایک بھی حدیث بیان نہ کرو۔

کنز العمال باب مناقب ابو بکر میں ہے کہ حضرت عباس نے ابو بکر کی کسی گستاخی پر ابو بکر کو گالیاں دیں

ناظرین خلیفہ وہ ہو سکتا ہے جو سیاسی امور کے انتظام میں ماہر ہونے کے علاوہ شرعی مسائل کے حل کرنے میں پوری استعداد رکھتا ہو۔ وہ شخص خلافت کے لئے باعث ننگ ہے جو مسائل شرعیہ میں نالائق ہونے کے باوجود سمجھانے پر بھی نہ سمجھ سکتا ہو۔ کیا خلافت ر[illegible] سلطان ٹرکی خلافت ہے جس کو خلافت کہنا لفظ خلافت کی ہتک ہے۔ کیا خلافت رسول آل[illegible] یا خلافت ہے جس کے اراکین خلافت کے صحیح مفہوم کو نہیں جانتے۔ حق تو یہ ہے کہ صرف مسئلہ خلافت کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے اسلام میں فرقہ بندیوں کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ اور [illegible] کے قاصر العقل آدمی امامت اور نبوت کے مدعی بن رہے ہیں۔ کوئی جاہل سے جاہل شخص یہ دیکھنا پسند نہ کریگا کہ کوئی شخص خلیفہ رسول اور نائب رسول ہو کر عام فہم شرعی امور سے نابلد ہونے کا خود اپنی زبان سے اقرار کرے۔ اور ہر وقت حل مسائل میں دوسرے لوگوں کا محتاج ہو۔ ایسے جاہل شخص کو نائب رسول کہنا سنی لوگوں

کام حتہ ہے کوئی مہذب ملک اور کوئی مہذب قوم ایسے نااہل شخص کے ہاتھ میں اپنے دینی اور دنیوی امور کی باگ ڈور دینا گوارا نہ کریگی۔ تعجب پر تعجب تو آج کل کے تعلیمیافتہ سنی نوجوانوں پر ہے جو موجودہ روشنی کے زمانہ میں بھی خلافتِ رسولؐ کے صحیح معنے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور بھیڑوں کیطرح کورانہ تقلید کے دلدادہ ہیں۔ بازار سے ایک جوتی خریدتے میں ہزار اعتراض کرتے ہیں اور حد درجہ احتیاط کرتے ہیں۔ مگر جنس ایمان کی خریداری میں کچھ بھی دیکھ بھال نہیں کرتے خدا ان کی حالت زار پر رحم فرمائے۔

موضوعات در شان جناب ابوبکر صاحب بالقابہ

فوائد مجموعہ امام شوکانی مطبوعہ محمدی لاہور ص ۱۱۲ پر ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ خدا بروز قیامت ابوبکر پر خاص طور پر جلوہ گر ہوگا۔ (۲) خدا نے اس کو رضوان اکبر عطا کیا (۳) ابوبکر نے ایک ظرف سے وضو کیا جس پر لا الہ الا اللہ الصدیق الاکبر لکھا تھا۔ جبکہ وضو کرانے والا جبرئیل اور رومال دینے والا میکائیل تھا (۴) خدا نے جب ارواح کو پیدا کیا۔ تو روح ابوبکر کو تمام پر مقدم کیا۔ جس کی مٹی جنت سے اور پانی آب حیات سے لیا (۵) خدا نے ابوبکر کے لئے اعلیٰ علیین میں ایک قبہ یاقوت کا بنایا ہے (۶) ایک دفعہ جبرائیل چادر طنفسہ اوڑھے نازل ہوئے۔ کیونکہ ابوبکر اسی طرح کی چادر اوڑھتا تھا (۷) جب ابوبکر پیدا ہوا تو خدا نے جنت سے فرمایا کہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں تجھ میں اس شخص کو داخل نہ کرونگا جو اس مولود کو دوست نہ رکھے (۸) خدا نے فرمایا کہ ابوبکر دین اسلام وحی کے مطابق تمہارا خلیفہ ہے۔ اسکی باتیں سنو تاکہ فلاح پاؤ اور اطاعت کرو تاکہ رشد پاؤ (۹) جبرئیل نے کہا کہ ابوبکر زمین کی نسبت آسمان میں زیادہ مشہور ہیں۔ ملائکہ ان کو حلیم قریش کہتے ہیں۔ زندگی میں یہ تمہارا وزیر ہے۔ اور بعد زندگی تمہارا خلیفہ (۱۰) پھر فرمایا کون ہے وہ شخص مثل ابوبکر کے جس نے اس وقت ہماری تصدیق کی جبکہ سب نے تکذیب کی۔ اور ہم پر ایمان لایا۔ اور اپنی بیٹی ہمارے نکاح میں دی۔ اور اپنا مال خرچ کیا۔ اور ہمارے ساتھ جہاد کیا۔ (۱۱) ابوبکر بروز قیامت ناقہ جنت پر سوار ہوگا۔ جس کے اگلے پاؤں مشک اور عنبر کے اور پچھلے پاؤں زمرد کے اور اس کی باگ موتیوں کی ہوگی۔ اور اس ناقہ پر سندس اور استبرق کے دو جنبے پڑے ہونگے (۱۲) بروز قیامت عرش پر ایک کرسی رکھی جائیگی۔ جس پر ابوبکر بیٹھے گا (۱۳) شب معراج ہم جہاں جہاں گئے یہی لکھا پایا۔ محمد رسول اللہ ہیں اور ابوبکر صدیق ہیں۔

(۱۴) پھر فرمایا۔ خدا آسمان میں کراہت کرتا ہے اس امر سے کہ ابوبکر سے زمین پر کوئی خطا سرزد

ہو (۵) جب ہم نے معراج میں کہا کہ ہمارا خلیفہ علی ابن ابیطالب ہے، تو آسمانوں میں شور برپا ہو گیا۔ اور ملائکہ ہر طرف سے پکار اٹھے کہ مشیت ایزدی میں صرف یہ ہے کہ ابوبکر آپکے بعد خلیفہ ہو۔ (۶) جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ تمہاری امت کے ہر شخص پر سوائے ابوبکر کے حساب اعمال واجب ہے (۱۷) ابوبکر سے کہا جائیگا کہ تم داخل جنت ہو جاؤ۔ لیکن وہ کہیگا کہ جب تک مجھے دوست رکھنے والے تمام شخص داخل جنت نہ ہو جائیں میں داخل نہیں ہونگا۔ (۱۸) اگر ابوبکر کے ایمان اور تمام مخلوقات کے ایمان کو ترازو کے دو پلڑوں میں رکھا جائے تو ابوبکر کا ایمان بھاری رہیگا۔ (۱۹) جو کچھ خدا نے میرے دل میں ڈالا۔ وہی کچھ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

صحاح اور صحاح اکثر کتب میں مرقوم ہے۔ کہ فرمایا آنحضرتؐ نے "لو کنت متخذا خلیلا لتخذت ابا بکر" یعنی اگر میں کسی شخص کو اپنا دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔

مذکورہ وضعی احادیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابوبکر فطرتاً ہر ایک قسم کی خطا سے منزہ ہے یعنی معصوم۔ طاہر و طیب ہے، وہ بہشت کا بانٹنے والا ہے۔ وہ ارضی اور سماوی مخلوقات کے خلق ہونے سے پہلے مخلوق تھا۔ جو شخص ابوبکر کو دوست نہ جانے اس پر بہشت حرام ہے۔ وہ بحکم خدا خلیفہ ہے۔ یعنی جمہور کی رائے سے خلیفہ نہ بنا تھا۔ بروز قیامت اس کا درجہ تمام انبیاء اور اوصیاء سے رفیع ہوگا۔ وہ محاسبہ حشر سے باہر ہے۔ اس کے ایمان کے مقابلہ میں جملہ انبیاء و اوصیاء و ملائکہ کا مجموعی ایمان ہیچ ہے اور اس کا سینہ علوم ارضی و سماوی کے خزائن سے آنحضرتؐ کی طرح مملو ہے۔

اگر ناظرین مذکورہ منقبت کو تعمق کی خوردبین سے دیکھیں گے تو آپ پر روشن ہو جائیگا۔ کہ یہ ہزل کس غرض سے کی گئی ہے۔ ہزل ساز نے ابوبکر کو مرتبہ جناب امیر علیہ السلام دینا چاہا ہے۔ غور کریں تو یہ منقبت ابوبکر کی ذلت اور رسوائی پر مشتمل ہے۔ اور منقبت ساز نے در پردہ صد درجے کی دشمنی کی ہے۔ کون پڑھا لکھا نہیں جانتا کہ ابوبکر چالیس سال کی عمر میں مسلمان ہوا تھا۔ اسلام لانے سے پیشتر وہ کافر اور بت پرست تھا۔ شراب خور اور زانی تھا وغیرہ۔ ان قباحات کے ہوتے ہوئے وہ کیونکر معصوم ہو سکتا ہے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا۔ اس نے مجھے غضبناک کیا۔ آنحضرتؐ کا کسی پر غضبناک ہونا اس کے جہنمی ہونے کی واضح دلیل ہے۔ پس ابوبکر قاسم الجنت نہیں ہو سکتا۔ ازیں قبیل ابوبکر کے دیگر فضائل بھی گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ مجھے ابوبکر کی ایک فضیلت کا ضرور اعتراف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ابوبکر اہلبیت پر مظالم ڈھانے میں عدیم النظیر

اور سنگدلی میں عدیم المثال تھا۔ پس اس کی ذات والا صفات پر خداوند عالم اور ملائکہ اور تمام لوگ ...... بھیجتے ہیں۔

حالاتِ ہجرت

تفسیر در منثور جلد سوم صفحہ ۲۴۰ سطر ۱۶ پر سورہ توبہ آیہ نمبر ۴۰ ۔ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار الخ کی تفسیر میں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے بستر پر سلایا۔ اور ابوبکر کو ساتھ لیا۔ (یہ غلط ہے بلکہ ابوبکر راستہ میں اتفاقیہ مل گیا تھا) اور مکہ سے داہنی جانب دو کوس کے فاصلہ پر جبل ثور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ وہاں ایک گول پتھر تھا جو اندر کی طرف سے خالی تھا۔ اور جس کا ایک دروازہ تھا۔ جو قریباً ڈیڑھ بالشت لمبا چوڑا تھا۔ اسکے اندر آنحضرتؐ اور ابوبکر داخل ہو گئے۔ خدا نے اسکے دروازہ پر فوراً ایک خاردار جھاڑی اگا دی اور اس پر کبوتر نے انڈے بھی دے دیئے اور دروازہ پر مکڑی نے جالا بھی تن دیا۔ وہاں تین دن چھپے رہے۔ اور عامر بن فہیرہ اپنی گوسفندوں کو وہاں چرانے آیا کرتا تھا۔ انکو دودھ پلاتا رہا۔ تین دن کے بعد حضرت علی علیہ السلام رات کو سواریاں اور راہنما لیکر غار پر آئے۔ اور آنحضرتؐ اور ابوبکر مدینہ کو ہجرت کر گئے۔

مدارج النبوۃ جلد دوئم صفحہ ۴۲ پر ہے کہ ابوبکر کے پاس دو اونٹ تھے جو اس نے چار سو درہم پر خریدے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے آٹھ سو درہم پر خریدے تھے۔ اور چار ماہ چارہ کھلا کر انکو فربہ کیا تھا۔ دونوں کو آنحضرتؐ کے پاس لے آیا۔ کہ ان میں سے ایک کو قبول کیجیئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں فروخت کی شرط پر قبول کرتا ہوں۔ پس آنحضرتؐ نے ایک اونٹ کے نو سو درہم ادا کئے۔ اور یہ واقعہ عین ہجرت کے وقت کا ہے۔

بخاری میں بروایت عائشہ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو کہا کہ جو کچھ تیرے پاس ہو باہر لے آؤ۔ ابوبکر نے کہا کہ میرے پاس تو سوائے میری دو لڑکیوں عائشہ اور اسماء کے کچھ نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کیا تجھے خبر ہے کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ ابوبکر نے کہا۔ میں بھی ساتھ چلونگا۔ میرے پاس دو اونٹ ہیں جو خروج کے لیئے مہیا کیئے ہیں۔ ان میں سے ایک آپ لے لیں۔ فرمایا۔ میں نے قیمت پر لیا۔

تاریخ طبری میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہم اپنے لیئے ذات قصویٰ نامی ناقہ تین سو درہم پر خریدا۔

ابن ہجر لکھتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہم ایسے اونٹ پر سوار نہ ہونگے جو ہمارا نہ ہو۔ تو ابوبکر نے کہا یہ اونٹ بھی آپ کا ہی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ بشرطیکہ اس قیمت پر دو جس قیمت پر تم نے خریدا ہے

بخاری پارہ ہشتم کتاب البیوع صفحہ ۶۱ میں ہے کہ ابوبکر کے پاس دو اونٹنیاں تھیں۔ جیسا ان میں سے ایک

اس نے آنحضرتؐ کو دینی چاہی۔ مگر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ منظور ہے۔ بشرطیکہ قیمتاً دو۔ حاشیہ بخاری ۹۲ مترجمہ وحید الزمان میں ہے کہ اس اونٹ کا نام قصوے تھا۔ یا جدعا جس کی قیمت آٹھ سو درہم تھی۔

مدارج النبوة شیخ عبد الحق دہلوی مطبوعہ نولکشور جلد دوم صـ۸۱ اور روضۃ الصفا جلد دوم صـ۵۶ اور سیرت النبی صـ۱۹۸ پر ہے کہ ابو بکر نے دو اونٹ چار سو درہم یا آٹھ سو درہم پر خرید ے تھے ان میں سے ایک آنحضرتؐ نے نو سو درہم پر خریدا۔

تاریخ خمیس صـ۳۴۲ پر ہے کہ جب وہ وقت آیا کہ آنحضرتؐ غار سے نکلیں تو اسماء دونوں کے اونٹ اور اپنا اونٹ لیکر حاضر ہوا۔ اسماء بنت ابو بکر بھی ناشتہ کا دستر خوان لائے لٹکاتے وقت معلوم ہوا کہ دستر خوان کا بند نہیں بندھا ہے اسماءؓ نے اپنا ازار بند کھولا۔ اور اس سے دستر خوان باندھا۔ جس کی وجہ سے اسماء کا نام ذات النطاقین مشہور ہوا۔ ناظرین! آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ ہم کو قیام غار کے ایام میں سوائے پھل کے کوئی چیز کھانے کو نہیں مل سکی۔

بخاری میں ہے کہ انس کہتا ہے کہ ابو بکر نے کہا کہ جب ہم غار میں تھے۔ تو میں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنے قدموں کے نیچے دیکھے تو ہم کو دیکھ لے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تیرا ایسے دو شخصوں کی نسبت گمان (شک) ہے کہ جنکا تیسرا اللہ ہے۔ ناظرین بھلا غار میں ساتھ رہنا بھی کوئی وجہ فضیلت ہو سکتی ہے خصوصاً جبکہ یار غار گریہ و بکا بھی اتنی فرسودہ عمری میں اس بلند آوازی سے کرے کہ آنحضرتؐ کے گرفتار ہونے کا یقینی خطرہ پیدا ہو جائے۔ اور خداوند عالم کو بھی آیہ سکینہ کے نزول کی ضرورت لاحق ہو۔ اگر خدا نخواستہ گرفتاری عمل میں آجاتی تو آنحضرتؐ کی جان پر آ بنتی! ور ابو بکر شاداں و خنداں کفار سے ہاتھ میں ہاتھ ملائے مکہ میں چلا جاتا۔ اور فضیلت ابو بکر میں یہ دلیل پیش کرنا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے کس قدر لغو اور بیہودہ گی ہے۔ کیا خدا کا ارشاد نہیں ہے جو کافر اور مسلمان کیلئے یکساں ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ جب کچھ بن نہیں پڑتی تو سنی لوگ یہ بڑھا نک دیتے ہیں کہ ابو بکر کے پاؤں کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ اور اس کے رونے کی یہی وجہ تھی۔

بخاری مطبوعہ مصر جلد دوم صـ۲۰۵ پر ہے کہ عبد اللہ بن ابی بکر بھی شب کو اسی غار میں سویا کرتا۔ اور صبح واپس آکر قریش میں مل جاتا۔

تفسیر در منثور جلد دوئم صـ۲۴۰ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ رات کو اپنے مکان سے باہر نکلے اور غار ثور کے قریب جا پہنچے۔ تو آپ کے پیچھے ابو بکر بھی آ رہا تھا۔ حضرتؐ نے جب اس کی چال دریافت کی تو خوف ہوا کہ کوئی پکڑنے والا نہ ہو اس شناہیں ابو بکر نے کھانسا۔ تو حضرتؐ نے اس کو پہچان لیا۔ ور کھڑے ہو گئے

یہاں تک کہ دونوں غار میں داخل ہوئے۔ ادھر قریش نے حضرتؐ کی تلاش میں نبی لہب کے قائف (کھوجی
سراغرساں) کو بھیجا وہ غار تک آ کر ٹھہر گیا۔ اور دیکھا غار کے دروازہ پر ایک درخت ہے۔ اس کے نیچے
اس نے پیشاب کیا۔ اور کہا یہاں سے آگے نہیں بڑھے۔ اس وقت ابوبکر غمگین ہوا۔ اور حضرتؐ نے
فرمایا۔ لاتحزن ان اللہ معنا یعنی مت غم کر خدا ہمارے ساتھ ہے پھر ص ۲۴۱ پر ہے کہ بیہقی اور ابن مبارک
نے جنب بن مخیس عبری سے روایت کی ہے کہ جس شب آنحضرتؐ مکہ سے نکلے ہیں۔ ابوبکر نے حضرتؐ کا
تعاقب کیا (غالباً کفار قریش کے مشورہ سے) اور آگے پیچھے اور دائیں بائیں چلنے لگا۔

تاریخ خمیس جلد اول ص ۳۹۰ پر ہے کہ جب ابوبکر غار کیطرف چلا ہے۔ تو اس نے اپنا کل مال ساتھ
لے لیا۔ جو قریباً چھ ہزار درہم تھا۔ پس ناظرین! اس کے رونے کی یہی وجہ ہوگی کہ مال کی طمع پر کفار
مجھے قتل کر دیں گے۔

تفسیر در منثور سیوطی جلد چہارم ص ۲۴۰ پر ہے کہ غار کے تین دن اور رات کے دوران میں عامر بن
فہیرہ کھانا لیکر آیا کرتا۔ جو حضرت علی علیہ السلام تیار کر کے بھیجتے۔ حضرت علی علیہ السلام نے بحرین کے اونٹوں
سے تین اونٹ خریدے۔ اور ایک راہنما مقرر کیا۔ تیسری رات حضرت علی علیہ السلام اونٹ اور راہنما
لے کر غار پر گئے۔

سلم کتاب الاشربہ جلد دوم ص ۱۹۹ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ کو غار کی طرف جاتے ہوئے پیاس
لگی۔ تو راستہ میں ایک چرواہا ملا جس نے قدح میں دودھ دوہا۔ اور آنحضرتؐ نے پیا اور ص ۱۹۸ پر ہے۔
کہ ہم نے آنحضرتؐ کو اسی ایک قدح میں سے دودھ شہد۔ پانی۔ اور نبیذ پلائی۔

واقعہ غار پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر کو آنحضرتؐ کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اگر آنحضرتؐ
نے ابوبکر کا اونٹ مفت لینے سے انکار کر دیا تھا۔ تو اس کا فرض تھا۔ کہ وہ اونٹ کی وہ قیمت لیتا
جو اس کی خرید تھی۔ ایسے مصیبت کے وقت منافع حاصل کرنا حد درجہ نازیبا تھا۔

غار میں ابوبکر کا رونا جب کہ غار کے چاروں طرف کفار گشت لگا رہے تھے اور آنحضرتؐ کے
قتل پر آمادہ تھے۔ بہر صورت مذموم اور مشکوک حرکت تھی۔ ابوبکر پانچ چھ سالہ بچہ نہ تھا کہ غار کی بھیانک
صورت سے خائف ہو کر رونے لگتا۔ ہاں ایسے موقعہ پر جب جان خطرہ میں ہو۔ ایک بچہ بھی غم نجود رہنے
پر قدرتاً مجبور ہوتا ہے۔ خواہ وہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو۔ مگر یہاں تو ابوبکر کے پاس آنحضرتؐ موجود ہیں۔ اس
کے خائف ہونے اور بلند آوازی سے رونے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ سوائے اس کے
وہ چاہتا تھا۔ کہ آنحضرتؐ گرفتار ہو کر قتل کر دیئے جائیں۔ اور ابوبکر کو ایک عظیم رقم انعام میں وصول ہو۔

خداوند عالم کا لاتحزن ان اللہ معنا" فرمایا اس امر کا صریح ثبوت ہے۔ کہ ابوبکر بزدل ہونے کے علاوہ احمق بھی تھا۔ شجاعت اور دانائی ہرگز اجازت نہیں دے سکتی کہ ایسے نازک موقعہ پر نالہ و بکا شروع کر دیا جائے۔ ابوبکر کے رونے سے یہ بات بھی ضمناً ثابت ہوتی ہے۔ کہ اس کا ایمان راسخ نہ تھا۔ ورنہ وہ بجائے اس کے کہ آنحضرت اس کو تسلی فرماتے۔ آنحضرت سے عرض کرتا کہ آپ کچھ پرواہ نہ کریں یہ غلام آپ کے پسینے کی جگہ خون بہائیگا۔ اور جب تک زندہ ہے آپ کا بال تک بیکا نہ ہونے دے گا۔

ابلاغ سورہ برات

تفسیر در منثور جلد سوم صہ ۲۰۹ سطر ۱۰۔ اور ینابیع المودۃ مطبوعہ قسطنطنیہ مصنفہ امام شیخ سلیمان قندوزی جلد اول باب ۱۸ صہ ۱۹۹ سطر ۲۰۔ اور خصائص نسائی مطبوعہ محمدی لاہور صہ ۲۵ سطر ۱۰ اور تفسیر کشاف امام زمخشری مطبوعہ کلکتہ جلد اول صہ ۵۲۶ سطر ۱۱۔ اور تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد چہارم صہ ۵۹۲ سطر ۳۰ اور مسند امام حنبل مطبوعہ بمبئی جلد مناقب صہ ۴ سطر ۱۲۔ اور تفسیر غرائب التنزیل امام نیشاپوری جلد دوم صہ ۲۲۶ سطر ۱۲ اور تفسیر لباب التنزیل جلد دوم صہ ۲۱۴ سطر ۳۔ اور تفسیر حسینی علامہ حسین بن العلی الواعظ الکاشفی مطبوعہ نولکشور صہ ۲۴۷ سطر ۳۔ اور تفسیر معالم التنزیل امام بغوی مطبوعہ بمبئی صہ ۲۹۲ سطر ۱۲ پر ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ جبکہ سورہ برات سے دس آیتیں پیغمبر صلعم پر نازل ہوئیں تو حضرت نے ابوبکر کو بلایا۔ تاکہ اہل مکہ پر جا کر وہ آیتیں پڑھ آئیں۔ اس کے بعد مجھے بلایا۔ اور مجھ سے فرمایا کہ فوراً ابوبکر سے راستہ ہی میں جا ملو۔ پس جہاں بھی اس سے ملو وہ آیتیں اس سے لے لو۔ پس ابوبکر واپس لوٹ آیا اور عرض کی یا رسول اللہ میرے بارہ میں کوئی حکم نازل ہوا ہے۔ فرمایا نہیں۔ مگر جبرئیل نے مجھے آ کر کہا ہے کہ تیری رسالت کو کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ مگر یا تو خود آپ ادائے رسالت کریں۔ یا جو شخص کہ تم میں سے ہو

قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ برات اور فتح الباری شرح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ برات اور رسالہ فضائل جناب امیر علیہ السلام امام حافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی اور ازالۃ الخفا علی اللہ فصل ششم در بیان عمومات و تعریضات قرآن بخلافت خاصہ از مقصد اول اور اربعین سعید بن مسعود کازرونی اور عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ عینی اور تفسیر تلخیص شیخ تقیۃ الدین۔ ابو العباس احمد بن یوسف بن حسن کواشی اور نزول الابرار مرزا محمد بدخشانی قسم اول اور ارجح المطالب مولوی عبید اللہ امرتسری صہ ۴۹۱ پر بہ سند امام احمد حنبل و امام نسائی و طبری و ابو یعلی

وسالم وخوارزمی وابن عساکر وابن یوسف گنجی ومحب طبری وسیوطی وغیرہ اور تفسیر ثعلبی اور تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی اور کتاب سرج الدرا صیل الدین محدث اور تاریخ ابن کثیر وقائع سنہ ۹ھ اور ریاض النضرہ باب رابع مناقب علی ابن ابی طالب قسم ثانی اور جذب القلوب شیخ عبدالحق محدث اور شرح مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث کتاب المناقب باب مناقب علی ابن ابیطالب اور ترمذی مطبوعہ دہلی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورہ توبہ ص۵۵ اور ابطال الباطل فضل ابن روزبہان فی جواب المطلب الرابع فی ان علیاً صاحب الحوض واللواء والصراط من القسم الثالث فی الفضائل الخارجیہ اور معارج النبوۃ اور قرۃ العینین ولی اللہ ص ۲۷۳ ۔ اور روضۃ الاحباب اور حبیب السیر اور مدارج النبوت اور بخاری میں تین مقامات پر (کتاب تفسیر القرآن باب تفسیر قولہ تعالی باذان من اللہ ورسولہ ۔ (۲) کتاب الصلوۃ باب مالستر من العورۃ (۳) کتاب الحج باب لا یطوف بالبیت عریان اور فتح الباری شرح بخاری ابن حجر کتاب التفسیر اور جمع الجوامع ملا جلال الدین سیوطی اور کنز العمال تفسیر سورہ توبہ فصل رابع فی التفسیر من کتاب الاذکار من حرف ہمزہ اور روضۃ الصفا اور کتاب موفقیات ابن ابی الحدید جزو عاشر شرح نہج البلاغۃ وغیرہ میں بھی تبلیغ سورہ برات سے ابوبکر کی معزولی کا مفصل تذکرہ لکھا ہے ۔ متلاشی حق ضرور ملاحظہ کرے ۔

تفسیر درمنثور سیوطی جلد سوئم ص۲۰۵ پر ہے کہ جب ابوبکر (سورہ برات حضرت علی کے حوالے کر کے واپس آیا تو اس کو آنحضرتؐ پر بہت غصہ آیا ۔

قرۃ العینین شاہ ولی اللہ ص۱۴۴ پر ہے کہ جب ابوبکر اور عمر دونو کو سورہ برات دے کر بھیجا ۔ ابھی وہ جا رہے تھے کہ پیچھے سے ایک سوار آیا ۔ پوچھا کون ہے ۔ فرمایا میں ہوں علی ابن ابیطالب اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے وہ نوشتہ ان سے لے لیا ۔ اور وہ دونو مدینہ کی طرف واپس آئے ۔ حضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ ہم کو حکم ہوا ہے ۔ کہ تبلیغ رسالت یا خود کرو یا وہ کرے جو تم ہی سے ہو ۔

ابوبکر اور عمر کا سورہ برات کی تبلیغ سے بحکم خدا معزول کیا جانا ایک اہم اور امر عظیم ہے ۔ نکتہ شناس اور رمز فہم طبیعت اس واقعہ سے کئی نتائج اخذ کرنے پر مجبور ہو گی ۔ اول یہ کہ خداوند عالم نے رسول پر واضح کر دیا کہ جو اشخاص چند آیات قرآنی کی تبلیغ کی اہلیت نہیں رکھتے وہ تمام کلام خدا کی تبلیغ کیونکر کر سکتے ہیں ۔ یعنی رشد و ہدی کے راہنما نہیں ہو سکتے ۔ دوم یہ کہ قدرت نے محض ابوبکر اور عمر کی گردن میں ذلت معزولی کا طوق ڈالا ۔ تاکہ ظاہر ہو کہ لوگ ان کی آئندہ خلافت سازی کو حق بجانب نہ خیال کریں ۔ جس میں یہ دونو باہم گٹھ جوڑ کرنے والے ہونگے ۔ سوم یہ کہ حضرت علیؑ کے سوائے

اور کوئی شخص خلافت کا حقدار نہیں ہے۔ چہارم یہ کہ خلافت کا تقرر خدا کی مرضی پر موقوف ہے نہ کہ جمہور کی رائے پر۔ پنجم یہ کہ ابوبکر اور عمر کو معزول کر کے انہیں جتا دیا گیا۔ کہ حضرت علی آنحضرت صلعم کے بعد خلیفہ بلافصل ہیں۔ ششم یہ کہ معزولی مسلمانوں کے گروہِ عظیم کے سامنے عمل میں آئی۔ تا کہ ان پر بھی اتمام حجت ہو کہ شیخین خلافت کی اہلیت سے معرا ہیں۔ اور خلافت حضرت علیؑ کا حق ہے۔

امامت حضرت ابوبکر صاحب

تیسیر الباری پارہ سوئم ص۱۰۰ تا ص۱۰۱ مطبع احمدی لاہور میں ہے کہ آنحضرتؐ کے مرض الموت کے وقت ابوبکر نے امامت کرائی۔ اور جب آنحضرتؐ خود مسجد میں تشریف لے گئے تو ابوبکر نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن آنحضرتؐ نے اس کو وہاں ہی کھڑا رہنے کا اشارہ کیا۔ اور خود ابوبکر کی ایک طرف بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ نماز پڑھاتے تھے اور ابوبکر حضرتؐ کی پیروی کرتا اور دوسرے لوگ ابوبکر کی اقتدار کرتے۔ کشف الغطا مطبوعہ صدیقی لاہور ص۴۲ پر ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے عبدالرحمن بن عوف کے پیچھے نماز پڑھی ناظرین اول یہ بات ہے کہ یہ حدیث وضعی ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں۔ دوسرے یہ کہ حضرت علیؑ جنگ تبوک کے ایام میں ایک مہینہ تک امامت کراتے رہے۔ اور آنحضرتؐ کے حکم سے صحابہ تمام گرد و نواح میں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے اور امامت کرتے۔ جنگ بدر کو جاتے ہوئے آنحضرتؐ نے مبشر بن عبدالمنذر کو حاکم مدینہ و امام نماز بنایا۔ غزوہ مصطلق کو جاتے ہوئے جعال ضمیری کو حاکم مدینہ و امام نماز بنایا۔ عبداللہ ابن ام مکتوم کو تیرہ دفعہ حاکم مدینہ و امام نماز بنایا۔ پس امامت نماز سے نیابت رسولؐ ثابت نہیں ہوتی۔ سیرۃ حلبیہ جلد سوم ص۳۵۰ پر ہے کہ کسی کو جائز نہیں کہ وہ آنحضرتؐ کا پیش نماز بن سکے کیونکہ حضرتؐ کے آگے ہونا کسی کو بھی کسی حالت میں جائز نہیں۔ خواہ نماز ہو یا کوئی امر ہو یا بلا عذر۔ ہو کیونکہ خدا نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور خود آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جو امام ہوتا ہے وہ متبوع ہوتا ہے تو پھر آنحضرتؐ کا کون متبوع ہو سکتا ہے مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر۔ بخاری کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ۔ بخاری باب حد المریض ان یشہد الجماعۃ من ابواب الجماعۃ۔ روضۃ الاحباب شرح مسلم نووی جلد اول ص۱۷۷ البخاری کتاب اذان باب انما جعل الامام لیوتم بہ قسطلانی جلد دوم ص۴۲ ، استیعاب ذکر حالات ابوبکر میں ہے کہ جب آنحضرتؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ تو حضرتؐ کے حکم سے ابوبکر امام بنا اور آنحضرتؐ ماموم بنے۔ ناظرین اگر امام بننے سے ہی حق خلافت قائم ہو جاتا ہے تو لازم ہے اور عمرو بن عاص بدرجہ اولیٰ امام ہوئے جنکے پیچھے ابوبکر و عمر نے کئی دفعہ نماز پڑھی اور نیز جنگ میں ماتحت کئے

مدارج النبوۃ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے بلال کو حکم دیا کہ ابو بکر سے کہہ دو کہ نماز پڑھائے تعجب
ہوتا ہے کہ چونکہ ابو بکر نہ ملا۔ اس لئے عمر کو نماز پڑھانے کو کہا گیا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ ابو بکر کو نماز
پڑھانے کو کہا گیا۔ مگر اس نے عمر کو نماز پڑھانے کو کہا۔ پھر مدارج النبوۃ میں ہے کہ بلال نے ابو بکر کو نماز
پڑھانے کو کہا۔ لیکن اس نے رونا شروع کر دیا۔ اور اس کے رونے سے مسلمانوں میں رونے کا شور برپا
ہوا۔ آنحضرتؐ رونے کی آواز سن کر خود مسجد میں آئے اور نماز پڑھائی۔ شمع الیقین میں ہے کہ
شارح ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ اس کے استاد ابو یعقوب نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کو نماز
پڑھانے کے لئے کہہ دو۔ کسی خاص شخص کی تعیین نہ تھی۔ شمع الیقین میں ہے کہ احیاء العلوم امام غزالی میں
بروایت امام باقر علیہ السلام لکھا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ابو بکر کو (جو پیش نمازی سے) معزول کیا اور فرمایا کیا
ہو گیا ایک گروہ کو کہ میرے حکم کے بغیر میرے اہلبیتؑ پر حسد کر کے تقدم کرتے ہیں۔ خدا ان کے شکموں میں آگ بھرے

شرح مسلم نووی جلد اول ص ۱۷۷ اور شرح قسطلانی جلد دوم ص ۳۲ پر ہے کہ بعض علما نے کہا ہے
زعم کیا ہے۔ کہ ابو بکر ہی امام تھا۔ اور نبی اکرمؐ اسکے مقتدی تھے۔ لیکن صواب یہ ہے کہ آنحضرت نبی امام تھے
(مقتدا ابو بکر)۔ مدارج النبوۃ روضۃ الاحباب اور حبیب السیر اور تاریخ خمیس میں ہے کہ آنحضرتؐ نے [illegible] کو
کو امامت کیلئے مقرر فرمایا۔ شرح قسطلانی بخاری جلد دوم ص ۳۲ پر ہے۔ کہ آنحضرت نے غزوہ تبوک میں
صبح کی نماز عبدالرحمان ابن عوف کے پیچھے پڑھی۔ ریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ المبشرہ اور مسلم کتاب
الصلوات باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم میں مغیرہ سے روایت لکھی ہے کہ میں نے عبدالرحمن کو امامت سے
پیچھے ہٹانا چاہا مگر رسول اللہ نے منع کیا اور فرمایا کہ اس کو اسی جگہ رہنے دو۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔
کہ ابو بکر نے عبدالرحمن ابن عوف کو اپنے زمانہ میں امامت نماز اور امامت حج پر مقرر کیا۔

عمدۃ القاری عینی باب بعث النبی اسامۃ کتاب المغازی میں ہے کہ ابو بکر کو آنحضرتؐ نے صرف تین
دفعہ امیر بنا کر بھیجا ہے یعنی غزوہ بنی فزارہ اور غزوہ بنی کلاب اور حج مکہ میں کسی اور دفعہ ابو بکر کا امیر بنایا جانا
ثابت نہیں۔ شرح مسلم نووی جلد اول ص ۱۸۰ ذیل باب امر الائمہ بتخفیف الصلوٰۃ فی تمام میں ہے کہ جس کو
وسوسہ شیطانی ہو۔ وہ امامت کے لائق نہیں ہے۔

منہاج الکرامہ ابن تیمیہ جواب مطاعن ابو بکر آخر کتاب اور کنز العمال کتاب الامارت باب دوم فصل دوم
حرف ہمزہ اور ریاض النضرہ محب طبری خلافت ابی بکر باب اول مناقب ابی بکر فصل سیزدہم قسم ثانی ذکر
استقالہ ابی بکر من البیعت اور شرح ابن ابی الحدید جواب مطاعن ابی بکر اور تاریخ الخلفا حال ابو بکر فصل فی
مبالغہ اور صواعق ابن حجر باب اول فصل اول اور مسند احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۴ اور کتاب جامع

ابو ذر ہروی اور کتاب موافقت ابن سمان میں ہے۔ اور نیز ابن راہویہ لکھتا ہے کہ ابو بکر نے خطبہ میں کہا کہ اے لوگو آگاہ رہو کہ میرے ساتھ ایک شیطان ہے۔ جو مجھے عارض ہے۔ پس جب تم دیکھو کہ میں نے معصیت کی تو میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ تاکہ میں تمہارے بالوں اور تمہاری کھالوں میں اثر نہ کر جاؤں۔ اور میری اس وقت اطاعت کرو۔ جبکہ میں راہ راست پر ہوں۔ پس اگر میں بھٹک جاؤں تو مجھے راہ راست پر لاؤ۔ ناظرین حسن بصری نے کہا یہ ایسا خطبہ تھا۔ جو خدا کی قسم پھر کسی نے کبھی نہیں کہا۔

نہ تو بیچارے ابو بکر کو کبھی امامت کا منصب عطا ہوا اور نہ ہی وہ اس قابل تھا۔ مگر باایں ہمہ سنی لوگوں نے امامت ابو بکر کا محشر بپا کر رکھا ہے۔ کوئی سنی عالم کہتا ہے کہ ابو بکر امام اور آنحضرتؐ ماموم ہوئے کوئی کہتا ہے کہ ابو بکر امامت کے لئے کھڑا تو ضرور ہوا تھا۔ مگر معزول کر دیا گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ ابو بکر تو بیچارے خود رہ گیا۔ آنحضرتؐ نے عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ ابو بکر بوجہ گریہ وزاری امامت نہ کر سکا۔ تو عمر بن خطاب نے امامت کی تھی۔ ہمیں کوئی بتائے کہ ان میں سے کس بھلے مانس کو سچا اور کس کو جھوٹا قرار دیں۔ ایک انگریزی ضرب المثل ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اس ضرب المثل کے مطابق اس معاملہ میں سنی عالموں نے بہت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ مگر افسوس باایں ہمہ ناکامیاب رہے ہیں۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرتؐ مسجد میں تشریف لے گئے ہوں اور ابو بکر نے پیش نمازی کی ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوا۔ کہ آنحضرتؐ گھر میں علیل الطبع ہوں اور ابو بکر نے امامت کی ہو۔ یہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرتؐ مدینہ سے باہر جہاد پر تشریف لے گئے ہوں اور ابو بکر نے آپ کی غیر موجودگی میں نماز پڑھائی ہو۔ یہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ دوران جہاد میں کسی مقام پر ابو بکر کو حکم امامت ملا ہو۔ لہٰذا ابو بکر اور امامت دو متضاد چیزیں ہیں۔

اگر ابو بکر امام اور آنحضرتؐ ماموم ہوتے تو بروز سقیفہ ابو بکر اور عمر کی طرف سے یہ واقعہ بطور حق خلافت ضرور پیش کیا جاتا۔ مگر وہاں تو صرف حق قرابت کو بطور حق خلافت پیش کیا گیا تھا۔

اگر ابو بکر امام اور آنحضرتؐ ماموم ہوتے تو ابو بکر اور عمر حضرت علیؑ سے اس امر کا ضرور اظہار کرتے جب کہ آپ نے سر دربار تشریف لا کر شیخین کو غاصب و ظالم قرار دیا اور حضرت علیؑ کی تقریر کے جواب میں خود بھی تقریر کرتے۔ جس میں امامت ابو بکر کا بالتفصیل ذکر ہوتا۔

حضرت علیؑ اور بنی ہاشم دین کے مقابلہ میں دنیا کو ہیچ جانتے تھے۔ یہ لوگ آنحضرتؐ کی اقتدا سے سر مو انحراف نہ کر سکتے تھے۔ اگر ابو بکر امام اور آنحضرتؐ ماموم ہوتے تو حضرت علیؑ اور بنی ہاشم سنت رسول کو سر آنکھوں پر رکھ کر ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھا کرتے۔ مگر تاریخیں اور واقعات شاہد ہیں کہ حضرت

علیؓ اور بنی ہاشم میں سے کسی ایک نے بھی ثلاثہ کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھی۔

البتہ اتنا کہنا درست ہے کہ ثلاثہ اپنے اپنے عہد خلافت میں امامت کرتے رہے ہیں۔ اور ان کے ہم جنس ان کو امام خیال کرتے رہے ہیں۔ پس اگر یہ امامت دلیل نیابت رسولؐ ہے۔ تو یزید اور ولید بھی نائب رسول تھے۔

ابوبکر نے اڑھائی سال۔ عمر نے دس گیارہ سال۔ اور عثمان نے بارہ تیرہ سال حکومت کی ہے اور ہر ایک خلیفہ ہر جمعہ کے روز خطبہ کہتا رہا ہے۔ کیا ان میں سے کسی ایک نے کسی جمعہ کے خطبہ میں اپنی امامت اور رسولؐ کی اقتدا کا ذکر بطور حق خلافت کیا ہے۔ اور کیا ان میں سے کسی ایک نے حضرت علیؓ اور بنی ہاشم کے خلاف کبھی تقریر میں بطور شکایت کہا ہے۔ کہ یہ لوگ ہمارے پیچھے کیوں نماز نہیں پڑھتے جبکہ خود آنحضرتؐ نے ہمارے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ جب یہ امور کبھی وقوع پذیر نہیں ہوئے تو یہی کہنا پڑتا ہے کہ امامتِ ابوبکر کذب اور بہتان کا انبار ہے۔

خلافت حضرت ابوبکر صاحب

کتاب فضائل باہرہ فی محاسن المصر والقاہرہ میں ابن حجر عسقلانی نے وہ خط بلفظہ درج کیا ہے جو معاویہ نے محمد بن ابوبکر کو لکھا۔ اس خط کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ خط تیرا پڑھا۔ میں ہمیشہ تیری توقیر کرتا تھا۔ بہ سبب اس حق کے جو مجھ پر واجب ہے۔ علی بیشک صاحب سوابق مبارک ہیں۔ اور ہمیشہ نیک اور سردار ہیں۔ یہاں تک کہ خلیفۂ اوّل (ابوبکر) اچھلا۔ اور انکے حق کو چھین لیا۔ پس جو کام ہم لوگ کرتے ہیں۔ اگر حق ہے تو اس کام کے شروع کرنے والا تیرا باپ ہے۔ اور اگر خطا ہے تو تیرا باپ اس خطا کا باعث ہے۔ اب تو جو چاہتا ہے اپنے باپ کے حق میں کہہ لے۔

مروج الذہب امام ابوالحسن علی بن الحسن مسعودی ۳۴۶ھ برحاشیہ تاریخ کامل جلد چھ میں ایک اور خط معاویہ بنام محمد بن ابی بکر منقول ہے۔ جس کا ضروری خلاصہ یہ ہے اے محمد بن ابی بکر، ہم لوگ اور تیرا باپ ابوبکر حضرت علی بن ابی طالب کی فضیلت کو پہچانتے تھے۔ ابوبکر اور عمر نے ان کے حق کو چھین لیا۔ اور ان کے امر کی مخالفت پر دونوں نے اتفاق کر لیا۔ یہاں تک کہ ابوبکر اور عمر نے بصورت انکا بیعت ابوبکر حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ایک امر عظیم کا قصد کیا۔ (حضرت علی علیہ السلام کو قتل کر دینا چاہا) یہ دونوں مل کر خلافت کرنے لگے۔ اور علیؓ کو کسی امر خلافت میں شریک نہ کرتے۔ اور نہ ہی اپنے اسرار و راز ان سے بیان کرتے۔ پھر عثمان کو خلافت ملی۔ تو وہ بھی اسی ڈھب پر چلا۔ پس اے محمد۔ اگر تیرا باپ

سب سے پہلے یہ کارروائی نہ کرتا تو ہم ہرگز حضرت علی ابن ابیطالب کی مخالفت نہ کرتے۔ بلکہ خلافت انکو سونپ دیتے۔ مگر کیا کریں۔ ہم تو تیرے باپ کے طریقہ پر چل رہے ہیں اب جو چاہو اپنے باپ کے حق میں کہو

بخاری مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۴۱ پر ہے کہ ایک عورت (نام ندارد) آئی اور عرض کیا۔ یا حضرت اگر میں آپکو نہ پاؤں یعنی جب آپ راہی عالم باقی ہو جائیں تو کس کے پاس آؤں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ابو بکر کے پاس آنا۔ ابن حجر صواعق محرقہ جلد سوم صفحہ ۲۵۹ پر لکھتا ہے کہ ابھی تک اس عورت کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

ابو بکر کی خلافت پر ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ اس نے آنحضرتؐ کے ایام مرض میں امامت کرائی حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ اور اگر فرض بحث مان بھی لیا جائے تو عبدالرحمان بن عوف کو حق خلافت بدرجہ اولیٰ حاصل ہے۔ جو باتفاق علمائے اہلسنت امام بنا اور رسولؐ مقتدی ماموم بنے دیکھو اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ترجمہ عبدالرحمان بن عوف۔

ازالۃ الخفاء ولی اللہ فصل ششم بیان آیات قرآن و تعریفات اور کنز العمال ملا علی متقی فضائل ابو بکر ترجمہ شمائل ابو بکر کتاب الفضائل باب الفا میں بروایت حضرت سلیمان لکھا ہے کہ مجھ سے عمر بن خطاب نے پوچھا کہ آیا میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ۔ سلمان نے فرمایا۔ کہ اگر تو مسلمان کی زمین میں سے ایک درہم یا اس سے کمتر یا زیادہ غصب کرلے اور پھر اسکو وہاں رکھے جہاں اسکے رکھے جانیکا حق نہیں ہے تو تو بادشاہ ہے

کتاب الامامت والسیاست میں ہے کہ ابو بکر نے حضرت عباسؓ کو کہا کہ ہم (ابو بکر اور عمر) آپکو کچھ دیتے ہیں اور آپ مطالبہ حق سے باز رہیں۔ حضرت عباس نے فرمایا۔ کہ اگر ہمارا حق ہے تو ہم خاموش کیوں رہیں اور اگر ہمارا حق نہیں ہے تو تم دیتے کیوں ہو۔

کتاب الامامت والسیاست صفحہ ۲۱ پر ہے کہ (ابو بکر نے مرتے وقت کہا) کاش رسول اللہ سے ہم دریافت کر لیتے کہ حضرتؐ کے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ تاکہ پھر کوئی نزاع نہ کرتا۔ اور کاش پوچھ لیتے کہ اس میں انصار کا بھی حق ہے یا نہیں۔ عمر کی حسرت سے بڑھ کر ہے جیسا کہ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲۳۳ پر ہے کہ عمر کہا کرتا تھا کاش رسول اللہ تین چیزوں کی حقیقت بتا جاتے تو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتی خلافت کلالہ۔ ربا۔ نیز عمر نے بوقت مرگ بڑی حسرت سے کہا کہ اگر خالد بن ولید زندہ ہوتا۔ تو میں اپنے بعد اس کو خلیفہ

کتاب الامامت والسیاست صفحہ ۱۲ پر ہے کہ جناب امیرؑ نے ابو بکر سے فرمایا کہ تم نے انصار سے قرابت رسولؐ کی دلیل پر خلافت کو حاصل کیا۔ اور ہم اہلبیت سے اب یہی خلافت از راہ غصب لیتے ہو یعنی قرابت رسولؐ کے لحاظ سے بھی تم سے زیادہ حقدار خلافت ہوں اسی کتاب الامامت صفحہ ۲۶ پر ہے کہ جناب فاطمہؑ نے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ ہم جہاں تک جانتے ہیں۔ تم سے بدتر کوئی قوم نہ ہوگی۔ جس نے آنحضرتؐ کا جنازہ

ہمارے سامنے چھوڑ دیا اور جاکر باخود خلافت کا فیصلہ کر لیا۔ جس میں کسی طرح ہمارے حقوق کی رعایت نہیں کی گئی۔ شرح نہج البلاغۃ علامہ ابن ابی الحدید میں ہے کہ خلافت ابوبکر کے قائلین نے جب شیعوں کا استدلال احادیث سے دیکھا تو مقابلہ میں انہوں نے بھی ابوبکر کیلئے احادیث وضع کیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ کے حق میں جو یہ حدیث مشہور تھی کہ رسول اللہ نے آپکو اپنا بھائی مقرر کیا۔ تو ابوبکر کے لئے یہ حدیث بنائی گئی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اگر ہم کسی کو اپنا خلیل بناتے تو ابوبکر کو بناتے۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب آیہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی کا نزول ہوا تو ابوبکر اپنے دامن میں پتھر کنکر بھر لیتا اور جب آنحضرتؐ کے سامنے بیٹھتا تو اپنے منہ کو پتھر کنکروں سے مٹھونس لیتا (کیا اچھا ہوتا اگر کوئی شخص اس کے نتھنے بند کر دیتا)

کتاب زین الفتی ابو محمد احمد بن علی العاصمی میں ہے کہ جب ابوبکر خلافت رسولؐ پہ جلوہ افروز ہو چکا تو قیصر نے یکصد علمائے نصاریٰ کو منتخب کیا کہ خلیفہ رسول کے پاس جاویں اور وہ مسائل پوچھیں جو انبیاء سے پوچھے جاتے ہیں۔ اگر وہ خلیفہ رسولؐ ہوا ضرور جواب دیگا۔ ورنہ وہ دھینگا مشتی اور رشوہ دانی سے خلیفہ بن بیٹھا ہے۔ چنانچہ جب ابوبکر سے وہ سوالات کئے گئے تو ابوبکر کبھی معاذ بن جبل کی طرف دیکھتا اور کبھی ابن مسعود کی طرف۔ اس پر اس جاثلیق نے عبرانی میں کہا کہ یہ شخص یعنی رسولؐ اللہ پیغمبر نہ تھے۔ نہیں تو ان کا خلیفہ کچھ تو با علم ہوتا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا بلاؤ اس شخص حضرت علی علیہ السلام کو جو اہل تورات کو احکام تورات کے مطابق اور اہل انجیل کو احکام انجیل کے مطابق اور اہل زبور کو احکام زبور کے مطابق جواب دے۔ جناب امیر علیہ السلام نے قدم رنجہ فرمایا۔ اور چٹکیوں میں کل مسائل حل کر دئے۔ جس پر وہ معترض (سر گروہ اعتراض کنندگان) بے اختیار اسلام لے آیا۔ اور کہا میں توحید اور رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ وصی رسول اللہ ہیں۔ اور دوسرے مسلمانوں نے حضرت علی علیہ السلام کو مفرج الکرب کا خطاب دیا۔ اللھم صل علی محمد و ال محمد۔

کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ ص ۱۹ پر ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو (جبراً) ابوبکر کے پاس لایا گیا تو حضرت نے فرمایا میں بندہ خدا اور برادر رسولؐ ہوں جب آپ سے بیعت ابوبکر کیلئے کہا گیا تو حضرت نے فرمایا میں زیادہ مستحق ہوں کہ میری بیعت کی جاوے میں ہرگز بیعت نہ کرونگا۔ تم لوگوں نے انصار سے خلافت کو قرابت رسولؐ کی دلیل پہ حاصل کیا ہے (اسی دلیل پر) تم لوگ ہم اہلبیت سے خلافت غصب کر رہے ہو۔ کیا تم نے انصار سے اپنے اس گمان کو بیان نہیں کیا۔ کہ تم لوگ اس وجہ سے مستحق خلافت ہو۔ کہ رسول اللہؐ لوگوں میں سے تھے۔ تو انصار نے تمہارے اس دعویٰ کو قبول کیا اور خلافت کو تمہارے حوالہ کر دیا۔ اب اس حجت کو جب ہم تم پر پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ سے زندگی اور موت دونوں میں ہم اولیٰ ہیں۔

تو تم ہی انصاف کرو۔ اگر تم لوگ مومن ہو۔ اور اپنے ظلم کی جگہ دیکھ لینا جس کو تم جانتے ہو۔ عمر نے کہا۔ جب تک ابوبکر کی بیعت نہ کرو گے ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت نے فرمایا۔ اے عمر آج دودھ دوہ لے کہ تیرا بھی حصہ ہے۔ اور اس کے امر کو مضبوط کر۔ کل وہ تجھے واپس دیگا۔ پھر حضرت نے کہا۔ اے عمر ہم تیرے قول کو ہرگز قبول نہ کریں گے! اور نہ ابوبکر کی بیعت کرینگے۔

کنز العمال فضائل ابوبکر از قسم افعال ترجمہ شمائل ابوبکر کتاب الفضائل باب الفا میں لکھا کہ ایک اعرابی ابوبکر کے پاس آیا۔ اور پوچھا کیا تو خلیفہ رسولؐ ہے۔ ابوبکر نے کہا۔ نہیں تو اعرابی نے پوچھا کہ پھر تو کیا ہے۔ ابوبکر نے کہا میں تو آنحضرتؐ کے بعد خالفہ ہوں۔ یعنی بیٹھنے والا۔ نیز خالفہ سے مراد وہ شخص بھی ہے جس میں کوئی خیر و برکت نہ ہو۔ اور جس سے لوگ دین و دنیا میں بے نیاز نہ ہو سکیں۔ ملاحظہ ہو مجمع بحار الانوار علامہ شیخ محمد طاہر مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۳۰ سطر۴۔ اور شرح عینی مطبوعہ مصر جلد ہفتم ص۵ اور نہایہ ابن اثیر جذری مطبوعہ مصر ۲۵۰ سطر ۲۴۔ اور انوار اللغہ مولوی وحید الزمان ص۹۹۔

کتاب مواقف مقصد ثالث فی ماتثبت بہ الامامۃ میں ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ (ابوبکر) کو امامت اختیار اور بیعت سے حاصل ہوئی تھی۔ (نہ کہ بروئے قرآن و حدیث) تو جاننا چاہئے کہ اس میں سب اصحاب کے اجماع کی حاجت نہیں کیونکہ اس پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل قائم نہیں ہوتی۔ بلکہ امامت کے مقرر ہونے کے لئے اہل حل و عقد میں سے ایک یا دو شخصوں کا بیعت کر لینا کافی ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ سے باوجود اس مضبوطی کے جو وہ دین میں رکھتے تھے۔ ایسی بیعت ہی کو کافی سمجھا ہے جیسا کہ عمر نے بیعت کر کے ابوبکر کی خلافت مقرر کی اور عبدالرحمان بن عوف نے بیعت کر کے عثمان کی خلافت مقرر کی۔ کل امت کا اکٹھا ہونا تو ایک طرف رہا۔ انہوں نے ان لوگوں کے اکٹھا ہونے کو بھی ضروری نہ سمجھا جو کہ مدینہ میں تھے۔ اور کسی شخص نے بھی ان کے اس فعل پر اعتراض نہ کیا۔ (غلط ہے سینکڑوں اصحاب رسولؐ معترض ہوئے اور مرتے دم تک ثلاثہ کی بیعت نہ کی) اور اسی بات پر تب تک کئی زمانے گذر چکے ہیں۔

کتاب الامامت والسیاسۃ علامہ ابن قتیبہ میں ہے۔ کہ ابوبکر کا غلام قنفذ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا آپ کو خلیفہ رسول بلاتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے آنحضرتؐ پر جھوٹ باندھنے میں بہت جلدی کی!

تفریح الاحباب فی مناقب الاصحاب فصل خلافت ابوبکر ص۴۹ پر مسند امام احمد بن حنبل اور دلائل النبوۃ امام بیہقی سے حدیث لکھی ہے کہ عمرو بن سفیان سے روایت ہے کہ اس خلافت کی بابت

رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے کوئی عہد و حکم نہیں فرمایا تھا۔ لیکن ہم نے اپنی رائے سے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ پس ابوبکر اس پر قائم ہوگیا۔ اور مرتے دم تک مضبوطی سے قائم رہا۔ پھر ابوبکر نے اپنی رائے سے عمر کو خلیفہ بنایا۔ پس وہ بھی اس پر قائم ہوگیا۔ یہاں تک کہ دین اپنی جگہ پر قائم ہوا (غلط ہے بدعات شیخین شمار سے باہر ہیں) پھر اقوام (عثمان۔ معاویہ وغیرہ) نے دنیا طلب کی۔ پس ان میں بہت سے ایسے کام ہوئے جن کے بارے میں اللہ فیصلہ کرے گا۔

کنز العمال جلد سوم ص ۱۲۵ پر ہے کہ رافع بن ابی رافع کہتا ہے کہ جب ابوبکر کو لوگوں نے خلیفہ بنایا تو ہم نے کہا کہ یہ تو ہمارا دینی صاحب تھے۔ جو ہم کو حکم دیا کرتا کہ کبھی دو آدمی پر بھی حکومت نہ کرنا اسی خیال سے ہم نے گھر سے سفر کیا اور وارد مدینہ ہوئے۔ ابوبکر کے ملاقات کرکے ہم نے کہا ہم کو پہچانتے ہو۔ ابوبکر نے کہا ہاں۔ تب ہم نے کہا یہ بھی تم کو یاد ہے۔ کہ تم ہم کو نصیحت کیا کرتے تھے۔ کہ دو آدمیوں پر بھی حکومت نہ کرنا۔ پھر تم کو کیا ہوگیا۔ کہ ساری امت کے حاکم بن بیٹھے۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے انتقال کیا۔ اور لوگ کفر کے ساتھ تازہ عہد تھے۔ لہٰذا ہم کو (مجھے اور عمر کو) یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔ اور اختلاف نہ پیدا ہو۔ اس لئے ہم اس میں داخل ہوئے۔ حالانکہ ہم اس امر سے کراہت رکھتے تھے۔

تاریخ طبری جلد چہارم ص ۲۸ پر ہے کہ خالد بن سعید بن عاص آنحضرت کیطرف سے یمن کا عامل تھا۔ اس نے دو ماہ تک ابوبکر کی بیعت نہ کی۔ جب یہ مدینہ میں آیا۔ تو اس نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا اے فرزندان عبد مناف کیا تم لوگ بالکل مغلوب ہوگئے جناب امیر نے فرمایا۔ کیا تو اسکو خلافت سمجھتا ہے یا زبردستی اس نے عرض کیا۔ کہ تم لوگوں سے کوئی شخص اولےٰ بخلافت نہیں ہے جو اس امر پر زبردستی کیجائے۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب معاویہ نے جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر پر دریائے فرات کا پانی بند کر دیا۔ تو عمرو بن عاص نے کہا۔ اے معاویہ تو حضرت علی جیسے شخص پر پانی بند کرتا ہے۔ حالانکہ تو جانتا ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر تمام زمانہ حضرت علی علیہ السلام کے خلاف ہوگیا۔ تو حضرت علی (علیہ السلام) نے کہا۔ کاش! اس وقت میرے ہمراہ چالیس آدمی ہوتے تو میں اپنے حق کے مطالبہ پر کھڑا ہو جاتا۔

تفریح الاحباب امام احمد بن حنبل ص ۱۹۱ پر بروایت عبداللہ بن مسعود لکھا ہے کہ عمر بن خطاب کو لوگوں پر یہ فضیلت ہے کہ اس کی رائے سے ابوبکر خلیفہ ہوا۔ اور عمر پہلا شخص ہے جس نے ابوبکر کی بیعت کی۔

کتاب تمہید ابوالشکور سلمی ص ۱۶۹ پر ہے کہ خلافت کیلئے کسی شخص کے حق میں نص نہ تھی اگر ہوتی تو

اصحاب رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اتنی جلدی آنحضرتؐ کے دفن ہونے سے پہلے آنحضرتؐ کے حکم کی اور وصیت کی مخالفت نہ کرتے۔ یعنی سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر خلیفہ سازی نہ کرتے۔ مسند امام احمد حنبل جلد اوّل صفحہ ۱ پر ہے کہ ابوبکر کو لوگوں نے خلیفۃ اللہ کے لقب سے پکارا۔ تو اس نے کہا میں خلیفہ رسول اللہ ہوں۔ اور میں اس پر راضی ہوں۔

صواعق محرقہ علامہ ابن حجر شروع مقصد خامس از باب حادی عشر در فضائل اہلسنت "تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی خلافت ابی بکر فصل فی نبذ من حلمہ و تواضعہ کنز العمال کتاب الامارت والخلافت حرف الالف۔ ریاض النضرہ محب طبری باب اول قسم ثانی فصل و انہم ذکر تواضع ابوبکر میں لکھا ہے کہ امام حسن علیہ السلام ابوبکر کی طرف آئے۔ جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر تھا۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا اے ابوبکر میرے باپ کے بیٹھنے کی جگہ سے اتر جا۔ ابوبکر نے کہا۔ خدا کی قسم۔ صاحبزادے تو نے سچ کہا ہے کہ یہ منبر تیرے باپ کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ میرے باپ کی نہیں ہے اسکے بعد ابوبکر نے امام حسن علیہ السلام کو پکڑ کر گود میں بٹھالیا۔ اور رونے لگ پڑا۔ پس حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! واللہ حسن نے میرے سکھانے سے یہ بات نہیں کہی ہے بلکہ خود بخود ہی ایسا کہا ہے اس پر ابوبکر نے کہا اے علی آپ نے سچ فرمایا ہے۔ خدا کی قسم۔ میں نے بھی تو آپ کو تہمت نہیں دی۔ ناظرین۔ اس روایت میں ابوبکر کا قسم کھانا قابل غور امر ہے۔ یہی روایت کتاب المناقب ابن شہر آشوب۔ در فضائل السمعانی اور تاریخ خطیب میں بھی مذکور ہے۔

ابوبکر انباری نے بھی روایت بالا کو بیان کیا ہے۔ انساب سمعانی میں ابوبکر انباری کی بے مثل قابلیت اور عظیم المرتبہ علم کو تسلیم کیا گیا ہے۔ سنہ ۳۲۸ھ میں فوت ہو گیا۔

شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق دہلوی کتاب الزکوٰۃ باب من لا یحل لہ الصدقہ میں ہے کہ امام چھوٹی عمر میں صاحب عقل تھے۔ اور بہ تحقیق یہ دونوں امام یعنی امام حسن اور امام حسین علیہم السلام نہایت چھوٹی عمر میں تھے۔ جبکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث ضبط کی ہوئی تھیں۔ اور آنحضرتؐ کی وفات کے وقت امام حسنؑ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ کیونکہ آپ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے تھے۔

خفاجی نے ریحانۃ الالبا میں ابن حجر مکی کو صاحب فضل و کمال تسلیم کیا ہے شیخ عبدالحق نے ماثبت بالسنۃ میں اسکو شیخ الفقہاء والمحدثین لکھا ہے اور کشف الظنون میں اس کو امام اور حافظ کا لقب دیا گیا ہے۔ سنہ ۹۷۳ھ میں فوت ہوا۔

علامہ یافعی نے اپنی تاریخ میں سنہ ۴۰۶ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ سید رضی (علیہ الرحمہ) نے

نو سال سے تھوڑی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ نیز لکھا ہے کہ ابو الفتح نحوی کہتا ہے کہ شریف رضی ابوالحسن موسوی کی عمر ابھی دس سال نہیں ہوئی تھی۔ کہ ابن سیرافی کے پاس حلقۂ شاگردان میں بیٹھا تھا ابن سیرافی تعلیم کے طور پر اعراب کا ذکر کر رہا تھا۔ تو کہنے لگا۔ جب ہم کہتے ہیں رایت عمر۔ تو عمر کے نصب کی کیا علامت ہے۔ سید رضی نے فرمایا۔ بغض علیؑ۔ تمام اہل مجلس دنگ ہو گئے۔

درر کامنہ عسقلانی۔ نفحات الانس جامی۔ تاریخ ابن رافع۔ طبقات فقہائے شافعیہ طبقات الاسنوی طبقات الخواص یمنی میں ہے کہ امام یافعی گیارہ سال کی عمر میں بالغ ہو گیا تھا۔ اور علم و فضل میں مشہور زمانہ تھا۔ اس کے اوصاف مثل آفتاب تاباں بیان سے مستغنی ہیں۔ اس کی تصانیف مفیدہ مختلف فنون میں ہیں۔ اس کو رسول اللہؐ کی زیارت بھی ہوئی۔ اور آنحضرتؐ نے اس کی شفاعت کا وعدہ فرمایا۔

منہج المقال اور کئی ایک کتب رجال میں مرقوم ہے کہ عبدالکریم بن طاؤس العلوی نے صرف چالیس دن استاد سے تعلیم حاصل کی۔ اور اس کی عمر چار سال کی تھی۔ جبکہ اس نے مستقل طور پر کتابت کا فن حاصل کر لیا۔ اور اس کو استاد کی ضرورت نہ رہی۔

لواقح الانوار فی طبقات الاخیار امام عبدالوہاب شعرانی اور شرح بخاری کرمانی میں ہے۔ کہ ابو محمد سفیان ابن عیینہ نے جو علمائے اخیار میں سے ہے۔ چار برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ اور سات برس کی عمر میں حدیث کی کتابیں تالیف کیں۔

صاحب منتہی الکلام نے مسلک اول میں امام عبدالوہاب۔ شعرانی کی قابلیت پر فخر و مباہات کیا ہے رسالہ انتباہ فی سلاسل الاولیا شاہ ولی اللہ میں ہے کہ شعرانی عارف باللہ اور صاحب تصانیف تھا مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر کو جب کہ وہ چار سال سے کم عمر کا تھا۔ غزوہ خندق کے دن کا مفصل واقعہ ضبط تھا۔

شرح مسلم نووی میں ہے کہ غزوہ خندق ۵ھ میں ہوا۔ جبکہ عبداللہ بن زبیر کی عمر چار برس سے کم تھی۔ اور اس کا واقعہ غزوہ خندق کو ضبط میں رکھنا۔ ان جمہور محدثین کی تردید کرتا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ پانچ برس کی عمر سے پہلے کسی بچے سے حدیث سننی صحیح نہیں ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ خواہ بچہ چار برس کا ہو یا اس سے کم ہو اگر اسکو تمیز حاصل ہے تو اس سے حدیث سننی صحیح ہے اور اس حدیث میں ابن زبیر کی منقبت ہے۔ ابو یحییٰ انصاری نے فتح الباقی شرح الفتیہ العراقی میں۔ ابراہیم لقانی مالکی نے کتاب قضاء الوطر من نزہۃ النظر فی توضیح۔ نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر میں۔ ملا علی قاری نے کتاب شرح الشرح النخبۃ الفکر میں اور جلال الدین سیوطی نے تدریب شرح تقریب میں ابن الصلاح نے علوم حدیث میں اور بیہقی

نے مدینۃ العلوم میں عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں خطیب بغدادی نے کفایہ میں لکھا ہے۔ کہ خطیب کہتا ہے۔ کہ میں نے پانچ برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ اور چار برس کی عمر میں ابو بکر ابن المقری کے سامنے پیش کیا گیا۔ بعض نے کہا۔ یہ ابھی بہت چھوٹا ہے۔ کہ حدیث سن سکے! ابن المقری نے مجھے کہا پڑھ سورۂ کافرون میں نے پڑھ دی۔ پھر کہا پڑھ سورۂ تکویر۔ میں نے پڑھ دی۔ پھر کہا پڑھ سورہ مرسلات میں نے وہ بھی پڑھ دی۔ اور کوئی غلطی نہ کی۔ ابن مقری نے کہا۔ اس بچہ سے حدیث سنا کرو۔ میں عہد کرتا ہوں۔ کہ جو حدیث یہ بیان کرے گا۔ اس کا میں ذمہ دار ہوں۔

ابن الصلاح نے کتاب علوم حدیث میں لکھا ہے کہ بتحقیق ہمیں ابراہیم بن سعید جوہری سے پہنچا ہے کہ اس نے کہا میں نے ایک چار سالہ لڑکے کو دیکھا۔ جس کو گود میں اٹھا کر مامون رشید کے پاس لائے بتحقیق اس نے قرآن کی قرأت کی اور مسائل میں اجتہاد کرتا تھا۔ اس میں صرف یہ بات تھی کہ جب بھوک لگتی تو رو پڑتا۔ خطیب نے کفایہ میں۔ محمد بن ابراہیم سعد اللہ ابن جماعۃ الکنانی نے کتاب منہل روی فی اصول حدیث النبی میں۔ ملا علی قاری نے شرح الشرح نخبۃ الفکر میں بسند شرح بخاری کا زرونی۔ عینی نے عمدۃ القاری میں اور ابن تیمی نے مدینۃ العلوم میں بعینہٖ واقعہ بالا درج کیا ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری شیخ الاسلام زکریا انصاری نے احکام الدلالۃ علی تحریر الرسالۃ اور یافعی نے مرآۃ الجنان میں لکھا ہے کہ سہل کہتا ہے کہ میں تین سال کا تھا۔ جبکہ میں رات کو جاگا کرتا۔ اور عبادت کیا کرتا۔ شیخ الاسلام ابو یحییٰ ذکریا انصاری شافعی نے فتح الباقی شرح الفیۃ العراقی میں لکھا ہے کہ قاضی ابو عمر ہاشمی نے پانچ برس کی عمر میں سنن ابو داؤد کو پڑھا۔ لوگ اس سے حدیث سننے کے عادی تھے اور اس سے حدیثیں سن کر ضبط کیا کرتے۔

علامہ ابن القیم نے زاد المعاد میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں اور ابن اثیر نے اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھا ہے کہ ام سلمہ کہتی ہے کہ جب میرا شوہر ابو سلمہ مر گیا اور میری عدت گذر چکی۔ تو رسول اللہ نے مجھے پیغام نکاح دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میں بال بچہ دار عورت ہوں اور نیز میرا کوئی ولی اس وقت موجود نہیں ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ ام سلمہ نے اپنے بیٹے عمر کو کہا۔ اٹھ اور رسول اللہ کے ساتھ میرا عقد کر دے۔ پس اس نے عقد کر دیا۔ ناظرین! یہ نکاح ماہ شوال ۴ھ میں ہوا اور عمر بن ابو سلمہ کی عمر اس نکاح کے وقت تین سال یا تین سال سے کم تھی۔ کیونکہ وہ رسول اللہ کی وفات کے وقت ۹ سال کا تھا۔ روضۃ الاحباب تاریخ سبط ابن جوزی۔ تاریخ خمیس۔ مواہب لدنیہ تحصیل الکمال شیخ عبدالحق دہلوی اور کتاب الاعلام بسیرۃ النبی میں لکھا ہے کہ یہ نکاح ماہ شوال ۴ھ میں ہوا۔

استیعاب میں عمر بن ابو سلمہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ سنہ ۲ھ میں ملک حبشہ میں پیدا ہوا اور تاریخ خمیس میں ام سلمہ کے اولاد کے ذکر میں لکھا ہے۔ کہ عمر وفات رسولؐ کے وقت ۹ سال کا تھا۔ اور وہ سنہ ۲ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اور اسد الغابہ میں عمر بن ابو سلمہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ وفات رسولؐ کے وقت ۹ سال کا تھا۔

علامہ ابن القیم امام واقدی سے نقل کرتا ہے کہ رسولؐ اللہ نے ام سلمہ سے نکاح کا پیغام اسکے بیٹے عمر بن ابو سلمہ کو دیا۔ پس اس نے ام سلمہ کا نکاح رسول اللہ سے کر دیا۔ حالانکہ وہ اس وقت خورد سال بچہ تھا۔

فاضل شعرانی نے مختصر فتوحات مکیہ میں لکھا ہے (یہ کتاب فتوحات مکیہ مصنفہ شیخ محی الدین ابن عربی کا خلاصہ ہے) کہ شیخ محی الدین کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کو جبکہ ابھی شیر خوار تھی۔ اور اس کی عمر ایک سال کے قریب تھی کہا۔ تو کیا کہتی ہے اس شخص کے بارہ میں جو اپنی عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو۔ پس میری بیٹی نے جواب دیا۔ کہ اس مرد پر غسل واجب ہے۔ پھر شیخ محی الدین لکھتا ہے کہ میں نے ایسے بچہ کو دیکھا۔ کہ جس نے ماں کے پیٹ میں ماں کا نام لے کر اسے جواب دیا۔ اور اس کی ماں نے چھینک لی۔ تو حاضرین نے اس بچہ کی آواز اس کی ماں کے شکم سے سنی۔ علی بن برہان الدین نے روایت بالا انسان العیون میں بھی لکھی ہے۔ ناظرین اگرچہ یہ لکھا جائے کہ علمائے اہلسنت اور اصحاب رسولؐ نے ایسی بے سروپا باتیں کیوں بنائی ہیں۔ تو ایک علیحدہ کتاب بن جاتی ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے عرض کرتا ہوں کہ اصحاب ثلاثہ کے والدین کافر تھے۔ اس لئے رسولؐ اللہ اور حضرت علی علیہ السلام اور ابراہیمؑ کے والدینؑ کافر قرار دیئے۔ ثلاثہ بت پرست تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف بتوں کی حمد وثنا اور شیطان کی دراندازی منسوب کی گئی۔ عمر تمام عمر کھڑے کھڑے پیشاب کرتا رہا۔ یہی الزام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا۔ عمر نے شراب مرتے دم تک ترک نہ کی۔ یہی بات رسول اللہ اور حضرت علی علیہ السلام کے ذمہ لگائی گئی۔ عمر بحالت جنب نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔ اسی قباحت کو آنحضرتؐ سے منسوب کیا گیا۔ ابو بکر پہ شیطان غالب ہو جاتا تھا۔ اسی گناہ کا مجرم آنحضرتؐ کو ٹھیرایا گیا۔ ثلاثہ صدق وصفا سے قطعاً عاری تھے۔ اسی سبب سے تین جھوٹ حضرت ابراہیمؑ کیطرف منسوب کئے گئے۔ عمر بحالت روزہ جماع کر لیا کرتا تھا۔ یہی برائی بروایت عائشہ آنحضرتؐ کے ذمہ لگائی گئی۔ آنحضرتؐ نے بعثت کیوجہ سے جو جو عاشقانہ حرکات اپنے اہلبیت سے کئے اس سے بڑھ چڑھ کر فدایانہ امور عائشہ کیطرف منسوب کئے گئے۔ ثلاثہ نے تمام عمر ختنہ نہیں کرایا تھا۔ یہی فضیحت حضرت ابراہیمؑ کے سر تھوپی گئی۔ حضرت علی علیہ السلام ماں کے پیٹ میں آنحضرتؐ کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے تھے۔ اسی طرح شیخ محی الدین علامہ اہلسنت نے ایک عام لڑکی کو اپنی ماں کے پیٹ میں باتیں کرتے سنا۔ آئمہ معصومین نہایت خورد سالی میں کامل فقیہ اور رموز القرآن و احادیث

سے کما حقہٗ واقف تھے۔ ویسے ہی علمائے اہلسنت بہ خارق عادات باتیں عام سلیمن کے بچوں میں ظاہر کرتے ہیں۔ عائشہ و حفصہ کی پردہ پوشی کی آڑ میں زینب دختر رسول اللہ کو کافر بنایا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کو مبعوث ہونے سے پہلے عام بازاری لوگوں کیطرح گنہگار کہا جاتا ہے۔ بلکہ دوران اظہار نبوت میں بھی گنہگار بنایا جاتا ہے۔ سب بڑھکر غضب تو یہاں تک ڈھایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صرف دوران نزول وحی میں طیب و طاہر ہو سکتے ہیں۔ بعد از انفراغ وحی ان سے گناہ کا سرزد ہونا ممکن ہے۔ ان لوگوں نے گستاخی اور حق پوشی کی حد کر دی۔ جب یہاں تک کہدیا کہ وحی میں بھی ایک دفعہ شیطان نے دراندازی کر دی۔ چلو پیغمبری بقول اہلسنت ایک من گھڑت ڈھکوسلا ہے۔

تفسیر کشاف اور کتاب مواقف اوائل مقصد سادس اور تفسیر لباب فی علوم الکتاب عمر بن عادل حنبلی اور تفسیر ابن حیان میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت عطا کی۔ اور اس کی عقل کو کامل کیا۔

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں امام فخر الدین رازی سے اور شارح عمدۃ النسفی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ اپنی پیدائش کے دن بھی نبوت کی صفت سے متصف تھے بلکہ بموجب حدیث آنحضرت اس وقت بھی نبیؐ تھے جبکہ ابھی آدمؑ روح اور جسم کی حالت میں نہ تھا۔

بخاری مطبوعہ مصر جلد چہارم ص۱۱۱ اور مسند احمد حنبل جلد اول ص۵۵ اور تاریخ کامل جلد دوم ص۱۲۴ اور مجمع بحار گجراتی جلد سوئم ص۱۹۲ اور تاریخ الخلفا امام سیوطی مطبوعہ سرکاری لاہور ص۶۳ سطر ۱۹ اور تنقیح بخاری بدرالدین زرکشی اور مفتاح کنز الدرایہ زرکشی اور مسند احمد بن خالد اور ملل والنحل امام شہرستانی مطبوعہ بولاق مصر ص۹ سطر ۱۲ اور کتاب عزیز الالفاظ بخاری عیسیٰ بن سہل اور تاریخ طبری اور بخاری مطبوعہ بمبئی جلد ہشتم کتاب المحاربین ص۶ سطر ۲۶ پر ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ عمر مر گیا تو ہم فلاں شخص (علیؑ) کی بیعت کرینگے خبردار کوئی اس دھوکہ میں نہ رہے کیونکہ ابوبکر کی بیعت بے سوچے سمجھے واقعہ ہوئی تھی۔ کنز العمال میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے تین دفعہ سوال کیا۔ کہ تجھ کو سردار یعنی خلیفہ بنائے مگر خدا نے انکار کیا اور ابوبکر کی خلافت پر راضی ہو گیا۔ ابو طالب عشاری نے فضائل الصدیق میں اور خطیب نے اور ابن جوزی نے الہیات میں اور ابن عساکر نے میزان میں لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔

محاضرات راغب اصفہانی باب مناقب علی اور کتاب مناقب ابن مردویہ اور کتاب موفقیات زبیر بن بکار میں ہے کہ عبداللہ بن عباس نے دوران سفر میں عمر بن خطاب کو کہا کہ تم اور تمہارے دوست ابوبکر نے

جھپٹا مارا اور خلافت ہم لوگوں سے چھین لی۔

مروج الذہب مسعودی برحاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد پنجم ص ۱۹۱ پہ ہے کہ حضرت علیؑ نے مقداد کو کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ اہلبیت رسولؐ کو بعد وفات رسولؐ دی گئی ہے کوئی شخص ایسی ایذا میں مبتلا نہیں ہوا عبدالرحمن بن عوف یہ سن کر جل بھن گیا۔ پھر مقداد سے کہا۔ کہ خدا کی قسم اگر مجھ کو مددگار مل جاتے۔ تو میں قریش سے ویسا ہی جنگ کرتا۔ جیسا کہ رسول اللہ کے ہمراہ میں نے جہاد کیا۔

سرالعالمین امام غزالی مطبوعہ بمبئی مقالہ رابعہ ص۱۰ سطر اول پر ہے کہ ابوبکر نے منبر رسولؐ پر کہا۔ کہ اے لوگوں میری بیعت کا حلقہ اپنی گردنوں سے نکال ڈالو۔ کیونکہ میں تم سے کسی ایک سے بھی بہتر نہیں ہوں۔ صواعق محرقہ ابن حجر میں ہے کہ ابوبکر نے جو یہ کہا تھا۔ کہ میری بیعت توڑ دو یہ محض اس لئے کہا تھا۔ کہ رسول اللہ نے اس قوم کے امام پر لعنت کی ہے۔ جس سے اس کی قوم کراہت کرے۔

سرالعالمین امام غزالی اور ابطال الباطل فضل ابن روزبہان اور تذکرہ خواص الائمہ سبط ابن جوزی اور تاریخ خمیس ذکر بیعت ابوبکر من المواطن الحادی العشر اور جامع الاصول کتاب الخلافت والامارۃ من حرف الخاء باب ثانی بعد ذکر حدیث سقیفہ اور ریاض النضرہ محب طبری باب اول قسم ثانی فصل سیزدہم ص۱۰۲ میں بھی ابوبکر کے اقالہ بیعت کا واقعہ لکھا ہے۔

جامع الاصول کتاب مارۃ حرف ہمزہ اور بخاری مطبوعہ مصر جلد سوم ص ۳۵ اور مسلم مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد دوم ص ۹۱ اور مفہم شرح مسلم قرطبی شرح کان لعلی من الناس وجہ حیوۃ فاطمہ اور کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ مطبوعہ مصر جلد اول ص۲۰ اور تاریخ المختصر فی اخبار البشر ملک المؤید عماد الدین اسمعیل ابوالفدا مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۵۶ پہ ہے کہ لوگوں نے جناب فاطمہؑ کی وفات پر حضرت علیؑ کی قدر کرنا چھوڑ دی

تاریخ طبری حالات سقیفہ و بیعت ابوبکر میں لکھا ہے کہ علیؑ اور زبیر نے بیعت ابوبکر سے انکار کیا زبیر نے تلوار نکال لی۔ اور کہا میں اس کو نیام میں نہیں کروں گا۔ جبتک حضرت علی (علیہ السلام) کی بیعت نہ کی جاوے۔ لیکن عمر نے کہا کہ اس سے تلوار چھین لو اور پتھر مار مار کر توڑ ڈالو۔ پھر عمر نے کہا کہ خواہ تم دونوں بیعت ابوبکر سے ناخوش اور نارضامند ہو۔ لیکن پھر بھی بیعت کر لو پس انہوں نے بیعت کر لی (حضرت علیؑ نے ہرگز بیعت نہیں کی) امام طبری نے کتاب احتجاج میں اور انساب سمعانی ترجمہ عباد بن یعقوب رواجنی نسخہ قلمی ص ۲۰۲ اور شیعہ عالم فضل ابن شاذان نے کتاب الفیاح میں علمائے اہلسنت یعنی سفیان بن عیینہ اور حسن بن صالح بن حی اور ابوبکر بن عیاش اور شریک بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر نے عمر کے ساتھ مشورہ کر کے خالد بن ولید کو بلایا اور کہا جو میں کہوں کہ میں نماز فجر سے فارغ ہو کر سلام کہوں تم علیؑ بن ابیطالب

کو قتل کردو۔ پس نماز پڑھتے ہوئے ابوبکر کے دل میں حضرت علی (علیہ السلام) کی سطوت کا خیال آیا۔ اور اس کام کے انجام کو سوچکر متفکر ہوا۔ کہ اگر یہ کام ہوا تو انجام کیا ہوگا۔ پس اس ڈر سے سلام کے موقع پر سلام نہ کیا۔ اور سوچ میں پڑا رہا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ بھول گیا ہے۔ آفتاب نکلنے کے قریب ہوگیا۔ پھر تین دفعہ کہا "لا تفعل ما امرتک" یعنی وہ کام نہ کرنا۔ جس کا تم کو حکم دیا گیا تھا۔ پس جناب امیر علیہ السلام نے خالد کی طرف دیکھا۔ کہ وہ شمشیر باندھے ہوئے آپ کے پہلو میں بیٹھا ہے۔ حضرت نے اس سے فرمایا۔ پھر تو یہ کام کر دیتا۔ خالد نے کہا۔ واللہ اگر منع نہ کیا جاتا تو ضرور قتل کر دیتا۔

ناظرین اہلسنت کو خاندان نبوت سے یہاں تک عداوت ہے کہ اسی روایت کی بنا پر علمائے اہلسنت فتویٰ دیتے ہیں۔ کہ نماز میں سلام سے پہلے بات کر لی جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ اور "لا تفعل ما امرتک" کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ مگر عوام کو نہیں بتاتے کہ اس کلمہ ابوبکر کی علت غائی کیا ہے۔ نیز واضح ہو کہ اس روایت کے اندراج سے صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ سنی لوگوں کو خاندان رسولؐ سے کس حد تک عداوت اور بغض ہے۔ ورنہ یہ ناممکن ہے ابوبکر امام ہو۔ اور جناب امیر ماموم ہو۔ خاندان رسولؐ میں سے کسی نے بھی ان جھوٹے خلیفوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔

عبدالکریم سمعانی نے کتاب سمعانی میں لکھا ہے کہ عباد بن یعقوب رواجنی کہتا ہے کہ ابوبکر نے جو خالد سے کہا تھا۔ کہ اب وہ کام نہ کرنا۔ جس کا میں نے اس حدیث کے معنی شریف عمر بن ابراہیم حسینی سے کوفہ میں پوچھے۔ اس نے جواب دیا کہ ابوبکر نے خالد کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ علیؑ کو قتل کر دے بعد ازیں ابوبکر متفکر ہوا۔ اور خالد کو منع کر دیا۔ ناظرین۔ عباد بن یعقوب رواجنی کے علم و فضل کا پایہ توثیق علما میں ملاحظہ کریں۔ متفرقات میں ملاحظہ کریں۔ متفرقات میں ہے۔

کتاب استیعاب عبدالبر و مجمع البحار بحرانی جلد سوئم ص ۹۴ اور کتاب اصابہ ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ عمر بن خطاب نے سعد بن عبادہ کو بیعت ابوبکر سے انکار کرنے کی وجہ سے شہر بدر کر دیا۔ وہ شام کی طرف چلا گیا۔ اور کسی نے اس کو باغ میں سے تیر مارا اور وہ مر گیا۔ قسطلانی کتاب مناقب سعد بن عبادہ میں ہے کہ وہ ایک غسل کی جگہ پر مردہ پایا گیا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ وہ ایک بڑے آدمی کی ترغیب اور سازش سے قتل کیا گیا۔ تاریخ بلاذری میں ہے کہ عمر بن خطاب نے خالد بن مسلمہ کو ارشاد کیا اور وہ تیر سے قتل کیا گیا۔

مسند احمد حنبل جلد ششم ص پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ انصار کے اس خاندان سے (خاندان سعد بن عبادہ) محبت رکھنی ایمان ہے۔ اور بغض رکھنا نفاق ہے۔ اور نیز مسند احمد حنبل میں ہے کہ سعد بن عبادہ

اور تمام انصار بیعت ابوبکر کے مخالف تھے۔ پھر امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبدالرحمان بن سعد بن زرارہ سے اور اس نے قیس بن سعد سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ہم سے ہمارے گھر میں ملاقات کی اور کہا تم پر خدا کی رحمت ہو اور سلامتی ہو۔ پھر آنحضرتؐ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ کہ خدایا سعد بن عبادہ کی اولاد پر اپنی رحمت اور صلوات بھیج۔

قسطلانی کتاب مناقب باب مناقب سعد بن عبادہ میں ہے کہ سعد بن عبادہ سردار اور رئیس اور صاحب جود و سخا تھا۔ جو عہد خلافت عمر میں سنہ ۱۴ھ یا سنہ ۱۵ھ میں فوت ہوا۔

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ سعد بن عبادہ ایک غسل کی جگہ پر مردہ پایا گیا۔ اور اس کا جسم سبز ہو چکا تھا (بوجہ زہر) ابن سیرین کہتا ہے کہ وہ کھڑا ہو کر پیشاب کیا کرتا تھا۔ اس لیے اسکو جناب نے قتل کر دیا ہوگا (مگر جناب نے عمر کو قتل نہ کیا) جسکا تمام عمر یہی وطیرہ رہا اور جسکی دلی خواہش تھی۔ کہ تمام امت رسولؐ اس کی تقلید کرے۔ کیونکہ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے حدث واقع ہوتا ہے۔ اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے ...... سٹی رہتی ہے۔ خیر حضرت عمرؓ نے یعنی خود اظلح خیال کیا ہوگا۔

نہایۃ العقول مسئلۃ العاشرہ من اصل العشرین آخر کتاب میں ہے کہ جو یہ قول ہے کہ انہوں نے خلافت ابوبکر میں نزاع کی۔ ہم کہتے ہیں کہ اس بارہ میں جو نزاع تھی۔ وہ سعد بن عبادہ کی موت پر دور ہوگئی۔ اور ہم اسی اجماع کیساتھ تمسک رکھتے ہیں۔

اسد الغابہ ابن اثیر بترجمہ عبداللہ بن عثمان بن ابوبکر حرف عین اور شرح مسلم ملا عبدالعلی مسئلہ قبیل اجماع الاکثر مع ندرۃ المخالف حجاج میں ہے کہ سعد بن عبادہ نے مرتے دم تک ابوبکر کی بیعت نہ کی۔

کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ ص ۱۹ پر ہے کہ سعد بن عبادہ نے کہا جب ابوبکر نے اس سے بیعت لینی چاہی، کہ خدا کی قسم۔ اگر ہم میں کھڑے ہونے کی طاقت ہوتی (اس وقت یہ بیمار ہے) تو تم ہماری شیرانہ آواز کو سنتے اور تم لوگ نکال دئیے جاتے (خلافت سے) اور پھر اسی قوم میں جاتے جس میں تم تابع تھے۔ نہ کہ متبوع اور گمنام تھے۔ نہ کہ عزیز (طاقتور)

پھر سعد نے کہا خدا کی قسم ہم تمہاری بیعت نہیں کرینگے۔ جب تک ہم اپنے ترکش کے تمام تیر تم پر نہ چلالیں۔ اور تمہارے خون سے اپنے نیزوں اور تیروں کو رنگین نہ کرلیں۔ ہم تمہاری بیعت مرتے دم تک نہیں کرینگے۔ یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کریں۔

سعد بن عبادہ نہ ان (ابوبکر و عمر وغیرہ) کیساتھ نماز پڑھتے اور نہ ان کے مجمع میں شامل ہوتے اور نہ ان کی حج میں انکے ساتھ آتے تھے یہاں تک کہ ابوبکر مر گیا۔ تو سعد مدینہ سے شام کو چلے گئے اور وہیں وفات پائی

قاضی بیضاوی نے سیپارہ اول تفسیر آیہ فلما انباءھم باسمائھم میں لکھا ہے کہ جاننا چاہیے کہ یہ آیات انسان کی شرافت اور علم کی بزرگی اور بندگان پر اس کی فضیلت ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور علم خلافت کی شرط ہے۔ بلکہ عمدہ شرط ہے۔

حیات القلوب جلد دوم ص۵۲۹ پر جو کتاب شیعہ ہے لکھا ہے کہ اسما بنت عمیس راوی ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ نے بروز غدیر حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین بہ حکم خدا بنایا۔ تو ابوبکر کے مکان میں (اسما بنت عمیس اس وقت ابوبکر کے نکاح میں ہے۔ اور اسی گھر میں موجود ہے) مندرجہ ذیل لوگ جمع ہوئے

ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ عبدالرحمان بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابو عبیدہ جراح۔

معاویہ بن ابوسفیان۔ عمرو بن عاص (یہ نو آدمی قریش ہیں) ابوبکر موسیٰ اشعری مغیرہ بن شیبہ۔ اوس بن حدثان۔ ابوہریرہ۔ ابوطلحہ انصاری۔

ان لوگوں نے باہم معاہدہ کیا۔ جو سعید بن عاص اموی نے لکھا۔ اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ عہد نامہ ہے جس پر اشراف و بزرگان امت محمدیہ نے اتفاق کیا ہے۔ جنکی مدح و ثنا خداوند عالم نے قرآن میں کی ہے۔ اس عہد نامہ پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یاد رکھو کہ آنحضرتؐ نے اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ بلکہ یہ امر تمام مسلمانوں کی رائے اور مشورہ پر چھوڑ دیا ہے۔ آنحضرتؐ نے نہ چاہا۔ کہ خلافت ایک ہی خاندان میں دست بدست پھرتی رہے۔ اور ان کی وراثت قرار پائے۔ اور دوسرے مسلمان اس سے محروم ہو جائیں۔ نیز یاد رکھو کہ جب ایک خلیفہ مرنے لگے تو وہ بھی خلافت کو پہلے کیطرح انتخاب مسلمین پر چھوڑ دے۔ اور جو شخص یہ کہے کہ خلافت بروئے قرابت رسولؐ و نص میرا حق ہے اسکو فوراً قتل کر دو۔ اور اس کا قتل کرنا ثواب عظیم کا باعث ہے اور رسول اللہؐ نے بھی اس شخص کا قتل مباح قرار دیا ہے۔ فقط الحمد اللہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ مرقومہ بیکم محرم سنہ ۱۰ھ۔

جب سقیفہ میں ابوبکر کو عمر بن خطاب نے خلیفہ بنانا چاہا تو حاضرین نے مخالفت کی اور جب عمر کی چالاکی کارگر ہوتی نظر آئی تو بہت لوگ وہاں سے ناراض ہو کر چلے گئے۔

اہل مدینہ میں سے خاندان اہلبیتؑ اور بنی ہاشم اور ان تمام لوگوں نے ابوبکر کی بیعت نہ کی جن کے دل میں نور ایمان تھا۔ اور جو آنحضرتؐ کو سچا نبی مانتے تھے۔

مدینہ سے باہر کئی قبیلوں نے ابوبکر کی بیعت نہ کی جن کو ابوبکر کے حکم سے قتل کیا گیا۔ ان کے گھروں کو لوٹا گیا اور ان کی عورتوں سے بالجبر زنا کیا گیا۔

ثلاثہ کی حکومت کے بعد خلفائے بنی امیہ اور خلفائے عباسیہ نے بھی مومن اشخاص کو گوناگوں

اذیتیں پہنچائیں۔ مگر ان کے ایمان میں تزلزل واقع نہ ہوا۔

فدک

قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ نے احقاق الحق میں معجم البلدان یاقوت حموی سے جو اہلسنت کے ہاں معتبر ترین تاریخ ہے۔ نقل کیا ہے کہ فدک قریہ ہے حجاز سے۔ مدینہ سے دو دن کے فاصلہ پر ہے۔ یا تین دن کے فاصلہ پر۔ خداوند عالم نے ۷ھ میں رسول اللہ پر صلح کے ذریعے فتح کر دیا تھا۔ جو خالص رسول اللہ کی ملکیت تھا۔ اس میں پانی کے بہت سے چشمے جاری تھے۔ اور کھجوروں کے کثیر التعداد درخت تھے اور یہی وہ فدک ہے جس کی نسبت جناب سیدہ نے فرمایا تھا کہ رسول اللہ نے اسکو میرے حق میں ہبہ کر دیا ہوا ہے وغیرہ

فتح الباری جلد ششم ص۱۴۰ پر ہے کہ فدک ایک شہر ہے جو مدینہ سے تین منزلوں کے فاصلہ پر ہے فدک رسول اللہ کی ذاتی ملکیت تھا۔ اور اس میں کسی کا دخل نہ تھا۔

شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران جلد دوم قریب نصف حصہ پر ہے کہ بہ تحقیق رسول اللہ جب خیبر سے فراغت پا چکے۔ تو اہل فدک کے دلوں میں خدا نے رعب ڈال دیا۔ پس انہوں نے اپنے تمام نمائندوں کو پیغمبر کی خدمت میں بھیجا اور نصف فدک پر مصالحت کر لی۔ پس ان کے نمائندے خیبر ہی میں یا راستہ میں یا قیام مدینہ کے بعد آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے۔ اور آنحضرتؐ نے یہ فیصلہ منظور کر لیا۔ پس یہ فدک خاصۃً وخالصۃً صرف پیغمبر ہی کا حق تھا۔ بلا اشتراک غیرے۔ کیونکہ وہ فدک لشکر کی چڑھائی اور اونٹ گھوڑے دوڑانے کے بغیر (یہود بنی نضیر سے) دستیاب ہوا تھا۔

فتوح البلدان علامہ بلاذری ص۲۹ پر لکھا ہے۔ کہ نصف فدک خاصۃً وخالصۃً پیغمبر کا مال تھا۔

بخاری کے باب الخمس اور باب المغازی اور باب المیراث میں بہ تفصیل لکھا ہے کہ عمر نے "وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب"، پڑھ کر کہا کہ یہ فدک خالص پیغمبر کا حق ہے۔

معارج النبوۃ علامہ معین کاشفی مطبوعہ نولکشور رکن چہارم ص۲۲۱ سطر ۲ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو فدک کے مسخر کرنے کیلئے بھیجا مگر فدک کو (یہودی بنی نضیر نے) بلا مقابلہ جناب امیرؑ کے حوالے کر کے صلح کر لی۔ اس پر حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ خدا فرماتا ہے۔ حق خویشاں ادا کرو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میرے خویش کون ہیں۔ جبریل نے عرض کیا جناب فاطمہ ہیں۔ علاقہ فدک انکو دیدیں۔ آنحضرتؐ نے جناب سیدہ کو بلایا اور ان کے حق میں علاقہ فدک کے

عطیہ کی تحریر کر دی۔ یہ وہی تحریر رسول اللہ کی تھی۔ جو سیدہ نے ابوبکر کے (بروز مطالبہ فدک) پیش کی اور فرمایا کہ یہ نوشتۂ رسولؐ ہے۔ جو آنحضرتؐ نے میرے اور حضرات حسنینؑ کے حق میں لکھا تھا۔ اور ینابیع المودۃ مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۱۱۹ ص ۱۲۰ پر ہے کہ جب آیہ وات ذالقربیٰ حقہ' نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے فدک جناب سیدہؑ کو دے دیا۔

ہبہ فدک

روضۃ الصفا جلد دوئم ص ۳۶ سطر ۲ مطبوعہ نولکشور پر ہے کہ سورہ روم آیہ نمبر ۳ کے رو سے آنحضرتؐ نے بحکم خدا علاقہ فدک جناب فاطمہؑ کو ہبہ کر دیا۔ اور ہبہ نامہ تحریر کر دیا۔

قسطلانی ص ۱۵۵ شمائل ترمذی ص ۳۲ سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ ص ۳۶۸ اور کتاب الامامت والسیاست وغیرہ متعدد کتب میں مرقوم ہے کہ فدک جناب سیدہ کے حق میں عطیہ رسول اللہ تھا۔ جناب سیدہ نے ابوبکر سے طلب فدک کیا۔ اور ابوبکر کے انکار پر سیدہ تادم آخر ابوبکر سے متکلم نہ ہوئیں اور غضبناک رہیں۔

ہبہ کردہ چیز سے شرعاً اور قانوناً ہبہ کنندہ کا بھی کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ ہبہ کردہ چیز ہمیشہ کے لئے اس شخص کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ جس کے حق میں وہ ہبہ کی گئی ہو۔ اس ہبہ پر ناجائز قبضہ کرنے والا آدمی قانون شکن کہلائے گا۔ اور شرع اور قانون دونوں کے رو سے مجرم ہوگا۔ اس قانون سے نہ بادشاہ مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی رعیت کا آدمی۔

فدک آنحضرتؐ کی ذاتی جائداد تھی۔ وہ جسے چاہتے عطا فرماتے۔ اس میں کسی شخص کو کچھ سروکار نہیں ہو سکتا۔ ابوبکر نے فدک پر قبضہ کر کے اور ایک وضعی حدیث پیش کر کے صرف قانون شکنی ہی نہیں کی ہے۔ بلکہ احکام شرع کو دانستہ پامال کیا ہے۔ حکم قرآن کی تضحیک کی ہے۔ حکم رسول کی ہنسی اڑائی ہے۔ جناب صدیقہؑ کی بے حرمتی کی ہے۔ اپنے الدنیا ہونیکا پورا ثبوت دیا ہے۔ محاسبۂ قیامت سے نہیں ڈرا ہے۔ ذی شعور لوگوں کی لعن وطعن کی پرواہ نہیں ہے۔ اور انتہاد عداوت اہلبیت میں کمال کر دکھایا ہے۔

ایسا عظیم الشان بادشاہ ہو کر اور ایک لاانتہا بیت المال کا مالک ہو کر اگر کوئی شخص ایک معمولی علاقے کو غصب کرے جسکی سالانہ آمدنی ایک لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ نہ ہو۔ تو ہمیں مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ اس شخص کا یہ فعل کسی خاص غرض پر مبنی ہے۔

ابوبکر اور عمر کا دل اس سوچ بچار سے کسی وقت خالی نہ تھا کہ کون کون سی تدابیر پر عمل کیا جائے جن کی وجہ سے اہلبیت علیہم السلام لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہو جائیں۔ سب سے پہلے انہوں نے فدک

پر قبضہ کیا۔ تاکہ آسائش اور تمول ان کی کسی حالت میں دستگیری نہ کر سکے۔ پھر خمس دینا بند کر دیا۔ تاکہ ان پر افلاس اور احتیاج کا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ تینوں خلافتوں میں اہلبیت میں سے کسی کو کسی قسم کا عہدہ نہ دیا گیا۔ تاکہ ان کا خزاں دیدہ وقار کبھی بہار پہ نہ آسکے۔

اگر یہ خلیفے عام رعایا پرور دنیاوی بادشاہوں کے نمونے پر بھی ہوتے۔ تو خلافت کے غصب کرنے بعد اہلبیت کو لبر اوقات کے لئے جاگیریں دے دیتے۔ خود بادشاہ بنے رہتے۔ اور انہیں ایک فارغ البال زمیں کیطرح زندگی گذارنے کا موقعہ دیتے۔ مگر افسوس کہ ان کی شقاوت ان کے ضمیر پر غالب آئی۔ اور انہوں نے وہ سفیہانہ کاروائیاں کیں کہ ان کی مثال ڈھونڈے سے نہیں مل سکتی۔

نہایت رنج اور قلق کا مقام ہے کہ شیخین نے نوشتہ رسول کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ ایک ردی کاغذ خیال کر کے اسے پھاڑ ڈالا۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ ہم ایسے لوگوں کو کیونکر اچھا کہہ سکتے ہیں۔ کیا یہ بھی معاویہ کا عہد ہے کہ ہمیں مصائب کی دیوار میں چن دیا جائے۔

دعوائے ہبہ فدک

مندرجہ ذیل کتب اہلسنت میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اپنے والد گرامی حضرت رسول اکرم صلعم کے ہبہ کردہ فدک کا دعوےٰ ابوبکر پر کیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام اور حضرت ام ایمن نے (اور بعض کتابوں میں ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور ام کلثوم نے بھی) ہبہ نامہ کی تصدیق میں گواہیاں دیں۔ لیکن اس پر بھی جناب خلیفہ صاحب نے دعوے خارج کر دیا۔ حالانکہ ابوبکر کو یہ معلوم تھا۔ کہ جناب فاطمہؑ سیدۃ النساء عالمیان ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کے حق میں ارشاد ہے۔ علی مع الحق والحق مع علی۔ علیؑ حق کیساتھ ہے۔ اور حق علیؑ کیساتھ ہے۔ اور حسنینؑ کو رسول اکرم نے سرداران جوانان اہل بہشت فرمایا ہے۔ اور ام ایمن کے بارے میں تو خود ابوبکر نے شہادت دی۔ کہ حضور انور نے اسے جنتی فرمایا ہے۔ کما فی شرح المواقف حالانکہ لوگوں کے مقدمات میں ایک گواہ پیش کرنے پر بھی مدعی کے حق میں فیصلہ دیا گیا۔ جیسا کہ آپ کو مندرجہ ذیل واقعات سے معلوم ہوگا۔

ملل والنحل شہرستانی۔ کتاب مغنی قاضی القضاۃ وفاء الوفا سید نور الدین سمہودی باب ششم فصل ثانی در صدقات۔ خلاصۃ الوفا انتخاب وفاء الوفا باب ششم فصل ثانی در صدقات۔ جواہر العقدین سید نور الدین سمہودی۔ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید۔ فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا ربع آخر کتاب فضائل ابوبکر۔

انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون مطبوعہ مصر جلد سوم ص ۳۹۹ کتاب موافقہ ابن السمان حاشیہ صلاح الدین رومی بر شرح عقائد نسفی مصنفہ تفتازانی۔ صواعق محرقہ باب اول مطاعن ابوبکر۔ براہین قاطعہ کمال الدین بن فخر الدین جبری۔ شرح مواقف ص ۴۲۵ سطر ۱۶ نہایت العقول امام فخر الدین رازی ریاض النضرہ محب طبری ذکر اعتقاد آثار النبوۃ واتمام ایاہا من الفصل الثانی عشر من الباب الاول من القسم الثانی۔ ریاض النضرہ فی ماروی عن اہلبیت وفضل الشیخین وثنائہم علیہما من الباب من القسم الاول تفسیر کبیر آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب۔ کتاب الاکتفا ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی۔ کتاب محلی ابن حزم اندلسی حبیب السیر غیاث الدین روضۃ الصفا ملا محمد ابن خاوندشاہ۔ معارج النبوۃ۔ تصانیف عمرو بن شیبہ کتاب صواقع مطاعن ابوبکر مجد مورخ ابوبکر جوہری۔ معجم البلدان یاقوت حموی۔ مقصد اقصےٰ وغیرہ۔

شرح ابن ابی الحدید جلد دوئم کے قریب نصف میں لکھا ہے کہ جناب سیدہ نے ابوبکر سے کہا کہ حضرت ام ایمن اس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے یہ فدک مجھے عطا کیا تھا ہے۔ جواب میں ابوبکر نے کہا۔ یہ تحقیق اے فاطمہؑ۔ یہ فدک رسول اللہ کا مال نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کا مال تھا کہ پیغمبر اسکو فی سبیل اللہ خرچ کیا کرتے تھے پس جبکہ آنحضرت کا انتقال ہوا تو میں اسکا متولی قرار پایا جیسا کہ پیغمبر متولی تھے۔ سیدہ نے فرمایا اے ابوبکر خدا کی قسم میں مدت العمر کبھی تم سے کلام نہ کرونگی۔ ابوبکر نے کہا خدا کی قسم میں بھی تم سے تمام عمر علیٰحدگی اختیار کر لوں گا۔ سیدہ نے فرمایا! خدا کی قسم میں تمہارے حق میں بددعا کیا کروں گی۔ ابوبکر نے کہا خدا کی قسم۔ میں بھی تمہارے حق میں بددعا کیا کروں گا۔ پس سیدہ نے وقت وفات وصیت کی۔ کہ ابوبکر اس کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ چنانچہ معصومہ کو رات کے وقت ابوبکر اور عمر کی اطلاع کے بغیر دفن کر دیا گیا۔

کنز العمال کتاب الشہادت فصل ثالث میں ہے۔ کہ جعفر بن محمد نے اپنے باپ اور اس نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ اور ابوبکر اور عمر اور عثمان ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا کرتے تھے۔ تاریخ شرح توضیح رکن ثانی فصل فی الانقطاع میں بروایت حضرت علی علیہ السلام لکھا ہے کہ بہ تحقیق رسول خدا نے ایک گواہ کی شہادت اور قسم پر فیصلہ کیا۔ اور اس سے روایت ہے کہ بہ تحقیق رسول اللہ اور ابوبکر اور عمر اور عثمان ایک گواہ کی شہادت اور قسم پر فیصلہ کرتے تھے۔

موطا امام مالک کتاب الاقضیہ باب القضا بالیمین مع شہادۃ ص ۳۰۰ پر ہے کہ مالک کہتا ہے کہ ایک گواہ کی شہادت اور قسم پر فیصلہ کرنے کی سنت قائم ہو چکی ہے۔ صاحب حق کا ایک گواہ ہو اور وہ

گواہ حلف اٹھائے تو صاحب حق اپنے حق کا مستحق ہو جاتا ہے

قسطلانی شرح بخاری کتاب الشہادات جلد چہارم ص ۲۲۵ پر ہے کہ مسلم و کتب سنن و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ میں احادیث مذکور ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے ایک گواہ اور حلف پر فیصلے صادر کیے۔

ربیع الابرار علامہ زمخشری باب الثانی والثلثون فی الاسماء والکنی میں خزیمہ کے ذوالشہادتین ہونے کی وجہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک یہودی نے آنحضرتؐ سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کیا میں تجھے ادا نہیں کر چکا ہوں۔ یہودی نے ثبوت طلب کیا۔ آنحضرتؐ نے اصحاب سے فرمایا! تم میں سے کون میرے حق میں گواہی دیتا ہے۔ خزیمہ نے کہا حضرتؐ میں گواہی دیتا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ تو کس طرح اس امر کی گواہی دیتا ہے حالانکہ تو اس وقت موجود نہ تھا۔ اور نہ ہی تو اس امر سے آگاہ ہے۔ خزیمہ نے کہا۔ یا رسول اللہ ہم وحی آسمانی میں آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔ تو ہم کس طرح اس امر میں آپ کی تصدیق نہ کریں۔ کہ آپ نے یہودی کو قرض ادا کر دیا ہوا ہے۔ پس آنحضرتؐ نے اسکی شہادت کو نافذ فرمایا۔ اور اسکا نام ذوالشہادتین رکھا گیا۔ یعنی اسکی شہادت دو مردوں کی شہادت کے برابر ہے۔ سنن ابو داؤد کتاب القضا باب اذا علم الحاکم صدق الشہادۃ الواحد یجوز لہ ان یقضی بہ جلد ثانی مطبوعہ دہلی اور تفسیر نیشاپوری میں بھی واقعہ ذوالشہادتین ویسا ہی لکھا ہے۔

بخاری باب لا یحل لاحد ان یرجع فی ہبتہ وصدقتہ میں ہے کہ ابراہیم بن موسے نے حدیث بیان کی۔ ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی۔ اس نے کہا مجھے عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی۔ کہ صہیب غلام ابن جدعان کے بیٹوں نے دو گھروں اور ایک حجرہ کا دعوے کیا۔ کہ رسول اللہ نے یہ صہیب کو بخشش دے ہوئے ہیں۔ پس مروان نے (جسکو معاویہ نے قاضی مقرر کیا ہوا تھا) کہا کہ اس بارہ میں کون تمہارے حق میں گواہی دیتا ہے۔ انہوں نے کہا عمر بن خطاب کا بیٹا۔ مروان نے اس کو بلایا۔ اور اس نے گواہی دی۔ کہ رسول اللہ نے صہیب کو دو گھر اور حجرہ بخشے ہوئے ہیں۔ پس مروان نے اس شہادت پر ان کے حق میں فیصلہ دیدیا

خیر جاری شرح بخاری ملا یعقوب لاہوری فقضے مروان شہادتہ لہم میں بھی واقعہ بالا در بارہ فیصلہ مروان بحق اولاد صہیب غلام اختصاراً لکھا ہے۔ مطلب وہی ہے۔

کنز العمال کتاب الامارہ فرع اول۔ طبقات کبری ابن سعد بخاری باب من تکفل عن میت دینا اور کتاب الخمس باب اقطع النبی من البحرین کتاب المغازی اور کتاب الشہادات تاریخ الخلفا جلال الدین سیوطی فصل فی ما وقع فی خلافتہ من خلافت ابی بکر مسند حنبل مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۳۰۷

مسلم کتاب الفضائل باب فی سخاءہ صلی اللہ علیہ وسلم شرح مسلم نووی جلد دوم ص ۲۵۴ شرح بخاری قسطلانی جلد ۴ صفحہ ۲۲ میں ہے کہ جب رسول اللہ فوت ہوئے۔ اور بحرین کا مال آیا۔ تو ابوبکر نے کہا جس کی کوئی شے رسول اللہ کے ذمہ ہو۔ یا جس سے رسول اللہ کا کوئی وعدہ ہو۔ وہ آئے اور لے لے۔ پس جابر صحابی دعویدار ہوا۔ اور کہا۔ بہ تحقیق رسول اللہ نے فرمایا تھا۔ کہ اگر بحرین کا مال میرے پاس آیا۔ تو میں تجھے اس قدر اور اس قدر دوں گا۔ حضرتؐ کی مراد اس سے مٹھیاں (دونو ہاتھوں کی ہتھیلیاں تھیں) پس ابوبکر نے کہا اٹھا اور اپنے ہاتھ سے پکڑ لے۔ پس جابر نے پکڑے تو پانچ سو درہم ایک دفعہ کی گرفت میں آئے۔ پس ابوبکر نے کہا۔ جابر کو ایک ہزار درہم گن دو۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی فی کس دس دس درہم دے دیئے۔

شرح بخاری کرمانی کتاب الکفالہ باب من تکفل من میت دینا میں ہے کہ ابوبکر نے آنحضرتؐ کے وعدہ کی ذمہ داری اس لئے لی۔ کہ آنحضرتؐ کے وعدہ کی ایفا ضروری تھی۔ کیونکہ یہ امر عمدہ اور بزرگ اخلاق میں سے ہے۔ اور نبیؐ کی شان ''انک لعلی خلق عظیم'' ہے اور یہ امر کہ ابوبکر نے صرف جابر کے کہنے پر جابر کو سچا قرار دیا (اور اس سے کوئی شہادت نہ لی) اس کی وجہ قول رسول ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے۔ پس اسکو چاہیئے کہ اپنی جگہ دوزخ میں مہیا کرے اور یہ وعید ہے۔ اسلئے یہ گمان ہی نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے وعید کے ہوتے ہوئے جابر جیسا آدمی آنحضرتؐ کے ذمہ جھوٹی بات منسوب کرنے کا اقدام کرے۔ طحاوی میں بالکل بلفظ یہی جابر کا واقعہ لکھا ہے۔ فتح الباری شرح بخاری ابن حجر کتاب الکفالہ میں اس حدیث بالا کی شرح میں لکھا ہے کہ اصحاب میں سے جو عادل ہو۔ اس اکیلے کی خبر مقبول ہے۔ خواہ اس خبر سے وہ اپنی ذات کیلئے فائدہ حاصل کرے۔ کیونکہ ابوبکر نے جابر سے گواہ نہ مانگے۔ جو اس کے دعوے کو سچا ثابت کریں۔

عینی لکھتا ہے کہ ابوبکر نے جابر سے اس لئے کوئی گواہ نہیں مانگا تھا۔ کہ جابر کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی رو سے عادل تھا کتاب اللہ کی رو سے تو اس لئے عادل تھا کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ تم بہترین امت ہو اور ہم نے تم کو امت وسطی بنایا ہے اور سنت رسولؐ کی رو سے اس واسطے عادل تھا۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ایسا ظن کسی مسلمان پر بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ایک صحابی کی نسبت ایسا گمان کیا جاوے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں حالات ثابت ابن قیس میں لکھا ہے کہ جب ثابت ابن قیس جنگ یمامہ میں مارا گیا۔ تو اس کے بدن پر ایک نفیس زرہ تھی۔ ایک مسلمان نے وہ زرہ لے لی

ایک دوسرے شخص نے خواب میں دیکھا کہ ثابت ابن قیس اس کو کہتا ہے کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ اس کو ہرگز وسوسہ یا خیال خام نہ سمجھنا۔ کہ جب کل میں مارا گیا۔ تو ایک شخص جس کا گھر آبادی کے ایک کنارہ پر ہے۔ میری زرہ لے گیا ہے۔ اور اس نے زرہ پر پتھر کا ایک مٹکا اوندھا کر کے رکھا ہوا ہے۔ پس جب تو خالد سے ملے۔ تو کہیو۔ کہ کسی کو بھیجکر زرہ منگوا لے۔ اور جب تو مدینہ میں خلیفہ ابوبکر کے پاس پہنچے۔ تو میری طرف سے کہیو۔ کہ میں نے اس قدر قرض دینا ہے۔ اور میرے فلاں فلاں غلام ہیں۔ پس وہ شخص آیا۔ اور خالد کے پاس گیا۔ اس نے وہ زرہ منگوالی۔ پھر اس شخص نے جاکر ابوبکر کو وہ خواب سنایا۔ ابوبکر نے خواب کے مطابق عملدرآمد کر دیا۔

ابن عبدالبر اس تمام واقعہ کو لکھ کر کہتا ہے کہ ہم کو معلوم نہیں ہوا کہ کسی اور شخص نے بھی ثابت بن قیس کیطرح خواب میں وصیت کی ہو۔ اور اس پر عملدرآمد ہوا ہو۔

آپ ایک لمحہ کے لیے فرض کر لیں کہ آنحضرتؐ نے کوئی ہبہ نامہ جناب سیدہ کو لکھ کر نہ دیا تھا۔ اور جناب فاطمہؑ نے ابوبکر سے فرضی ہبہ نامہ کی بنا پر مطالبہ فدک کیا تھا۔ اس صورت میں بھی ابوبکر اور عمر کا فرض تھا۔ کہ آنحضرتؐ کی عزت اور محبت کا پاس کرتے ہوئے اور سیدہ کی حرمت اور ادب کا لحاظ کر کے فدک دے دیتے اور سمجھ لیتے کہ ہم نے جناب سیدہ کو یہ سالانہ رقم اپنی گرہ سے دی ہے تاکہ اہلبیت فاقوں کی تکلیف نہ اٹھائیں۔

اگر آج کسی کے پاس آنحضرتؐ کی کفش مبارک ہو تو تمام روئے زمین کے مسلمان اس کفش سے آنکھیں ملنا اور اسے سر پر رکھنا فخر خیال کریں گے۔ نواب اور بادشاہ اس کی قیمت میں اپنا خزانہ پیش کرنے کو تیار ہو جائینگے۔ اور اس کی عزت و حرمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائیگی۔ اور اگر کوئی شخص اس کفش مبارک کیطرف دست گستاخی بڑھانے پر آمادہ نظر آئے۔ تو مسلمان یقیناً اس شخص کا قتل واجب جانیں گے۔

یہ امر مسلم ہے کہ وہ ہبہ نامہ آنحضرتؐ کا لکھا ہوا تھا شیخین کا فرض تھا کہ اس ہبہ نامہ کو سر اور آنکھوں پر رکھ کر اسلام اور ایمان کا ثبوت دیتے اور جناب سیدہ سے معافی مانگ کر اقرار جرم کرتے اور اپنے محافظوں اور کارندوں کو فدک سے واپس بلا لیتے۔

لیکن وہ ایسا کار نیک کیوں کرتے۔ ان کے آب و گل میں آنحضرتؐ کی بے ادبی اہلبیت کی عداوت اور دنیا کی محبت ملی ہوئی تھی۔ وہ فطرتاً مجبور تھے کہ وہ ایسے کام کریں۔ جن سے رسول اللہ کی پاک روح کو ایذا پہنچے اور اسلام کے نہال نوخیز کی بیخ کنی کر کے لات و منات کی محبت کا حق ادا کریں۔

عقل سلیم قبول نہیں کرتی کہ آنحضرت کو رسول اللہ مان کر آنحضرت کے اہلبیت کی یہاں تک بے حرمتی کی جائے۔ مسلمان تو مسلمان ہے کسی غیر مسلم سے یہ تمام ماجرا بیان کیا جائے۔ تو وہ کہہ اٹھیگا۔ کہ ثلاثہ مسلمان نہ تھے۔ بلکہ ظاہری اسلام کی حالت میں بھی در پردہ دلدادہ لات و منات تھے۔ غلبۂ اسلام دیکھکر مصلحتاً مسلمان ہو گئے تھے۔ اور آنحضرتؐ کی وفات کی گھڑیاں گنتے رہتے تھے۔ جب آنحضرتؐ نے وصال فرمایا۔ ان کی دلی مراد پوری ہو گئی اور انہوں نے اپنے دل کے بخار سیر ہو کر نکال لیے۔

ان کا اسلام کے ظاہری لباس میں ملبوس رہنا سیاسی پہلو سے نہایت ضروری تھا۔ وہ جانتے تھے کہ بالاعلان مرتد ہو جانے سے خلافت کی سونے کے انڈے دینے والی مرغی ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اور یہ خلافت یقیناً اہلبیت میں محصور ہو جائیگی۔ اس خیال نے اور صرف اس خیال نے انہیں اسلامی وضع قطع پر قائم رکھا اور وہ صوم و صلوٰۃ کی بھی کچھ پابندی بادل ناخواستہ کرتے رہے۔ قرآن مجید کے احکام سے آگاہ ہو کر اور اقوال رسولؐ کو اپنے کانوں سے سن کر کیسے ہو سکتا ہے کہ اولاد رسولؐ کو شکنجۂ مصائب میں جکڑ دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ثلاثہ کے زعم میں آنحضرتؐ نبی اور رسولؐ نہ تھے۔ قرآن پاک خدا کا کلام نہ تھا۔ اور اقوال رسولؐ خود ساختہ اور خود غرضانہ باتیں تھیں۔ پس اس عقیدے کے آدمی آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کی اولاد سے بدسلوکی کرنے پر فطرتاً مجبور رہتے۔

میراث حضرت رسول اللہ صلعم

مسند امام احمد حنبل مطبوعہ بمبئی جلد اول صنا ص۱۶ ینابیع المودۃ علامہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی مطبوعہ قسطنطنیہ ص۱۱۹ بخاری امام بخاری مطبوعہ بمبئی رابع کتاب الخمس ص۱ و کتاب الفرائض جلد ۵ ص۵ مسلم امام مسلم مطبوعہ نولکشور جلد دوم ص۹۱ تاریخ خمیس علامہ دیار بکری مطبوعہ مصر جلد دوم ص۱۹۳ سنن امام ابو داؤد مطبوعہ نولکشور جلد دوم ص۵۴ براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ مترجمہ کمال الدین مطبوعہ محمدی لاہور ص۴۳ صواعق محرقہ ابن حجر مکی مطبوعہ میمنیہ مصر ص۱۲۔ معارج النبوۃ علامہ ملا معین کاشفی مطبوعہ نولکشور رکن چہارم باب دہم ص۲۲۱ شرح مواقف علامہ ابو العلی مطبوعہ نولکشور ص۲۵ شرح ابن الحدید مطبوعہ ایران جلد دوم قریب نصف۔ کتاب السیاست فی الامامت امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا بنت حضرت سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باپ رسول اللہ کے بعد جناب ابوبکر سے

فدک مانگا۔ لیکن خلیفہ جی نے یہ کہکر دینے سے انکار کیا۔ کہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں۔ اور نہ انکا کوئی وارث ہوتا ہے۔ اس پر حضرت فاطمہؑ ابو بکر صاحب پر غضبناک ہو گئیں۔ اور تادمِ مرگ اس سے کلام نہ کیا۔ اور بخاری میں ہے کہ ابو بکر صاحب کو جنازہ پر آنے کا اذن بھی نہ دیا۔

بخاری مطبوعہ بمبئی فضائل اصحاب النبی باب مناقب فاطمہؑ جلد چہارم ص۵۵ بخاری مطبوعہ بمبئی باب مناقب قرابت رسول ص۱۰ مشکواۃ مطبوعہ محمدی دہلی باب مناقب اہلبیت ص۲۷۴ پر بروایت مسور بن مخرمہ لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ فاطمہ علیہا السلام میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو رنجیدہ اور غضبناک کیا اس نے مجھ کو غضبناک اور رنجیدہ کیا۔

مسلم مطبوعہ نولکشور ص۹۱ سطر ۲ پر بروایت عمر بن خطاب لکھا ہے کہ جب رسولؐ نے وفات فرمائی ابو بکر نے کہا۔ کہ میں رسول اللہ کا ولی ہوں۔ پس تم دونوں (حضرت علیؑ و حضرت عباسؓ) میرے پاس آئے اے عباس تم تو اپنی میراث بھتیجے کے مال سے طلب کرنے لگے۔ اور یہ (علیؑ) اپنی زوجہ کا حق میراث پدر کی سے طلب کرنے لگے پس ابو بکر نے کہا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ "نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث وما ترکنا صدقۃ" اس پر تم دونوں نے ابو بکر کو کاذب۔ غادر۔ خائن۔ اور آثم جانا۔ اب میں (عمر) بعد وفات ابو بکر آنحضرتؐ کا ولی ہوں۔ پس تم دونوں نے مجھے بھی کاذب۔ غادر خائن اور آثم سمجھا۔

کنز العمال باب الامارت حرف ہمزہ خلافت ابو بکر اور مسند امام احمد بن حنبل مطبوعہ بمبئی ص۱۷ سطر ۱۵ پر ہے۔ کہ محمد بن عروہ نے ابی سلمہ سے نقل کیا ہے۔ کہ جناب سیدہؑ نے ابو بکر سے فرمایا جب تم مر جاؤ گے تو تمہارے ترکہ کا وارث کون ہوگا۔ ابو بکر نے کہا میرا بیٹا اور اہل خیر وارث ہونگے معصومہؑ نے فرمایا۔ یہ عجیب بات ہے تو تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں۔ ابو بکر نے کہا رسولؐ نے فرمایا ہے۔ کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

مسند امام احمد حنبل جلد اول ص۴ اور براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ مطبوعہ محمدی لاہور ص۲۲ سطر ۹ پر ہے کہ ابو بکر نے جناب سیدہؑ کو حدیث "لانرث ولانورث" سنا کر کہا قسم بخدا بطریقہ رسولؐ عمل کروں گا عمل خواہم کرد۔ یعنی میں وہی طریقہ عمل اختیار کروں گا۔ جو آنحضرتؐ کا طریقہ عمل رہا ہے۔ ناظرین کیا خوب سنت رسولؐ پر عمل ہو رہا ہے۔

الفاروق شمس العلما مولوی شبلی نعمانی مطبوعہ مفید عام آگرہ ص۲۵۳ سطر ۹ حصہ دوم میں ہے اسی سلسلہ میں باغ فدک کا معاملہ بھی ہے۔ جو مدت تک معرکۃ الآراء رہا ہے ایک فرقہ (شیعہ

حضرات) کا خیال ہے۔ کہ یہ باغ خاص آنحضرتؐ کی جائداد تھا۔ کیونکہ اس پر چڑھائی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ وہاں کے لوگوں نے خود آنحضرتؐ کے سپرد کر دیا تھا۔ اور وہ اس وجہ سے اس آیت کے تحت میں داخل ہے۔ کہ اے لوگو! جو کچھ خدا نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے دلوایا جن پر تم اونٹ یا گھوڑے دوڑا کر نہیں گئے تھے۔ خدا نے اپنے پیغمبر کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب وہ (فدک) آنحضرتؐ کی مملوکہ خاص ٹھہری۔ تو اس میں وراثت کا عام قاعدہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جاری ہوگا۔ اور آنحضرتؐ کے ورثا اس کے مستحق ہونگے۔ لیکن عمر نے اور ابوبکر نے (بالمشورہ) باوجود حضرت علیؑ کے طلب و تقاضا کے آل نبیؐ کو اس سے محروم رکھا۔

نہایہ امام ابن اثیر جزری باب اللام والمیم لغت لمۃ میں ہے کہ معصومہؑ نے فدک کے بارہ میں ابوبکر پر عتاب کیا۔

لسان المیزان ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ ایک دن واعظ بلخی نے (جو عسقلانی کا ممدوح ہے اور حافظ یوسف شیرازی کا استاد ہے) اپنی مجلس میں کہا کہ ایک دن سیدہؑ رو رہی تھیں تو جناب امیرؑ نے فرمایا یا فاطمۃ الزہرا۔ آپ کیوں گریہ کرتے ہیں۔ اور میرے سامنے رنج و ملال کا اظہار کرتے ہیں۔ کیا میں نے آپ کے فدک چھین لیا۔ کیا میں نے آپ کے حق کو غصب کیا۔ اور کیا میں نے آپ کو وہ اذیت دی ہے۔ مسند احمد۔ کنز العمال۔ ریاض النضرہ۔ فصل الخطاب میں ہے۔ کہ ابوبکر نے کہا کہ وراثت رسولؐ پہلے رسولؐ کا حق تھا۔ اب اس کے جانشین کا حق ہے۔

"تاریخ الخلفا جلال الدین سیوطی میں ہے۔ کہ ابوبکر نے فدک خاص اپنی ذات کیلئے مقرر کر دیا تھا"

صواعق محرقہ ابن حجر باب اول فصل پنجم شبہ چہارم۔ اور تاریخ الخلفا علامہ سیوطی فصل فی ما وقع فی خلافت ابوبکر میں ہے کہ اصحاب نے آنحضرتؐ کی میراث کے بارہ میں اختلاف کیا (سیدہؑ کے طلب فدک و وراثت پر) پس اس بارہ میں کسی کو واقفیت ہوتی نہ پائی گئی۔ تو ابوبکر نے لا نورث ولا نورث پڑھ دیا۔

کتاب الاکتفا ابراہیم بن عبد اللہ یمنی بروایت عائشہ۔ غیلانیات ابوبکر شافعی۔ تاریخ ابن عساکر اور تاریخ الخلفا صفحہ ۵۳ پر بروایت عائشہ لکھا ہے۔ کہ (سیدہؑ کے طلب فدک و وراثت پر) اصحاب میں میراث آنحضرتؐ کے بارہ میں اختلاف ہوا۔ اور کسی کے پاس بھی اس کے متعلق واقفیت نہ پائی گئی تو ابوبکر نے لا نورث ولا نورث پڑھ دیا۔

بخاری کتاب الاحکام باب شہادت تکون عند الحاکم .... الخ میں ہے کہ علمائے حجاز (امام

مالک وغیرہ) کہتے ہیں کہ حاکم اپنے علم کی بنا پر فیصلہ صادر نہ کرے۔ وہ امر خواہ اس کی حکومت کے دوران میں اسکو معلوم ہوا ہو یا دوران حکومت سے پہلے۔ اور اگر جھگڑا کرنے والوں میں سے ایک فریق اس حاکم کے پاس کچہری میں دوسرے فریق کے کسی حق کا اقرار کرلے۔ تو اہل حجاز میں سے بعض کا قول ہے کہ اس اقرار پر بھی فیصلہ صادر نہ کرے۔ جبتک دو گواہوں کو بلا کر انکے سامنے اسکے اقرار پر گواہی موجود نہ کرلے۔ فتح الباری شرح بخاری ابن حجر میں ہے۔ کہ بخاری نے جو کہا ہے۔ کہ اہل حجاز نے کہا ہے۔ کہ حاکم اپنے علم کی بنا پر فیصلہ نہ کرے۔ وہ علم خواہ اس کو اس کی حکومت کے دوران میں حاصل ہوا ہو خواہ اس سے پہلے یہ امام مالک کا قول ہے۔ ابو علی کرابیسی کہتا ہے کہ حاکم اپنے علم کی بنا پر بخوف تہمت فیصلہ صادر نہ کرے۔ کیونکہ وہ اپنے ذمہ تہمت آجانے کے خوف سے بے خطر نہیں ہوگا۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ ابوبکر اور عمر عائشہ کو دس ہزار درہم سالانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ عمر نے عائشہ کا وظیفہ بارہ ہزار کر دیا۔ ناظرین! آنحضرتؐ نے اپنے بعد نو ازواج چھوڑی تھیں لہٰذا بقاعدہ تقسیم عائشہ کو آٹھویں حصہ کا نواں حصہ $\frac{1}{72}$ ملنا چاہئے تھا۔ مگر عائشہ کے بارہ میں یہ قاعدہ نہ برتا گیا۔ نیز واضح ہو کہ حفصہ کو بھی دس ہزار درہم سالانہ بیت المال سے ملا کرتا تھا۔ برخلاف اسکے اہلبیت رسولؐ فاقہ کشی کرتے رہے۔ اور حضرت علیؑ یہودیوں کے باغ میں مزدوری کر کے اہل وعیال کا پیٹ پالتے رہے۔ اہلسنت کی حرکت مذبوحی ملاحظہ ہو۔ سیوطی نے بیہقی سے روایت کی ہے اور مدارج النبوت قسم چہارم میں ہے کہ چونکہ زندوں کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ اور ہمارا نبی زندہ ہے اسلئے فاطمہؑ کا میراث میں حصہ نہ تھا۔ ناظرین! اس دلیل پر کسی نبی کی میراث کا مالک کسی نبی یا وصی کو نہ ہونا چاہئے تھا۔ جو خلاف قرآن ہے اور نیز فیصلا کی جائداد کا بھی داخل بیت المال ہونا ضروری تھا بلکہ سب سے بڑھ کر یہ امر ہے کہ خلافت ہی فی نفسہ ناجائز ہوتی۔ کیونکہ نبیؐ بعد موت زندہ ہے اور نبی رہے اس لئے نبوت اور خلافت ایک ہی وقت جمع نہیں ہو سکتی۔

شرح ابن ابی الحدید میں ابن ابی الحدید کہتا ہے۔ کہ میں نے علی ابن علی الفارقی شافعی مدرس مدرسہ غربیہ بغداد سے پوچھا۔ کہ آیا جناب فاطمہؑ فدک کے دعوے میں سچی تھیں۔ اگرچہ وہ شخص بہت معزز اور خود دار اور متین تھا۔ تاہم مسکرایا۔ اور کہا کہ اگر ابوبکر فدک کو واپس کر دیتا۔ تو سمجھا جاتا کہ فاطمہؑ اپنے دعاوی میں سچی ہے۔ تو پھر وہ اپنے خاوند کے لئے خلافت کا دعوے کر دیتی۔ اور ابوبکر ترک خلافت پر مجبور ہونا پڑتا۔ کیونکہ وہ اس دعویٰ فدک میں صادق قرار دے چکا ہوتا۔ ابن

ابی الحدید کہتا ہے۔ کہ اس کی یہ گفتگو صحیح تھی۔

ناظرین۔ ابوبکر نے سنت رسول پر چلنے کی کئی بار قسم کھائی تھی۔ مگر جس بے دردی اور بیباکی سے سنت رسول کو ابوبکر وغیرہ نے پاؤں تلے روندا ہے۔ وہ صاف ظاہر ہے۔ موطا امام مالک۔ کتاب الاقضیہ فصل الحنث علی منبر النبی مطبوعہ احمدی دہلی ص۳۰۱ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جو کوئی میرے منبر پر جھوٹی قسم کھائے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ناظرین۔ بقول رسولؐ مقبول منبر رسولؐ پر جھوٹی قسم کھانے کی سزا جہنم ہے۔ تو پھر وہ لوگ جو منبر رسولؐ پر جبراً بیٹھ گئے احکام شریعت میں بدعات کیں۔ صحابہ کرام کی مخالفت کی۔ قتل اہلبیت پر آمادہ ہوئے۔ خانۂ اہلبیتؑ کو جلا دیا۔ اور از اں قبیل قبیح ترین اعمالات کے مرتکب ہوئے۔ ان کی سزا خدا کے حوالے ہے۔

تاریخ ابوالفدا جلد اول ص۲۵ پر ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے حضرت داودؑ کے اموال واملاک ورثہ میں پائے۔ تاریخ ابواسحاق ثعلبی ص۲۸۸ پر ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے حضرت داودؑ سے مالی اور ملکی وراثت پائی۔ تفسیر غرائب التنزیل نیشاپوری جلد سوم ص۱۳۳ پر سورۂ نمل کی آیۂ وورث سلیمان داؤد کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وراثت سے مراد مال ہے۔

بیضاوی نے سورہ صاد کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ایک ہزار گھوڑے اپنے باپ دادا کی ورثہ سے حاصل کئے۔ نیز کشاف تفسیر سورہ صاد۔ ربیع الابرار علامہ زمخشری باب ثانی وتسعون تفسیر بحر المعانی۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر معالم التنزیل بغوی۔ حیوٰۃ الحیوان دمیری وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے باپ حضرت داودؑ سے ایک ہزار گھوڑے بطور ورثہ حاصل کئے۔ تفسیر معالم التنزیل بغوی مطبوعہ بمبئی ص۶۵۴ پر ہے کہ حضرت سلیمانؑ وارث ہوئے حضرت داؤدؑ کی نبوت اور علم اور ملک (مال) کے۔

سورۂ مریم آیہ ۴ میں ہے کہ حضرت ذکریا نے دعا کی۔ کہ خدایا۔ مجھے اپنی رحمت سے ایک جانشین عطا فرما۔ جو میرا وارث ہو (اموال و نبوت کا) اور آل یعقوبؑ میں سے بھی لوگوں کا وارث ہو۔

شرح تجرید علامہ قوشجی ص۳۸۳ پر ہے کہ اگرچہ حدیث معاشر الانبیاء لا نورث، خبر واحد اور موجب ظن ہے تاہم چونکہ ابوبکر نے آنحضرتؐ سے خود سنا تھا۔ اس لئے قطعی الدلالۃ ہے۔ اسکے متعلق صاحب دراسات لکھتا ہے۔ کہ ابوبکر کے خود سننے کے باوجود بھی جبکہ خبر واحد ہی رہی۔ تو خطا بجانب ابوبکر ہے اور صواب بجانب سیدہؑ۔

سورہ نساء رکوع ۲ میں ہے۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔

یعنی اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارہ میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیاں کے برابر ہو۔ ناظرین یہ حکم پیغمبر اور امت کے لئے یکساں ہے۔

پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۵ میں ہے " ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون" یعنی ہم نے ہر ایک (نبی ورعوام) کیلئے وارث ٹھہرا دیئے ہیں اس ترکہ میں سے جو والدین اور رشتہ داران چھوڑ مریں۔ سورہ نسا میں ہے " للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا۔" یعنی ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکہ میں خواہ تھوڑا ہو یا بہت مردوں کا حصہ ہے اور ایسا ہی عورتوں کا بھی حصہ ہے۔

سورہ نسا آیہ ۱۴ میں ہے کہ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین" یعنی جس نے (ترکہ کی تقسیم میں) خدا اور رسول کی نافرمانی کی اور اسکی حدود سے گذر گیا تو بس خدا اسکو جہنم میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہیگا۔ اور اسکے لئے بڑی رسوائی کا عذاب ہے۔

شرح ابن الحدید میں ہے کہ نبی صلعم کی وفات کے بعد اور سیدہ کے دعوے وراثت کے پیچھے کسی نے بھی حدیث " لا نرث ولا نورث" کو روایت نہیں کیا ہے۔ سوائے ابو بکر کے یا مالک بن اوس بن حدثان نے روایت کیا ہے۔

شرح ابن الحدید میں ہے کہ ابو بکر نے خطبہ میں کہا۔ کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو رسول اللہ کی اصلاح اور سواری کا جانور اور عمامہ دیدیا ہے۔ مگر دیگر اشیا " لا نورث ولا نورث" میں داخل ہیں۔ انسان العیون جلد سوم صفحہ ۳ اور تاریخ سبط جوزی میں ہے کہ ابو بکر نے سیدہ کو فدک دینے کا پروانہ لکھدیا جو عمر نے پھاڑ دیا۔ مسلم اور بخاری (کتاب الایمان باب علامات منافق) میں بروایت عبد اللہ بن عمر لکھا ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت نے کہ چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان سے ایک خصلت ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے جبتک وہ اس کو ترک نہ کرے (۱) جب امانت دیجاوے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) جب عہد کرے تو بیوفائی کرے (۴) جب خصومت کرے تو فحش و فجور کرے۔ پھر بخاری میں بروایت ابو ہریرہ لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں۔ خواہ وہ روزہ رکھتا ہو۔ نماز پڑھتا ہو۔ اور گمان کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے (۱) جھوٹ بولنے والا (۲) وعدہ کے خلاف کرنے والا (۳) امانت میں خیانت کرنے والا۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب الجہاد باب الفئ فصل ثالث قسطلانی شرح بخاری شرح باب فرض خمس جلد پنجم صفحہ ۱۵۵ شرح موطا ملا علی قاری باب الفئ جل یورث کتاب الفرائض۔ مفاتیح شرح مصابیح

شمس الدین محمد بن مظفر الدین خلخالی باب بعد باب المکولات۔ فتح الباری شرح بخاری اوائل کتاب خمس باب فرض الخمس میں ہے کہ عثمان نے اپنے عہد خلافت میں فدک اپنے سالے مروان کو بخشدیا۔
رجال مشکوٰۃ شیخ عبدالحق میں ہے کہ مستدرک میں بروایت عبدالرحمان بن عوف لکھا ہے کہ جب کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا تو اس کو نبیؐ کے پاس بغرض دعا لایا جاتا۔ لیکن جب مروان بن حکم آنحضرتؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا یہ بچہ ملعون ابن ملعون ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ آنحضرتؐ کا لعنت کرنا مروان کے باپ حکم پر اور اسکی اولاد پر احادیث میں وارد ہے جسکو طبرانی وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔ کنز العمال میں ہے کہ مروان نے کہا کہ (نعوذ باللہ) اہلبیت محمدؐ ملعون ہیں۔ اس پر امام حسن علیہ السلام نے غضبناک ہوکر فرمایا۔ خدا کی قسم تجھ پر خدا نے اپنے رسولؐ کی زبانی لعنت کی جبکہ تو ابھی اپنے باپ کی پشت میں تھا۔ اس کنز العمال والی حدیث کو ابن سعد اور ابو یعلیٰ اور ابن عساکر نے بھی لکھا ہے۔

کتاب نہج البلاغۃ میں ہے کہ فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے۔ کہ ہاں۔ فدک ہر ایک شخص جس پر آسمان نے سایہ کیا ہے۔ علیحدہ اور خالص ہمارے قبضہ میں تھا پس چند اشخاص (ابوبکر اور عمر اور عثمان) کے دلوں نے اس پر بخل کیا۔ اور بعض دوسرے (جناب سیدہ) کے دل میں اس بات سے ملال ہوا۔ پس اللہ بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے۔ کنز العمال میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں تم سے پہلے جانیوالا ہوں۔ پس تم دیکھتے رہو۔ کہ تم میرے بعد ثقلین سے کیا سلوک کرتے ہو۔ آنحضرتؐ سے پوچھا گیا ثقلین کون کون ہیں فرمایا قرآن اور میری اہلبیت۔ یہ دونو چیزیں آپس سے جدا نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں۔ میں نے اپنے رب سے ان دونو کے حق میں دعا مانگی ہے پس تم ان دونو چیزوں پر مقدم نہ ہو۔ اور نہ ان دونو کو تعلیم دو۔ کیونکہ یہ دونو تم سے زیادہ عالم ہیں۔

جواہر العقدین سید نور الدین سمہودی نے حدیث ثقلین بیان کرنے کے بعد مستدرک سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں پر تقدیم اختیار نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ نہ ان کا شان گھٹاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور نہ ان کو تعلیم دو یہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔

یہی مضمون بالا کتاب الموالات ابن عقدہ میں بھی مرقوم ہے۔

تاریخ طبری جلد دوم بروایت ابن عباس ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ میں ہوں اللہ کا بندہ رسول اللہ کا بھائی اور صدیق اکبر جو کوئی اور صدیق ہونے کا دعوےٰ کرے وہ کاذب ہے۔

مرزا محمد بدخشانی نے مفتاح النجا میں۔ مسند ابو یعلیٰ۔ مختارہ ضیا قدسی۔ معجم کبیر طبرانی۔ معجم اوسط

طبرانی۔ حلیہ ابو نعیم۔ مناقب ابن مردویہ وغیرہ سے اور شیخ عبد الحق نے رجال مشکوۃ میں مستدرک حاکم معجم طبرانی۔ کامل ابن عدی۔ جمع الجوامع سیوطی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ حق اور قرآن علیؑ کیساتھ ہیں۔

شرح ابن ابی الحدید اور مستدرک حاکم میں ہے کہ جب زینب (آنحضرتؐ کی سوتیلی لڑکی) کا خاوند ابوالعاص بطور قیدی آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اور زینب نے اس کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا۔ جو اس کو بوقت شادی خدیجہ نے جہیز میں دیا تھا۔ تو آنحضرتؐ نے ابوالعاص کو بغیر فدیہ چھوڑ دیا۔ اور ہار بھی واپس کر دیا۔ ناظرین۔ ابو بکر اور عمر نے جناب فاطمہؑ کی توقیر و حرمت ابوالعاص کافر سے بھی کم سمجھی۔

سیرت حلبیہ جلد سوم صـ ۳۹۱ پر ہے۔ کہ سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ابو بکر نے مقصود مکو نوشتہ لکھدیا۔ اتنے میں عمر آیا۔ اور ابو بکر سے پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے۔ ابو بکر نے جواب دیا ہے۔ کہ یہ فاطمہؑ کیلئے نوشتہ ہے۔ کہ وہ اپنے باپ کی میراث پائیں۔ عمر نے کہا۔ پھر مسلمانوں کو کہاں سے دوگے۔ حالانکہ عرب تم سے برسر جنگ ہیں۔ یہ کہکر عمر نے وہ نوشتہ لیا۔ اور چاک کر دیا۔

کنز العمال جلد دوم صـ ۱۸۹ پر ہے کہ ابو بکر نے اپنے داماد زبیر کیلئے عطیۂ زمین کا ایک نوشتہ لکھا اتنے میں عمر آگیا۔ تو ابو بکر نے اس نوشتہ کو فرش کے نیچے چھپا دیا۔ جب عمر چلا گیا تو اس پر عملدرآمد کیا۔ کنز العمال صـ ۱۹۱ پر ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے بلالؓ کو وادی عقیق کی زمین بطور عطیہ دیدی جو اسکے قبضہ میں آنحضرتؐ اور ابو بکر کے زمانہ میں رہی جب عمر خلیفہ ہوا۔ تو اس نے اس زمین پر جبراً قبضہ کر لیا اور بہت تھوڑا سا حصہ بلال کیلئے چھوڑ دیا۔ حالانکہ بلالؓ بہت چیخا چلایا۔ کہ یہ زمین میرا حق ہے آنحضرتؐ کی عطا کردہ ہے۔

علامہ سیوطی لکھتا ہے کہ عمر بن خطاب کے داماد نے عمر کو کہا۔ کہ مجھے کچھ بیت المال سے دو۔ عمر نے اسکو جھڑک سے کہا۔ کہ تو چاہتا ہے۔ کہ میں ایک خائن بادشاہ بنکر مروں۔ لیکن پھر اس کو اپنے اصل مال سے دس ہزار درہم دیدیئے۔ ناظرین۔ کیسی پالیسی ہے کہ عطیہ اپنے مال سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مگر دراصل بیت المال سے ہے۔ اس کا ثبوت چھیاسی ہزار کا قرضہ بیت المال کا ہے۔ جو بوقت مرگ عمر کی گردن پر واجب الادا تھا۔

شرح ابن ابی الحدید بحوالہ تاریخ طبری جلد دوم صـ ۱۸۹ پر ہے کہ عمر بن خطاب کا ایک باغ ملک حجاز میں تھا۔ جس کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار دینار یعنی دو لاکھ روپیہ تھی۔ اس آمدنی کو عمر اپنی ذاتی ضرورت اور اپنے خاندان بنی عدی میں خرچ کرتا۔

تاریخ خمیس جلد دوم صـ ۳۱۱ پر ہے کہ ابو بکر کے داماد طلحہ کی روزانہ آمدنی ایک ہزار درہم تھی اور مرتے وقت دو لاکھ دینار اور بیس لاکھ درہم چھوڑے اور ابن جوزی کہتا ہے کہ طلحہ نے اپنے بعد

تین سو اونٹ بار سونا چھوڑا ۔ تاریخ کامل جلد سوم ص ۲۰۲ پر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہمارے پاس چار درہم بھی ہوتے جس سے ہم ایک چادر خریدتے تو ہم اپنی تلوار کو نہ بیچتے۔

ازالۃ الخفا ص ۱۹۶ پر ہے کہ عمر نے کہا ہم وادی میں اپنے باپ کے اونٹ چرایا کرتے اور ایک موٹے گاڑھے کا کرتہ پہنتے۔ مگر آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہمارے اور خدا کے درمیان کوئی نہیں ہے۔ اور ص ۱۹۹ پر ہے کہ عمر کا گھوڑا اتفاقاً ایک شخص کے دامن کو جا لگا۔ تو عمر نے اس کو چھ سو درہم انعام دیا۔

بخاری پارہ بارہواں کتاب الجہاد والسیر ص ۸۱ اور ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۱۹۵ پر ہے کہ زبیر بن عوام کی جائداد پانچ کروڑ دو لاکھ (روپیہ) تھی۔ بوقت مرگ اس نے چار عورتیں چھوڑیں۔ جن میں سے ہر ایک کے حصہ میں کل جائداد کے ۱/۸ حصہ میں سے (بارہ بارہ لاکھ روپیہ ملا۔ کیوں نہ ملے۔ خلیفہ اول کے داماد شریف تھے۔ بخاری کتاب الجہاد والسیر پارہ بارہواں ص ۸۹ پر ہے کہ زبیر نے اپنے بعد ایک غابہ گیارہ گھر مدینہ میں۔ دو گھر بصرہ میں۔ ایک گھر کوفہ میں۔ ایک گھر مصر میں چھوڑے۔ غابہ زمین کو اس نے ایک لاکھ ستر ہزار (روپیہ) پر خریدا تھا۔

تاریخ اسلام جلد سوم ص ۱۲۸ پر ہے کہ افریقہ کے پچیس لاکھ دینار کا خمس عثمان نے مروان کو پانچ لاکھ پر دے دیا۔ اور پھر اس میں سے بھی ایک لاکھ دینار مروان کو واپس کر دیا۔

فتح الباری شرح بخاری ابن حجر کتاب مغازی باب غزوہ خیبر میں ہے کہ جناب فاطمہ کی زندگی حضرت علی علیہ السلام کی عزت کا موجب تھی لیکن جب سیدہ فوت ہو گئیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام بیعت ابوبکر نہ کرنے پر قائم رہے۔ تو لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی توقیر کم کر دی۔

تاریخ الخلفا ص ۱۵۶ پر ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے جب فدک کو واپس کیا تو کہا۔ تم سب گواہ رہنا کہ میں نے فدک کو اسی حالت میں واپس کیا۔ اور جس حالت میں عہد رسول اللہ میں تھا۔ ناظرین چونکہ عمر بن عبدالعزیز نے فدک واپس کیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کرنے کی رسم کو حکماً بند کیا۔ اس لئے اعدائے اہلبیت نے اسکا بدلہ یوں لیا۔ تاریخ الخلفا ص ۱۶۷ پر ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے غلام سے پوچھا کہ تم نے مجھکو زہر کیوں دیا ہے۔ اسنے جواب دیا کہ مجھے ایک ہزار اشرفی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور نیز آزاد کر دیا جاؤں گا۔

سنن ابو داؤد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ جلد دوم ص ۵۳ پر ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو فدک کی آمدنی (سالانہ) چالیس ہزار دینار تھی۔ یعنی لاکھ روپیہ بحساب انگریزی سکہ مروجہ۔

جب جناب فاطمہ نے ابوبکر سے مطالبہ فدک کیا۔ تو ابوبکر نے ضمیر فروشی کر کے ایک حدیث آنحضرت صلعم کیطرف منسوب کر دی۔ کہ پیغمبر کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کچھ بطور ورثہ اپنے بعد چھوڑتے

ہیں۔ حیرت ہے کہ اس حدیث کا علم نہ تو اہلبیتؑ میں سے کسی کو ہوا۔ اور نہ کسی اور بنی ہاشم کو۔ آنحضرتؐ نے یہ حدیث صرف ابوبکر کے کان میں اس قدر آہستہ سے کہی کہ کوئی اور نہ سن سکا۔ با الفاظ دیگر آنحضرتؐ نہ چاہتے تھے۔ کہ آپ کی لڑکی آپ کے بعد آپ کی کسی چیز سے مستفید ہو سکے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کو جناب سیدہؑ سے حد درجہ عداوت تھی۔

اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو جناب سیدہؑ کبھی مطالبہ فدک نہ کرتیں اور نہ اہلبیت اس مطالبہ کی حمایت میں گواہی دیتے۔ یہ پاک نفوس جھوٹا دعوے نہ کر سکتے تھے۔ اور نہ ان کی غیرت غلط دعوی کی رسوائی برداشت کر سکتی تھی۔ ان کا دعوے۔۔۔ لہٰذا اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ یہ حدیث خود ساختہ، مذہب دروغ اور دفتر مکر و فریب تھی۔

اگر یہ حدیث صحیح تھی تو ابوبکر کا فرض تھا کہ وہ جناب سیدہؑ کی درخواست و اصرار پر ہرگز پروانہ واگذاری نہ دیتا۔ جیسے عمر بن خطاب نے چاک کر کے حدیث پر عمل کیا۔ اس معاملہ میں ابوبکر اور عمر میں سے ایک فریق ضرور خطاکار ہے۔ کیونکہ دونو کا فعل باہم دگر خلاف ہے۔

اگر اس حدیث کو صحیح مانا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوا۔ کہ انبیا کی جائداد ان کی وفات کے بعد مال غنیمت متصور ہو حالانکہ ہر ایک نبی کی جائداد اس کے ورثاء کو ملتی ہے۔

یہ حدیث واضح طور پر کلام مجید کے خلاف ہے۔ قانون وراثت سے انبیا کا ترکہ باہر نہیں ہو سکتا کون عقل کا اندھا اس بیہودگی پر کان دھرنے کو تیار ہوگا۔ کہ انبیا کا ترکہ تو عام الناس کا حق ہے۔ اور ان کے پسماندگان اس سے محروم رہیں۔ انبیا کے لئے بارگاہ الٰہی سے کیا اچھا انعام مقرر ہوا۔ کہ جونہی انہوں نے آنکھیں بند کیں۔ ان کے اہل و عیال ان کی امت کے دروازوں کی گدائی پر مجبور کر دیئے جائیں۔

فرض کریں کہ یہ حدیث صحیح ہے تاہم اس حدیث کے اثر سے ہبہ نامہ باہر ہے۔ کیونکہ فدک آنحضرتؐ کے ترکہ میں شمار نہیں ہو سکتا۔ آنحضرتؐ نے فدک اپنی زندگی میں جناب سیدہؑ کو ہبہ کر دیا تھا اور جناب سیدہؑ کا اس پر قبضہ ہو چکا تھا۔ اب آنحضرتؐ بھی اس کو جناب سیدہؑ کی مرضی کے خلاف واپس نہ لے سکتے تھے۔

مندرجہ امور پر غور اور انصاف کی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوبکر اور عمر نے عمداً جناب فاطمہؑ پر ظلم کیا ہے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص ملعون ہے۔ جو میری طرف وہ بات منسوب کرے جو میں نے نہ

گئی ہو۔

ابوبکر اور عمر نے اہلبیتؑ پر ہی ظلم کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان لوگوں کے حقوق کو بھی پامال کر دیا۔ جو اہلبیت محمدؐ کی توقیر کرتے تھے۔ ان باتوں سے یہ نتیجہ نکالنا آسان ہے۔ کہ ثلاثہ نے نبوت اور امامت کی مشعل نور کے بجھانے میں ہمہ تن کوشش کی۔ اور محبانِ نبوت و امامت کے نقش کو لوحِ زیست سے مٹا دینا چاہا مگر قدرت نے ان کے نخل ارادہ و ثمر دار نہ ہونے دیا۔ اور دنیا کے ہر حصہ میں محبان علیؑ موجود ہیں۔ چنانچہ اس ہندوستان میں دو کروڑ سے زیادہ شیعہ آباد ہیں۔

خمس

فتح القدیر۔ شرح مقاصد۔ شرح السنت لبغوی۔ زاد المعاد ابن قیم۔ سنن ابو داؤد۔ مسند دارمی۔ اور در منثور میں ہے۔ کہ عمر بن خطاب نے اہلبیتؑ کا حصہ خمس بند کر دیا۔

سنن ابو داؤد کتاب الخراج والفئی والامارہ میں ہے۔ کہ آنحضرتؐ خمس کو صرف بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ اور بنی عبدالشمس جن میں سے عثمان تھا۔ اور بنی نوفل جن میں سے جبیر تھا۔ ان دو خاندانوں کو کچھ نہ دیتے تھے۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ ابوبکر اہل بدر کو چھ چھ ہزار درہم سالانہ دیتا اور امہات المومنین میں سے ہر ایک کو سوائے تین ازواج رسولؐ کے دس دس ہزار درہم سالانہ دیتا۔ کنز العمال کتاب الامارہ میں ہے کہ عمر نے ازواج نبیؐ میں سے ہر ایک کا وظیفہ بارہ بارہ ہزار درہم سالانہ کر دیا۔ سوائے صفیہ اور جویریہ کے جنکو چھ چھ ہزار دینار دینا چاہا لیکن انکے ناراض ہونے پر انکا وظیفہ بارہ بارہ ہزار کر دیا۔ استیعاب میں ہے کہ عمر نے معاویہ کو گورنر شام مقرر کر کے اسکا وظیفہ ہزار دینار یعنی بحساب انگریزی سکہ پانچہزار روپیہ ماہوار مقرر کیا۔

کنز العمال ملا علی متقی حرف الف کتاب الامارہ خلافت ابوبکر۔ ریاض النضرہ محب طبری باب اول فصل نہم مناقب ابوبکر۔ فصل الخطاب محمد پارسا فضائل ابوبکر بعد نصف کتاب لکھا ہے۔ کہ جناب سیدہؑ نے علاوہ فدک اور وراثت کے حصہ خمس بھی طلب کیا۔ لیکن ابوبکر نے انکار کر دیا۔

جمع بین الصحیحین حمیدی اور کتاب الخروج قاضی ابو یوسف شاگرد ابو حنیفہ اور قرۃ العینین ولی اللہ اور تفسیر فقیہ ابو اللیث اور در منثور اور فصول الحواشی لاصول الشاشی اور شرح مسلم عبدالعلی اور فتح القدیر ابن ہمام طحاوی اور عنایہ شرح ہدایہ اور تفسیر مدارک اور تفسیر کشاف اور تفسیر شاہی میں ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں خمس کے پانچ حصے ہوتے تھے۔ لیکن ابوبکر اور عمر نے اس کے تین حصے کر دیئے۔

یعنی رسول اللہ کا حصہ اور ذوی القربیٰ یعنے اہلبیت کا حصہ ساقط کر دیا۔

فتح القدیر اور شرح مقاصد اور شرح السنۃ بغوی اور زاد المعاد ابن قیم اور سنن ابوداؤد اور مسند دارمی اور در منثور میں ہے کہ عمر بن خطاب نے اہلبیت کا حصہ خمس بند کر دیا۔ سنن ابوداؤد مطبوعہ دہلی ص ۲۱۶ پر روایت جبیر لکھا ہے کہ ابوبکر بھی خمس کو اسی طرح تقسیم کرتا تھا۔ جسطرح آنحضرتؐ کیا کرتے مگر آنحضرتؐ کے قریبی اہلبیت کو انکا حق نہ دیتا۔ عہد رسولؐ میں خمس جاری تھا۔ قرآن مجید یا اسکی دائمی کا حکم وارد ہے اور اسکو منسوخ کرنیوالی کوئی آیت بھی موجود نہیں ہے سورۃ الانفال کے آغاز میں ہے یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول ترجمہ اے رسول تم سے لوگ مال غنیمت کے بارہ میں پوچھا کرتے ہیں۔ تم کہدو کہ مال غنیمت خاص خدا اور رسول کے واسطے ہے (یعنی مال غنیمت کی تقسیم رسول اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ جسکو جتنا چاہیں دیدیں۔ مسلمان اس پر اعتراض نہیں کر سکتے) آنحضرتؐ مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے رہے جن میں ایک حصہ خود لیتے رہے اور ایک حصہ اہلبیتؑ کو عطا فرماتے رہے خمس صرف مال غنیمت تک محدود نہ تھا۔ یہ اور کئی اشیا پر واجب تھا۔ مثلاً سونے چاندی کی کان وغیرہ۔ دریا سے نکلی ہوئی چیزیں نفع پیشہ و زراعت پس انداز رقم۔ وہ زمین جو اہل کتاب کسی مسلمان سے خریدیں۔ وہ مال جو حرام اور حلال پر مشتمل ہو۔ وغیرہ۔ اگر خمس ہی کا حکم اہلبیت کو ملتا رہتا۔ تو وہ فرحت سے زندگی گزار سکتے تھے۔ مگر خلافت کو یہ امر کب گوارا تھا۔ انکی سیاست مقتضی تھی۔ کہ اہلبیت کو نان شبینہ تک سے محروم کر دیا جائے۔

جب آنحضرتؐ کے عہد میں خمس پر زکوٰۃ کیطرح عمل ہوتا تھا۔ تو شیخین کو کیا حق حاصل تھا۔ کہ خمس کے دو حصے ساقط کر دیں۔ اہلسنت نے شیخین کی تقلید کا حق ادا کرنیکے علاوہ اور قدم بڑھایا۔ اور خمس کو فروع دین سے خارج کر دیا شیخین نے اہلبیت کو خمس سے خارج کر کے محبت رسولؐ کا خوب ثبوت دیا اور اہلسنت نے خمس کو فروع دین سے خارج کر کے حرمت سادات کی اچھی پاسداری کی۔

اہلسنت کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ آنحضرتؐ نے کونسا امر جائز اور کونسا ناجائز قرار دیا ہے اور قرآن پاک کا کیا حکم ہے انہیں تو صرف دیکھنا ہے کہ عمر بن خطاب نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ عمر بن خطاب کے اجتہاد بدعت آمیز کے مقابلہ میں نہ تو آنحضرتؐ کے قول کی کچھ وقعت ہے اور نہ ہی حکم خدا کی کچھ عزت و حرمت۔

مصائب جناب سیدہ معصومہ علیہا السلام

ترجمہ جذب القلوب مطبوعہ نولکشور ص ۱۵۵ اور منہاج النبوۃ اردو ترجمہ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۸۴۴ پر ہے۔ کہ قبہ عباس سے قبلہ کیطرف مائل بہ مشرق جس مسجد میں جناب فاطمہؑ رویا کرتی تھیں اس کا نام بیت الحزن پڑ گیا تھا۔ سوانح عمری رسول کریم حافظ حکیم نذیر احمد مطبوعہ لاہور ص ۱۱۰ پر ہے۔ کہ مدینہ کے باب البقیع سے

قریب ہی حضرت عباسؑ اور امام حسنؑ کا مقبرہ ہے۔ اس قبہ کے برابر جناب فاطمہؑ کا بیت الحزن ہے۔ مولوی صدرالدین احمد نے کتاب سوانح المصطفٰے مطبع احمدی کانپور ص۳۶ و ص۳۷ پر لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد بہت واقعات گزرے مثلاً معاملہ فدک۔ اسقاط حمل سیدہ۔ عمر کا احراق خانہ فاطمہؑ کی دھمکی دینا۔ فاطمہؑ کا انصار کی موجودگی میں نالہ و شیون کرنا (بوجہ اسکی دھمکی کے) جسکا ذکر کرنا بہتر ہے معصومہ کا وصیت فرمانا کہ فلاں فلاں شخص جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ یہ تمام امور اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ معصومہ کو ملول کیا گیا۔ دیگر لوگ جو چاہیں اسکی تاویلیں کریں الغرض ہم صحابہ کے مشاجرات (مخالفت یعنی طعن) سے قلم روکتے ہیں۔ سیدہ نے وفات رسول کے بعد ایک مکان جنت البقیع میں اختیار کیا تھا۔ اور اسکو بیت الحزن (ماتمکدہ) بنا کر اکثر ایام وہیں بسر کرتی تھیں۔

تاریخ آل محمد مولوی عبدالمجید مطبع انصاری دہلی ص۹ پر ہے کہ وفات رسول کے بعد معصومہؑ نے اتنا گریہ کیا کہ ہمسائے سو نہیں سکتے تھے اس سبب سے وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام دن رویا کرتی تھیں جسکا نام بیت الحزن پڑ گیا۔ اکسیر التواریخ جلد دوم ص۲ پر ہے کہ پس معصومہ کیواسطے ایک گھر بقیع میں بنایا گیا جسکا نام بیت الحزن رکھا گیا۔ مدارج النبوۃ ص۱۲ پر ہے کہ بعد از گذشتن آنحضرت ہرگز فاطمہؑ را کسے خنداں ندید۔ یعنی آنحضرتؐ کی شہادت کے بعد کسی نے جناب فاطمہؑ کو ہنستے نہیں دیکھا۔

بروایت احمد بن عبدالعزیز جوہری لکھا ہے کہ جناب سیدہ دربار ابوبکر میں تشریف لے گئیں۔ اور فدک کے مطالبہ کے بعد فصیح و بلیغ خطبہ فرمایا جس میں اپنا حسب و نسب اور اپنی مظلومیت اور شیخین کے مظالم کا دل کھول کر تذکرہ فرمایا۔ جب خطبہ ختم ہوا۔ اور ابوبکر نے حاضرین دربار کو خطبہ سے متاثر پایا۔ تو فوراً منبر پر گیا۔ اور کہا اے لوگو یہ کیا بات ہے کہ تم ہر ایک حق و باطل پر کان لگا لیتے ہو وہ (حضرت علیؑ) ایک لومڑی ہے جسکی گواہ اسکی دم ہے (جناب فاطمہؑ) ہے وہ (حضرت علیؑ) فتنہ خوابیدہ (خلافت) کو جگانا چاہتا ہے۔ اور عورتوں سے امداد چاہتا ہے۔ مانند ام طحال زانیہ کے جسکے اکثر دوست زناکار ہیں۔ پھر ابوبکر نے انصار سے کہا کہ میں نے تمہارے احمقوں (حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ) کا کلام سنا اور خوب جانچا۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے یہ کلمات یعنی خطبہ ابوبکر ابوبکر کے نقیب ابو جعفر یحییٰ بن ابی زید بصری کے سامنے دہرائے تو اسنے کہا۔ کہ ابوبکر کا مطلب ان کلمات سے حضرت علیؑ تھے۔

کتاب سقیفہ ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری میں ہے کہ جب ابوبکر نے جناب فاطمہؑ سے فدک چھین لینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ تو جناب فاطمہؑ مع چند خدمتگار اور رشتہ دار عورتوں کے ابوبکر کے پاس تشریف لے گئیں۔ جبکہ اسنے مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ جمع کیا ہوا تھا جناب فاطمہؑ کے سر پر مقنعہ بندھا تھا۔ اور ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جو ایکے پاؤں میں پیچیدہ ہوتی آتی تھی اسوقت جناب فاطمہؑ کی رفتار میں کوئی فرق نہ تھا جناب فاطمہؑ اور حاضرین کے درمیان

پردہ تانا گیا۔ جناب فاطمہؑ نے ایسا جانسوز نالہ اور بکا فرمایا۔ کہ تمام گروہ میں گریہ وزاری کا خروش برپا ہوا۔ کچھ عرصہ صبر کرنے کے بعد آپ نے ذیل کا خطبہ فرمایا۔ کہ تمام گروہ جسکا اختصار مصنف درج کرتا ہے۔

خداوند عالم کی لاانتہا نعمات کا اور احسانات کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ جس نے اپنی رحمت سے مخلوقات پر اپنا رسولؐ بھیجا۔ اور اسکو ارضی و سماوی علوم سے کماحقہ بہرہ ور فرمایا۔ اس نے اپنے منصب رسالت کو باحسن الوجود پورا کیا۔ اور وہ تمام مخلوقات سے برگزیدہ ہے۔

جناب رسولؐ پاک کا تمام مسلمانوں کے لئے اس کی آل اور قرآن کے اوامر و نواہی پر چلنے کا تاکیدی حکم صادر ہو چکا ہے۔ ہماری اطاعت ملت کا نظام ہے اور تفرقہ سے امان ہے۔ ہمارے حق کا قصاص خون سے لینا مغفرت کا ذریعہ ہے۔ پاکدامنوں کو تہمت لگانے سے پرہیز کرنا لعنت سے بچانے والا ہے۔ یتیموں کا مال کھانا اور ان کا سرمایہ ہضم کر جانا ظلم کا اجارہ ہے۔ پس ڈرو تم اللہ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور اس کے احکام کی اطاعت کرو۔

لوگو میں فاطمہؑ بنت محمدؐ ہوں۔ اپنے قول میں حد عدل سے تجاوز نہیں کرتی ہوں۔ تمہارے درمیان میرا باپ بھیجا گیا۔ جس نے تم پر احسانات کئے اور شیطانوں کی زبانیں گنگ کر دیں۔ اور ہماری طفیل جن کے حق میں آیہ تطہیر کا نزول ہوا۔ اسلام کامل ہوا۔ اگر تم رسولؐ پاک کے نسب کو یاد کرو تو وہ میرے باپ ہیں نہ کہ تمہارے۔ اور میں ان کی بیٹی ہوں۔ نہ کہ تمہاری بیٹیاں۔ میرے چچازاد (حضرت علیؑ) ان کے بھائی ہیں۔ نہ کہ تم لوگوں کے۔

جب کبھی گمراہی کی شاخ نکلتی اور منہ کھولتی تو شرک بھی اپنا منہ کھولتے جناب رسالتمآبؐ اپنے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کو انکے حلق میں پھونک دیتے۔ وہ جنگ سے منہ نہ پھیرتے جب تک ان کے سرکش کانوں کو اپنے قدم شجاعت کے نیچے کچل نہ ڈالتے۔ اور انکی آتش فتنہ کے دھوئیں اپنی تلوار سے نہ اڑا دیتے۔ وہ اللہ کی ذات کے لئے اپنے تئیں مصیبت اور رنج میں ڈال دیتے۔ رسولؐ خدا کا ساتھ مصیبت کے دن نہ چھوڑتے۔ وہ اولیاء اللہ کے سردار۔ خیرخواہ خلق اور مجاہد ہیں۔ تم لوگ اپنے فتنوں میں تن آسانی سے کام لیتے اور منتظر رہتے۔ کہ ہماری نسبت کوئی متوحش اور خطرناک خبر سنو جب بھی جنگ پیش آتی تو تم پہلو تہی کرتے اور قتال کے وقت دشمن کیطرف پیٹھ کر کے بھاگ جاتے۔

رسولؐ پاک کے انتقال پر تمہارے سینوں میں نفاق کے خار ظاہر ہوئے۔ اور تمہارے اسلام کا ظاہری لباس بوسیدہ ہو گیا۔ ڈرے ہوئے اور دبے ہوئے لوگوں نے سر اونچا کیا اور گمنام اور ذلیل آدمی ظاہر ہو گئے۔ کفر کے اونٹوں نے چلانا اور میدانوں میں دوڑنا شروع کیا۔ شیطان نے اپنے

سینگ اس جگہ سے بلند گئے۔ جہاں وہ اپنے سر کو چھپائے بیٹھا تھا۔ تم نے شیطان کی آواز کو سنا اور قبول کیا۔ تم نے اہل حق کی مخالفت کی اور اس اونٹ کو داغ دے کر اپنی ملکیت بنا لیا۔ جو تمہارا نہ تھا۔ جبکہ ابھی رسولؐ خدا کی نعش اطہر قبر میں بھی نہ سونپی گئی تھی۔

تم نے بہانہ کیا یہ کام فتنہ کے خوف سے کیا گیا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ فتنہ وہ ہے جس میں تم پڑے ہو شیطان تم کو گمراہ کئے جا رہا ہے۔ تم نے قرآن پاک کے ظاہر اور باہر احکام کو پس ڈال دیا ہے۔ تم نے دوزخ کی آگ میں پڑنے سے درنگ نہ کیا۔ تم نے اپنی باطل خلافت کو محکم کر لینے میں دیر نہ کی۔ اب ہم اس شخص کی طرح صابر ہیں۔ جس کا وجود تیر و تفنگ سے چھلنی ہو رہا ہو۔ تم نے فدک کو خلاف حکم خدا اور رسولؐ مجھ سے چھین لیا۔ وہ کیسا ہولناک وقت ہوگا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حاکم ہوگا۔ اور رسولؐ پاک حق رسی کے ضامن ہونگے۔ عنقریب تم جان لوگے کہ عذاب ابدی میں گرفتار ہونا کس قدر شاق ہے۔

جناب فاطمہؑ نے رسولؐ پاک کی قبر کی طرف منہ کیا۔ اور فرمایا والد بزرگوار۔ آپؐ کے انتقال کے بعد سخت فتنہ اور آشوب نے منہ دکھایا۔ آپؐ کے جدا ہونے پر دنیا اور اہل دنیا ہم سے جدا ہو گئے۔

پھر آپؑ انصار سے مخاطب ہوئیں اور فرمایا۔ لوگو۔ میری حق رسی میں کیوں سستی کی جاتی ہے۔ اور مجھ پر ازالۂ مظالم میں کیوں غفلت کرتے ہو۔ میری حرمت کو نگاہ میں رکھو۔ ہمارے لئے دنیا تیرہ و تار ہو گئی۔ اور ہم ہیچ کارہ اور مہمل کر دیئے گئے۔ یہ وہ بلا تھی جو قرآن پاک نے صبح و شام تمکو پکار پکار کر سنائی۔ اے فرزندان۔ کیا میرے باپ کی میراث مجھ سے چھین کر ہضم کر لی جائے اور تم دیکھتے رہو۔ تم میری دعوت کو اجابت نہ کر کے ظلموں کو پوشیدہ کرتے ہو۔ تم تعداد اور سامان حرب رکھتے ہو۔ اور تمہارے پاس نیزے اور ڈھالیں ہیں۔ تم وہ گروہ ہو۔ جنہوں نے کفار کو تیروں کی نوکوں پر پرو دیا۔

تم کو ہماری اطاعت کا حکم ہے۔ جن کی برکت سے آسیائے اسلام گردش میں آئی۔ خیرات ایام جاری ہوئی اور دین محکم ہوا۔ ایمان کی طرف پیشقدمی کر کے تم پھر پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے مقابلے میں نہیں کھڑے ہوتے۔ جو وعدہ کے بعد ایمان سے پھر گئے ہیں۔ اور دین میں طعن کرتے ہیں۔ کفر کے اماموں سے قتال کرو جن کو ایمان سے کچھ حصہ نہیں ہے۔

میں دیکھتی ہوں تم نے تن آسانی کی طرف قیام کیا ہے۔ راحت کی طرف میلان کیا ہے۔ جو تم نے لیا تھا۔ اس کو باہر نکال پھینکا ہے اور جو کچھ حلق میں اتارا تھا۔ اس کو قے کر دیا ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اتمام حجت کے لئے کہا ہے۔ تمہاری بزدلی اور ضعف ایمان کو جانتی ہوں۔ لیکن یہ دلی جوش اور رنج کا اظہار سینہ کے جمع شدہ درد و الم تھے۔

اب قیامت میں تمہارا کوئی عذر باقی نہیں رہ سکتا۔ لے لو تیر حق کو اور ذخیرہ کر لو۔ اس کو جو تمہاری پشتوں کو زخمی کرنے والا اور پاؤں کو مجروح کرنے والا ہے۔ اور جس کی شرم و ننگ باقی رہے گی جب تک کہ یہ جہان قائم رہے گا۔ اور جس کا صلہ خدا تعالیٰ کی روشن آگ ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے بند کر کے رکھی گئی ہے۔ میں اس کی بیٹی ہوں۔ جو تم کو آنے والے عذاب شدید سے ڈرانیوالا تھا۔ پس تم جان لو۔ اور ہم جانتے ہیں۔ اور تم منتظر رہو۔ اور ہم منتظر ہیں۔

"با آل نبیؐ ہر کہ در افتاد بر افتاد"

جناب فاطمہؑ اس رسولؐ کی بیٹی ہیں جو کیا بلحاظ شجاعت اور کیا بہ لحاظ صبر عدیم المثال ہیں محض آنحضرتؐ کی وفات پیاسی کا شب و روز مصروف گریہ و بکا رہنا آپ کے شایان شان نہ تھا۔ آپ کی نگاہ اطہر میں دنیا کی زندگی اور دنیا کا آرام ہیچ تھا۔ قضا اور رضا کے راز سے آپ کما حقہ آگاہ تھے۔ پھر آپ کا وقف بیت الحزن ہو جانا ضرور کسی اور وجہ سے بھی تھا۔

خلافت چھین لی گئی۔ فدک غصب کر لیا گیا۔ خمس بند کر دیا گیا۔ در دولت جلا دیا گیا۔ محسن شہید کر دیئے گئے۔ قتل علیؑ کی سر توڑ کوشش کی گئی۔ اور اہانت اہلبیت کے سامان مہیا کئے گئے۔ آپؑ نے ان تمام مظالم کو محسوس کیا۔ اور آپ کی آنکھوں نے آنسوؤں کے تار کی شکل میں اظہار احساس بھی کیا۔ جناب سیدہ کی مآل اندیش نگاہ صدہا دیگر مصائب کے سیلاب اپنے آستانہ عالیہ کی طرف تیزی سے آتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ آپ کی سیل اشک مسلسل بہ رہی تھی۔

آپ نے اس اٹھتے ہوئے ابر سیاہ میں وہ اولے دیکھ لئے تھے۔ جن کی زد سے اہلبیت محمدؐ کی کشت حیات برباد ہو جانے کو تھی۔ آپ نے دیکھ لیا تھا کہ جس تلوار سے حقوق اہلبیت کو ذبح کر دیا گیا ہے۔ یہی تلوار آگے صاحب الحرمت خاوند کی گردن پر چلنے والی ہے۔ یہی تلوار زہر کی شکل میں تبدیل ہو کر امام حسنؑ کے جگر کو پھاڑنے کو ہے۔ اسی تلوار کی ضرب سے حسینؑ کو شہید کیا جائیگا۔ اسی تلوار کو رسن و زنجیر کے لباس میں کوفہ و شام کے کوچہ و بازار میں نظر آتا ہے۔ اور پھر اسی تلوار کو محبان اہلبیت کے لئے کبھی سولی کبھی زندان۔ کبھی آگ۔ کبھی شکنجوں۔ اور کبھی آروں کی شکل میں تبدیل ہونا ہے۔ پس حضرت فاطمہؑ کی آہ و زاری مستقبل کے حالات کا آئینہ تھا۔ اور خلاف انسانیت مظالم کی زبردست پیشگوئی تھی

خلافت حضرت ابوبکر کے کارنامے

مرآۃ الزمان ابواب الخلفا باب اول وقائع سنہ ۱۱ھ قصہ لطاع اور صواعق محرقہ باب اول فصل

پنجم شبہ پنجم اور کتاب استیعاب میں ہے کہ ابوبکر کے حکم سے خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزومی نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ علامہ قوشجی بھی یہی امر لکھتا ہے۔

سہیل نے عمر ابن خطاب سے روایت کیا ہے۔ کہ عمر نے ابوبکر سے کہا۔ کہ خالد کی تلوار میں اندھا دھند جلدی ہے۔ پس تو خالد کو قتل کر۔ کیونکہ اس نے مالک بن نویرہ کو (بے قصور) قتل کیا اور اس کا سر چولہے کے طور پر دیگ کے نیچے رکھا یہاں تک کہ دیگ پک گئی۔

فوات الوفیات میں ہے کہ یہ بات صراحت سے ظاہر ہے عورت کا عشق اور لالچ وامنگیر تھا۔

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ یہ بات صراحت سے ظاہر ہے کہ یہی عشق قتل مالک کا باعث ہوا ہے ناظرین مالک بن نویرہ عہد رسول اللہ میں آنحضرت کی طرف سے صدقات وصول کرنے کیلئے عامل مقرر تھا۔ وفادار اور راسخ الاعتقاد مومن تھا۔ آنحضرت کی وفات پر ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے پر اس نے اپنی قوم کو فہمائش کی۔ کہ جب تک حضرت علی زیب دہ اور زنگ نیابت نہ ہوں اپنے صدقات کو روک لو۔ صرف اسی بناپر ابوبکر نے خالد کو سردار لشکر بنا کر بھیجا۔ جس نے اہل یمامہ کے مومنین کو بے دریغ قتل کیا۔ ان کے اہل وعیال کو تہ تیغ کیا۔ عورتوں کو اسیر کیا۔ گھر بار لوٹ لیے بعض کو جلایا۔ بعض کو پہاڑوں پر سے گرایا۔ بعض کو کنوؤں میں پھینکا۔ گویا ابوبکر کے اغوا سے اس نے یزیدی کارناموں کیلئے رنگ بنیاد رکھ دیا حالانکہ قتل و غارت سے پیشتر خالد اور لشکر خالد نے اہل یمامہ کی مسجد سے آذانیں سنیں اور ان کو نمازیں پڑھتے دیکھا۔ خالد نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور اسی رات اس کی زوجہ سے بالجبر زنا کیا۔ لوٹ مار کے مال میں سے جو حصہ عمر بن خطاب کو دیا گیا۔ اس نے وہ حصہ علیحدہ امانتاً رکھ چھوڑا اور اپنے عہد خلافت میں دیئے کا ولیا اصل مالکوں کو واپس دیدیا اسی مال غنیمت میں سے ایک عورت خولہ بنت جعفر حضرت علی علیہ السلام کو دی گئی جس سے حضرت نے نکاح کیا۔ اور کنیز کے طور پر نہ رکھا حالانکہ دوسرے تمام مسلمانوں نے اپنے اپنے حصہ کی عورتوں کو کنیز کی صورت میں بغیر نکاح رکھا۔ اسی خولہ کے بطن سے حنفیہ پیدا ہوئے جب خالد زوجہ مالک کو مدینہ میں لایا تو عمر نے ابوبکر سے بالاصرار کہا کہ خالد قتل مومن اور زنا بالجبر کا مرتکب ہوا ہے اسکو سنگسار کر مگر ابوبکر نے یہ کہہ کر ٹال دیا۔ کہ میں خدا کی تلوار کو نیام میں نہیں کرنا چاہتا

مراۃ الزمان علامہ سبط ابن جوزی ذکر عزل خالد بن ولید عن الشام و تاریخ کبیر طبری جلد پنجم اور تاریخ ابن خلکان باب ثانی فی ذکر عمر من ابواب الخلفا فی وقائع السنۃ اثنا عشر اور کنز العمال ملا علی متقی بر تبویب جمع الجوامع سیوطی کتاب الامارۃ والخلافۃ خلافت ابوبکر اور انسان الزمان فی تاریخ الاعیان باب اول من الابواب ذکر الخلفاء و قائع سنہ ا۱ھ خلافت ابوبکر اور انسان العیون علی بن برہان

الدین حلبی اور تاریخ کامل ابن اثیر اور فوات الوفیات محمد بن شاکر بن احمد کبتی اور اسد الغابہ ابن اثیر جزری اور استیعاب ابن عبد البر اور روضۃ الاحباب جمال الدین محدث ذکر قتل مالک بن نویرہ جلد سوم خلافت ابوبکر وغیرہ میں ہے کہ خالد نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔ اور اس کی زوجہ لیلیٰ بنت سنان کو مدینہ میں لے آیا۔ عمر اور جناب میر اور سعد ابن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ نے ابو بکر سے خالد پر شرعی حد لگانے کو کہا۔ مگر ابو بکر نے کہا۔ کہ میں خدا کی تلوار کو نیام میں نہیں کرونگا۔ ناظرین تفسیر کشاف میں ہے کہ خالد کا باپ ولید ایک دولتمند شخص تھا جس کے دس بیٹے تھے۔ وہ بیٹوں سے کہا کرتا۔ کہ تم میں سے جو کوئی محمد پر ایمان لائے گا۔ میں اس کو جائداد سے عاق کرونگا۔ خود بھی آنحضرتؐ سے کئی بار کہہ چکا تھا۔ کہ اگر آپ ہمارے بتوں کی مذمت چھوڑ دیں۔ تو میں اپنی تمام دولت آپ کے حوالے کر دیتا ہوں۔ یہ ولید ولد الزنا تھا۔ جسکو مغیرہ نے اس کی پیدائش سے اٹھارہ سال بعد اپنا بیٹا بنایا تھا قرآن مجید کی سورہ ن والقلم کی آیہ بھی اسی ولید کے حق میں ہے کہ اے محمدؐ نہ کہا مان تو ہر ایک قسم کھانے والے ذلیل۔ عیب جو۔ چغلخور۔ بخیل۔ ظالم۔ تند مزاج اور ولد الحرام کا۔

تفسیر مدارک تفسیر سورہ ن تحت آیہ "لا تطع کل حلاف" میں ہے کہ اس آیہ مبارکہ کے نزول پر ولید بہت گھبرایا۔ اور تلوار سونت کر اپنی ماں کے پاس گیا۔ اور کہا سچ بتا کہ میں کس کا بیٹا ہوں۔ اس کی ماں نے جواب دیا اے بیٹا تیرا باپ نامرد تھا اور تیرے چچازاد بھائیوں کی آنکھیں ہماری جائداد پر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک چرواہے سے بدفعلی کرائی اور تو پیدا ہوا۔ نیز واضح ہو کہ خالد سیف اللہ کی دادی مسماۃ ام ولید فاحشہ عورت تھی۔

تاریخ خمیس ص۱۴۲ پر ہے۔ کہ عمر بن خطاب آنحضرتؐ کو قتل کرنیکے ارادہ پر آنحضرتؐ کے در دولت پر آیا۔ آنحضرت نے فرمایا اے عمر مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارے حق میں بھی ولید کیطرح آیہ قرآنی کا نزول ہوگا۔ عمر مسلمان ہو گیا۔

مسند احمد حنبل جلد اول ص۱۱ پر بروایت ابوہریرہ اور مشکوٰۃ فصل سوئم کتاب الزکوٰۃ اور بخاری اور مسلم احمد میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے حکم قتال ہوا ہے تا آنکہ وہ لا الہ الا اللہ کہدیں جب انہوں نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا۔ تو انکی جانیں اور مال محفوظ ہو گئے۔ سوائے اس کے کہ انکے ذمہ کوئی حق ہو جس کا حساب خدا پر ہے۔ ابوہریرہ کہتا ہے جب لوگ مرتد ہو گئے تو عمر نے ابو بکر سے کہا کہ کیا تو ان سے قتال کریگا۔ جو بقول رسول اللہ مسلمان ہیں۔ ابو بکر نے کہا میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے مقابلہ میں نماز کی کچھ پرواہ نہیں کروں گا (یعنی حکم رسول کوئی چیز نہیں ہے)

تفسیر در منثور سیوطی جز ششم سورہ نساء میں ہے کہ عبدالرزاق اور عدنی اور ابن منذر اور حاکم نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے۔ کہ عمر نے کہا کہ اگر میں حضرتؐ سے تین باتیں پوچھ لیتا تو مجھے سرخ بالوں والے اونٹ سے زیادہ عزیز ہوتیں۔ اوّل یہ کہ آپؐ کے بعد خلیفہ کون ہو۔ دوسری یہ کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے قتال جائز ہے یا نہیں۔ تیسری یہ کہ کلالہ سے کیا مراد ہے۔

تاریخ خمیس جلد دوم ص ۲۲۸ و ص ۲۳۱ پر ہے کہ ابوبکر نے خالد کو حکم دیا۔ کہ اگر تم اہل یمامہ پر قدرت پاؤ تو ان کو قتل کرو۔ آگ میں زندہ جلاؤ۔ بھاگنے والوں کا تعاقب کرو۔ قیدیوں کو تلواروں کی نوکوں پر چڑھاؤ غارت کرو۔ اور مقتولوں کے سروں کے چولہے بناؤ۔

سید مرتضےٰ علیہ الرحمۃ نے ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی روایت سے حضرت علی علیہ السلام کا ایک خط نقل کیا ہے۔ جو حضرتؑ نے جنگ جمل میں اہل کوفہ کو بھیجا تھا۔ کہ بھاگتے ہوئے لوگوں کا تعاقب نہ کرنا۔ زخمیوں پر شدت نہ کرنا۔ کسی کا پردہ ننگا نہ کرنا کسی کی سرداری کی ہتک نہ کرنا اور کسی کے گھر میں بلا اجازت نہ ہونا۔

استیعاب جلد دوم ص ۶۰ پر ہے کہ آنحضرتؐ کا حکم تھا۔ کہ بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے۔ زخمی اور قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔ اور آنحضرتؐ کا یہی دستور العمل تمام اسلامی جنگوں میں قائم رہا۔

بخاری کتاب الزکوٰۃ باب وجوب الزکوٰۃ۔ اور مسلم کتاب الایمان باب ذکر بیان ان النبی لما بعث معاذا الی الیمن امر ان یدعوا الناس بشہادۃ ان لا الہ الا اللہ میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا۔ تو حکم دیا کہ جب تو اہل کتاب کے پاس پہنچے تو انکو لا الہ الا اللہ کی دعوت دے۔ جب وہ اس کو قبول کریں۔ تو انکو نماز سے آگاہ کر۔ پھر صدقہ یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی کی تاکید کر۔ اگر وہ ان کو مان لیں۔ تو ان کے اموال سے پرہیز کر کہ مظلوم کی فریاد اور خدا کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہے۔ کتاب مغنی قاضی القضاۃ عبد الجبار معتزلی میں ابو علی سے روایت لکھی ہے کہ مالک کا ارتداد اس وقت ظاہر ہو گیا۔ جب اس نے آنحضرتؐ کے بارہ میں خالد سے گفتگو کرتے ہوئے "صاحبک" کہہ دیا۔ یعنی تیرے صاحب کا ایسا حکم ہے۔

بخاری کتاب الحج باب کسوۃ الکعبہ میں ہے کہ جب عمر بن خطاب نے کعبے کے سونا چاندی پر اپنا قبضہ کرنا چاہا۔ تو ابو وائل نے کہا۔ کہ اے عمر تیرے دونوں صاحبوں یعنی آنحضرتؐ اور ابوبکر نے یہ کام نہیں کیا۔

ربیع الابرار علامہ زمخشری باب ۹۱۔ اور کنز العمال ملا علی متقی کتاب المواعظ والرقائق والحکم حرف میم در خطبہ علی و مواعظ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے عمر بن خطاب سے فرمایا کہ اگر تجھے بھلا معلوم ہو کہ تو اپنے د

صاحبوں یعنی آنحضرت اور ابوبکر سے ملے تو اپنی امیدوں کو کم کر اور سیر ہو کر نہ کھا۔ اور تہ بند کو نیچا کر۔ اور قمیض کو اونچا کر اور اپنی جوتی آپ گانٹھ۔

کنز العمال مذکورہ کے اسی حوالہ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے عثمان کو فرمایا۔ کہ اگر تجھے بھلا معلوم ہو کہ تو اپنے دونو صاحبوں یعنی ابوبکر اور عمر سے ملے تو اپنی امیدوں کو گھٹا اور سیر ہو کر نہ کھا۔ اور تہ بند کو نیچا کر وغیرہ۔ ابن عساکر کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کی مراد صاحبوں سے آنحضرتؐ اور ابوبکر تھی۔

کنز العمال میں ہے کہ ابوبکر نے یمامہ پر فوج کشی کے بارہ میں اصحاب رسولؐ سے مشورہ کیا۔ عمر نے کہا کہ ان سے نماز قبول کر لے اور زکوٰۃ چھوڑ دے اور قتال سے باز رہ۔ حضرت علیؑ اور دیگر تمام مہاجرین و انصار نے عمر کی رائے کی تائید کی۔ شرح ابن ابی الحدید میں تاریخ طبری سے نقل کیا گیا ہے کہ جب اہل عرب یعنی اہل یمامہ نے کہا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی ہم پر واجب نہیں ہے تو تمام مسلمانوں نے انکی اس بات کو قبول کر لینے پر اجماع کیا مگر ابوبکر نے انکار کر دیا۔ ناظرین۔ اجماع کی ذلت اور نامعقولیت ملاحظہ

روضۃ الصفا میں ہے کہ عمر ابن خطاب نے یمامہ کے تمام قیدیوں کو جب وہ خلیفہ ہوا۔ اپنے اپنے وطنوں کو واپس بھیج دیا۔

محلی علامہ ابن حزم میں ہے کہ اہل ردۃ دو قسم کے تھے۔ مسلمان اور کافر۔ کافر توبہ کر سکتے تھے اور اسلام لا سکتے تھے۔ اور مسلمانوں سے کفر ظاہری نہیں ہوا۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ (یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ ابوبکر کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا) جس کی وجہ سے وہ قتل کئے گئے۔ شافعی اور حنفی کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ وہ مرتد نہ تھے۔

سبط ابن جوزی حمایت ابوبکر میں لکھتا ہے کہ ابوبکر نے خالد کی سرزنش کی اور حکم دیا کہ مالک کی عورت کو طلاق دے دو۔

مروج الذہب ص ۱۰۱ پر ہے کہ ابوبکر کے خلیفہ بننے کے دس روز بعد عرب مرتد ہو گئے۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جو شخص ہمارے جیسی نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف اور ہمارا ذبیحہ کھائے پس وہ مسلمان ہے اور ہماری حفاظت میں ہے۔

تاریخ کامل ابن اثیر جزری جلد دوم ص ۱۲۳ ذکر ردہ بنی عامر و بنی ہوزان و بنی سلیم میں ہے کہ ان لوگوں سے مقاتلہ کرنے کے بارہ میں چار فریق ہو گئے۔ حضرت علیؑ و عمر بن خطاب و ابوعبیدہ جراح و عثمان و سعد بن ابی وقاص وغیرہ کی رائے یہ تھی۔ کہ ان سے قتال نہ کیا جائے۔ انکو انکے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ مگر ابوبکر نے حکم قتال دیدیا اور بعد حصول فتح مغلوبین کو قتل کیا گیا اور زندہ جلایا گیا۔ ناظرین اب اجماع کہاں گیا۔

تاریخ خمیس دیار بکری جلد دوم اور ریاض النضرہ و فتح الباری میں ہے کہ ان قبائل کے لوگوں کو قتل کیا گیا۔ بعض کے ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ زندہ جلایا پتھروں سے کچلا۔ پہاڑوں سے گرایا۔ اور کنوؤں میں دھکیلا۔

مولوی بدیع الزمان شاگرد مولوی نواب صدیق حسن خان بھوپالی و تلمیذ مولوی سید نذیر حسین محدث دہلوی نے فتح المبین علی رد مذہب المقلدین ص ۲۳۶ پر لکھا ہے کہ بعد حصول فتح انکے اموال اور غلاموں وغیرہ پر قبضہ کر لیا گیا اور بغیر عدہ و نکاح کے انکی ازواج اور ماؤں اور بیٹیوں اور بہنوں پر تصرف کر لیا گیا۔ اور حتی کہ عورتیں صاحب اولاد ہوئیں اور بے شمار ولد الزنا پیدا ہوئے۔

تاریخ کبیر طبری جزو خامس میں ہے کہ عمر بن خطاب نے خالد کو کہا کہ تو نے ایک مسلمان مرد مالک بن نویرہ) کو قتل کیا۔ اور پھر اس کی زوجہ سے زنا کیا۔ واللہ میں تجھے سنگسار کرونگا۔

مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۶۲ پر ہے کہ جب آنحضرت نے حضرت علی کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا۔ اے علی۔ اگر تیرے ہاتھ پر ایک شخص بھی اسلام لے آئے تو یہ بات ان تمام اشیاء سے بہتر ہے۔ جن پر آفتاب نے طلوع و غروب کیا ہو۔ بخاری کتاب الفتن میں ہے۔ کہ گالی دینا مسلمان کا فسق ہے اور قتال کفر ہے۔ تاریخ اسلام جلد دوم ص ۲۳۔ الفاروق شبلی مطبوعہ آگرہ جلد اول ص ۱۶۵ تاریخ اعثم کوفی مطبوعہ بمبئی ص ۲۴ تاریخ طبری مطبوعہ نولکشور جلد چہارم ص ۲۶۴ بخاری مطبوعہ بمبئی جلد پنجم ص ۲۹ سکیسرز اوف محمد واشنگٹن ارونگ ص ۵۲ پر ابو بکر کا خالد کو بھیجنا اور اس کا مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اس کی زوجہ سے بالجبر زنا کرنا اور حضرت علی علیہ السلام اور عمر کا ابو بکر سے کہنا کہ خالد پر حد شرعی جاری کرو۔ اور ابو بکر کا انکار کرنا۔ اور عمر کا اپنے عہد میں خالد کو سپہ سالاری سے معزول کرنیکا تذکرہ درج ہے۔

اصابہ جلد ششم ص ۴۳۸ پر ہے کہ مالک بن نویرہ کو رسول اللہ نے صدقات وصول کرنے پر مامور فرمایا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ نے وفات فرمائی اور وہ متردد ہوا۔ (کیونکہ وہ ابو بکر کو خلیفہ غاصب سمجھتا تھا) اور اس نے صدقات کے جمع کردہ اونٹ اپنی قوم کو واپس کر دیئے۔

تاریخ خمیس دیار بکری جلد دوم ص ۲۲ پر ہے کہ جب ابو بکر نے اس قوم سے جنگ کرنا چاہا تو تمام صحابہ رسول نے اس کی مخالفت کی۔ اور عمر نے کہا کہ تم اس قوم سے لڑنا چاہتے ہو جو لا الہ الا اللہ کہتی ہے اور اس کا خون اور مال (بقول رسول مقبول) محفوظ ہے۔

تاریخ خمیس ص ۲۳۲ پر ہے کہ اسیروں میں عیینہ بن حصین اور قرہ بھی تھے۔ جنکو اہل مدینہ کے لڑکے ڈنڈے مارتے اور کہتے۔ اے دشمنان خدا۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ وہ کہتے خدا کی قسم ہم کبھی

بھی ایمان نہیں لائے۔ مگر ابوبکر نے ان دونوں کو معاف کر دیا۔ اور امان نامہ لکھدیا۔ دیگر مالک کو صرف اس خیال سے قتل کرایا۔ کہ یہ محب اہلبیت ہے)

شرح عسقلانی ابن حجر جلد ششم ص۳۷ پر ہے کہ خالد نے مالک بن نویرہ کی زوجہ کو دیکھ لیا جو نہایت حسین و جمیل تھی۔ اور مالک نے بھی دیکھا۔ کہ خالد نے اس کو دیکھ لیا ہے تو مالک نے کہا اب ہم ضرور قتل کر دیئے جائیں گے۔

وفیات الاعیان میں قاضی شمس الدین ابن خلکان جلد دوم ص۱۷۳ پر ہے کہ خالد نے مالک کو قتل کرنا چاہا۔ تو مالک نے کہا۔ تم مجھے ابوبکر کے پاس بھیجدو۔ وہ جو چاہے حکم دے۔ کیونکہ جن لوگوں کے قصور مجھ سے بڑھ کر تھے ان کو ابوبکر کے پاس تم نے بھیج دیا ہے۔ خالد نے کہا۔ خدا مجھے نہ بخشے اگر میں تم کو قتل نہ کروں۔ مالک نے اپنی زوجہ ام متمم کیطرف دیکھا اور کہا میرا قتل اس عورت کی وجہ سے ہونے والا ہے۔ خالد نے کہا نہیں بلکہ تو اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔ مالک نے کہا کہ ہم تو اسلام پر قائم ہیں۔ مگر خالد نے ضرار بن ازور کو حکم دیا۔ اور مالک قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے سر کو دیگ کے نیچے رکھ کر کھانا پکایا گیا۔ اور خالد نے ام متمم پر قبضہ کر لیا۔

شرح تجرید علامہ قوشجی میں ہے کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا۔ اور خالد نے اس کو صرف اس غرض سے قتل کر دیا۔ کہ اس کی زوجہ سے اپنی خواہش پوری کرے جو نہایت جمیلہ تھی۔ اور پھر بعد قتل مالک خالد نے اسی شب ام متمم سے نکاح کیا (بغیر گزرنے عدت) اور ہم بستری کی۔

ریاض النضرہ محب الدین طبری ص۱۰۰ پر ہے۔ کہ جب خالد نے ابوبکر کے حکم سے بنی سلیم پر چڑھائی کی۔ اور بعض (مسلمانوں) کو آگ میں زندہ جلا دیا۔ تو عمر نے ابوبکر کو کہا کہ تم نے ایسے شخص کو چھوڑ رکھا ہے جو لوگوں کو خدا کے عذاب سے معذب کرتا ہے۔ ابوبکر نے جواب دیا۔ واللہ میں اس تلوار کو نیام میں نہیں کروں گا۔ جو خدا نے کھینچی ہے۔ خدا ہی اس کو نیام میں کرے تو کرے۔

تاریخ خمیس جلد دوم ص۲۳۱ پر ہے کہ جب قوم بنی اسد قتل کی گئی۔ اور قیدی بنائی گئی تو خالد نے عام حکم دے دیا۔ جس کو کھانا پکانا ہو یا پانی گرم کرنا ہو۔ وہ دیگچی کا چولہا سروں سے بنائے۔ پھر لکڑیاں کے انبار میں آگ لگا کر زندہ قیدی پھینک دیئے گئے۔ چنانچہ حامیہ بن ربیع صحابی بھی جو رسول اللہ کی طرف سے صدقات کا عامل تھا۔ زندہ جلا دیا گیا۔ اور ایک عورت ام طلیحہ قیدی یہ کہہ کر آگ میں خود بخود کود پڑی۔ کہ اے موت تو کس قدر خوشگوار ہے۔ پھر زمین میں بڑے بڑے گڑھے کھودے گئے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیوں بنائے ہیں۔ اس پر خالد نے ابوبکر کا حکم نامہ نکال کر پڑھ دیا۔ کہ جب تم

ظفر یاب ہو چکو تو سب کو آگ میں جلا دو۔

روضۃ الاحباب واقعات سنہ ۱۱ھ کنز العمال کتاب غزوات حرف عین بعث اسامہ بخاری پارہ چودھواں کتاب المناقب صـ۱۱ فتح الباری شرح بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی اسامہ بن زید فی مرضہ الذی توفی فیہ کتاب مغازی امام واقدی۔ ترجمہ النبوت درآخر کتاب ابن سعد سیرۃ اصغری ابن اسحاق۔ مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق۔ ملل ونحل شہرستانی صـ۳ فتح الباری ابن حجر باب مناقب زید بن حارثہ۔ شرح بخاری قسطلانی۔ تہذیب التہذیب امام ذہبی وغیرہ میں مرقوم ہے کہ آنحضرتؐ نے تمام مہاجرین و انصار کو جن میں ابوبکر اور عمر اور عثمان بھی شامل تھے۔ حکم دیا کہ وہ اسامہ بن زید کی ماتحتی میں رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کو جائیں۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو حکم تھا کہ وہ اس جنگ میں نہ جائیں۔

روضۃ الاحباب واقعات سنہ ۱۱ھ کی عبارت کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں کہ ۲۶ صفر پیر کے دن آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ تمام مہاجرین و انصار اسامہ بن زید کی ماتحتی میں رومیوں سے جنگ کرنے کو چلے جائیں۔ اور آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے جھنڈا باندھا۔ اور حکم رخصت دیا۔ مہاجرین اور انصار میں ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان ذوالنورین۔ سعد بن وقاص۔ ابوعبیدہ جراح۔ سعد بن زید۔ قتادہ بن نعمان۔ سلمہ بن سلم وغیرہ بھی تھے۔ جب اہل لشکر میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ کہ ہم کو ایک غلام زادہ کے ماتحت کیا جاتا ہے۔ تو آنحضرت نے برسر منبر فرط غضب میں بعد حمد خدا فرمایا۔ حالانکہ حضرتؐ کو اس وقت تپ و دردِ سر لاحق تھا۔ اور سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ کہ آج تم اسامہ کی سرداری میں طعن کرتے ہو۔ اور پہلے تم نے اسامہ کے باپ زید پر بھی طعن کیا تھا۔ جب میں نے تم کو اس کے ماتحت غزوہ موتہ میں بھیجا تھا۔ خدا کی قسم اسامہ تم پر امیر ہونے کے لائق ہے اور جس طرح مجھے زید محبوب تھے۔ اسی طرح مجھے اسامہ محبوب ہے مجھے ان دونوں پر نیکیوں کا گمان ہے۔ پس تم اس کی ماتحتی میں فی الفور جاؤ۔

ملل ونحل مطبوعہ جرمن صـ۱۱ ذکر اختلافات اصحاب ابکار الافکار آمدی فصل چہارم قاعدہ ہفتم فصل حکم مخالف حق از اہل قبلہ۔ شرح مواقف آخر حصہ کتاب سالہ عقائد ملا یعقوب بنبانی خاتمہ کتاب ذکر سلاطین شرح ابن ابی الحدید جلد ششم دربیان شرح قول لما انتہت الیہ انباء السقیفہ تاریخ مظفری علامہ ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالمنعم۔ مراۃ الاسرار عبدالرحمان بن عبدالرسول بن قاسم میں ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا (تاکیداً اور بار بار) کہ جو کوئی اسامہ کی ماتحتی میں جانے سے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت ہو۔

مفہم شرح مسلم باب کبائر کتاب ایمان میں ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ سب گناہ کبیرہ

ہیں۔ جن پر اللہ نے مہر کردی ہو۔ نار جہنم یا غضب یا لعنت یا عذاب۔

تاریخ طبری میں ہے کہ ابوبکر نے عمر بن خطاب کو اسامہ کی ماتحتی میں جہاد کیلئے بھیجا۔ تو لوگوں نے عمر کو واپس کر دیا۔ اور کہا کہ تم جا کر ابوبکر سے کہو کہ وہ ہم پر کسی بزرگ کو امیر لشکر بنائے جب عمر نے ابوبکر کو پیغام دیا۔ تو ابوبکر نے اچھل کر عمر کی داڑھی پکڑ لی۔ اور کہا۔ اے ابن خطاب۔ رسول اللہ تو اسامہ کو امیر مقرر کریں اور تو کہتا ہے کہ میں اس سے امارت چھین لوں۔ تاریخ طبری جلد دوئم ص۲۲۳ پر ہے کہ عبداللہ بن عمر سے پوچھا گیا۔ کہ مشرکین نے جو آنحضرتؐ کو سب سے زیادہ ایذا دی۔ اس کو بیان کرو۔ عبداللہ بن عمر نے کہا۔ آنحضرتؐ ایک دن کعبہ کے پاس تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے حضرتؐ کے گلوئے مبارک میں آپؐ کی ردا کو زور سے لپیٹا اور سخت فشار دیا۔

پھر لکھتا ہے کہ ابوبکر نے (یہ حالت دیکھ کر) کھڑے کھڑے رونا شروع کر دیا۔ اور کہتا تھا۔ کیا تم لوگ ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے خدا ہمارا رب ہے۔ بعدازاں وہ لوگ چلے گئے۔ ناظرین۔ یہ ہے جرأت و غیرت بکری یا آنحضرتؐ کا گلا گھونٹا جا رہا ہے۔ اور ابوبکر نے نہ ہاتھ سے کفار کو روکا۔ نہ تلوار چلائی اور نہ ہی ان کو سخت سست کہا۔ کیا تو یہ کیا۔ کہ رونا شروع کر دیا۔ غالباً اسی لئے تو آپ رقیق القلبی میں مشہور آفاق ہیں۔

تاریخ خمیس ص۲۳۲ پر ہے کہ اس وقت (جب آنحضرتؐ کی یہ حالت کفار کے ہاتھوں سے ہو رہی تھی) جناب سیدہ تشریف لائیں۔ اور اس ملعون کو حضرتؐ سے جدا کیا۔ ناظرین اس وقت جناب سیدہ کی عمر صرف پانچ سال تھی۔ اور نیز جناب سیدہؑ نے بآواز بلند کفار کو سخت سست بھی کہا تھا۔

ابوبکر بہت رقیق القلب مشہور ہے اور ہم بھی اس کو اعدائے اہلبیت کی حمایت میں واقعی رقیق القلب پاتے ہیں۔ خالد جیسے بے دین اور شدید ترین دشمن اہلبیت کی حمایت میں واقعی حرکات پر ابوبکر نے اس سے کچھ باز پرس نہ کی۔ کیا یہ امر ابوبکر کی رقت قلب کا بدیہی ثبوت نہیں ہے۔

اسی رقت قلب نے قساوت قلب کا جامہ پہن لیا۔ جب فدک اور خمس کا مطالبہ کیا گیا۔ اسی رقت قلب نے قتل علیؑ کا فتوی صادر کیا۔ اور یہی رقت قلب عمر بن خطاب کی جانشینی کی تحریر بن کر لفافہ میں بند ہو گئی۔ ایسے چار اور رقیق القلب آنحضرتؐ کی مصاحبت میں رہے ہوتے تو سادات تک کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا۔

خالد نے مالک بن نویرہ اور دیگر مسلمانوں کو محض اس دلیل پر قتل کیا۔ کہ وہ ابوبکر سے منحرف ہونے کی وجہ سے مرتد اور واجب القتل تھے۔ کیا اسی دلیل کی بنا پر عائشہ اور معاویہ مرتد اور واجب القتل نہ تھے۔

خالد کے قتلِ مومنین اور زنا بالجبر کے الزام کی جوابدہی ابوبکر کی گردن پر رہے گی جس سے عہدہ برآ ہونا اس کے لئے ناممکن ہے۔

تاریخی واقعات پر نگاہ غائر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوبکر نے خالد جیسے ناپاک الاصل کو سزا دینے سے دانستہ اجتناب کیا تھا۔ وجہ یہ تھی۔ کہ ابوبکر کو ذاتی علم تھا۔ کہ خالد کے دل میں عداوت اہلبیت ہے۔ لہذا اس کو ایسے آدمی کی قدر دانی خاطر منظور تھی۔

خالد جیسے شقی اور مرتد کو سیف اللہ کہنا یا اس کی تعریف میں کچھ لکھنا عین کفر اور عین ارتداد ہے۔ بعض لوگ تو یہاں تک بک دیتے ہیں۔ کہ خالد اور جناب مرتضیٰ شجاعت میں ہم پلہ تھے یہ لوگ دراصل دشمن علی ہوتے ہیں۔ ورنہ کہاں خالد اور کہاں جناب امیرؑ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک خزف کو گوہر سے۔ نجاست کو طہارت سے اور سگ کو شیر سے نسبت دینا دیوانوں کا کام ہے۔

خالد اس ولید کا بیٹا ہے۔ جس کا ولدالحرام ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ لہذا عداوت اہلبیت خالد کے خمیر میں ملی ہوئی تھی۔ ناپاک الاصل آدمی محب علیؑ نہیں ہو سکتا۔

خاتمہ حضرت ابوبکر

موطا امام مالک مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۷۲ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ نے جنگ احد کے شہداء کے حق میں دعائے مغفرت مانگی۔ تو ابوبکر اور عمر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمارے حق میں بھی دعائے مغفرت کیجئے حضرتؐ نے فرمایا۔ تمہارے دلوں میں پوشیدہ شرک ہے۔ جو چیونٹی کی طرح رینگ رہا ہے۔

بخاری ابواب فضائل اصحاب نبیؐ میں ہے کہ عائشہ نے کہا کہ جب آنحضرتؐ فوت ہوئے تو ابوبکر مقام سنح میں (مدینے سے دو تین میل کے فاصلہ پر) تھا۔ اور عمر کہتا تھا۔ خدا کی قسم آنحضرتؐ فوت نہیں ہوئے۔ تاریخ صغیر بخاری اور کنز العمال میں ہے کہ آنحضرتؐ فوت ہو گئے۔ تو ابوبکر مقام سنح سے آیا۔ ابن روزبہان لکھتا ہے کہ عمر کو وفاتِ رسول اللہ سے انکار کرنے سے مقصود یہ تھا کہ اگر آنحضرتؐ کی وفات کی خبر ابوبکر کے سنح سے واپس آنے سے پہلے پھیل گئی تو (امر خلافت میں) پھوٹ کا باعث ہوگا۔ درمنثور سیوطی میں ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ابوبکر گھوڑے پر سوار ہو کر مقام سنح سے واپس آیا۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ عائشہ کہتی ہے کہ ابوبکر بیمار اس طرح ہوا کہ پیر کے دن جو سردی کا دن تھا۔ اس نے غسل کیا۔ جس کی وجہ سے وہ پندرہ دن بیمار رہ کر مر گیا اور پندرہ دنوں میں گھر سے باہر نکلا

تاریخ امام طبری مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۵۲ اور منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند امام احمد حنبل مطبوعہ

مصر جلد ثانی ص۱۰۱۔ اور تاریخ کامل مبرد اور کتاب سقیفہ احمد بن عبدالعزیز جوہری اور شرح ابن ابی الحدید بہ سند مبرد و جوہری اور کتاب السیاست والامامت ابن قتیبہ۔ اور کتاب الاموال ابو عبیدہ اور کتاب فضائل الصحابہ خثیمہ بن سلیمان طرابلسی اور معجم کبیر طبرانی اور تاریخ ابن عساکر اور کتاب مختارہ ضیا مقدسی اور جمع الجوامع جلال الدین سیوطی اور کنز العمال ملا علی متقی اور مراۃ الزمان سبط ابن جوزی وغیرہ میں ہے۔ کہ ابو بکر نے مرض موت میں کہا کاش میں نے خانۂ فاطمہؑ کی پردہ دری نہ کی ہوتی۔ اور اس سے باز آ گیا ہوتا۔ خواہ وہ جنگ کے لئے بند کیا گیا ہوتا۔

کنز العمال ملا علی حرف ہمزہ کتاب الامارہ خلافت ابو بکر اور منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد حنبل جلد ۲ ص۱۷۱ پر ہے کہ عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ ابو بکر نے مرض موت میں کہا کہ میں کسی امر پر اندوہناک اور غمزدہ نہیں ہوں سوائے تین کاموں کے جو میں نے کئے۔ اور کاش کہ میں نے نہ کئے ہوتے اور تین کاموں کے جو میں نے نہیں کئے۔ اور کاش میں نے کئے ہوتے۔ اور تین باتوں کے جو کاش کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لی ہوتیں۔

پس وہ تین کام جو کاش کہ میں نے نہ کئے ہوتے یہ ہیں (۱) کاش کہ میں نے خانۂ فاطمہؑ کی پردہ دری نہ کی ہوتی۔ اور اس سے باز آ گیا ہوتا۔ خواہ وہ جنگ کے لئے بند کیا گیا ہوتا (۲) سقیفہ بنی ساعدہ کے دن میں امر خلافت کو ان دو آدمیوں یعنی ابو عبیدہ جراح یا عمر بن خطاب میں سے کسی ایک کے گلے میں ڈال دیتا۔ اور وہ خلیفہ بن جاتا۔ اور میں اس کا وزیر ہو جاتا (۳) کاش کہ جب میں نے خالد کو مرتدوں کی طرف بھیجا۔ تو خود میں مقام ذی القصہ (ایک مقام کا نام ہے) میں ٹھہرتا۔ تاکہ اگر مسلمان غالب ہوتے تو بہتر ورنہ میں جنگجو یا مدد کے درپے ہوتا۔

اور وہ تین کام جو کاش کہ میں نے کئے ہوتے (۱) کاش کہ جب میرے پاس اشعث قید کر کے لایا گیا۔ تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ کیونکہ مجھے خیال ہے کہ اس نے کوئی امر شر نہیں دیکھا جس کا وہ مددگار نہ ہو گیا ہو (۲) کاش کہ جب فجاۃ میرے پاس لایا گیا۔ تو میں اسکو آگ میں نہ جلاتا۔ یا تو اسکو آسانی سے قتل کرا دیتا۔ یا اسکو آزاد اور رہا کر دیتا (۳) کاش کہ جس وقت میں نے خالد کو شام کیطرف بھیجا اسوقت اسکو عراق کیطرف بھیجتا۔ پس میں نے اپنے ہاتھ دائیں بائیں خدا کے راستہ میں پھیلائے ہوتے۔

اور وہ تین کام جو کاش کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھے ہوتے (۱) کاش کہ میں نے رسول اللہ سے خلافت کے بارہ میں پوچھا ہوتا۔ تاکہ میں خلافت کے بارہ میں ان سے تنازعہ نہ کیا ہوتا۔ جو خلافت کے اہل تھے (۲) کاش کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھا ہوتا۔ کہ آیا انصار کا بھی کوئی حق خلافت میں ہے (۳) کاش

کہ میں نے عمر کی میراث اور بہن کی لڑکی کی میراث کا مسئلہ پوچھا ہوتا۔ کیونکہ مجھے اپنے آپ میں اسکی حاجت ہے
شعب الایمان بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ اور کنز العمال کتاب الفضائل باب ابوبکر میں ہے کہ ضحاک نے کہا کہ ابوبکر نے ایک درخت پر ایک پرندہ دیکھا تو کہا مبارک ہو تجھے اے پرندے۔ خدا کی قسم میں دل سے خواہش رکھتا ہوں کہ " تیری مانند درخت پر بیٹھتا۔ اور اسکے پھل کھاتا پھرتا۔ کیونکہ تجھ سے حساب لیا جاتا ہے ورنہ تیرے اسلئے عذاب ہے۔ خدا کی قسم میں دل سے چاہتا ہوں کہ میں کسی راستے کے کنارہ پر درخت ہوتا کہ مجھ پر اونٹ گزرتا اور پکڑ کر اپنے منہ میں داخل کرتا پھرتا۔ پھر مجھے چبا کر ہضم کر جاتا۔ پھر مجھے پاخانہ کی صورت میں نکالدیتا۔ لیکن میں آدمی نہ ہوتا۔ یہی روایت تفریح الاحباب میں ہے۔
کنز العمال میں ہے کہ ابوبکر نے کہا کہ کاش میں کسی مومن کے پہلو کا بال ہوتا۔ کہ اس وسیلے سے بخشا جاتا
کنز العمال میں ہے کہ ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے۔ کہ ابوبکر نے ایک چڑیا کو دیکھ کر کہا کہ تو میوے کھاتی اور درختوں میں اڑتی پھرتی ہے۔ نہ تیرا حساب ہونا ہے ورنہ تجھ کو عذاب ہوگا۔ کاش کہ میں گوسفند ہوتا اور میرا مالک مجھے موٹا تازہ کرتا اور مجھے ذبح کرتا۔ میرا کچھ حصہ آگ میں بریان کر کے بھونتے اور کچھ حصے کے ٹکڑے کر کے خشک کر چھوڑتے۔ لوگ کھا جاتے۔ پھر مجھے گوہ کی صورت میں گھوری پر پھینک دیتے۔ مگر انسان نہ بنایا جاتا۔ یہی روایت کتاب دجل ابن فتحویہ میں بھی مرقوم ہے۔
طبقات ابن سعد میں ہے۔ کہ ابوبکر نے کہا۔ کاش کہ میں سبز چارہ ہوتا۔ کہ مجھے مویشی کھا جاتے۔
احیاء العلوم امام غزالی میں ہے کہ ابوبکر نے کہا۔ کہ اے پرندے۔ کاش کہ میں تیری طرح پرندہ ہوتا۔ اور انسان نہ بنایا جاتا۔
تنقیص کر المبیبی اور زہرۃ الغنی اور مواعظ الکرامی میں ہے۔ کہ ابوبکر نے مرتے وقت کہا۔ کاش کہ میں پرندہ ہوتا۔ اور جنگلوں میں درختوں پر بیٹھتا اور انکے میوے کھاتا۔ اور نہروں کا پانی پیتا۔ مگر میں خلافت کو اختیار نہ کرتا اور لوگوں کے امور اپنے ذمہ نہ لیتا اس وقت عمر آیا۔ تو ابوبکر نے کہا۔ یہ ہے جس نے مجھے اس امر میں ڈالا تھا۔ تاریخ طبری جلد چہارم ص۵۱ پر ہے۔ کہ ابوبکر نے پاخانے سے سر نکالا جب کہ اس کی زوجہ اسماء بنت عمیس جس کے ہاتھ رنگین تھے۔ اس کو تھامے ہوئی تھی۔ اور کہا۔ کیا تم لوگ اس شخص کی خلافت پر راضی نہیں ہو جس کو ہم خلیفہ بناتے ہیں۔ قسم خدا کی ہم نے نصیحت اور خیر خواہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اور میں نے اپنے کسی اہل قرابت کو خلیفہ نہیں بنایا۔ بلکہ ہم نے عمر کو خلیفہ بنایا ہے۔ جس پر تمام نے کہا۔ کہ ہم نے سنا اور مانا۔ ناظرین۔ ابوبکر کو خلافت ایک دارہ میں ملی۔ جہاں رذیلے اور بدمعاش لوگ بھنگ چرس۔ چنڈو اور شراب پیتے اور عمر کو خلافت پاخانہ میں ملی۔

منتخب کنز العمال جلد دوئم ص۱۸۰ اور ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ مقصد دوئم ص۲۱۲ پر ہے کہ جب ابو بکر نے عمر کو خلیفہ بنا دیا۔ تو حضرت علی اور طلحہ نے ابو بکر کو کہا۔ کہ تم خدا کو کیا جواب دو گے۔ کہ تم ایسے سخت اور تند خو شخص کو خلیفہ بنا چکے ہو۔

زاد المعاد ابن القیم ص۱۴۲ پر ہے کہ ابو بکر اور عمر پر نماز جنازہ (خلافِ حکمِ رسولؐ) مسجد میں پڑھی گئی (اور کسی صحابی نے چون و چرا تک نہ کی)

وفا الوفا ص۳۷۹ پر ہے کہ ابن زبالہ کہتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ایک چوکیدار مقرر کیا تھا کہ کسی کو نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھنے دے (سنتِ رسولؐ کے اتباع کے خیال سے) کثیر بن زید کہتا ہے کہ میں عمر بن عبد العزیز کا چوکیدار دیکھا تھا۔ عروہ بن زبیر نے چوکیداروں سے پوچھا تم لوگ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے پر لوگوں کو زد و کوب کرتے ہو۔ حالانکہ ابو بکر اور عمر پر نماز جنازہ مسجد میں ہی پڑھی گئی تھی۔ وفاء الوفا ص۳۸۰ پر ہے کہ علامہ شیخ شہاب الدین مالکی نے وصیت کی کہ مجھ پر نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے۔ کیونکہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے لازم آتا ہے۔ کہ مردہ کے پاؤں آنحضرتؐ کے سر مبارک کی طرف ہوں۔ جو بالکل خلاف ادب ہے۔

سکرات موت میں آسانی رحمتِ الٰہی کی نشانی ہوا کرتی ہے جس سے ابو بکر محروم تھا۔ بوقت مرگ اس کے تمام مظالم کا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے موجود تھا جس کی وجہ سے وہ مضطرب تھا۔ اس کے اپنے الفاظ ہی اس کے ارتداد کا ثبوت ہیں۔

متفرقات

سیرت الرسولؐ باب ششتم ص۱۷۹ پر ہے کہ ابو بکر کا داماد زبیر فواحش کے قضاتی تھا۔ حیوۃ الحیوان علامہ دمیری میں ہے کہ زبیر بن العوام قصاب تھا۔ یا درزی۔ ناظرین زبیر اور اسما بنت ابو بکر کا نکاح متعہ ہوا تھا (مروج الذہب مسعودی) جس کی وجہ سے عبد اللہ پیدا ہوا۔ جب عبد اللہ جوان ہوا۔ تو اس نے زبیر کو کہا کہ اب آپ میری ماں سے جماع نہ کیا کریں۔ کہ یہ بات میرے شان کے خلاف ہے۔ اس پر زبیر نے اسما کو طلاق دیدی۔ (تاریخ کامل جلد ۴ ص۱۴۱)

قاسم۔ طیب۔ طاہر۔ خدیجہ۔ ابو طالب۔ فاطمہ بنت اسد۔ زینب و رقیہ و ام کلثوم ابراہیم ابن رسول اللہ۔ حمزہؓ۔ جعفر طیارؓ۔ کی اموات پر ابو بکر نے مراسم تعزیت میں سے کوئی رسم ادا نہ کی۔ ابو بکر و عمر و عثمان کی اموات پر حضرت علیؑ نے کوئی رسم تعزیت میں سے کوئی لا الٰہ نہ جنازہ پڑھا

پس ماندگان کو پرسا دیا۔ اور نہ کھانا بھیجا۔ عمر کی نماز جنازہ اس کے غلام صہیب نے پڑھائی تھی افسوس افلح اس شرف سے محروم رہا۔

حضرات اہلبیتؑ میں سے کسی ایک نے بھی ثلاثہ کے پیچھے نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ ہی بیعت کی مخدراتِ اہلبیتؑ میں سے کسی ایک نے بھی ثلاثہ کی لواحق عورتوں کو ثلاثہ کی اموات پر نہ پرسا دیا اور نہ کھانا بھیجا۔ حالانکہ انصار کی عورتوں سے یہ عوض معاوضہ قائم تھا۔

اگر کوئی دو شخص آپس میں کھانا پینا۔ رشتے لینا دینا۔ اوقاتِ غم و شادی میں شامل ہونا۔ جنازہ پڑھنا پڑھانا وغیرہ تمام دنیاوی علاقوں کو منقطع کر دیں۔ تو ہر ایک ذی عقل آدمی بلاتامل کہہ دیگا۔ کہ دو آدمی باہمدگر دوست نہیں ہیں۔

ثلاثہ کے دوران خلافت میں کئی اموات اور شادیاں خاندانِ اہلبیتؑ میں واقعہ ہوئیں اور کئی اموات اور شادیاں خاندان ثلاثہ میں واقعہ ہوئیں۔ مگر کوئی ایک بھی دوسرے کا شریک حال نہیں ہوا۔ اس امر سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کے تعلقات آپس میں خوشگوار نہ تھے۔

ان حقائق کی موجودگی میں اہلسنت کا یہ کہنا محض ابلہ فریبی ہے کہ حضرات ثلاثہ اور اہلبیتؑ باہمدگر شیر و شکر تھے۔

مظلوم اور ظالم کا آپس میں رفیق حال ہونا مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے۔ انسان کی عادت اور فطرت کے مخالف ہے۔

باقی رہا حضرت علیؑ کا مسائل شریعت میں ثلاثہ کی امداد کرنا۔ یہ کام امام حق پر بہر صورت واجب ہوتا ہے۔ اگر جناب امیرؑ بھی حضرات ثلاثہ کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیتے۔ تو شریعت حقہ پامال ہو جاتی۔ فرض کیجئے کہ کوئی شخص قرآن کریم کو جلانے لگے تو شیعہ و سنی اس آدمی کی مخالفت کو تیار ہو جائیں گے اس وقت یہ کہنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ کہ شیعہ و سنی باہمدگر کوئی مذہبی اختلاف نہیں رکھتے۔

مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۲۳ پر ہے کہ ابوبکر نے آنحضرتؐ کی قبر مطہر کو جو پہلے مسطح تھی ماہی پشت بنا دیا۔ کتاب الامامت والسیاست صفحہ ۲۰ پر ہے۔ کہ انصار نے معصومہؑ کو کہا۔ کہ اگر آپ کے شوہر حضرت علیؑ ابوبکر کے خلیفہ بننے سے پہلے کہے ہوتے تو ہم کسی کو ان کا مقابل نہ سمجھتے۔ معصومہ نے فرمایا کیا جو وہ بھی رسول اللہ کو بلا کفن و دفن چھوڑ کر خلافت کے لئے نزاع کرتے۔ بیشک ابوالحسن نے وہی کیا جو مناسب تھا۔ اور اس قوم نے وہ کام کیا۔ جسکا مواخذہ خدا کے حوالے ہے۔

اصابہ جلد سوم صفحہ ۲۲۲ پر ہے۔ کہ قیس بن حازم کہتا ہے کہ ہم نے عمر بن خطاب کو دیکھا کہ اس

کے ہاتھ میں شاخ خرما کا ایک ڈنڈا تھا! ور وہ لوگوں کو بٹھا رہا تھا۔ اور کہتا تھا کہ خلیفہ رسولؐ (ابوبکر) کی وصیت سنو۔ اتنے میں ابوبکر کا غلام شدید داخل ہوا۔ (عمر کو پہلے ہی معلوم تھا کہ شدید آرہا تھا) اور اس نے ابوبکر کا فرمان سنایا۔ کہ جس شخص کا نام اس بند لفافہ میں ہے سب لوگ اس کی اطاعت کریں۔

مدارج النبوۃ شاہ عبد الحق دہلوی جلد دوم ص۵۴ پر ہے کہ جب ابوبکر نے خطبہ پڑھا تو کفار نے اس کے سر اور داڑھی کو کھینچا۔ اور بال نوچ ڈالے اور منہ پر اتنی جوتیاں ماریں کہ بیہوش ہوگیا۔

"تاریخ الخلفاء ص۵۴ پر ہے کہ ابوبکر اپنی خلافت کے دوسرے روز چادریں لیکر بازار میں بیچنے چلا گیا۔ (جیسے عام شہروں اور گاؤں میں جوگیوں کا پیشہ ہے) تو عمر نے کہا۔ اب تم خلیفہ ہو تجارت کرتے کیوں جاتے ہو۔ چلو ابوعبیدہ سے وظیفہ مقرر کرا دیں۔ ابوعبیدہ نے کھانے کیلئے نصف بکری کا گوشت روزانہ اور جاڑہ اور گرمی کے کپڑے مقرر کر دئے! ور دو ہزار نقد سالانہ مقرر ہو گیا۔ اس پر ابوبکر نے کہا ہم عیالدار ہیں اور رقم بڑھاؤ۔ اس پر پانچسو بڑھا دیا گیا۔ ناظرین۔ مکہ میں ابوبکر کا بزازہ ابھی تک زیارت گاہ سنیاں ہے۔ جہاں یہ بیٹھ کر گاڑھا وغیرہ بیچا کرتا تھا۔

الفاروق شبلی ص۲۲۵ اور ریاض النضرہ محب الدین طبری اور کنز العمال میں ہے کہ ابوبکر نے پانسو احادیث کے مجموعہ کو جلا دیا۔

عبداللہ عمادی نے رسالہ البیان میں لکھا ہے۔ کہ جن لوگوں نے اول اول اسلام میں کتابت کی ان میں سے ایک ابوبکر تھا۔ جس نے ایک کتاب لکھی۔ جس میں پانچ سو سے زیادہ احادیث جمع تھیں چنانچہ ہمارے شیخ المشائخ امام ذہبی نے اس بات کو سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن ابوبکر نے پھر یہ مجموعہ احادیث کو اس خوف سے چاک کر ڈالا۔ اور محو کر دیا۔ کہ اس میں کوئی غلطی نہ ہو۔ یہی معاملہ کشف الظلام میں البیان کے جلد ششم ص۱۰۰ سے نقل کیا گیا ہے۔

کنز العمال کتاب فضائل علیؑ اور شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری کتاب مناقب مناقب علیؑ فصل ثانی اور جمع الجوامع سیوطی اور معجم کبیر طبرانی میں ہے اور حافظ ابن مردویہ نے مناقب علیؑ میں بروایت انس لکھا ہے۔ کہ جس روز غزوہ طائف کا دن تھا۔ اس روز حضرت علیؑ آنحضرتؐ سے دیر تک باتیں کرتے رہے پھر چلے گئے۔ پس ابوبکر نے کہا۔ یارسول اللہ آپ کی رازگوئی تو آج بہت لمبی ہوگئی۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے علیؑ سے رازگوئی نہیں کی۔ بلکہ اس سے خدا نے رازگوئی کی ہے۔

ابوبکر بن قحافہ کے اصلی نام یعنی عبد الکعبہ سے پایا جاتا ہے۔ کہ اس کا خاندان بت پرستی میں خصوصاً امتیاز رکھتا تھا۔ یہ شخص چالیس سال تک کفر کی تاریخ میں پھنسا رہا۔

ابو بکر کا باپ قحافہ عبداللہ بن جدعان کے دستر خوان پر سے مکھیاں اڑانے کی ملازمت پر مامور تھا۔ ابو بکر خود کبھی تو قریش کے اونٹ بکریاں چرا کر پیٹ پالتا۔ اور کبھی پیٹھ پر کپڑے رکھ کر گلی کوچوں میں بیچا کرتا (معلوم ہوتا ہے کہ کپڑوں کا مالک دوسرا شخص ہوگا۔ اور ابو بکر اسکا تنخواہ دار حمال ہوگا)

ابو بکر کے چہرے کا لاغر پن۔ رخساروں کے گڑھے۔ آنکھوں کی گہرائی۔ شانوں کا جھکاؤ سینے کا خم۔ اور پیشانی کی ناہمواری عجیب لطف انگیز نظارہ ہوگا۔

وہ احکام شرع سے یہاں تک ناآشنا تھا۔ کہ غیر مسلم معترضین کے اعتراضات کا جواب نہ دے سکتا تھا۔ مسلمانوں کو خلاف حکم شرع قتل کر دیتا! ور زندہ جلا دیتا تھا۔ وہ اپنی زبان سے اعتراف کیا کرتا تھا۔ کہ میری رائے میں شیطان دخل انداز ہوتا ہے۔

وہ ریاکار اور دنیا طلب واعظوں کی طرح بات بات پر رو پڑتا تھا: تا کہ حاضرین اسکا مقرب خدا اور رقیق القلب سمجھکر اس کے دلدادہ ہو جائیں یہ نصیح اور فریب بیکار ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے غصب خلافت میں حد درجہ سنگدلی سے کام لیا۔ غصب فدک میں نہایت درجہ ظلم اور بے رحمی دکھائی۔ اور مرتے وقت بند لفافہ میں عمر بن خطاب کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے میں شقاوت ظاہر کی۔ فحش اور گندی گالیاں دینا اس کی عادت میں داخل تھا۔

شب ہجرت آنحضرتؐ حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلا کر دولت خانہ سے باہر تشریف لائے۔ تو ابو بکر راستہ میں مل گیا۔ (غالباً آنحضرتؐ کے قاتلوں کی معاونت کیلئے باہر نکلا ہوگا) آپؐ نے اسکو ہمراہ لے لیا۔ تا کہ یہ کہیں اعدائے رسولؐ کو آپؐ کے راستہ ہجرت کی خبر نہ دیدے۔ غار میں پہنچ کر اس فرسودہ عمری میں اس قدر بلند آواز سے چیخنا چلانا اور رونا شروع کر دیا (تا کہ دشمنان رسولؐ کو مقام رسولؐ سے آگاہی حاصل ہو) کہ خداوند عالم کو "لا تحزن" کہنا پڑا۔ سنی لوگ اسی قرآنی آیہ سے ابو بکر کی فضیلت کے پل باندھ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ آیہ شریفہ سراسر اس کی فضیحت کا ثبوت ہے۔ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر ابو بکر کے دل میں کچھ بھی رسول اللہؐ کی الفت ہوتی تو ایک اونٹ کی فروخت میں آنحضرتؐ سے سات سو (۷۰۰) درہم کا منافع وصول نہ کرتا۔

جو شخص خدا کے حکم کے بموجب صرف ایک سورہ برات کی تبلیغ کے قابل نہیں ہے وہ تمام قرآن (خلافت) کی تبلیغ کی اہلیت اور قابلیت کب رکھ سکتا ہے۔

ابو بکر کوئی کام عمر بن خطاب کی مرضی کے خلاف نہ کر سکتا تھا۔ ابو بکر کی خلافت بھی در اصل عمر بن خطاب کی خلافت تھی۔ جب آنحضرتؐ نے وفات فرمائی۔ تو حضرات ثلاثہ اور یاران ثلاثہ آنحضرتؐ کی

نعش اطہر کو بلا کفن و دفن چھوڑ کر سقیفہ میں بھاگ گئے اور عمر بن خطاب نے مکروفریب اور جوڑ توڑ سے ابوبکر کو اس خیال سے خلیفہ بنا دیا کہ وہ بہت بوڑھا ہے۔ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے نرم دل اور سادہ لوح ہے۔ اسکو برائے نام خلیفہ بنا دیتا ہوں۔ امور سلطنت میں جو ردو بدل چاہونگا کرونگا اسکی کیا مجال ہے کہ میرے خلاف زبان کھول سکے۔ نہ ہو کہ فقد ...

... کہ ابوبکر کی موت کے بعد میرے سوائے تخت خلافت پر کوئی اور شخص قدم نہیں رکھ سکتا۔ ... عمر ... یں تھا

ابوبکر نے عمر کے کہنے پر صرف خلافت اور فدک کو ہی غصب ... نہ کہ اہلبیت علیہم السلام کو کسی طرف سے بھی مالا ... ب نہیں کیا تھا۔ بلکہ خمس بھی بند کر دیا

ابوبکر کی موت قابل غور واقعہ ... ب ... نہ مل سکے۔

کی پردہ دری نہ کرتا اور ... ہے۔ جب وہ اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے۔ کہ کاش میں خانہ فاطمہ ... سال کی بات ... سقیفہ بنی ساعدہ کے دن خلیفہ نہ بنتا وغیرہ۔ ناظرین۔ غور فرمائیں کہ صرف ڈھائی ... سالہا سال کے لیئے ابوبکر نے ضمیر سے عداوت کی۔ اب ابوبکر اور یاران ابوبکر سپرد خاک ہو چکے ہیں۔ ہڈیاں تک گل سڑ گئی ہیں۔ ابوبکر اور یاران ابوبکر نبی نہ تھے۔ کہ ان کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہو اور امام نہ تھے۔ کہ انکی امامت مخلوق پر حجت ہو سکے محض بادشاہ تھے۔ جو اور بادشاہوں کی طرح ہوس کا شکار تھے۔

اب انکی حسرت انجامیاں۔ انکی خلیفہ سازیاں۔ انکے مظالم۔ انکی بدعتیں۔ انکی اسلام سوزیاں انکی عیاریاں انکی ریشہ دوانیاں۔ اور انکا رعب حوالہ خاک ہو چکا ہے اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ قرآن۔ احادیث۔ تاریخ اور عقل کی خوردبین سے انکی مکروفریب مشین کے چھوٹے چھوٹے پرزوں پر نگاہ تعمیق ڈالیں۔ اور یہ پتہ لگائیں کہ کون کون سی مقدس ہستیاں کس کس پرزے کی نذر ہو چکی ہیں۔

آپ میری درخواست پر انصاف سے غور فرمائیں الحمد و با تیں عرض کر دیتا ہوں جو عیاراں و خلافت اول کا نتیجہ ہیں موت اٹل ہے اور اس سے گریز ناممکن ہے۔ مگر جو شخص کسی ظالم کے جوروستم کے صدمات سے جاں بحق ہو۔ وہ حق رکھتا ہے کہ بروز حشر اپنے خون کا دعوےٰ کر سکے اس شرعی مسئلہ کو پیش نظر رکھ کر مجھے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ابوبکر اور یاران ابوبکر جناب فاطمۃ الزہرا کے قاتل ہیں۔

اگر ابوبکر اور یاران ابوبکر اور خلافت کو غصب نہ کرتے۔ تو معاویہ ابن ابوسفیان حضرت علیؑ کے شہید کرانے میں کبھی کامیاب نہ ہوتا۔ پس اس دلیل سے ابوبکر اور یاران ابوبکر حضرت علیؑ کے قاتل ہیں۔

اگر ابوبکر اور یاران ابوبکر اہلبیت علیہم السلام کو گونا گوں چالوں اور فریبوں سے عوام کی نگاہ میں ذلیل اور خوار نہ کرتے تو نہ تو معاویہ امام حسنؑ سے خلافت چھین سکتا۔ اور نہ ہی آپ کو زہر سے شہید کرا سکتا۔ اور نہ ہی عائشہ جیسی سنگدل عورت آپ کے جنازے پر تیر برسا سکتی۔ لہذا ابوبکر اور یاران

ابوبکر امام حسن علیہ السلام کے قاتل ہیں۔

اگر ابوبکر اور یاران ابوبکر اہلبیت علیہم السلام کے وقار کو اپنی چالوں سے پامال نہ کر دیتے۔ تو نہ تو
... و احباب شہید ہوتے! اور نہ ہی خاندانِ رسولؐ کو کوچہ و بازار رسوا کیا جاتا۔ اور نہ ہی
امام حسینؑ معہ انصار ... عشق جو در ہمہ شہید کر دیئے جاتے۔ اور نہ ہی آخری امام علیہ السلام
باقی ائمہ معصومین علیہم السلام ... السلام پر جو ظلم روا رکھے گئے۔ ان تمام کے بانی ابوبکر
روپوش ہوتے۔ پس ثابت ہوا کہ اہلبیت علیہم
اور یارانِ ابوبکر ہیں۔ لیے ابوبکر اور یاران ابوبکر

اے مسلمانو۔ خدا کے لیے رسول اللہ کے لیے اور اپنی بہتری کے ... عداوت
کے خارستان کو ترک کر کے اہلبیتؑ کے چمن زار میں چلے آؤ۔ جہاں دونو جہانوں کی سر
لونڈیوں کیطرح تمہاری پیشوائی اور خدمت کو کھڑی ہے! اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔ ایسی جاں نثار خادمہ کو انتظار کی تکلیف نہ دو۔ میری بات مانو۔ مجھے تم سے غمگساری اور ہمدردی ہے۔ کاش کوئی مسلمان ایسا کہیں نہ ہو۔ جس کا سر اہلبیت علیہم السلام کے در دولت پر خم نہ ہو۔

حالات حضرت عمر صاحب و دیگر کیفیات

عمر بن خطاب خاندانِ قریش میں سے عدی تھا۔ یہ ساڑھے دس برس بادشاہ رہا۔ اس کی بیٹی حفصہ آنحضرتؐ کے نکاح میں تھی۔ تریسٹھ سال کی عمر میں قتل کر دیا گیا۔

مسند امام ابوحنیفہ مرویہ خصفکی کتاب الفضائل میں ہے۔ کہ عمر بن خطاب کو پہلے ابن حنتمہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ واضح ہو کہ عمر کو ابا حفصہ بھی کہا جاتا تھا۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ہشتم میں ہے کہ عمر نے ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط سے نکاح کیا۔ استیعاب میں ہے کہ ام کلثوم بنت جرول کا مسعہ زوجہ عمر اور اس کا بیٹا زید ایک ہی وقت فوت ہوئے۔ ناظرین۔ ان دونو پر نماز جنازہ امام حسنؑ کے حکم سے عبداللہ بن عمر نے پڑھائی۔ امام حسنؑ کی شہادت معاویہ کی زندگی میں واقعہ ہوئی۔ ام کلثوم بنت علیؑ اسیرانِ کربلا میں موجود تھیں۔ پس ام کلثوم زوجہ عمر کوئی اور ام کلثوم ہے۔

تاریخ الخمیس صفحہ ۲۵۱ پر ہے کہ عمر کی ایک اور زوجہ کا نام بھی ام کلثوم بنت عاصم تھا۔
اصابہ صفحہ ۲۴۳ پر ہے کہ عمر کے عقد میں ام کلثوم بنت جرول خزاعی بھی تھی۔ تاریخ طبری اور تفسیر کبیر میں

ہے کہ عمر کے عقد میں ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط تھی :- تاریخ خمیس جلد دوئم مطبوعہ مصر ص۲۵ پر ہے کہ عمر کے عقد میں ام کلثوم بنت عاصم تھی۔

معارف ابن قتیبہ ص۵۸ و تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد سوئم ص۲۱ پر ہے کہ عمر نے ام کلثوم بنت ابوبکر سے عائشہ کی معرفت نکاح کرنا چاہا۔

ازالۃ العین مولوی حیدر علی حنفی ص۱۲۷ پر ہے کہ زید اور اس کی ماں ام کلثوم جو زوجہ عمر تھیں۔ معاویہ کے عہد میں ایک ہی دن فوت ہوئے۔

کتاب معارف ابن قتیبہ مطبوعہ مصر ۱۳۰۰ھ ص۱ پر ہے کہ حضرت علیؑ کی تمام بیٹیاں ولاد عقیل و اولاد عباس سے بیاہی گئیں۔ سوائے ام الحسن کے جسکا نکاح حضرت علی علیہ السلام کے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ مخزومی سے ہوا اور سوائے فاطمہ کے جسکا نکاح سعید بن اسود سے ہوا۔ جو بنی الحرث بن اسد سے تھا

صواعق محرقہ ابن حجر مکی میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کو پہلے ہی سے اپنے بھتیجوں سے منسوب کر دیا تھا۔ جب عمر نے حضرت سے نکاح ام کلثوم کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹیوں کو اپنے بھتیجوں کے لئے محبوس کر رکھا ہے۔

...ص۱۶۱ پر ہے کہ ابوبکر نے بحالت اسلام حبیبہ بنت خارجہ سے نکاح کیا۔ میں نے لکھی ہی :-

...کلثوم پیدا ہوئی :- تاریخ طبری ص۵۰ پر ہے کہ ابوبکر کی موت تاریخ کامل جلد دوئم ...

... تاریخ طبری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص۱ پر ہے کہ عمر نے

جس سے ابوبکر کی وفات کے بعد ام ... ۴۰ا لیے خشن العیش اور

بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جسکا نام ام کلثوم رکھا ... تو ام کلثوم سے ...

ابوبکر کی لڑکی ام کلثوم سے عقد کرنا چاہا۔ عائشہ نے قبول کر لیا۔

عورتوں پر شدت کرنے والے شخص سے عقد کرنا نہیں چاہتی۔ ناظرین حضرت زینب بنت علی کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے اور حضرت ام کلثوم بنت علیؑ کا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔ اور دونو بہنیں واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔

تاریخ کامل جلد سوئم ص۲۱ پر ہے کہ عمر نے ام کلثوم بنت ابوبکر سے نکاح کرنے کے لئے عائشہ کو پیغام بھیجا۔ مگر ام کلثوم نے کہا میں ایسے خشن العیش اور عورتوں پر شدید شخص سے نکاح کرنا نہیں چاہتی ناظرین۔ عمر کا ام کلثوم کیلئے عائشہ کو پیغام بھیجنا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ ام کلثوم بنت ابوبکر ہے ورنہ بصورت دیگر حضرت علی علیہ السلام کو پیغام بھیجا جاتا۔

حیرت ہے کہ علمائے اہلسنت نے کیوں اسقدر شوخی اور ضمیر فروشی سے کام لے کر یہ ہزل لکھ دی کہ عمر بن خطاب کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت علیؑ سے ہوا۔ اور ام کلثوم کے بطن سے ایک لڑکا بھی

پیدا ہوا۔ اب میں اس معاملہ پر کچھ روشنی ڈالتا ہوں۔

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؑ عام قرابت کے لحاظ سے عمر بن خطاب کی پڑپوتی کہی جاسکتی ہے۔ پس اگر یہ نکاح شرعاً ممنوع نہ بھی ہو۔ عادتاً اور اخلاقاً حد درجہ مذموم اور شرمناک ہے۔ کوئی ذی ل... رذا... س رشتہ کو حرمت اور قدر کی نگاہ سے نہ دیکھے گی۔ اہل عرب تو خصوصاً ایسی ہتک آمیز ... رشتہ سے غایت درجہ متنفر ہیں۔ کیا ساٹھ سالہ بوڑھے شخص کو جو شکل و صورت سے بھی مکروہ ہو۔ ایک پانچسالہ لڑکی نکاح کیلئے پسند کر سکتی ہے۔ اور کیا ایسے زندہ درگور بوڑھے آدمی کو ایسے انوکھے نکاح سے شرم محسوس نہ ہوئی۔ اور اسے یہ خیال نہ ہوا کہ وہ پڑپوتی یا پڑ درہتی سے نکاح کر رہا ہے .... لوگ کچھ کہیں یا نہ کہیں۔ شرع فتوے جواز دے یا نہ دے۔ شرم و حیا بھی کوئی چیز ہے۔ عمر اور وقت بھی قابل لحاظ امور ہیں۔ جو چیزیں بچپن میں بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ وہ جوانی میں بری نظر آتی ہیں۔ اور جن اشیا پر انسان جوانی میں مرمٹتا ہے۔ ضعیفی میں اس سے کوسوں پرے ہٹ جاتا ہے۔ کتب معتبرہ تو بہ آواز بلند کہہ رہی ہیں۔ کہ نہ تو عمر بن خطاب نے حضرت ام کلثوم بنت علیؑ سے نکاح کرنے کے لئے کسی سے درخواست کی۔ اور نہ ہی یہ نکاح معرض ظہور میں آیا۔ اور نہ ہی ان دونوں کے ہاں کوئی زید وید جیسا کوئی بیٹا پیدا ہوا۔ یہ سب علمائے اہلسنت کی چالاکی اور ابلہ فریبی ہے۔ کا خیال تھا۔ کہ اسطرح لکھ دینے سے یا پایا جائے گا۔ کہ عمر بن خطاب اور حضرت ... کے درمیان دوستی۔ محبت اور قرابت قائم تھی۔ اور نیز اس ... ان حضرت علی عمر بن خطاب اور ابوبکر کی خلافت ... نبی علیہ السلام کی تمام حرکات بد کو جائز خیال ... یہ بھی قدرتاً ظاہر ہوگا۔ کہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ان دونو ... ہے۔ علی ہذالقیاس کئی اور خدام اہلسنت کو اس نکاح کے ... گئے۔

مگر کم بختوں اور نادانوں کو کیا معلوم تھا۔ کہ آخر ایک دن ان کی یہ تمام عیاری بیکار ہوجائیگی اور لوگ عقل کی روشنی میں ان کے مکر و فریب کا پردہ تاریک چاک کر دینگے۔

یہ مسلم ہے کہ عمر بن خطاب اس وقت تین ازواج کا خاوند تھا۔ جس وقت کا یہ نکاح بیان کیا جاتا ہے۔ عمر کو کیا پڑی تھی۔ کہ تین ازواج کے ہوتے ہوئے ایک کمسن پڑپوتی سے خواہش نکاح کرکے خواہ مخواہ ذلیل ہو۔ یہ سب یار لوگوں کی غزل سرائیاں ہیں۔ بیچارے سفید ریش بوڑھے کی گردن میں زبردستی کانٹوں کا ہار ڈال دیا گیا ہے۔

اگر عمر بن خطاب اس وقت زندہ ہوجائے اور ہم اس سے یہ ماجرا لکم و کاست کہہ دیں

تو یقیناً کانوں پر ہاتھ رکھ کر پکار اٹھے گا۔ کہ استغفر اللہ میں نے کبھی یہ خواہش ظاہر نہیں کی۔ اور نہ میں ایسی بے حیائی اور بے وقوفی کے ارتکاب کی جرأت کر سکتا تھا مجھے معلوم تھا۔ کہ میں نے کن کن چالوں سے حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم کیا۔ خاندان نبوتؐ پر کیا کیا جور و ستم کیے اور حقوقِ اہلبیتؑ کو کس دلیری سے پامال کیا۔ بھلا ان حقائق کی موجودگی میں مجھ سے یہ کب ہو سکتا تھا۔ اور میری زبان کو یہ توانائی کس طرح حاصل ہو سکتی تھی کہ اس شخص کی لڑکی سے نسبت کا خواہاں ہوں جو میری شکل تک دیکھنے سے بیزار ہو۔ اور جس کا دل دنیاوی ہوا و ہوس سے قطعاً مبرا ہو۔ خدا را میرے مقلدوں کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو۔ کہ میں اس الزام سے سراسر بری ہوں اور وہ بھی اس دروغگوئی پر اصرار نہ کریں۔ میں جو کچھ زندگی میں کر چکا ہوں۔ میرے لیے اس کی سزا ہی کافی ہے۔ اس نئے اتہام سے میرے عذاب کی زنجیر میں ایک اور حلقے کا اضافہ نہ کریں۔

اگر یہ کہا جائے۔ کہ عمر بن خطاب کی عمر تو بے شک اس وقت قریباً ساٹھ سال اور ام کلثوم کی عمر قریباً پانچ سال تھی۔ مگر عمر چاہتا تھا۔ کہ اس رشتے سے خاندانِ رسولؐ کیساتھ توسل اور تقرب پیدا کرے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ دلیل نامعقول اور لچر ہے۔ کیا عمر کی لڑکی حفصہ آنحضرتؐ کے نکاح میں پیشتر ازیں نہ تھی۔ اسکے دل کو خوش کرنے کے لیے یہی نام نہاد توسل اور تقرب کافی تھا۔ ہاں اگر زیادہ توسل مطلوب تھا۔ تو حضرت علیؑ کی خدمتِ اقدس میں عمر بن خطاب پیغام بھیجتا کہ میں اپنی فلاں عزیزہ کو آپؑ کی زوجیت میں بخیالِ حصول توسل دینا چاہتا ہوں۔ آپؑ ازراہِ بندہ پروری اس التجا کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ شاید آپؑ منظور فرما لیتے۔

غور سے دیکھیں تو یہ توسل بھی بے سود ہے۔ جب تک ایمان ہر پہلو سے راسخ نہ ہو۔ عائشہ کے دل کی کجی آنحضرتؐ کے توسل سے سرمو درست نہ ہو سکی۔ حفصہ کی عیاری آنحضرتؐ کے توسل سے راہ راست پر نہ آسکی۔ محض توسل مفید نہیں ہو سکتا۔ توسل صحیح معنوں میں اس وقت توسل کہلائیگا جب توسل کے آب و گل میں ایمان حل کر جزو لاینفک نہ ہو جائے۔

کتاب استیعاب میں مرقوم ہے کہ عمر بن خطاب نے جناب امیرؑ سے ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ تو حضرتؑ نے اس کی صغر سنی کا عذر کیا۔ تب لوگوں نے کہا کہ جناب امیرؑ نے تمہاری بات نہیں مانی تب عمر نے پھر خواستگاری کی۔ اس پر حضرت علیؑ نے اس لڑکی کو اس کے پاس بھیج دیا۔ اور کہا کہ اگر یہ راضی ہو جائے۔ تو تمہاری زوجہ ہے۔ جب وہ لڑکی وہاں پہنچی تو عمر نے اس کی ساق کھولی اس لڑکی نے کہا کہ اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو میں تمہاری آنکھ پر طمانچہ مار تی۔

کتاب مناقب السادات باب ششم میں مرقوم ہے۔ جب عمر بن خطاب نے ام کلثوم کی خواستگاری کی اور علی نے جواب دیا۔ کہ وہ کمسن ہے تو عمر نے کہا مجھے عورت کی حاجت نہیں ہے۔ مگر میں محمدؐ سے توسل چاہتا ہوں کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ کل نسب و سبب موت کے بعد قطع ہو جاتے ہیں۔ سوائے میرے نسب و سبب کے تب حضرت علیؑ نے چالیس ہزار درہم پر اس لڑکی کا عقد عمر سے کر دیا۔ اور اس وقت ام کلثوم کی عمر چار یا پانچ برس تھی۔ پھر عمر بن خطاب نے اس لڑکی کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس وقت کی چادر اس کے سر سے اتاری۔ اور اپنا ہاتھ اسکے ماتھے پر پھیرا۔ اور اس کے ساق پاکو برہنہ کیا۔ اس پر اس لڑکی نے ہاتھ اٹھایا۔ اور قریب تھا کہ عمر کے منہ پر طمانچہ مارے پھر اس لڑکی نے کہا۔ کہ اگر تو امیر المومنین نہ ہوتا تو میں تیرے منہ پر طمانچہ مارتی تب عمر نے کہا کہ اس کو واپس کر دو۔ کیونکہ یہ زن ہاشمیہ قریشیہ ہے (یعنی یہ لڑکی بہت غیرت مند ہے)

ناظرین نے مذکورہ دونوں حوالے پڑھ لیے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دوربین نگاہ ان حوالہ جات سے کیا کیا نتائج اخذ کرتی ہے۔

اول یہ کہ عمر نے اپنی ضعیفی اور ام کلثوم کی کمسنی کا لحاظ نہ کیا۔ اور نامعقول ضد پر قائم رہا۔ دوم یہ کہ حضرت علیؑ نے بطیب خاطر اپنی کمسن لڑکی کو غیر مرد کے پاس بھیج دیا۔ اور ساتھ ہی لڑکی کی رضامندی پر نکاح کی اجازت بھی دے دی۔ حضرت علیؑ کے دامن اخلاق پر کس قدر بدنما داغ لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ سوم یہ کہ عمر نے ام کلثوم کو اپنے پہلو میں عوام الناس کی موجودگی میں بٹھایا اور ام کلثوم خوشی خوشی بیٹھ گئی۔ پھر عمر نے اس کے سر سے لوگوں کے سامنے چادر اتاری اور اس نے کچھ عذر نہ کیا۔ پھر عمر نے انہی لوگوں کی موجودگی میں ام کلثوم کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا اور اس دفعہ بھی وہ خاموش رہی۔ لیکن جب عمر نے اس کی پنڈلی برہنہ کی۔ تو وہ قہر غضب سے بھر گئی۔ اور عمر کو طمانچہ مارنے پر آمادہ ہو گئی۔ یہ واقعہ صرف ام کلثوم کی جبیں شرافت پر ہی کلنک کا ٹیکا نہیں ہے۔ بلکہ خاندان رسولؐ کے قصر عظمت کی بنیادیں ہلا دیتا ہے۔ حضرت علیؑ اور عمر بن خطاب بھی اس واقعہ میں شرعاً اور اخلاقاً مجرم ثابت ہوتے ہیں۔ چہارم یہ کہ ام کلثوم بنت علیؑ کا نکاح اور عمر بن خطاب بھی اس واقعہ کبھی معرض عمل میں نہیں آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کا وضع کرنے والا بلاشک و شبہ خاندان اہلبیت کا اشد دشمن ہے اور اس نے عمداً ایسی روایت اس خیال سے وضع کی ہے۔ کہ پنجتن پاک کی بے حرمتی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔

اگر یہ واقعہ کسی غیر مسلم کو سنایا جائے تو وہ ضرور کہیگا کہ جس قوم کے سربرآوردہ افراد کا ایسا

کہ ہوا ایک بد کردار (چال چلن) ہو۔ وہ قوم مہذب اور شریف اقوام کی سوسائٹی میں جگہ حاصل کرنے کے قابل نہیں ہو سکتی۔

کتاب بوارق میں مرقوم ہے کہ ام کلثوم ابو بکر کی لڑکی تھی۔ ام کلثوم کی ماں اسما بنت عمیس جو پہلے جعفر طیار کی عورت تھی۔ پھر ابو بکر کے نکاح میں آئی اور اس سے ایک بیٹا عبد الرحمان اور ایک بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئی۔ پھر اسما بنت عمیس علیؑ ابن ابی طالب کے نکاح میں آئی۔ اس وقت ام کلثوم اپنی ماں کے ہمراہ تھی۔ عمر ابن خطاب نے ابو بکر کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کیا۔

مذکورہ حوالہ سے صریحاً ثابت ہو گیا۔ کہ جس ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے ہوا وہ ابو بکر کی بیٹی تھی۔ نہ کہ جناب امیرؑ کی۔ ابو بکر خسر اور عمر داماد ثابت ہوا۔ ہم اس رشتے کے مخالف نہیں ہیں۔ اگر تینوں خلفائے اہل سنت باہم گر اس طرح کے رشتے ناطے کر لیتے تو۔

چشم ما روشن دل ما شاد

تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۷ پر ہے کہ عمر بن خطاب کہتا ہے۔ کہ میں جب کبھی گھر سے کہیں باہر جانے لگتا تو میری عورتیں مجھ سے کہتیں۔ تم تو فلاں خاندان کی عورتوں کو گھورنے چلے ہو۔ تاریخ کامل جلد سوم صفحہ ۳۰ پر ہے کہ عمر نے ام ربان بنت عتبہ بن ربیعہ سے بھی نکاح کرنا چاہا مگر ام ربان نے انکار کر دیا اور کہا کہ دروازہ بند کرتا ہے اور خیر کو روکتا ہے۔ منہ بناتے آتا ہے۔ اور منہ چڑھاتے نکلتا ہے۔

بخاری پارہ تیرھواں کتاب بدء الخلق مطبوعہ احمدی پریس لاہور صفحہ ۱۳۱ اور بخاری پارہ چودھواں کتاب المناقب صفحہ ۸۹ پر ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ کی موجودگی میں قریش کی عورتوں نے عمر کو کہا۔ کہ تم غلیظ الطبع اور اکھڑ آدمی ہو۔ طبقات ابن سعد بحوالہ حاشیہ مترجم بخاری پ ۹ کتاب فی الخصومات صفحہ ۴۹ پر ہے کہ عمر نے ابوبکر کی بہن ام فروہ کو نوحہ کرنے پر درے لگوائے۔

تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ ایک شخص فیروز عرف ابو لولو کنیت شجاع الدین مدینہ میں رہتا تھا اس نے عمر کو ضرب لگائی جس کی وجہ سے عمر ۲۶ ذوالحجہ کو زخمی ہوا۔ اور ۲۷ ذوالحجہ کو مر گیا۔ ناظرین یہ فیروز عمر ابن خطاب کے دوست مغیرہ کے غلام تھے۔ انہوں نے عمر کو اسلئے ہلاک کیا۔ کہ عمر نے اس کے کسی مقدمہ میں اس کے خلاف فیصلہ صادر کیا تھا۔

بخاری کتاب العلم باب الغضب والموعظۃ والتعلیم جلد اول میں بروایت ابو موسیٰ اشعری لکھا ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ کے بعض اصحاب نے آنحضرتؐ سے بہت بے ادب سوال کئے جس کی وجہ سے حضرتؐ بہت ناراض ہو گئے۔ اور فرمایا۔ اچھا جو چاہو پوچھو۔ پس ایک صحابی نے پوچھا۔ میرا باپ کون ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ حذافہ دوسرے اصحاب نے پوچھا میرا باپ کون ہے تو فرمایا۔ سالم شیبہ کا غلام اس پر عمر نے آنحضرت کے چہرے سے آثار غضب دیکھ کر کہا۔ ہم خدا کی درگاہ میں ایسے سوالات سے معافی چاہتے ہیں (عمر کے معافی مانگنے کی کوئی خاص وجہ معلوم ہوتی ہے)

معالم التنزیل بغوی اور لمعات شرح مشکوۃ میں بھی یہ واقعہ لکھا ہے۔

ترمذی جلد دوئم کتاب التفسیر سورہ مائدہ ص ۲۵۰ پر بروایت انس بن مالک لکھا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے پوچھا۔ کہ میرا باپ کون ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھا کرو۔ جن کا اظہار تم پر ناگوار ہو۔

سید محمد المخاطب بہ سلطان العلما لکھنوی نے فاضل رشید شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کی شوکت عمریہ کے رد میں ضربت حیدریہ لکھی۔ اسکے ص ۲۲ پر ہے کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کر تو حاشیہ علی القاموس والقانون میں علامہ جلال الدین سیوطی سے نقل کی گئی ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں بہت لوگ مخنث تھے۔ ان میں ہمارے سردار ثانی بھی ہیں۔ اور بیشک زمانہ جاہلیت میں مرض اُبنہ بہت لوگوں کو تھا۔ جیسے کہ ابو جہل وغیرہ اور رافضی کہتے ہیں کہ ثانی کو بھی یہی مرض تھا۔ وہ تو جانتے نہیں کہ انکو ایسا مرض تھا۔ کہ جسکی دوا مادہ الرجال کے سوائے اور کچھ نہ تھی۔

ازالۃ الخفا مقصد دوئم ص ۱۶۴ پر ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ایک دن ایک انصار کے لڑکے کو عمر فاروق کے بلانے کے واسطے ظہر کے وقت بھیجا۔ پس وہ لڑکا عمر کے گھر میں داخل ہوا۔ اور عمر کو اس نے ایسی حالت میں دیکھا کہ عمر کو ایسی حالت کا دیکھا جانا ناگوار ہوا۔

"تاج العروس قاموس لغت غرمول میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے کہا۔ کہ میں نے حمام میں لوگوں کے بڑے بڑے آلہ تناسل دیکھے۔ تو میں نے کہا مجھے یہاں سے نکالو۔

ازالۃ الخفا مقصد دوئم ص ۱۸۲ پر ہے۔ کہ عمرو بن عاص نے کہا۔ خدا اس دن پر لعنت کرے جس دن مجھے عمر بن خطاب کا محکوم ہونا پڑے۔ خدا کی قسم میں نے خود عمر اور اس کے باپ خطاب کو دیکھا ہے کہ ان دونو باپ بیٹے کے اوپر ایک قطران کی چادر ہوتی تھی۔ جو ان دونو کو صرف گھٹنوں تک ڈھانکتی تھی۔ اور دونو کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا دھرا رہتا۔ حالانکہ میرا باپ (خواہ مخواہ بنایا ہوا باپ) عاص بن وائل قیمتی لباس پہنا کرتا تھا۔ ناظرین۔ بعد قبول اسلام عمر بن خطاب دلالی بھی کیا کرتا تھا شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ عمر بن خطاب دوسرے لوگوں کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ کتاب نہایت مطلب جنبلی میں ہے۔ کہ عمر گدھے بیچا کرتا تھا۔

مجمع الامثال میدانی نیشاپوری نے ایک مشہور مثل لکھی ہے کہ فلاں شخص دبر کو زرد رنگنے والے سے بھی زیادہ مخنث ہے۔ اس مثل کی تحقیق اور شرح میں لکھا ہے۔ کہ یہ مثل ان صحابہ انصار کی اصطلاح ہے۔ جو بنی مخزوم کے مہاجرین پر طعن کیا کرتے تھے۔ ابن جعدہ نے انکا ذکر کیا ہے کہ انصار کی مراد اس سے ابو جہل بن ہشام ہے۔ جو عمر بن خطاب کا حقیقی ماموں ہے اور جو بنی مخزوم سے تھا۔ چونکہ اسکی دبر پر برص کے دھبے تھے۔ اسلئے وہ اپنی مقعد کو زعفران سے رنگتا تھا۔ تاکہ جب اسکی دبر اونچی ہو۔ تو کسی کو کراہت نہ ہو۔ میدانی نیشاپوری وہ علامہ ہے۔ جس سے بہت سے علماء اور شبلی نعمانی نے الفاروق میں سند لی ہے۔ اور ابن جعدہ احادیث صحاح کا مشہور راوی ہے۔

ازالۃ الخفا مقصد دوم ص۱۰۵ اور تاریخ مختصر خطیب بغدادی و در موطا امام مالک میں بروایت انس بن مالک میں لکھا ہے کہ عمر بن خطاب کے لیے ایک صاع کھجوریں لائی جاتی تھیں۔ اور وہ اسکی گٹھلیاں تک کھا جاتا تھا۔ (ایک صاع موجودہ انگریزی وزن کے حساب سے دو سیر پندرہ چھٹانک یعنی قریباً تین سیر ہوتا ہے۔) آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جعظری اور جواظ عتل زنیم کو بہشت سے محروم رکھا جائے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جعظری وہ شخص ہے جو سخت گو اور تند خو اور سنگدل ہو۔ جواظ وہ ہے۔ جو بیت المال جمع کرے اور اسکے جائز خرچ میں بخل کرے۔ عتل زنیم وہ ہے۔ جو بہت کھانے والا ہو۔ اور ظالم ہو۔ اور ولد الحرام ہو۔ طبرانی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ولد الحرام میں بھلائی نہیں ہے۔ وفیات الاعیان میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ولد الحرام ہم سے نہیں ہے۔ کشاف میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ولد الحرام اور اسکا بیٹا اور پوتا داخل جنت نہیں ہونگے۔ تلخیص الصحاح جلد چہارم ص۱۹۶ پر ہے کہ بعض غریب اہل عرب اپنی ازواج اور اولاد (لڑکیوں) کو رہن رکھا کرتے تھے۔

معارف ابن قتیبہ مطبوعہ مصر ص۹۵ پر ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو سوال کرو میں جواب دونگا اس پر عبداللہ بن حذافہ نے پوچھا میرا باپ کون ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا حذافہ بن قیس۔ جب عبداللہ اس امر کو تحقیق کرنے کے لیے اپنی ماں کے پاس گیا۔ تو اس نے جواب دیا اے عبداللہ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ جو ایسے سوال پوچھتے ہو۔ ہم اس وقت زمانہ جاہلیت میں تھے۔

کتاب مثالب کلبی میں ہے۔ جو اہلسنت کی نہایت معتبر کتاب ہے۔ کہ صحاکہ ہاشم بن عبد مناف کی حبشی لونڈی تھی۔ پہلے نفیلہ بن ہاشم نے اور پھر عبدالعزیٰ بن ریاح نے ہمبستری کی جس سے عمر بن خطاب کا جد نفیل پیدا ہوا۔ علامہ ابن الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں بحوالہ کتاب مفاخرات ابو عثمان لکھتا ہے کہ عمر بن خطاب نے سنا کہ ناقلان اشعار اور راویان اخبار بعض لوگوں کے نسب پر اعتراض کرتے ہیں

عمر نے بالائے منبر چڑھ کر کہا۔ کہ بزرگوں کے عیوب کے ذکر سے باز آؤ۔ ابوالحسن مدائنی نے کتاب امہات
الخلفاء میں لکھا ہے کہ جب اس بات کا ذکر امام صادقؑ سے ہوا تو آپ نے فرمایا۔ کہ عمر ڈرتا تھا کہ کہیں ابوبکر
اور صحاک کا تذکرہ نہ چھڑ جائے مثالب کلبی میں ہے۔ کہ زید بن عمرو بن نفیل کی ماں جیدہ بنت خالد فہمیہ
جو اسکے دادا نفیل کی عورت تھی۔ اور جس سے خطاب پیدا ہوا۔ پس خطاب اور زید ماں کی طرف سے بھائی
ہیں اور باپ کی طرف سے چچا۔ بھتیجا ہیں۔ کتاب المعارف ابن قتیبہ میں ہے کہ خطاب بن نفیل کی ماں
قبیلہ فہم سے ہے جو نفیل کی زوجہ تھی۔ نفیل کی وفات پر اس کے بیٹے عمرو نے اپنی ماں سے جماع کیا۔ اور زید
پیدا ہوا۔ گویا زید کی ماں اور خطاب کی ماں ایک ہی ہے تاریخ ابن کثیر شامی میں ہے کہ عمر بن خطاب
کا باپ خطاب ایک زید کا چچا بھی ہے اور بھائی بھی۔ کیونکہ خطاب کے بھائی عمرو بن نفیل نے اپنے
باپ نفیل کی موت پر اپنی ماں یعنی نفیل کی زوجہ سے عقد کیا۔ جس سے زید پیدا ہوا۔

در منثور جلد ۴ ص ۳۳۵ پر ہے کہ ایک دفعہ اصحاب رسولؐ نے آنحضرتؐ کو سوال کرتے کرتے یہاں
تک دق کیا۔ کہ آنحضرتؐ بھی کشف حالات پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ایک شخص کا باپ کوئی اور شخص مشہور
تھا اس نے پوچھا میرے باپ کا کیا نام ہے آنحضرتؐ نے اصلی نام بتا دیا (یہ شخص ولد الزنا تھا) اس پر عمر بن
خطاب کھڑا ہو گیا۔ اور کہا یا حضرتؐ۔ ہم راضی ہیں خدا کے رب ہونے پر آپ کے رسول ہونے
پر اور قرآن کے امام ہونے پر۔ یہ کہہ کر عمر نے آنحضرتؐ کے پاؤں پر بوسہ دیا۔

قاموس ص ۲۸۸ پر ہے کہ عمر زمانہ جاہلیت میں دلال تھا۔ شرح مقاصد علامہ تفتازانی جلد دوم
ص ۲۹۶ پر ہے کہ جب ابوبکر اور عمر کی موجودگی میں جناب امیرؑ جماعت صحابہ میں تشریف لائے اور پھر اٹھ کر
جانے لگے تو (ابوبکر و عمر سے مخاطب ہو کر فرمایا) کہ مبارک ہو تم کو وہ امر جس نے ہم کو رنج دیا۔ اور تم کو خوشی
ہوئی۔" انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات ثلاثہ میں سے کوئی تو پیٹھ پر کپڑے اٹھائے
گلی کوچوں میں بیچتا پھرتا ہے۔ کوئی اونٹ چرانے پر ملازم ہے۔ اور کوئی دف بجا کر پیٹ پالتا ہے۔

نسب اور صحبت ایک سانچے کی طرح ہوتے ہیں۔ جس میں اخلاق اور عادات ڈھلتے ہیں۔
حضرات ثلاثہ کے نسب اور صحبت نے ان کو فطری طور پر کینہ توز۔ جفا شعار اور دنیا پرست بنا دیا تھا۔
جو عادتیں ان میں راسخ ہو کر جزو فطرت بن چکی تھیں۔ چند سالہ صحبت رسولؐ میں کس طرح درست ہو سکتی
تھیں خصوصاً جب کہ ان کا اسلام بھی خالص نہ تھا۔

ابوذر۔ مقداد۔ اور سلمان بھی حضرات ثلاثہ کی طرح مسلمان ہوئے تھے۔ مگر انکے اسلام اور
حضرات ثلاثہ کے اسلام میں بعد المشرقین تھا۔ مقدم الذکر آنحضرتؐ کو تہ دل سے رسول مانتے تھے اور مؤخر

بذر ہمیشہ متمنی رہے کہ کب رسول اللہ راہ سپر عالم جاودانی ہوں اور من مانی مرادیں حاصل کریں۔

اگر حضرات ثلاثہ کے دل میں کچھ بھی نور ایمان ہوتا۔ اور ان کی نگاہ میں آنحضرتؐ کی رائی بھر بھی عزت ہوتی تو آپ کے خاندان پر ظلم نہ ڈھاتے۔ اور انکے حقوق کو پامال نہ کرتے وہ اس شپرہ چشم کیطرح تھے۔ جو مسجد کے دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے اڑتی ہوئی نکل جائے۔

فضائل حضرت عمر صاحب

جذب القلوب محقق دہلوی ص۱۵۹ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ نے بحکم خدا تمام اصحاب کے دروازے سوائے حضرت علی علیہ السلام کے دروازہ کے بند کرنے کا حکم دیا۔ عمر نے آنحضرتؐ سے کہا کہ یا حضرتؐ مجھ کو اتنا چھوٹا سوراخ رکھ لینے دیں جس سے میں آنحضرتؐ کا جمال آپ کی تشریف آوری پر دیکھ سکوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ سوئی کے ناکے کے برابر کی اجازت نہیں ہے۔

الفاروق شبلی نعمانی جلد دوم ص۲۶۳ پر ہے کہ بیامر صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ یہودیوں کے ہاں جس دن توریت کا درس ہوتا۔ عمر اکثر شریک ہوا کرتا تھا عمر کا خود بیان ہے کہ میں یہودیوں کے درس کے دن انکے ہاں جایا کرتا تھا جس پر یہودی کہا کرتے کہ تمہارے ہم مذہبوں میں سے ہم تم کو زیادہ عزیز جانتے ہیں۔ کیونکہ تم ہمارے پاس آتے جاتے ہو۔ ناظرین یہ وہی عمر ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یعنی ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد بن ابی وقاص۔ عبدالرحمان بن عوف۔ ابوعبیدہ جراح۔ علی۔ سعید بن زید۔ یہ روایت عشرہ مبشرہ نہ تو بخاری میں ہے اور نہ ہی مسلم میں البتہ ابوداود اور ترمذی وغیرہ میں موجود ہے۔ نعیتہ الزاید نواب صدیق حسن خاں ص۹۹ پر ہے۔ کہ بشارت حدیث عشرہ مبشرہ) ان لوگوں کیلئے قطعی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ فاطمہ حسنؑ حسینؑ۔ عائشہ۔ حمزہ۔ عباس۔ سلمان۔ صہیب۔ عمار ابن یاسر بھی بشارت جنت ہیں وغیرہ وغیرہ۔

کنز العمال جلد اول ص۲۶۹ پر ہے کہ ابی ابن کعب نے عمر بن خطاب کو کہا۔ ہم تو خدمت رسولؐ میں رہ کر قرآن سیکھا کرتے۔ اور تم بازاروں میں تالیاں بجاتے یا خرید و فروخت کرتے ہم رسول اللہ کے پاس بیٹھے اور قرآن پڑھتے۔ اور تم دروازے پر کھڑے رہتے۔ ہمارا کام قرآن سیکھنا تھا۔ اور تمہارا کام بازار میں خرید و فروخت کرنا۔ الفاروق ص۲۸۱ پر ہے کہ عمر بن خطاب نصاریٰ کے ظروف کے پانی سے وضو کر لیتے۔ اور عام حکم دیتے کہ عیسائی جو چیز بناتے ہیں۔ اس کو کھا لیا کرو۔

بخاری برحاشیہ فتح الباری ص۹۵۵ پر ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے مسجد میں چٹائیوں کا ایک حجرہ بنایا تھا۔ جس میں حضرتؐ نے چند رات (نماز سنت یا نافلہ) پڑھی اور لوگ بھی جمع ہو گئے۔ ایک رات حضرتؐ کی

آواز نہ سنائی دی۔ تو لوگ آوازیں دینے لگے۔ کہ حضرت باہر نکلیں۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔ ہم تمہاری رغبت کو دیکھ رہے ہیں۔ خوف ہے کہ تم پر واجب نہ کر دی جائے۔ اگر یہ نماز واجب کر دی گئی تو پھر تم سے ایک شخص بھی نہیں پڑھیگا۔ ایہا الناس اپنے اپنے گھروں کو جاؤ۔ اور وہیں پڑھا کرو۔ کیونکہ بہترین نماز وہی ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔ سوائے نماز واجبی کے (جو مسجد میں ادا ہو) مقام غور ہے کہ آنحضرتؐ تو سوائے نماز فریضہ باقی نمازوں کو گھر پر پڑھنے کا حکم دیں۔ اور سنی لوگ ماہ رمضان میں خوبھی تو احد سے یاد کرتی چھیلیں۔ عقد الفرید ابن عبدربہ جلد ۳ ص ۲۰۳ پر ہے کہ معاویہ نے کہا کہ مسلمانوں میں جو اختلاف (مذہبی افتراق اور خونریزیاں) پیدا ہوا وہ صرف عمر بن خطاب کے شوریٰ سے ہوا۔ جس نے اپنی وفات کے بعد چھ آدمیوں کو خلافت کیلئے مقرر کیا۔ جسکی وجہ سے ہر ایک قبیلے کے لوگوں کو خلافت کی خواہش پیدا ہو گئی۔ اگر عمر بھی ابوبکر کی طرح خلیفہ کر جاتا۔ تو کوئی خرابی نہ ہوتی۔

اغاثۃ اللھفان ابن القیم ص ۲۰۳ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے عمر کو ایک حلہ ریشمی عنایت کیا۔ جب عمر اسکو پہنکر آیا۔ تو حضرت نے فرمایا۔ ہم نے یہ حلہ اس لئے نہیں دیا تھا۔ کہ تم پہنو۔ عمر نے وہی حلہ اپنے مشرک بھائی کو دیدیا۔ گویا عمر کو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کہ مرد کیلئے ریشم پہننا شرعاً ممنوع ہے۔

ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ مقصد دوم ص ۹۸ پر ہے کہ در تہذیب و تربیت حضرت فاروق (عمر بن خطاب) چندیں وقعہ عنف شدید از آں حضرت ظاہر شدہ چنانچہ در قرات نسخہ تورات وارد واقع شد۔ یعنی آنحضرتؐ کو عمر کے اخلاق و عادات درست کرنے میں کئی بار لعن طعن سے کام لینا پڑا جیسا کہ عمر کے تورات پڑھنے کے وقت بھی لعن طعن ہوئی۔

مظاہر حق جلد اول کتاب الایمان مطبوعہ نول کشور ص ۸۳ و ص ۱۸۴ اور الفاروق حصہ دوم ص ۲۰۳ اور ازالۃ الخفا ص ۲۰۱ پر ہے کہ عمر تورات لے آیا۔ اور آنحضرتؐ کے سامنے اسکو پڑھنا شروع کر دیا۔ آنحضرتؐ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ تو ابوبکر نے کہا اے عمر تیرے ماتم میں تیری ماں بیٹھے کیا تو آنحضرتؐ کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے۔ بخاری میں ہے کہ ابن عباس صحابہ (عمر وغیرہ کو) فہمائش کیا کرتے۔ کہ تم لوگ اہل کتاب (نصاریٰ اور یہود) سے اپنے دین کی باتیں کیوں پوچھتے ہو۔ کیا قرآن میں یہ سورتیں نہیں ہیں۔

ازالۃ الخفا ص ۱۹۶ پر ہے کہ عمر بن خطاب خود بیان کرتا ہے کہ میں کتاب یہود لکھوا کر آنحضرتؐ کے پاس لایا۔ حضرتؐ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہ کتاب ہے۔ جو میں نے لکھوائی ہے تاکہ ہمارا علم بڑھے حضرتؐ یہ سن کر اسقدر غضبناک ہوئے۔ کہ حضرتؐ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے۔ اور ندا دی کہ سب لوگ جمع ہو جائیں جب انصار نے سنا تو کہا حضرتؐ کو غصہ آیا۔ ہتھیار لگا کر چلو اور سب نے منبر کے گرد حلقہ باندھ لیا اور حضرت

نے فرمایا۔ ایہا الناس خدا نے ہم کو جامع کلم اور خواتیم کلم (قرآن اقدس) عطا کیا ہے اور میں پاک اور صاف دین لایا ہوں۔ تم حیران اور گمراہ نہ ہو (یہ خطاب صرف عمر کی طرف ہے) اور ایسے لوگ (عمر وغیرہ) تم کو (دوسرے اصحاب کو) گمراہ نہ کریں۔ جو خود متحیر متذلزل بالایمان ہیں۔ اس پر عمر نے کھڑے ہو کر کہا میں راضی ہوا خدا کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور آپ کے رسول ہونے پر۔ آنحضرت منبر سے نیچے تشریف لے آئے

ترمذی میں ہے کہ آنحضرت نے عمر کے حق میں فرمایا۔ کہ بہ تحقیق خدا نے حق عمر کی زبان اور دل پر رکھا ہے۔ ناظرین! اور لطیفہ بتاتا ہوں۔ ابن عساکر نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ابو موسے کو عمر بن خطاب کی خبر معلوم ہوئی۔ دیر ہوئی تو وہ ایک عورت کے پاس آیا جس کے پیٹ میں شیطان بولتا تھا (یعنی یہ عورت اس شیطان کے ذریعہ اپنی زبان سے لوگوں کو غیب کی خبریں بتایا کرتی تھی۔ اور یہی اس کا پیشہ اور ذریعہ معاش تھا) اور پوچھا کہ بتاؤ۔ اس وقت عمر کہاں ہے اس عورت نے جب اسکے پیٹ میں شیطان آگیا۔ جواب دیا کہ اس وقت عمر چادر کا تہ بند باندھ کر صدقہ کے اونٹ تقسیم کر رہا ہے اور وہ ایسا شخص ہے کہ شیطان اسکو دیکھ کر منہ کے بل گر پڑتا ہے اور ایک فرشتہ اس کی آنکھوں کے درمیان ہے اور حضرت جبرئیل اس کی زبان سے بولتا ہے۔

اس سے دلچسپ تر لطیفہ سناتا ہوں کہ بخاری اور ترمذی اور مسلم میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ میرے ماں باپ سعد بن ابی وقاص پر قربان ہوں۔ کہ وہ ایسا ہے اور ایسا ہے۔ اور آنحضرت نے اسکے حق میں دعائے مغفرت کی ترمذی نے جابر سے روایت لکھی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ سعد میرا ماموں ہے اور کوئی شخص اس جیسا بزرگ ماموں تو دکھائے کیونکہ آنحضرت کی اور سعد کی والدہ بنی زہرہ سے تھیں۔ ترمذی میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے جو شخص چاہے کہ دنیا پر چلتا پھرتا شہید دیکھے تو طلحہ کو دیکھ لے۔ بخاری میں ہے کہ طلحہ نے اپنے اوپر بہشت واجب کر لی ہے۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ آنحضرت نے عمرو بن عاص کے حق میں فرمایا اللھم صل علی عمرو بن عاص" ناظرین! اس عمرو بن عاص کی ماں سماۃ نابغہ فاحشہ عورت تھی اور یہ ۸ھ میں مسلمان ہوا تھا۔

مولوی عبدالعلی نے شرح مثنوی مولوی روم میں لکھا ہے کہ عمر بن خطاب معصوم تھا یعنی پیدائش سے موت تک ایسا طیب و طاہر تھا کہ اس سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ کا سرزد ہونا ناممکن تھا۔ ناظرین مولوی رومی کی پایہ ولی اور خارجیت کیلئے اس کی اپنی مثنوی کا مندرجہ ذیل شعر کافی ہے:۔

تا نیفتی چوں حسین اندر بلا
کور کورانہ مرو در کربلا

تاریخ طبری ص ۲۴۳ پر ہے کہ آنحضرت کے بعد جس شخص نے سب سے پہلے قرآن کو پکار کر پڑھا وہ

عبداللہ بن مسعود ہے۔ واضح ہو کہ عبداللہ بن مسعود کا نہ کوئی قبیلہ تھا! ورنہ کوئی قوم تھی۔ جو آڑے وقتوں اسکی حمایت پر آمادہ ہو جاتی۔ حضرات ثلاثہ باوجود قوم و قبیلہ رکھنے کے بغلوں میں منہ بائے بیٹھے رہتے جنکے لئے کا دعویٰ ہے کہ حضرات ثلاثہ کو انکی تمام عمر میں جہاد میں کوئی زخم نہ آیا۔ بجز اس زخم کے جو انکی ہلاکت کا باعث ہوا ہو۔ تاریخ خمیس ص۲۲۵ پر ہے کہ جس نے سب سے پہلے مکہ میں بالجہر قرآن پڑھا۔ وہ عبداللہ ابن مسعود تھے۔ جن کے پاس حضرت کے چند اصحاب جمع ہوئے اور کہا کہ قریش نے آجتک قرآن کو بالاعلان نہیں سنا ہے۔ اس کو کون سنا سکتا ہے۔ ابن مسعود نے کہا میں سنا سکتا ہوں۔ صحابہ نے کہا ہم کو خوف ہے کہ تم کو ایذا دیں۔ کوئی ایسا شخص ہونا چاہیئے۔ جس کا قوم اور قبیلہ ہو۔ تاکہ اگر وہ ایذا دیں۔ تو وہ روک سکیں۔ ابن مسعود نے کہا خدا میری مدد کریگا۔ چنانچہ دوسرے روز دوپہر کے وقت مقام ابراہیم میں قریش کے پیچھے کر اپنے اپنے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ابن مسعود نے بلند آواز سے سورہ رحمان کو پڑھنا شروع کیا پھر انکے مجمع کیطرف منہ کر کے تلاوت کی۔ جس پر ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ جو محمد لائے ہیں یہ شخص اسی کی تلاوت کر رہا ہے۔ اس پر ان لوگوں نے عبداللہ بن مسعود کو زدوکوب کیا۔ جس کا نشان اس کے چہرہ پر پڑا۔ پھر وہ اپنے مجمع میں چلے گئے۔ اصحاب نے کہا۔ ہم کو اسی بات کا خوف تھا۔ ناظرین۔ عبداللہ ابن مسعود کو اتنی خفیف ضرب تھی کہ اس نے اس ضرب کی کچھ پرواہ نہ کی۔

واضح ہو کہ یہ وہی عبداللہ ابن مسعود ہیں جن سے عثمان نے قرآن طلب کیا تھا۔ اور آپکے انکار کرنے پر عثمان نے آپ کو اتنا پٹوایا۔ کہ جان بحق ہو گئے۔

تاریخ طبری ص۲۲۵ پر ہے کہ حکیم بن خزام بن خویلد اپنے غلام کے ساتھ جب آنحضرتؐ معہ بنی ہاشم کی شوخیوں کی وجہ سے شعب ابوطالب میں نہایت بیکسانہ محصور ہیں) کچھ خوراک لیکر حضرت خدیجہؑ کی خدمت میں جا رہا تھا۔ ابوجہل راستہ میں ملا۔ اس نے روکا اور کہا۔ چلو۔ مکہ میں ہم تم کو رسوا کرتے ہیں کہ تم بنی ہاشم کے لئے کھانا لئے جاتے ہو۔ حکیم نے کہا۔ مجھے چھوڑ دو۔ ابوجہل نے نہ مانا۔ گالی گلوچ کی نوبت آئی۔ ابوالبختری نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر ابوجہل کو رسید کی۔ جس سے وہ زخمی ہو گیا۔

تاریخ خمیس ص۲۹۰ پر ہے کہ آنحضرتؐ کی یہ حالت دیکھ کر ابولہب بھی آنحضرتؐ کی حمایت و اعانت کو آمادہ ہوا۔ تاریخ خمیس ص۲۴۷ پر قول عائشہ درج ہے کہ اسلام ایسی چیز نہیں ہے کہ کسی سے اسکی عزت ہو۔ یعنی اسلام کی عزت افزائی خود دست قدرت میں ہے اس میں بجز عمر کا کوئی واسطہ نہیں۔

الفاروق شبلی جلد دوم ص۲۲۳ پر قول عمر لکھا ہے۔ کہ کاش مجھے کلالہ۔ دادا کی میراث اور بابت شرع معلوم ہو جاتی۔

تفسیر قرآن محدث عماد الدین بن کثیر جلد دوم صـ۲۲۲ پر صحیح حدیثوں کے حوالہ سے مذکورہ قول عمر کو وضاحت سے لکھا ہے۔

کنز العمال جلد ۵ صـ۲ پر ہے کہ عمر بن مرہ سے عمر نے کہا کہ اگر آنحضرتؐ تین امور کو بیان کر گئے ہوتے تو ہم کو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتیں۔ ایک خلافت۔ دوسرے کلالہ۔ تیسرے ربا۔

کنز العمال جلد ۵ صـ۲ پر بروایت مسروق لکھا ہے کہ ہم نے عمر سے پوچھا اس اپنے قریبی کے بارہ میں جو وارث کلالہ ہوا تھا۔ عمر نے کہا کلالہ۔ کلالہ (کلالہ کے معنی سوچ رہا ہے) اور مسروق کی داڑھی پکڑلی عمر نے خیال کیا کہ مسروق میرا مضحکہ اڑا رہا ہے۔ اور کہا قسم بخدا اگر میں اس کو جانوں۔ تو دنیا کی تمام اشیاء سے محبوب خیال کروں۔ میں نے آنحضرتؐ سے اسکو پوچھا تھا۔ تو حضرتؐ نے فرمایا تھا۔ کیا تو نے آیہ سیف نہیں سنا ہے۔ حضرتؐ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔

کنز العمال جلد ۵ صـ۲ پر ہے کہ (عمر کہا کرتا) خدا (آیات قرآن) اسلئے بیان کرتا ہے کہ لوگ گمراہ نہ ہوں۔ لیکن خداوندا۔ تو نے جس کے لیے کلالہ کو بیان کیا۔ بیان کر دیا۔ ہم پر تو یہ امر ظاہر نہیں ہوا۔

تفسیر ثعلبی میں ہے کہ محمد بن سیرین کہتا ہے۔ کہ جب یہ آیہ نازل ہوا۔ تو آنحضرتؐ نے حذیفہ کو سکھایا اور حذیفہ نے عمر کو سکھایا۔ جب عمر خلیفہ ہوا تو حذیفہ سے (مسئلہ کلالہ) پوچھا کہ شاید کچھ تغیر کرے۔ حذیفہ نے کہا۔ قسم بخدا تو احمق ہے اگر تیرا یہ گمان ہے کہ ہم تیری حکومت کے خوف سے اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت سے بیان کریں گے (ہم نہیں کرینگے) ہم نے اسی روز تم کو یہ مسئلہ سمجھا دیا جب آنحضرتؐ نے ہم کو بتایا۔ عمر نے کہا خداوندا۔ اگر تو نے بیان کیا ہے۔ تو ہم پر ظاہر نہیں ہوا۔ اور ہم نہیں سمجھے۔

کنز العمال جلد ۵ صـ۲ پر بروایت سعد بن المسیب یہ راوی خصوصاً عمر کے ثقہ راویوں میں سے ہے بھی امر بلا مرقوم ہے۔

ناظرین۔ اب آپ لوگ خود فیصلہ کرلیں کہ جو شخص مسائل قرآن سے آگاہ نہ ہو۔ اس کیلئے حسبنا کتاب اللہ کہنا کہاں تک زیبا ہے اور ایسا شخص قرآنی رموز و غوامض پر کہاں تک دسترس رکھ سکتا ہے

تفسیر طبری جلد اول صـ۱۰ پر ہے کہ ایک شخص نے عمر کے پاس قرآن پڑھا۔ تو عمر سخت برہم ہوا یعنی عمر کے خیال میں وہ قرآن غلط پڑھ رہا تھا) اس شخص نے کہا۔ کہ ہم نے خود آنحضرتؐ کے سامنے پڑھا اور حضرتؐ متغیر نہ ہوئے (یعنی آپؐ نے اس کو درست تسلیم کیا) پس وہ شخص اور عمر لڑتے جھگڑتے آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (جب اس شخص نے دوبارہ پڑھکر سنایا) ہاں یہ درست ہے عمر کے دل میں شک پیدا ہوا۔ جس کو آنحضرتؐ نے عمر کے چہرہ سے پہچان لیا۔ پس آنحضرتؐ نے عمر کے سینہ کو تھپ

چیز یا ہاتھ) مارا اور فرمایا اے عمر دور کر اس شیطان کو۔ حضرت نے یہی کلمہ تین دفعہ فرمایا! ور پھر فرمایا اے عمر قرآن سب صواب ہے۔ جب تک عذاب کو رحمت اور رحمت کو عذاب نہ بنائے۔

تاریخ ابن عساکر اور تاریخ الخلفا سیوطی ص ۱۳۶ سطر ۹ اور تفریح الاحباب مناقب عمر میں ہے کہ ابن عباس نے عمر کے مرنے کے ایک سال بعد اور عبداللہ بن عمرو عاص نے بارہ سال بعد عمر کو خواب میں دیکھا تو عمر نے کہا کہ وہ اب تک حساب اعمال میں مبتلا رہا ہے۔ طبقات ابن سعد میں عمر بن خطاب کے پوتے سے روایت ہے کہ عمر کی وفات سے بیس سال بعد عمر کو خواب میں دیکھا گیا۔ کہ ماتھے کا پسینہ پونچھ رہا ہے دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ اب تک حساب اعمال میں مبتلا رہا ہوں۔ ناظرین یہ تینوں روایات تفریح الاحباب فی مناقب الاصحاب اور تاریخ الخلفا سیوطی میں بھی بجنسہ موجود ہیں۔

استیعاب مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد دوم ص ۲۶۴ اور مسند امام احمد حنبل اور کنز العمال کتاب فضائل صحابہ اور رجال مشکوٰۃ اور شیخ عبدالحق اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری سید شریف اور ازالۃ الخفا میں ہے کہ ایک منکوحہ عورت نے زنا کیا اور حاملہ ہو گئی۔ عمر نے اس کو بحالت حمل سنگسار کر دینے کا حکم دیدیا لیکن حضرت علی نے فرمایا اے عمر سنگساری کو اس وقت تک دیر میں ڈال دے۔ جب تک وضع حمل ہو لے۔ عمر نے کہا لولا علی لہلک عمر یعنے حضرت علی موجود نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔

تفسیر در منثور جلد اول ص ۲ پر ہے کہ شیطان کی اور عمر کی تین بار کشتی ہوئی۔ اور ہر بار عمر غالب رہا۔ ریاض النضرہ ص ۲۰۹ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ کی موجودگی میں عائشہ اور سودہ نے ایک دوسرے کے منہ پر کھانا مل دیا۔ تو عمر کے آنے کی اطلاع ملی۔ آنحضرتؐ نے عمر کی ہیبت سے مرعوب ہو کر دونوں ازواج کو فوراً منہ دھونے کا حکم دیا۔

شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران ص ۱۹۸ پر ہے کہ عمر کو جب کبھی اپنے اہل و عیال میں سے کسی پر غصہ آ جاتا تو جب تک وہ اپنے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹ کر زخمی نہ کر لیتا۔ غصہ فرو نہ ہوتا۔ پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ کہ ابن عمر کی کنیز عمر کے پاس آئی۔ اور ابن عمر کی شکایت کی۔ عمر نے ابن عمر کے ہاتھ کو بحالت غصہ دانتوں سے چبایا۔

کنز العمال جلد چہارم ص ۲۴۲ پر بروایت شرید ثقفی لکھا ہے۔ کہ عمر نے بحالت جنابت لوگوں کو نماز پڑھائی جب یاد آ گیا تو نماز کا اعادہ کیا۔ مگر دوسروں کو نہ کہا کہ اعادہ کرو۔ پھر بروایت خالد بن جلاج لکھا ہے کہ ایک دن عمر نماز ظہر پڑھا رہا تھا۔ کہ پیچھے ہٹ گیا اور ایک اور شخص کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا۔ پھر جب نماز عصر پڑھانے لگا تو منبر کا بازو پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ جب میں نماز ظہر کیلئے وضو کر چکا تو میں نے اپنی گھر والیوں میں سے ایک کو دیکھا اور مجھ سے رہا نہ گیا۔ جب نماز میں مشغول ہوا۔ تو کچھ رطوبت

محسوس کی۔ اس لئے اب میں تجدید وضو و نماز کرتا ہوں۔

کنز العمال جلد چہارم ص۲۱۳ پر بروایت عبد اللہ بن حنظلہ لکھا ہے کہ عمر نے نماز مغرب پڑھائی۔ تو پہلی رکعت میں کچھ نہ پڑھا اور نماز ختم کر دی۔ پھر ابو سلمہ بن عبد الرحمان کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک اور نماز مغرب پڑھائی تو کسی رکعت میں بھی کچھ نہ پڑھا۔ لوگوں نے پوچھا تو کہا۔ کہو رکوع اور سجود کیسے تھے انہوں نے کہا وہ تو بہت عمدہ تھے۔ اس پر کہا۔ تو پھر کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر بروایت ابراہیم نخعی لکھا ہے کہ عمر نے نماز پڑھائی اور کچھ نہ پڑھا۔ جب نماز تمام کی تو لوگوں نے کہا کہ آپ نے کچھ پڑھا نہیں۔ جواب دیا۔ کہ میں نے (بطور معجزہ) ایک قافلہ ملک شام کو لے جانے کیلئے تیار کیا اس کو منزل بمنزل وہاں پہنچایا اور اب اسکی خرید و فروخت سے فارغ ہوا ہوں۔ پس تجدید نماز کی گئی۔ پھر بروایت عکرمہ لکھا ہے کہ عمر نے نماز عشا میں کچھ نہ پڑھا۔ اور نماز قائم کر کے اپنے گھر چلا گیا۔ عبد الرحمن بن عوف اس کے مکان پر گیا۔ اور کیفیت نماز سنائی تو عمر نے کہا کہ میں اسوقت قافلہ کے ہمراہ مدینہ کو گیا تھا۔ (بطور معجزہ) پھر تجدید نماز کی گئی۔

کنز العمال کتاب الصوم ص۳۲۲ پر بروایت اسلم ہے کہ عمر نے ماہ رمضان میں روزہ رکھا۔ آسمان ابر آلودہ ہو گیا تو روزہ افطار کر دیا۔ پھر آفتاب نکل آیا۔ ایک صاحب نے پوچھا تو کہا۔ معاملہ آسان ہے (کچھ پرواہ نہیں) ہم نے وقت کے معلوم کرنے میں کوشش کر لی تھی۔ پھر بروایت حنظلہ لکھا ہے کہ ایک دن عمر اور اس کے اصحاب نے ماہ رمضان کا روزہ افطار کر لیا۔ تو مؤذن نے گلدستہ اذان پر چڑھ کر بلند آواز سے کہا لوگو، ابھی آفتاب دکھائی دے رہا ہے۔ عمر نے کہا۔ اچھا قضا کر لو۔ پھر بروایت زید بن وہب لکھا ہے کہ ماہ رمضان میں ابر محیط آسمان پر چھا گیا۔ تو عمر اور اس کے اصحاب نے روزہ افطار کر لیا۔ پھر سورج نکل آیا۔ تمام اصحاب نے کہا کہ اچھا قضا کر لینگے۔ لیکن عمر نے کہا واللہ ہم کبھی قضا نہ کریں گے۔ ہم نے کوئی گناہ تو نہیں کیا۔ پھر بروایت یحییٰ بن سعید و ابن سعد لکھا ہے کہ عمر کی زوجہ عاتکہ عمر کے سر پر بوسہ دیا کرتی۔ جبکہ وہ روزہ سے ہوتا۔ پھر بروایت یحییٰ بن سعید و ابن سعد لکھا ہے کہ عمر کی زوجہ عاتکہ عمر کے سر کا اس سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر خطاب نے کہا کہ عمر کی زوجہ عاتکہ عمر کا سر چومتی جبکہ وہ روزہ سے ہوتا۔ پھر بروایت ابن عمر لکھا ہے کہ عمر نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ کو دیکھا اور ان کے چہرہ پر غصہ ظاہر ہوتا تھا۔ میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا۔ کیا تم روزہ میں بوسہ بازی نہیں کیا کرتے ہو۔ میں نے وعدہ کیا آئندہ ایسا نہ کروں گا۔

کنز العمال جلد چہارم ص۲۲۲ پر بروایت مطیع بن الاسود لکھا ہے کہ عمر نے نماز صبح پڑھائی۔ نماز تمام کرنیکے بعد یاد آگیا کہ میں تو احتلام سے تھا۔ پھر اعادہ نماز کیا۔

فتح الباری ص۲۰۹ پر بھی بروایت زید بن وہب لکھا ہے۔ کہ جب عمر روزہ افطار کر چکا اور آفتاب نکل آیا۔ تو عمر نے کہا ہم ہرگز اس روزہ کی قضا نہ کریں گے۔ اور نہ ہم نے گناہ کیا ہے۔

موطا زرقانی ص۹۲ پر ہے کہ عمر کی زوجہ عاتکہ بنت زید عمر کے سر کو چومتی۔ جبکہ عمر روزے سے ہوتا پھر ص۹۴ پر ہے کہ بحالت روزہ بوسہ لینا سنت رسولؐ ہے اور موجب قربت ہے پھر ص۹۵ پر ہے کہ عبداللہ بن عمر لوگوں کو کہتا کہ بحالت صوم ہرگز بوسہ نہ لیا کرو خواہ منہ کا ہو یا رخسارہ کا یا کسی اور جگہ کا۔ عروہ بن زبیر نے کہا کہ روزہ دار کو بوسہ روا نہیں۔ کیونکہ اس میں جماع یا انزال کا خوف ہے۔ پھر لکھا ہے کہ عائشہ نے تو تمام انواع شہوت کو بحالت روزہ جائز کر دیا۔ یعنی بوسہ و مباشرت و مجامعت پس بقول عائشہ رسولؐ کی اقتدا یہی ہے کہ بحالت روزہ سب کچھ کیا جائے۔ ناظرین شاید اسی بنا پر بابر کو بھی دور کی سوجھی تھی۔ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ تیسیر الصحاح جلد چہارم ص۲۳ پر بروایت ابوسعید خدری لکھا ہے کہ صفوان بن معطل کی زوجہ نے آنحضرت سے شکایت اس وقت کی جبکہ صفوان بھی آنحضرت کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ یا حضرت میرا شوہر مجھے مارتا ہے۔ جب میں نماز پڑھتی ہوں اور روزہ رکھتی ہوں۔ تو مجھ سے جماع کر کے روزہ توڑ دیتا ہے اور وہ طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھتا ہے۔

بخاری میں ہے کہ عمر نے نماز مغرب میں بحرین کی آمدنی کا حساب کر لیا۔ اور نیز یہ بھی لکھا ہے کہ دوسرا شخص عمر کو ارکان نماز بتاتا جاتا تھا وہ امامت کراتا تھا۔

مدارج النبوۃ ص۱۲۰ پر ہے کہ چوبیس مقتول کفار کو جو جنگ بدر میں قتل ہوئے بحکم رسولؐ ایک ناپاک کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ تین دن کے بعد آنحضرت پھر اسی کنوئیں پر تشریف لائے اور فرمایا اے فلانے اور فلانے اب تم دیکھتے ہو کہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہونا کیسا ناگوار امر ہے۔ عمر نے کہا۔ یا حضرتؐ اب تو انکے جسم بلا روح ہیں۔ ان سے مخاطبہ لاحاصل ہے حضرت نے فرمایا۔ قسم ہے مجھے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ لوگ تم سے زیادہ سننے والے ہیں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ لیکن وہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔

اس امر حقیقت کے باوجود بھی شیخ عبدالحق لکھتا ہے کہ شیخ ابن الہمام شرح ہدایہ میں لکھتا ہے کہ اکثر حنفیہ مشائخ کا عقیدہ ہے کہ میت نہیں سنتی ہے۔ آنحضرتؐ کا خطاب اسی قسم سے ہے ارشاد فرمائش میت نہ ہے۔ مگر مشائخ حنفیہ بالعموم اور وہابی بالخصوص آنحضرت کے ارشاد کی تکذیب کریں۔

وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ جلد دوئم ص۳۰ پر ہے کہ ابن عبدالبر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے سلمان فارسی کو ایک یہودی سے اس شرط پر خریدا کہ ۴۰ اوقیہ رقم ادا کی جائے اور ۳۰۰ درخت لگائے جائیں۔

اور جب تک وہ درخت بارور نہ ہوں سلمان وہاں کام کرے۔ آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھوں سے کل درخت نصب کیے جو تمام کے تمام بارور ہوئے۔ عمر بن خطاب نے ایک درخت لگایا۔ جو بارور نہ ہوا حضرتؐ نے پوچھا اس درخت کو کس نے لگایا تھا۔ لوگوں نے کہا عمر نے لگایا تھا۔ حضرتؐ نے وہ درخت اکھیڑ دیا اور اس کی جگہ خود درخت لگایا۔ جو اسی سال پھل لایا۔ ناظرین۔ یہ امر سعد اور نحس کے حق ہونے کا ثبوت ہے۔

ترمذی کتاب الفضائل فضائل عمر مطبوعہ نول کشور ص ۲۵۶ پر ہے کہ سلمہ بن شبیب نے المقری سے اس نے حیوۃ بن شریح سے۔ اس نے بکر بن عمرو سے اس نے مشرح بن ہاعان سے اس نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ اگر میرے بعد نبوت ہوتی تو عمر کو ملتی۔

امام ذہبی نے کتاب مغنی میں لکھا ہے کہ مشرح بن ہاعان ضعیف الحدیث ہے۔ ذہبی نے کتاب میزان میں لکھا ہے کہ مشرح نے منکر احادیث بیان کی ہیں۔ جن کی متابعت نہیں کی گئی و منکر حدیث سے وہ حدیث مراد ہے جس کا مضمون سوائے اس راوی کے کسی اور جہت سے معروف نہ ہو پھر ذہبی نے لکھا ہے کہ مشرح اس وقت حجاج کے ہمراہ تھا جب اس نے کعبہ کو گرا دینے کیلئے کعبہ پر منجنیق لگائی ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں لکھا ہے کہ اسمٰعیل بن احمد نے اس سے ابن مسعدہ نے اس سے حمزہ نے اس سے ابن عدی نے اس سے علی بن حسن بن قدید نے اس سے ذکریا بن یحییٰ الوقار نے اس سے بشر بن بکر نے۔ اس سے ابو بکر بن ابی مریم نے اس سے حمزہ بن حبیب نے۔ اس سے غضیف بن حارث نے اور اس سے بلال بن رباح نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ اگر تم میں میں رسول بنا کر نہ بھیجا جاتا۔ تو عمر رسول بنا کر بھیجا جاتا۔

نیز اسی کتاب موضوعات میں ہے کہ ابن عدی نے کہا کہ اس سے عمرو بن حسن بن نصر حلبی نے اس سے مصعب بن سعد ابو خیثمہ نے۔ اس سے عبداللہ بن واقد نے اس سے حیات بن شریح نے اس سے بکر بن عمرو نے اس سے مشرح بن ہاعان نے اور اس سے عقبہ بن عامر نے حدیث بیان کی۔ کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ اگر میں تم میں مبعوث برسالت نہ ہوتا تو عمر ہوتا۔ مصنف کہتا ہے کہ دونوں حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ پہلی تو اس لئے کہ اس کا راوی ذکریا بن یحییٰ بڑے بھاری جھوٹ بولنے والوں میں سے تھا۔ ابن عدی نے کہا ہے۔ کہ وہ وضعی احادیث بنایا کرتا تھا۔ اور دوسری حدیث اس لئے صحیح نہیں ہے کہ امام احمد حنبل اور یحییٰ نے کہا ہے کہ عبداللہ بن واقد کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے اور کہا ہے کہ ابن حبان نے منقلب کیا ہے اور مشرح کے اس کے صحائف کو بس باطل ہوا اس سے احتجاج کرنا انتہیٰ۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر میں ہے کہ امام احمد حنبل نے مسند میں اور ترمذی نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں عقبہ بن عامر سے اور طبرانی نے عصمہ بن مالک سے حدیث لکھی ہے کہ فرمایا

رسول اللہ نے کہا اگر میرے بعد نبی ہوتا۔ تو عمر ہوتا۔ بیہقی کہتا ہے کہ اس حدیث کے سلسلہ میں فضل بن مختار آتا ہے اور وہ ضعیف ہے اور دیلمی نے جو یہ حدیث لکھی ہے کہ اگر میں رسول نہ ہوتا تو عمر ہوتا یہ حدیث منکر ہے۔ کنز العمال تبویب جمع الجوامع سیوطی فضائل عمر بن خطاب من قسم الافعال میں ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا۔ تو عمر ہوتا۔ نقل کیا ہے اسے خطیب نے رواۃ مالک سے اور یہ روایت ابن عساکر نے ابن عمر سے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے ابن عدی کہتا ہے کہ حدیث غریب (غیر صحیح) ہے۔ ابن عساکر نے کہا ہے کہ بلال ابن رباح غیر محفوظ ہے۔ ابن جوزی نے ان دونوں کو موضوعات میں درج کیا ہے۔

کنز العمال فضائل عمر بن خطاب من قسم الاول میں ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ خطیب نے کہا۔ یہ روایت منکر ہے۔

کتاب الفرقان ابن تیمیہ ص ۵۹ پر ہے کہ ترمذی وغیرہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

نوٹ :۔ عمر کے نبی بننے کی روایت خود اپنے الفاظ سے موضوع معلوم ہوتی ہیں کیونکہ نبوت کے لئے عصمت شرط ہے۔ اور حضرت چالیس سال تک بت پرست رہے اس لئے ایسا شخص کیسے نبی ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر ابو جہل نبی ہو سکتا ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے (ابو الصفا)

ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ خدا نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو قرار دیا۔ اور ابن عمر نے کہا کہ اگر کوئی امر ایسا نہیں ہوا کہ جس میں اختلاف ہوا ہو۔ اور عمر نے کوئی بات کہی ہو مگر قرآن اس کے مطابق نازل ہوا۔ جو عمر نے کہا تھا۔

تفسیر در منثور جلد سوم ص ۲۰۲ پر ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ عمر بن خطاب کی رائے سے اختلاف کرنے کی وجہ سے قریب تھا۔ کہ ہم پر عذاب خدا نازل ہوتا۔ اور اگر نازل ہوتا۔ تو سوائے عمر کے کوئی نہ بچتا۔

اتقان جلد اول ص ۳۵ پر ہے کہ ابن مردویہ نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ عمر رائے سوچتا تھا تو قرآن اس کی رائے کے مطابق نازل ہوا کرتا۔ اور ابی حاتم نے انس سے روایت کی ہے کہ عمر نے کہا کہ مجھ سے خدا نے چار باتوں میں موافقت کی ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آیہ ”لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین“ کا نزول ہوا تو میں نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین“ پس۔ بعینہ میرے لفظوں میں آیہ کا نزول ہوا۔

اتقان جزو اول ص ۳۶ پر ہے کہ عبد الرحمن بن ابی لیلے سے روایت ہے کہ ایک یہودی عمر بن

خطاب سے ملا اور کہا کہ کیا وہ جبرئیل جو تمہارے رسول کو تعلیم دیتا ہے ہمارا دشمن ہے اس پر عمر نے کہا "من کان عدواللہ وملائکتہ ورسلہ وجبرئیل ومیکائیل فان اللہ عدو للکافرین" پس یہی کلام قرآن میں نازل ہوا۔

اتقان جزو اول ص۲۵ پر ہے کہ بخاری نے انس سے روایت کی ہے کہ عمر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے کہا "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی" پس یہی کلام نازل ہوا۔ پھر میرے کہنے پر رسول اللہ کی ازواج کے بارہ میں آیہ حجاب کا نزول ہوا۔ پھر میں نے کہا۔ "عسے ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن" پس یہی کلام نازل ہوا۔

نوٹ:۔ یہ سنیوں کا غلو ہے کہ انہوں نے جوش محبت عمری میں انکو خدا کا ہم پلہ بنا دیا۔ خدا تو فرماتا ہے کہ تم میرے کلام کی مثل نہیں لا سکتے لیکن سنی کہتے ہیں کہ عمر خطاب اس کا مثل لائے۔ نہیں نہیں بلکہ خدا نے ہی انکی نقل کی توبہ (ابوالصفا)

بخاری کتاب التفسیر باب قولہ استغفر لھم اولا تستغفر لھم میں ابن عمر سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق مر گیا تو عبداللہ کے بیٹے نے آنحضرت نے عبداللہ کو کفن دینے کیلئے حضرت کا کرتا مانگا۔ حضرت نے اپنا کرتہ دیدیا جس میں وہ کفنایا گیا۔ اور پھر آنحضرت سے نماز جنازہ کی درخواست کی جو مقبول ہوئی۔ اور آنحضرت نے نماز جنازہ شروع کی۔ اس پر عمر نے حضرت کا کپڑا گھسیٹا اور کہا کیا آپ ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ جن کی نماز کے بارہ میں خدا نے ممانعت کی ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا مجھے خدا نے منع نہیں کیا ہے۔ بلکہ اختیار دیا ہوا ہے خواہ پڑھاؤں یا نہ پڑھاؤں۔ جس پر یہ آیہ قرآنی کا (عمر کی رائے کے مطابق) نزول ہوا۔ کہ اے پیغمبر ایسے لوگوں کی نماز نہ پڑھ۔ بلکہ وہ مر جائیں۔ تو انکی قبر پر بھی کھڑا نہ ہو۔ یہی حدیث بخاری کتاب اللباس باب لبس القمیص میں بھی ہے۔

ازالۃ الخفا مقصد دوم ص۱۱۱ پر ہے کہ ایک شخص نے عمر سے استفتا کیا۔ کہ ہماری ایک جاریہ ہے اور اسکی ایک بیٹی ہے۔ ان دونو نے میرا دل لبھا لیا ہے۔ کیا ہم دونو سے مقاربت کریں عمر نے کہا کہ ایک آیت سے حلت اور ایک آیت سے حرمت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ہم ایسے فعل کے قریب بھی نہیں جاتے۔

فتح الباری شرح کتاب الفرائض باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ میں ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ میں نے عمر بن خطاب کے مسئلہ جد کے سو فیصلے یاد کئے ہیں۔ کہ ہر ایک ان میں ایک دوسرے سے متناقض ہے۔

امام ابن حزم نے کتاب محلی میں بروایت نافع لکھا ہے کہ ابن عمر نے کہا ہے کہ جہنم پر جرات کرنیوالا وہ ہے جو مسئلہ جد میں جرأت کرے۔ پھر اسی کتاب میں بروایت حمید بن ہلال لکھا ہے کہ میں نے سعید بن

سعید سے اس فریضہ کی بابت پوچھا جس میں جد ہو تو اس نے کہا۔ کہ تم اس کو پوچھ کر کیا لو گے۔ پھر بروایت سعید بن جبیر لکھا ہے کہ جس کو دروازہ جہنم کشادہ کرنا پسند ہو اسکو چاہیے کہ مسئلہ جد اور اخوت کا حکم لگائے۔

کنز العمال میں بروایت سعید بن مسیب لکھا ہے کہ عمر نے کہا کہ میں نے ایک دن رسول اللہ سے پوچھا کہ مسئلہ جد کا کیا حکم ہے حضرت نے فرمایا۔ کہ اے عمر تم مر جاؤ گے۔ قبل اس کے کہ تم اس مسئلہ کو جانو۔ سعید بن مسیب کہتا ہے کہ پس عمر مر گیا۔ قبل اس کے کہ اس مسئلہ کو جانتا۔ اسی روایت کو بیہقی اور عبد الرزاق اور ابو الشیخ نے لکھا ہے۔

علامہ سیوطی نے جزء المولہوب میں بہ سند بیہقی لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں پس انہیں سے جس کسی کو اختیار کر لو گے ہدایت پاؤ گے۔ اور انکا اختلاف باعث رحمت ہے۔

تفسیر بیضاوی جلد اول ۳۰۰ سطر ۲، تفسیر جلالین برحاشیہ بیضاوی مطبوعہ مصر میں ہے کہ ابتدائے اسلام میں یہ علم تھا۔ کہ ماہ رمضان میں شام سے عشاء تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی۔ عمر بن خطاب نے نماز عشاء کے بعد جماع کیا۔ اور صبح کو رسول اللہ کے پاس شرمائے ہوئے آیا۔ بعد ازیں معلوم ہوا کہ اس فعل میں عمر کے اور بھی ساتھی ہیں۔ پس سب نے اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ اس پہ سورہ بقر کی آیہ نمبر ۱۸۷ "احل لکم لیلۃ الصیام" کا نزول ہوا۔

حیرت ہے جو شخص کھانے پینے میں حلال اور حرام کی تمیز روا نہ رکھتا ہو۔ بلکہ حرام کھانے کا فتویٰ دیتا ہو۔ تورات سے مسائل شرع اسلام کا حل ڈھونڈتا ہو۔ عام مسائل شریعت سے بے خبر ہو نماز اور روزہ کے ارکان کے توڑنے کا عادی ہو۔ اس کو خلیفہ رسول کہنا دیوانہ پن نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ کیا ایسے جاہل کو نائب رسول اور محافظ شریعت کا معزز لقب دے سکتے ہیں۔

شجاعت عمریہ

تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد سوم ۱۵۰ سطر ۱۹ پر ہے کہ جنگ احد کے دن تمام اصحاب رسول آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (ابو بکر و عمر و عثمان وغیرہ) آنحضرتؐ کے پاس صرف حضرت علیؑ اور ابو دجانہ اور سماۃ نسیبہ اور اس کا شوہر اور نسیبہ کے دو بیٹے عبد اللہ اور عمارہ رہ گئے۔ اسی جنگ میں امیر حمزہؓ شہید ہوئے۔ غرض یہ لوگ بھی شہید ہو گئے۔ اور سماۃ نسیبہ بھی زخمی ہوئی تو آنحضرتؐ کے پاس صرف حضرت علیؑ رہ گئے اسوقت جبرئیل نے کہا یا حضرتؐ ہمدردی اسکو کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کیوں نہ ہو۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ جبرئیل نے کہا میں آپ دونوں سے ہوں۔ اس وقت غیب سے آواز آئی لا سیف الا ذو الفقار لا فتی الا علی۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ جب جنگ احد میں تمام مہاجر اور انصار آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو انس بن نضر (عم انس بن مالک) کا گزر عمر بن خطاب اور طلحہ پر ہوا جو ایک جماعت مہاجرین و انصار کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ انس نے کہا یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ کہا کیا کریں۔ رسول اللہ تو مارے گئے۔ انس نے کہا پھر زندہ رہ کر تم کیا کرو گے۔ چلو ہم بھی اسی راہ پر مریں جس پر آنحضرتؐ نے وفات فرمائی۔ مگر ان میں سے کوئی بھی نہ اٹھا۔ خود انس گیا۔ اور مارا گیا۔

تفسیر در منثور صفحہ ۹۳ پر ہے کہ جب صحابہ نے رسولؐ کی مخالفت کی اور عصیان کیا تو آنحضرتؐ کو نو آدمیوں میں روز جنگ احد چھوڑ دیا جن میں سات انصار تھے اور دو مہاجر اور دسویں آنحضرتؐ خود تھے

ازالۃ الخفا مقصد دوم مآثر عمرؓ اور مناقب مرتضوی ترجمہ خصائل نسائی مطبع محمدی لاہور صفحہ ۲۷ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگ خیبر کے دن عمر بن خطاب اور چند لوگوں کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ کچھ قتال کے بعد عمر اور اس کے ساتھی شکست کھا کر چلے آئے۔ اور آپ حالیکہ وہ عمر کو اور عمر ان کو نامرد کہتا تھا

تاریخ خمیس صفحہ ۱۱۲ تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۴۳ اور روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۵ پر ہے کہ جنگ حنین کے دن تمام مہاجرین اور انصار معہ ابوبکر و عمر و عثمان بھاگ گئے جبکہ آنحضرتؐ کے پاس صرف چار آدمی رہ گئے بنی ہاشم سے حضرت علیؑ اور حضرت عباس اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب غیر بنی ہاشم سے عبداللہ مسعود۔ ناظرین یہ جنگ ۸ھ میں ہوئی۔ اور ۱۰ھ کو آنحضرتؐ وفات پا گئے۔

ملا علی قاری لکھتا ہے کہ ابوقتادہ نے کہا کہ ہم حنین کے سال میں آنحضرتؐ کے ساتھ نکلے۔ پس جب مٹھ بھیڑ ہوئی۔ تو مسلمانوں کو سختی درپیش آئی۔ اس حدیث کی شرح میں لکھتا ہے کہ توربشتی کہتا ہے کہ ابوقتادہ صحابی نے اصحاب کے لئے شکست اور فرار کا لفظ کہنا پسند نہ کیا۔ اس لئے سختی کے لفظ سے اس کی طرف کنایہ کیا۔

بخاری کتاب المغازی باب یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم میں ہے کہ ایک شخص نے براء بن عازب سے پوچھا کہ آیا تم حنین کے دن رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو براء نے کہا رسول اللہ تو نہیں بھاگے تھے۔ بخاری میں ہے کہ ابوقتادہ نے کہا کہ روز حنین مسلمان بھاگ گئے اور میں بھی ان کے ساتھ بھاگ گیا۔ پس میں نے بھاگنے والوں میں عمر بن خطاب کو دیکھا۔ میں نے کہا لوگ کیوں بھاگ نکلے ہیں تو اس نے کہا خدا کا امر یونہی تھا۔

حبیب السیر و تاریخ سال ہشتم اور روضۃ الاحباب اور تاریخ ابن کثیر شامی اور انسان العیون اور سیرۃ حافظ سیوطی اور تاریخ ابوالفداء اور تفسیر کبیر میں ہے کہ آنحضرتؐ کا لشکر مکہ سے باہر نکلا تو ابوبکر کی

نظر اس کثرت و شوکت پر پڑی اور کہنے لگا کہ ہم آج مغلوب نہ ہوں گے۔ ایسے سخن صادر ہونے کی وجہ سے آنحضرتؐ کے لشکر نے حنین میں پہلی شکست کھائی۔

تاریخ خمیس اور کتاب استیعاب اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ بروز حنین آنحضرتؐ کے پاس صرف چار اشخاص رہ گئے۔ تین اشخاص بنی ہاشم سے علیؑ و عباسؓ و ابو سفیان بن حارث تھے اور ایک شخص ان کے سوائے عبد اللہ بن مسعود تھا علیؑ اور عباسؓ آنحضرتؐ کی حفاظت سامنے سے کرتے اور ابو سفیان بن حارث جانور کی باگ پکڑے تھا۔ و عبد اللہ بائیں طرف سے حفاظت کرتا تھا

فتح الباری کتاب الغزوات میں ہے کہ جب بروز حنین لوگ بھاگ گئے۔ تو رسول اللہؐ ان کو کہتے تھے میں نبیؐ ہوں اور میں جھوٹا نہیں ہوں اور میں ابن عبد المطلب ہوں۔ مگر سوائے چار اشخاص کے آنحضرتؐ کے پاس کوئی نہ رہا۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم سات آدمیوں نے (بروز حنین) آنحضرتؐ کی نصرت کی اور بھاگنے والے بھاگ گئے۔ اور پراگندہ ہو گئے۔

در منثور میں بحوالہ مسلم ہے کہ حضرتؐ نے ابو بکر جنگ خندق میں خبر کفار لانے کیلئے کہا۔ اس نے استغفر اللہ رسولہ کہا اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اگر تو چاہتا تو جاتا۔ ابو بکر نے پھر استغفار کی۔

روضۃ الاحباب جنگ خندق ۱۲؁ھ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگ خندق کے دن فرمایا کہ حضرت علیؑ کی ایک ضرب کا ثواب میری تمام امت کے اعمال کے ثواب سے زیادہ ہے کیونکہ اس دن سے شجر اسلام کو روز افزوں شادابی اور نشو و نما حاصل ہونی شروع ہوئی۔

علامہ محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ میں جو سنیوں کے نزدیک اصح التواریخ ہے ص پر لکھتا ہے کہ غزوہ احد کے دن ابو بکر نیستان کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں چھپا رہا۔

بخاری میں ایک حدیث درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن عمر سے کہا کہ میں تم سے خانہ کعبہ کی عزت کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ آیا عثمان بن عفان جنگ احد سے بھاگ گیا تھا عبد اللہ بن عمر نے جواب دیا ہاں۔ پھر اس نے پوچھا۔ کہ آیا عثمان جنگ بدر سے بھی غائب ہو گیا تھا۔ اور پھر اس میں حاضر نہیں ہوا۔ عبد اللہ نے کہا ہاں غائب ہو گیا تھا۔ اور پھر حاضر بھی نہیں ہوا۔

کنز العمال میں تاریخ ابن عساکر سے بروایت واقدی لکھا ہے کہ جنگ احد کے دن آنحضرتؐ کے پاس یہ چودہ اصحاب رہ گئے۔ مہاجرین میں سے ابو بکر و عبد الرحمان بن عوف و علیؑ ابن ابی طالب و سعد بن ابی وقاص و طلحہ بن عبید اللہ و ابو عبیدہ بن جراح و زبیر بن العوام اور انصار میں سے ابن المنذر و ابو دجانہ و

وعاصم بن ثابت وحرث بن الصمۃ وسہل بن حنیف وابی بن حضیر و سعد بن معاذ۔

پھر کنز العمال میں ابن عساکر سے نقل کیا گیا ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں نبیؐ کے پاس صرف چار اشخاص رہ گئے۔ جن میں ایک عبداللہ بن مسعود تھا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ جنگ احد میں تمام اصحاب رسولؐ بھاگ گئے۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت میں سوائے علی ابن ابیطالب وابودجانہ وسہل بن حنیف کوئی نہ رہا۔ اسوقت آنحضرتؐ پر زخموں کی وجہ سے غشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو آنکھ کھولی۔ اور علیؑ سے پوچھا کہ لوگوں نے کیا کیا۔ علیؑ نے عرض کیا لوگ وعدے اور بیعت توڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اے علیؑ اس جمعیت کی ہم کو جو میرا قصد کرتے ہیں۔ مجھ سے ہٹا۔ علیؑ نے کفار پر حملہ کیا اور انکو بھگا دیا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے تو دیکھا کہ ایک جمعیت پھر آنحضرتؐ کا قصد کر رہی ہے پس علیؑ نے ان پر بھی حملہ کیا اور انکو بھگا دیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ زید بن وہب نے عبداللہ بن مسعود سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ جنگ احد کے دن سوائے علیؑ وابودجانہ وسہل بن حنیف کے اور کوئی شخص رسولؐ اللہ کے پاس نہ تھا۔ اس نے جواب دیا کہ پہلے تمام مسلمان بھاگ گئے تھے سوائے علیؑ کے اور کوئی بھی شخص آنحضرتؐ کے پاس نہ رہا تھا لیکن ایک ساعت کے بعد عاصم ابودجانہ سہل وطلحہ بن عبداللہ آگئے۔ اور انہوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں کمر باندھی۔ زید کہتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا ابوبکر وعمر کہاں تھے۔ اس نے کہا کہ وہ بھی ایک گوشہ میں چلے گئے تھے۔ عثمان کا حال پوچھا تو جواب دیا۔ کہ وہ بھی ایک طرف کو چلا گیا تھا۔ اور جنگ کے بعد تیسرے روز واپس آیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ بتحقیق تو اس واقعہ میں کہیں بہت دور چلا گیا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ عثمان اپنے دو یاروں (سعد اور عقبہ) کے ساتھ میدان جنگ سے باہر نکل گیا۔ اور یہ تینوں راستہ بھول گئے اسلئے تین دن کے بعد آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا تم بہت دور چلے گئے تھے۔

مدارج النبوۃ جلد ثانی صفحہ ۱۹۱ پر جلی الفاظ میں عنوان یہ لکھا ہے "گریختن حضرت عثمان بروز جنگ احد" بخاری میں ہے کہ عثمان جنگ بدر سے غائب رہا اور بیعت الرضوان میں شامل نہ ہوا۔ اور جنگ احد سے بھاگ گیا۔

مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۵۲ اور معارج النبوۃ فصل دوم باب ششم اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب مسلمان بھاگ گئے۔ اور آنحضرتؐ کو بروز احد تنہا چھوڑ گئے تو حضرتؐ غضب میں آئے اور آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ اس حالت میں آنحضرتؐ نے دیکھا۔ کہ علیؑ آپ کے پہلو میں کھڑے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی۔ تو بھی دوسرے بھائیوں کے ساتھ کیوں ملحق نہیں ہوگیا علیؑ نے عرض کیا

مجھ سے ایمان لانے کے بعد کافر نہیں ہوا جاتا۔ اور مجھ پر آپ کی پیروی لازم ہے۔

ازالۃ الخفا مقصد دوم صہ ۱۲ تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صہ ۴۳ روضۃ الصفا جلد ۲ صہ ۹۱ تاریخ خمیس اور حبیب السیر میں ہے کہ عمر، بکر و عثمان احد میں بھاگ گئے۔

کنز العمال میں ہے کہ عائشہ نے کہا کہ جب کبھی ابوبکر کے سامنے جنگ احد کا ذکر آتا تو وہ رو پڑتا اور کہتا کہ وہ دن تمام طلحہ کا تھا۔ پھر کہتا کہ میں پہلا شخص تھا جو احد کے دن بھاگ کر پہلے واپس آیا۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ ابی حاتم نے کہا کہ ابوبکر نے کہا کہ احد کے دن جب لوگ رسول اللہ کے پاس پلٹ آئے تو میں ان میں سے پہلا تھا جو رسول اللہ کی خدمت میں گیا۔ ازالۃ الخفا ولی اللہ میں ہے کہ حاکم نے عائشہ سے حدیث اخراج کی۔ کہ ابوبکر نے کہا۔ کہ جب بروز احد لوگ رسول اللہ کو چھوڑ کر چلے گئے تو میں پہلا شخص تھا جو واپس آیا۔ اور میں نے دور سے دیکھا تو اتنے میں مجھے پیچھے سے کسی نے بلایا وہ شخص رسول اللہ کے پاس جانا چاہتا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہ ابوعبیدہ تھا۔

درمنثور جلد دوم صہ ۸۹ تفسیر آل عمران اور کنز العمال کتاب سوئم باب ہفتم فصل چہارم فی التفسیر ذیل التفسیر من الافعال تفسیر آل عمران اور کنز العمال برحاشیہ احمد حنبل جلد اول صہ ۲۲ اور ازالۃ الخفا ولی اللہ فصل ششم سورہ نساء میں ہے کہ عمر بن خطاب نے بروز جمعہ خطبہ پڑھا اور سورہ آل عمران پڑھی اور خطبہ پڑھتے ہوئے اس کا اس سورہ کو پڑھنا تعجب میں ڈالتا تھا جس جب یہ آیہ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان پر پہنچا تو عمر نے کہا کہ جب احد کا دن تھا تو ہم لوگ بھاگ گئے تھے۔ پس میں بھاگتا گیا یہاں تک کہ میں پہاڑ پر چڑھ گیا۔ بہ تحقیق میں وہاں تو اچھلتا پھرتا اور چھلانگیں مارتا تھا کہ گویا میں بکری تھا اور لوگ کہتے تھے کہ محمد قتل ہوگیا ہے۔ میں نے کہا میں یہ بات سننا پسند نہیں کرتا۔ میں یہ بات کہنے والے کو قتل کردونگا یہاں تک کہ ہم سب (بھاگنے والے) پہاڑ پر جمع ہوگئے تو اس آیہ کا نزول ہوا۔

درمنثور صہ ۸۰ پر ہے کہ ابن جریر سے روایت ہے کہ جب (بروز احد) اصحاب رسول بھاگ گئے۔ (ایک کہنے والے نے کہا کہ محمد شہید ہوگئے۔ پس تم لوگ اپنے پہلے دین کی طرف رجوع کرلو۔ اس وقت اس آیہ کا نزول ہوا

تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ جب اصحاب رسول (بروز احد) جنگ سے بھاگ گئے تو خدا نے نازل کیا کہ مسلمانو۔ تم اس وقت کو یاد کرو۔ جب تم بھاگتے ہوئے پہاڑ پر چڑھے جاتے تھے اور رسول اللہ تمہارے پیچھے تم کو بلا رہے تھے اور تم مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ اور رسول اللہ کا چہرہ زخمی ہوگیا۔ اور آپ کا خود (لوہے کی ٹوپی) ٹوٹ گیا۔

کنز العمال غزوہ احد ص۲۱۱ بر حاشیہ مسند جلد چہارم میں ہے تاریخ ابن عساکر سے لکھا ہے کہ جب شیطان نے ندا دی کہ محمد قتل ہو گیا ہے تو تمام مسلمان بھاگ گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے اور رسول اللہ کی سلامتی کی خوشخبری جس نے پہلے پہنچائی وہ کعب بن مالک تھا۔

تفسیر کبیر جلد سوم ص۹ پر ہے کہ ہمارے نزدیک (علمائے اہل سنت کے نزدیک) خیر اور شر اللہ کی طرف سے ہے اس لئے اصحاب (بکر و عمر و عثمان) پر جنگ سے بھاگ جانے کا طعن نہیں ہو سکتا۔ اور تفسیر کبیر جلد سوم ص۹ پر ہے کہ عمر بھاگنے والوں میں سے تھا۔ لیکن وہ پہلے بھاگنے والوں میں سے نہ تھا اور وہ بھاگ کر بہت فاصلے پر نہ گیا تھا۔ بلکہ پہاڑ پر چڑھ کر ٹھہرا رہا جب تک کہ آنحضرتؐ پہاڑ پر نہ گئے۔ عثمان بھی انہی میں سے تھا۔ اور وہ بھی سعد اور عقبہ کے ساتھ ہو کر بھاگ گیا تھا۔ عثمان و سعد و عقبہ بھاگتے ہوئے بہت دور نکل گئے تھے پھر تیسرے دن واپس آئے تو انکو آنحضرتؐ نے فرمایا تحقیق تم بہت دور بھاگ گئے

تفسیر معالم التنزیل ص۲۰ پر ہے کہ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ ضرور خدا تمیز کرا دیگا منافق کو مخلص سے چنانچہ اس نے احد کے دن مومن کو منافق سے ظاہر کر دیا اور منافق رسول صلعم کو چھوڑ گئے۔ تفسیر درمنثور میں ہے کہ جب آنحضرتؐ کے قتل ہو جانے کی خبر مشہور ہوئی۔ تو ان لوگوں نے جو پتھر پر (میدان جنگ سے بھاگ کر) بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کاش اس وقت کوئی ہمارا پیغام ابو سفیان کے پاس بغرض پناہ لے جائے۔

مدارج النبوۃ ص۱۹۶ پر ہے کہ شجرۃ الرضوان کے نیچے آنحضرتؐ نے عمر بن خطاب کو خطاب کر کے فرمایا کیا تم وہ دن بھول گئے ہو۔ جب تم جنگ احد میں بھاگ گئے تھے اور میں تم کو بلاتا رہا اور تم جنگ احزاب میں بھی بھاگ گئے۔

روضۃ الصفا جلد دوم ص۳۰۹ اور تاریخ حبیب السیر جلد ثانی ص۶ پر جنگ وادی الرمل کا واقعہ تفصیل سے درج ہے جس کا ضروری خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد ایک اعرابی نے آنحضرتؐ کو اطلاع دی کہ کفار وادی الرمل میں بغرض حملہ جمع ہیں۔ اس پر آنحضرتؐ نے پہلے ابوبکر پھر عمر بن خطاب کو اور پھر عمرو بن عاص کو سردار لشکر بنا کر بھیجا۔ یہ تینوں شخص کچھ حصہ لشکر تلف کرا کے شکست یافتہ واپس آگئے بالآخر آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو سردار لشکر بنایا اور ابوبکر و عمر و عمرو عاص کو آپ کے ماتحت کر کے بغرض حملہ بھیجا۔ حضرت علی علیہ السلام نے وادی الرمل کو فتح کیا اور واپس تشریف لائے آنحضرتؐ حضرت علیؑ کے استقبال کو چند قدم آگے بڑھے جبکہ حضرت علی علیہ السلام گھوڑے پر سوار تھے حضرت علیؑ نے ادب کے خیال سے گھوڑے سے اترنا چاہا مگر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اے علیؑ بدستور سوار ہو خدا اور

رسولؐ تم سے راضی ہوئے۔ اے علیؑ اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ لوگ تم کو وہ نہ سمجھیں جو عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو سمجھتے ہیں تو البتہ آج تمہارے حق میں وہ باتیں کہتا کہ تو جس گروہ کے پاس سے گزرتا۔ تیرے قدموں کے نیچے کی خاک اٹھاتے ناظرین! اس جنگ کو جنگ ذات سلاسل بھی کہتے ہیں۔ اور یہ کفار قبیلہ بنی سلیم سے تھے۔ اور اسی جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کی شان میں سورہ والعادیات کا نزول ہوا۔

جمع الجوامع سیوطی حرف الف میں حذیفہ سے روایت ہے اور ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ میں ہے کہ حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جو کوئی دس آدمیوں پر یا دس سے کہ چالیس آدمیوں پر کسی شخص کو امیر بنائے اور جانتا ہو کہ ان ماتحت آدمیوں میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس امیر سے افضل ہے تو اس نے اللہ کی اور رسولؐ کی اور تمام قوم کی خیانت کی۔

حبیب السیر جلد دوم ص روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۹۲ پر ہے کہ ذات السلاسل میں ابوبکر و عمر، عمرو عاص کے ماتحت بھیجے گئے۔

فتح الباری کتاب المغازی غزوہ ذات السلاسل اور روضۃ الاحباب بیان غزوہ ذات السلاسل میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اس غزوہ میں ابوبکر اور عمر کو عمرو عاص کی ماتحتی میں بھیجا۔ عمرو بن عاص نے حکم دیا کہ کوئی شخص آگ نہ جلائے۔ عمر بن خطاب نے انکار کیا اس پر ابوبکر نے اسکو کہا اے عمر! انکار سے باز آ کیونکہ رسول اللہ نے اسکو ہم پر سردار مقرر کیا ہے۔ اسی وجہ سے کہ اس کو جنگ کا علم ہے

ناظرین جنگ تبوک سے واپس ہوتے ہوئے لشکر رسول نے ایک مقام پر قیام کیا۔ چودہ اشخاص یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، عبدالرحمان بن عوف، ابوموسیٰ اشعری، مغیرہ بن شعبہ، ابوہریرہ، اوس بن حدثان، ابوطلحہ انصاری، سعد بن ابی وقاص، معاویہ بن ابوسفیان، ابوعبیدہ جراح، عمرو عاص نے مشورہ کیا کہ آج رات اندھیری ہے ہم تمام پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں۔ اور جب آنحضرتؐ نیچے سے اونٹ پر سوار گزریں ہم اوپر سے ایک بھاری پتھر پھسلا دیں۔ آنحضرتؐ کا اونٹ بھڑک کر آنحضرتؐ کو وادی کی تہ میں گرا دیگا اور وہ جاں بحق ہو جائینگے۔ خداوند عالم نے آنحضرتؐ کو اس مشورہ اور اہل مشورہ سے آگاہ کر دیا۔ کہ فلاں فلاں چودہ اشخاص فلاں پتھر کے نیچے چھپے ہیں۔ آنحضرتؐ نے حذیفہ بن الیمان کو ان چودہ منافقین کے نام بتا دیے اور حکم دیا کہ تم فلاں مقام پر ان تمام کو پا جاؤ گے۔ چنانچہ حذیفہ وہاں گیا اور ان تمام کو وہاں چھپا ہوا پایا جہاں سے وہ پراگندہ ہو گئے۔ اسی راز کے نہ بتانے کی وجہ سے حذیفہ کو امین الاسرار کہا جاتا ہے۔ اسیطرح واقعہ غدیر کے دن بھی آنحضرتؐ کو شہید کر دینے کا مصمم ارادہ کیا گیا۔ مگر خداوند عالم نے محفوظ رکھا۔ عمر بن خطاب حضرت حذیفہ سے پوچھا کرتا تھا۔ اے حذیفہ سچ بتا۔ کیا میرا نام بھی ان چودہ منافقین

میں ہے۔ حذیفہ کہا کرتا۔ تو خود اچھی طرح جانتا ہے۔

کنز العمال میں ہے کہ ابن ابی شیبہ نے کتاب مصنف میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ انس کہتا ہے کہ جب رسول اللہ کو ابوسفیان کی پیشقدمی کی اطلاع ملی۔ تو آنحضرتؐ نے مشورہ لیا۔ پس ابوبکر نے کلام کیا تو آنحضرتؐ نے اس کیطرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر عمر نے گفتگو کی تو آنحضرتؐ نے اسکی کیطرف سے بھی منہ پھیر لیا۔ پس سعد بن عبادہ نے کہا یا رسول اللہ آنحضرتؐ کا ارادہ ہو ہم حاضر ہیں اور خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر حضورؐ ہمیں حکم دیں کہ ہم سمندر کی تہ میں جائیں تو ہم جائیں گے اور اگر ہمیں حکم ہو کہ ہم برک عماد حبشہ کا ایک شہر ہے تک جائیں تو ہم جائینگے پس آنحضرتؐ نے حکم دیا تو کوچ کیا گیا۔ یہانتک کہ بدر کے مقام پر اترے۔ ناظرین۔ اب جب جنگ کا موقعہ آیا تو ابوبکر و عمر کا کسی کافر سے لڑنا تو درکنار رہا معمولی ہاتھاپائی بھی کہیں مذکور نہیں تو عثمان نے تو کوچ کرنا ہی گوارہ نہ کیا۔ اور گھر میں ہی بیٹھا رہا۔ البتہ بقول اہل سنت اس جنگ میں رسول اللہ کے لئے ایک عریشہ (بیٹھنے کا اونچا سایہ دار مقام) بنایا گیا تھا جس پر ابوبکر بیٹھ کر جنگ کا نظارہ دیکھتا رہا۔

معارج النبوۃ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ سعد بن معاذ کے مشورہ سے اس جنگ میں عریشہ بنایا گیا۔ اور اس عریشہ پر سوائے ابوبکر کے آنحضرتؐ کے پاس کوئی شخص نہ تھا۔

معارج النبوۃ میں ہے کہ سعد بن معاذ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ ہم آپ کیلئے ایک عریشہ بناتے ہیں اور آپؐ کی سواری آپ کے لئے تیار رکھتے ہیں۔ اور خود جنگ میں مشغول ہوتے ہیں۔ اگر ہم دشمنوں پر غالب آگئے تو ہماری یہی مراد ہے۔ اور اگر پناہ بخدا معاملہ برعکس ہوا تو آپؐ سواری پر بیٹھ کر پیچھے ان احباب کے پاس تشریف لے جائیں جو مدینہ میں رہ گئے ہیں۔

بخاری کتاب المغازی صد[۲] پارہ ۱۶ میں ہے کہ جنگ بدر کے دن ابوبکر عریشہ پر آنحضرتؐ کے پاس بیٹھا تھا

روضۃ الاحباب اور تاریخ اسلام اور روضۃ الصفا جلد دوم صد[۱۹] میں ہے کہ غزوہ احزاب کے دن رسول اللہ نے تین دفعہ اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ تم میں سے کوئی عمرو بن عبدود کے مقابلہ کو جائے مگر تینوں دفعہ علیؑ نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے۔ تیسری دفعہ عمرو بن عبدود نے نہایت سخت حملہ کیا کہ کیا تم میں کوئی مرد نہیں ہے۔ ناظرین۔ رسول اللہ نے ابوبکر اور عمر کا نام لیکر ان کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا مگر انہوں نے عمرو بن عبدود کی قوت اور بہادری کی تعریف کرکے دوسروں کو بھی بزدل بنا دیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے اصحاب سے عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ تو انہوں نے سر نیچے کر لئے اور ہراساں کھڑے رہے۔ ناظرین اسوقت عمر نے کہا۔ یا حضرت یہ عمرو ابن عبدود

بہت بہادر ہے۔ ایک دفعہ ڈاکوؤں سے اس کا مقابلہ ہوا تھا۔ اس کے پاس ڈھال موجود نہ تھی تو اس نے اونٹ کا بچہ پکڑ کر بطور ڈھال استعمال کیا۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں بروایت عروہ لکھا ہے کہ خندق کا روز یعنی غزوہ احزاب مسلمانوں کے لئے ایسا سختی کا دن تھا کہ ویسا پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اور بوقت صف بندی ابوبکر آنحضرتؐ کے پاس بیٹھا تھا۔ پھر بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کو کہتے سنا کہ عمرو بن عبدود گھوڑے کو جولان دیتا ہوا خندق سے گزر آیا۔ اور کہتا تھا کوئی ہے جو مجھ سے لڑنے کو نکلے۔ پس آنحضرتؐ کے تمام اصحاب ساکت ہو گئے تب رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ آیا کوئی اس سے جنگ کرے گا۔ حضرت علی (علیہ السلام) نے فرمایا۔ مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں دو نیکیوں کے درمیان ہوں۔ یعنی اگر میں نے اس کو قتل کر دیا تو وہ جہنم میں جائے گا۔ اور اگر اس نے مجھے قتل کیا تو میں جنت میں جاؤں گا۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ اس سے مقابلہ کرنے کو تم نکلو۔ یہی روایت روضۃ الاحباب اور شرح ابن ابی الحدید میں مرقوم ہے

بیاض ابراہیمی اور روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۰۹ میں ہے کہ عمرو بن عبدود آیا اور گھوڑا دوڑاتا پھرتا تھا یہاں تک کہ خندق سے گزر آیا اور کہتا تھا۔ آیا کوئی ہے جو میرے مقابلہ کو نکلے۔ تمام اصحاب رسولؐ دم بخود تھے۔ ابن عبدود نے کہا۔ کہاں ہے وہ جنت جس کی نسبت تمہارا زعم تھا کہ تم میں سے جو مقتول ہو گا وہ اس میں داخل ہو گا۔ پس۔ اصحاب رسولؐ میں سے کوئی بھی اس کے مقابلہ کو نہ نکلا۔ ابوبکر اور عمر بھی نہ نکلے۔ حالانکہ اس نے ایسی ایسی باتوں سے انکو تین دفعہ طعنہ دیا۔ مگر علیؑ ابن ابیطالب نکلے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا عین ایمان عین کفر کے مقابلہ کو جاتا ہے۔ مولوی عبد اللہ نے اپنی سوانح ارجح المطالب میں مطالب المسئول سے نقل کیا ہے کہ جب عمرو بن عبدود ھل من مبارز کے نعرے لگانے لگا۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے اس کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ نے منع کر دیا۔ عمرو بن عبدود پکار پکار کر طعنہ زنی کرنے لگا کہ کہاں ہے وہ تمہاری جنت جس کی نسبت تمہارا زعم ہے کہ جو شخص تم میں سے قتل ہو گا وہ اس میں داخل ہو گا پھر کیوں تم میں سے کوئی بھی میرے مقابلہ کو نہیں آتا۔ جناب علیؑ یہ سنکر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور مقابلہ کی اجازت چاہی۔ آنحضرتؐ نے اجازت عطا فرمائی۔ اور اپنا عمامہ اپنے سر سے اتار کر حضرت علیؑ کے سر پر باندھا اور فرمایا کہ اسی شان سے چلے جاؤ۔ جب جناب مشکل کشا اس کے سامنے گئے تو وہ یہ رجز کہہ رہا تھا۔ تحقیق میں ھل من مبارز کے نعرے لگاتا لگاتا تھک گیا۔ جب کہ بہادر نامردی کرتے تھے اور میں دلیروں کے مقام میں تھا۔

مستطرف باب چالیس فصل دوم جلد اول ص۲۶۵ پر ہے کہ شجاع وہ ہے جو صف سے نکل کر خود وسط

میدان میں جا کھڑا ہو اور کہے ھل من مبارز نہ یہ کافر کہے ھل من مبارز اور شجاع وہ ہے کہ اس کے دل پر دہشت نہ آئے اور نہ اس پر حیرت چھا جائے۔

ابن اسحاق نے کہا کہ جن سات آدمیوں نے آنحضرتؐ کی نصرت کی۔ وہ علیؑ و عباس و فضل ابن عباس و ابو سفیان بن حارث و جعفر و ربیعہ بن حارث و اسامہ بن زید تھے اور آٹھواں ایمن بن عبید تھا

لطیفہ: صواعق محرقہ میں ہے کہ چونکہ حضرت علی علیہ السلام کو آنحضرت صلعم نے فرما دیا ہوا تھا کہ تمہاری شہادت عبد الرحمٰن بن ملجم کے ہاتھ سے ہوگی اور ابو بکر کو اپنی موت کا علم نہ تھا اسلئے ابو بکر کی ادنٰے دلیری بھی حضرت علی علیہ السلام کی کمال بہادری پر ترجیح رکھتی ہے ناظرین! ابو بکر اور عمر کو بھی تو آنحضرتؐ نے فرما دیا تھا کہ تم میرے بعد بدعات کثیرہ کرو گے اور حقوق اہل بیت کو پامال کرو گے۔ پھر وہ جنگ سے کیوں فرار کر گئے۔ حالانکہ ان کو آنحضرتؐ کی پیشینگوئی پر اگر مسلمان ہوتے تو پورا یقین چاہیے تھا۔

اسماء الرجال مشکوٰۃ میں ہے کہ کسی نے حذیفہ سے پوچھا۔ کہ تم کو منافقین کے نام کس طرح معلوم ہوئے حالانکہ ابو بکر اور عمر تک نہیں جانتے۔ حذیفہ نے کہا کہ شب عقبہ ہم رسول اللہ کی سواری کے پیچھے جاتے تھے حضرتؐ کو نیند آ گئی تو ہم نے چند آدمیوں کو یہ کہتے سنا کہ ہم حضرت کو اونٹ سے گرا دیں کہ حضرتؐ کی گردن ٹوٹ جائے۔ تو ان کے ہاتھ سے خلاصی پائیں۔ حذیفہ کہتا ہے کہ ان کی یہ بات سن کر میں درمیان آ گیا اور آواز کو بلند کیا الیعنی میں ان سے جھگڑا اور لڑا) اس شور کی وجہ سے حضرتؐ بیدار ہو گئے۔ پوچھا کون ہے میں نے عرض کیا میں ہوں حذیفہ۔ پھر پوچھا یہ کون لوگ ہیں میں نے سب کے نام بتلائے حضرتؐ نے فرمایا۔ یہ سب منافق ہیں کسی کو ان کے نام نہ بتانا۔ نافع سے منقول ہے کہ وہ بارہ آدمی تھے۔

استیعاب جلد دوئم ذکر حذیفہ اور احیاء العلوم امام غزالی جلد چہارم مطبوعہ مصر صہ ۱۳۳ اور مدارج النبوۃ جلد دوئم صہ ۲۲۲ میں ہے کہ عمر حذیفہ سے پوچھا کرتا کہ وہ منافقین کون کون ہیں۔ پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ عمر حذیفہ سے کہتا ہے حذیفہ میں بھی منافقین میں سے ہوں۔

سیرت حلبیہ جلد سوئم صہ ۱۴۲ پر ہے کہ مشورہ کیا کہ آنحضرتؐ کو عقبہ (کی نشیب زمین) میں گرا دیں۔ جو تبوک اور مدینے کے درمیان واقع ہے پھر صہ ۱۴۳ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے (جبرئیل سے منافقوں کے نام اور ارادہ سے مطلع پاکر عمار یاسر کو حکم دیا کہ وہ ناقہ کی مہار پکڑے اور حضرت حذیفہ کو حکم دیا کہ وہ پیچھے سے ہنکائیں جب عقبہ سے صحیح و سالم نکل آئے۔ تو اسید بن حضیر صحابی نے عرض کیا اگر حکم ہو تو ہم ان منافقوں کو قتل کریں۔ آنحضرتؐ نے اجازت نہ دی۔

میزان الاعتدال صہ ۲۲ اور اسماء الرجال مشکوٰۃ شیخ عبد الحق صہ ۳۷ میں ہے کہ عمر اکثر حذیفہ سے حدیث

عقبہ کو ضیافت کیا کرتا۔ اور پوچھا کرتا کہ آیا تم مجھ میں علامات نفاق پاتے ہو۔

تفسیر درمنثور ص۹۳ اور کنز العمال کتاب سوئم باب ہفتم فصل چہارم سورہ آل عمران میں ہے کہ عمر نے کہا کہ میں جنگ احد کے دن بھاگ کر پہاڑی پر چڑھ گیا۔ اور وہاں میں پہاڑی بکری طرح اچکتا تھا

تفصیل الشیخین شاہ ولی اللہ اور منہاج الکرامہ منہج ثانی جواب دلیل ہفتم اور اربعین فخر رازی اور حبیب السیر میں ہے کہ ابوبکر اور عمر جنگ خیبر میں شکست یاب ہوئے اور پھر حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر خیبر کا قلعہ فتح ہوا۔

تاریخ خمیس ص۲۳۰ پر ہے کہ عمر نے کہا یا حضرت ہم اپنا دین کیوں چھپائیں جبکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر حضرتؐ نے فرمایا ابھی ہم کم ہیں تم دیکھ چکے ہو۔ جو مصیبت ہم پر (ابوبکر کے اصرار کیوجہ سے) ابھی ابھی پہنچی ہے۔ اور نیز اسی کتاب میں ہے کہ جب عمر اسلام لایا تو کفار نے مشورہ کیا (خلاف حکم رسولؐ عمر کی ناہنجار شوخیوں کیوجہ سے) کہ آنحضرتؐ کو قتل کرنا چاہیے چنانچہ حضرت ابوطالبؑ سب کو شعب ابوطالب میں لے گئے اور وہاں تین برس تک محصور رہے۔ واضح ہو کہ اس زمانہ محصوری میں ابوبکر اور عمر آنحضرتؐ کے ساتھ نہ گئے بلکہ مکہ ہی میں رہے۔ بخاری جلد چہارم ص۹۳ پر ہے کہ عمر نے کہا یا حضرتؐ آپ ہم کو ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ مگر اپنے نفس سے نہیں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا۔ قسم اس کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہم کو اپنی جان سے زیادہ عزیز نہ رکھے۔

اسد الغابہ ص۲۹۲ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ اگر صدقہ نہیں دوگے اور جہاد نہیں کروگے تو داخل جنت کیونکر ہو سکوگے۔

معالم التنزیل سورہ توبہ آیہ یحذر المنافقون کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ خدا نے قرآن مجید میں ستر (۷۰) منافقوں کے نام اور ان کے باپ کے نام نازل فرمائے تھے۔

بخاری باب لیس لک من الامر شیء کتاب التفسیر القرآن سورہ آل عمران مطبوعہ مصر جلد سوئم ص۔۔ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ نماز فجر کی آخری رکعت سے سر اٹھاتے۔ اور فرمایا کرتے "اللھم العن فلاناً و فلاناً و فلاناً"

سورہ بقر میں ہے، "کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم" ترجمہ اے مسلمانو۔ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اگرچہ تم پر شاق ہو۔ پھر اسی سورہ میں ہے۔ "وقاتلوا فی سبیل اللہ" ترجمہ اے مسلمانو! خدا کی راہ جہاد کرو۔ سورہ نسا میں ہے "الذین امنو یقاتلون فی سبیل اللہ" ترجمہ۔ ایمان والے تو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

خدا کے مندرجہ ارشادات کے مطابق ثابت ہوا کہ حضرات ثلاثہ نہ تو مسلمان تھے اور نہ ہی مومن۔

جنگ حنین میں حضرات ثلاثہ کا بھاگ جانا جو ۸ھ میں ہوا یعنی آنحضرتؐ کی وفات سے صرف دو سال پہلے۔ صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرات ثلاثہ کے دل میں رائی بھر بھی نور ایمان نہ تھا۔ بیعت کے لغوی معنے اپنے آپ کو بیع کر دینا ہے۔ جو چیز بیع کر دی جائے۔ پھر بیع کنندہ کا اس چیز سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اگر حضرات ثلاثہ نے صدق دل سے اپنے آپ کو آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیع کیا ہوتا۔ تو ان کا جنگوں سے فرار کرنا ناممکن تھا۔

کئی دفعہ ایسا موقعہ ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرات ثلاثہ کو کسی کافر کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا ہے اور انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ اور انکار بھی ایسے الفاظ میں کیا ہے۔ جس کے سننے سے دوسرے مسلمانوں پر خوف اور دہشت طاری ہو جائے۔ پس کیا میں یہ کہنے کا حق نہیں رکھتا ہوں۔ کہ حضرات ثلاثہ کے دل میں کفار کی دلی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

جب کبھی حضرات ثلاثہ کو آنحضرتؐ نے امیر لشکر بنا کر بھیجا ہے۔ بے چارے شکست کھا کر الٹے پاؤں پھر آئے ہیں اور جب کبھی آنحضرتؐ کو گھمسان کی جنگ کرنی پڑی ہے یہ آنحضرتؐ کو نرغہ کفار میں گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ہم انہیں اصحاب رسولؐ کہیں تو کس دلیل سے کہیں مسلمان کہیں تو کیونکر کہیں اور مومن کہیں تو کیوں کہیں ہم ان تینوں کو اسلام اور ایمان سے سرتاپا معرا دیکھتے ہیں اور یہ خود بھی اپنے آپ کو وہی سمجھتے تھے۔ جو ہم ان کو سمجھتے ہیں گویا ان کے ایمان کے متعلق ان کا اور ہمارا ایک ہی خیال اور ایک ہی اعتقاد ہے۔ سنی لوگ خواہ مخواہ انہیں مومن کہہ کر انہیں ایذا دے رہے ہیں۔ کیا یہ نادان لوگ ان کے دل کی حالت ان سے زیادہ جانتے ہیں۔

حضرات ثلاثہ نے اسی پر بس نہیں کیا کہ جنگوں سے بھاگ گئے تھے بلکہ کئی کئی دن تک مفقود الخبر رہے وہ ڈرتے تھے کہ انہیں کہیں پھر اسی آگ میں پڑنے کا حکم صادر نہ ہو۔ خلافت ہو ایسی ہو اور ایمان ہو تو ایسا ہو۔ اگر آنحضرتؐ کے دو چار ایسے یار ہوتے تو آنحضرتؐ گھر میں بیٹھے بٹھائے تمام دنیا مسخر کر لیتے۔ ایسے پاک نفوس پر ایک لمحہ میں ہزار دفعہ..... بھیجنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

خداوند عالم نے جہاد کے دوران میں فخر و مباہات کے طور پر حضرت علیؑ کی شجاعت اور فدائیت اور ایمان کی تعریف کی اور آپؑ کو تمام مخلوقات پر سبقت عطا کی مگر حضرات ثلاثہ کی شان میں بھی کچھ کم تعریفی الفاظ نہیں فرمائے۔ سورہ انفال میں ہے۔ او متحیزا الی فئة فقد باء بغضب من اللہ و ماواہ جہنم و بئس المصیر۔ ترجمہ:۔ جو شخص کفار کی طرف پیٹھ پھیرے۔ یعنی

بھاگ جائے۔ وہ یقیناً خدا کے غضب میں آگیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

حضرات ثلاثہ کا جنگوں سے فرار اختیار کرنا۔ اور آنحضرتؐ کو نرغہ اعدا میں محصور چھوڑ جانا ظاہر کرتا ہے کہ ان کی خواہش تھی کہ آنحضرتؐ قتل ہو جائیں۔ اس بات کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جب چودہ اشخاص نے جن میں حضرات ثلاثہ بھی شامل تھے۔ آنحضرتؐ کے قتل کا مشورہ کیا۔ مگر راز افشا ہو جانے پر کامیاب نہ ہو سکے۔

مسلمان تو بجائے خود رہے۔ غیر مسلم بھی جب کوئی قوت اور بہادری کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ زبان سے یا علیؑ، یا علیؑ پکارتے سنے جاتے ہیں۔ کبھی ایسا سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا کہ کسی مسلمان نے بھی یا ابوبکر یا عمرؓ یا عثمانؓ، یا معاویہ، یا یزید وغیرہ کہا ہو۔ یہ قدرت کا انصاف اور فیصلہ ہے۔ جس کے آگے تمام دنیا کا سر تسلیم خم ہے۔

تجہیز و تکفین حضرت رسول اللہ صلعم

مولوی شبلی نے الفاروق حصہ اول صفحہ ۶۱ پر لکھا ہے کہ یہ سچ ہے کہ ابوبکر اور عمر وغیرہ آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے اور یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے سقیفہ میں پہنچ کر خلافت کیلئے انصار سے معرکہ آرائی کی۔ اور اس طرح ان کوششوں میں رہے کہ گویا ان پر کوئی حادثہ پیش ہی نہیں آیا نیز یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار سے بلکہ بنی ہاشم اور حضرت علی علیہ السلام سے بزور منوانا چاہا۔

شرح فقہ ملا علی قاری صفحہ ۱۷۵ پر ہے کہ اہل سنت اور معتزلہ کا یہی مذہب ہے کہ خلیفہ کا بنانا لوگوں پر موقوف ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص امام وقت کی پہچان کے بغیر مر جائے وہ جاہل مرتا ہے اس لئے اصحاب رسولؐ نے خلیفہ سازی کے کام کو دفن رسولؐ پر مقدم جانا۔

کنز العمال اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ سعید بن یربوع سے منقول ہے کہ ایک روز جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام تشریف لائے اور آپ غمناک اور حزین تھے۔ ابوبکر نے کہا۔ آپؑ کو میں آج غمگین دیکھتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا ہے مجھے اس واقعہ نے غم ناک کر رکھا ہے۔ جس نے تم کو غم ناک نہیں کیا لیعنی وفات آنحضرت صلعم۔

مودۃ القربیٰ میں ہے کہ رسول اللہ کے غسل میں سوائے گھر والوں کے کوئی شریک نہ تھا۔ یہی روایت احمد حنبل اور ابو عمرہ اور دیلمی نے بھی لکھی ہے۔

عقیل لکھتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے تھے کہ کیا تم میں سے میرے سوائے کوئی ایسا ہے جو سب سے بعد رسول اللہ سے جدا ہوا ہو۔ جس وقت اس نے آنحضرت کو قبر میں اتارا ہو۔

کنز العمال کتاب الشمائل باب غسل نبیؐ میں ہے کہ حاکم نے مستدرک میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کا کفن و دفن صرف چار اشخاص یعنی علیؑ اور عباس اور فضل ابن عباس اور صالح جو آنحضرت کا غلام تھا نے کیا ان کے سوائے کوئی شخص شامل نہ تھا۔

مجمع البحار۔ گجراتی ص۵ جلد اول میں ہے کہ نہایہ ابن کثیر میں ہے کہ آنحضرتؐ کا کفن و دفن علیؑ اور عباس نے کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اوس بن خولی اور اسامہ بن زید اور چند بنی ہاشم بھی شامل تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرتؐ کا غلام شقران اور اسامہ بوقت غسل نبیؐ دروازہ پر تعینات تھے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ آنحضرتؐ کو علیؑ و عباس و عقیل ابن ابیطالب و اوس بن خولی اور اسامہ بن زید نے غسل دیا۔ مسند احمد حنبل میں ہے کہ عبداللہؓ بن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ کے غسل میں علیؑ اور عباس اور عباس کے دو بیٹے فضل اور قثم اور اسامہ اور صالح شریک تھے۔ پھر اوس بن خولی کو شریک غسل ہونے کی اجازت دی گئی۔ پھر عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ کہ میں نے آنحضرتؐ کو چھاتی سے سہارا دیا۔ عباس اور فضل اور قثم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہو کر آنحضرتؐ کا پہلو اٹھاتے تھے اور اسامہ اور صالح پانی ڈالتے تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام غسل دیتے تھے آنحضرتؐ کو آب خالص اور آب سدر سے غسل دے کر خشک کیا گیا اور تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ جن میں دو کپڑے سفید اور ایک یمنی چادر تھی پھر عباس نے ابو عبیدہ جراح اور ابو طلحہ سہل انصاری کو بلا بھیجا کہ آنحضرتؐ کیلئے قبر کھود دیں۔ معلوم ہوا کہ ابو عبیدہ کہیں چلا گیا ہے (سقیفہ میں) ابو طلحہ مل گیا۔ جس نے قبر کھودی۔ عباس نے اس حالت یاس و تنہائی میں فرمایا خداوند۔ تو ہی اپنے رسولؐ کے لئے زمین کو شگافتہ کر دے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں بروایت سعد بن مسیب لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے کفن و دفن میں صرف چار (۴) آدمی حضرت علیؑ و عباس و فضل و صالح شریک تھے۔

کنز العمال کتاب الشمائل باب دفن نبیؐ میں بروایت حضرت صادق علیہ السلام لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کو غسل دیا اور عباس پانی ڈالتا رہا اور اسامہ اور شقران دربانی کرتے رہے۔ نماز جنازہ حضرت علیؑ اور عباس نے ایک صف میں پڑھی۔ عباس نے پانچ تکبیریں کہیں اور آنحضرت کو دفن کر دیا۔ یہی حدیث ابن معروف نے بروایت عبد الصمد لکھی ہے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کو میں نے اور عباس اور

عقیل اور اسامہ اور اوس بن خولی انصاری نے قبر میں اتارا۔ اور انہیں نے کفن دیا۔

بخاری اور مسند احمد حنبل جلد اول ص۵۶ اور قسطلانی جلد دہم مطبوعہ نولکشور ص۳۰ اور مجمع البحار علامہ طاہر گجراتی جلد سوئم ص۳۹ اور شرح کرمانی اور شرح عینی اور تیسیر الباری اور نہایۃ العقول امام رازی میں ہے کہ عمر نے کہا کہ خدا کی قسم جس کام کو چھوڑ کر (آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین) ہم حاضر ہوئے تھے۔ (یعنی سقیفہ میں جمع ہوئے تھے) اس کام کو ہم نے ابوبکر کی بیعت سے ضروری نہ جانا۔ ہم کو خطرہ تھا کہ اگر ہم اس گروہ سے الگ ہوئے اور بیعت (بیعت ابوبکر) نہ ہوئی تو لوگ اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنا لیں گے اور خواہ ہم ان کی بات اپنی مرضی کے خلاف مان لیں۔ اور خواہ ان کی مخالفت کریں اور فساد ہو جائے۔

بخاری کتاب الجنائز باب موت یوم الاثنین اور کشف المغطا ص۱۵۶ میں ہے کہ عائشہ سے روایت ہے کہ میں ابوبکر کے پاس گئی تو اس نے مجھ سے پوچھا تم نے رسول اللہ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا۔ میں نے جواب دیا کہ سفید رنگ کے تین سحولی کپڑوں میں۔ (سحول ایک گاؤں ہے جو کپڑا بننے میں مشہور تھا) ان میں قمیض اور عمامہ نہ تھا۔ پھر ابوبکر نے پوچھا رسول اللہ کی وفات کس دن ہوئی میں نے کہا کہ دوشنبہ کے روز۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے یہ ذکر عائشہ سے صیغہ استفہام میں کیا تھا تاکہ اس کا غم غلط ہو۔ البتہ یہ درست ہے کہ ابوبکر آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین حاضر نہ تھا۔

تاریخ صغیر بخاری ص۲۳ پر ہے کہ عائشہ کہتی ہے کہ جب آنحضرتؐ فوت ہوئے اسوقت ابوبکر سنح میں تھا یہ ایک مقام ہے جو مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ جہاں ابوبکر کا گھر تھا۔

کنز العمال جلد سوئم ص۱۴۰ ارجح المطالب باب چہارم ص۲۴۲ تاریخ اسلام جلد دوئم ص۲۳ تاریخ صغیر بخاری ص۲۳ بخاری پارہ ششم کتاب الجنائز باب موت یوم الاثنین ص۱۰ مترجم بخاری پارہ چودہواں کتاب المناقب حالات سقیفہ ص۲۲ پر ہے کہ ابوبکر آنحضرتؐ کی نعش اطہر کو بلا کفن و دفن چھوڑ کر عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ جراح کے ساتھ سقیفہ کو چلا گیا۔

تفریح الاحباب میں ہے کہ جس رات ابوبکر اور عمر فوت ہوئے اسی رات کو دفن کر دیئے گئے مسند احمد حنبل میں بروایت عائشہ لکھا ہے کہ جب ابوبکر کا وقت وفات ہوا تو ابوبکر نے پوچھا آج دن کون ہے لوگوں نے کہا پیر کا دن ہے۔ کہا۔ اگر میں آج رات مر جاؤں تو کل صبح تک مجھے رکھ چھوڑنا کیونکہ مجھے دنوں اور راتوں سے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں رسول اللہ سے اقرب ہوں۔ یعنی آنحضرت کا جنازہ تین دن بلا کفن پڑا رہا۔ اور میری نعش بھی بلا دفن رکھ چھوڑنا۔

تاریخ الخلفا سیوطی میں ہے کہ عروہ اور قاسم نے اخراج کیا ہے کہ ابوبکر نے عائشہ کو وصیت

ی کہ مجھ کو رسول اللہ کے پہلو میں دفن کیا جائے چنانچہ اس کو پہلوئے رسولؐ میں دفن کر دیا گیا۔

روضۃ الصفا جلد دوم ص۲۱ پر ہے کہ آنحضرت نے انتقال فرمایا۔ جبکہ جناب امیر علیہ السلام کے سینہ پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور سر مبارک ان کے کندھے پر تھا۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص۵۵۵ پر ہے کہ آنحضرتؐ جناب امیر علیہ السلام سے گفتگو فرما رہے تھے کہ حالت غیر ہو گئی۔ اور حضرتؐ کا آب دہن جناب امیرؑ کے سینہ پر تھا۔ تب عورتوں نے پس پردہ سے بے صبری کا اظہار کیا۔ یعنی نوحہ و بکا کیا۔

شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران ص۳۳ پر ہے کہ بعض کا قول ہے کہ آنحضرتؐ پیر یعنی دو شنبہ کے دن فوت ہوئے۔ اور چہارشنبہ کو دفن ہوئے کیونکہ قوم بیعت کا امر طے کرنے میں مصروف تھی۔ صواعق محرقہ مطبوعہ مصر مقدمہ ثانیہ ص۱۱ و شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص۱۷۵ اور بغیۃ الرائد نواب مولوی صدیق حسن ص۹۲ اور فتح الباری جلد ۳ ص۳۵ پر ہے تو جان کہ تمام اصحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ بعد نبوت امام کا نصب کرنا واجب ہے اور ایسا اہم واجب ہے کہ نصب امام میں مصروف ہونے کی وجہ سے اصحاب آنحضرتؐ کے کفن و دفن میں شریک نہیں ہوئے۔

تاریخ طبری وفات ابوبکر میں ہے کہ ابوبکر نے عمر کو کہا۔ کہ جب میں مر جاؤں۔ تو خبردار میرے غم میں مشغول نہ ہونا اغم لینا۔ (عمر کی عین خوشی کا موجب ہے) جیسا کہ تو خود دیکھ چکا ہے کہ میں رسول اللہ کے غم میں مشغول نہیں ہوا تھا۔

مجمع البحار گجراتی جلد سوم میں ہے کہ اگر بیعت لینا چھوڑ دیا جاتا تو بڑا فساد ہوتا۔ بخلاف دفن رسولؐ کے جس کے متکفل علی و عباس وغیرہ تھے علامہ کرمانی نے انہی الفاظ میں اپنی رائے لکھی ہے۔

بخاری جلد ۱ ص۱۸۱ پر ہے کہ دفن رسولؐ میں شریک ہونے سے امر خلافت مقدم تھا۔ نہایت العقول امام رازی جلد اول ص۲۳۴ پر ہے کہ صحابہ رسول نے سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف جلدی کی اور چھوڑ دیا۔ سب سے بڑے کام کو اور وہ دفن رسولؐ تھا۔

تاریخ طبری جلد سوم ص۱۹۸ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو ابوبکر غائب تھا تین روز کے بعد آیا۔ اور اس عرصہ میں کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ حضرتؐ کا چہرہ کھول کر دیکھے۔ یہاں تک کہ حضرتؐ کا پیٹ پھول گیا۔ (نعوذ باللہ) ابوبکر نے چہرہ کھولا اور حضرتؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور کہا۔

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں (مگر ابوبکر فدا نہ ہوا)

سیرۃ حلبیہ ص۳۹۵ پر ہے کہ سالم بن عبید نے جا کر ابوبکر کو وفات رسولؐ کی اطلاع دی۔ پھر لکھا ہے کہ حفصہ نے اپنے باپ عمر کو مگر ان میں سے کوئی نہ آیا۔ یہاں تک کہ رسولؐ نے انتقال کیا۔

استیعاب جلد دوم ص۶۶۴ پر ہے کہ ابوذویب کہتا ہے کہ ہم جو مسجد میں آئے تو مسجد کو خالی پایا۔

اس وقت حضرتؐ کے مکان سے رونے کی آواز بلند تھی۔ مسلمانو! اہل بیت محمدؐ تو وفات محمدؐ پر اس بلند آوازی سے گریہ فرمائیں کہ بیرون خانہ آواز جائے اور تم کہو کہ رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے حالانکہ جب کوئی تمہارا قریبی مرتا ہے تو تم روتے بھی ہو اور تمہاری عورتیں دونو ہاتھوں سے سینہ اور ہاتھا کوٹتی ہیں اور سر گنجا کر لیتی ہیں۔ (ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور) اور آنحضرتؐ لٹائے ہوئے تھے اور صرف آپؐ کے اہل عیال پاس تھے پوچھا اور مسلمان کہاں ہیں۔ کہا سقیفہ کو چلے گئے ہیں وہاں جاکر ابوبکر اور عمر اور عبیدہ اور سالم اور ایک جماعت قریش کو پایا۔

کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد سوئم صفحہ ۱۴۰ پر اور کتاب الاکتفا ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی میں ہے کہ عروہ ابن الزبیر کہتا ہے کہ ابوبکر اور عمر دفن رسولؐ میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ وہ دونو انصار (سقیفہ) میں تھے پس آنحضرتؐ دفن کر دئے گئے۔ قبل اس کے کہ وہ دونو واپس آئیں۔ نیز اسی روایت کو ابن ابی شیبہ نے بھی لکھا ہے۔

سیرت حلبیہ صفحہ ۳۹۵ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے دو شنبہ یعنی سوموار کی دوپہر کو انتقال فرمایا وہ دن تمام اور شب سہ شنبہ یعنی منگل کی رات اور روز سہ شنبہ یعنی منگل کا تمام دن اور شب چہار شنبہ یعنی بدھ کی رات یونہی بلا دفن پڑے رہے کیونکہ سب کے سب (سوائے حضرت علیؑ عباسؓ فضل ابن عباس صالح غلام آنحضرتؐ) بیعت ابوبکر میں مشغول تھے یہاں تک کہ بیعت پوری ہوئی۔ ناظرین آنحضرتؐ پیر کی دوپہر کو فوت ہوئے اور بدھ کی رات تک دفن نہیں ہوئے تو جمعرات کو کسی وقت دفن کئے گئے ہیں اس حساب سے آنحضرتؐ کی نعش مبارک پورے تین دن اور تین رات بلا دفن پڑی رہی۔

زاد المعاد ابن القیم جلد اول صفحہ ۱۴۲ پر ہے کہ ابوبکر اور عمر پر نماز جنازہ مسجد کے اندر پڑھی گئی اور تمام مہاجرین و انصار اس میں شریک تھے۔ زاد المعاد ابن القیم جلد اول صفحہ ۱۴۲ پر ہے کہ ابوداؤد سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جو شخص نماز جنازہ مسجد میں پڑھے اس کو کچھ بھی نہیں۔ یعنی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ پھر صفحہ ۱۴۲ پر ہے کہ آنحضرتؐ کی سنت تھی کہ نماز جنازہ بیرون مسجد پڑھا کرتے سوائے کسی عذر کے۔

تاریخ خمیس جلد دوئم صفحہ ۲۶۳ پر ہے کہ ابوبکر پر عمر نے نماز جنازہ مسجد رسول اللہ میں درمیان قبر و منبر پڑھی اور سریر پر اٹھایا گیا جس پر رسول اللہ اٹھائے گئے تھے۔ اور عمر و عثمان۔ طلحہ اور عبدالرحمان بن ابی بکر قبر میں اترے اور رات ہی کے وقت دفن ہوئے۔ یعنی ابوبکر دو شنبہ کی شب کو فوت ہوا اور اسی دو شنبہ کی شب کو دفن کر دیا گیا۔ مگر آنحضرتؐ کی نعش تین شب و روز بلا دفن پڑی رہی۔

حضرات ثلاثہ کا آنحضرتؐ کے کفن و دفن میں شریک نہ ہونا ان کے دامن ایمان پر ایسا بد نما

داغ ہے جو لاکھ بار دھونے سے دھل نہیں سکتا۔ اگر ثلاثہ آنحضرتؐ کو رسولؐ سمجھتے اگر ان کے دل میں آنحضرتؐ کی کچھ بھی قدر و منزلت یا محبت ہوتی۔ اور اگر تمدن۔ تہذیب۔ اخلاق اور انسانیت سے ذرہ بھر بھی بہرہ اندوز ہوتے۔ تو ان سے ایسی ملحدانہ حرکت ہرگز ظہور پذیر نہ ہوتی حقیقت یہ ہے کہ وہ دیر سے منتظر تھے کہ کب آنحضرتؐ رحلت فرمائیں اور ہم نخل اسلام جڑ سے اکھاڑیں۔

اس وقت بھی مدینہ کی آبادی ہزارہا گھروں پر مشتمل تھی۔ قرب و جوار کے مواضعات مزید برآں تھے۔ نہایت تعجب کا مقام ہے ایسا جلیل القدر رسولؐ فوت ہو جو دین اور دنیا کا یکساں شہنشاہ ہو اور اس کے جنازہ میں سات یا نو آدمی شریک ہوں۔ یہ کہنا کہ آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہونے کی بجائے تصفیہ خلافت زیادہ اہم اور ضروری تھا۔ محض از راہ ثلاثہ پر پردہ ڈالنے کی غرض سے ہے مرید برائے ثلاثہ کا دل ٹٹولیں تو ظاہر ہو گا کہ وہ خود حضرات ثلاثہ کی اس ۔۔۔ حرکت کو ناپسند کرتے ہیں۔ مگر انہیں حمایت ثلاثہ کا ۔۔۔ حق گوئی اور حق پژوہی کی طرف نہیں آنے دیتا۔

کسی شہر میں کوئی ایسا مسافر مر جائے جسے کوئی اہل شہر نہ جانتا ہو اور بیکس و تنہا فوت ہو۔ تو بھی اس کے جنازہ پر دیکھا دیکھی یا خدا ترسی کے خیال سے بیس تیس اشخاص جمع ہو جاتے ہیں۔ مگر افسوس آنحضرتؐ کو اپنے گھر میں اپنے وطن میں اور اپنے مسلمانوں میں مسافروں کا سا بھی جنازہ میسر نہ ہوا۔ کہاں ہیں۔ وہ نام کے مسلمان جو حضرات ثلاثہ کی حمد و ثنا میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں ادھر آئیں اور ایمان سے گریبان میں منہ ڈال کر خدا لگتی کہیں کہ آیا حضرات ثلاثہ آنحضرتؐ پر دل و جان سے فدا تھے یا آپؐ کے مار آستین تھے

تا زاہد عمرو بکر و زیدی

اخلاص طلب مکن کہ شیدی

نیز کس قدر افسوس کی جگہ ہے کہ آنحضرتؐ کی قبر کھودنے کے لئے گورکن نہ مل سکا۔ جب آنحضرتؐ دفن ہو چکے تو حضرات ثلاثہ نے جنازہ پڑھنے کیلئے قبر کھود کر آنحضرتؐ کی نعش باہر نکالنی چاہی مگر حضرت علیؑ کی مزاحمت سے آنحضرتؐ کی مزید بے حرمتی نہ کر سکے۔ پھر حضرات ثلاثہ اور یاران ثلاثہ نے قبر رسولؐ پر جنازہ پڑھا۔ جو شرعاً ناجائز ہے۔

حضرت عمر صاحب بعد از حضرت رسول اللہ صلعم

کنز العمال میں بروایت عمر بن خطاب لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو عمر نے

کہا کہ حضرت کی روح کو اسی طرح آسمان پر لے گئے ۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ کی روح کو لے گئے تھے ۔ پھر عمر نے خطبہ دینا شروع کر دیا اور مخالفین کو ڈرانے لگے ۔ اور کہتے تھے کہ آنحضرت جب تک منافقوں کے ہاتھ اور زبان قطع نہ کریں گے انتقال نہ فرمائیں گے ۔ عمر کی اسوقت یہ حالت تھی کہ لب جھاگ سے بھرے ہوئے تھے ...... حضرت عباس نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا ۔ تم لوگ آنحضرتؐ کو دفن کرو حضرتؐ کی شان اس سے ارفع ہے کہ دو دفعہ انتقال فرمائیں اور عمر بن مکتوم آیہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افئن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم کی تلاوت کر رہے تھے یعنی محمد ایک رسولؐ ہیں جن کے قبل بہت سے رسول گزر چکے ہیں ۔ تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل ہوں تو تم سب مرتد ہو جاؤ گے ۔

حضرت عباس اور عمر بن مکتوم اسی طرح عمر بن خطاب کو فہمائش کر رہے تھے کہ ابو بکر اپنی سواری پر سوار موضع سنح میں آ گیا ۔ پھر جلدی سے مسجد کی طرف آیا اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے منبر کے پاس جا پہنچا ۔ عمر نے ابو بکر کو دیکھا اور بیٹھ گیا اس کے بعد ابو بکر نے بھی وہی آیہ قرآنی پڑھی ۔ جو عمر بن مکتوم پڑھ رہا تھا ۔ جس پر عمر نے کہا ہم تو آج تک جانتے بھی نہ تھے کہ یہ آیت قرآن میں موجود ہے ۔

تاریخ الخلفا سیوطی میں ہے کہ ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں ابو صالح سے روایت لکھی ہے کہ جب ابو بکر کے زمانہ میں یمن کے لوگ آئے اور انہوں نے قرآن سنا تو انہوں نے رونا شروع کر دیا ۔ اس پر ابو بکر نے کہا پہلے ہماری بھی یہی حالت تھی ۔ پھر تا بہ مرد دل سخت پتھر ہو گئے ۔

جب آنحضرتؐ فوت ہوئے تو عمر بن خطاب ننگی تلوار لئے گلی کوچوں میں گھومتا پھرتا تھا ۔ اور بلند آواز سے کہتا تھا میں اسے قتل کر دوں گا ۔ جو یہ کہے گا کہ آنحضرتؐ فوت ہو گئے ہیں ۔

علمائے اہل سنت کہتے ہیں کہ عمر اس وقت وفات رسولؐ کے صدمے سے حواس باختہ ہو کر ایسی بے معنی باتیں کر رہا تھا ۔ صدمہ وفات رسولؐ کی بھی مریدان عمر نے اچھی کہی ۔ عمر تو چاہتا ہے اور نہایت ہوشیاری اور عیاری سے چاہتا ہے کہ وفات رسولؐ کی خبر اسوقت تک صیغہ راز میں رہے جب تک وہ ابو بکر کو جوڑ توڑ کر کے مسند خلافت پر نہ بٹھا لے ۔ مگر مریدانِ عمر نا معقول اور لچر تاویلوں کے دلدادہ ہیں ۔

غور طلب امر یہ ہے کہ عمر کی یہی حواس باختگی آناً فاناً کافور ہو جاتی ہے اور وہ میدان سقیفہ خلافت سازی کیلئے مشغول جنگ و جدل ہو جاتا ہے ۔

اگر عمر وفات رسولؐ کے صدمہ سے حواس باختہ ہو گیا تھا ۔ مزہ تو تب تھا کہ وہ تلوار اپنے پیٹ میں گھونپ کر کہتا کہ معشوق کی موت کے بعد عاشق کا جینا لا حاصل ہے یا پتھر سے سر ٹیک کر مر جاتا ۔ جو

عام دلدادوں کا شیوہ ہے۔

عاشق نے اپنے معشوق کی دلدادگی کا کیا اچھا ثبوت دیا۔ کہ جنازہ میں دو تین گھنٹے تک صرف ذکر سکا۔ اور پھر معشوق کے لواحقین کو تہ تیغ کرنے اور ان کے گھر بار کو جلا دینے کی ہنگامی کوشش میں محو ہو گیا۔ بالعموم معشوقوں کو ستم شعار کہا جاتا ہے مگر یہاں حضرت عاشق جفا کار ہیں۔

نادان گربہ انبارہ نجاست پر بڑی احتیاط سے مٹی ڈال کر سمجھتی ہے کہ اب اس نجاست کا انسانی نگاہوں میں آجانا محال ہے۔ مگر نجاست کی تعفن خود بخود پھوٹ کر نجاست کا پتہ دے دیتی ہے۔

خلفاء ثلاثہ

تاریخ الخلفا ص ۲۳۸ پر ہے کہ خلفا تین ہیں۔ پہلا ابوبکر اہل ردہ کے قتل میں۔ دوسرا عمر بن عبدالعزیز ردمظالم میں۔ تیسرا متوکل سنت کے زندہ کرنے اور اہل تنجیم کو مارنے میں۔ اس سے چند سطر اوپر لکھا ہے کہ اس نے سنت کی طرف رغبت ظاہر کی اور اہلسنت کی مدد کی۔ ناظرین۔ اس مضمون سے ایک تو یہ ثابت ہوا۔ کہ عمر اور عثمان خلیفہ رسولؐ نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ چونکہ متوکل نے بیدریغ شیعان علیؑ اور سادات کو قتل کیا اور روضہ امام حسین علیہ السلام کو منہدم کر کے اس پر ہل چلوایا اور دریا کا پانی روضہ کی طرف بہا دیا اسلئے اس خلیفہ کو بہ اظہار تشکر و امتنان محی مذہب اہلسنت قرار دیا۔

اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق محی الدین اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو حمایت ثلاثہ اور عداوت اہل بیت میں عمر بھر کوشاں ہے۔ اہل سنت کی نگاہ میں معاویہ محی الدین اول۔ یزید محی الدین ثانی اور متوکل محی الدین ثالث تھا۔ شیخ عبدالقادر گیلانی۔ امام بخاری ان تینوں کے خوشہ بردار تھے۔ اب بھی ہزارہا متعصب اور جاہل اشخاص صفحہ عالم پر موجود ہیں۔ جو قتل انسان کو محض تخالف اعتقاد کی بنا پر شرعاً جائز سمجھتے ہیں۔

مقابلہ فتوحات عمریہ و ولیدیہ

جب شیعہ حضرات مناظرہ میں سنیوں کا دم ناک میں کر دیتے ہیں تو ان کے پاس عمر کی حمایت میں یہی ایک ہی دلیل رہ جاتی ہے کہ عمر نے اپنے عہد خلافت میں یہ فتوحات کئے۔ جاہل یہ نہیں سمجھتے کہ فتوحات ملکی ایک نفسانی غرض ہوا کرتی ہے۔ اس کو بطور حق خلافت پیش کرنا دیوانہ پن نہیں۔

تو اور کیا ہے۔ اور اگر فتوحات ملکی ہی سنیوں کے قول کے مطابق استحقاق نیابت رسولؐ کو ظاہر کرتی ہیں
تو سنیوں کے گیارھویں خلیفہ ولید کو عمر و بکر و عثمان پر بدرجہا فضیلت حاصل ہے جو سنی عقیدہ کے
سراسر خلاف ہے۔ تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۵۲ پر ہے کہ ابن ابی عبلہ نے کہا کہ خدا ولید پر رحم کرے اور کہاں ہو
سکتا ہے مثل ولید جس نے سندھ اور اندلس فتح کیا، اور مسجد دمشق بنوائی اور فقرا و مساکین پر مساجد بیت المقدس
میں روپیوں کی تھیلیاں تقسیم کرواتا۔ ۸۶ھ میں اپنے باپ عبدالملک کی جگہ پر خلیفہ ہوا۔ ۸۷ھ میں مسجد
دمشق بنوانی شروع کی اور مسجد نبویؐ بنوانے اور وسیع کرنے کا حکم دیا۔ بیکند، بخارا، سردانیہ، مطمورہ، قمیقم
اور بحیرہ فرسان فتح کیا۔ ۸۸ھ میں جرثومہ اور طوانہ فتح کیا۔ ۸۹ھ میں جزیرہ منورقہ فتح کیا۔ ۹۱ھ میں
نسف کش شعران، مدائن اور بحر آذربائیجان کے قلعے فتح کیے۔ ۹۲ھ میں اقلیم اندلس، ارماییل اور قتربون فتح
کیا۔ ۹۳ھ میں ایبل، کرخ، برہم، باجہ، بیضا، خوارزم، سمرقند اور سندھ فتح کیا۔ ۹۴ھ میں کابل، فرغانہ، شاش
اور سندرہ وغیرہ فتح کیا۔ ۹۵ھ میں موقان اور مدینۃ الباب فتح کیا۔ ۹۶ھ میں طوس فتح کیا اور اسی سال ولید
نے ۵۱ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ فرمائیے۔ ولید عمر خطاب سے بدرجہا بہتر ہوا یا کہ نہ۔ نیز سنئے کہ ولید نے
یہ فتوحات اپنے شوق اور مرضی سے کی ہیں۔ مگر عمر کے عہد میں جو جو فتوحات ہوئیں عمر نہ چاہتا تھا۔ بلکہ سرداران
لشکر خود بخود بطمع غنیمت آگے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے چنانچہ تاریخ کامل جلد دوم صفحہ ۲۰۴ پر ہے کہ عمر نے
کہا کاش ہمارے اور ان کے (مخالف جنگ آور قوم میں) درمیان کوئی دیوار حائل ہوتی تاکہ نہ وہ ادھر آتے
اور نہ ہم ادھر جاتے۔ یعنی اپنے اپنے مقبوضات میں صبر و قناعت میں بسر اوقات کرتے۔

ولید نے نہ صرف فتوحات ہی نہیں کیں بلکہ رفاہ عوام میں بھی بہت حصہ لیا۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۲ پر ہے
کہ ولید نے فقہا اور ضعفا اور فقرا کیلئے وظائف مقرر کیے اور سوال کرنے سے روک دیا کہ کوئی کسی سے سوال نہ کرے
اور ہر شخص کے لیے اتنا وظیفہ مقرر کیا جو اس کو کافی ہوتا۔ اور کل امور کا نہایت مضبوطی سے انتظام کیا۔
تاریخ خمیس میں ہے کہ ولید نے مسجد دمشق کو بنوایا۔ مسجد نبویؐ کو وسیع کیا۔ اور طلا کاری کرائی۔ بیماروں
کیلئے ہسپتال اور مہمانوں کیلئے دار الضیافت بنائے۔ سڑکوں پر میل نصب کیے۔ تین ہزار مثقال سے خانہ کعبہ
کے دروازے اور ستونوں کو طلا کاری کی۔ ثلاثہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک پوشش بھی خانہ کعبہ پر نہیں
ڈالی۔ ہر ماہ رمضان میں خود سترہ دفعہ قرآن ختم کرتا۔ مجذوموں کیلئے وظائف مقرر کیے۔ ہر زمین گیر محتاج
اور اندھے کیلئے ایک نوکر مقرر کیا۔ حافظان قرآن کو انعام دیتا۔ اور ان کے قرضوں کو ادا کرتا۔

باوجود ولید کی ان کارروائیوں کے ولید کو سنی مورخ کیا جانتے ہیں۔ تاریخ الخلفا میں ہے کہ ولید
بڑا ظالم اور جابر تھا۔ عمر بن عبد العزیز کہتا ہے کہ شام میں ولید نے عراق میں حجاج نے حجاز میں عثمان بن

جبارہ نے مصر میں قرۃ بن شریک نے قسم بخدا زمین ظلم و جور سے بھر دی۔

تاریخ الخلفاء ص۱۵۳ پر ہے کہ عمر بن عبد العزیز کہتا ہے۔ کہ جب ولید کو قبر میں لٹایا گیا تو اس کے پاؤں قبر میں ٹھیکنے لگے۔ تاریخ کامل جلد ۹ ص۲ پر ہے کہ جب ولید کو قبر میں لٹایا گیا تو اس کے دونوں گھٹنے اس کی گردن سے مل گئے۔ جس پر ولید کے بیٹے نے کہا۔ کہ ولید زندہ ہو گیا۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا نہیں۔ بلکہ واللہ تیرے باپ کے عذاب میں جلدی کی گئی۔

تاریخ الخلفاء سیوطی بیان ولید بن یزید بن عبد الملک ص۱۷۶ پر ہے کہ ذہبی نے کہا کہ ولید کے کافر یا زندیق ہونے کی خبر صحیح نہیں ہے بلکہ وہ شراب خوری اور لونڈے بازی میں مشہور تھا۔

ناظرین! ولید بن یزید بن عبد الملک کا حال اور اس کی فتوحات کا ذکر تفصیل سے لکھ چکا ہوں اب چند سطور اس کے متعلق لکھتا ہوں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ اہل سنت کے خلفائے حقہ کو نور ایمان سے کہاں تک بہرہ تھا۔

تصحیح التاریخ میں بحوالہ تاریخ کامل ابن اثیر لکھا ہے کہ تاریخ خمیس علامہ شیخ دیار بکری میں ہے کہ ولید بن یزید بن عبد الملک زندیق اور فاسق اور فاجر تھا۔ اس نے ولی عہدی میں ارادہ کیا کہ کعبہ کی چھت پر شراب نوشی کرے اور اپنے کتوں کو کعبہ کی چھت پر لے جانے کیلئے صندوق بھی بنوائے۔ ایک دن ولید اپنے گھر میں داخل ہوا۔ تو دیکھا اس کی اپنی لڑکی دایہ کے پاس بیٹھی ہے ولید نے اس لڑکی کو یعنی اپنی حقیقی بیٹی کو دبوچ لیا۔ اس سے زنا کیا۔ اور اس کی بکارت کا ازالہ کیا۔ دایہ نے از راہ ملامت کہا کہ یہ تو دین مجوس ہے۔ ولید نے کہا کہ آدمیوں کا لحاظ کرنیوالا غم میں ہلاک ہوگا اور بے شرم و بے لحاظ لذتوں پر فائز ہوگا۔ پھر ولید نے قرآن سے فال دیکھی تو یہ آیہ نکلا واستفتحوا وخاب کل جبار عنید اس پر ولید نے قرآن کو تیروں سے چھلنی کر دیا۔ اور کہا کہ جا۔ قیامت کے دن خدا سے کہہ دینا کہ ولید نے مجھے پھاڑ دیا تھا۔

پھر لکھا ہے کہ ایک روز صبح کی اذان ہوئی تو جو لونڈی ولید کو شراب پلا رہی تھی اسکے ساتھ ہم بستری کی اور قسم کھائی کہ یہی لونڈی اسی حالت جنابت اور نشہ میں لوگوں کو نماز پڑھائے گی۔ چنانچہ وہ لونڈی فی الفور بحالت جنابت و نشہ مسجد میں آئی اور پیش نماز بنی۔

پھر لکھا ہے کہ ولید ان تمام کنیزوں کو جو اس کے باپ کے تصرف میں رہی تھیں اور صاحب اولاد بھی تھیں اپنے تصرف میں لے آیا۔

تاریخ کامل جلد پنجم ص۱۸۰ اور تاریخ الخلفاء میں ہے کہ شعیب بن شیبہ نے کہا کہ ہم لوگ مہدی

خلیفہ عباسی کے پاس بیٹھے تھے کہ ولید کا ذکر چھڑ گیا۔ مہدی نے کہا ولید زندیق تھا بلو علامہ فقیہ اہل سنت جھٹ بول اٹھا کہ یہ تو خدا کے عدل کے خلاف ہے کہ وہ رسول اللہ کا نائب زندیق قرار دیں یعنی چونکہ خلیفہ المسلمین تھا۔ اس لئے ہر قبیح حرکت جائز ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں اور امام جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفا میں اور شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اور قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ سنیوں کے بارہ اماموں میں سے ولید ایک امام تھا۔ ان خلفا کے دوازدہ کے اسمائے گرامی یہ لکھے ہیں۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علیؑ۔ معاویہ۔ یزید۔ عبدالملک بن مروان۔ یزید۔ سلیمان ہشام۔ ولید۔ عمر بن عبدالعزیز۔

تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ مصر ص۹۷ بیان سلیمان بن یزید میں ہے کہ خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان نے اپنے حقیقی بھائی سلیمان بن یزید سے اغلام کا ارادہ کیا۔ جب ولید کی موت پر سلیمان خلیفہ ہوا تو اس نے ولید کے اس فاسد ارادے کا ذکر کیا۔

دنیا جانتی ہے کہ سکندر اعظم نے مقدونیہ جیسے چھوٹے علاقہ کی سلطنت کو بہادری اور استقلال سے کس قدر وسعت دی اور نپولین نے قریباً تمام یورپ کو تہ و بالا کر دیا۔ کیا انہیں کسی نے آج تک نائب موسیٰؑ یا نائب عیسیٰؑ مانا۔

سکندر اعظم اور نپولین کی بہادری کو تمام مؤرخوں نے تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ وہ دونو خود میدان جنگ میں شریک ہوتے تھے مگر حضرات ثلاثہ میں سے کوئی بھی کسی جنگ میں شریک نہیں ہوا۔ آنحضرتؐ کے تمام غزوات کا مطالعہ کریں آپ کو ایک جنگ بھی ایسا نہ ملیگا۔ جس میں حضرات ثلاثہ کے بدن کو دشمن کے ناخن تک سے کوئی خراش تک پہنچی ہو۔ یہ نرالی قسم اور انوکھی طرح کے شجاع تھے۔ نہ تو کسی کو کبھی زخمی کیا۔ اور نہ خود کبھی کسی سے زخمی ہوئے۔ مگر شجاع زمانہ اور بہادر دوراں کہلاتے ہیں۔ اگر شجاعت اور بہادری کے معنے اہل سنت کی لغت میں نامردی اور بزدلی ہیں۔ تو ہم بھی حضرات ثلاثہ کو شجاع روزگار کہنے پر تیار ہیں۔

غزوات رسولؐ کو پڑھیں تو آپ بیساختہ کہہ اٹھیں گے کہ شجاعت۔ بہادری اور سرفروشی کا سہرا نائب رسولؐ۔ زوج بتولؑ امام الانس والجان۔ شاہ کون و مکان۔ فاتح خیبر۔ قاتل مرحب و عنتر۔ دست خدا۔ شیر کبریا۔ مولا المومنین۔ خلیفہ المسلمین۔ حیدر کرار۔ آقائے نامدار۔ محبوب مصطفےٰ۔ سردار دوسرا۔ شافع محشر۔ ساقئے کوثر حضرت علیؑ علیہ السلام الصلوٰۃ والسلام کے سر اطہر پہ تھا۔

خلافت عمریہ

روضۃ الاحباب جلد دوئم ذکر مرض الموت ابوبکر صـ۲۳۴ اور تاریخ کامل ابن اثیر جزری جلد دوئم صـ۱۶۳ اور تاریخ طبری میں ہے۔ کہ ابوبکر نے بوقت وفات عثمان سے اپنی جانشینی کے بارہ میں وصیت لکھوانی چاہی۔ لیکن ابھی کسی کا نام نہ لکھوایا تھا کہ ابوبکر پر غشی طاری ہو گئی۔ عثمان نے اپنی طرف سے عمر بن خطاب کا نام لکھ دیا۔ ابوبکر ہوش میں آیا۔ تو عثمان نے کہا۔ جو کچھ آپ کے دل میں تھا وہ مجھے معلوم تھا۔ اس لئے میں نے عمر کا نام لکھ دیا۔

کتاب الامامت والسیاست صـ۲۳ پر ہے کہ حسب فرمودۂ ابوبکر عثمان نے وہ وصیت لفافہ میں بند کر کے مہر لگا دی۔ عمر نے لوگوں کی بیعت اس بند لفافہ پر لی۔ کسی نے پوچھا کہ اس لفافہ میں کیا ہے۔ عمر نے کہا ہم جانتے تو نہیں۔ مگر جو کچھ اس میں ہے۔ ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ تو اس شخص نے کہا۔ اگر تم نہیں جانتے تو ہم جانتے ہیں۔ کہ پہلے سال تم نے اس کو خلیفہ بنایا تھا اور معاوضہ میں اس سال اس نے تم کو خلیفہ بنایا۔

ناظرین! یہ بند شدہ لفافہ ابوبکر کے غلام مسمی شدید کے سپرد تھا اور عمر بن خطاب پاس ہی ہاتھ میں ڈنڈا لئے کھڑا تھا۔

تہذیب الکمال جمال الدین جزری اور وسیلۃ النجات ملا مبین اور ریاض النضرہ محب طبری اور کنز العمال اور ازالۃ الخفا فضائل عمر ذکر رعایت وصلہ اقارب آنحضرتؐ اور صواعق محرقہ ابن حجر اور تاریخ ابن عساکر اور تاریخ سیوطی میں ہے اور ابن سعد اور ابن راہویہ اور خطیب نے بیان کیا ہے۔ کہ امام حسینؑ نے عمر بن خطاب کو کہا اتر جا۔ میرے باپ کے منبر سے اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جا۔ عمر امام حسینؑ کو گود میں بٹھا لیا اور کہا اے حسینؑ میرے باپ کا کوئی منبر نہیں۔ پھر عمر امام حسینؑ کو اپنے گھر لے گیا اور پوچھا کہ یہ بات آپ کو کس نے کہی تھی۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ خدا کی قسم مجھے کسی نے یہ بات نہیں سکھائی۔ پھر دوسرے دن عمر نے امام حسینؑ کو کہا کہ جو کچھ آپ ہمارے سر و لب پر دیکھ رہے ہیں۔ یہ اللہ کے اور آپ کے ہی اگائے ہوئے ہیں۔

تاریخ الخلفا سیوطی میں ہے کہ کسی نے عمر سے کہا اپنے بعد ابن عمر کو خلیفہ بناؤ۔ اس پر عمر نے کہا۔ خدا تجھے قتل کرے تو نے یہ بات رضائے خدا کیلئے نہیں کہی۔ بلکہ مجھے خوش کرنے کو کہی ہے ہم ابن عمر کو خلیفہ کیونکر بنا سکتے ہیں جو یہ بھی نہیں جانتا کہ اپنی زوجہ کو طلاق کس طرح دی جاتی ہے

صواعق محرقہ ابن حجر ص۱۱۷ پر ہے کہ کسی نے عمر سے کہا کہ ابن عمر کو خلیفہ بناؤ۔ عمر نے کہا خدا تجھے قتل کرے تو نے یہ کلمہ رضائے خدا کیلئے نہیں کہا۔ ہم اس شخص کو خلیفہ کیونکر بنا سکتے ہیں جو یہ بھی نہیں جانتا کہ اپنی زوجہ کو طلاق کیونکر دی جاتی ہے کیونکہ عہد رسول اللہؐ میں اس نے اپنی زوجہ کو حالت حیض میں طلاق دیدی۔ جس پر آنحضرتؐ نے عمر کو کہا کہ اپنے بیٹے سے کہو کہ رجوع کرے۔

ازالۃ الخفا مقصد دوم ص۱۹۳ پر ہے کہ عمر نے کہا تو نے یہ کلمہ رضائے خدا کیلئے نہیں کہا ہے ہم ابن عمر کو کسی طرح کی حکومت نہیں دیں گے۔ تو یہاں سے فوراً چلا جا کیونکہ آج سے تو منافق ہو گیا ہے ناظرین! عمر نے ابن عمر کو اس دلیل پر خلافت سے رد کیا ہے کہ مسائل شرع میں جاہل ہے۔ پس اسی دلیل پر حضرات ثلاثہ کی خلافتیں باطل ہیں۔ مزید برآں صحاح ستہ ابن عمر کی روایات سے بھرپور ہیں۔ تو پھر تمام صحاح مخزن جہالت ہوئیں۔

جلال الدین سیوطی اور ملا علی متقی اور امام احمد اور ابن راہویہ اور عبدالرزاق اور ابن مردویہ اور ابن جریر۔ اور ابن منذر اور بخاری اور مسلم اور مالک اور عدنی اور ابن ماجہ اور شاشی اور حاکم اور بیہقی اور سعید ابن منصور اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ اور بزار وغیرہ علما نے تسلیم کیا ہے۔ کہ عمر کو کلالہ کے معنی سمجھ میں نہ آسکے۔

کتاب فائق زمخشری باب نہم۔ نہایہ ابن اثیر لغت درم۔ ازالۃ الخفا فصل چہارم مقصد اول رسالہ تفضیل الشیخین ولی اللہ۔ ترمذی۔ مستدرک۔ تاریخ خمیس۔ ریاض النضرہ قسم ثانی باب اول فصل چہارم کنز العمال خلافت عمر کتاب الامارہ حرف ہمزہ فضائل ابوبکر۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب ابوبکر کی موت کا وقت آیا۔ اور اس نے عمر کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا۔ تو اصحاب رسولؐ کا ایک گروہ ابوبکر پاس آیا اور کہا۔ کیا تو ہم پر ایسے شخص کو بناتا ہے جو سخت گو اور تند خو ہے۔ خلیفہ بنے گا تو اور زیادہ سخت گو اور تند خو ہو جائے گا۔ پس جب تو خدا سے ملاقات کرے گا تو خدا کو کیا جواب دیگا جبکہ تو عمر کو خلیفہ کر گیا ہو گا۔ حالانکہ تو خود اس کی تندی اور درشتی کو دیکھتا ہے۔

کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ میں ہے کہ جب ملک شام میں ابوبکر کی بیماری کی خبر پہنچی تو لوگ آپس میں کہنے لگے۔ ہم کو ڈر ہے کہ ابوبکر اپنے بعد عمر کو خلیفہ نہ بنا دے۔ اگر ایسا ہی ہوا۔ تو ہم کو عمر کی خلافت منظور نہیں اور ہم عمر کو معزول کر دیں گے۔

تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ لاہور ص۱۴۱ اور ازالۃ الخفا جلد اول فصل سوم نکتہ سوم اور مسند احمد حنبل جلد اول مسند ابوبکر مطبوعہ مصر ص۶ اور مستدرک حاکم میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ

جو شخص مسلمانوں کے کسی امر کا والی ہو اور وہ مسلمانوں پر بلا رضا اور محاباکی وجہ سے کسی آدمی کو امیر کرے تو اس والی پر خدا کی لعنت ہو اور خدا اسکی توبہ قبول نہ کریگا۔ اور نہ عدل یہانتک کہ اسکو جہنم میں داخل کریگا

تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ سرکاری لاہور صفحہ ۱۳۳ سطر ۱۲ پر سفیان بن ابی العرجا سے روایت ہے کہ عمر نے کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ آیا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔

ریاض النضرہ باب ثانی فصل حادی عشر مناقب عمر قسم ثانی اور صواعق محرقہ ابن حجر باب اول فصل چہارم اور مسند امام احمد حنبل جلد اول صفحہ ۴۳ اور مسلم کتاب الامارت اور بخاری کتاب الاحکام باب استخلاف اور قسطلانی اور قرۃ العینین شاہ ولی اللہ اور ترمذی باب ماجاء فی الخلافت صفحہ ۳۷ میں ہے کہ عمر نے کہا کہ اگر میں خلیفہ مقرر کروں تو اس شخص نے بھی ابوبکر نے خلیفہ مقرر کیا۔ جو مجھ سے بہتر تھا۔ اور اگر مقرر نہ کروں تو رسول اللہ کی سنت پر عامل ہوں گا۔ یعنی رسول اللہ نے بھی کسی کو خلیفہ نہ کیا۔ نیز کنز العمال اور تاریخ الخلفا اور طبقات ابن سعد اور تاریخ ابن عساکر اور کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ۔

در تولیت عمر السنۃ الشوریٰ وعہدہ الیہم من ولایت عمر اور شرح ابن ابی الحدید در شرح خطبہ شقشقیہ جز اول اور استیعاب بہ ترجمہ علی بن ابی طالب اور مستدرک حاکم میں بھی قول عمر درج ہے

منشی محمد شفیع الدین خاں مراد آبادی رکن رائل ایشیاٹک سوسائٹی برطانیہ و آئرلینڈ و رکن پنجاب ہسٹوریکل سوسائٹی نے اپنی کتاب السنہ مشرقیہ صفحہ ۱۱ پر وہ پیغام درج کیا ہے جو عمر بن خطاب نے ابو عبیدہ کی معرفت حضرت علی علیہ السلام کو انکار بیعت کرنیکے موقعہ پر بھیجا تھا جس کا ضروری خلاصہ یہ ہے۔

بے شک اللہ نے رسول اللہ کی معرفت ہر متکبر کی ناک قطع کی ہر سرکش کی پیٹھ توڑی ہر جھوٹے کی زبان کاٹی۔ بس تمہارے سر میں کیا تکبر بھرا ہے۔ تمہارے دل میں کس بات کا خوف اور مضائقہ ہے۔ یہ کیا کبڑا ہے جو تمہاری پسلیوں و توڑوں کو کھا گیا ہے۔ تمہاری آنکھوں میں کیا چیز پڑ گئی ہے جس نے تمہاری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور تم نے کس سبب سے چیتے کی کھال پہن رکھی ہے۔ رسول اللہ نے امر خلافت کو مقید اور مخصوص کسی کے حق کب کیا تھا۔ اور تمہارے بارے میں نہ کوئی قول ہے اور نہ کوئی آیت قرآنی۔

مسلم کتاب الایمان جلد اول صفحہ ۴۴ و صفحہ ۴۵ اور مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد اول کتاب الایمان صفحہ ۷ پر بروایت ابوہریرہ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھکو اپنی نعلین مبارک دی اور فرمایا باہر جو ملے اس سے کہدے کہ جو شخص یہ اقرار کرے کہ خدائے واحد کے سوائے کوئی اور قابل عبادت نہیں۔ وہ داخل جنت ہوگا۔ میں اس غرض کیلئے باہر نکلا ہی تھا۔ کہ مجھے عمر بن خطاب ملا۔ جب میں نے صورت معاملہ بیان

کی تو میرے سینہ میں اس زور سے گھونسا مارا کہ میں چوتڑوں کے بل زمیں پر گر پڑا۔ اور پھر عمر نے مجھ سے کہا کہ او واپس چلے جاؤ۔ میں نے آکر آنحضرتؐ سے تمام بات عرض کر دی۔ اور عمر بھی وہاں آ پہنچا۔ آنحضرتؐ نے عمر سے پوچھا کہ تم نے ابو ہریرہ کو کیوں مارا۔ عمر نے کہا۔ کیا آپؐ نے اس کو بھیجا تھا فرمایا۔ ہاں۔ اس پر عمر نے کہا کہ ایسا حکم نہ دیجئے مجھے خوف ہے کہ لوگ کہیں عبادت خدا نہ ترک کر دیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اچھا جانے دو۔

جامع ترمذی جلد دوم صفحہ ۱ مسلم جلد دوم صفحہ ۱۲ شرح فقہ اکبر صفحہ ۷ اور فتح الباری میں ابن بطال سے نقل کر کے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا۔ اگر میں خلیفہ بناؤں تو اس نے جو مجھ سے بہتر تھا۔ یعنی ابوبکر نے خلیفہ بنایا تھا اور اگر کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو اس نے بھی جو مجھ سے بہتر تھا یعنی رسولؐ اللہ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا۔

طبقات ابن سعد میں بروایت سفیان ابن ابو العرجاء اور تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا کہ خدا کی قسم میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔ اگر میں بادشاہ ہوں۔ تو یہ امر عظیم ہے پس ایک کہنے والے نے کہا اے امیر المومنین۔ خلیفہ اور بادشاہ میں فرق ہے۔ عمر نے پوچھا کیا فرق ہے۔ اس نے کہا خلیفہ وہ ہے جو اپنا ہی حق لے اور کسی کا حق نہ لے اور حق کو حق کی جگہ پر رکھے اور غیر حقدار جگہ نہ رکھے۔ خدا کا شکر ہے کہ تو ایسا ہی ہے (راوی نے یہ لفظ بطریق خوشامد یا بخوف کہا) اور بادشاہ وہ ہے جو لوگوں سے تعصب کر کے ایک سے لیتا اور دوسرے کو دیتا ہے۔ پس عمر خاموش رہا۔

تاریخ ابن عساکر میں معاویہ بن قرہ سے روایتؐ ہے کہ ابوبکر کا لقب خلیفہ رسولؐ لکھا جاتا تھا۔ جب عمر کا زمانہ آیا۔ تو لوگوں نے عمر کو امیر المومنین کا لقب دیا۔ تفسیر درمنثور۔ جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۱ پر ہے کہ عمر نے بارہ سال میں سورہ بقرہ یاد کی۔ تو شکرانہ میں اونٹ قربانی دیا۔ یہی روایت شعب الایمان بیہقی اور کتاب رواۃ مالک از خطیب اور تنویر الممالک میں مرقوم ہے۔

ابوبکر نے بوقت مرگ عمر کے کہنے کے مطابق وصیت نامہ لکھوایا۔ جس میں اس نے عمر کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا۔ پھر یہ وصیت نامہ لفافہ میں بند کر کے ابوبکر کے غلام قنفذ کو دیدیا گیا۔

جب عمر بن خطاب نے اس بند لفافے پر لوگوں سے بیعت لینی چاہی۔ اور انہوں نے پوچھا کہ اس میں کس شخص کا نام ہے تو عمر نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ لیکن میں اس لفافے کے حکم کا مطیع ہوں۔ اب ناظرین ہی فیصلہ کریں۔ کہ آیا عمر جیسا کذاب شخص خلافت رسولؐ کے قابل ہو سکتا ہے۔

عمر کو کیا حق حاصل تھا کہ ابو بکر سے در پردہ اپنی خلافت کی وصیت لکھوا لیتا۔ اگر خلافت کیلئے بقول علمائے اہل سنت آنحضرتؐ نے کوئی آدمی نامزد کیا تھا۔ تو نہ تو ابو بکر کو حق حاصل تھا کہ عمر کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرتا۔ اور نہ عمر کو چاہیئے تھا۔ کہ ابو بکر سے ایسا وصیت نامہ لکھواتا۔ اس امر میں شیخین یکساں مجرم ہیں۔

حضرت عمر صاحب کے کارنامے

الفاروق صفحہ ۲۰۴ پر ہے کہ عمر نے ایک رات گشت لگاتے ہوئے ایک عورت کو یہ کہتے سنا کہ آج کی رات طویل ہو گئی اور اس کے اطراف نہایت سیاہ ہیں۔ اور مجھے اس امر نے بیدار کر رکھا ہے کہ میرے پاس میرا ہم خواب (خاوند) نہیں۔ جس سے میں کھیلوں۔ خدا کی قسم اگر انجام کا خیال نہ ہوتا تو اس وقت اس چارپائی کی چولیں ہلائی جا رہی ہوتیں۔ عمر کو اس بات پر سخت قلق ہوا۔ اور کہا۔ میں نے زنان عرب پر ظلم کیا ہے۔ پس اپنی لڑکی حفصہ کے پاس گیا۔ اور پوچھا کہ عورت کتنے دن مرد کے بغیر رہ سکتی ہے۔ حفصہ نے کہا چار مہینے۔ صبح ہوئی تو عمر نے ہر جگہ حکم بھیجدیا۔ کہ کوئی سپاہی چار مہینے سے زیادہ باہر نہ رہے۔ تقریباً یہی واقعہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۷ پر ہے۔

ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۷۳ پر ہے کہ عمر ایک رات گشت لگا رہا تھا کہ ایک گھر سے گانے کی آواز سنی۔ عمر دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوا۔ دیکھا ایک مرد کے پاس ایک غیر عورت ہے اور شراب رکھی ہے عمر نے کہا اے دشمن خدا۔ تو گمان کرتا تھا کہ خدا تیری پردہ پوشی کریگا۔ حالانکہ تو اس کی معصیت کر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا اے امیر المومنین۔ تم نے بھی تین معصیتیں کی ہیں۔ خدا کہتا ہے لا تجسسوا اور تم نے تجسس کیا۔ خدا کہتا ہے کہ گھروں میں دروازوں سے داخل ہو۔ تم دیوار پھاند کر آئے ہو خدا کہتا ہے۔ دوسرے کے گھر میں (بلا اجازت) داخل مت ہو۔ تم ہمارے گھر میں بلا اذن داخل ہوئے ہو۔

ازالۃ الخفا جلد دوم صفحہ ۱۵۱ پر ہے کہ (عمر کے بیٹے ابو شحمہ نے شراب پی اور زنا کیا۔ اس کو گرفتار کر کے عمر کے دربار میں لایا گیا۔) ابو شحمہ نے کہا مسلمانو۔ جس کسی نے میرے جیسا کام جاہلیت یا اسلام میں کیا ہو (اسلام غور طلب لفظ ہے) وہ مجھ پر حد نہیں لگا سکتا۔ (جب عمر اور دربار عمر میں سے کوئی شخص حد لگانے کی جرات نہ کر سکا۔ حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور امام حسن علیہ السلام نے ابو شحمہ کا داہنا بازو اور امام حسین علیہ السلام نے ابو شحمہ کا بایاں بازو پکڑا۔ اور حضرتؑ نے سولہ کوڑے مارے کہ وہ غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ حضرتؑ نے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا۔ جا خدا سے کہدینا کہ مجھ پر اس نے حد جاری کی

ہے جس کے ذمہ تیری کوئی حد نہیں اس کے بعد عمر نے سو کوڑہ پورا کیا اور وہ مر گیا۔ اس واقعہ کو سنی لوگ عمر کی انصاف پسندی پر محمول کر کے فخر و مباہات کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں عمر کی سراسر توہین ہے بیٹا باپ کو رو رو کہہ رہا ہے کہ تو بحالت اسلام بھی شراب اور زنا کا مرتکب ہے۔

حسن المحاضرۃ علامہ سیوطی صفحہ ۱۴۱ پر ہے کہ عمر بن خطاب نے عمرو عاص کو حکمنامہ بھیجا کہ ذمیوں (وہ غیر مسلم قومیں جو اپنے مسلمان بادشاہ کو اپنی حفاظت کے صلہ میں کچھ رقم سالانہ بطور جزیہ ادا کریں) کی گردنوں میں سیسہ کی تختیاں (برائے شناخت) ڈالدیں ان کے کمر بند کو نمایاں کریں (تا کہ غلام معلوم ہوں) انکی پیشانیوں کو داغ دیں حکم دو کہ یہ لوگ سواری پر عرض میں بیٹھیں اور لباس میں مسلمانوں سے تشبہ نہ کریں...... پھر صفحہ ۱۴۱ پر لکھتا ہے کہ شعبان ۷۰۰ھ میں خلیفۂ وقت نے حکم دیا کہ یہودی زرد رنگ کا عمامہ باندھا کریں اور نصاریٰ نیلے رنگ کا اور سامری سرخ رنگ کا۔ اس حکم کا عملدرآمد سیوطی کے زمانہ تک ہوتا رہا۔ اگر عمر ایسے قوانین جاری نہ کرتا تو کسی اور خلیفہ کو بھی جرأت نہ ہوتی۔

پھر صفحہ ۱۴۲ پر لکھتا ہے کہ ۷۵۴ھ میں یہ حکم دیا گیا کہ نصاریٰ کا آزار نیلا ہو۔ اور یہودیوں کا آزار زرد رنگ کا ہو اور سامری کا آزار سرخ رنگ ہو۔ سبحان اللہ بچارا آزار بھی ان ستم ظریفوں سے نہیں بچ سکا

پھر صفحہ ۱۴۲ پر لکھتا ہے کہ سادات اشراف کیلئے یہ حکم ہوا۔ کہ اپنے عماموں پہ سبز نشان لگائیں۔ پس ثابت ہوا یہ نشان کوئی عزت کا نشان نہ تھا۔ بلکہ اس حکم کا مطلب یہ تھا کہ یہ گروہ بھی بوجہ محبت اہل بیت ذمیوں کیطرح ہے۔ تا کہ جب خلیفۃ المسلمین کو تفریح طبع مطلوب ہوگی تمام سادات کو بلا وقت تلاش ایک ہی دفعہ قتل کر کے ان کے سروں کو پتھروں کیطرح نیچے اوپر قطاروں میں رکھ کر ایک شاندار پلیٹ فارم بنایا جائے گا جس پر مرصع تخت اور مطلا کرسیاں رکھ کر حضرت خلیفۃ المسلمین فرط سرور اور وفور انبساط سے مجلس سرور و رقص بپا فرمائینگے اور نشہ میں جھوم کر ارشاد فرمائینگے نہ بہشت ہے نہ دوزخ ہے نہ قیامت ہے یہ سب تیس یاروں کی من گھڑت ہیں۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ جب عمر مسلمان ہو گیا تو مسلمانوں کو ہر طرف آزادی سے چلنے پھرنے اور بے باکانہ بات چیت کی جرأت پیدا ہو گئی۔ حالانکہ عمر کی حرکات کیوجہ سے آنحضرتؐ کو شعب ابوطالب میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ علاوہ ازیں تاریخ طبری صفحہ ۲۲۴ پر ہے کہ جب حضرت حمزہ ایمان لے آئے تو کفار نے جان لیا کہ اب رسول اللہ غالب آگئے اور حضرت حمزہ انکی حفاظت کرینگے۔ لہٰذہ رسول اللہؐ کی ایذا سے باز رہ گئے

امام ابو شامہ نے کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ امام شافعی کہتا ہے۔ کہ ابوبکر اور عمر قربانی (عید القربان) پر نہ دیا کرتے تھے اس کراہت سے کہ لوگ ان کی اقتدا نہ کریں اور سمجھیں

کہ واجب ہے اور حذیفہ ابن اسید کہتا ہے کہ ابو بکر اور عمر ہمارے ہمسایہ تھے۔ مگر دونوں قربانی نہ دیا کرتے تھے کہ لوگ ان کی اقتدا نہ کریں۔

فتح الباری ابن حجر عسقلانی جلد اول صفحہ ۳۶۵ پر ہے کہ مقام ابراہیم کو جہاں وہ آنحضرت اور ابو بکر اور عمر کے عہد میں تھا۔ نہیں تبدیل کیا گیا۔ لیکن جلد چہارم صفحہ ۱۰۸ پر خود ہی لکھتا ہے کہ مقام ابراہیم عہد ابراہیم سے متصل تھا۔ مگر عمر نے اس کو اصلی مقام سے ہٹا دیا۔ اور مقرر کیا جہاں کہ اب ہے پھر صفحہ ۱۱۱ پر لکھتا ہے کہ اصحابہ نے اس فعل عمر پر نہ تو اعتراض کیا اور نہ انکار۔ لہٰذا اجماع ہوا۔ نیز جلد سوم صفحہ ۳۱۹ پر ہے کہ عمر نے مقام ابراہیم کو تبدیل کیا۔ تو کسی صحابی نے بھی چوں و چرا نہ کی۔

فتح الباری جلد دوم صفحہ ۱۰۱ پر ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے خانہ کعبہ کو گرا کر اپنی مرضی کے مطابق بنوایا جب عبداللہ بن زبیر مارا گیا۔ تو حجاج بن یوسف ثقفی نے خانہ کعبہ کو توڑ پھوڑ کر پھر اصل حالت پر لایا جس طرح زمانہ قریش میں تھا۔

ازالۃ الخفا صفحہ ۳۱ پر ہے کہ عمر نے حکم دیا کہ حج اور عمرہ میں فصل کرو۔ تاکہ حج اور عمرہ تمام ہو اور عمرہ غیر ماہ حج میں ہونا چاہئے تاکہ عمرہ تمام ہو۔ ناظرین! آنحضرت نے اپنی آخری حج میں تاکیدی حکم فرمایا۔ کہ حج اور عمرہ ایک ساتھ بجا لایا کرو۔ اسی کتاب میں ہے کہ عمر نے ازواج رسول اللہ کو حج کی اجازت دیدی اور ان کے ہمراہ عثمان اور عبدالرحمان کو کر دیا۔ ترمذی میں ہے کہ کسی نے ابن عمر سے پوچھا کہ آیا حج متمتع جائز ہے (یعنی حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ادا کیا جائے) ابن عمر نے کہا ہاں جائز ہے اس شخص نے کہا مگر تمہارا باپ اس کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ ابن عمر نے کہا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیں اور ہمارا باپ منع کرے۔ تو کس کا حکم مانا جائے۔ اس نے کہا کہ حکم رسول مانیں گے۔ پھر ابن عمر نے کہا۔ کہ رسول اللہ نے جائز قرار دیا ہے۔

ازالۃ الخفا میں ہے کہ تمام صحابی اس کے قائل تھے کہ بروز قربانی عورت طواف کرے۔ اور اس کے بعد حائضہ ہو جائے تو اس کا حج پورا ہو گیا۔ لیکن عمر نے کہا کہ نہیں۔ وہ عورت پھر طواف کرے

الفاروق شبلی حصہ دوم صفحہ ۱۱۰ و صفحہ ۲۲۲ پر ہے کہ ملکی بہتری کیلئے عمر نے بنی ہاشم کو گھٹانا اور بنی امیہ کو بڑھانا شروع کیا چنانچہ بنی ہاشم کو کوئی عہدہ نہ دیتا۔ لیکن بنی امیہ کو بڑے بڑے عہدے دیتا مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ششم صفحہ ۱۸۳ پر ہے کہ ابو بکر اور عمر نے نہ تو حضرت علی کو اپنے کسی کام میں شریک کیا نہ اور نہ ان کو اپنے بھید سے آگاہی دی۔

اسد الغابہ جلد ششم صفحہ ۲۰ پر ہے کہ یہ شخص اسلام میں پہلے ہیں۔ جنہوں نے عمر بن خطاب کے

غلام سمی یرفا کو اجرم سے بچنے کیلئے رشوت دی۔ اور اسی مغیرہ نے بحالت اسلام تین سو عورتوں سے نکاح کیا۔

بخاری کتاب تیمم۔ شرح قسطلانی جلد اول مطبوعہ نول کشور جلد ۹ ۔ مسلم شرح نووی مطبوعہ احمد علی سہارنپوری باب تیمم جلد اول ص۱۶۱ سنن نسائی مطبوعہ نظامی ص۵۵ تا ص۵۶ ابوداؤد ابن ماجہ۔ طحاوی کنز العمال۔ استذکار۔ شرح موطا۔ جامع الاصول جمع بین الصحیحین حمیدی۔ صبح صادق۔ اصابہ۔ ازالۃ الخفا کتاب الانصاف مسند عبد الرزاق۔ مسند سعید بن منصور۔ جمع الجوامع۔ مصنف ابن ابی شیبہ مشکواۃ المصابیح۔ اسد الغابہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے حکم دیا کہ جو شخص جنب کی حالت میں ہو اور اس کو پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز نہ پڑھے۔ خواہ اس کو پانی ایک ماہ تک نہ ملے۔

سورۃ مائدہ میں ہے کہ جو شخص اس حکم کے مطابق حکم نہ دے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کافر ہے سورۃ النساء رکوع ۱۸ میں ہے کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کسی کا پاخانہ نکل آئے یا عورت سے مجامعت کی اور تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔

کتاب استذکار شرح موطا ابن عبد البر مالکی ص۱۴۹ پر ہے کہ مشرق اور مغرب کے کل شہروں کے علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ جب پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرنا ہر ایک مسلمان کی طہارت ہے۔ خواہ وہ مریض ہو۔ یا مسافر ہو۔ یا جنب ہو۔

اسد الغابہ ص۴۵ پر ہے کہ عمار نے عمر کو کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ اگر پانی نہ ملے اور غسل و وضو کا موقعہ نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔ بخاری میں ہے کہ ابن مسعود اور ابو موسیٰ میں اس بارہ میں بحث ہوئی۔ اور ابو موسیٰ نے اس تائید میں حدیث رسول پیش کی تو ابن مسعود نے کہا۔ کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ عمر نے اس حدیث عمار پر قناعت اور پیروی یقین نہیں کی۔

اغاثۃ اللہفان ابن القیم ص۱۸۱ پر مسند عمر مؤلفہ حافظ ابوبکر اسمٰعیلی سے یہ روایت منقول ہے کہ عمر ابن الخطاب کہا کرتا تھا کہ میں کسی بات پر اس قدر شرمندہ نہیں ہوں۔ جتنا تین باتوں پر ہوں۔ اے کاش میں نے تین طلاقوں کو حرام نہ کیا ہوتا۔ غلاموں کا نکاح نہ کیا ہوتا۔ اور متوفی کے رونے والوں کو قتل نہ کیا ہوتا۔

تاریخ خمیس دیار بکری جلد دوئم ص۲۳۰ پر ہے کہ عمر بن خطاب نے سعد بن ابی وقاص کو اس خطا پر درہ مارا۔ کہ وہ تعظیم خلیفہ کے لئے نہ اٹھتا تھا۔ ابی بن کعب کو اس خطا پر عمر بن خطاب نے مارا کہ اور لوگ تو خلیفہ کے ادب کے خیال سے اس کے پیچھے چلتے

تھے ور وہ خلیفہ سے آگے بڑھ جاتا تھا۔

فتح الباری کتاب التفسیر صفحہ ۱۳۴ پر ہے کہ جب رمضان کے روزوں کا حکم ہوا تو اس تمام مہینہ میں عورتوں سے ہمبستری کرنے کا حکم نہ تھا لیکن بعض صحابہ اپنی جانوں پر خیانت کرتے تھے۔ یعنی اپنی ازواج سے صحبت کرتے تھے پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جان لیا خدا نے کہ تم لوگ اپنے نفسوں پر خیانت کرتے ہو پس تمہاری توبہ قبول کی اور معاف کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتا ہے کہ ان خیانت کرنے والوں میں عمر بن خطاب اور کعب بن مالک تھے۔

ترمذی کتاب التفسیر جلد دوم صفحہ ۳۳۲ پر بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے آنحضرت صلعم کے پاس آکر کہا۔ یا رسول اللہ میں ہلاک ہوا آنحضرت نے فرمایا تجھے کس چیز نے ہلاک کیا عمر نے کہا۔ رات کو میں نے اپنی سواری کو اوندھا کر لیا۔ اس پر آنحضرت نے کچھ عتاب نہ کیا۔ ابن عباس نے کہا تب آنحضرت پر یہ آیت نازل ہوئی کہ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ جدھر سے چاہو ان کے پاس جاؤ۔ ناظرین اگر آنحضرت کی نظروں میں یہ فعل درست ہوتا تو عمر بن خطاب یہ نہ کہتا کہ یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا پس ثابت ہوا کہ عمر بن خطاب کو آنحضرت کی زبانی اس فعل کے قبیح ہونے کا یقین تھا

کنز العمال کتاب العلوم بروایت سعید بن المسیب لکھا ہے کہ عمر بن خطاب ایک دن اصحاب کے پاس آیا اور کہا تم مجھے کیا فتویٰ دیتے ہو اس کام میں جو میں آج کیا ہے اصحاب نے پوچھا۔ یا امیر المومنین وہ کیا فعل ہے۔ عمر نے کہا میرے پاس سے ایک باکرہ کنیز نکلی جو مجھے پسند آئی پس میں اس سے لپٹ گیا۔ حالانکہ میں روزہ سے تھا پس اصحاب کو یہ سن کر تعجب ہوا۔

محاضرات امام القاسم راغب اصفہانی میں ہے کہ عمر بن خطاب ایک دن منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا کہ یکایک اس نے خطبہ موقوف کیا اور کہا اے لوگو میں اسلئے کھڑا ہو گیا ہوں۔ کہ آیا خدا سے ڈروں یا تم سے لیکن اللہ کا خوف تمہاری ملامت سے بہتر ہے بات یہ ہے کہ میرا گوز نکل گیا ہے میں ابھی وضو کر کے آتا ہوں

تاریخ خطیب بغدادی میں بروایت عکرمہ غلام ابن عباس لکھا ہے کہ ایک دن حجام عمر بن خطاب کی حجامت بنا رہا تھا عمر ایک مہیب شخص تھا جب اس نے کھنکارا تو بوجہ خوف حجام کا گوز نکل گیا عمر نے اس کو چالیس درہم انعام دیئے۔

کتاب الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح علامہ ابن تیمیہ جلد اول صفحہ ۱۱۴ پر ہے کہ جس وقت عمر نے نصارائے اہل شام سے صلح کی ہے تو یہ شرائط ہوئے۔ نصاریٰ اپنے شہر میں یا اس کے اطراف

ہیں دیر، نہ کنیسہ، قلایہ، صومعہ، راہب نہ بنائیں گے اور یہ سب نام ہیں معبد نصاریٰ کے (یہود کے) اور جو ویر خراب ہو جائے اس کی مرمت نہ کریں۔ مسلمان اگر کسی معبد میں ٹھہرنا چاہیں تو تین شب تک نہ روکیں۔ بلکہ ان کی مہمانداری کریں۔ کسی جاسوس کو نہ آنے دیں۔ نہ مسلمانوں کے ساتھ کوئی دغا فریب کریں۔ نہ اپنی اولاد کو قرآن دیں۔ نہ کسی امر شرک کو ظاہر کریں۔ نہ اپنے اہل قرابت کو اسلام سے روکیں۔ اور مسلمانوں کی تعظیم کریں اور جب مسلمان بیٹھنا چاہیں تو یہ تعظیم کو کھڑے ہوں۔ مسلمانوں کے لباس میں کسی طرح کی مشابہت نہ کریں۔ نہ ٹوپی میں نہ عمامہ نہ نعلین نہ مانگ نکالنے میں۔ نہ مسلمانوں کا سا نام رکھیں۔ نہ ان کی کنیت۔ نہ زین پر سوار ہوں نہ تلوار لگائیں۔ نہ کسی قسم کا اسلحہ لگائیں۔ نہ اپنے نام کی مہر بنوائیں خواہ عربی میں ہو یا فارسی میں۔ نہ شراب بیچیں اور سر کے آگے کے بال کٹوائیں زنار باندھا کریں۔ مسلمانوں کے جوار میں اپنے مردوں کو نہ دفن کریں۔ نہ ناقوس بجائیں نہ اپنے گرجا وغیرہ میں کچھ با آواز بلند پڑھا کریں۔ نہ اپنے مردوں کے ساتھ آواز بلند کریں نہ آگ روشن کریں۔ اگر اس کے خلاف کریں گے تو پھر خون اور مال ان کا مسلمانوں پر حلال ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عمر نے حکم دیا تھا۔ وہ اپنی پیشانی کے بال کٹوا ڈالیں۔ اور کمر میں کستیاں باندھیں۔ جس سے وہ مسلمانوں سے پہچانے جائیں۔ عمر نے تمام لشکر والوں کو لکھ دیا تھا کہ اہل ذمہ یہود، نصاریٰ، مجوس کی گردنوں پر مہر لگائیں۔ اور جس طرح مسلمان گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں یہ نہ سوار ہوں بلکہ عرض میں بیٹھیں اور کمر باندھے رکھیں۔ عمر نے جب یہ شرائط ان سے لکھوائی۔ تو اپنے عاملوں اور اپنے بعد والے خلیفہ کو اسکی وصیت کی کہ اسکے خلاف نہ کریں

ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۱۹ پر ہے کہ ضبیع نے عمر سے پوچھا کہ قرآن میں والذاریات ذروا ہے اس کے کیا معنی ہیں۔ عمر نے آستین چڑھائی اور اس کو کوڑے لگانے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ سر سے عمامہ گر گیا پھر اس کو ایک گھر میں بند کر دیا اور ہر روز اس کو وہاں سے نکال کر یکصد کوڑے لگاتا اور جب وہ اچھا ہو جاتا تو اس کو یکصد کوڑے لگاتا۔ بعد ازاں اس کو ایک اونٹ پر چڑھا کر شہر بدر کر دیا۔ اور بصرہ بھجوا دیا۔ اور ابو موسیٰ عامل بصرہ کو لکھا کہ ضبیع کے ساتھ نشست برخاست رکھنا حرام ہے اور خطبہ میں بیان کرو کہ اس نے علم کی جستجو کی ہے جو اس کی خطا ہے۔

تاریخ کامل جلد سوئم صہ پر ہے کہ امام شعبی کہتا ہے کہ عمر نے مہاجرین قریش کو مدینہ میں دق اور عاجز کیا اور نظر بند رکھا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی اور کہا کرتا تھا کہ مجھے سب سے زیادہ خوف قریش کے شہروں میں پھیلنے سے ہے اگر ان میں سے کوئی جہاد کی اجازت چاہتا تو عمر کہتا کہ تمہارے لئے رسول اللہ کے عہد کا جہاد ہی کافی ہے میں چاہتا ہوں نہ تم دنیا کو دیکھو اور نہ دنیا تم کو دیکھے۔

باقی اہل مکہ اس نظر بندی اور بندش جہاد سے مستثنیٰ تھے۔

مروج الذہب علامہ مسعودی برحاشیہ تاریخ کامل جلد پنجم ص۱۲۵ پر ہے کہ عمر نے عبد اللہ بن عباس کو کہا کہ مجھے کھٹکا ہے کہ اگر میں مرجاؤں تو تم میری طرف سے عامل ہو تو تم لوگوں کو اپنی طرف کھینچو۔

تفسیر مدارک زیر آیۃ "وآتیتم احدٰھن قنطارا" میں ہے کہ عمر نے منبر پر کہا کہ تم لوگ اپنی عورتوں کے مہر گراں نہ کرو۔ پس ایک عورت نے کہا ہم تمہاری بات کی پیروی کریں۔ یا خدا کے حکم کی کہ اس نے فرمایا ہے "وآتیتم احدٰھن قنطارا" تب عمر نے کہا کہ مجھ سے تو ہر شخص زیادہ عالم ہے۔ پس جس قدر مہر چاہو نکاح کرو۔

تفسیر معالم التنزیل ص۸۹ پر ہے کہ عمر نے ایک شخص کو پڑھتے سنا "ومن الناس یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ" تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پس ایک شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے کھڑا ہو گیا۔ عمر نے اس کو قتل کروا دیا۔

تفسیر طبری مطبوعہ مصر جلد دوم ص۱۸۱ پر ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص آیہ بالا کے مطابق احتساب اور تقویٰ کا حکم دیتا ہے اور دوسرا شخص غرور (جہالت) کی وجہ سے قبول نہیں کرتا۔ تو وہ اپنی جان بیچ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس سے لڑتا ہے۔ پس دونوں لڑنے لگتے ہیں۔

الفاروق شبلی ص۲۲۳ پر ہے کہ عمر نے عبد اللہ بن مسعود اور ابو درداء اور ابو مسعود انصاری کو قید کر دیا اور کہا تم لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے بہت احادیث کہنی شروع کر دی ہیں۔ پھر الفاروق ص۲۲ پر ہے کہ اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن مسعود کم احادیث روایت کرتا۔ یہاں تک کہ سال سال بھر قال رسول اللہ نہیں کہتا تھا۔

تاریخ خمیس ص۳۳۳ پر ہے کہ لوگوں نے کہا کون ایسا ہے جو محمدؐ کو قتل کرے۔ تو عمر نے کہا اس کام کو میں کروں گا۔

ازالۃ الخفا ص۱۱۰ پر ہے کہ عمر نے کہا ہم ضرور منع کریں گے کہ حسب والی عورتیں غیر کفو سے نکاح نہ کریں

کشف الغطا مطبوعہ صدیقی لاہور ص۱۲ پر ہے کہ ایک دن بوقت فجر عمر کے پاس موذن آیا اور کہا۔ الصلوٰۃ خیر من النوم" یعنی سونے سے نماز بہتر ہے عمر نے کہا یہی کلمہ صبح کی اذان میں کہا کرو۔

بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان پارہ آٹھواں ص۱۶ دستی پر ہے کہ عمر نے لوگوں کو ابی بن کعب کے پیچھے نماز تراویح کا حکم دیا۔ اور کہا یہ اچھی بدعت ہے تاریخ الخلفا سیوطی باب

اولیات عمر میں ہے کہ عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں سب سے پہلے امیر المومنین کا خطاب خود اپنے لیے تجویز کیا۔ اور ماہ رمضان میں تراویح کی بنیاد ڈالی۔ متعہ کو حرام کیا اور نماز میں تیمم کی اور نماز جنازہ میں لوگوں کو پانچ تکبیروں پر اکٹھا کیا۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ عمر بن خطاب پہلا شخص ہے جس نے تراویح کو جاری کیا۔ نووی شرح مسلم کتاب الطلاق جلد اول ص۴۷۸ پر ہے کہ عمر نے حکم جاری کیا کہ مرد عورت کو ایک ہی دفعہ تین طلاق دے سکتا ہے۔

حاشیہ بخاری مولوی وحید الزمان پارہ اول کتاب الوضو ص۱۰۱ پر ہے کہ عمر نے پیشاب کے بعد اپنا ذکر دیوار پر رگڑا۔ مترجم بخاری پارہ چوتھا الواب الاستقا مطبوعہ احمدی پریس لاہور مولوی وحید الزمان ص۱۸ پر ہے کہ عمر کے عہد میں جب کبھی قحط پڑتا تو حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا کی جاتی اور بارش ہوتی۔

عمر کے علم و فضل پر نگاہ ڈالیں تو اس جیسا بے علم کہیں نظر نہیں آتا۔ شرع کے عام مسائل عوام الناس سے پوچھتا پھرتا تھا۔ عمل کو دیکھیں تو وہ اپنے بد عمل ہونے کا خود معترف ہے مزاج کا الیا درشت اور اکھڑ تھا کہ خدا کی پناہ۔ جملہ اصحاب رسولؐ کو اس کی بد مزاجی کے خلاف ہمیشہ شکایت رہی۔ دیانت اور امانت اس کے دل سے اسطرح غائب تھی جسطرح گدھے کے سر سے سینگ احکام شریعت اس کے عہد خلافت میں ایک فٹ بال کیطرح تھے جس کو ٹھوکروں سے جدھر چاہتے لے جاتا۔ بغرض عمر بن خطاب خاتم خلافت کے لئے ایک بے بہا نگین تھا۔ شیعہ حضرات اس کی جتنی بھی عزت و حرمت کریں کم ہے۔ جس خلوص ارادت و محبت سے عمر بن خطاب خاندان اہل بیتؑ سے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد پیش آیا۔ اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ پس شیعہ حضرات پر اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے اس پر...... بھیجنا فرض ہے۔

صلح حدیبیہ

تفسیر درمنثور سورہ فتح جلد ششم ص۷۷ زاد المعاد اور تفسیر ثعلبی میں ہے کہ جنگ حدیبیہ میں آنحضرتؐ اور کفار کے درمیان صلح ہونی قرار پائی۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے صلح نامہ لکھنا شروع کیا۔ جب لکھا گیا یہ صلح نامہ ہے درمیان محمد الرسول اللہ اور فلاں کے تو کفار نے کہا کہ اگر ہم محمدؐ کو رسول اللہ مانتے تو جنگ ہی کیوں کرتے تم کو رسول اللہ لکھا جانا منظور نہیں۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ مٹا دو۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا جوش ایمان اس امر کی اجازت

نہیں دیتا۔ آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے لفظ رسول اللہ مٹا دیا۔ اور صلح نامہ لکھا گیا۔ عمر نے کہا مجھے آج محمدؐ کی نبوت میں شک ہوا ہے جو پہلے نہ ہوا تھا۔

تذکرہ خواص الامہ میں ہے کہ جب ثالث نامہ کے دن جناب امیر علیہ السلام نے اپنے نام کے نیچے امیر المومنین لکھا۔ تو عمرو عاص نے اس لقب کو کاٹ دینے کو کہا کفار قریش کیطرح جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ صلح حدیبیہ کے وقت بھی اعتراض کفار نے رسول اللہ کے لفظ پر کیا تھا عمرو عاص نے کہا آپ مجھے کافروں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے زنا کار مسمات نابغہ کے بیٹے تو کب مسلمانوں کا دشمن اور فاسقوں کا دوست نہیں تھا۔ نیز اسی کتاب میں ہے کہ ابو موسیٰ نے کہا اے عمرو عاص تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ تو نے بیوفائی کی اور فسق فجور کیا۔ تیری مثال بالکل کتے کی سی ہے۔

عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ عمر کے دل میں نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق شک پڑنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان سے خارج تھا۔ ہم یہ جواب دیں گے کہ ابھی تک وہ مولفۃ القلوب میں ہوگا۔ اور بعد ازاں حسن اسلام اور رسوخ ایمان سے متصف ہوا ہوگا

بخاری کتاب الشروط مع الناس پارہ گیارہواں صفحہ اور قسطلانی شرح بخاری باب الشروط میں بروایت عمر لکھا ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ کیا تو خدا کا سچا نبی نہیں ہے فرمایا کہ ہوں میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن ناحق پر نہیں ہیں۔ اسلئے ہم اپنے دین کو یہ ذلیل حالت کیوں دیں فرمایا میں رسول خدا ہوں اور احکام خدا سے عدول نہیں کر سکتا۔ اور وہ میرا مددگار ہے۔ میں نے پھر کہا کہ کیا تو ہم سے باتیں نہ کرتا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ فرمایا کہ ہاں لیکن میں نے کب کہا تھا کہ اسی سال طواف بیت اللہ کریں گے۔ عمر کہتا ہے کہ پھر میں ابوبکر کے پاس گیا اور کہا کہ کیا یہ خدا کا سچا نبی نہیں ہے (گویا ابھی تک شک میں گرفتار ہے) ابوبکر نے کہا ہاں سچا نبی ہے۔

مفتاح کا قدوقی میں ہے کہ عمر کے دل میں صلح حدیبیہ کے دن ایک امر عظیم وارد ہوا۔ رسول اللہ کہتے جاتے تھے کہ میں خدا کا سچا رسول ہوں اور میں خدا کے امر کی مخالفت نہیں کر سکتا مگر عمر اپنے شک پر اصرار کرتا تھا۔ ابو عبیدہ نے کہا اے عمر کیا تو نہیں سنتا کہ رسول اللہ کیا کہتے ہیں۔ میں پناہ مانگتا ہوں شیطان ملعون سے اور تیری رائے کو متہم رکھو اس لئے شیطان کہتا ہوں۔ ناظرین بخاری پارہ و رسول صلعم

شبلی نعمانی الفاروق میں لکھتا ہے کہ عمر نے اس شک کی توبہ اور ندامت کے کفارہ میں غلام آزاد کئے اور روزے رکھے۔ ملل و نحل علامہ عبد الکریم شہرستانی مطبوعہ انگلستان صفحہ ۹ میں ہے کہ سب سے پہلا شبہ جو مخلوقات میں

پیدا ہوا وہ شیطان کا تھا جس نے بمقابلہ نص کے اپنی رائے کو قوی سمجھا اور خدا کے مقابلہ میں اپنی خواہش نفس کو اختیار کیا اور اپنی خلقت نار سے آدمؑ کی خلقت خاک پر تکبر کیا اس شبہ سے سات شبہے پیدا ہوئے جو تمام عالم میں پھیل گئے اور ان سے مذہب ضلالت و بدعت پیدا ہوا۔

الفاروق مولوی شبلی نعمانی حصہ دوئم ص۲۳۲ پر ہے کہ اس تفریق مراتب کا موجد در اصل حضرت عمر ہیں کیونکہ کتب احادیث و تفسیر میں تم نے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے ایسے مواقع پیش آئے ہیں کہ رسول اللہ نے کوئی کام کرنا چاہا ہے یا کوئی بات ارشاد فرمائی ہے تو عمر نے اس کے خلاف رائے دی ہے۔

الفاروق شبلی صفحہ ۳ پر ہے کہ جس نے سب سے اول اسلام میں قیاس کی بنیاد ڈالی وہ عمر بن خطاب ہے۔

یواقیت الجواہر شیخ عبدالوہاب شعرانی میں ہے کہ بعض محققین نے قرار دیا ہے کہ اہل اللہ کے لئے قیاس کرنا حرام ہے۔

در منثور سیوطی جلد ششم ص۷۳ پر ہے کہ شجرۃ الرضوان کو جس کے نیچے آنحضرتؐ نے بیعت لی تھی عمر بن خطاب نے کٹوا دیا۔ لوگ جوق در جوق اس درخت کی زیارت کو آتے جاتے تھے اور وہاں نمازیں پڑھتے تھے ابن عمر کا تمام عمر یہ وطیرہ رہا کہ آنحضرتؐ نے جن درختوں کے نیچے کبھی آرام فرمایا تھا ان کو پانی دیتا رہتا تاکہ خشک نہ ہونے پائیں۔ سورہ فتح میں ہے کہ خدا مومنین سے (شجرۃ الرضوان کے نیچے بیعت لیتے ہوئے) راضی ہو گیا۔ جب انہوں نے تیری بیعت کی اور خدا نے ان بیعت کرنے والے دلوں کی حالت کو بھی جان لیا اس آیہ میں شجرۃ الرضوان کی حرمت ظاہر ہے بالآخر شجرۃ الرضوان کی اصلی جگہ کو بعد کوشش تلاش کر کے وہاں مسجد بنا دی گئی اب ہم بتاتے ہیں کہ عمر نے اس درخت کو کیوں کٹوایا۔

الف: در منثور ص۷۳ پر ہے کہ عبداللہ بن معقل بیان کرتا ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے اور شجرۃ الرضوان کی شاخ آنحضرتؐ اور حضرت علی علیہ السلام پر جھکی تھی۔

ب: در منثور ص۷۲ پر ہے کہ آنحضرتؐ معہ پندرہ سو اصحاب کے عمرہ کو جاتے ہوئے مقام حدیبیہ میں پہنچے قریش مکہ ڈرے کہ آنحضرتؐ ہمارے ساتھ لڑنے کو آ رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے قریش مکہ کو تسکین دینے کیلئے عمر بن خطاب کو قریش مکہ کی طرف پیغام لے جانے کا حکم دیا۔ عمر نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا میرا وہاں کوئی ہمدرد نہیں ہے عثمان کو بھیج دیں۔ اس کی قوم و قبیلہ کے لوگ وہاں موجود ہیں چنانچہ عثمان کو بھیجا گیا جس کو قریش مکہ نے جنگ میں قیدی بنا لیا۔ اس پر آنحضرتؐ نے مسلمانوں سے بیعت لی کہ مر جائیں گے۔ مگر آنحضرتؐ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے سلمہ بن

رکوع کہتا ہے کہ ہم سب نے مرنے پر بیعت کی تھی۔ مگر عمر بن خطاب نے مرنے پر بیعت نہ کی تھی۔ جابر کہتا ہے کہ آنحضرتؐ عمر کا ہاتھ پکڑے بیعت لے رہے تھے مگر یہ بیعت اس پر تھی کہ میں فرار نہ کرونگا نہ اس پر کہ جان قربان کر دوں گا۔ تاریخ خمیس ص۲۲ پر ہے کہ بیعت دو قسم کی تھی ایک یہ کہ ہم لڑتے لڑتے مر جائیں گے دوسرے یہ کہ ہم فرار نہیں کریں گے۔ عروہ بن مسعود الثقفی نے کہا جو کفار قریش کا سفیر تھا کہ خدا کی قسم میں ایسے ایسے اوباشوں کے چہرے دیکھ رہا ہوں۔ جو فرار کر جائیں گے اور آنحضرتؐ کو تنہا چھوڑ جائیں گے اس بات پر ابوبکر نے عروہ بن الثقفی کو سخت گالیاں دیں۔

ج: اسی شجر کے قرب میں صلحنامہ حدیبیہ لکھا گیا اور جو حرکت عمر سے ہوئی عام و خاص کی زبان زد ہے۔ انما شنة اللمعات ص۵۴ میں ہے کہ عمر نے کہا کہ اگر ہم کو قدرت حاصل ہوتی تو ہم صلح رسول اللہ کو توڑ دیتے معارج النبوة ص۱۹۴ پر ہے کہ اسی شجر کے نیچے آنحضرتؐ نے عمر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تم وہ دن بھول گئے ہو جب تم جنگ احد میں بھاگ گئے اور میں تم کو بلاتا رہا۔ اور نیز تم جنگ احزاب میں بھاگ گئے

د: معارج النبوة ص۱۹۷ پر ہے کہ صلحنامہ حدیبیہ کامل ہو چکنے کے بعد آنحضرتؐ نے تمام اصحاب کو تاکیداً تین بار فرمایا کہ اپنے اپنے اونٹوں کو نحر کرو۔ اور سر منڈوا ڈالو۔ مگر کسی ایک نے بھی حکم کی تعمیل نہ کی واضح ہو کہ اس وقت ان لوگوں کو مسلمان ہوئے تقریباً اٹھارہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ مگر یہ حالت تھی درمنثور ص۸۱ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے اور اصحاب نے بالآخر سر منڈوائے۔ مگر عثمان اور ابو قتادہ نے پھر بھی سر نہ منڈوایا۔

عمر بن خطاب کا یہ کہنا کہ مجھے آج آنحضرتؐ کی نبوت میں شک ہوا ہے۔ جو پہلے نہ ہوا تھا۔ اس کے صریحاً یہ معنی ہیں کہ وہ دل میں ہمیشہ شک میں گرفتار رہا جس کے اظہار کا اسے آج موقعہ ملا ہے حضرت علیؑ کا آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کرنا کہ میں رسول اللہ کے لفظ کو اپنے ہاتھ سے مٹانا پسند نہیں کرتا۔ عین ایمان اور عین اسلام تھا۔ مگر عمر بن خطاب کا کہنا کہ مجھے نبوت میں شک پیدا ہوگیا ہے جو پہلے نہ ہوا تھا عین ارتداد ہے دونوں اشخاص کے فعل میں مخالفت کلی ہے۔

عمر کا نبوت میں شک کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کا اسلام لانا مصلحت اور خوف کی وجہ سے تھا۔ دراصل اس کا دل لات و منات کی الفت سے لبریز تھا۔

جب وہ آنحضرتؐ کو نبی ہی نہیں مانتا تھا تو وہ آپ کے احکام کو واجب التعمیل کب مان سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ جب کبھی آنحضرتؐ اس کو کسی کافر کے مقابلہ میں نکلنے کا حکم دیتے تھے وہ صاف انکار کر دیتا تھا اور یہی سبب تھا۔ کہ وہ آنحضرتؐ کو کفار میں گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگ جاتا تھا۔ اس کو

کیا پڑی تھی بلکہ ایسے شخص کی حمایت میں لڑکر اپنی جان عزیز مفت میں ضائع کر دے۔ جیسے وہ دل سے فرستادہ خدا نہ سمجھتا ہو۔

جو شخص نبوت میں شک رکھتا ہو۔ قرآن پاک کو خدا کا کلام کیونکر سمجھ سکتا ہے۔ اسی سبب سے عمر نے احکام قرآن کو کبھی واجب التعمیل نہ جانا۔ آیہ متعہ کو اپنی مرضی سے منسوخ کر دیا۔ آیہ تطہیر کی تضحیک کی۔ آیہ خمس پر عمل نہ کیا۔ آیہ فدک کے احکام کو نہ مانا۔ اور آیہ بلغ کی اطاعت سے سرکشی کی۔ ایسا آدمی اقوال رسولؐ اور اہل بیت علیہم السلام منقبت کو کس طرح صحیح تسلیم کر سکتا ہے۔ پس اس نے استیصال اہل بیت میں جو قدم اٹھایا اپنے دل کی حالت کے مطابق اٹھایا ان مظالم میں وہ اتنا قصوروار نظر نہیں آتا جتنا اس کا اصل اور فطرت نظر آتی ہے۔

واقعہ غدیر کو فرضی اور خود غرضانہ کہانی سمجھنا اس کی فطرت اور طینت کا تقاضا تھا۔ وہ کب گوارا کر سکتا تھا کہ اہل بیت علیہم السلام کے گھر پہ پرچم اقبال و دولت لہرائے اور وہ محکوم رعیت بن کر رہے اس کے خیال میں آیات قرآنی اور اقوال رسولؐ اخبار مصنوعات تھے۔

آنحضرتؐ کے طلب قرطاس و قلم پر عمر کا حسبنا کتاب اللہ کہنا عجیب اور حیرت انگیز حرکت نہ تھی اس کا دل اس کو اسی مسلک پر چلنے کی تاکید کر رہا تھا۔ کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ دل کے حکم کے خلاف عمل پیرا ہو کر وصیت نامہ لکھنے کا موقعہ دے دیتا اور تمام عمر کی محکومیت اپنے ہاتھوں سے آپ خرید لیتا۔

خانہ سیدہ کو جلانے اور پہلوئے سیدہ پر ضرب لگا کر حضرت محسنؑ کو اور سیدہ کو شہید کرنے پر عمر بن خطاب فطرتاً مجبور تھا۔ اس کا دل اسے ہر لحظہ بالاصرار کہہ رہا تھا کہ جب تک جناب سیدہ حیات ہیں۔ لوگوں کی نگاہ سے حضرت علیؑ کی عزت اور حرمت کم نہیں ہو سکتی:

الحاصل عمر بن خطاب نے جو کچھ بھی کیا "ختم اللہ علی قلوبھم" کے تحت میں کیا لہٰذا ہم اس کو اس کی تمام بدفعلیوں میں بحکم قرآن مجبور پاتے ہیں اور اس کے حق میں قرآن ہی کے حکم پر عمل کر کے درجات عالیہ پر فائز ہوتے ہیں:

احراق کتب خانہ جناب سیدہ

ازالۃ الخفا ص[۱۹۹] پر ہے کہ عمر سے ایک شخص نے بیان کیا کہ جب ہم نے مدائن کو فتح کیا تو وہاں سے ایک کتاب ہم کو ملی جس میں علوم فارس ہیں۔ (فلسفہ منطق۔ سائنس) عمر نے درّہ منگایا اور اس

شخص کو ماننا شروع کیا۔ اور کہا کیا کتاب خدا سے کوئی قصہ کی کتاب بہتر ہے۔

جواب اہل العلم والایمان علامہ ابن تیمیہ مطبوعہ مصر مطبع شارع مقام صفحہ ۲۵ پر ہے کہ جب صحابہ نے عمر کو کتب خانہ اسکندریہ جس میں بقول یورپین مورخین لاکھوں کتابیں کمی علوم نادرہ کی جمع تھیں جنکا اب ملنا ناممکن ہے کی اطلاع دی تو عمر نے انکو لکھ بھیجا کہ تمام کتب خانہ کو جلا دو ہم کو قرآن ہی کافی ہے حسبنا کتاب اللہ کشف الظنون صفحہ ۳۳ پر ہے کہ صحابہ نے عمر کے مطابق فتوحات بلاد میں جس قدر کتابیں پائیں ان سب کو جلا دیا۔ کشف الظنون صفحہ ۲۶ پر ہے کہ صحابہ کو کتابوں سے اتنی نفرت تھی کہ علمی باتوں کے لکھنے سے بھی کراہت رکھتے تھے۔ ناظرین جن لوگوں کو علمی باتوں سے کراہت ہو وہ عالم سے کیوں محبت رکھیں گے یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام پر جاہلوں کو ترجیح دی

کتاب الملل والنحل علامہ شہرستانی مطبوعہ بولاق مصر صفحہ ۲ ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران جلد اول صفحہ ۱۳۴ حد تحقیق سنی سید وحید الدین خان بہادر رائز اور مطبوعہ جعفری لکھنو صفحہ ۱۳۳ الفاروق شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی حصہ اول صفحہ ۱۷ کتاب الامامت والسیاست امام ابو عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ صفحہ ۱۳ اسکیچز آف محمد واشنگٹن ارونگ صفحہ ۳ پر ہے کہ عمر بن خطاب مع آگ اور لکڑیاں لیں اور جناب سیدہ کے خانہ فلک کاشیانہ پر آکر کہا اے علی چلو ابوبکر کی بیعت کرو ورنہ اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ اس وقت اس گھر میں حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام تھے۔

ملل والنحل بر حاشیہ الفصل صفحہ ۲۵ جزو اول پر یہ عبارت مرقوم ہے۔ و راد فی القریۃ فقال ان عمر ضرب بطن فاطمہ علیہا السلام یوم البیعۃ حتی السقت المحسن من بطنہا و کان یصیح احرقوھا بمن فیہا وما کان فی الدار غیر علی و فاطمہؑ والحسنؑ والحسینؑ مطلب یہ ہے کہ عمر نے یوم بیعت شکم فاطمہ پر ضرب لگائی۔ جس کی وجہ سے حضرت محسن شہید ہو گئے اور جب عمر نے خانہ سیدہ کو مع اہل خانہ کے جلا دینے کے لئے للکارا۔ اس وقت گھر میں صرف اہل بیت محمد تشریف فرما تھے۔

عمر بن خطاب نے جناب سیدہ پر بیباکانہ ظلم کر کے مثال قائم کر دی اور پھر خلفائے باطل نے عمر کی پیروی کا حق ادا کر دیا اور سادات اور محبان اہلبیت پر وہ ستم ڈھائے الامان صد الامان۔

معارج النبوۃ علامہ ملا معین کاشفی مطبوعہ نولکشور رکن چہارم باب سوم صفحہ ۴۳ سطر ۱ پر ہے کہ شہادت محسن کی وجہ سے جناب سیدہ بیمار ہو گئیں حتی کہ وفات فرمائی۔

ینابیع المودۃ علامہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۱۴۳ سطر ۲ پر بروایت عائشہ

لکھا ہے کہ پیغمبر صلعم کے سوائے میں نے کسی کو بھی جناب فاطمہؑ سے افضل نہ پایا۔

ترمذی صفحہ ۵۲۷ سطر ۵ اور مشکوٰۃ مطبوعہ محمدی دہلی صفحہ ۵۶۸ سطر ۳ پر یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے جو ان کا دوست ہے وہ میرا دوست۔

بخاری میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ فاطمہ سیّدہ سردار ہے بہشت کی تمام عورتوں کی۔

بخاری مطبوعہ مجتبائی فضائل اصحاب النبیؐ باب مناقب فاطمہ جلد چہارم صفحہ ۵۳۲ سطر ۲۹ اور ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۳۳ آخری سطر پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھ کو غضب ناک کیا۔

ترمذی مطبع احمدی میرٹھ جلد دوم صفحہ ۲۳۱ سطر ۱۵ پر ہے کہ جب جناب فاطمہ حضور صلعم کے پاس تشریف لاتیں تو آنحضرت آپ کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے۔ اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۱۳۲ سطر ۲ پر ہے کہ سلمہ بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ جب ابوبکر منبر خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام اور زبیر اور چند بنی ہاشم خانہ سیدہ میں (بطور فاتحہ خوان) موجود تھے۔ پس عمر بن خطاب ان کے پاس آیا اور کہا خدا کی قسم اس گھر کو جلا دوں گا۔ اگر تم لوگ بیعت ابوبکر کے لئے (اسی وقت) نہ نکلے۔

تاریخ ابوالفدا ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۲۱۳ پر ہے کہ ابوبکر کی بیعت عشرہ اوسط ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں ہوئی۔ مگر بنی ہاشم اور زبیر اور عتبہ بن ابی لہب اور خالد بن سعید ابن عاص اور مقداد بن عمرو اور سلمان فارسیؓ اور ابوذر غفاریؓ اور عمار یاسر اور براء ابن عازب اور ابی بن کعب یہ سب لوگ حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ ہو گئے (اور ان میں سے کسی نے بیعت ابوبکر نہیں کی) اسی بات میں عتبہ بن ابی لہب نے چند شعر اس مضمون کے کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ اولاد ہاشم سے خلافت اور حکم دونوں جاتے رہیں گے۔ اسی طرح ابوسفیان پدر معاویہ نے بھی بیعت ابوبکر نہیں کی۔ پھر ابوبکر نے عمر بن خطاب کو حضرت علی کے پاس بہ ایں ارادہ بھیجا۔ کہ حضرت علی علیہ السلام مع ان لوگوں کے جو اس کے پاس ہوں۔ خانہ سیدہ سے نکال دو۔ اگر وہ نکلنے میں پس و پیش کریں تو بے شک ان سے جنگ کرو۔ عمر بن خطاب نے تھوڑی سی آگ بھی ہاتھ میں لے لی۔ تاکہ اس گھر کو جلا دے۔ اسی اثنا میں حضرت فاطمہؑ راہ میں ملیں حضرتؑ نے فرمایا اے ابن خطاب کہاں جاتا ہے کیا ہمارا گھر جلانے آیا ہے عمر نے کہا بے شک تمہارا گھر پھونک ڈالونگا۔ ورنہ تم بھی ابوبکر کی بیعت کر دو۔ اور جس کام میں امت داخل ہوئی ہے تم بھی داخل ہو جاؤ

الفاروق شبلی مطبوعہ مفید عام آگرہ حصہ اول صفحہ ۱۵ سطر ۹ پر ہے کہ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں

اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں دانستہ کفر پوشی کرتا ہے جو اس نے احراق فاطمہؑ کے ارادہ کے بارہ میں صرف دو حوالے لکھے ہیں ہم لکھا ہے کہ عمر نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا، یا بنت رسول اللہؐ خدا کی قسم۔ آپ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ تاہم اگر آپ کے ہاں لوگ اسطرح مجمع کرتے رہے تو میں ان لوگوں کی وجہ سے آپ کے گھر میں آگ لگا دوں گا۔ اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ اس روایت کے راویوں کا حال ہم کو معلوم نہیں ہو سکا۔ اس روایت کے راوی ثقہ اور معتبر ہیں تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔

کتاب الامامت والسیاست جلد اول مطبوعہ مصر ص۱۳ سطر ۱۳ پر تفصیل سے لکھا ہے کہ عمر نے خانہ سیدہؑ کو جلانے کیلئے آگ اور لکڑیاں لانے کا حکم دیا۔ جناب فاطمہ علیہا السلام نے لوگوں سے اپنی بیکسی اور مظلومیت کا اظہار کیا۔ اور روضہ رسولؐ کی طرف منہ کر کے دردناک الفاظ میں بلند آواز سے نوحہ و بکا کیا۔ عمر نے ابوبکر سے بار بار قتل علیؑ پر اصرار کیا۔ اور پھر حضرت علی علیہ السلام نے قبر رسولؐ سے چمٹ کر دلسوز الفاظ میں اپنی حالت کا نقشہ کھینچا۔

تاریخ الامم والملوک امام محمد بن جریر طبری مطبوعہ مصر جلد سوئم ص۱۹۸ بروایت ابن حمید۔ عقد الفرید امام شہاب الدین احمد المعروف بہ ابن عبد ربہ اندلسی مطبوعہ مصر جلد دوئم ص۱۷۶ تاریخ المختصر فی اخبار البشر ملک المؤید عماد الدین ابو الفدا مطبوعہ مصر جلد اول ص۱۵۶ روضۃ المناظر برحاشیہ تاریخ کامل جلد یازدہم علامہ ابو الولید محمد بن شحنہ مطبوعہ مصر ص۱۱۳ مروج الذہب علامہ مسعودی برحاشیہ تاریخ کامل جلد نہم مطبوعہ مصر ص۱۵۶ استیعاب امام عبد البر مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد اول ص۳۴۳ تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبد العزیز دہلوی مطبوعہ نولکشور ص۲۹۳ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ دہلوی مقصد دوئم مآثر ابی بکر رویائے صادقہ مولوی نذیر احمد دہلوی ص۱۵۲ حد تحقیق مشرب سنی مولوی وحید الدین خان مطبوعہ جعفری لکھنؤ ص۳۱ کتاب المرتضیٰ مولوی عبد الرحمان حنفی امرتسری مطبوعہ امرتسر ص۳۵ رسالہ خلافت مصنفہ جان ڈیون پورٹ عیسائی ہسٹری کلائن اینڈ فال آف رومن ایمپائر یعنی زوال سلطنت روم ایڈورڈ گبن جلد سوئم ص۱۱۵ سکیچز آف محمڈ واشنگٹن ارونگ ص۳۱ تاریخ اسلام انگریزی اوکلی ص۱۳ پر بھی عمر کا آگ لکڑیاں لے کر خانہ سیدہ پر جانا۔ اور گھر کو آگ لگانے کی دھمکی دینا لکھا ہے۔

مروج الذہب ص۱۵۹ برحاشیہ تاریخ کامل جلد اول مطبوعہ مصر میں ہے کہ نوفل حماد بن سلمہ سے روایت کرتا ہے کہ عروہ بن زبیر اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر سے اس حرکت پر کہ اس نے حضرت

حنفیہ کے جلانے کا قصد کیا تھا اور لکڑیاں جمع کی تھیں۔ معذرت کرتا تھا کیونکہ غرض یہ تھی کہ ان لوگوں کو ڈرایا جائے تاکہ داخل اطاعت ہوں جیسا کہ اس سے پہلے جب بنی ہاشم نے انکار کیا تھا تو جلانے والی لکڑیاں ان کے جلانے کو جمع کی گئی تھیں۔

داشت در بر شیر یزداں جامہ ماتم ہنوز — بود زہرا را ازیں غم دیدگاں پرنم ہنوز
آتش اندر خانہ خیر البشر افروختند — روز اول کعبہ اسلام را در سوختند
کافر ظاہر مسلمانی ز عقبے چشم بست — کرد محسن را شہید و پہلوئے زہرا شکست

کتاب طرائف حضرت علامہ ابن طاؤس علیہ الرحمۃ میں ہے کہ جب حضرت علی اور حضرت عباس نے بیعت ابوبکر سے انکار کیا تو ابوبکر اور عمر نے ارادہ کیا۔ کہ حضرت علیؑ اور حضرت عباسؑ کو آگ میں ج

تفسیر در منثور سورہ نور میں ہے۔ کہ ابن مردویہ نے انس اور بریدہ سے روایت لکھی ہے کہ رسول اللہ نے آیہ قرآنی "فی بیوت اذن اللہ ان ترفع" پڑھی۔ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ وہ گھر کون سے ہیں فرمایا۔ یہ انبیاء کے گھر ہیں۔ پھر ابوبکر نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہ کیا علیؑ اور فاطمہ کا گھر بھی انہی گھروں میں داخل ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں بلکہ ان سے بھی افضل ہے۔

تاریخ خمیس جلد دوم ص ۳۰ میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے مدینہ کیطرف ہجرت کی تو زینب دختر رسولؐ کے قصد پر اونٹ پر سوار ہو کر جانب مدینہ روانہ ہوئیں ایک کافر نے جس کا نام ہبار بن اسود تھا حضرت زینبؑ کے اونٹ کو نیزہ سے بھڑکایا۔ اور وہ زمین پر گر پڑیں۔ جس کی وجہ سے ان کا اسقاط حمل ہو گیا۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ خدا کا یہ قول اجابت ہے واسطے التماس حضرت ابراہیمؑ کے اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ تحقیق ان کی ذریت میں ظالم ہوں گے اور تحقیق وہ لوگ امامت کو نہیں پا سکتے۔ اس سبب سے کہ یہ امامت اللہ کی طرف سے امانت ہے اور عہد ہے اور ظالم اس کی صلاحیت نہیں رکھتا اور سوائے اس کے نہیں ہے کہ امامت کو وہ لوگ پاتے ہیں جو اولاد ابراہیم میں سے ابرار اور اتقیاء سے ہوں۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ نصب کرنا ظالم کا واسطے امامت کے۔ حالانکہ امام اسی واسطے نصب کیا جاتا ہے کہ ظالموں کو ظلم سے دفع کرے پس جس وقت کہ وہ شخص نصب کیا جائے گا جو فی نفسہ ظالم ہو تو یہ کہاوت صادق ہو جائے گی کہ جس شخص نے بھیڑیئے کو چرواہا بنایا۔ اس نے ظلم کیا۔

کنز العمال جلد سوم کتاب الخلافت باب اول خلافت ابوبکر حدیث نمبر ۲۳۰۳ مطبوعہ حیدرآباد دکن میں ہے کہ اسلم روایت کرتا ہے کہ ابوبکر خلیفہ بن گیا اس وقت حضرت علی علیہ السلام اور زبیر خانہ فاطمہ

میں تھے۔ اور حضرت علیؑ اور زبیر اور فاطمہؑ آپس میں مشورہ کرتے تھے۔ جب یہ خبر عمر بن خطاب کو پہنچی تو وہ خانہ فاطمہؑ پر آیا اور کہا اے فاطمہؑ قسم بخدا میرے نزدیک تمام مخلوق سے محبوب ترین تیرے باپ رسول خدا تھے اور ان کے بعد میں تجھ کو محبوب ترین مخلوقات جانتا ہوں۔ لیکن قسم بخدا۔ یہ دونوں امور مجھے اس سے منع نہیں کر سکتے۔ کہ اگر تمہارے گھر میں یہ لوگ مشورہ کریں گے۔ تو میں اس گھر کو جلا دوں گا۔

کتاب العقد ابن عبد البر فصل سقیفہ کتاب القناۃ فی اخبار الخلفاء تو اریخ میں ہے کہ جن لوگوں نے ابوبکر کی بیعت سے تخلف کیا وہ علیؑ و عباسؓ و زبیر و سعد بن عبادہ تھے۔ علیؑ و عباسؓ جناب فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ ابوبکر نے عمر کو بھیجا کہ ان کو فاطمہؑ کے گھر سے نکالے۔ اور ابوبکر نے عمر کو حکم دیا کہ اگر یہ دونوں انکار کریں۔ تو ان سے مقاتلہ کرو۔ پس عمر اپنے ساتھ آگ لے کر ادھر متوجہ ہوا۔ اور یہ قصد کیا کہ جناب فاطمہ کے گھر کو علیؑ اور عباس سمیت جلا دے۔ پس حضرت فاطمہؑ نے اس کو دیکھ کر کہا۔ اے خطاب کے بیٹے تو اسلئے آیا ہے کہ ہمارے گھر کو جلا دے۔ عمر نے کہا ہاں۔ میں تمہارا گھر جلا دوں گا۔ یا یہ کہ علی اور عباس بھی اس امر میں داخل ہوں جس میں امت کے لوگ داخل ہو گئے ہیں۔

کتاب المختصر فی اخبار البشر بیان بیعت ابوبکر میں ہے کہ ابوبکر کی بیعت سے بنی ہاشم کی ایک جماعت اور زبیر اور عتبہ اور خالد بن سعید اور مقدادؓ اور سلمان فارسی اور ابوذر غفاریؓ اور عمار یاسرؓ اور براء بن عازب اور ابی بن کعب نے انکار کر دیا۔ اور علی کی طرف میلان کیا۔ عتبہ نے اس امر کے متعلق اشعار بھی کہے۔ جنکا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں گمان کرتا تھا کہ خلافت بنی ہاشم اور ان میں سے علی سے منہ موڑے گی۔ کیا علی سب لوگوں سے ایمان میں اول اور سابق اور قرآن و سنت کا سب سے بڑھ کر عالم نہیں ہے کیا علیؑ نے سب لوگوں کے پیچھے آخر وقت تک نبی کا ساتھ نہیں دیا کیا علی وہ شخص نہیں ہے جس کی مدد جبرئیل نے رسولؐ اللہ کے کفن و دفن میں کی۔ علی کی ذات میں وہ سب باتیں موجود ہیں جو دوسرے تمام لوگوں میں ہیں۔ وہ اس سے برابری نہیں کر سکتے۔ تمام امت میں نیکی اور فضیلت کی وہ باتیں موجود نہیں ہیں۔ جو علیؑ میں موجود ہیں۔ ایسا ہی ابوسفیان نے بھی بیعت ابوبکر سے تخلف کیا۔ پس ابوبکر نے عمر کو علیؑ اور ان لوگوں کی طرف بھیجا جو علیؑ کے ساتھی تھے تاکہ وہ ان کو خانہ فاطمہؑ سے نکالدے۔ اور ابوبکر نے عمر کو حکم دیا کہ اگر وہ انکار کریں تو ان سے قتال کر۔ پس عمر آگ لے کر اس قصد سے چلا کہ فاطمہؑ کے گھر کو جلا دے۔ فاطمہؑ نے اس کو دیکھ کر کہا اے خطاب کے بیٹے تو ادھر آ رہا ہے کیا تو ہمارے گھر کو جلانے آیا ہے۔ عمر نے کہا ہاں یہ گھر جلانے آیا ہوں۔ یا یہ کہ وہ اس امر میں داخل ہوں جس میں امت کے لوگ داخل ہوئے ہیں۔

بلاذری میں ہے کہ علی علیہ السلام نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا تو عمر اپنے ساتھ آگ لے کر آیا۔

فاطمہ نے عمر کو دروازے پر دیکھ کر کہا کہ اے پسر خطاب۔ کیا تو چاہتا ہے کہ مجھ پر میرا دروازہ جلا دے۔ عمر نے کہا ہاں۔ اور یہ امر زیادہ قوی ہے بہ نسبت اس امر کے جو تیرا باپ لے کر آیا۔

تاریخ طبری ذکر خلافت ابوبکر میں ہے کہ عمر بن خطاب خانہ جناب امیر علیہ السلام پر آیا اور اس میں طلحہ اور زبیر اور مہاجرین میں سے چند اشخاص تھے عمر نے کہا خدا کی قسم میں یہ ضرور یہ گھر تم پر جلا دوں گا یا یہ کہ ابوبکر کی بیعت کرنے کے لئے باہر آؤ۔

مولوی وحید الدین خاں نے کتاب حد تحقیق مطبوعہ لکھنؤ میں لکھا ہے کہ حسب روایت تاریخ ابوالفداء بادشاہ شام کے جس پر شیعہ ہونے کا کچھ احتمال نہیں ہو سکتا۔ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمر خانۂ فاطمہ علیہا السلام کو جلانے کے لئے اپنے ہاتھ میں آگ لے کر گئے تھے اور حضرت ابوبکر سے یہ حکم پایا تھا کہ علیؑ بیعت نہ کریں تو علیؑ اور ان کے ساتھیوں کو فاطمہ کے گھر سے نکال دیا جائے۔

اگر کوئی شخص فوت ہو جائے۔ اور اس کا خاندان مصروف گریہ و زاری ہو۔ تو اس وقت ہر ایک انسان کو اس خاندان سے قدرتاً اور اخلاقاً ہمدردی ہوتی ہے جوں جوں مدت منقضی ہو جاتی ہے پس ماندگان میں صبر و تحمل آتا جاتا ہے آخر کچھ عرصے بعد صدمۂ موت ہلکا ہو جاتا ہے۔

اگر عمر بن خطاب اور ابوبکر بن قحافہ دنیوی دستور ہی پیش نظر رکھتے تو خاندان اہل بیت کو سرور کرد وفات رسولؐ کے غم میں رو لینے دیتے اور صف ماتم اٹھ جانے دیتے۔ خلافت پر قبضہ کر چکے تھے اور جابر اور حلقہ بگوشوں کا ہجوم غفیر موجود تھا۔ حضرت علیؑ سے بیعت لینے میں اتنی عجلت کی کیا ضرورت تھی اور خانۂ اہل بیت کو مع اہل خانہ جلا دینے کی کیا مجبوری لاحق تھی۔ کیا یہ ممکن تھا کہ ڈرانے دھمکانے سے حضرت علیؑ ابوبکر کی بیعت کر لیتے۔

حضرات شیخین کے اس فعل نے عوام الناس میں ایک نمونہ قائم کر دیا۔ کہ خاندان اہل بیت کسی عزت کسی آبرو اور کسی لحاظ کے مستحق نہیں ہیں اس فعل بد کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کی نگاہ میں اہلبیت کا وقار کم ہو گیا پھر حضرات ثلاثہ کے عرصہ حکومت میں ان کی گوناگوں تدابیر سے اہل بیت کی عزت بتدریج لوگوں کے دل سے محو ہو گئی ۔۔۔ پھر معاویہ اور اس کے بعد کے خلفاء نے جو جو وحشیانہ سلوک اہل بیت اور محبان اہل بیت سے روا رکھے۔ ظاہر و باہر ہیں۔ اس خونی دریا کا منبع خلافت اول تھی جس کا مدار المہام اور وزیر اعظم عمر بن خطاب تھا۔

قصۂ قرطاس

بخاری امام بخاری مطبوعہ بمبئی جلد پنجم صفحہ ۳ مسلم امام مسلم مطبوعہ نولکشور جلد دوم صفحہ ۴۳ تاریخ

خمیس علامہ دیار بکری مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۸۲ معارج النبوۃ ملا معین کاشفی مطبوعہ نولکشور رکن چہارم صفحہ ۲۳ مشکوٰۃ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب مطبوعہ محمدی دہلی صفحہ ۵۴۹ روضۃ الاحباب محدث جمال الدین حسینی مطبوعہ تیغ بہادر لکھنؤ صفحہ ۵۵ الفاروق شمس العلما مولوی محمد شبلی نعمانی مطبوعہ مفید عام آگرہ حصہ اول صفحہ ۹ سر العالمین تحفۃ الاسلام امام غزالی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۹ کتاب الشفا علامہ قاضی عیاض مطبوعہ صدیقی بریلی صفحہ ۲۶ شرح علامہ ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران جلد اول صفحہ ۴۳ ان تمام کا مجموعہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی مرض الموت کے وقت حکم دیا لاؤ میرے لئے قلم اور کاغذ تاکہ میں تم کو ایسی تحریر کر دوں جس سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔ عمر نے کہا۔ قلم اور کاغذ لانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے یہ شخص (عمر نے کہا ہے یہ شخص) نہ رسولؐ اللہ اور نہ پیغمبر خدا نہ حضرتؐ ہذیان کی حالت میں ہے یعنی غلبہ مرض کی وجہ سے خلاف عقل باتیں کہہ رہا ہے ہم کو کتاب خدا ہی کافی ہے۔ اس کلمہ پر حاضرین بلند آوازی شروع ہوئی۔ اور حضرت نے فرمایا قوموا عنی۔ قوموا عنی۔ یعنے دور ہو جاؤ مجھ سے دور ہو جاؤ مجھ سے۔

سورہ الحجرات میں ہے کہ اے ایمان والو۔ اپنی آواز کو رسولؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اور جس طرح بلند آوازی سے آپس میں باتیں کرتے ہو۔ اسی طرح رسولؐ سے بلند آوازی سے گفتگو نہ کرو۔ ورنہ تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

سورہ احزاب میں ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں۔ انکو اللہ نے اپنی رحمت سے دنیا اور آخرت میں دور رکھتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار ہے

بخاری مطبوعہ بمبئی باب مرض النبی جلد پنجم صفحہ ۳ سطر اول پر ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ پنجشنبہ کا روز عجب روز بد تھا۔ کہ آنحضرتؐ نے شدت مرض میں حکم دیا کہ لاؤ کاغذ تاکہ میں ایک وصیت نامہ لکھ دوں کہ اس پر عمل کرنے کے بعد تم لوگ گمراہی میں نہ پڑو گے پس حاضرین میں نزاع پیدا ہوئی اور پیغمبر کے حضور میں تکرار اور نزاع کسی طرح مناسب نہ تھا پس اصحاب (صرف عمر) نے کہا کہ پیغمبر صلعم ہذیان بول رہے ہیں۔ پیغمبر نے فرمایا مجھے چھوڑ دو اس حالت میں کہ جس میں ہوں یعنی شور نہ کرو۔ پھر آنحضرتؐ نے تین وصیتیں کیں۔ پہلی یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ دوسری یہ کہ جائزہ دیا کرنا جس طرح میں دیا کرتا تھا۔ تیسری یہ کہ۔۔۔۔ یعنی یہاں حضرت خاموش ہو گئے یا راوی اس وصیت کو بھول گیا۔

ناظرین۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آنحضرتؐ کو کاغذ و قلم کے طلب فرمانے پر بہتان ہذیان بتایا جاتا ہے۔ لیکن اسی وقت آنحضرتؐ بہ قائمی حواس وصایا فرما رہے ہیں۔

امام بخاری نے تیسری وصیت کو دانستہ درج بخاری نہیں کیا لیکن ہم اس بھید کو بتا دیتے ہیں سر العالمین امام غزالی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۹ سطر ۱۵ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو مرنے سے پہلے حضرتؐ نے فرمایا لاؤ دوات اور کاغذ کو تمہارے سے لئے خلافت اور امارت کی مشکلات کو دور کر دوں اور بتا دوں کہ میرے خلافت اور امارت کا کون مستحق ہے۔ مگر عمر بن خطاب نے اس وقت کہہ دیا کہ چھوڑ دو اس شخص کو کہ یہ ہذیان کر رہا ہے۔

کتاب الشفا قاضی عیاض مطبوعہ صدیقی بریلی صفحہ ۳۰ سطر ۱۲ پر ہے۔ کہ آنحضرتؐ کا مقصود اس وقت وصیت لکھنے سے یہ تھا۔ کہ امر خلافت کا فیصلہ کیا جائے۔ اور اپنے بعد ایک خاص خلیفہ مقرر کیا جائے۔

تفسیر کبیر سورہ نساء پر آیہ ان یتحاکموا الی الطاغوت "۔ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کا ہر ایک قول و فعل واجب التعمیل ہے اور جس نے اس امر کی بھی مخالفت کی۔ وہ اسلام سے خارج ہو گیا خواہ اس کی مخالفت شک کی وجہ سے ہو یا سرکشی کی وجہ سے۔

امام عینی شرح بخاری لکھتا ہے کہ چونکہ آنحضرتؐ کسی وقت خلاف عقل باتیں نہیں کر سکتے اس لئے آنحضرتؐ کے حق میں کلمہ ہذیان کہنے والا کوئی منافق ناقص الایمان ہو گا۔

قسطلانی شارح بخاری اور ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری لکھتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے قلم اور کاغذ طلب فرمایا تھا اس وقت آنحضرتؐ کے اہل بیت وہاں موجود نہ تھے۔

کتاب شفا امام الائمہ قاضی عیاض مطبوعہ صدیقی بریلی صفحہ ۳۰ سطر ۸ پر ہے کہ هَجَرَ هُجْرًا کے معنی بکواس کرتا ہے اور هجر اهجر کے معنی گندی گالیاں دینا ہے۔

تاریخ خمیس علامہ دیار بکری مطبوعہ مصر جلد دوئم صفحہ ۱۹۳ سطر ۲۱ اور مشکوٰۃ مطبوعہ محمدی دہلی صفحہ ۴۵۵ سطر ۱۶ پر بروایت ابن عباس مفصل لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے قلم و قرطاس طلب فرمانے پر عمر بن خطاب نے حضرتؐ پر بہتان ہذیان لگایا اور آنحضرت نے فرمایا۔ دور ہو جاؤ مجھ سے دور ہو جاؤ مجھ سے۔

بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم و کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب و کتاب المغازی باب مرض النبی و کتاب الجہاد باب هل یستشفع الی اهل الذمة و کتاب الاعتصام باب کراهة الخلاف و صحیح مسلم کتاب الوصایا باب وصیت النبی و مشکوٰۃ بعد باب الکرامات و قبل باب مناقب الصحابہ میں ہے۔ کہ حضرت ابن عباس پنجشنبہ یعنی جمعرات کے روز رویا کرتے۔ یہاں تک کہ زمین پر پڑے ہوئے سنگریزے ان کے آنسوؤں سے تر ہو جاتے۔ وجہ دریافت کرنے پر فرماتے کہ یہ دن تمام مصیبتوں کا دن ہے

کیونکہ اس دن رسول خدا کو وصیت لکھنے نہ دی گئی (بلکہ آنحضرتؐ کو ہذیان گو کہا گیا)
شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران جلد اول ص۱۳۳ سطر ۷ پر صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے حق میں کلمہ ہذیان کہنے والا عمر بن خطاب ہے۔ ...... ایک شاعر کا قول ملاحظہ ہو:۔

اوصی النبی فقال قائلہم — قد ضل یہجو سید البشر
و رءوا ابا بکر اصاب فلم — یہجر فقد اوصی الی عمر

ترجمہ: جب آنحضرتؐ نے (طلب قلم و قرطاس کی) وصیت کی تو کہنے والے نے کہہ دیا کہ یہ تحقیق سید البشر گمراہ ہو گیا ہے اور ہذیان کر رہا ہے۔ لیکن ابوبکر راستی پر تھا جب اس نے (عمر کے حق میں) وصیت کی تو وہ ہذیان نہ تھی۔

کنز العمال جلد چہارم ص۵۲ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ نے بوقت مرض الموت قلم و قرطاس طلب فرمایا عورتوں نے (عمر سے) کہا کہ حضرتؐ کی حاجت پوری کرو۔ تو عمر نے کہا چپ ہو تم تو صواحب یوسف ہو کہ جب حضرتؐ بیمار ہوں تو تم اپنی آنکھیں نچوڑو۔ یعنی زبردستی اور مصنوعی گریہ کرو اور جب آنحضرتؐ صحیح ہوں تو ان کی گردن پر سوار ہو جاؤ۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا اے عمر تم سے یہ بہتر ہیں۔ ناظرین آنحضرتؐ کی صحت دماغ و حواس عمر کی خود رائی ملاحظہ ہو۔

فتح الباری کتاب الفتوحات نسخہ قلمی ص۱۹ پر ہے کہ جب اصحاب میں قصہ قرطاس کے متعلق اختلاف واقع ہوا تو ان سے برکت اٹھ گئی

نہایۃ ابن اثیر جزری لغت ہجر۔ دیوان متنبی۔ عکبری در شرح شعر:۔

انطق فیک ہجر الجعل علی — بانک خیر من تحت السماء

شرح شفا قاضی عیاض موسوم بہ نسیم الریاض۔ شرح مشکوٰۃ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کتاب سر العالمین امام غزالی۔ مدارج النبوۃ شاہ عبدالحق محدث دہلوی ذکر قصہ قرطاس۔ تاریخ حبیب السیر جزء سوم جلد اول ص۱۴۶ معارج النبوت رکن چہارم مطبوعہ نولکشور ص۳۲۲ روضۃ الاحباب جلد اول ص۵۵۹ بخاری پارہ ۲۹ کتاب الاعتصام باب کراہت الاختلاف ص۱۹ تیسیر الباری شرح بخاری۔ بخاری کتاب العلم۔ مسلم معہ شرح نووی جلد ۲ ص۴۳ کا لب لباب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کو کلمہ ہجر کا الزام دینے والا عمر بن خطاب تھا

بخاری باشرح تیسیر الباری کتاب المغازی باب مرض النبی ص۲ تیسیر الباری شرح بخاری پارہ دوازدہم کتاب الجہاد باب هل یستشفع الی اهل الذمة بخاری کتاب الجہاد باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب ص۱۰۲ تیسیر الباری مسلم معہ شرح نووی مطبوعہ نولکشور

جلد دوئم کتاب ابوحنیفہ صد ۴۲ مسلم معہ شرح نووی جلد دوئم صد ۴۳ پر لکھا ہے کہ کلمہ ہجر کسی شخص نے کہا تھا۔

علامہ کرمانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اس کی دو تاویلیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت نے ارادہ کیا تھا۔ کہ اپنے بعد خلیفہ کا نام لکھ دیں تاکہ لوگ آپس میں اختلاف نہ کریں۔ اور نزاع اور فساد کر کے گمراہ نہ ہوں۔ علامہ خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں لکھا ہے کہ سفیان نے کہا کہ حضرت نے چاہا تھا۔ کہ امر خلافت کو اپنے بعد بیان کر دیں تاکہ لوگ اختلاف نہ کریں شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے ارادہ کیا تھا کہ خلافت کے لیے کسی صحابی کو تعین کر دیں تاکہ آپ کے بعد اختلاف نہ ہو۔ اور ابن عباس اسی وجہ سے رویا کرتے

تاریخ بغداد احمد بن طاہر خطیب بغدادی اور شرح ابن ابی الحدید جزو اول مطبوعہ طہران صد ۱۰۴ میں ابن عباس سے روایت ہے۔ عمر نے کہا اے ابن عباس تم پر اونٹوں کی قربانی لازم ہو۔ اگر تم جھوٹ بولو یعنی بتاؤ کہ کیا علیؑ کے دل میں اب بھی خلافت کا دعویٰ موجود ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ ہاں۔ بلکہ زیادہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنے باپ عباس سے رسولؐ سے یہی بات پوچھی تھی۔ تو انہوں نے کہا تھا کہ علیؑ کا دعویٰ خلافت بجا ہے۔ یہ سنکر عمر نے کہا کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کے بارہ میں چند بار ایسے کلمات تو کہے ہیں۔ لیکن وہ کچھ ثابت نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے قطع حجت ہوتی ہے کیونکہ آنحضرت محبت علیؑ کی وجہ سے ایسے کلمات کہہ دیا کرتے اور آنحضرتؐ نے اپنے مرض الموت میں حق کو چھوڑ کر باطل کیطرف جانا چاہا۔ (نعوذ باللہ) تاکہ علیؑ کے نام کی صراحت کر دیں تو خدا کی قسم میں نے امت کی شفقت اور اسلام کی محبت کی وجہ سے آنحضرتؐ کو منع کر دیا کیونکہ قریش حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر اتفاق نہ کرتے اور اگر وہ خلیفہ ہو جاتے تو عرب کے لوگ ان کی مخالفت میں کھڑے ہو جاتے پس آنحضرتؐ نے جان لیا کہ میں اس راز کو سمجھ گیا ہوں جو حضرتؐ کے دل میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پھر حضرتؐ خاموش ہو گئے۔ اور علیؑ کے نام کو ظاہر نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا ہو گیا۔ اور اس کا مضبوط حکم جاری ہو گیا۔

صاحب رسالہ رد روافض ملحقہ ملفوظات مجدد الف ثانی کی تحریر متعلق واقعہ قرطاس کا لب لباب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کا اس وقت کاغذ اور قلم طلب کرنا الہام یا نبوت کے حکم سے نہ تھا۔ بلکہ اپنی رائے سے تھا۔ اس لئے اس کی مخالفت گناہ نہیں۔

طبقات الحفاظ ذہبی جلد اول صد ۳ پر ہے کہ حسبنا کتاب اللہ کہنے والا خارجی ہے۔ تاریخ ابن اثیر

تاریخ ابو الفدا، اور تاریخ خمیس میں ہے کہ آنحضرتؐ نے خارجیوں کو خارج از دین فرمایا۔
جب آنحضرتؐ نے قلم و قرطاس لائے جانے کا حکم دیا عمر بن خطاب کے فوراً کان کھڑے ہو گئے اور وہ سمجھ گیا کہ تقرر ولی عہدی معرض تحریر میں آنے کو ہے۔ وہ کب برداشت کر سکتا تھا کہ آنحضرتؐ اپنے دستِ مبارک سے حضرت علیؑ کی جانشینی کی وصیت لکھدیں۔ آنحضرتؐ کا طلب قلم و قرطاس کا حکم دینا تھا کہ عمر کے سینے میں آتش نفاق جل اٹھی۔ اور فوراً کہدیا کہ یہ شخص بکواس کر رہا ہے ہمیں کتاب خدا ہی کافی ہے۔
اگر آپؐ پر اس وقت غلبہ مرض طاری تھا اور آپؐ بقول عمر ہذیان کر رہے تھے تو پھر آپؐ نے دوبارہ قوموا عنی کیوں فرمایا، اور پھر اسی وقت تفصیل سے کیوں تین وصیتیں فرمائیں جن پر اہل بیت نے عمل کیا۔ یہ دونوں امور ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ کے ہوش و حواس درست تھے۔
علاوہ ازیں نبیؐ اور رسولؐ غلبہ مرض کی اس حالت سے جس میں مریض بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں منزہ ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا فرمانا۔ قوموا عنی قوموا عنی، یعنی اٹھ جاؤ، یہاں سے اٹھ جاؤ، یہاں سے آپؐ کا قہر و غضب ظاہر کرتا ہے اور وہ بھی بوقت وفات اس سے ثابت ہوا کہ عمر بن خطاب راندہ درگاہ رسولؐ تھا۔ چنانچہ اس کو فی الواقع خانہ رسول سے اسی وقت نکال بھی دیا گیا تھا۔ پس ایسا شخص ہماری نگاہ میں کیونکر قابل عزت ہو سکتا ہے۔ ہم بھی اس سے وہی سلوک روا رکھتے ہیں جو آنحضرتؐ نے اس سے روا رکھا۔ ہمارا یہ طرز سلوک عین ایمان اور عین اسلام ہے۔ بلکہ بحکم خدا و اہلبیت درود سے بہتر اور افضل ہے۔

شراب

ترمذی کتاب التفسیر جلد دوئم میں ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا۔ کہ اے خدا شراب کے حرام ہونے میں اس سے زیادہ واضح حکم نازل فرما جو تو فرما چکا ہے۔
دقائق المذاہب مولوی نواب احمد حسین خان صاحب خان بہادر حنفی تعلقدار پریانواں ضلع پرتاب گڑھ طبع ملک اودھ صفحہ ۲۹ میں ہے۔ کہ امام نسائی نے سعید ابن المسیب سے روایت کی ہے کہ ثقیف کے لوگوں نے عمر بن خطاب کی خاطر تواضع شراب سے کی۔ عمر نے شراب طلب کی۔ جب منہ کے پاس لایا تو ابکائی آئی پس اس کی تیزی کو پانی سے کم کیا اور پی لی اور کہا ایسا ہی تم بھی کم کیا کرو۔
مسند امام ابوحنیفہ اور فتح الباری جلد پنجم صفحہ ۲ میں ہے کہ عمر اور اصحاب عمر اس وقت سفر حج میں جا رہے تھے

ہیں) کہ سعید بن ذی لعوہ نے عمر بن خطاب کی سفری صراحی سے پانی پیا۔ تو مست ہو گیا عمر نے اسکو مارنا شروع کیا۔ تو اس نے کہا۔ میں نے تمہاری ہی صراحی سے پانی پیا ہے عمر نے کہا میں نے تجھے اس سبب سے مارا ہے کہ تم مست کیوں ہو گئے۔

معالم التنزیل صفحہ ۱۴۳ پر ہے کہ عمر بن خطاب نے اپنے بعض عاملوں کو لکھ بھیجا کہ مسلمانوں کو طلا (ایک قسم کی شراب ہے) پلایا کرو جس کا دو ثلث جل جائے اور ایک ثلث باقی رہ جائے۔

کتاب مستطرف امام شہاب الدین الشبیبی جلد دوم باب ۲۳ صفحہ ۲۱۹ پر ہے کہ باوجودیکہ دو دو آیات قرآنی نازل ہو چکیں۔ جن میں شراب پینے سے منع کیا گیا تھا۔ مگر عمر بن خطاب نے شراب پی لی اور اونٹ کے کلہ کی ہڈی اٹھا کر عبدالرحمان بن عوف کا سر پھوڑ ڈالا۔ اور بیٹھ کر مقتول کافروں کی نوحہ خوانی اسود بن یعفر کے شعر پڑھ کر کرتا رہا۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ بدر کے کنوئیں میں (جہاں کافر بعد قتل بحکم رسول پھینکے گئے تھے) کتنے ہی معزز اور جوان ہیں کیا مجھے کبشہ کا بیٹا (کفار نے طعن کے طور پر آنحضرتؐ کا نام ابن کبشہ رکھا ہوا تھا) ڈراتا ہے۔ کہ ہم عنقریب زندہ کئے جائیں گے حالانکہ جس کی موت پر جانور روتے ہیں کس طرح زندہ ہو سکتا ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جو مجھ سے موت کو دفع کرنے سے عاجز ہے۔ وہ میری ہڈیوں کو چورا ہو جانے کے بعد مجھ کو زندہ کر سکے۔ آیا کوئی ہے۔ جو خدا کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے کہ میں رمضان کے روزوں کا تارک ہوں اور اللہ سے کہہ دے کہ میرا کھانا اور میرا پانی بند کر دے۔ پس جب آنحضرتؐ کو یہ خبر ملی۔ تو آنحضرتؐ غضبناک ہو کر باہر نکلے اور جو چیز آنحضرتؐ کے ہاتھ میں تھی اٹھا کر عمر کو مار دی۔ عمر نے کہا پناہ بخدا میں باز آیا۔ ناظرین! ابو کبشہ آنحضرتؐ کا نانا تھا۔ جو مومن اور موحد تھا۔ مگر کفار قریش اس سے عداوت رکھتے تھے۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ مغیرہ کے غلام ابولولو نے عمر کے کاندھے پر اور کوکھ میں ضرب لگائی جس سے وہ گر پڑا عمر کے علاوہ اس نے تیرہ آدمیوں کو بھی زخمی کیا۔ جن میں چھ مر گئے۔ عمر کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ اور نبیذ پینے کو دی گئی جو اس نے پی لی لیکن نبیذ زخموں سے بہہ نکلی۔ پھر لوگوں نے عمر کو دودھ پلایا وہ بھی زخموں سے بہہ نکلا۔ پھر عمر نے صہیب کو حکم دیا۔ کہ نماز کرائے۔

طبقات ابن سعد باب استخلاف عمر من ترجمہ عمر حیواۃ الحیوان علامہ کمال الدین دمیری لفت ویک۔ کنز العمال ملا علی متقی کتاب الامارت باب دوم فصل دوم فرع ثالث کتاب مصنف ابن ابی شیبہ۔ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ فصل سادس رسالہ نشر مقامات میں ہے کہ عمر نے صہیب کو امامت نماز مقرر کیا صہیب عمر کا غلام تھا۔۔۔ ازالۃ الخفا صفحہ ۱۴۳ پر ہے کہ عمر بن خطاب کے غلام اسلم نے مکہ کی راہ میں عبداللہ

عباس مخزومی کے پاس شراب نبیذ دیکھی جس پر اسلم نے کہا کہ اس شراب کو عمر بن خطاب بہت درست رکھتا ہے۔ عبداللہ بن عباس مخزومی نے شراب نبیذ کا ایک بڑا پیالہ بھرا اور عمر کے پاس لایا۔ عمر نے ہاتھ میں اٹھایا اور منہ کے پاس لا کر کہا کہ نہایت عمدہ ہے اسکے بعد پی اور ہم میں سے ایک اور شخص کو بھی دی جو داہنی جانب بیٹھا تھا۔ الفاروق حالات عمر ص۳۰۲ پر ہے کہ ایک طبیب بلایا۔ (عمر کے زخمی ہونے پر) جس نے نبیذ اور دودھ عمر کو پلایا جو زخموں کی راہ سے نکل آیا۔ بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعت پارہ چودھواں ص۹۶ سطر ۱۸ پر ہے کہ عمر کو نبیذ پلائی گئی۔ جو اس کے پیٹ سے باہر نکل آئی کشف المغطا مطبوعہ صدیقی لاہور ص۵۵۵ پر ہے کہ عمر نے نبیذ پی۔

ازالۃ الخفا مقصد دوم ص۱۵۲ پر ہے کہ عمر نے اپنے سالے قدامہ بن مظعون عدوی پر شراب نوشی پر شرعی حد نہ لگائی۔

ازالۃ الخفا ص۱۷۰ پر ہے کہ عمر نے یرفا سے کہا۔ وائے ہو تم پر۔ پلاؤ وہ چیز یرفا ایک قدح بھر کر لایا جس میں نبیذ تھی۔ اور عمر نے اس کو پیا۔

فتح الباری ابن حجر جلد پنجم ص۳۴ پر ابن حجر نے تحقیق دقیق کے بعد شراب خوروں کے نام لکھے ہیں جو یہ ہیں۔ ابو طلحہ۔ ابو عبیدہ۔ ابی ابن کعب۔ معاذ بن جبل۔ ابو دجانہ۔ سہیل ابن بیضہ۔ ابوبکر۔ عمر۔ عمر بن شعوب نیز ص۴۲ پر لکھا ہے کہ ہمام ابن حرث سے روایت ہے کہ عمر ایک دن سفر میں تھا اسکے پاس نبیذ لائی گئی تو اس نے پی اور ترش مزہ ہوا۔ اور کہا طائف کی نبیذ میں بہت تیزی ہے۔ پھر پانی منگایا اور اس میں پانی ڈالا۔ اور پی لی۔ اس حدیث کی سند بہت صحیح بلکہ اصح ہے۔

مسند ابوحنیفہ میں ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک اعرابی کو پکڑ کر لایا گیا۔ جو نشہ سے چور تھا عمر نے اسکے لئے عذر تراشا شروع کیا (یعنی اس پر شرعی حد نہ لگانے کو کوشش کی) جب ہر طرح سے عاجز ہوا تو حکم دیا کہ اس کو قید میں رکھو ہوشیار ہونے کے بعد اس پر حد جاری کیجائے گی۔ پھر عمر نے اس کی جھوٹی شراب منگائی۔ اور پانی ملا کر اس کا نشہ کم کیا۔ اور خود پی اور اپنے ہم خیال) شرکا جلسہ کو پلائی اور کہا اسیطرح پانی ملا کر نشہ کم کر لیا کرو۔ اگر شیطان تم پر قبضہ کرے۔

ازالۃ الخفا مقصد دوم ص۱۵۱ پر عمر کے لڑکے ابوشحمہ کا شراب پینا اور ہلاک ہونا مرقوم ہے جو لکھا جا چکا ہے جس میں ابوشحمہ کا یہ جملہ مفید مطلب ہے مجھ کو وہ شخص حد لگا سکتا ہے جس نے بحالت کفر یا اسلام شراب نہ پی ہو۔ عمر حد نہ لگا سکا۔

استیعاب جلد دوم ص۳۵۶ پر ہے کہ جب عمر کے سالے (قدامہ عمر کا سالہ بھی تھا اور بہنوئی

بھی تھا انہوں نے شراب پی۔ تو قبیلہ عبد القیس کے سردار جارود نے عمر سے کہا۔ کہ قدامہ پر حد جاری کرو عمر نے کہا۔ تو مدعی ہے یا گواہ۔ جارود نے کہا ہم گواہ ہیں۔ عمر نے کہا بس تو گواہی دے چکا ہے اس روز تو جارود خاموش رہا۔ دوسرے دن کی صبح کو پھر جارود نے حد لگانے کیلئے کہا۔ عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو مدعی ہے۔ حالانکہ ابوہریرہ نے تیرے ساتھ گواہی دی ہے۔ جارود نے کہا ہم تم کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ قدامہ پر حد جاری کرو۔ عمر نے کہا اگر تم اپنی زبان نہ روکو گے تو تم کو سزا دی جائے گی۔ جارود نے کہا۔ بخدا یہ بالکل خلاف حق ہے۔ کہ شراب تو تیرا ابن عم پیئے اور سزا ہم کو دی جائے۔

پھر لکھا ہے کہ ابوہریرہ نے کہا کہ اے عمر اگر تم کو ہماری شہادت پر شک ہے تو قدامہ کی زوجہ (ولید کی بیٹی) مسماۃ ہند سے پوچھ لے۔ عمر نے ہند کو قسم دے کر پوچھا۔ تو اس نے گواہی دی کہ بے شک قدامہ نے شراب پی۔ مگر باوجود اسکے حد نہ لگائی گئی۔

مسلم کتاب الاشربہ جلد دوم ص۱۶۸ پر ہے کہ جب آنحضرت کیلئے غار کی طرف جاتے ہوئے ہم نے ایک قدح میں دودھ دوہا۔ اور آنحضرت نے سیر ہو کر پیا۔ ہم نے آنحضرت کو اسی ایک قدح میں سے ہر قسم کی چیزیں پلائیں۔ مثلاً دودھ۔ پانی۔ شہد۔ نبیذ وغیرہ۔

زاد المعاد ابن القیم جلد دوم ص۲۸ پر ہے کہ جن احادیث سے نبیذ کی حرمت ثابت ہے وہ حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ بخلاف حدیث حلت نبیذ کے وہ صرف ایک حدیث ہے جس سے کسی طرح ان احادیث کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

بخاری پارہ چودھواں کتاب المناقب باب قصۃ البیعت ص۹۵ پر ہے کہ جب مغیرہ کے غلام ابولولو نے عمر کو زخمی کیا۔ تو عمر نے کہا کہ کم بخت کتی نے مجھ کو مار ڈالا۔

جذب القلوب شیخ عبد الحق محدث دہلوی مطبوعہ کلکتہ باب ششم ۱۲۶۲ھ ص۱۹۱ پر ہے کہ ابن شبہ اور ابن زبالہ کہتے ہیں۔ کہ ابو ایوب اور ایک جماعت انصار نے اس مسجد کے موضع میں فضیخ پی اور آیہ قرآنی دربارہ حرمت شراب کے نزول پر تمام شراب فضیخ وہاں بہادی گئی۔ اسی وجہ سے اس کا نام مسجد فضیخ مشہور ہوا۔ امام احمد نے مسند میں لکھا ہے۔ کہ ابن عمر سے روایت ہے کہ اسی مقام پر رسول اللہ نے بھی فضیخ پی۔ اور اس مقام کا نام مسجد فضیخ مشہور ہوا۔ نعوذ باللہ۔ یہ رسول اللہ صلعم پر بالکل افترا اور بہتان ہے

تیسیر الباری شرح بخاری مولوی نور الحق ابن عبد الحق محدث دہلوی کتاب ۲۱ پر باب لیس علی الذین آمنوا ص۹۳ پر ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کہتا ہے کہ اگر شراب کو عبادت میں قوت حاصل کرنے کی غرض سے پیا جائے تو حلال ہے۔ اور اگر لہو و لعب کے ارادہ سے پی جائے تو حرام ہے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم جلد اول ص۱۲۸ پر لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے نصرانی کے گھڑے سے پانی لے کر وضو کیا۔

شرح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی جلد سوئم ص۱۴۳ پر ہے کہ ابو بکر نے قبل از تحریم شراب پی اور اشعار پڑھے جو نوحۂ اہل بدر میں ہیں۔ ناظرین اسی واقعہ کتاب مستطرف میں عمر بن خطاب کیطرف منسوب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونو بھائی ہر کام میں شریک رہتے تھے۔

طہارت

کنز العمال کتاب الطہارت من قسم الافعال جلد پنجم ص۱۳۶ پر بروایت زید بن وہب لکھا ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کو کھڑے کھڑے پیشاب کرتے دیکھا۔

کنز العمال کتاب الطہارت ص۱۳۴ پر ہے۔ عمر بن خطاب نے کہا کھڑے کھڑے پیشاب کرنے سے دبر کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور بیٹھ کر کرنے سے دبر ڈھیلی ہو جاتی ہے۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ تحقیق عمر بن خطاب کھڑے کھڑے پیشاب کیا کرتا تھا۔ اور کبھی ایڑی کے بل بیٹھ کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ کھڑے کھڑے پیشاب کرنے سے دبر کی حفاظت ہوتی ہے

ازالۃ الخفا مقصد دوئم ذکر سنن اداب الخلا عمر ص۸۹ اور مستدرک اور کنز العمال باب سوئم فصل اول کتاب الطہارت میں ہے کہ بغوی وغیرہ نے جو مثل میر اہل حدیث سے ہیں۔ عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے مجھے کھڑے کھڑے پیشاب کرتے دیکھا۔ تو فرمایا اے عمر کھڑے کھڑے پیشاب نہ کیا کر۔ اور پھر لکھتا ہے کہ عمر پیشاب کرتا تو اپنا ذکر دیوار سے یا پتھر سے صاف کرتا اور پانی سے استنجا نہ کرتا۔

بعد ازیں صاحب ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ کہتا ہے کہ اس پر علمائے اہل سنت کا اجماع ہے کہ کوئی حدیث نوع آنحضرت کھڑے کھڑے پیشاب کرنے یا ذکر کو دیوار یا پتھر سے مسح کرنے کی نہیں اور اسطرح کلوخ کرنا عمر کا قیاسی مذہب ہے۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق دہلوی میں ہے کہ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا عادت جاہلیت پر قائم رہنے کیوجہ سے تھا۔ یا کسی مرض کیوجہ سے اور عمر کے کھڑے کھڑے پیشاب کرنے کے عذر میں یہ وجہ قرار دی گئی ہے کہ اس طرح پیشاب کرنے سے دبر کی حفاظت ہوتی ہے پس ہو سکتا ہے کہ اس وقت عمر کو کوئی مرض لاحق ہو جس سے اس کو ڈر ہو کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے اس کی دبر سے نجاست نہ نکل آوے کیونکہ رسول اللہ کا عمر کو کھڑے کھڑے پیشاب کرنے سے منع کرنا حدیث میں وارد ہے

شرح مصابیح فضل اللہ بن محمد بن احمد ابوالمکارم توربشتی میں لکھا ہے کہ بیشک میں نے حدیث میں دیکھا ہے۔ کہ عمر بن خطاب کھڑے کھڑے پیشاب کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ کھڑے کھڑے پیشاب کرنے سے دبر کی حفاظت ہوتی ہے پس یہ بدیہی امر ہے کہ اس کا یہ فعل کسی مرض کے سبب سے ہوگا کیونکہ وہ بھی تو روایات پیغمبر سے ہے۔ پس وہ آنحضرت کے خلاف حکم عمل نہیں کر سکتا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔ پس ہم گمان کرتے ہیں کہ عمر کو بیٹھ کر پیشاب کرنے سے کوئی چیز دبر سے خارج ہوتی ہوگی۔ اور اس کی دلیل عمر کا خود قول ہے۔ کہ کھڑے پیشاب کرنے سے دبر محفوظ رہتی ہے۔

قسطلانی باب اول شرح باب البول قائماً وقاعداً میں ہے کہ ایک جماعت نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مباح کیا ہوا ہے۔ جیسے عمر بن خطاب اور ابن عمر اور زید بن ثابت اور سعید بن مسیب اور ابن سیرین اور نخعی اور شعبی اور احمد حنبل اور مالک وغیرہ۔ امام مالک کہتا ہے کہ اگر ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا جائے کہ کوئی چھینٹا نہ اڑے تو اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ ورنہ مکروہ ہے شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق بھی یہی لکھتا ہے۔

فتح الباری شرح بخاری باب البول قائماً وقاعداً جلد اول میں ہے کہ رسول اللہ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ بخاری مطبوعہ مصر جلد اول ص۳۳ ابن ماجہ مطبع فاروقی دہلی جلد اول ص۲۶ نسائی مطبع نظامی جلد اول ص۹ ترمذی مطبع مجتبائی دہلی جلد اول ص۳ ابوداؤد مطبع مجتبائی دہلی جلد اول ص۵ مسلم مطبع انصاری دہلی جلد اول ص۱۳۳ پر بھی مرقوم ہے کہ آنحضرت نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا (یہ رسول اللہ پر افترا ہے)

کنز العمال میں ہے کہ ایک دفعہ سفر میں اصحاب رسول نے عمر کو آبدست کرتے دیکھا تو کھل کھلا کر ہنس پڑے

شرح ابن ابی الحدید جلد ثانی ذکر اسلام عمر میں ہے کہ عمر بن خطاب اٹھارہ سال کی عمر میں ولید بن مغیرہ کے ہمراہ بطور مزدور شام کی طرف گیا اور اس کے اونٹوں کو چرانا اور حمالی (پانڈی) کا کام بار برداری کرتا

موطا امام مالک میں ہے کہ عبداللہ بن عمر خطاب بھی کھڑے کھڑے پیشاب کیا کرتا تھا۔ شرح زرقانی موطا میں ہے زید بن ثابت کاتب قرآن کھڑے کھڑے پیشاب کیا کرتا۔

متعہ

شرح مسلم نووی کتاب النکاح مطبوعہ دہلی ص۴۵۲ پر ہے کہ ابن زبیر نے تعریضاً کہا کہ کچھ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دل کو اندھا کیا ہے۔ جیسے کہ ان کی آنکھیں اندھی ہیں۔ وہ متعہ کی حلت کا فتویٰ دیتے ہیں پس ابن عباس نے للکار کر کہا تو بے شک جلف کا بچہ ہے یعنی ولد المتعہ ہے۔ ناظرین حضرت ابن عباس فقیہ

میں غالباً علمی مشاغل کی وجہ سے نابینا ہو گئے تھے۔

موطا امام مالک میں ہے کہ خولہ بنت الحکیم عمر کے پاس گئی اور کہا ربیع ابن امیہ نے ایک عرب زادہ عورت سے متعہ کیا اور وہ اب حاملہ ہے۔ عمر ناراض ہو کر باہر نکلا اور کہا اگر میں نے حرمت متعہ کا اعلان پہلے کر دیا ہوتا تو اس عورت کو سنگسار کر دیتا۔ ثابت ہوا کہ عمر کے عہد میں بھی متعہ کا رواج تھا اور نیز یہ کہ عمر کو خلاف حکم خدا اور رسولؐ حاملہ عورتوں کو سنگسار کرنے کا بہت شوق تھا۔

عقد الفرید جلد دوم ص ۱۱ پر ہے کہ سب سے پہلے متعہ کی انگیٹھی جو روشن ہوئی وہ آل زبیر کی انگیٹھی تھی۔

مدارج النبوت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جلد دوم ص ۳ پر ہے کہ چونکہ بنت ابی بکر نے آغاز زمانۂ ہجرت میں ہی متعہ کیا تھا کہ جن سے عبداللہ ان کے اس کے باپ مالدار تھے۔ اس سبب سے اسماء کا متعہ کرنا ابوبکر کے افلاس کی دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ رسم و رواج چلا ہو گا۔

ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مقصد دوم کلمات عمرؓ ص ۲۰۵ پر عمران بن سوادہ لیثی سے لمبی چوڑی روایت ہے جس کا ہمارے مطلب کے مطابق خلاصہ یہ ہے کہ عمران نے عمر کو کہا کہ تم نے زمانہ حج میں تمتع کو حرام کر دیا ہے۔ حالانکہ آنحضرتؐ کے عہد اور ابوبکر کے زمانہ میں حلال تھا اور تم نے عورتوں سے متعہ کرنے کو حرام کر دیا ہے۔ حالانکہ خدا کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔

حضرت ابن عباس ان لوگوں کے جواب میں جو متعہ کے حرام ہونے میں ابوبکر اور عمر کا قول پیش کرتے فرمایا کرتے مجھے ڈر ہے کہیں تم پر آسمان سے پتھر نہ پڑیں۔ کہ ہم تو حدیث رسولؐ بیان کرتے ہیں اور ابوبکر اور عمر کا قول پیش کرتے ہو۔ تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ جب ابن عمر سے کسی نے کہا کہ تمہارے باپ تو متعہ سے منع کیا کرتے تھے۔ تو ابن عمر نے کہا ہم کو ڈر ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر نہ پڑیں۔ آنحضرتؐ نے اس متعہ کو حلال کیا ہے اب قول رسولؐ قابل عمل ہے یا طریقۂ عمر۔ تفسیر در منثور سیوطی جلد دوم ص ۱۴۱ پر ہے کہ ابن عمر نے حرمت متعہ کا فتویٰ دیا بہ تقلید عمر۔ کو کہا گیا کہ ابن عباس تو حلال جانتے ہیں۔ ابن عمر نے کہا پھر اس نے عمر کے زمانہ میں فتویٰ کیوں نہ دیا۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد سوم ص ۲۸۹ بخاری امام بخاری مطبوعہ مجتبائی جلد پنجم ص ۴۸۰ ترمذی امام ترمذی مطبوعہ محمدی میرٹھ ص ۱۴۸ مسلم امام مسلم مطبوعہ نولکشور جلد اول ص ۴۰۲ و ص ۴۰۳ تاریخ الخلفاء امام سیوطی مطبوعہ سرکاری لاہور ص ۱۳۶ تفسیر در منثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۱۴۰ و ص ۱۴۱ مسند امام احمد حنبل مطبوعہ مجتبائی جلد اول ص ۱۹۱ و ۱۹۲ ہدایہ فقہ امام ابوحنیفہ مطبوعہ کلکتہ جلد دوم ص ۱۴ شرح معانی الآثار

امام طحاوی مطبوعہ مصطفائی لاہور جلد دوم صفحہ ۱۲ و صفحہ ۱۵ تفسیر غرائب القرآن امام نیشاپوری مطبوعہ ایران جلد اول صفحہ ۳۴۲ تفسیر کشاف امام جار اللہ زمخشری مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۸۱ تفسیر لباب التنزیل امام خازن بغدادی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۵۷ فاذۃ الشیوخ نواب صدیق حسن خاں بھوپال مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۱۰۹ تاریخ ابن خلکان امام شمس الدین ابن خلکان مطبوعہ ایران جلد دوم صفحہ ۳۵۹ پر ہے کہ عمر نے متعہ کو اپنے عہد خلافت میں بند کر دیا۔

ناظرین! متعہ کا نکاح مقررہ دنوں کے نکاح کرتے ہیں۔ اس کی شرط۔ اور پابندیاں بھی تقریباً نکاح دائمی کی طرح ہیں۔ مزید برآں یہ امر ہے کہ اگر زن ممتوعہ یا کہ ہو تو اس کے لئے عدہ کی پابندی فرض ہے سورۃ نساء آیہ نمبر ۲۳ میں ہے "فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ" یعنی جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ہو۔ تو ان کو جو مہر مقرر ہوا ہو۔ دیدو۔

ناظرین! جواز متعہ کا حکم تو صریح امر تھا جس پر عمل آنحضرتؐ کے زمانہ نبوتؐ میں اور ابوبکر اور عمر بن خطاب کے زمانہ حکومت کے بڑے حصہ میں ہوتا رہا۔ شریعت کے لحاظ سے کوئی امر اس وقت تک منسوخ نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نامشروع ہونے کے بارہ میں قرآنی آیہ اس امر کو منسوخ نہ کر دے یا حدیث رسولؐ اس کو ناجائز قرار نہ دے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اگر کوئی شخص قرآن اور حدیث کے خلاف حلال امر کو اپنے حکم سے حرام کر دے تو کہا جائیگا کہ اس شخص کا حکم خلاف شریعت ہے اس لئے قابل تعمیل نہیں۔ ہاں اگر کوئی گروہ ایسے شخص پر اس حد تک فدا ہو کہ احکام خدا اور رسولؐ کو اس شخص واحد کے کہنے پر پس پشت ڈال دے تو اس گروہ کو ایسا خیال مبارک ہو۔

تفسیر کشاف علامہ جار اللہ زمخشری مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۸۳ سطر ۱۵ پر آیہ متعہ کی تفسیر میں ہے کہ یہ آیہ متعہ آیات محکمات سے ہے یعنی کسی دوسری آیہ سے منسوخ نہیں ہوئی اور اپنے حکم عمل میں باقی ہے پھر لکھا ہے حضرت ابن عباس اس آیہ متعہ کو یوں پڑھا کرتے تھے "فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمّی فاتوھن اجورھن فریضۃ" یعنی جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ایک وقت مقررہ کے لئے تو ان کو جو مہر مقرر ہوا ہو دیدو۔

تفسیر لباب التنزیل مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۵۷ سطر ۹ پر امام خازن بغدادی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آیہ متعہ آیات محکمات سے ہے اور متعہ کی رخصت حاصل تھی

تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۴۰ سطر ۱۴ پر ہے کہ ابی نضرہ کہتا ہے کہ آیہ متعہ کو میں نے ابن عباس پر یوں تلاوت کیا۔ فما استمتعتم بہ منھن فاتو

اجورهن فریضة تو ابن عباس نے کہا ابی اول پڑھتو فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی فآتوهن اجورهن فریضة "میں نے کہا ہم تو اس طرح قرأت نہیں کیا کرتے ابن عباس نے کہا خدا کی قسم اس آیہ کو خدا نے اسی طرح نازل کیا ہے جس طرح میں نے پڑھا ہے۔

تفسیر غرائب التنزیل نظام نیشاپوری جلد اول صفحہ ۲۲ سطر ۳ پر ہے کہ عمران بن حصین نے کہا ہے کہ آیہ متعہ قرآن میں نازل ہوئی۔ اس کے بعد اس آیہ کو منسوخ کرنیوالی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ آنحضرتؐ نے ہم کو متعہ کرنے کا حکم دیا اور ہم پیغمبر صلعم کی موجودگی اور معیت میں متمتع کیا۔ اور پیغمبر صلعم بعد ازاں فوت ہو گئے۔ اور متعہ کرنے سے ہم کو منع نہیں کر گئے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ایک شخص نے محض اپنی رائے سے جو چاہا کر ڈالا۔ اس کی مراد اس شخص سے عمر بن خطاب تھا۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد سوم صفحہ ۲۸۶ سطر اول میں تفسیر محمد بن جریر الطبری سے بروایت حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر عمر بن خطاب لوگوں کو متعہ سے نہ روکتا۔ تو پھر سوائے شقی کے کوئی زنا نہ کرتا۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد سوم صفحہ ۲۸۹ سطر ۱۴ پر ہے کہ اکثر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع اور یوم الفتح کے متعہ کو مباح کیا ہے۔ اور یہ دونو روز یوم خیبر سے بعد تھے پس یہ دلیل ہے اس روایت کے غلط ہونے پر جس میں یوم خیبر کو متعہ کا منسوخ ہونا وارد ہے کیونکہ منسوخ سے پہلے ہی ناسخ کا آجانا محال ہے۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد سوم صفحہ ۲۸۹ سطر ۱۵ پر ہے کہ عمر بن خطاب ایک روز منبر پر چڑھ کر کہا۔ متعہ حج اور متعہ نکاح آنحضرتؐ کے زمانہ میں جائز اور حلال اور مشروع تھے میں ان دونوں متعوں کو حرام کرتا ہوں اور متعہ کرنے سے ممانعت کرتا ہوں ایسا کہنا عمر کی طرف سے اس امر کی نص تھی کہ متعہ نکاح عہد رسولؐ میں جائز اور جاری تھا عمر کا یہ کہنا کہ میں متعہ کرنے سے منع کرتا ہوں اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضرتؐ نے متعہ کو منسوخ نہ کیا تھا اور نہ کوئی ناسخ اس امر کیلئے آیا ہے سوا اس کے کہ عمرؓ نے نسخ کر دیا پس اس بنا پر واجب ہے کہ متعہ کو منسوخ نہ قرار دیا جائے کیونکہ جو شرعی حکم آنحضرتؐ کے زمانہ میں ثابت اور مروج تھا۔ اس کو آنحضرتؐ نے خود منسوخ نہیں کیا تو وہ نسخ عمر سے منسوخ قرار نہیں پا سکتا۔ یہی وہ حجت قاطعہ ہے جس سے عمران بن حصین نے حلت و جواز متعہ پر احتجاج کیا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ خدا نے متعہ میں آیت نازل کی اور اس کو منسوخ نہیں کیا کسی دوسری آیت سے اور آنحضرتؐ نے ہم کو متعہ کرنے کیلئے حکم دیا۔ اور پھر اس سے

ہم کو کبھی ممانعت نہیں کی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کر دیا۔

تفسیر درمنثور امام سیوطی مطبوعہ مصر جلد ثانی صفحہ ۱۴۱ سطر ۱۲ پر بروایت ابن ابی شیبہ سعید ابن المسیب لکھا ہے کہ عمرؓ نے متعۂ نساء اور متعۂ حج سے ممانعت کر دی۔

افادة الشیوخ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۲۳ سطر اول پر ہے کہ "رجوع است از ابن عباس جواز متعہ و بقائے او ہم مروی است"

تاریخ الخلفا مطبوعہ مطبع سرکاری لاہور صفحہ ۱۳۶ سطر ۳ باب اولیات عمرؓ میں لکھا ہے کہ عمرؓ پہلا شخص ہے جو امیر المومنین کے نام سے موسوم ہوا اور جس نے سب سے پہلے تاریخ ہجری لکھی اور جس نے سب سے پہلے بیت المال سے مال لیا اور جس نے سب سے پہلے ماہ رمضان میں تراویح ایجاد کیں اور جس نے سب سے پہلے متعہ کو حرام کیا۔

مسند امام احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۹۳ سطر ۲۰ پر بروایت سعید بن المسیب لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور عثمان دونوں اسفان میں جمع ہوئے اسوقت عثمان متعہ یا عمرہ سے لوگوں کو منع کرتا تھا حضرت علی علیہ السلام نے عثمان سے کہا تم ایسے کام سے لوگوں کو کیوں منع کرتے ہو جس کو آنحضرتؐ نے جائز کیا

مترجم نہایہ فقہ امام ابوحنیفہ مطبوعہ نولکشور جلد دوم صفحہ ۱۳ سطر ۲ پر بقول امام مالک لکھا ہے کہ گفتہ است مالک کہ نکاح متعہ جائز است زیراکہ آں مباح بود پس تا ظاہر شدن ناسخ آں بر اباحت خود باقی باشد یعنی امام مالک نے کہا کہ متعہ کا نکاح جائز ہے کیونکہ یہ مباح تھا۔ پس جب تک اس حکم کے لیے کوئی ناسخ نہ ہو تو ہمیشہ مباح رہیگا

شرح معانی الآثار امام طحاوی حنفی مطبوعہ مصطفائی کتاب النکاح جلد دوم صفحہ ۳ سطر ۱۲ پر بروایت ابن مسعود لکھا ہے کہ ہم جہاد میں آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے اور ہمارے ہمراہ عورتیں بھی نہیں پس ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم خود کو خصی نہ کر لیں پس آنحضرتؐ نے خصی کرنے سے ہم کو منع کیا اور متعہ کی بھی ہم کو رخصت دی ایک وقت مقرر تک اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ حرام نہ کرو ان طیبات کو جنکو تمہارے لیے خدا نے حلال کیا ہے وغیرہ۔

شرح معانی الآثار امام طحاوی حنفی مطبوعہ مصطفائی کتاب النکاح جلد دوم صفحہ ۱۵ سطر ۱۵ پر بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ متعہ نہیں مگر خدا کی رحمت جو خدا نے اس مرحومہ پر رحمت کیا ہے اور اگر عمر بن خطاب ممانعت نہ کرتا متعہ سے تو سوائے شقی کے کوئی بھی زنا نہ کرتا۔

تاریخ ابن خلقان علامہ شمس الدین ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۳۵۹ سطر ۳ پر بقول عمر لکھا ہے کہ متعہ

حج اور متعہ نکاح دونوں آنحضرتؐ کے زمانہ میں جائز اور حلال اور جاری تھے۔ میں ان دونوں سے ممانعت کرتا ہوں

ترمذی امام ترمذی مطبوعہ احمدی میرٹھ ص۱۰۰ سطر ۱۰ پر ہے کہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ اس کو سالم بن عبداللہ نے بتایا کہ اس نے سنا کہ ایک مرد شامی کو یہ کہتے ہوئے عبداللہ بن عمر سے کہ تم متعہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ ابن عمر نے مرد شامی کو جواب میں کہا کہ متعہ حلال ہے۔ شامی نے کہا کہ تمہارے باپ عمر نے تو اس کی ممانعت کی ہے۔ ابن عمر نے کہا کہ میرے والد نے اگر متعہ کی ممانعت کی ہے اور رسول اللہ اس کو کرتے رہے ہیں۔ تو تم خود ہی بتاؤ۔ میرے والد کی پیروی اس دین میں کرنی چاہیئے یا حکم رسولؐ کی پیروی۔ شامی نے کہا رسول خدا کے حکم کی پیروی ضروری ہے۔ ترمذی کہتا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بخاری امام بخاری مطبوعہ مجتبائی جلد پنجم ص۳۴ سطر ۵ پر بروایت عمران بن حصین لکھا ہے کہ جب آیہ متعہ نازل ہوئی تو ہم نے آنحضرتؐ کی معیت میں متعہ کیا۔ اس کے بعد قرآن میں کوئی آیہ متعہ کو حرام کرنے والی نازل نہیں ہوئی۔ اور نہ مرتے دم تک آنحضرتؐ نے ہم کو متعہ کرنے سے ممانعت کی۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ایک شخص نے صرف اپنی رائے سے اس کو حرام کر دیا۔ بخاری مطبوعہ مجتبائی جلد پنجم باب النکاح ص۳ سطر ۵ پر بھی حلت و جواز کے متعلق عبداللہ کی مذکورہ آیت مرقوم ہے۔

مسلم امام مسلم مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۴۵۱ سطر ۲۔ نووی جلد اول ص۴۵۱ پر ہے کہ عطا نے کہا کہ جابر بن عبداللہ بہ نیت عمرہ وارد ہوئے تو ہم اس کی فرودگاہ میں اس کو ملنے گئے۔ اس وقت قوم نے ان سے چند چیزوں کے متعلق سوال کئے۔ پھر متعہ کا سوال کیا جواب دیا کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں متعہ حج کرتے رہے ہیں۔ اور اسی طرح ابوبکر اور عمر کے زمانہ خلافت میں بھی ہم نے متعہ کیا ہے۔

مسلم امام مسلم مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۴۵۱ سطر ۴ پر ہے کہ ابو زبیر نے کہا کہ جابر کہتا ہے کہ آنحضرتؐ اور ابوبکر کے زمانہ میں ہم خرما اور آٹے کی مٹھی پر چند روز کے متعہ کر لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ عمر نے عمرو بن حریث کی وجہ سے متعہ کرنے کی ممانعت کر دی۔ مسلم امام مسلم مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۴۵۱ سطر ۵ پر بروایت ابی نضرہ لکھا ہے کہ میں جابر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا۔ ابن عباس اور ابن زبیر نے متعہ نکاح اور متعہ حج میں اختلاف کیا ہے۔ جابر نے کہا کہ رسول اللہ کی معیت میں ہم نے دونوں متعہ کئے ہیں۔ اس کے بعد عمر نے دونوں متعوں کو حرام کر دیا۔

شرح تجرید قوشجی ص۴۸۴ پر ہے کہ عمر نے منبر پر کہا لوگو۔ تین باتیں یعنی متعہ نکاح اور متعہ حج اور اذان میں حی علی خیر العمل کہنا آنحضرتؐ کے زمانہ میں تھیں۔ میں ان تینوں باتوں سے ممانعت کرتا ہوں اور تینوں کو حرام قرار دیتا ہوں۔ اور آئندہ ان باتوں کے کرنے پر عذاب اور عقاب کروں گا۔

قسطلانی جلد ۵ صفحہ ۳۵ نووی جلد اول صفحہ ۴۲ و صفحہ ۴۵ موطا صفحہ ۱۹۶ نہایہ ابن اثیر جزری۔ حجۃ اللہ البالغہ باب المفقود فی المختلفہ صفحہ ۳ امامیہ آقای جمال بر شرح تجرید صفحہ ۱۰۹ پر بھی لکھا ہے کہ متعہ حج اور متعہ نکاح صرف بہ حکم عمر بن خطاب حرام ہوا۔

نسیم الریاض خفاجی شرح شفائی قاضی عیاض میں ہے کہ قرآن کی ایک آیت کا منکر پورے قرآن کی تکذیب کرنے والا ہے اور وہ کافر ہے۔

تفسیر در منثور جلد پنجم صفحہ ۱۴۳ پر ہے کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مراد الحاد سے یہ ہے کہ کلام خدا کو غیر موضع میں رکھا جائے۔ تفسیر در منثور جلد دوم صفحہ ۱۰۸ پر ہے کہ وہ کافر کلام خدا کو پڑھتے تھے۔ لیکن عمل کرنا چھوڑ دیا۔

میزان الاعتدال صفحہ ۱۵۴ پر مرقوم ہے کہ امام ابن جریج متعہ کو جائز جانتا تھا۔ بلکہ اس نے خود ستر (۷۰) عورتوں سے متعہ کیا اور صفحہ ۱۵۱ پر ہے کہ امام جریج نے نوے عورتوں سے متعہ کیا۔ ناظرین! ابن جریج ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۵۰ھ میں فوت ہوا۔ اکثر اصحابہ کی صحبت سے فیضیاب تھا اس کی بیشمار روایات صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ علامہ ذہبی کہتا ہے کہ ابن جریج امام اور حافظ اور فقیہ تھا۔ سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، مسلم بن خالد، ابن علیہ، حجاج بن محمد، ابو عاصم، روح، وکیع، عبد الرزاق وغیرہ اساتذہ امام بخاری اس کے شاگرد تھے۔ امام احمد حنبل کہتا ہے کہ وہ اوعیہ علم سے تھا اور ابن جریج اور ابن عروبہ وہ اشخاص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے کتابیں تصنیف کیں۔

تہذیب التہذیب علامہ ابن حجر عسقلانی جلد ۶ صفحہ ۴۰۶ پر ہے کہ شافعی کہتا ہے کہ ابن جریج نے ستر عورتوں سے متعہ کیا۔ اور ابو عاصم کہتا ہے۔ کہ ابن جریج بڑا عابد تھا۔ اور ایک مہینہ میں ستائیس روزے رکھتا تھا۔

متعہ کو زنا کہنا دیوانوں کا کام ہے۔ متعہ اور نکاح میں صرف اتنا فرق ہے۔ کہ متعہ وہ نکاح ہے جس کی میعاد مقرر ہو۔ اور نکاح وہ عقد ہے جو دائمی ہو۔ باقی تمام امور میں متعہ اور نکاح یکساں ہیں۔ مثلاً متعہ کی اولاد جائداد کی وارث ہوتی ہے۔ زنان بازاری سے متعہ مکروہ ہے۔ اگر متعہ کی حالت میں عورت حاملہ ہو جائے۔ تو طہارت تک متعہ نا جائز ہے۔ متعہ میں خطبہ نکاح پڑھا جاتا ہے۔ حق مہر مقرر ہوتا ہے میعاد کی تعیین کی جاتی ہے۔ غرض متعہ اور نکاح میں سوائے اس کے کچھ فرق نہیں ہے کہ اول الذکر میعادی نکاح اور موخر الذکر دائمی نکاح ہوتا ہے۔ بلکہ متعہ کو نکاح پر ایک ترجیح حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ نکاح کی صورت میں مرد عورت کو طلاق دینے کا ہر وقت اختیار رکھتا ہے۔ مگر متعہ کی حالت میں مرد کو میعاد مقررہ سے پہلے طلاق دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

مسئلہ متعہ میں غور طلب امر یہ ہے کہ جو کام آنحضرتؐ کے مبارک زمانہ میں جائز متصور تھا۔ عمر بن خطاب کو اس کے خلاف فتویٰ دینے کا کیا حق حاصل تھا۔ واقعات اصلی وجہ یوں بتاتے ہیں کہ عمر کو آنحضرتؐ کے ہر کام سے نفرت تھی۔ وہ نہ چاہتا تھا۔ کہ وہ آنحضرتؐ کا مطیع اور فرمانبردار کہلائے اس کی خواہش تھی۔ کہ لوگ اسے امورات شرعیہ کی اصلاح میں آنحضرتؐ پر سبقت دیں اس فریب کے درپردہ یہ معنے تھے کہ لوگوں کی نظروں میں آنحضرتؐ اور ان کی اہلبیتؑ کا اقتدار کم ہو جائے۔ ثلاثہ اپنڈگو کے ہر فعل اور ہر حرکت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مسائل شریعت کو اپنی مرضی کے مطابق موڑ توڑ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ماہ رمضان میں تراویح کی فوجی قواعد کس اہتمام سے کی جاتی ہے۔ ہر صبح اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کس جوش اور باقاعدگی سے کہا جاتا ہے۔ اذان کے کلمات میں کس دلیری سے تصرف کیا گیا ہے۔ نماز کے ارکان کو کس شوخی سے منہدم کر دیا گیا ہے وضو تک اس کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ نماز جنازہ کی صورت مسخ کر دی گئی ہے مسائل فقہ میں بے تمیزی کا خمیر بنا کر رکھا ہے۔ آیات قرآنی کی خود غرضانہ اور نامعقول تاویلیں کی گئی ہیں یہ سب کچھ کیوں کیا گیا ہے۔ صرف اس لئے کہ ثلاثہ اپنڈگو کو لوگ آنحضرتؐ سے زیادہ دانا نیز وہ محقق اور زیادہ محسن اسلام خیال کریں۔ اور لوگوں کے دلوں میں اس بات کا قدرتی احساس پیدا ہو کہ عمر نے اسلام پر بہت احسان کئے ہیں۔

ثلاثہ اپنڈگو کے تمام افعال و حرکات آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کے اہلبیت کی عداوت کا آئینہ تھے اور انہی افعال و حرکات نے آخر کربلا میں قیامت کی صورت اختیار کر لی۔ سامعین حضرات میری بات کو فوراً سمجھ گئے ہوں گے۔ میرا یہ دعویٰ حقیقت اور واقعات پر مبنی ہے کہ وہ تلوار جو شمر نے امام حسین علیہ السلام کے گلے پر چلائی تھی۔ ابوبکر۔ عمر۔ عائشہ اور عثمان نے مل کر بنائی تھی۔ معاویہ نے اس کی دھار کو تیز کیا تھا۔ اور یزید نے اسے زنگ سے محفوظ رکھنے کے لئے اس پر نیام چڑھا دی تھی۔ لہٰذہ امام حسینؑ کے قتل میں یہ سب لوگ شریک تھے

اقوال عمر

کنز العمال حرف ہمزہ کتاب الایمان باب ثالث فصل خامس میں بروایت قتادہ لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا کہ جو شخص اپنے تئیں کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔ اور جو شخص اپنے تئیں کہے

کہ میں مومن ہوں وہ کافر ہے۔ بخاری کتاب مغازی بعد باب تسمیہ من سمی من اہل بدر فی الجامع کتاب حدیث بنی نضیر اور کتاب خمس اور دیگر مقامات میں بھی لکھا ہے کہ عمر نے حضرت علیؑ اور عباسؓ سے وہی معروف گفتگو کر کے کہا۔ خدا جانتا ہے کہ میں سچا نیکوکار، ہدایت یافتہ اور تابع حق ہوں۔ یعنی مومن ہوں، ازالۃ الخفا ولی اللہ صفحہ ۱۹۸ پر ہے کہ حکم کہتا تھا کہ عمر نے کہا کہ قرآن کو مجرد رکھو اور اس کی تفسیر بیان نہ کرو۔ اور رسول اللہ کی حدیث کم بیان کرو۔ اور اس کام میں ہم بھی تمہارے ساتھی ہیں۔

وارداتِ زنا

موطا مالک میں ہے۔ کہ مائیں ایسے بچوں کو جن کو شاہراہوں پر ڈال دیتیں جن کو لوگ اٹھا کر پالتے اور اپنا غلام بنا لیتے۔

ترجمہ موطا مالک القضاء فی المنسبو ذو الحاق الولد بابیہ صفحہ ۲۷۹ پر ہے کہ عمر نے ایک محکمہ مقرر کیا جس کا عہدیدار قائف سنان کو بنایا یہ محکمہ قیافہ سے پہچانتا کہ یہ بچہ فلانے کے تخم سے ہے۔

اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۲۵ پر ہے کہ ایک انصاری نے ایک باکرہ عورت سے نکاح کیا تو اسے حاملہ پایا۔ جس کو اسی وقت طلاق دیدی گئی۔

اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۳۰۴ پر ہے کہ عمرو بن حمزہ بن سنان سلمی جو صلح حدیبیہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھا جنگل کی طرف گیا۔ اور مقام صوعقہ پر پہنچ کر ایک لونڈی کو دبوچ لیا۔ جس پر آنحضرتؐ نے اسکو یکصد کوڑے لگوائے

بخاری میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ ہلال بن امیہ صحابی کی زوجہ شریک بن سحماء سے حاملہ ہو گئی۔

اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۲۳ بروایت عویمر ابن ابیض عجلانی انصاری لکھا ہے۔ کہ ہلال صحابی کی عورت کا شریک سے حاملہ ہو جانے کا واقعہ واپسی تبوک پر ماہ شعبان سنہ ۹ھ میں ہوا یعنی آنحضرتؐ کے انتقال سے قریباً ایک سال پہلے۔

ترمذی جلد دوم کتاب التفسیر سورہ ہود میں ہے۔ کہ ابو الیسر صحابی سے ایک صحابیہؓ کھجوریں خریدنے لگی۔ ابو الیسر نے کہا میرے گھر پر نہایت لطیف کھجوریں ہیں۔ اس بہانہ سے اس سے جماع کیا۔

اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ پر بھی عمرو بن غزیہ انصاری کا ایسا ہی واقعہ درج ہے۔

مقامات حریری مولفہ محمد قاسم بن علی الحریری کے مقالہ ۲۸ پر ہے کہ خوات بدری انصاری نے قبیلہ تیم بن ثعلبہ کی ایک عورت مسمات ذات النحیین سے گھی خریدنے کے بہانہ سے جماع کیا۔

اسد الغابہ جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۵ پر بھی مسمات ذات البجبین کا واقعہ درج ہے۔

وفیات الاعیان ابن خلقان اربلی شافعی۔ تاریخ طبری بیان سنہ ۱۷ھ اور کنز العمال کتاب الثانی فصل اول فی ثبت بیان حد لسامہ بن زبیر میں ہے کہ مغیرہ بن شیبہ صحابی نے اپنی امارت بصرہ میں ام جمیل بنت افقم زوجہ حجاج بن عتیک سے قبیلہ ثقیف سے تھی زنا کیا اس فعل بد کو ابوبکرہ وغیرہ صحابہ نے بچشم خود اپنی کھڑکی سے دیکھا۔ اور زیاد بن ابو سفیان نے بھی بچشم خود دیکھا۔ لیکن زیادکی جھوٹی گواہی پر صحابیوں کو سزا دی گئی اور مغیرہ کو بری کر دیا گیا۔ بلکہ مغیرہ کو بدستور سابق امیر بصرہ بنا دیا گیا

روض المناظر بر حاشیہ حلبی۔ مستدرک حاکم۔ وفیات الاعیان ابن خلقان میں ہے کہ جب مغیرہ بن شیبہ نے جو عمر کا عامل تھا مسمات ام جمیل سے زنا کیا۔ اور مقدمہ عمر کے سامنے پیش ہوا۔ تو عمر نے مغیرہ کو سزا سے بچانے کیلئے چوتھے گواہ کی تلقین کی۔ کہ وہ مغیرہ کے خلاف شہادت نہ دے اور اس طرح نصاب شہادت پورا نہ ہونے کے عذر پر مغیرہ کو سزا سے بچا لیا۔ ناظرین عمر کے عہد میں کعب احبار یہودی کو اسقدر آزادی تھی کہ وہ کھلے بندوں صحابہ کو توریت کی تعلیم دیا کرتا۔

خالد بن ولید

بخاری امام بخاری مطبوعہ کلکتہ جلد پنجم باب بعث النبی خالد بن ولید الی بنی جذیمہ غزوہ طائف صفحہ ۷۹ سطر ۵ پر ہے کہ فرمایا آنحضرت نے خداوندا۔ میں بری الذمہ اور دوری چاہتا ہوں اس سے جو کچھ خالد بن ولید نے دو مرتبہ کیا۔

الفاروق شمس العلما مولوی شبلی نعمانی مطبوعہ مفید عام آگرہ حصہ اول صفحہ ۱۴ سطر ۹ پر ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ عمر خالد بن ولید کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے ناراض تھا۔۔۔۔۔۔ ابوبکر کی عہد خلافت میں خالد بن ولید نے صحابی مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اس کی خوبصورت عورت سے اسی رات بالجبر زنا کیا تھا۔ اور پھر اس عورت کو مدینہ میں لے آیا جس پر عمر بن خطاب نے خالد کو شرعی سزا دینی چاہی مگر نہ دے سکا تاہم آغاز خلافت میں اس سے کچھ تعرض نہیں کرنا چاہا لیکن چونکہ خالد کی عادت تھی کہ وہ حساب وکتاب کے کاغذات دربار خلافت کو نہیں بھیجتا تھا۔ اسلئے عمر نے خالد کو تاکیداً لکھا کہ آئندہ سے اس کا خیال رکھو۔ خالد نے جواب میں لکھا کہ میں ابوبکر کے زمانہ خلافت سے ایسا ہی کرتا چلا آیا ہوں اور اب اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ عمر کو خالد کی یہ خود مختاری کیونکر پسند ہو سکتی تھی۔ اور وہ بیت المال کی رقم کو اس طرح بے دریغ کیونکر کسی کے ہاتھ میں دے سکتا تھا۔ چنانچہ خالد کو لکھا کہ

تم اس شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ فوج کے مصارف کا حساب بلاناغہ بھیجتے رہو۔ خالد نے اس امر کو نامنظور کیا۔ اور اس بنا پر وہ سپہ سالاری کے عہدے سے معزول کیا گیا۔

تاریخ طبری فارسی امام ابن جریر طبری مطبوعہ نولکشور جلد چہارم صفحہ ۱۴۲ سطر ۱۹ پر ہے کہ عمر بن خطاب نے خالد بن ولید کو سپہ سالاری سے معزول کر کے اس کی بجائے ابوعبیدہ جراح کو سپہ سالار لشکر مقرر کیا۔۔۔۔۔ تاریخ اعثم کوفی فارسی امام اعثم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۳ سطر ۱۵ پر ہے کہ عمر بن خطاب نے ابوعبیدہ جراح کو لکھا کہ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پاس قلعہ دمشق کو محصور کرنے کے لئے کافی لشکر ہے جب تم کو میرا خط ملے اسی وقت سرداران لشکر کو جمع کرو۔ اور ان تمام کو میرا یہ خط سنا دو تا کہ وہ جان لیں کہ آج سے تو سپہ سالار لشکر ہے اور خالد بن ولید کو معزول کر دیا گیا ہے۔ پس وہ تیری اطاعت کریں جب خالد کو اس کیفیت کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے کہا۔ خدا ابوبکر پر رحم کرے۔ اگر وہ زندہ ہوتا۔ تو مجھے ہرگز معزول نہ کرتا۔

سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۰ پر ہے کہ خالد بن ولید اور عمر بن خطاب میں عداوت کی اصلی وجہ یہ تھی کہ لڑکپن میں دونوں کشتی لڑتے تھے۔ خالد زیادہ طاقتور تھا اس نے عمر کی ٹانگ توڑ دی۔ جو علاج سے اچھی ہو گئی اس لئے جب عمر خلیفہ ہوا۔ تو سب سے پہلا کام جو عمر نے کیا یہ کیا کہ خالد کو شام کی سپہ سالاری سے موقوف کر دیا اور کہا کہ خالد ازیں بعد کسی عمل کا والی نہ ہو۔

انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی ذکر خالد بن ولید الی جذیمہ اور مرآۃ الزمان علامہ سبط ابن جوزی باب ثانی ذکر خلافت عمر بن الخطاب ذکر الحوادث و وقائع سنۃ ثالثہ عشر صفحہ ۲۹۳ اور اصابہ علامہ ابن حجر ذکر حالات خالد اور تاریخ کامل جلد دوم صفحہ ۲۲۰ میں مفصل درج ہے کہ عمر بن خطاب نے خالد بن ولید کو معزول کر کے ابوعبیدہ بن جراح کو سپہ سالار لشکر مقرر کیا۔

کشاف زمخشری میں ہے کہ خالد کا باپ ولید بن مغیرہ حرام زادہ تھا جس کو مغیرہ نے اس کی پیدائش سے اٹھارہ سال بعد اپنا بیٹا بنایا اور ولید کی ماں فاحشہ تھی۔ ناظرین! آنحضرت صلعم کا ارشاد اس کتاب میں درج ہے کہ حرامزادہ کا بیٹا اور پوتا داخل جنت نہیں ہو گا۔

علقمی نے کوکب منیر شرح جامع صغیر سیوطی میں لکھا ہے کہ ولد الزنا جہنم کا ایندھن ہے خفاجی مصری نے ریحانۃ الالبائی ذکر ولد الزنا میں لکھا ہے کہ حکم خدا سے ولد الزنا کی طینت اور نطفہ خبیث کیا گیا۔ اور اس کی شقاوت ازلی ہے اور وہ ناری ہے۔

در منثور سیوطی میں ہے کہ عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ و نسائی و بیہقی نے ابن عمر سے روایت کی

ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ ولد الزنا اور دائم الخمر اور قطع رحم کرنے والا جہنمی ہے۔

تفسیر کبیر سورہ نون والقلم میں ہے کہ ولد الزنا کا بیٹا اور پوتا داخل جنت نہ ہو گا۔

موطا امام مالک باب العمل فی الصلوٰۃ الجماعۃ صفحہ ۹۲ پر یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حوالی مدینہ کے ایک موضع عقیق میں ایک شخص امام مسجد تھا۔ عمر بن عبدالعزیز مروانی نے اس کو معزول کر دیا نواب وحید الزمان نے اس روایت کی شرح میں لکھا ہے کہ وہ امام مسجد مجہول النسب تھا اس لیے امامت سے معزول کر دیا گیا۔

کنز العمال میں بروایت میمون بن مہران لکھا ہے کہ اس نے کہا کہ ابن عمر ولد الزنا کی نماز جنازہ پڑھا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس کو کہا کہ ابوہریرہ ولد الزنا کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ ولد الزنا شر الثلاثہ ہے یعنی اس میں تین شر موجود ہیں۔ خباثت نطفہ۔ شقاوت طینت۔ غضب خدا۔ ابن عمر نے کہا کہ وہ خیر الثلاثہ ہے۔

تلویح شرح توضیح ذکر معارضہ در بحث حدیث ولد الزنا شر الثلاثہ میں لکھا ہے کہ اکثر دیکھا گیا کہ بعض ولد الزنا ولد الحلال سے دین و دنیا کے امور میں زیادہ پرہیزگار ہوتے ہیں۔ پس اس دلیل پر حدیث شر الثلاثہ درست نہیں۔ اور ولد الزنا ان تمام کرامات اور فضائل کا مستحق ہے جن کا ولد الحلال حقدار ہے پس ولد الزنا عابد و شاہد و قاضی و امام یعنی جانشین رسولؐ ہونا جائز ہے۔ ناظرین چونکہ قرآن کی رو سے امام کا درجہ انبیاء سے بڑا ہے اسلئے بقول سنیاں نبی ولد الزنا ہو سکتا ہے۔

علامہ قطب الدین شیرازی نے نزہتہ القلوب میں اور امام ابو القاسم راغب اصفہانی نے محاضرات میں لکھا ہے کہ ولد الزنا شریف تر ہوتا ہے کیونکہ مرد خواہش اور نشاط سے زنا کرتا ہے اور بچہ کامل پیدا ہوتا ہے اور یہ بات حلال مقاربت میں میسر نہیں کیونکہ انسان اپنی منکوحہ سے بہ تقنیع رغبت کرتا ہے۔

سیرۃ حلبیہ جلد سوئم صفحہ ۱۹۹ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک دفعہ خالد کو بلملم کی طرف بھیجا۔ خالد نے اپنی ذاتی دشمنی کی وجہ سے ان اشخاص کو قتل کر دیا اس پر آنحضرت نے فرمایا۔ خداوندا ہم تبرا کرتے ہیں خالد بن ولید پر اور یہی کلمہ دو دفعہ فرمایا۔ ناظرین البعد ازاں جناب امیرؑ نے بہ حکم رسولؐ تمام مقتولین کا خون بہا ادا کر دیا۔

انجام عمر

کنز العمال باب وفات عمر۔ جامع عبدالرزاق۔ مسند احمد حنبل طبقات ابن سعد تاریخ ابن

عساکر۔ سنن ابوداؤد طیالسی۔ مسند ابو یعلیٰ۔ صحیح ابن حبان۔ مستدرک حاکم۔ مواعظ ابو ہلال عسکری اور سنن بیہقی میں ہے کہ عمر نے بوقت مرگ کہا کہ اگر دنیا کی تمام چیزیں میری ہوتیں تو میں انکو اس ہول کے عوض میں جو مجھ کو آخرت میں پیش آنے والا ہے اور اس ہول کے بدلے جو مجھ پر روشن ہے فدیہ ادا کرتا۔

کنز العمال کتاب الفضائل فضائل عمر میں ہے کہ ہناد نے اور حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ضحاک سے روایت کی ہے کہ عمر نے کہا کہ کاش کہ میں گوسفند ہوتا اور میرے مالک مجھے کھلا پلا کر مجھے فربہ کرتے اور میں پہلے کی نسبت زیادہ فربہ ہو جاتا انکے دوست انکے ہاں مہمان ہوتے پس میرا جسم تو آگ پر بھونتے اور کچھ حصہ ٹکڑے ٹکڑے سکھا چھوڑتے۔ پھر مجھے کھاتے۔ اور گوہ کی صورت میں نکال دیتے لیکن میں انسان نہ ہوتا۔

کنز العمال باب وفات عمر میں ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ جب عمر کو ضرب لگی تو پہلا شخص میں تھا جو اس کے پاس گیا۔ میں نے کہا اے امیر المومنین۔ میں تجھے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں تو نے رسول اللہ کی طویل صحبت رکھی اور خلافت میں عدل کیا اور امانت ادا کی۔ عمر نے کہا یہ جو تو نے مجھے جنت کی خوشخبری دی ہے پس خدا کی قسم جس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ اگر جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان ہے میری ملکیت ہوتا تو میں اسکو اس امر کے عوض جو مجھے آگے درپیش آنے والا ہے فدیہ کر دیتا۔ پہلے اسکے کہ مجھے اس کی خبر ہو اور یہ جو تو نے مسلمانوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے پس خدا کی قسم میں دل سے چاہتا ہوں کہ اس سے نجات پاتا (یعنی مجھے خلیفہ بنایا ہی نہ جاتا) تاکہ مجھ پر کچھ بوجھ ہو اور نہ میرے لئے کوئی ثواب ہوتا۔ اور یہ جو تو نے صحبت رسولؐ کا ذکر کیا ہے پس یہ بات البتہ یونہی ہے

طبقات ابن سعد اور تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ جب عمر کو ضرب لگی۔ تو اس نے کہا یہ وہ وقت ہے کہ اگر وہ تمام چیزیں جن پر سورج طلوع کرتا ہے۔ میری ملکیت ہوتیں اور میں اس امر کے ہول سے جو مجھ پر روشن ہے فدیہ کر دیتا۔ ابن عباس نے کہا واللہ اے امیر المومنین تیرا اسلام نصرت اور تیری خلافت فتح تھی۔ عدل سے تو نے زمین کو بھر دیا۔ عمر نے کہا اے ابن عباس کیا جب تو خدا سے ملاقات کرے گا۔ تب بھی یہی شہادت دے گا۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ تو اس پر عمر خوش ہوا اور تعجب کرتا تھا۔

طبقات ابن سعد میں ابن سیرین سے حدیث لکھی ہے کہ جب عمر کو ضرب لگی تو لوگ اس کے پاس جاتے تھے پس ایک آدمی نے کہا واللہ مجھے امید ہے کہ دوزخ کی آگ تیرے بدن کو کبھی مس نہ کرے گی۔ پس عمر نے اس کی طرف دیکھا اور کہا اے فلانے کے بیٹے تجھے اس امر کا علم

قلیل ہے۔ اگر جو کچھ زمین پر ہے میرا ہوتا تو میں اس ہول پر جو مجھ پر طالع ہے فدیہ کر دیتا۔

طبقات ابن سعد اور صواعق طلال عسکری میں شعبی سے روایت ہے کہ جب عمر کو ضرب لگی تو اس کے پاس بیٹھنے والے اس کی مدح کرنے لگے۔ عمر نے کہا بہ تحقیق وہ شخص جس کو تم نے ان باتوں پر فریفتہ کر لیا ہے جبکہ ہو وہ امید رکھنے والا ہے۔ خدا کی قسم کاش کہ میں دنیا سے ایسی حالت میں نکلتا جس حالت میں کہ دنیا میں آیا تھا۔ اور خدا کی قسم اگر وہ تمام چیزیں جن پر آفتاب طلوع کرتا ہے میری ہوتیں تو میں انکو اس ہول پر جس کی مجھے اطلاع ہے فدیہ کر دیتا۔ یہی کلمات عمر مسند ابویعلےٰ اور صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم اور سنن بیہقی سے صاحب کنز العمال نے لکھے ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

مسند علی میں بروایت جابر لکھا ہے کہ عمر نے عبدالرحمان بن عوف کو کہا یا ابن عوف وددت انی خرجت منھما کما دخلت فیھما انی او ان اتقی اللہ فلا تطالبونی بقلیل ولا کثیر اھدنی۔

طبقات ابن سعد میں ذکر وفات عمر میں لکھا ہے کہ عمر رو پڑا۔ تو ابن عباس نے کہا۔ تمہارے رونے کا کیا باعث ہے۔ تو کہنے لگا مجھے میری آخرت کا معاملہ رلاتا ہے۔

شمع الیقین میں جمع بین الصحیحین کی سند پر اور بخاری پارہ چودھواں باب مناقب عمر صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ میری بیتابی اس کام کی وجہ سے ہے جو میں نے تجھ سے اور تیرے صاحب (حضرت علی علیہ السلام) سے کیا ہے۔ واللہ اگر تمام روئے زمین سونا ہوتی اور میری ہوتی تو میں دے دیتا تاکہ پیش ازاں کہ عذاب خدا دیکھتا۔ اس سے مخلصی پاتا۔

کنز العمال ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر نے کہا۔ کہ جب موت عمر کو غش دینے لگی۔ تو میں نے اس کو چھاتی سے لگایا ہوا تھا۔ عمر نے کہا۔ وائے ہو تجھ پہ میرا سر زمین پر رکھدے۔ پس اس پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر افاقہ ہوا تو اس نے کہا وائے ہو تجھ پر میرا سر زمین پر رکھ دے۔ پس میں اس کا سر زمین پر رکھ دیا پس اس نے اپنا سر اور منہ مٹی سے لتھڑ لیا۔ اور کہا ویل اور حیف ہے عمر کے لئے۔ عذاب اور ویل ہے عمر کے لئے اگر خدا اس کو نہ بخشے۔

ابن سعد اور مسدود نے لکھا ہے کہ عثمان بن عفان نے کہا۔ کہ آخری کلمات جو عمر کے منہ سے نکلے یہ تھے کہ عذاب اور ویل ہو عمر کو اور اس کی ماں کو۔ اگر خدا مجھے نہ بخشے۔ یہی کلمات اس نے تین بار دہرائے۔

شرح مشکوٰۃ عبدالحق میں ہے کہ حدیث میں جو آیا ہے۔ کہ تم میں سے کوئی نہ مرے۔ مگر یہ کہ خدا پر اس کا نیک ظن ہو۔ اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ موت کے وقت خدا کے فضل و کرم پر تکیہ کر کے اس پر نیک ظن رکھو۔ محدثین کا قول ہے کہ نیک انجام کی علامت یہ ہے کہ زندگی میں تو اس

پر خوف غالب ہو۔ مگر جب موت کا وقت آئے تو اس پر بخشش کی امید غالب ہو۔ طیبی نے کہا ہے کہ زندگی میں نیک عمل کرو۔ یہاں تک کہ مرتے وقت خدا پر تمہارا نیک ظن ہو۔ اور جس شخص کے عمل موت سے پہلے بُرے ہوں۔ اس کا ظن خدا پر موت کے وقت بُرا ہوتا ہے۔

تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۲۵ پر ہے کہ عمر نے بوقت مرگ ابو طلحہ انصاری (یہ شخص شراب نوشی میں عمر کا شریک تھا) کو کہا کہ تم پچاس آدمیوں کا دستہ لے کر شوریٰ خلافت کے مکان پر موجود رہنا اور اگر پانچ آدمی ایک رائے پر متفق ہوں تو چھٹے کو جو مخالف رائے رکھتا ہو۔ (حضرت علیؑ) کو قتل کر دینا

ازالۃ الخفا جلد دوم ص ۲۱۹ پر ہے کہ جب عمر زخمی ہوا تو پوچھا کہ یہ کون ہے جس نے مجھے زخمی کیا ابن عباس نے فرمایا۔ مغیرہ کا غلام ابو لولو ہے۔ عمر نے کہا تم اور تمہارے باپ ہی غلاموں کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اب اگر تم کہو تو ہم تمام غلاموں کو بے جرم اور بحالت مسلمانی قتل کر ڈالیں۔ ابن عباس نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو۔ یہ لوگ ہماری زبان بولتے ہیں۔ ہماری نمازیں پڑھتے ہیں اور ہمارے طریق پر حج کرتے ہیں۔

قرضۂ عمر

بخاری بر حاشیہ فتح الباری جلد ۷ ص ۴۳ پر ہے کہ جب عمر بن خطاب مرا تو اس کے ذمہ بیت المال کا چھیاسی ہزار درہم قرضہ تھا۔ حالانکہ اس کے ایک وارث نے اپنا باغ ایک لاکھ درہم پر فروخت کیا

عمر بن خطاب کی خلافت کا آغاز حقیقت میں آنحضرتؐ کی وفات کے عین بعد ہو چکا تھا۔ پس یہ شخص تیرہ چودہ سال تک دنیا کے معاصی میں مبتلا یا غرق رہ کر تریسٹھ سال کی عمر میں قتل کر دیا گیا تمام دنیا کو اپنے عداوت سے بالقصد بھر گئے۔ لیکن عداوت امیہ میں جس سیاہ دلی اور شورہ پشتی سے عمر نے عہد لیا ہے۔ اس کا نمونہ صفحہ عالم پر نظر نہیں آتا۔

جناب فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کے آلام اور شہادت۔ امام حسنؑ کی تکالیف اور شہادت امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب اور اقرباء کے مصائب اور شہادت اور خاندان رسولؐ کی بے حرمتی اور رسوائی ان تمام جور و جفا کا سرچشمہ محض عمر بن خطاب تھا۔

اس نے متعدد احکام شرع کو اپنی رائے سے بدل دیا۔ متعہ کو منسوخ کیا۔ صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھوایا۔ معاویہ کے دل میں عداوت اہل بیت کا بیج بوتا رہا۔ بیت المال میں سے اپنے احباب کو گراں قدر عطیہ جات دیتا رہا وغیرہ۔

کند ذہن یہاں تک تھا کہ بارہ سال کے طویل عرصہ میں سورہ بقرہ کو بخوبی حفظ نہ کر سکا۔ کوئی

شرعی مسئلہ پوچھا جاتا تو منہ دیکھتا رہ جاتا۔ مزاج کا اکھڑ اور طبیعت کا درشت تھا۔ انصاف سے کوسوں دور تھا۔ غلبۂ اسلام سے مرعوب ہو کر مسلمان ہوا اور آنحضرتؐ کی وفات پر اپنے آبائی مذہب کیطرف لوٹ گیا۔ خاندانی امارت اور ریاست کا یہ حال تھا کہ باپ، بیٹا قریباً برہنہ بدن رہا کرتے تھے شجاعت کا یہ حال تھا کہ احد کے دن جنگ سے فرار کر کے اور آنحضرتؐ کو نرغہ کفار میں گھیرا ہوا چھوڑ کر پہاڑیوں پر بکریوں کیطرح اچھلتا پھرتا تھا۔ عزم اور استقلال یہاں تک تھا کہ نہ تو اس کے اور نہ ہی ابوبکر اور عثمان کے بدن پر کبھی بھی اور کسی بھی جنگ میں خراش تک آئی تھی زخمی اور گھائل ہونا بجائے خود رہا۔

عمر بن خطاب آنحضرتؐ کی نبوت میں شک رکھتا تھا۔ اور اس گستاخانہ رویہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے اس کے حق میں بوقت وصال "قوموا عنی" فرمایا۔ بہ الفاظ دیگر یہ شخص راندۂ دربار ہوا تھا۔ دختر زن کا قاتل، لفنگا اور کھڑے کھڑے پیشاب کرنے کا دلدادہ تھا۔ اس کی موت حسرت اور ناکامیوں کا بے بدل مرقع ہے۔

"تاریخ شاہد ہے کہ ابوبکر، عثمان، عائشہ، حفصہ، حسن بصری، ابوہریرہ، خالد، معاویہ، عمرو عاص، مروان، عبدالرحمٰن بن عوف، عبدالرحمان ابن ملجم، یزید، شمر، عمر ابن زیاد، حرملہ، مامون رشید، ہارون رشید، ابوحنیفہ، عبدالوہاب نجدی، بخاری، شیخ عبدالقادر جیلانی اور مرزا حیرت اور مرزا غلام احمد قادیانی یہ تمام اعدائے اہل بیت عمر بن خطاب کے خوشہ چین ہیں۔ اور یہ ان لوگوں کی اجمالی فہرست ہے۔ جن کی یاد ہمارے دماغوں میں ہمیشہ موجود رہتی ہے۔

حالات حضرت عثمان صاحب

عثمان بن عفان خاندان قریش سے امیہ تھا۔ یہ بارہ برس بادشاہ رہا۔ آنحضرتؐ کی نام نہاد دو سوتیلی لڑکیاں رقیہ اور ام کلثوم جو خدیجہؓ کیساتھ بوقت نکاح آنحضرتؐ کے گھر آئیں۔ عثمان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہ دونوں لڑکیاں خدیجہؓ کی بیٹیاں نہ تھیں۔ بلکہ خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں اور پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیق سے ہوا تھا۔ مگر بعد ازاں یہ دونوں لڑکیاں عثمان کے نکاح میں آئیں۔ یہ شخص تدبر اور سیاست سے بے بہرہ تھا۔ خوش پوشی تن آسانی اور نفس پرستی کا مبتلا تھا۔ تحمل اور خلق سے کوسوں دور اور اقربا نوازی کے نہایت نزدیک تھا ۳۴ سال کی عمر میں حلقہ اسلام میں آیا۔ اور ۸۲ سال کی عمر میں اصحاب رسولؐ کے ہاتھ سے قتل ہوا

عبدالمناف کے چار بیٹے ہاشم۔ عبدالشمس۔ نوفل اور مطلب تھے۔ عبدالشمس کے سات بیٹے مشہور ہیں۔ امیہ۔ ربیعہ۔ عبدالعزیٰ۔ عبدامیہ۔ نوفل حبیب اور امیہ۔ تاریخ کامل جلد اول مطبوعہ مصر ص ٢١۵ پر ہے کہ امیہ دراصل عبدالشمس کا بیٹا نہ تھا۔ بلکہ غلام تھا جیسا کہ اصابہ میں بھی بذیل ترجمہ ثوب مذکور ہے۔ کہ جب وہ دربار معاویہ میں پہنچا تو اس نے خود معاویہ سے بیان کیا کہ تم لوگ غلط کہتے ہو کہ امیہ بیٹا تھا عبدالشمس کا بلکہ غلام تھا جس کا اصلی نام ذکوان تھا۔ ازالۃ الخفا مقصد دوئم ص ٣١ پر ہے کہ بنی تیم (خاندان ابوبکر) اور بنی عدی (خاندان عمر) اور بنی ہاشم خاندان رسول میں زمانہ جاہلیت میں عداوت تھی مصنف کہتا ہے کہ شاہ صاحب اگر یہ لکھتے کہ بنی ہاشم سے بنی تیمی اور بنی عدی اور بنی امیہ کو سخت عداوت تھی۔ تو زیادہ موزوں ہوتا تیم کے معنی طرح ہیں غلام لکھے ہیں اسلئے ابوبکر بھی غلام خاندان سے تھا

سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد اول ص ١٣ میں (عثمان کے اسلام لانے کی وجہ میں) بروایت ابن عساکر لکھا ہے۔ کہ عثمان بن عفان کہتا ہے کہ مجھ کو عورتوں کا بہت عشق تھا ایک روز ہم خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا محمدؐ نے رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے کر دیا ہے۔ اس خبر نے عجب کام کیا کہ دل میں حسرت آنے لگی۔ کہ کیوں نہیں میں نے سبقت کی۔ کہ رقیہ مجھ کو مل جاتی۔ کیونکہ رقیہ صاحب حسن و جمال تھی۔

ایک مضحکہ خیز بات بتاتا ہوں مسند ابوحنیفہ مرویہ حصکفی ص ٢٩٢ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے قسم سے فرمایا کہ اگر میرے پاس سو بیٹیاں ہوتیں اور اسی طرح (رقیہ اور ام کلثوم کی طرح) مرتی رہتیں۔ تو میں ایک کے بعد دوسری عثمان کے نکاح میں دیتا جاتا۔ ناظرین اس سے طرفہ تر یہ بات ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ رقیہ زوجہ عثمان کی موت کے بعد جو میں نے ام کلثوم کا نکاح عثمان سے کیا ہے۔ یہ حکم خدا کیا ہے جس کی خبر حضرت جبرئیل میرے پاس لائے تھے۔

عبدالمنذر ہشام نے اپنی سیرت کے باب مثالب بنی امیہ میں لکھا ہے کہ عثمان کے باپ عفان بن العاص سے لوگ مخنث کا کام لیتے تھے۔ اور ایسا ہی طلحہ کے باپ عبداللہ کی نسبت لکھا ہے۔

تاریخ صغیر بخاری مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد ص ١١ اور بخاری جلد اول مطبوعہ مصر ص ٢٩ پر ہے کہ جب رقیہ کو قبر میں اتارنے لگے تو عثمان آگے بڑھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ رقیہ کو قبر میں وہ شخص اتارے جس نے آج رات مباشرت نہ کی ہو۔ عثمان پیچھے ہٹ گیا۔ اور ابوطلحہ نے رقیہ کو قبر میں اتارا۔

تیسیر الباری شرح بخاری جز خامس ص ٣٥ پر ہے کہ انس بن مالک کہتا ہے کہ ابوطلحہ (زید بن سہیل

شوہر ام سلیم والدہ انس بن مالک انصاری کا بچہ بیمار تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ بچہ کی ماں نے مردہ بچہ کو کسی دوسری جگہ چھپا دیا۔ جب ابو طلحہ آیا اور بچہ کا حال دریافت کیا۔ تو اس نے کہا راضی خوشی ہے ابو طلحہ نہ سمجھ سکا۔ اور رات کو اس عورت سے ہمبستری کی اور صبح کو مرغ کا گوشت کھایا۔ جب ابو طلحہ باہر نکلنے لگا۔ تو بیوی نے اصل بات سنائی اور بچہ کو دفن کر دیا گیا۔

میزان الاعتدال جلد اول پہ ذکر زید بن وہب مرقوم ہے کہ تابعین دجال "تابعین حضرت عثمان ہو لگے ناظرین! عثمان کی داڑھی بھی عمر کی داڑھی کیطرح بہت لمبی تھی جیسی کیوجہ سے عائشہ اس کو نعثل کہا کرتی تھی۔ کیونکہ نعثل یہودی کی داڑھی ناف تک لمبی تھی نیز عثمان کے دانتوں میں اہل ہنود کیطرح سونے کی میخیں لگی ہوئی تھیں۔

تنزیہ الانساب حصہ ثانیہ صفحہ ۳۵ پر ہے کہ عثمان کا باپ عفان دف بجایا کرتا اور لوگ اس سے مخنث کا کام لیتے تھے اور دل لگی کرتے۔

تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ عثمان نے کہا کہ میں ان لوگوں سے ہوں جو قلیل المقدور ہیں حیواۃ الحیوان علامہ دمیری میں ہے کہ عثمان کی حقیقی بہن آمنہ عورتوں کے سر گوندھا کرتی تھی اصابہ فی معرفت الصحابہ میں ہے کہ اسی آمنہ کا خاوند حکم بن کیسان جو بنی مخزوم کا غلام تھا حجاموں کا کام کرتا تھا۔ ناظرین! بنی مخزوم وہ قبیلہ ہے۔ جس کا سردار ابو جہل بن ہشام تھا۔ جو ذات سے لوہار اور عمر بن خطاب کا حقیقی ماموں تھا۔

کتاب مجمع الامثال علامہ میدانی نیشاپوری اور حاشیہ علی القاموس والقانون سیوطی میں ہے کہ ابو جہل کو علت ابنہ تھی۔ منہایہ ابن اثیر میں ہے کہ عمر بن خطاب کی ماں حنتمہ ہشام کی بیٹی اور ابو جہل کی بہن تھی۔

استیعاب صفحہ ۷۴۳ پر ہے کہ رقیہ کا پہلا نکاح عتبہ بن ابولہب اور ام کلثوم کا پہلا نکاح عتیبہ بن ابولہب سے ہوا جب سورہ تبت کا نزول ہوا۔ تو ابولہب اور حمالۃ الحطب نے عتبہ اور عتیبہ سے دختران محمد کو طلاق دلوا دی۔ ازاں بعد رقیہ کا نکاح عثمان سے کر دیا گیا اصابہ جلد ۸ صفحہ ۸۳ پر ہے کہ رقیہ کا نکاح عتبہ سے قبل نبوت ہوا تھا اور یہ امر مسلمہ ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم خدیجہؓ کی بہن کی لڑکیاں تھیں اصابہ صفحہ ۹۱ پر ہے کہ حضرت کی سب سے بڑی لڑکی زینب کا نکاح بھی قبل بعثت ہوا تھا

علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی نے اپنی کتاب مناقب آل ابیطالب میں لکھا ہے۔ جو کتب شیعہ ست ہے کہ احمد بلاذری اور ابو القاسم کوفی نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے اور

جناب سید مرتضیٰ نے کتاب شافی میں اور ابو جعفر نے کتاب تلخیص میں لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے خدیجہؓ سے عقد کیا۔ تو وہ باکرہ تھیں یعنی کنواری تھیں۔ اور کتاب انوار والبدع میں ہے کہ رقیہ اور زینب حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔ (میرا ارادہ ہے کہ اس معاملہ پر کسی علیحدہ رسالہ میں مفصل روشنی ڈالوں) ابو الصمصام

"تاریخ اسلام جلد سوئم صفحہ ۱۲۳ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے منبر پر بنی امیہ کے جابروں میں سے ایک جابر تقدیم کریگا اور اس کی نکسیر جاری ہوگی" تطہیر الجنان صفحہ ۱۲ حاشیہ صواعق محرقہ میں ہے کہ عمر بن سعید بن عاص اموی کو منبر پہ نکسیر جاری ہوئی۔ "تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۰۵ میں ہے کہ عثمان کو نکسیر جاری ہوئی۔ اور حج کو نہ جاسکا۔

"تاریخ الاسلام جلد سوئم باب چہارم صفحہ ۱۳۳ سطر ۲ پر ہے کہ عثمان نے منیٰ کو ایام حج میں خیمہ گاہ بنایا۔ اور جاہلیت کے دنوں کی طرح پر تکلف ضیافتیں کیں اور لوگوں کی پیٹھ پر درے لگائے۔

"تاریخ اسلام جلد سوئم صفحہ ۱۳۱ پر ہے کہ عثمان نے بارش کے پانی سے لوگوں کو محروم کردیا۔ اور اس کو اپنے اقربا کیلئے مخصوص کردیا۔ "تاریخ اسلام جلد صفحہ ۱۴۵ پر ہے کہ عثمان نے منع کردیا کہ سمندر میں ہمارے تجارتی جہازوں کے سوائے اور کوئی جہاز نہ چلے۔

الامامت والسیاست ابن قتیبہ صفحہ ۱۳۳ پر ہے کہ خدا نے تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اور اسی سے عثمان نے اس کا ترجمہ عبرانی سے عربی میں کردیا۔

خلافت حضرت عثمانؓ صاحب

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۷۱ اور بخاری مطبوعہ احمدی چھبیس پارہ چودھواں صفحہ ۱۹ پر ہے کہ عمر نے مرتے وقت وصیت کی کہ چھ آدمی علیؑ۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمن بن عوف آپس میں کثرت رائے سے خلیفہ مقرر کرلیں۔ اور جو شخص کثرت رائے کے مخالف ہو اس کو قتل کردیا جائے۔ ناظرین! مندرجہ بالا چھ اشخاص ایک مقام پر جمع ہوئے۔ حضرت علی علیہ السلام سے کہا گیا کہ اگر آپ سیرت شیخین پر عمل کرنے کا وعدہ کریں۔ یعنی آپ بھی بدعات شیخین پر کاربند رہیں۔ تو ہم آپ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ میں صرف قرآن اور احادیث رسولؐ کے مطابق عمل کرونگا۔ پھر وہی سیرت شیخین پہ عمل پیرا ہونے کی شرط عثمان بن عفان کے پیش کی گئی عثمان نے اس شرط کو قبول کرلیا۔ اور خلافت کی باگ ڈور عثمان کے حوالہ کردی گئی۔ طرفہ تر امر

یہ ہے کہ جس کمرہ میں عثمان کو خلیفہ بنانے کی کاروائی عمل میں لائی گئی۔ اس کمرہ میں مقررہ چھ اشخاص کے سوائے کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اور کمرہ کے ارد گرد پہرہ لگا ہوا تھا۔ اور جب عثمان کے حق میں پنچایت کا فیصلہ صادر ہو چکا تو اس وقت طلحہ وہاں موجود نہ تھا۔ جب یہ واپس آیا تو اس سے کہا گیا کہ اگرچہ فیصلہ خلافت ہو چکا ہے۔ تاہم تمہارے مقابلہ میں ہم اس کو کالعدم خیال کرتے ہیں۔ اگر کہو تو پھر شوریٰ مقرر کیا جائے۔ ناظرین کیا اس قدر اہمیت حضرت علیہ السلام کی شخصیت کو دی گئی یعنی عمر کا حکم تھا کہ خلافت کا فیصلہ تین دن تک طے کر لیا جائے۔ مگر عمر کو ایک گھنٹہ کے اندر اندر خلیفہ بنا دیا گیا۔ اور غور طلب امر یہ بھی ہے کہ سعد بن ابی وقاص عثمان کا سسر اور عبدالرحمان بن عوف کا چچازاد بھائی تھا۔ اور عبدالرحمان بن عوف کو بہ حیثیت صدر شوریٰ ہونے کے دو ووٹ کا حق حاصل تھا

کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ صفحہ ۲۴ پر ہے کہ جب عبدالرحمان بن عوف عثمان سے باتیں کر چکا تو جناب امیر علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ عمر کی اس شرط پر کہ آپ کسی بنی ہاشم کو کاروبار میں شریک نہ بنائیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ تجھے اس شرط سے کیا مطلب جب تو نے خلافت کو میرے سپرد کر دیا۔ تو میرا فرض ہے کہ امت محمدیہ کی بہتری کے لئے اجتہاد کروں جس کسی کو صاحب قوت و امانت پاؤں۔ اس سے کام لوں۔ چاہے وہ بنی ہاشم سے ہو یا نہ ہو۔ اس پر عبدالرحمان نے کہا۔ واللہ جب تک آپ اس بات کا عہد نہ کریں گے ہم آپ کو خلافت نہیں دیں گے حضرت نے فرمایا کہ ہم ایسا عہد نہیں کریں گے۔ عبدالرحمان کو حضرت نے چھوڑ دیا۔ اور وہ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے

استیعاب جلد دوم صفحہ ۶۹۰ پر ہے کہ عثمان کو خلافت ملی تو ابوسفیان نے آ کر کہا۔ کہ تیمی اور عدی کے بعد خلافت تجھے ملی ہے۔ اس کو گیند بنا لے۔ کہ بنی امیہ کے ہاتھ میں پھرا کرے۔ یہ سب ملک کا سامان تھا۔ نہ جنت تھی نہ نار۔ عثمان نے چلا کر کہا۔ دور ہو جاؤ۔ دور ہو جاؤ۔ عثمان صرف تو صدا عنی کا متعارف جملہ دہرا دیا۔ اور ابوسفیان کو نہ قتل کروایا۔ اور نہ ہی زندہ جلوایا۔ اور نہ ہی کوئی اور سزا دی بات یہ ہے۔ در اصل ایک ہی تھیلی کے بٹے تھے۔

حضرت عثمان صاحب کے کارنامے

ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۱۴۲ پر ہے کہ عثمان کے پاس ایک عورت لائی گئی جس کے ہاں چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا تھا۔ عثمان نے اس عورت کو سنگسار کر دینے کا حکم دے دیا۔ حضرت علی علیہ السلام وہاں آ پہنچے۔ اور فرمایا۔ وہ عورت سنگسار نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ زمانہ حمل اور زمانہ شیر خوارگی

تیس ماہ ہے۔ اور پھر فرماتا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو دو برس دودھ پلائیں اس شخص کیلئے جو مدت شیر خوارگی کو پورا کرے۔ پس حمل کا زمانہ چھ ماہ بھی درست ہے عثمان نے کسی کو حکم سنگساری کو منسوخ کر کے بھیجا۔ مگر اس وقت تک وہ عورت سنگسار ہو چکی تھی۔

ازالۃ الخفا صفحہ ۲۷۶ پر ہے کہ ابن مسعود نے عثمان کیساتھ منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی اس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ تم تو یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ اور ابوبکر اور عمر دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابن مسعود نے کہا۔ ہاں ہم یہ حدیث بیان کرتے تھے مگر کیا کریں عثمان اس وقت خلیفہ ہے۔ کیا میں اس کے خلاف کر سکتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ اصحاب الاخیار کو ثلاثہ کی خلافتوں میں مومن آل فرعون کیطرح زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔

استیعاب صفحہ ۴۳ پر ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کو جب غلامان عثمان نے گالی دی۔ اتنا زدوکوب کیا کہ آپ کو عارضہ فتق لاحق ہو گیا۔ اور پسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ تو بنی مخزوم اجتماع کیا اور کہا۔ اگر عمار مر گئے تو ہم اس کے عوض میں صرف عثمان ہی کو قتل کریں گے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ اگر میں چاہوں تو ہر صحابی کے بارہ میں کہہ سکتی ہوں۔ یعنی میں ہر ایک صحابی کے اعلیٰ مدارج کو بقول رسول جانتی ہوں مگر عمار کے متعلق آنحضرت کا ارشاد ہے کہ یہ قدم کے تلووں سے لیکر کان کی لو تک ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ انس سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جنت چار شخصوں کی مشتاق ہے۔ علی۔ عمار۔ سلمان۔ بلال

بخاری امام بخاری مطبوعہ بمبئی جلد چہارم فضائل القرآن صفحہ ۲ تاریخ خمیس علامہ دیار بکری مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۲۰۰ صواعق محرقہ ابن حجر مکی مطبوعہ میمنیہ مصر صفحہ ۱۰۱ روضۃ الاحباب محدث جمال الدین مطبوعہ تیغ بہادر لکھنؤ جلد دوم صفحہ ۲۴۹ مشکوٰۃ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب مطبوعہ محمدی دہلی صفحہ ۱۸۵ تاریخ اعثم کوفی امام اعثم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۷ تفسیر اتقان امام سیوطی مطبوعہ احمدی صفحہ ۳۷ تحفہ نذیریہ مولوی عبدالرحمان پانی پتی مطبوعہ رفاہ عام لاہور صفحہ ۵۵ و صفحہ ۵۷ سکینہ نمبر ۳ ف محمد واشنگٹن ارونگ صفحہ ۱۷۱ لکھتے ہیں کہ عثمان نے اپنے عہد خلافت میں تمام مملکت کے قرآن جمع کر کے آگ لگا دی اور بعض پھاڑ ڈالے اور اپنا ترتیب دیا ہوا قرآن جاری کیا۔

ناظرین! آنحضرت نے اپنے بعد تمام امت کیلئے دو ثقل یعنی دو گرانبہا چیزیں چھوڑیں تھیں جن کا ادب۔ حرمت اور اقتدار امت پر واجب تھا۔ قرآن ناطق یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کا اور اقتدار جس سرگرمی اور ایثار سے کیا گیا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ قرآن صامت یعنی قرآن شریف کا ادب یہ ہوا ہے کہ اس کو آگ میں جلا دیا گیا۔ اور پھاڑا بھی گیا۔ حضرات! اگر عثمان کا

یہی شوخی منظور اور مقصد تھی تو کیا قرآنوں کے دفن کر دینے کو قطعۂ زمین بھی میسر نہ تھا خود رسول اللہ و آل محمدؐ اور انبیائے ماسبق سب (سوائے حضرت عیسیٰؑ) زیر خاک استراحت فرما ہیں یا کم از کم قرآنوں کے انبار کو وزنی پتھروں سے باندھ کر دریا میں ڈال دیا جاتا۔ حروف آہستہ آہستہ خود بخود مٹ جاتے یا ان قرآنوں کو کسی محفوظ مکان میں رکھ دیا جاتا جیسا کہ دنیا کا رواج چلا آتا ہے اور ان کتب خانوں میں ہزارہا سال کی تصانیف محفوظ اور مصئون ہیں۔ مگر ایسے خلفا کو وہ فہمائش کرے جو اپنی پسلیاں تڑوا لے۔ یا جلاوطن ہونا منظور کرے۔

ناظرین، احراق المصاحف عثمان کی جدت طبع کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ عین تقلید ابوبکر ہے جس نے احادیث کے مجموعہ کو سپرد آتش کر دیا۔ بھلا جلے ہوئے قرآن تو ذرات خاکستر بن کر ہوا میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے ہوں گے۔ مگر پھٹے ہوئے اوراق قرآن ہر ایک ناپاک مقام پر جوتیوں کے نیچے روندے گئے ہوں گے۔

تاریخ اعثم کوفی ترجمہ فارسی مطبوعہ بمبئی ص۲۴۳ سطر ۱۱ پر ہے کہ چند اہل مصر عثمان کے پاس آئے اور کہا تم نے تین ناپسندیدہ کام کئے ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم تم پر ناراض ہیں۔ اول یہ کہ تم نے قرآنوں کو جلا دیا اور پھاڑ ڈالا۔ دوسرا یہ کہ تم نے حکم بن عاص کو مدینہ واپس بلا لیا ہے۔ حالانکہ آنحضرتؐ اس کو مدینہ سے باہر نکال دینے کا حکم صادر فرما گئے ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ تم خزانہ اور حکومت کو اپنے سگوں میں بانٹ رہے ہو۔ اور دوسرے اہل حق کو اس سے محروم رکھتے ہو۔

نجات المومنین ملا محسن کشمیری (جو اکابر اہل سنت سے ہے) میں ہے کہ عثمان سے بہت سے مکروہ امور اور بری حرکتیں اصحاب رسولؐ کے حق میں ہوئیں۔ مثلاً ابن مسعود کو اس قدر زدوکوب کیا کہ اس کے پہلو کی دو ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اور ان کے قرآن شریف کو جلا دیا۔

روضۃ الاحباب جمال الدین محدث مطبوعہ منشی تیغ بہادر لکھنؤ جلد دوم ص۲۴۲ سطر ۱۹ پر ہے کہ عثمان نے حکم دیا اپنی تمام قلمرو میں کہ سوائے میرے ترتیب دیئے ہوئے قرآن کے باقی تمام قرآنوں کو جلا دیا جائے یا پھاڑ دیا جائے (چنانچہ اس حکم پر پورا پورا عمل درآمد ہوا)

بخاری امام بخاری مطبوعہ بمبئی جلد ۱۱ فضائل القرآن ص۲۴ سطر ۳ اور مشکوٰۃ مطبوعہ محمدی دہلی ص۱۹۳ سطر ۱۲ پر ہے کہ عثمان نے حفصہ کی طرف کسی کو بھیجا۔ کہ میرے پاس صحیفے بھیج دو کہ ہم ان میں سے مصاحف میں نقل کر لیں۔ پھر تم کو واپس بھیج دیں گے۔ حفصہ نے عثمان کے پاس وہ صحیفے بھیج دیے اور عثمان نے زید بن ثابت اور عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبدالرحمان بن حارث بن ہشام کو

مصاحف میں نقل و جمع کرنے کے کام پر مامور کیا اور تینوں قرشی گروہ کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ اگر تم کو زید بن ثابت سے قرآن کے کسی امر میں اختلاف پڑ جائے تو لغت قریش میں اس کو لکھنا کیونکہ انہیں کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صحیفوں کو مصاحف میں نسخہ کر لیا۔ اور حسب وعدہ عثمان نے حفصہ کو وہ صحیفے واپس کر دیے اور ہر ایک طرف کو ایک تیار شدہ صحیفہ بھیجدیا۔ اس صحیفہ کے سوائے جہاں کہیں بھی کوئی صحیفہ موجود تھا سب کو جلا دینے کا حکم دیا۔ یہی امر بالا دوبارہ صحائف حفصہ و حکم احراق مصاحف غیرہ اتقان امام سیوطی مطبوعہ مطبع احمدی صفحہ ۱۰۴ سطر ۹ پر ہے۔

شارح مشکوۃ شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں کہ اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حفصہ کو نظر بہ ایفائے وعدہ عثمان نے واپس کر دیا تھا۔ وہ بھی بحکم عثمان جلا دیا گیا ہو کیونکہ جب عثمان نے حکم دیا کہ ہمارے قرآن کے سوائے تمام قرآن جلا دیئے جائیں تو لازماً حفصہ کے پاس کا قرآن جو ابوبکر و عمر کے زمانہ میں جمع ہوا تھا۔ وہ بھی عثمانی قرآن کے علاوہ تھا۔ تو لامحالہ وہ بھی جلا دیا گیا ہوگا

صواعق محرقہ امام ابن حجر مکی مطبوعہ میمنیہ مصر صفحہ ۶۹ سطر ۹ پر ہے کہ عثمان نے جلا دیا ان مصاحف کو جن میں کہ قرآن لکھا ہوا تھا۔ ناظرین! احراق المصاحف کا واقعہ صاحب صواعق محرقہ نے فضائل عثمان میں لکھا ہے۔

تاریخ خمیس علامہ دیار بکری مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۲۷۰ سطر ۱۲ پر ہے کہ عثمان نے ابن مسعود اور ابی کے قرآنوں کو تو جلا دیا۔ اور لوگوں کو زید بن ثابت کے قرآن پر جمع کیا۔ جب ابن مسعود کو اس کے قرآن جلائے جانے کی خبر ملی اس وقت کوفہ میں اس کے اصحاب کے پاس اس قرآن کی نقل موجود تھی۔ ابن مسعود نے اس قرآن کی حفاظت کرنے کے لئے اپنے اصحاب کو مامور کیا۔ اور ان سے کہا کہ میں نے ستر سورتوں کی تلاوت کی ہے اور زید بن ثابت جس کے قرآن پر عثمان نے لوگوں کو جمع کیا ہے وہ ابھی بہت چھوٹا بچہ ہے۔

تحفہ مدیہ قاری عبدالرحمان پانی پتی مطبوعہ رفاہ عام لاہور صفحہ ۵۵ سطر ۱۹ پر ہے کہ عثمان نے اپنے جمع کردہ قرآن کی نقول اطراف سلطنت میں بھیج دیں اور باقی قرآنوں کو جلا دیا

ضربۃ الکرار عبدالرؤف حنفی اور تاریخ خمیس صفحہ ۲۷۰ اور استیعاب صفحہ ۳۷۲ پر ہے کہ عثمان نے اپنے جمع کردہ قرآن کے سوائے باقی تمام قرآنوں کو جلا دیا۔ اور جب ابن مسعود نے اپنا قرآن دینے سے انکار کیا تو اس کو اس قدر زد و کوب کیا کہ اس کو عارضہ فتق ہو لاحق ہو گیا۔ اور ابن مسعود کو یہ

حکم عثمان قید کر دیا گیا۔ جہاں وہ بحالت قید فوت ہو گیا۔

فتح الباری جلد چہارم صفحہ ۲۶ پر ہے کہ عثمان نے حفصہ کے پاس کسی بھیجا اور اس سے قرآن طلب کیا اس نے انکار کیا۔ جب عثمان نے عہد کیا کہ بعد نقل ضرور واپس کر دیں گے۔ تو حفصہ نے وہ قرآن دے دیا جس سے عثمان نے قرآن نقل کیا اور حفصہ کو قرآن واپس کر دیا اور وہ حفصہ کے پاس رہا۔ مگر مروان نے زبردستی اس سے لیا اور جلا دیا۔

علامہ عینی اپنی شرح کے صفحہ ۲۳۱ پر جلد نہم میں لکھتا ہے کہ حکم دیا گیا کہ جو قرآن اس قرآن مخالف ہو جس کو عثمان نے تمام ملکوں میں بھیجا تھا۔ وہ جلا دیا جائے۔ پس اس وقت عراق کے مصاحف آگ سے جلا دیئے گئے۔

ازالۃ الخفا حصہ دوئم صفحہ ۲۱ پر ہے کہ عثمان نے قرآن جمع کرنے پر زید بن ثابت کے علاوہ عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبدالرحمان بن حارث بن ہشام بھی تھے۔ مگر رکن اعظم زید بن ثابت ہی تھے۔ کنز العمال میں ہے کہ ایک دن عمر نے زید بن ثابت کو کہا کہ یہ کوئی وحی نہیں ہے کہ اس میں تم زیادتی کرو۔ یہ ایک رائے اور مشورہ کی بات ہے۔ موافقت کرو تو بہتر ورنہ پرواہ نہیں۔

کتاب تحفہ شاہ عبدالعزیز میں ہے کہ ابی بن کعب نے عثمان کو اپنا قرآن نہ دیا۔ اور روایت سے محفوظ ہے۔ اور یہ قرآن بھی عثمان نے جلا دیا۔ اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۴۹ پر ہے کہ جب رسول اللہ وارد مدینہ ہوئے۔ تو سب سے پہلے جس شخص نے آنحضرت کے لکھا۔ وہ ابی بن کعب تھا۔ اور آنحضرت نے فرمایا کہ ابی بن کعب قرأت میں سب سے زیادہ ماہر ہے۔ استیعاب صفحہ ۲۵ پر ہے کہ آنحضرت نے ابی بن کعب سے پوچھا۔ کہ قرآن میں سب سے اعظم آیہ کونسا ہے۔ عرض کیا۔ لا الہ الا ھو الحی القیوم۔ آنحضرت نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تجھے علم مبارک ہو اے ابو المنذر نیز فرمایا کہ تم ہماری امت میں سب سے بڑے عالم قرآن ہو۔ اسی صفحہ پر ہے کہ ابی بن کعب انصار میں سے تھا۔ عقبہ ثانیہ میں اسلام لایا۔ اور بعض اذان تمام جہادوں میں آنحضرت کا شریک حال رہا۔ صفحہ ۲۶ پر ہے کہ جب سورہ لم یکن الذین کفروا، کا نزول ہوا تو آنحضرت نے ابی بن کعب سے فرمایا جبرئیل نے مجھے کہا ہے کہ میں تم کو یہ سورہ پڑھا دوں۔ اور اس پر ابی نے عرض کیا۔ کہ کیا خدا نے میرا ذکر کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔ اور اس نے رونا شروع کر دیا۔ پھر اسی صفحہ پر ہے کہ عمر نے کہا کہ ہم لوگوں میں سب سے بڑا قاضی علی بن ابی طالب ہے اور سب سے بڑا قاری ابی بن کعب ہے۔

تاریخ خمیس صفحہ ۲۵۰ پر ہے کہ ابی بن کعب کے پیچھے لوگ چل رہے تھے بطور تعظیم و تکریم

تو عمر نے اس کو درہ رسید کیا

محاضرات میں ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ ہم کو مددگار ملتے تو ہم بھی عثمان کے قرآن کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو عثمان نے ہمارے قرآن کے ساتھ کیا ہے۔

کتاب الاغانی میں اور واحدی اور ابن مردویہ نے اور خطیب بغدادی نے اور ابن عساکر نے بروایت ابن عباس لکھا ہے سورہ سجدہ آیہ نمبر ۲۱ "فمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون" کا شان نزول یہ ہے کہ ولید بن عقبہ بن معیط نے حضرت علی علیہ السلام پر اپنی فوقیت جتلانی چاہی۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا اے کہیں مومن اور بدکار بھی برابر ہو سکتے ہیں "ناظرین" تاریخ الخلفا سیوطی صہ ۹۳ حاشیہ بخاری پارہ چودھواں صہ ۹۲ پر ہے کہ وہی ولید ہے جس کو عثمان نے کوفہ کا گورنر بنایا تھا۔ اور جس نے نماز فجر میں نشہ میں مست ہو کر بجائے دو رکعت فریضہ کے چار رکعت پڑھا دی تھی۔ اور پھر جھوم کر کہا تھا کہ اگر کہو تو اور زیادہ کر دوں۔ اور بخاری پارہ پندرھواں صہ ۶۳ پر ہے کہ اس پر لوگوں کی شہادت اور جناب امیر علیہ السلام کے مشورہ سے اسّی کوڑے کی سزا دی گئی تھی اس شرعی سزا سے ناراض ہو کر ولید نے حضرت علیؑ کی خلافت ظاہری میں حضرتؑ کی بیعت نہ کی تھی۔

سورہ الکہف آیہ نمبر ۱۰۷ "ان الذین امنوا وعملوا الصالحات کانت لہم جنت الفردوس" بقول معصومین اس آیہ سے مراد حضرت ابوذرؓ۔ وسلمانؓ و مقدادؓ و عماریاسرؓ ہیں۔

تاریخ اسلام جلد سوم صہ ۳۱ التطہیر الجنان حاشیہ صواعق محرقہ عربی مصری صہ ۱۵۶ نجاسی پارہ ۱۰ مطبوعہ احمدی لاہور صہ ۱۲ تاریخ کامل جلد سوم صہ ۴۳ پر ہے کہ معاویہ نے عثمان کو فہمائش کی۔ تو اس نے ابوذرؓ کو بلوایا۔ اور حکم دیا کہ ان کو مارتے مارتے شہر بدر کر دیا جائے۔ اور کوئی شخص ان کو وداع کرنے نہ جائے۔ اور ان کو ربذہ میں جلا وطن کر دیئے جانے کا حکم دے دیا حضرت علی علیہ السلام ان کو وداع کرنے تشریف لے گئے۔ ابوذر ربذہ میں ہی بحالت جلا وطنی فوت ہو گئے

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد پنجم صہ ۳۲۵ پر ہے کہ سورہ زمر آیہ نمبر ۱۸ "والذین اجتنبوا الطاغوت" الخ کے بارہ میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ مبارکہ اور اس سے بعد کی تین آیات زید بن عمرو بن نفیل اور حضرت ابوذر غفاری اور سلمان فارسیؓ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اور ابن مردویہ نے بروایت ابن عمر زید بن عمرو بن نفیل کی جگہ سعید بن زید کا نام لکھا ہے استیعاب ابو عمر ابن عبد البر مکی جلد دوم صہ ۶۶۴ پر ہے کہ ابوذرؓ بہت پرانے صحابی ہیں اور قدیم الاسلام ہیں۔ آپ چار آدمی کے بعد اسلام لائے اور پانچویں مسلمان تھے ناظرین۔ آنحضرتؐ کا ارشاد

ہے کہ ابوذرؓ حضرت عیسیٰؑ کے زہد پر ہیں۔ اور ص۴۶۵ پر ہے کہ ابوذرؓ نے اسلام لاتے ہی باہر آکر بآواز بلند پکارا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ۔ تو لوگوں نے پھر اس کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ دوسرے دن آپ نے پھر یہی کلمہ فرمایا۔ اور مار پیٹ کی گئی۔

اسد الغابہ جلد دوئم ص۱۴۲ پر ہے کہ ابوذرؓ رسول اللہؐ کی بعثت سے تین سال پہلے عبادت خدا کیا کرتے ص۱۴۳ پر ہے کہ عثمان نے معاویہ کی شکایت پر ابوذر کو ربذہ میں جلا وطن کر دیا جہاں یہ بحالت جلا وطنی فوت ہو گئے۔ ناسخ التواریخ ص۴۶۵ پر ہے کہ ابوذر نے عمر بن خطاب کو کہا کہ اے عمر تو ہم کو اس سبب سے ملامت کرتا ہے کہ ہم آل محمدؐ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور ان کی تعظیم کرتے ہیں خدا کی لعنت ہو اس شخص پر جو ان حضرات سے بغض رکھے۔ اور ان پر افترا کرے اور ان کے حقوق میں ظلم کرے۔ اور لوگوں کو ان پر حاکم بنائے۔ اور امت کو مرتد کرے۔

تحفہ اثنا عشریہ ص۱۰۹ پر ہے کہ عثمان نے حکم دیا کہ ابوذر کو ایسے اونٹ پر سوار کر کے ہمارے پاس بھیجدو۔ جو سخت سرکش ہو اور اس کا ہانکنے والا نہایت بے رحم آدمی ہو یعنی تمام راستہ ابوذر کو حد درجہ ایذا دو۔ پھر اسی صفحہ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ فرمایا۔ کہ آسمان نے سایہ نہیں کیا اور نہ زمین نے اٹھایا کسی ایسے شخص کو جو زیادہ سچا ہو (بعد انبیاء و اوصیاء کے) ابوذرؓ غفاری سے ناظرین۔ عثمان نے ابوذر سے پوچھا کہ تم سب سے زیادہ کراہت کس شہر سے رکھتے ہو۔ فرمایا ربذہ سے جہاں میں بحالت کفر رہا ہوں عثمان نے حکم دیا کہ اس کو ربذہ میں بھیجدو۔ اور مروان بن حکم کو حکم دیا کہ خبردار ابوذر کو وداع کرنے کوئی شخص نہ جائے مگر آپ کو وداع کرنے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ و حضرت عقیلؓ و حضرت عمارؓ گئے بحالت جلا وطنی ابوذر کا پرسان حال صرف آپ کی بیوی اور ایک غلام تھا اور چونکہ عثمان نے آپکا وظیفہ بند کر دیا تھا۔ آپ فاقوں سے نڈھال ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب انتقال کا وقت ہوا تو آپکے گھر میں کفن کیلئے کپڑا بھی نہ تھا۔ زوجہ نے رونا شروع کیا تو آپ نے فرمایا گریہ نہ کرو۔ بقول رسولؐ مقبول میرے دفن و کفن کا کام ایک قافلہ کے سپرد ہو چکا ہوا ہے چنانچہ مالک اشتر اور ابن مسعود وغیرہ کے قافلہ نے آپ کی تجہیز و تکفین کی۔ مگر آپ پر ظلم کرنے والے کو بلا غسل و کفن سڑک ہی پر ڈال دیا۔

درمنثور ص۲۳۲ پر ہے کہ زید بن وہب کہتا ہے کہ ہمارا گذر ربذہ میں حضرت ابوذرؓ پر ہوا تو پوچھا یہاں کیونکر آنا ہوا حضرت نے جواب دیا کہ ہم ملک شام میں تھے آیہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ کی تلاوت کی۔ تو معاویہ نے کہا کہ یہ آیہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے حق میں ہے ہم نے کہا نہیں ہمارے اور اہل کتاب دونوں کے حق میں ہے۔ اس بات پر وہ جاہل ہم سے ناراض ہو گیا اور ہم کو بلا جرم

وخطاما نانسہ ورع کیا۔

مطبوعہ مصر جلد سوئم صفحہ ۱۳۶ پر سورہ نجم آیہ نمبر ۳۳ "افرئیت الذی تولی واعطی قلیلا" تفسیر میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے عثمان کو کہا کہ اس قدر خیرات کرنے سے تم غریب ہو جاؤ گے۔ عثمان نے کہا کیا کروں۔ بڑے بڑے گناہ کئے ہیں۔ شاید خیرات کی وجہ سے معاف ہو جائیں۔ اس پر عبداللہ نے کہا۔ اگر تم یہ لدا ہوا اونٹ مجھ کو دے دو تو میں تمہارے تمام گناہ اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ چنانچہ عثمان نے دو گواہوں کی موجودگی میں اس کو وہ لدا ہوا اونٹ دیدیا۔ نیز لکھا ہے کہ روگردانی سے مراد جنگ احد سے بھاگ جانا ہے۔

سورہ عبس آیہ اول "عبس وتولی ان جاءہ الاعمیٰ" کی تفسیر میں ائمہ کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ کے پاس عبداللہ بن مکتوم نے (جو آنحضرت کا موذن تھا اب نابینا ہو چکا ہے) بیٹھنا چاہا جس کی وجہ سے وہ ذرا عثمان کے آگے ہو بیٹھا۔ عثمان کو ناگوار ہوا۔ اور وہ عبد کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا۔ یہ آیہ عثمان کی تنبیہ میں نازل ہوئی ہے۔

تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ سرکاری لاہور صفحہ ۲۵۵ سطر ۲ در بارہ ذکر مناقب ولید بن یزید بن عبدالملک لکھا ہے کہ ولید نے قرآن مجید پر تیر مارے اور اس نے فسق کیا اور گناہوں۔ گویا عثمان اور ولید مشترک قرآن میں ہم پلہ ہیں۔

معارف ابن قتیبہ ذکر عثمان میں ہے کہ جب عثمان نے ابن مسعود صحابی سے قرآن طلب کیا (اور اس نے اس خیال بلکہ یقین سے کہ اس کا قرآن بھی جلا دیا جائے گا) اور اس نے انکار کیا تو عثمان نے اس کو اپنے غلام سے اتنا پٹوایا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ ناظرین۔ ابوسفیان آنحضرت کے ہاتھ پر کراہت اسلام لایا۔ اور عثمان کے دور حکومت میں زندہ تھا۔

ایک دن ابوسفیان نے عثمان سے دوران گفتگو میں کہا کہ نہ کوئی جنت ہے نہ دوزخ ہے نہ ملائکہ۔ نہ قیامت۔ اور نہ عذاب قبر۔ عثمان نے اس پر شرعی حد نہ لگائی۔ کتاب الامامت والسیاست اور تاریخ اعثم کوفی احوال قتل عثمان میں ہے کہ عثمان نے ابوسفیان پر شرعی حد لگانے کی بجائے اس کو دو لاکھ دینار عطا کر دیا۔ جو بحساب سکہ انگریزی دس لاکھ روپیہ ہوتا ہے۔

مدارج النبوۃ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح عثمان کا برادر رضاعی تھا جب آنحضرت نے اس عبداللہ بن ابی سرح کو کاتب مقرر کیا۔ تو اس نے اپنے پاس سے کچھ کمی و بیشی کر دی اور خوف کی وجہ سے بھاگ گیا۔ اس پر آنحضرت نے حکم فرمایا۔ کہ عبداللہ بن ابی سرح کو

قتل کر دو جب کبھی اور جہاں کہیں اسکو پاؤ۔ عثمان نے اپنے عہد خلافت میں اسکو مصر کا حاکم بنایا
ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ ایک دن ابو سفیان نے حضرت حمزہ کی مزار مبارک کو پاؤں سے
ٹھکرایا اور کہا اے حمزہ دیکھو جس سلطنت کی خاطر ہمارے اور تمہارے درمیان تلواریں چلیں آج اسی
سلطنت سے ہماری اولاد کھیل رہی ہے ناظرین ایک مشرک مغیرہ ابن عاص جنگ بدر میں آنحضرت
کے خلاف لڑا تھا یہ شخص کہا کرتا تھا کہ میں نے آنحضرتؐ کے دندان مبارک شہید کئے ہیں اور میں ہی
آنحضرتؐ کو شہید کرونگا آنحضورؐ کا حکم تھا کہ مغیرہ کو قتل کردو جس جگہ اور جب کبھی اس کو پاؤ جب
جنگ خندق میں کفار کو شکست ہوئی تو یہی مغیرہ بھاگ کر عثمان کے گھر پناہ گزیں ہوا اور عثمان نے
اسکو کرسی کے نیچے چھپا دیا آنحضرتؐ کو اطلاع ہوئی تو وہ عثمان کے گھر میں سے گرفتار کیا گیا اسکے قتل
ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ جب یہ گرفتار ہو کر پابزنجیر آنحضرتؐ کی خدمت لایا گیا۔ عثمان نے مغیرہ کی
جان بخشی کی درخواست کی آنحضرتؐ نے منہ پھیر لیا اسی طرح آنحضرتؐ کو یہاں تک تنگ کیا کہ آخرکار
حضرتؐ نے فرمایا اچھا اسکو لے جاؤ اور تین دن کے بعد شہر بدر کردو چنانچہ تیسرے دن عثمان نے مغیرہ کو
ایک اونٹ پر سوار کیا اور سفر کی خوراک دے کر روانہ کیا مغیرہ نے ابھی کچھ فاصلہ مدینہ سے باہر طے
کیا تھا کہ اسکا اونٹ مر گیا اس نے پیدل دوڑنا شروع کیا ابھی چند قدم دوڑا تھا کہ اس کی دونوں
جوتیاں ٹوٹ گئیں اور دونوں پاؤں زخمی ہو گئے اس نے گھٹنوں کے بل اور ہاتھوں کے سہارے
چلنا شروع کیا اور تھک کر ایک خاردار درخت کے نیچے بیٹھ گیا آنحضرتؐ کو اطلاع ہوئی اور وہ
قتل کر دیا گیا۔ عثمان کو شک پیدا ہوا کہ رقیہ نے آنحضرتؐ کو مغیرہ کے پناہ گزیں ہونے کی اطلاع دی
ہوگی رقیہ کو اس بیدردی سے زد و کوب کیا کہ آپ شہید ہو گئیں۔

تاریخ کامل جلد سوئم صفحہ پر ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے عثمان کو احکام شریعت پر چلنے کی فہمائش کی
تو عثمان نے حضرتؓ کو پٹوایا اور حکم دیا کہ انکو مارتے مارتے شہر بدر کیا جائے اور کوئی شخص حضرتؓ کو وداع
کرنے نہ جائے اور انکو ربذہ میں جلاوطن دیا جہاں وہ جلاوطنی کی حالت میں فوت ہو گئے لیکن
حضرت امیر علیہ السلام ان کو وداع کرنے تشریف لے گئے

تاریخ اعثم کوفی مطبوعہ بمبئی ۱۵۹ اور شرح دیوان ابوالعلاء قاسم خوارزمی پر ہے کہ عثمان نے بیت
المال کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا ابوبکر اور عمر کے وقتوں کے مقرر کردہ حاکموں کو موقوف
کر کے اپنے رشتہ داروں کو حاکم بنا دیا اصحاب رسولؐ میں سے کسی کو جلاوطن کیا اور کسی کو زدوکوب
کیا اور عائشہ کا وظیفہ بند کر دیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ عائشہ اور اصحاب رسولؐ نہایت رنجیدہ ہو گئے علاوہ

اذیں محمد بن ابوبکر کو حکومت مصر کا پروانہ لکھ دیا اور اس پر اپنی مہر ثبت کر دی اور ساتھ ہی در پردہ ایک قاصد کو تیز رفتار اونٹ دے کر مصر کے حاکم کو لکھ دیا کہ محمد بن ابی بکر کو وہاں پہنچتے ہی قتل کر دیا جائے ابھی محمد بن ابی بکر مع دیگر احباب کے مصر کی راہ ہی میں تھا کہ انہوں نے ایک شتر سوار کو راستہ کتراتے ہوئے مصر کی طرف جاتے دیکھا گرفتار کرنے پر اس کے پاس سے وہی رقعہ ملا محمد بن ابوبکر اور حضرت عمارؓ یاسر اور مجمع کثیر نے عثمان کے گھر کو گھیر لیا محمد بن ابی بکر وغیرہ دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوئے اور عثمان قتل ہو گیا اور اس کی نعش کو گھسیٹ کر ایک کھوڑی (مزبلہ، روڑی، نجاست کا انبار) پر ڈال دیا جہاں یہ نعش تین دن اور تین رات بے گور و کفن پڑی رہی، ایک کتا نعش کی ایک ٹانگ کھا گیا آخر کار نعش کو حش کوکب (یہودیوں کا قبرستان) میں بے غسل و کفن دفن کر دیا گیا معاویہ نے اپنے عہد خلافت میں یہودیوں کے قبرستان کی دیوار کو گرا کر عثمان کی قبر کو مسلمانوں کے قبرستان میں داخل کر لیا۔ ناظرین! عثمان کو قتل کروانے والا ابوبکر کا بیٹا محمد تھا۔ مگر متوکل عباسی کو اس کے اپنے بیٹے نے قتل کیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ دو اصحاب رسولؐ ابو درداء اور ابو امامہ معاویہ کے لشکر میں حضرت علی علیہ السلام کے خلاف شامل تھے ان دونوں نے معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف لڑنے سے منع کیا معاویہ نے کہا میں علیؑ سے عثمان کے قتل کا قصاص لینے کو لڑ رہا ہوں۔ ابو درداء اور ابو امامہ نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ بات عرض کی۔ اس خبر کا پھیلنا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں سے بیس ہزار اصحاب رسولؐ ان کے سامنے آ موجود ہوئے اور کہا کہ ہم تمام عثمان کے قاتل ہیں نیز جب ابو لہب فوت ہوا تھا تو اسکی نعش بھی کھوڑی پر تین دن اور تین رات بے کفن و دفن پڑی رہی آخر کار اس کے رشتے داروں نے حبشیوں کو مزدوری دے کر نعش اٹھوائی اور حش کوکب میں دفن کر دی گئی نیز تاریخ کامل ۶۹ پر ہے کہ ابن زبیر کو مکہ میں پھانسی دی گئی اور اسکی نعش کو قبرستان یہود میں پھینک دیا گیا؛

امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم قتیبہ نے کتاب الامامت والسیاست ص۲۰ پر لکھا ہے کہ عثمان نے توریت کا ترجمہ عبرانی سے عربی میں کرایا؛

کتاب الامامت والسیاست ص۵۲ پر ہے کہ معاویہ نے عثمان کو رائے دی (جب عثمان کے خلاف بالعموم تمام اصحاب ہو گئے) کہ تم ہم کو حکم دو کہ ہم لوگوں کا سر جدا کر دیں۔ عثمان نے پوچھا کن کا معاویہ نے کہا، علیؑ و طلحہ و زبیر کا۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ عبدالرحمان بن عوف نے جناب امیر علیہ السلام سے کہا کہ آیا تم بیعت کراتے ہو کتاب خدا و سنت رسولؐ اور فعل شیخین پر حضرت نے فرمایا: نہیں بلکہ کتاب خدا و سنت

رسول اور اپنے اجتہاد اور طاقت پر تو عبدالرحمان نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا

تاریخ کامل جلد سوم صفحہ پر ہے کہ عثمان نے ایک اونٹ کو جو مال صدقہ میں سے تھا حکم کی بعض اولاد کو ہبہ کر دیا۔ مگر عبدالرحمان بن عوف نے وہ اونٹ بھی چھین کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا پھر لکھا ہے کہ اصحاب رسول نے عثمان کی حرکات سے ناراض ہو کر اطراف و جوانب میں خطوط بھیجے جن میں یہ لکھا کہ اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو ہمارے پاس چلے آؤ کیوں کہ دین محمد کو تمہارے خلیفہ نے فاسد کر دیا ہے پس تم اس کو آ کر قائم کرو۔

تاریخ کامل میں ہے کہ جب عثمان محصور ہو گیا اور عمرو عاص کو اس بات کی اطلاع ملی۔ تو عمرو عاص نے کہا میں ابو عبداللہ تجھ کو ... لگتا ہے۔ حالانکہ داغ کا آلہ ابھی آگ میں رہتا ہے پھر لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے عثمان سے فرمایا کہ اے عثمان مروان تجھے دین اور عقل سے پھرا تا ہے تیری مثال تو اس بارش اونٹ کی سی ہے کہ جس کا مالک اس کو جدھر چاہے لے جائے خدا کی قسم مروان نہ صاحب الرائے ہے اپنے دین میں اور نہ اپنے نفس میں ہم دیکھتے ہیں کہ مروان تجھ کو گڑھے میں گرا دے گا۔ اور پھر تم کو نہ نکالے گا

ازالۃ الخفا صفحہ ۲۷۲ پر ہے کہ حج کے احرام میں ایک لبک کو شکار کر کے اور ذبح کر کے پکایا گیا اور عثمان نے اس کے کھانے کا فتویٰ دیدیا۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو معلوم ہوا تو حضرت نے منع فرمایا:

خصائص کبریٰ علامہ سیوطی جلد اول صفحہ ۱۳۱ پر ہے کہ عثمان بن عفان نے کہا کہ ہم کو عورتوں کا بہت عشق ہے:

تاریخ خمیس اور امامت والسیاست میں ہے کہ عثمان نے سنت رسول اور سیرت شیخین سے مخالفت اختیار کر لی۔ جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوئی تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ عثمان نے آخر وقت میں بہت کچھ بے اعتدالیاں اختیار کر لی تھیں جس کا پتہ خود اس کے بعض اشعار سے ملتا ہے کہ وہ اپنے افعال پر نادم و پشیمان تھا جبکہ مرض لاعلاج ہو چکا تھا یعنی کہ اصحاب رسول نے تہیہ قتل کر لیا تھا

سیرٹ آف اسلام صفحہ ۲۹۳ پر ہے کہ عثمان کی حیثیت ہرگز انتخاب خلافت کے قابل نہ تھی اور نہ کسی استعداد و قابلیت کا آدمی نہ تھا جب منبر پر خطبہ کہنے کے لئے بٹھلایا جاتا تو وہ یہ بھی نہ جانتا کہ خطبہ کیسے شروع کیا جاتا ہے اس کا چچا حکم اور حکم کا بیٹا مروان سلطنت کے اصلی فرمانروا تھے اور عثمان کو برائے نام خلیفہ بنا رکھا تھا:

تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ عائشہ کو جو سفر مکہ کے وقت تک لوگوں کو قتل عثمان کی تحریک دیتی تھی

دیتی رہی تھی جب قتل عثمان کی خبر ملی تو اس نے نہایت درجہ خوش ہو کر کہا: ابعدہ اللہ بما قدمت یداہ الحمد للہ الذی قتلہ۔ عقد الفرید ابن عبدربہ میں ہے کہ کسی نے سعد بن ابی وقاص سے پوچھا کہ عثمان کو کس نے قتل کیا تو اس نے جواب دیا کہ عثمان کو اس تلوار نے قتل کیا جس کو عائشہ نے کھینچا تھا اور طلحہ نے تیز کیا تھا اور علیؑ نے زہر آلود کیا تھا

الامامت والسیاست ابن قتیبہ میں ہے کہ عثمان کی عادتیں بدل گئی تھیں اور نیک کام کرنے کے بعد برے کام کرنے لگ گیا تھا اور عبداللہ بن سواد جو مصریوں کا سردار اور نہایت بزرگ شخص تھا کہتا تھا کہ عثمان مسلمان نہ تھا اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دو کیونکہ یہ تحقیق ہے کہ اس کے زمانہ خلافت میں ایک روز مسجد سے گھر جاتے وقت ابوسفیان آیا اور کہا اے بنی امیہ اس بادشاہت کو حاصل کرو۔ خدا کی قسم نہ عذاب ہے نہ حساب ہے نہ دوزخ نہ حشر نہ قیامت ہے عثمان نے بجائے اس کے کہ اس پر شرعی حد جاری کرے یا اس کو قتل کر دے، مسلمانوں کے خزانہ عامرہ میں سے دو لاکھ دینار (دس لاکھ روپیہ) انعام دیدئے

حبیب السیر اور تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ عائشہ نے لوگوں کو کہا کہ ابھی رسول اللہؐ کا کفن بھی میلا نہیں ہونے پایا ہے کہ عثمان نے شریعت اسلام کو کہنہ کر دیا ہے لوگو۔ اس بڈھے ساحر۔ و جادوگر کو مار ڈالو۔ خدا اس کو مارے۔ یہ کہہ کر اور مدینہ کے لوگوں کو برافروختہ کر کے مکہ کو جانے لگی تو مروان نے اس کو کہا اب آگ لگا کر کہاں جاتی ہے:

استیعاب جلد دوم صفحہ ۴۳۲ اور تاریخ اسلام جلد سوم صفحہ ۱۳۲ اور تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ عثمان نے حضرت عمارؓ کو گالیاں دیں اور اپنے غلام سے اس قدر پٹوایا کہ آپ کی پسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی اور آپ کو عارضہ فتق لاحق ہو گیا۔

بخاری پارہ چوتھا کتاب الجمعہ باب اذان یوم الجمعہ مطبوعہ احمدی لاہور صفحہ ۱۳۱ پر ہے کہ جمعہ کے دن دوسری اذان عثمان نے جاری کی۔ ترجمہ بخاری مولوی وحید الزمان پارہ چوتھا باب الصلوٰۃ المنیٰ مطبوعہ احمدی لاہور صفحہ ۸۵ پر ہے کہ عثمان نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھائیں۔ حالانکہ رسول اللہؐ اور ابوبکر اور عمر کے عہد میں دو رکعتیں پڑھائی جاتی تھیں:

درمنثور علامہ سیوطی جلد دوم صفحہ ۱۳۶ اور ازالۃ الخفا جلد دوم صفحہ ۱۳۳ پر ہے کہ (عمر کی طرح) عثمان سے بھی جمع بین الاختین (دو حقیقی بہنوں سے ایک ہی وقت نکاح کرنا) کے جائز یا ناجائز ہونے کا فتویٰ پوچھا گیا۔ عثمان نے کہا کہ ایک آیہ سے حلت اور ایک آیہ سے حرمت ثابت ہے مگر میں ایسا فعل نہیں

کرتا ہوں۔ بعینہ یہی جواب اسی مسئلہ کے بارے میں عمر بن خطاب نے دیا تھا:

استیعاب صفحہ ۳۶۴ پر ہے کہ علی بن زید جدعانی نے کہا کہ عبداللہ بن زبیر جلد در جہ بخیل، نہایت بد خلق بڑا حاسد اور بہت خلاف کرنیوالا تھا اس نے محمد بن حنفیہ اور ابن عباس کو مکہ سے طائف کی طرف جلاوطن کرایا۔ روضۃ الاحباب جلد سوئم صفحہ پر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا کہ عبداللہ بن زبیر مجھ کو قتل عثمان میں ملزم قرار دیتا اور مجھ کو گالیاں دیا کرتا

معجم کبیر طبرانی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ مکہ میں عبداللہ نامی ایک شخص دفن ہوگا جس پر تمام دنیا کے عذاب کا ایک حصہ ہوگا:

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دن ابوسفیان نے بحالت اسلام آنحضرتؐ سے پوچھا کہ آپؐ کی عمر کتنی ہے حضرتؐ نے فرمایا میری عمر تریسٹھ سال ہوگی ابوسفیان نے کہا آپؐ نے سچ فرمایا ہے حضرتؐ نے فرمایا تیری یہ بات صرف زبانی ہے دل سے تو مجھے جھوٹا خیال کرتا ہے نیز حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دن موذن نے اذان میں کہا اشہد ان محمد الرسول اللہ" ابوسفیان جو اس وقت نابینا تھا پوچھا یہاں کوئی غیر نہیں ہے ایک شخص نے مصلحتاً کہہ دیا نہیں یہاں کوئی غیر نہیں ہے تب ابوسفیان بولا دیکھو محمدؐ نے اپنا نام خدا کے ساتھ بلند کر رکھا ہے حضرت علی علیہ السلام وہاں موجود تھے فرمایا: "اسخن اللہ عینیک یا ابا سفیان" اے ابوسفیان۔ خدا تیری آنکھوں کو گرم کرے کیا تو نہیں جانتا کہ آنحضرتؐ کو یہ بزرگی خدا کی طرف سے ہے ابوسفیان نے کہا خدا میری آنکھوں کو نہیں بلکہ اس کی آنکھوں کو گرم کرے جس نے جھوٹ کہہ دیا کہ یہاں کوئی غیر نہیں ہے

عمر بن خطاب کے قتل ہو جانے کے بعد اس کے چھوٹے بیٹے عبیداللہ نے ہرمزان کو اس شبہ پر قتل کر دیا کہ وہ قتل عمر میں شریک ہے حضرت علی علیہ السلام نے عثمان سے ہرمزان کا قصاص لینے کو فرمایا۔ مگر عثمان خاموش رہا اسی طرح حضرت علی علیہ السلام نے عثمان سے معاویہ کی حرکات پر نوٹس لینے کو کہا مگر عثمان نے کچھ توجہ نہ دی (روضۃ الاحباب جمال الدین محدث)

رسالہ کبریٰ ابن تیمیہ صفحہ ۱۵۱ پر ہے کہ غیر تو غیر خود صحابہ میں سے بہت لوگ منافقوں کے پیرو تھے مشکوٰۃ باب الاعتصام السنۃ میں ہے کہ جو کوئی ہمارے دین میں کوئی نیا کام بدعت خواہ اچھی ہو یا بری نکالے جو اس میں موجود نہ ہو وہ مردود ہے صحاح ستہ میں بروایت ابو درداء لکھا ہے کہ ہم ان لوگوں میں کوئی امر بھی محمدؐ کا نہیں پاتے سوائے اس کے کہ نماز باجماعت پڑھتے ہیں اور نیز انس بن

مالک سے۔ روایت ہے کہ جو امور پہلے اسلام میں تھے اب ان امور میں سے صرف نماز رہ گئی تھی اور وہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے واضح ہو کہ ابو درداء کی وفات عثمان کے آخری عہد میں ہوئی جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ ابو درداء کا مطلب ثلاثہ سے تھا۔ الارشاد مصنفہ حافظ مولوی ابو یحییٰ سہارنپوری ص۱۵۱ پر ہے کہ عمران بن حصین نے جب بصرہ میں حضرت علی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی تو کہا حضرتؑ نے آج وہی نماز پڑھی ہے جو آنحضرتؐ اپنے زمانہ میں پڑھا کرتے تھے اسی طرح ابو موسیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی تو ایسا ہی کہا

ترمذی جلد دوئم ابواب الفتن میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ایک قوم ہوگی جو حصول دولت اور مرتبہ حاصل کرنے، زیادہ کھانے پینے، عیش و راحت کے سامان بہم پہنچانے اور نمود و نمائش کے حصول میں مبتلا رہے گی:

تحفہ اثنا عشریہ عقیدہ پنجم باب ہفتم ص۲۹۲ پر ہے کہ خلفائے ثلاثہ نزد اہلبیتؑ نہ معصوم اور نہ منصوص یعنی سنیوں کے اعتقاد میں ابوبکر و عمر و عثمان نہ تو گناہوں سے پاک ہیں اور نہ ہی بہ حکم خدا خلیفہ ہیں۔ تفسیر حسینی سورہ ابراہیم رکوع ۶ آیت "اذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد" میں ہے کہ اسمٰعیل کی اولاد میں سے کوئی بت پرست نہیں ہو سکتا عجیب امر یہ ہے کہ اہلسنت کہتے ہیں کہ ثلاثہ اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں۔ حالانکہ ثلاثہ کی زندگی کا زیادہ حصہ ظاہراً بت پرستی میں اور ظاہری اسلام لانے کے بعد بقایا حصہ بقول رسولؐ مقبول مخفی بت پرستی میں گزرا۔

بخاری کتاب بدء الخلق باب ابراہیم اور تفسیر عزیزی پارہ اوّل سورہ بقر رکوع ۱۵ آیت "و اذ ابتلٰی ابراھیم ربہ بکلمات" میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اسّی سال کی عمر میں ختنہ کرایا اس بہتان کی وجہ یہ ہے کہ ثلاثہ نے تمام عمر ختنہ نہ کرایا تھا:

تاریخ کامل جلد ۳ ص۲۶ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلامؑ نے شوریٰ خلیفہ دوئم کے وقت بنی ہاشم سے فرمایا کہ میں جب تک اس قوم کی اطاعت کرتا رہوں گا کبھی خلیفہ نہ بن سکوں گا نیز حضرت عباس نے فرمایا کہ اے علیؑ تم اس قوم سے بچتے رہو کہ یہ ہمیشہ ہم لوگوں کو امر خلافت سے علیحدہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ دوسرے لوگ مقرر ہوں

کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ ص۱۳ پر ہے کہ جناب فاطمہ علیہا السلام نے دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا ہم نہیں جانتے کہ کوئی قوم اس سے بدتر مقام پر خروج از اسلام پر حاضر ہوئی کہ رسول اللہ کا جنازہ ہمارے سامنے چھوڑ کر چلے گئے اور باخود فیصلہ کر لیا خلافت کا، اور ہمارے حقوق کا کچھ خیال نہ کیا

بخاری جلد اول صہ پر ہے کہ جس نے دنیا کیلئے ہجرت کی یا کسی عورت سے نکاح کے لئے تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہوئی جس غرض سے اس نے ہجرت کی تھی تاریخ کامل جلد ۲ صہ پر ہے کہ نہارا رجال بن عنفوہ وہ صحابی تھا جس نے آنحضرتؐ کی طرف ہجرت کی تھی قرآن پڑھا ہوا تھا فقہ حاصل کیا ہوا تھا آنحضرتؐ نے اس کو اہل یمامہ کی تعلیم کے لئے روانہ کیا مگر وہ مسلمہ کذاب سے مل گیا اور آنحضرتؐ کی مخالفت اور مسلمہ کی حمایت میں خوب سرگرمی دکھاتا رہا۔ پس ثابت ہوا کہ ہجرت لاحاصل ہے جب تک انجام بخیر نہ ہو؛

مدارج النبوۃ صہ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ پر مرض الموت طاری ہوا، آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ کو حکم دیا کہ حسنؑ اور حسینؑ کو لائے جب دونوں صاحب زادے تشریف لے آئے تو آنحضرتؐ نے اور جناب فاطمہؑ نے بہت گریہ فرمایا اور فرط محبت اور وفور تعظیم کی وجہ سے آنحضرتؐ امام حسنؑ اور حسینؑ کو چومتے اور فرماتے۔ خدا جانے ان دونوں شہزادوں کی حالت میرے بعد (ثلاثہ وغیرہ کے ہاتھوں) کیا تک پہنچیگی تاریخ طبری جلد ۴ صہ پر ہے کہ ابوبکر نے بوقت رحلت کہا کہ جب میں خلیفہ بنایا گیا تو سب صحابہ کی ناک مارے غصہ کے پھول گئی ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ امر اسی کو ملے دوسرے کو نہ ملے۔

ابن حجر بروایت ابوہریرہ لکھتا ہے کہ ایک جماعت نکلیگی جب میں ان کو پہچان لوں گا تو ان میں سے ایک آدمی نکلے گا جو کہے گا آؤ میں پوچھونگا کہاں وہ کہے گا دوزخ کی طرف انس سے روایت ہے کہ کچھ لوگ ہمارے اصحاب میں ہمارے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے جب میں انکو پہچان لوں گا تو ہمارے پاس سے جدا ہو جاوینگے سہل سے روایت ہے کہ کچھ قومیں ہم پر حوض کوثر پر وارد ہونگی ہم انکو اور وہ ہم کو پہچان لیں گے پھر وہ چھپ جائیں گی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ہمارے حوض سے وہ اس طرح ہٹا کر دیئے جائیں گے جس طرح گم گشتہ اونٹ میں انکو پکاروں گا کہ آؤ آؤ مگر ان کو نہیں آنے دیا جائیگا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ سب کو لائے بت پرستی کی طرف پھر کر مرتد ہو گئے سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ خطاب باری ہوگا تم کو علم نہیں ان باتوں کا جو جو بدعات تمہارے بعد ان لوگوں نے جاری کیں میں (آنحضرتؐ) کہوں گا دور ہوں مجھ سے دور ہوں مجھ سے۔ واضح ہو کہ آنحضرتؐ نے مرض الموت کے وقت بھی ثلاثہ کو فرمایا تھا دور ہو جاؤ مجھ سے دور ہو جاؤ مجھ سے۔ ابوسعید سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرمائیں گے برا ہو۔ برا ہو اس کا جس نے میرے بعد دین میں تغیر کیا ابو درداء سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا حضرتؐ دعا فرمایئے کہ میں ان لوگوں میں سے نہ ہوں حضرتؐ نے فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے۔ ابن حجر لکھتا ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہ سے خطبہ فرمایا کہ اے لوگو! تم سب سے پہلے

حوض کوثر پر وارد ہونگے جب تم لوگ آؤ گے تو ایک آدمی کہے گا کہ حضرتؐ میں فلاں پسر فلاں ہوں دوسرا کہیگا میں فلاں پسر فلاں ہوں تو میں جواب دوں گا کہ نسب تم لوگوں کا میں نے پہچان لیا مگر شاید تم لوگوں نے میرے بعد بدعتیں کیں اور مرتد ہو گئے بخاری کتاب الرقاق باب ما یحذر من زہرہ صد ۳۸ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ ہم کو اس کا خوف نہیں کہ تم پر فقر آئے بلکہ اس کا خوف ہے کہ دنیا تم پر پھیلے جیسا کہ پہلے لوگوں پر پھیلی اور تم اس میں رہو اور ہلاک ہو جاؤ ؛

موطا امام مالک باب الشہداء فی سبیل اللہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صد ۱۸۶ پر ہے کہ ابی النضر سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے شہدائے احد کے بارے میں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن پر ہم گواہی دیتے ہیں ابوبکر نے کہا یا حضرتؐ ہم ان کے اخوان میں سے نہیں ہیں جس طرح وہ اسلام لائے ہم بھی اسلام لائے (ابوبکر نے خود تسلیم کر لیا کہ مجھ سے پہلے کئی آدمی ایمان لا چکے تھے) اور جس طرح انہوں نے جہاد کیا ہم نے بھی جہاد کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ معلوم نہیں کہ تم میرے بعد کیا کیا بدعات کرو گے

تاریخ طبری جلد دوئم صد ۴۱۶ پر ہے کہ اس خلافؒ حکم فقال ہذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا کے ٹالنے کے لئے جنازہ رسولؐ بے کفن و دفن چھوڑ دیا گیا سب صحابہ سقیفہ میں چلے گئے یہاں تک کہ حضرتؐ دفن ہو گئے مگر ابوبکر و عمر و عثمان میں سے کوئی بھی نہ آیا ؛

تاریخ کامل جلد سوئم صد ۳۴ پر ہے کہ حضرت عمارؓ نے فرمایا خدا نے جو بزرگی ہم کو دی ہے وہ نبیؐ کے ذریعہ سے دی ہے اور دین اسلام کی بدولت ہم کو عزت دی گئی ہے پھر اے ثلاثہ کب تک اس خلافت کو خاندان نبیؐ سے نکالتے رہو گے تاریخ کامل جلد سوئم صد ۳۴ پر ہے کہ حضرت مقدادؓ نے فرمایا کہ ہم نے ایسا ظلم کبھی نہیں دیکھا جو اس خاندان (اہلبیت رسولؐ) پر بعد رسولؐ گذرا۔ تعجب ہے قریش (ثلاثہ وغیرہ) سے کہ وہ ایسے شخص (حضرت علی علیہ السلام) کو چھوڑ دیتے ہیں، جو سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنیوالا ہے قسم خدا کی اگر میں مددگار پاتا تو ان لوگوں سے ضرور جہاد کرتا الفاروق حصہ دوم صد ۱۰۶ پر ہے کہ عمر کی سطوت (تدبیر اور عیاری) نے بنی ہاشم کے ادعا کو اگرچہ بالکل دبا دیا مگر بالکل کیونکر مٹا سکتا تھا یعنی خلافت اور فدک غصب کر لیا اور کسی علاقہ کی حکومت بنی ہاشم میں سے کسی کو بھی نہ دی جس کی وجہ سے بیچارے نان و نفقہ سے بھی لاچار ہو گئے تاریخ صغیر بخاری صد ۳۶ پر ہے کہ عثمان نے بنی ہاشم کی رہی سہی طاقت کو توڑنا چاہا چنانچہ یہاں تک نوبت آئی کہ حضرت علیؑ نے کہدیا کہ اگر عثمان چاہے تو ہم اپنا گھر بار چھوڑ کہیں چلے جاتے ہیں ؛

تاریخ خمیس صد ۲۵۰ پر ہے کہ جو لوگ آنحضرتؐ پر ایمان لا چکے تھے اکثر ان میں سے معراج کے

مذکرہ کی وجہ سے مرتد ہو گئے۔ نیز اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۵ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے جب صبح حالات معراج بیان کرنے شروع کئے۔ تو بہت سے لوگ جو ایمان لائے ہوئے تھے مرتد ہو گئے اور ایمان انکا ضعیف ہو گیا

اغاثۃ اللہفان علامہ ابن القیم صفحہ ۱۸۹ پر ہے کہ ام دردا بیان کرتا ہے کہ ایک دن ابو دردا غضبناک داخل ہوا ہم نے وجہ پوچھی۔ تو کہا ہم ان لوگوں میں کوئی امر بھی محمدؐ کا نہیں پاتے۔ بجز اس کے نماز جماعت پڑھتے ہیں۔ امام مالک کہتا ہے کہ جو باتیں پہلے ہم نے پائی تھیں ان باتوں میں سے ایک بھی نہیں پاتے۔ بجز اس کے اذان دیتے ہیں۔ زہری کہتا ہے کہ ہم انس بن مالک کے پاس دمشق میں گئے تو ہم نے اس کو روتے پایا۔ وجہ پوچھی تو کہا جو باتیں پہلے اسلام میں تھیں۔ اب ان میں صرف نماز رہ گئی تھی اور وہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔ بخاری نے اس کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ جو باتیں عہد رسولؐ میں معروف تھیں۔ آج ان سب سے انکار کر دیا گیا ہے۔

صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی صفحہ ۹۶ پر ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب آیہ ان الذین آمنو وعملو الصالحات اولئک ھم خیر البریہ۔ کا نزول ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ وہ تم ہو اور تمہارے شیعہ بروز قیامت راضی و مرضی آئیں گے اور تمہارے دشمنوں پر خدا کا غضب ہو گا اور ان کی گردنوں میں طوق اور سلاسل ہوں گے

صواعق محرقہ علامہ ابن مکی صفحہ ۹۱ پر ہے کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا۔ دوسرے لوگوں نے ہمارے حقوق میں تقصیر کی اور متشابہات قرآن سے استدلال کیا۔ اپنی رائے سے تاویلیں کیں اور وضعی احادیث بنائیں جن میں رسول اللہ پر بہتان لگایا گیا۔ اب اس امت کی آئندہ نسلیں کدھر رجوع کرینگی۔ حالانکہ ملت کے نشان مٹ گئے۔ اور امت میں افتراق و اختلاف پیدا ہو گیا۔ کہ ایک دوسرے کو کافر کہتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ تم اس کی مثل نہ ہو جو متفرق ہوئے اور مختلف ہوئے۔ بعد اس کے ان پر آیات بینات آ گئیں۔ پس تبلیغ حجت اور تاویل حکمت میں کس پر اعتماد کرو گے۔ کیا اہل کتاب کی طرف رجوع کرو گے یا آئمہ ہدیٰ اور مصابیح دجیٰ کی طرف رجوع کرو گے۔ جن کے واسطے خدا نے احتجاج کیا ہے۔ اپنے بندوں پر اور خلق کو بیکار و معطل نہیں چھوڑا۔ کیا تم لوگ ان کو دا آئمہ ہدیٰ پہچانتے ہو یا نہیں ہو۔ یہ وہی مقدس نفوس ہیں جو شجرہ مبارکہ اور بقایائے صفوۃ کے فروع ہیں جنکے بارے میں آیا ہے کہ خدا نے ان سے ساری برائیاں دور رکھیں اور ان کو طاہر اور ہر آفت و عیب سے پاک رکھا اور انکی مودت کو اپنی کتاب فرض کیا۔ ناظرین! خداوند عالم نے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ اپنی امت سے کہہ دو کہ میری تمام رسالت کا اجر (مزدوری) یہ ہے کہ تم لوگ میرے قربی (جناب فاطمہؑ اور دوازدہ ۱۲ امام) سے مودت کا الفت

اطاعت ارکھو پس جس نے آنحضرتؐ کے قربیٰ سے مودت رکھی اس نے اجر رسالت ادا کر دیا۔ اور جس نے آنحضرتؐ کے قربیٰ سے مودت نہ کی اس نے اجر رسالت ادا نہ کیا۔ مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ نے ایک مکان کسی معمار سے خاص اجرت پر بنوایا۔ مکان کے مکمل ہو جانے پر آپ نے مزدوری ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اب اس مکان میں رہنا یا قبضہ رکھنا آپ پر شرعاً حرام ہے۔ رسول اللہؐ نے مسلمانوں کیلئے شریعت کا ایک مکان معمار کی حیثیت میں بنایا جس کے آٹھ پہلو ہیں۔ اور جس کے چھت میں پانچ شہتیر رکھے پانچ شہتیروں سے مراد اصول دین ہیں۔ جو توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت اور قیامت ہیں آٹھ پہلو فروع دین ہیں۔ جو نماز روزہ حج۔ زکوٰۃ۔ خمس۔ جہاد۔ تولّا اور تبرا ہیں۔ پس جس کسی نے آنحضرتؐ کے قربیٰ سے مودت نہیں رکھی یعنی انکو اپنا ہادی۔ امام اور خلیفہ بلافصل نہیں مانا اس پر اس شرعی مکان کی رہائش حرام ہے یعنی اس کا ایمان اور عمل دونوں اکارت ہیں۔ اور اس کو آخرت میں انکا ذرہ بھر صلہ نہیں ملے گا بلکہ بحکم خدا سیدھے جہنم میں جھونک دیئے جاوینگے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان لوگوں کی نمازوں اور روزوں کا صلہ دنیا ہی انکو بصورت نعمات دنیا ملتا ہو۔ آخرت میں ان کی رائی بھر بھی نیکی محسوب نہیں ہوگی

صواعق محرقہ صہ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے بغض رکھنا منافقین کی علامت تھی جس طرح رسول اللہ سے عداوت رکھنا کفر کی علامت تھی۔

آپ نے ابو درداء کی روایت پڑھی ہے جو تمام صحاح ستہ میں موجود ہے اس نے بڑے افسوس سے کہا تھا کہ ہم ان لوگوں میں ایک امر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں پاتے۔ سوائے اس کے کہ نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔

استیعاب صہ ۶۴۲ پر ہے کہ ابو درداء کا نام عامر بن مالک ہے۔ تو لقب عویمر ہے۔ آپ فقیہ عالم، عاقل اور حکیم تھے آنحضرتؐ نے ان میں اور حضرت سلیمان فارسیؓ میں عقد مواخات (بھائی بھائی بنانا) کیا تھا۔ مجمع ہے کہ آپ نے ۳۲ھ میں عثمان کے عہد میں انتقال کیا۔ دریں صورت ثابت ہوا۔ کہ نماز نہ ہی مخرب شریعت تھے:

سیرت حلبیہ صہ ۳۹۵ پر ہے کہ آنحضرتؐ کی نعش مبارک پڑی رہی۔ بلا دفن دو شنبہ سہ شنبہ کے دن اور رات اور کچھ حصہ شب چہار شنبہ اس دیری کا باعث یہ تھا کہ سب لوگ بیعت ابوبکر میں مشغول تھے۔

نفع الصحابہ عن سنن ابن ماجہ جلد اول مطبوعہ صدیقی لاہور صہ ۳۶۰ پر ہے کہ صحابہ بحالت نماز ایک خوبصورت عورت کو دیکھتے رہتے۔ یہاں تک کہ رکوع سجود میں بغلوں کے نیچے سے جھانکتے۔ تیسیر الباری پارہ سوم کتاب

مواقیت الصلوٰۃ مطبع احمدی لاہور صفحہ ۶ پر ہے انس بن مالک نے کہا کہ میں تم لوگوں میں رسول اللہ کے وقت کی بات نہیں پاتا۔ لوگوں نے کہا نماز تو اسی طریقہ پر ہے جائیں پر انس نے کہا کہ نماز میں بھی جو تم نے کر رکھا ہے کر رکھا ہے۔ نیز زہری سے روایت ہے کہ ان لوگوں نے طریقہ رسول کی بربادی کر دی ہے کشف الغطاء صفحہ ۴۹ مطبوعہ صدیقی لاہور میں بروایت مالک بن ابی عامر اصبحی لکھا ہے کہ ان لوگوں میں سوائے اذان کے کوئی چیز طریقہ رسول پر قائم نہیں رہی:

بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۳ پر ہے کہ ابو سعید خدری نے کہا۔ کہ فرمایا آنحضرت نے کہ اس امت میں ایک ایسی قوم نکلے گی جس کی نماز کے سامنے تم اپنی نماز کو حقیر جانو گے (تراویح کی قواعد بطور مثال ملاحظہ ہو) وہ قرآن پڑھتے ہوں گے۔ مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اتریگا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے:

بخاری میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ اے عائشہ۔ اگر تیری قوم کے جو جدید العہد ہے کفر کی طرف پلٹ جانے کا خوف نہ ہوتا۔ تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر اصلی حالت پر بناتا:

ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۱۷ پر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ کی گلیوں میں جا رہے تھے کہ ہم نے ایک باغ کو دیکھا میں نے عرض کیا اچھا باغ ہے حضرت نے فرمایا۔ جنت میں تمہارے لئے اس سے بہتر باغ ہے۔ اسی طرح ہم سات باغوں سے گزرے اور یہی گفتگو ہوئی۔ جب راہ خالی ہوئی (یعنی جب ہم دونوں بھائیوں کے سوا کوئی اور راستہ پر نہ تھا) تو حضرت میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر رونے لگے۔ اور فرمایا۔ قوم کے دلوں میں تیری طرف سے کینہ ہے۔ جس کو میری موت (یعنی) بعد ظاہر کریں گے۔ جناب امیر نے عرض کیا۔ ایسے وقت میں میرا دین اسلام سالم رہے گا۔ حضرت نے فرمایا۔ ہاں دین اسلام سالم رہے گا:

بقول احمد آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ (اصحاب رسول) علی کو اپنا امیر بناؤ گے تو اس کو ہدی اور ہادی پاؤ گے۔ اور وہ تم صراط مستقیم پر چلائے گا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم علی کو اپنا امیر (خلیفہ) نہیں بناؤ گے:

بخاری کتاب الفتن جلد ۴ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۶ پر ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا تم لوگ ہمارے بعد بہت حق تلفیاں (غصب خلافت وغصب فدک) اور امور منکرہ (بدعات) کو دیکھو گے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ ہم کو کیا حکم ہے حضرت نے فرمایا۔ ان لوگوں کا مطالبہ ادا کرو (یعنی اطاعت کرنا) اور اپنے حقوق خدا سے چاہنا فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۵ سطر ۲۳ پر مرقوم ہے۔ کہ حق تلفی کرنے والے حاکم ہوں گے۔ اور دوسرے

لوگ مظلوم :

بخاری کتاب الفتن جلد ۴ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۷ پر بروایت ابو ہریرہ لکھا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ کے محل سے نیچے نظر کی۔ اور فرمایا۔ کیا تم بھی دیکھتے ہو۔ جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ عرض کیا نہیں۔ تب حضرتؐ نے فرمایا۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ فتنے لوگوں کے گھروں میں اس طرح گزر رہے ہیں۔ جسطرح آب باران :

فتح الباری صفحہ ۵۲۶ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ویل ہے عرب کے لئے اس شر سے جو قریب ہے میری وفات کے عین بعد پہنچیگا۔ مر جاؤ۔ اگر قدرت رکھتے ہو۔ ناظرین! اس سے بڑھ کر خوف اور تاکید کی حدیث کوئی نہیں ہو سکتی۔ جس میں ارشاد ہو کہ ایسے پر آشوب اوقات میں تمہارا مر جانا جینے سے بہتر ہے۔ یعنی ان ایام میں وہ مقدس نخلِ شریعت۔ جس کو میں نے اپنی تمام عمر اپنے لہو اور پسینہ سے سینچا ہے نہایت بیدردی سے جڑ سے اکھیڑ دیا جائیگا۔ حتیٰ کہ میرا فرزند دلبند میدانِ کربلا میں پھر اس نخل کو میری طرح اپنے خون اپنے اقربا اور اپنے اصحاب کے خون سے بے مثل جرأت سے سینچے۔ اور اس درخت کو دوبارہ سرسبز و شاداب کرنے کیلئے اپنی بہنوں اور بہو بیٹیوں کو بے فرش اور بے کجاوہ اونٹوں پر ننگے سر شہر بشہر پھرایا جانا منظور کرے۔

ابن حجر لکھتا ہے کہ محتمل ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی مراد ان زمانوں سے زمانہ صحابہ ہوں کیونکہ اصلی مخاطب وہی ہیں۔ پس ان سے مخصوص ہوگا۔ اور ان کے بعد آنے والوں سے کوئی غرض نہیں ہے :

بخاری کتاب الفتن مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۳۰ پر ہے کہ حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک شب آنحضرت بیدار ہوئے۔ خوف زدہ ہو کر۔ اور فرماتے تھے۔ سبحان اللہ۔ خدا نے کسقدر خزانے نازل کئے اور کسقدر ان سے فتنے پیدا ہوئے۔ یعنی ہم کو ہر قسم کا جاہ و حشمت اور مال و منال عطا فرمایا۔ اور یہی مال منال اور سلطنت میرے عین بعد مسلمانوں کو فتنہ میں ڈالے گا۔ اور وہ لوگ بہ سبب حُب مملکت صراط مستقیم سے باہر ہو جائیں گے۔ کون ہے جو بیدار کرے ان حجرہ والیوں یعنی میری ازواج کو کہ وہ نماز پڑھیں (یعنی صبح کی خواب ہے۔ جس کا ظہور بھی بقاعدہ تعبیر خواب بہت جلد ہو چکا ہے) دنیا میں بہت سی عورتیں ہیں۔ جو لباس سے آراستہ ہیں۔ مگر قیامت میں برہنہ اٹھیں گی :

بخاری کتاب الفتن مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۱۴۳ پر ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے (عین) بعد تم (اسلام سے) پھر جاؤ اور کافر ہو جاؤ۔ اور بعض (ستمگر لوگ) اصحاب رسول کو بعض (ابوبکر اور عمر) قتل کریں :

پھر صفحہ ۱۳۹ پر بروایت ابو بکرہ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ تم لوگ ہمارے بعد کافر

ہو جاؤ اور ایک شخص دوسرے شخص کی گردن مارے۔

پھر صفحہ ۳۸ پر بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تم لوگ ہمارے بعد مرتد ہو جاؤ۔ اور بعض تمہارے بعض گردن مارے۔

پھر صفحہ ۳۱ پر بروایت جریر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے بروز حجتہ الوداع (آخری حج جس کے بعد حضرتؐ انتقال فرما گئے) فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کراؤ۔ اور پھر فرمایا۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے بعد تم لوگ کافر ہو جاؤ۔ اور بعض تمہارے بعض کو قتل کریں۔

عمدۃ القاری عینی جلد ا صفحہ ۴۹ پر ہے کہ مراد شر سے زمانہ قبل عثمان (ابوبکر اور عمر کی خلافتیں) ہے اور خیر سے مراد زمانہ خلافت علی ہے۔ اور دخن سے مراد خوارج وغیرہ ہیں۔ اور شر ثانی سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں جناب امیر علیہ السلام پر منبروں پر لعن کیا جاتا تھا۔ ناظرین! یہ حدیث جس میں شر اور خیر کا ذکر ہے۔ پیشتر ازیں لکھی جا چکی ہے جو آنحضرتؐ نے حضرت حذیفہ سے فرمائی۔

بخاری میں بروایت حذیفہ لکھا ہے کہ ان دنوں (ثلاثہ کی خلافتوں میں) جو لوگ منافق ہیں) وہ ان منافقوں سے بدتر ہیں۔ جو عہد رسولؐ میں تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں یہ لوگ اپنا نفاق ظاہر نہ کرتے تھے۔ اور اب ظاہر کر رہے ہیں۔

پھر بخاری میں بروایت حذیفہ لکھا ہے۔ کہ نفاق تو عہد رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی تھا۔ مگر اب کفر ہے بعد ایمان کے۔

فتح الباری صفحہ ۱۵۵ پر بھی لوگوں کی منافقت کا حال ذرا توضیح سے لکھا ہے۔

کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۷ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ ہمارے بعد اصحاب میں سے ایسے بھی ہونگے جو ہم کو کبھی نہ دیکھیں گے۔ یعنی ہم بہشت کے درجہ اعلیٰ علیین میں تشریف فرما ہونگے اور وہ دوزخ کے درجہ اسفل السافلین میں ہیں۔

کنز العمال صفحہ ۳۷ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن، قرآن، مسجد اور میری عترت (علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ) درگاہ جناب احدیت میں حاضر ہونگے۔ قرآن عرض کرے گا۔ خداوندا۔ لوگوں نے مجھ میں تحریف کی اور پھاڑ ڈالا۔ عثمان نے ہزاروں قرآنوں کو جلایا۔ اور بعض کو پھاڑا۔ مسجد کہے گی۔ لوگوں نے مجھ کو خراب کیا۔ یعنی مجھ میں نماز جنازہ شروع کر دی۔ مینار بنائے گئے۔ مقصورہ بنایا گیا۔ وسیع کر دی گئی مجھے گوبر اور پیشاب سے بھر دیا گیا۔ تراویح شروع کر دی گئی۔ حی علی خیر العمل نکال کر الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا شروع کر دیا گیا۔ میرے پاک منبر پر نجس اشخاص بیٹھ کر خطبے پڑھتے رہے۔ بند شدہ دروازے

کھول دیئے گئے وغیرہ وغیرہ) اور معطل کیا۔ عترت کیسے گی۔ ہم کو لوگوں نے قتل کیا۔ جلاوطن کیا۔ متفرق کیا۔ اور ہم (محمدؐ اور آل محمدؐ) اس وقت اسطرح دو زانوں ہوں گے جس طرح کوئی خصومت و فریاد و دادرسی کے لئے دو زانو ہوتا ہے۔ تو خداوند عالم فرمائیگا ہم اس امر کے ساتھ زیادہ اولےٰ ہیں یعنی ہم اسکا تصفیہ خاطر خواہ کریں گے۔ ناظرین عترت پر ظلم کی ابتدا ابوبکر سے ہوئی۔ اور یزید پر کمال کو پہنچی۔ پس عقل سلیم اور ضمیر کی رو سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ دشمنان عترت تمام مخلوقات سے بدترین ہیں کنز العمال ص۳۴ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ تم لوگ بہت جلد ہماری اہلبیت میں مبتلا ہو گے یعنی تم لوگ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے بہ ظلم پیش آؤ گے۔

سراج وہاج شرح مسلم صدیق حسن خاں ص۴۲۵ پر ہے کہ ابن عبدالبر قائل ہے کہ صحابہ سے غیر صحابہ افضل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ صحابہ میں منافقین (ثلاثہ) بھی تھے۔ اور اہل کبائر (کبیرہ گناہ کرنے والے) بھی تھے۔ جن پر شرعی حد جاری کی گئی۔

بخاری میں ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ بروز قیامت سب سے پہلے میں خدا کے سامنے استغاثہ کے لئے کھڑا ہونگا۔ اور انہی لوگوں کے بارے میں سورہ حج آیہ نمبر ۱۹ "ھذان خصمان اختصموا فی ربھم"۔ نازل ہوئی

خصائص امام نسائی مطبوعہ محمدی لاہور ص۲۱ سطر ۱۰ پر ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر پیغمبر وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں۔ تو پھر جاؤ گے۔ تم اپنی ایڑیوں پر قسم ہے خدا کی ہم نہ پھریں گے۔ اپنی ایڑیوں پر بعد اس کے خدا نے ہم کو ہدایت کی۔ اور قسم ہے خدا کی اگر پیغمبر وفات پائیں یا قتل ہو جائیں۔ اور پھر جاؤ تم اپنی ایڑیوں پر تو البتہ لڑوں گا میں (اگر طاقت و اجازت ہوئی) اس چیز پر کہ پیغمبر نے لڑائی کی ہے۔ یہاں تک کہ میں مر جاؤں یا قتل ہو جاؤں۔ قسم ہے خدا کی البتہ میں ان کا بھائی ہوں۔ اور انکا مقرر کردہ ولی اور ان کا وارث اور انکے چچا کا بیٹا ہوں۔ کون ہے زیادہ حقدار پیغمبر کا مجھ سے۔ یعنے میں پیغمبر کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔

مشکوٰۃ مطبع محمدی دہلی ص۵۴۲ سطر ۳ اور صواعق محرقہ مطبع میمنیہ مصر ص۳۹ سطر ۲۳ پر ہے کہ فرمایا رسولؐ پاک نے کہ اگر تم علیؑ کو اپنا امیر بناؤ گے۔ جو میں جانتا ہوں کہ تم ایسا نہیں کرو گے۔ تو اس کو تم ہادی اور مہدی پاؤ گے جو تم کو صراط مستقیم پر لے جائے گا۔

بخاری جلد ۲ ص۲۱ فتح الباری جلد ۶ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ مجھ کو یہ خوف نہیں کہ تم بظاہر مشرک ہو جاؤ گے۔ بلکہ زیادہ ڈر ہے کہ تم طمع نفسانیت میں پھنس جاؤ گے۔

مدارج النبوۃ جلد دوئم واقعہ جنگ احد صفحہ ۱۴۶ میں ہے کہ جب جہاد سے اصحاب رسولؐ بھاگ گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ تو بھی دوسرے یاروں سے کیوں نہ جا ملا۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے عرض کیا یا حضرت ایمان لانے کے بعد کافر نہیں ہوا جاتا۔

مسلم مطبوعہ مطبع انصاری دہلی جلد دوئم صفحہ ۱۲۷ اور بخاری کتاب الفتن مطبوعہ مجلد دوئم جلد ۴ صفحہ ۲۹ اور شرح مسلم نودی جلد دوئم صفحہ ۱۲۹ پر ہے کہ حذیفہ نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا حضرتؐ پہلے (زمانہ جاہلیت) ہم ایک شر میں تھے۔ خداوند عالم اس کے بعد خیر (زمانہ آنحضرتؐ) لایا۔ اور ہم اب اس مبارک زمانہ میں ہیں۔ ارشاد فرمائیں کہ اس خیر کے بعد بھی شر ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں حذیفہ متعجب ہو کر پھر وہی سوال کیا۔ اور حضرتؐ نے پھر وہی جواب دیا۔ حذیفہ نے پوچھا۔ وہ شر کب ہوگا حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب (اپنی وفات کی طرف اشارہ ہے) ایسے لوگ امام اور پیشوائے امت ہوں گے کہ ان کا عمل میری ہدایت اور سنت پر نہ ہوگا۔ انکے دل شیطان جیسے اور صورت انسان جیسی ہوگی۔ حذیفہ نے عرض کیا کہ میں ایسے پر آشوب وقت میں کیا کروں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ ان کی اطاعت اختیار نہ کرنا اگرچہ تیرا مال لوٹ لیا جاوے اور تیری پشت زخمی کی جاوے :

ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد دوئم صفحہ ۲۲۹ اور اربعین حافظ ثقفی اور کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۷۹ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ اے علیؑ کیا حال ہوگا تمہارا اس وقت جبکہ لوگ آخرت کو چھوڑ دیں گے اور ریاکاری کریں گے۔ دنیا کی طرف رغبت کرینگے۔ ایک دوسرے کی میراث کھا جائیں گے اور ریاکاری ان کا دستور العمل ہوگا۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے عرض کی کہ میں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دونگا۔ آخرت اختیار کرونگا۔ اور مصیبتوں پر یہاں تک صبر کرونگا کہ آپؐ سے ملحق ہو جاؤں۔

کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۸۹ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے حذیفہ سے فرمایا کہ میرے بعد انسان صورت اور شیطان سیرت اسلامی فرمانروا ہونگے۔ اور میرے دین میں خرابی ڈال کر لوگوں کو الٹی چال چلائیں گے اے حذیفہ ان کی اطاعت اختیار نہ کرنا اور جو ظلم کریں برداشت کرنا۔

مسلم باب الفئے جلد دوئم صفحہ ۹۱ میں اور استبصار الشریعت نمبر سوئم جلد اول صفحہ ۳۳ پر ہے۔ کہ ایک دن عمر نے حضرت علیؑ علیہ السلام کو اور رسولؐ خدا کے چچا حضرت عباس کو کہا کہ تم دونوں مجھ کو اور ابوبکر کو معاملہ فدک کی وجہ سے کاذب۔ غادر اور خائن جانتے ہو۔

بخاری کتاب الرقاق کیف الحشر مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۸۷ اور تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ اور بخاری کتاب الفتن مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۳۶ پر ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت کو فرشتے میرے چند اصحاب

کو دوزخ کی طرف ہانکتے ہونگے۔ میں کہوں گا پروردگارا یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ ارشاد ہوگا کہ انہوں نے تیرے بعد تیرے دین میں بدعات کیں۔ اور تیرے مرنے کے بعد تیرے دین سے مرتد ہو گئے۔

بخاری کتاب المغازی غزوہ خیبر میں ہے کہ بہ تحقیق اللہ اس دین اسلام کی تائید فاجر آدمی سے کریگا۔ ناظرین۔ منتہی الارب میں فاجر کے معنی تباہ کار۔ نافرمان۔ زناکار۔ بدکار۔ لکھے ہیں۔

احکام المرجان علامہ بدرالدین محمدؒ بن عبداللہ شبلی حنفی میں ہے۔ کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میری اجل اب قریب ہے۔ ابن مسعودؓ نے کہا۔ یا حضرتؐ آپ ابو بکرؓ کو خلیفہ بنا دیں۔ آنحضرتؐ نے منہ پھیر لیا۔ پھر ابن مسعودؓ نے عمرؓ کا نام لیا۔ آنحضرتؐ نے منہ پھیر لیا۔ جب اس نے علیؑ کا نام لیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قسم اس خدا کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں کہ علیؑ وہ شخص ہے۔ کہ اگر تم اس کی بیعت اور اطاعت کرو گے تو وہ تم سب کو جنت میں داخل کریگا۔

مدارج النبوت باب ہفتم صفحہ ۳۳۳ پر ہے کہ حذیفہؓ ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں قتل عثمانؓ ہونیکے چند دن بعد فوت ہو گیا۔ جب کہ آغاز خلافت علیؑ تھا۔

امام شعبی نے شریح ہانی سے روایت کی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام فرمایا کرتے۔ کہ بار الہا میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ بمقابلہ قریش کے کہ جنہوں نے مجھ سے قطع رحم کیا۔ اور وہ ہر ا بندی کر کے مجھ سے میرا حق چھین لیا۔ حالانکہ میں اس کا سب سے زیادہ حقدار تھا

علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور خوارزمی نے اور دیلمی نے اپنے مناقب میں ابو لیلیٰ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تم نے علیؑ کی ملازمت اختیار کرنا کہ بہ تحقیق وہ فاروق (حق اور باطل میں تمیز کرنیوالا) ہے۔

دار قطنی نے بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ علیؑ باب حطہ ہے۔ جو اس میں داخل ہوا۔ وہ مومن ہے۔ اور جو اس سے خارج ہوا۔ وہ کافر ہے۔ ناظرین جس طرح عہد ابراہیمؑ سے عہد رسول اللہؐ تک کعبہ میں بتوں کا تسلط رہا۔ اور انکے اخراج کا شرف آنحضرتؐ کو عطا ہوا۔ اسیطرح وفات رسول اللہؐ سے قتل عثمانؓ تک منبر رسول اللہؐ پر اصنام ثلاثہ مسلط رہے۔ جن کا ازالہ تسلط جناب امیر علیہ السلام کے دست حق پرست سے ہوا۔ بعد شہادت علیؑ پھر اصنام کا دور دورہ شروع ہو گیا جنکا قلع قمع امام آخر الزمان فرمائیں گے۔ نیز واضح ہو کہ بقول رسولؐ مقبول اسلام کے تہتر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ بہشتی ہوگا۔ چونکہ غیر شیعہ تمام فرق اسلام اصولاً ایک ہی ہیں۔ فرق صرف فروعات میں ہی ہیں اور ثلاثہ کے موضوع محامد کے انتشار و اشاعت میں اور انکی ستم شعاریوں اور قباحات کی پردہ پوشی کی

ہو تن ساعی رہتے ہیں۔ اور صرف شیعہ ان کے خروج عن الایمان کے قائل ہیں اسلئے ناجی فرقہ شیعہ اثنا عشری ہے۔ استیعاب علامہ ابن عبدالبر حرف الراء علی ترتیب اہل الکوفہ۔ اور استیعاب مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد اول صفحہ ۱۹۳ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ اسلام برباد ہو کر کفر کا پھر دور دورہ ہو جائے گا۔ تو میں ضرور تغیر و تبدل کر دیتا یعنی ابوبکر کو مسند خلافت سے اتار پھینکتا۔

مسلم میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جب تم پر کوئی خلیفہ ہو۔ اور وہ معصیت کا کام کرے تو تم اس کام سے کراہت رکھو۔ مگر اطاعت سے ہرگز باز نہ رہو۔

سورہ محمدؐ آیہ نمبر ۳۱۔ ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ الخ کے بارے میں حافظ ابن مردویہ نے لکھا ہے کہ اس آیہ سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں رسولؐ اللہ سے مخالفت رکھتے تھے۔

تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۱۵ اور تفسیر نیشاپوری جلد ۳ صفحہ ۵۶ اور تفسیر خازن جلد چہارم صفحہ ۱۹۳ اور تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۱۹۶ اور تفسیر مدارک برحاشیہ خازن صفحہ ۱۹۳ اور تفسیر عزیزی صفحہ ۱۳ پر آنحضرتؐ کا ارشاد مرقوم ہے۔ کہ میرے بعد تم لوگ بدعات و الحاد گرو گے۔ تفسیر عزیزی کی عبارت کا خلاصہ درج کرتا ہوں کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ تم پہلی امتوں کی طرح گناہوں کے مرتکب ہو گے۔ اور تم سے مکروہات اور الحاد اور بدعات ظہور پذیر ہونگی۔ اور تم راہ حق سے دور ہو جاؤ گے۔ اور تم میں سے بعض اپنی ماؤں سے ظاہرا فعل بد کرینگے خدا کے حق اور لوگوں کے حق کو پامال کرو گے۔ میری اور قیامت اور قرآن کی تکذیب کرو گے

تلبیس ابلیس ابن جوزی صفحہ ۲۹ پر ہے کہ مذہب زردشت کے گرو مزدک نے بادشاہ کیقباد کی تمام سلطنت میں قانون جاری کیا۔ مزدک کیقباد کا گرو تھا کہ اولاد پر بیوہ ماں کی مستی بجھانی واجب ہے۔ اور ہر ایک مرد ہر ایک عورت سے بلا نکاح جماع کر سکتا ہے۔

شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ ہم کو حضرت رسولؐ سے دین نہیں پہنچا۔ بلکہ اکثر و بیشتر ان ہی بعض اصحاب سے پہنچا ہے جنکے نسبی معائب حضرات شیعہ پیش کرتے ہیں۔ بلکہ اہلسنت کی کتب معتبرہ سے روز روشن کی طرح ثابت کرتے ہیں پس ہمارے نزدیک ایسے محسنان اسلام سے کنارہ کشی کرنا اخلاق اور انصاف کے خلاف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں جہل و اسلام میں اتصال ہے اسلئے ان کی تمام لغزشیں اور خطائیں ہمارے علماء کے نزدیک قابل گرفت نہیں۔ خواہ وہ

حق اللہ ہوں۔ خواہ غضب حق العباد۔ پس ایسی جارحی بنیادوں پر ہمارے علماء نے نہایت بیدار مغزی
اور انجام بینی سے تفضیح ولد الزنا کی حدیث کو عمداً موضوع اور مہمل مانا ہے (یعنی دراصل وہ حدیث
مسلمہ ہے) برخلاف اسناد مزبورہ ولد الزنا کی پوری حمایت کی ہے۔ آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو۔
تفسیر کبیر امام رازی جلد ۱ صفحہ ۲۳ پر ہے کہ رسول اللہ کی تشریف آوری پر لوگ دنیا سے نالاں
اور آخرت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور باہم خصومت ترک کردی۔ لیکن وفات رسول پر ابواب فتن
ان پر کھل گئے اور وہ پھر پلٹ گئے۔

کنز العمال میں بروایت ابوہریرہ لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ تحقیق میرے بعد ایسے امام اور
پیشوا ہونگے۔ کہ اگر لوگ انکی اطاعت کرینگے۔ تو وہ انکو کافر بنا دینگے۔ اور اگر انکے خلاف کرینگے۔ تو وہ ان
کی گردن مروڑ دیں گے۔ علامہ سیوطی نے جامع صغیر مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱۷ پر لکھا ہے کہ کیا بری قوم ہے
جس کے عہد میں مومن راہ تقیہ و کتمان اختیار کرے۔

المعتقد المنتقد صفحہ ۹۵ پر ہے کہ ہر ایک نیک اور بد حاکم کے پیچھے نماز پڑھنا۔ اور اس کے زیر حکم
جہاد کرنا۔ اور اماموں (خلفاء اربعہ و معاویہ و یزید وغیرہ) کے لئے دعا کرنا حق ہے۔ اور بغاوت کرنا
نادرست۔ اور اصحاب کے باہم جھگڑوں کا ذکر سے زبانوں کو روکو اور انکی عیب جوئی نہ کرو۔ پھر صفحہ
پر ہے کہ ذکر اصحاب خیر کے ساتھ کرو۔

کتاب تعرف تصوف صفحہ ۸ پر ہے کہ اصحاب کی مشاجرات و مخالفت۔ لعن طعن سے باز رہو۔ کتاب
مالا بد قاضی ثناء اللہ پانی پتی صفحہ ۱۲۲ پر ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام سے جنگ کرنیوالے (عائشہ و
معاویہ) خطا کار تو ہیں۔ لیکن انکی طرف بدظنی نہ رکھنی چاہیئے۔ کتاب قطف الثمر فی بیان عقیدہ
اہل الاثر صفحہ ۱۶ پر ہے کہ اصحاب رسول سے خطائیں تو ہوئیں۔ لیکن انکے لئے سوابق او فضائل ہیں جو
ان کے گناہوں کی مغفرت کا باعث ہیں۔

تاریخ طبری جلد نہم صفحہ ۲۱۲ پر ہے۔ کہ منصور دوانیقی خلیفہ بنی عباس نے امام حسنؑ علیہ السلام کو لکھا
کہ تمہارے باپ نے ہر وجہ سے خلافت کو طلب کیا۔ حتیٰ کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کو رات کو طلب
خلافت و حقوق کیلئے دربار میں بھیجا۔ اور شب کو تیمارداری کی۔ مگر لوگوں نے ابوبکر و عمر
کے سوائے کسی کو خلیفہ نہ مانا۔

کنز العمال کتاب الفتن صفحہ ۴۷ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میرے اصحاب میں سے ایسے
بھی ہیں۔ جو میرے مرنے کے بعد مجھے کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔ یعنی ہمیشہ اور ہمیشہ دوزخ میں رہینگے

مشکوٰۃ ص۱۲۵ پر ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ ہماری امت میں سے ایسی قومیں نکلیں گی کہ ان کو خواہشات لئے پھرینگی۔ جیسا کہ داء الکلب (ایک مرض کا نام ہے) اپنے مریض کو سر آفت میں مبتلا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ مریض کی کوئی رگ اور پٹھہ محفوظ نہیں رہتا۔

شرح مسلم نودی جلد دوم ص۴۰۹ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جب تم لوگ فارس اور روم فتح کرو گے۔ تو تم کونسی قوم ہو جاؤ گے۔ عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ ہم خدا کے حکم کے مطابق عمل کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس کے خلاف عمل کرو گے۔

تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی ص۱۰۷ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ تم لوگ بھی پہلے لوگوں (کفار) کی پیروی کرو گے۔ اس طرح کہ ایک بالشت دوسرے بالشت کے برابر ہے۔ اور ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے برابر ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ لوگ سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوئے ہیں تو تم بھی وہاں داخل ہو گے۔ اسد الغابہ جلد دوم ص۱۵۵ پر ہے کہ ایک صحابی سے خطا سرزد ہوئی۔ تو عمر بن خطاب نے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا۔ یا حضرتؐ اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اسکو چھوڑ دو لوگ یہ نہ کہیں کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔ ناظرین! اسی لئے حضرتؐ نے ثلاثہ وغیرہ کو قتل نہ کیا۔

تفسیر درمنثور سورہ جمعہ جلد سادس ص۲۲۱ پر ہے کہ تمام اصحاب رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر وحیہ کلبی کی تجارت دیکھنے اور کھیل کود کے لئے نکل گئے۔ حالانکہ آنحضرتؐ اس وقت نماز میں کھڑے تھے۔ اور آپ کے پاس بڑے اصحاب میں سے کوئی نہ رہا۔

کمال الدین ص۲۹۳ پر ہے کہ فرمایا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم لوگ بھی وہی کرو گے جو سابقہ امتیں کر چکی ہیں۔ مجمع بحار الانوار مطبوعہ نولکشور جلد دوم ص۱۳۳ پر ہے۔ کہ تم لوگ سابقہ امتوں کی اس طرح پیروی کرو گے جسطرح تیر کا ایک پر دوسرے پر کے برابر ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور جلد اول ص۲۸۳ پر ہے کہ تم لوگ سابقہ امتوں کی اسطرح پیروی کرو گے جسطرح ایک پیر کا جوتا دوسرے پیر کے برابر ہوتا ہے۔ اور کچھ فرق نہیں ہوتا۔

استیعاب جلد اول بذیل ذکر رفاعہ بن رافع بن مالک ص۱۸۲ پر ہے کہ فرمایا حضرت علیؑ علیہ السلام نے کہ جب رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو ہم نے کہا کہ ہم اہلبیت و اولیائے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں۔ کوئی اس امر (خلافت) میں ہماری مخالفت نہ کرے گا۔ مگر قوم نے انکار کیا۔ اور دوسروں کو خلیفہ بنادیا۔ خدا کی قسم اگر خوف فرقت نہ ہوتا۔ اور یہ ڈر نہ ہوتا کہ قوم کفر کی طرف پلٹ جائیگی۔ اور پھر دین غیر ربت پرستی رائج ہو جائیگا۔ (تو میں ضرور جہاد کرتا) پس بکمال ناگواری ہم نے صبر کیا

صواعق محرقہ صفحہ ۹ میں ہے کہ امام ابن سعد اور ملا سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ ہم تم کو وصیت کرتے ہیں اہلبیت کے بارے میں۔ کیونکہ سب کی طرف سے ہم بروز قیامت مخاصمہ کرینگے اور جس کسی سے ہم مخاصمہ کرینگے۔ وہ داخل جہنم ہوگا۔ اور جس کسی نے اہلبیت کے بارے میں ہمارا خیال کیا ان کا احترام اور اطاعت میری خاطر کی گئی اس نے خدا سے ایک عہد کیا وہ جنتی ہوجائیگا۔

امام شعبی لکھتا ہے کہ فرمایا حضرت علی علیہ السلام نے کہ میں قیامت کے روز فریاد کرونگا۔ کہ خدایا قریش مجھ پر ظلم کئے۔ میری قرابت کا کچھ خیال نہ کیا۔ میرے حقوق چھینے اور میری عداوت پر جمع ہوگئے

مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں ہے کہ جب عثمان مدینہ میں قتل ہوگیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام خلیفہ بن گئے۔ اس وقت حذیفہ کوفہ میں بیمار تھا۔ اطلاع ہونے پر حذیفہ نے اپنے خاندان سے کہا کہ مجھ کو مسجد میں لے چلو اور لوگوں کو عام اطلاع دیدو کہ مسجد میں جمع ہوجائیں۔ جب لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔ تو حذیفہ نے کہا اے لوگو۔ حضرت علی علیہ السلام کی بیعت اور نصرت کرو خدا کی قسم وہ اول سے اول اور آخر میں حق پر ہے پروردگارا گواہ رہنا کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرلی۔ یہ کہکر اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر رکھا۔ اور شکر کرتا ہوں کہ تو نے مجھ کو اس زمانہ تک زندہ رکھا۔ اس واقعہ سے دو دن بعد حذیفہ فوت ہوگیا

مدارج النبوت میں ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد تم کو مکروہات پیش آئینگے۔ اس وقت دل تنگ نہ ہونا۔ اور جب تو دیکھے کہ لوگ دنیا اختیار کررہے ہیں۔ تو دین کو اختیار کرنا۔ اور صبر کرنا۔

مسند احمد حنبل میں ہے کہ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بزرگیوں کو عداوت کی وجہ سے بہت چھپایا اور آپ کی مذمت میں بہت کوشش کی۔ لیکن پھر بھی حضرت کے فضائل کی کثرت حیرت انگیز ہے۔ فقہ اکبر میں ہے کہ آنحضرت کی امت پر شیطان ظفریاب ہوگیا۔

ملل والنحل شہرستانی میں ہے کہ اکثر اصحاب رسول کا ایمان ظاہری تھا۔ اور دراصل منافق تھے شریعت کے احکام پر مجبوراً چلتے تھے۔ اور آنحضرت کی وفات کے منتظر تھے۔ آخر کار آنحضرت کی وفات کے وقت ان کا نفاق علانیہ ظاہر ہوگیا۔ اور وفات رسول کے بعد انہوں نے احکام شریعت کو بدل دیا

علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ اصحاب رسول کی باہمی پھوٹ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ انہوں نے راہ حق سے دوری اختیار کی۔ اور حکومت اور دولت کی حرص میں پھنس کر ظلم اور قباحات کئے۔ شیخ سعدی نے کہا ہے ؎

تا نا بد عمرو بکر و زید بدی
اخلاص طلب کن کہ شہیدی

مروان

فتاوٰے شاہ عبد العزیز دہلوی جلد اول صفحہ ۱۲۳ پر ہے کہ مروان علیہ لعنت کو برا کہنا اور دل سے اس سے بیزار ہونا خصوصاً اس کے اس سلوک کے صلہ میں جو اس نے امام حسینؑ علیہ السلام اور اہلبیتؑ سے کیا۔ اور اس مستمرہ عداوت کی وجہ سے جو اس کے دل میں ان بزرگواروں کی طرف سے تھی سنت و محبت اہلبیتؑ کے لوازمات میں سے ہے۔

ملل النحل شہرستانی جلد اول صفحہ حیواۃ الحیوان جلد اول صفحہ ۹۶ ابو الفدا جلد اول صفحہ تاریخ خمیس دیار بکری صفحہ ۱۰۳ جلد دوم۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ تاریخ اسلام جلد سوم صفحہ ۱۲۴ اور تاریخ طبری میں ہے کہ آنحضرتؐ نے مروان کو مدینہ سے سات کوس جلاوطن کر دیا۔ ابوبکر نے اپنے عہد خلافت میں اور سات کوس جلاوطن کر دیا۔ عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں بھی اور سات کوس جلاوطنی بڑھا دی۔ مگر عثمان نے اپنے ایام خلافت میں اسی مروان کو اپنا وزیر اعظم بنا دیا۔ مروان عثمان کا سالا تھا۔ یہ شخص آنحضرتؐ کی نقلیں اتارا کرتا تھا یعنی جسطرح آنحضرتؐ بیٹھتے چلتے۔ اور وعظ فرماتے۔ اسی طرح یہ بھی کرتا اور ہنسی اڑایا کرتا تھا۔ اور اسی کو فدک کی جاگیر اور افریقہ کا خمس بخش دیا۔

قتل حضرت عثمان صاحب

استیعاب ابن عبد البر میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر بھی قتل عثمان میں شریک تھا۔ تاریخ اہلسنت امام واقدی میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر کہتا ہے کہ قسم بخدا ہم سب طالبان قصاص قتل عثمان میں کوئی ایسا نہ تھا جو قاتل عثمان نہ ہو۔ یا خاذل یعنی تارک نصرت عثمان۔

روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ پر ہے کہ جب نائلہ زوجہ عثمان نے اسکے غلام وغیرہ عثمان اور دیگر مقتولین کی لاشیں ام کی لاشوں کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ مصری لوگ سختی سے مانع ہوئے اور دفن نہ ہونے دیا۔ تب عثمان کی لاش حش کوکب میں دفن ہو گئی۔ ان کی لاشوں کو شاہراہ پر ڈال دیا گیا۔ جن کو بھیڑیوں اور کتوں نے کھایا۔

ناظرین! عثمان کے کفن و دفن کے حالات لکھنے سے پہلے کچھ تفصیل سے یہ بتانا ضروری ہے کہ عثمان

کیوں قتل ہُوا۔ عثمان نے خلیفہ ہوتے ہی اپنے چچا حکم بن عاص کو جو مطرودِ رسول اللہؐ تھا اور جس کو ابوبکر اور عمرؓ نے بھی مدینہ میں واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی۔ نہایت عزت و وقار کے ساتھ واپس بلایا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا کر دیا۔ حارث بن حکم کو مدینہ کی بازار یعنی فروخت مال کا محصول حصہ مقرر کر دیا۔ مروان بن حکم کو افریقہ کا تمام خراج دیدیا۔ جو آنحضرتؐ کے عہد معدلت مہد میں حق اللہ اور حق رسول اللہ اور ذوی القربیٰ اور یتیموں اور مسکینوں پر تقسیم ہوتا تھا۔ یعنی خمس تھا۔ حضرت مالک اشتر کو آوارہ وطن کیا۔ ابن مسعود صحابی کی پسلیاں توڑ دیں۔ شیخین کے زمانے کے حاکموں کو معزول کر کے یہ تمام عہدے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیئے۔ درود شریعت کو ظاہر بظاہر پامال کرنا شروع کر دیا۔ عائشہ کا وظیفہ بند کر دیا۔ کئی کاذب وعدے اور کئی جھوٹی قسمیں کھائیں۔ محمدؒ بن ابوبکر کو قتل کرانا چاہا۔ حضرت علی علیہ السلام کو یہاں تک ایذا دی کہ آپ ترکِ وطن پر آمادہ ہو گئے۔ مروان جیسے عیار اور دشمن اسلام کے ہاتھ میں موم کی ناک بن گیا۔ بیت المال کو بے دریغ اور ناجائز طور پر اپنے اقربا میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ بے شمار قرآنوں کو جلا دیا۔ جس پر عائشہ نے فتویٰ صادر کیا کہ اس لمبی داڑھی والے یہودی کو قتل کر دو۔ جو کافر ہو گیا ہے۔ عبد بن سرح کو جو بحکم رسولؐ واجب القتل تھا۔ مصر کا حاکم بنا دیا۔ مغیرہ بن عاص کو جو بحکم رسولؐ واجب القتل تھا اپنے گھر میں پناہ دی۔ اور مہمان نوازی کی۔ حضرت رقیہ کو خدیجہ کی بہن کی بیٹی تھی۔ اتنا زدوکوب کیا کہ وہ شہید ہو گئی۔ معاویہ کی کفرانہ حرکات سے آنکھ بند کر دی۔ ابن ابی کعب صحابی کا وظیفہ بند کر دیا۔ عبادہ بن صامت کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے جرم پر معتوب بنایا۔ کعب صحابی کی توہین و تذلیل کی۔ عبدالرحمان بن عوف کو منافقت کا الزام دیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کو جلا وطن کر دیا۔ حضرت عمارؓ یاسر کو زدوکوب کیا۔ یہاں تک کہ انکو عارضہ فتق لاحق ہو گیا۔ ابوسفیان کے کلمات کفر یعنی نہ جنت ہے نہ دوزخ ہے اور نہ قیامت ہے۔ پر بجائے شرعی حد جاری کرنے کے اس کو بیت المال سے دس لاکھ روپیہ عطا کر دیا۔

استیعاب جلد دوئم ص۴۹۱ پر ہے کہ جب عثمان قتل ہو چکا تو باغیوں (اصحاب رسولؐ) نے اس کی نعش کو نجس سمجھ کر گھوڑی پر ڈال دیا جہاں یہ تین شبانہ روز پڑی رہی۔ تین روز کے بعد بوقت شب بارہ اشخاص آئے جن میں جولیطب بن عبدالعزیٰ اور حکیم بن خزام اور عبداللہ بن زبیر اور ابو عامر تھے۔ انہوں نے نعش کو اٹھایا۔ اور مسلمانوں کے قبرستان کی طرف لے چلے۔ جب دفن کرنا چاہا تو قبیلہ بنی مازن کے لوگوں نے ان کو کہا۔ بخدا اگر تم نے عثمان کو یہاں دفن کیا۔ تو ہم اس بات کی تمام مسلمانوں کو خبر کر دیں گے۔ پس انہوں نے نعش کو اٹھایا اور راتوں رات نعش کو یہودیوں

قبرستان میں دفن کر دیا

حیوۃ الحیوان اور سیر حلبی میں ہے کہ عثمان کی نعش تین شبانہ روز تک دفن نہ ہو سکی۔ علامہ قاسم خوارزمی نے کتاب ضرام السقط شرح دیوان ابی العلاء احمد عبد اللہ المعری ص۱۹۰ نسخہ قلمی میں لکھا ہے کہ امام واقدی کہتا ہے کہ عثمان ۳۵ھ میں قتل ہوا جب کہ اس کی عمر بیاسی سال تھی۔ اس کی نعش تین دن رات گھوڑی پر پڑی رہی۔ یہاں تک کہ ایک ٹانگ کتا کھا گیا۔ تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ نعش کی ایک ٹانگ کتے کھا گئے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ طرفداران عثمان نعشوں کو بھی کتوں اور کوؤں نے کھایا۔ تاریخ اعثم کوفی میں ہے۔ کہ عثمان کو بلا غسل کو کفن ان کے اپنے کپڑوں میں دفن کر دیا گیا اسد الغابہ جلد ششم ص۱۳۸ پر ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ کہ عثمان پر کسی نے نماز جنازہ نہیں پڑھی اور یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

انسان العیون حلبی جلد سوئم مطبوعہ مصر ص۲۹۹ پر ہے کہ عائشہ کہا کرتی۔ اقتلوا نعثلاً فقد کفر۔ یعنی اس لمبی داڑھی والے یہودی کو قتل کر دو جو بہ تحقیق کافر ہو گیا ہے۔ تاریخ کامل ص۷۰ پر ہے کہ مدینہ کے صحابہ اور غیر صحابہ تمام باشندگان مدینہ نے بیرجانب کے لوگوں کو خطوط لکھے کہ اگر تم جہاد (مومن اور کافر کی لڑائی) کے خواہشمند ہو تو مدینہ میں آؤ۔ کیونکہ عثمان نے دین محمدؐ کو فاسد کر دیا ہے۔

استیعاب جلد دوئم ص۴۳۱ پر ہے کہ عبید اللہ بن عمر نے ہرمزان کو قتل کر دیا۔ حالانکہ وہ مسلمان تھا اور عثمان نے اس کے قصور کو تخفیف دیا (اور کوئی قصاص نہ لیا گیا) لیکن جب حضرت علیؑ علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو عبید اللہ قصاص کے خوف سے بھاگ گیا۔ اور معاویہ کے پاس چلا گیا اور جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے خلاف لڑ کر واصل بہ جہنم ہوا۔

تاریخ طبری جلد پنجم ص۱۳۳ پر ہے کہ جب ابن عباس کو عثمان نے امیر حاج بنایا۔ اور لکھ کر فرمان بھی دے دیا۔ تو ابن عباس کی ملاقات عائشہ سے مقام صلصل پر ہوئی۔ عائشہ نے اس سے کہا کہ میں تم کو قسم دیتی ہوں۔ کہ لوگوں کو قتل عثمان سے نہ روکنا۔

استیعاب ص۳۷۳ پر ہے کہ جب لوگوں نے عثمان کا محاصرہ کیا۔ تو عبد اللہ مسعود کہتا تھا۔ کہ کس قدر محبوب تھا۔ کہ ہم نے بھی عثمان پر تیر مارے ہوتے۔

استیعاب جلد دوئم ص۴۲۳ پر ہے کہ عبد الرحمان بن عوف نے بوقت مرگ ایک ہزار اونٹ تین ہزار بکریاں اور ایک ہزار گھوڑا ترکہ میں چھوڑا۔ اور اس کی زراعت بیس اونٹ سے ہوتی تھی۔ ناظرین! عثمانی فیض کا نتیجہ ہے اور ابوسفیان کو محمدؐ کو کفر کہنے کا انعام دس لاکھ روپیہ جو عثمان نے دیا۔ آپ پڑھ چکے ہیں

نیز جب عبد الرحمان بن عوف نے اپنی ایک زوجہ کو طلاق دے دیا۔ اور پھر اس مصالحت کی تو جو ہزار درہم اس کو بطور تاوان دیا۔

استیعاب جلد دوم صفحہ ۴۷۸ اور الامامت والسیاست ابن قتیبہ صفحہ ۴۳ پر ہے کہ عثمان کی نعش کو مسلمانوں کے قبرستان میں لے گئے۔ اور جب کسی بھی قبرستان میں اس کو دفن نہ کر سکے کیونکہ محافظان قبرستان اجازت نہ دیتے تھے۔ تو بالآخر حش کوکب میں نعش کو دفن کر دیا گیا۔ اور مہاجرین و انصار بہ یک آواز کہتے کہ عثمان پر نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

کتاب بحار الانوار و مظاہر گجراتی جلد اول میں ہے کہ حش کوکب وہ مقام ہے۔ جہاں لوگ پاخانہ پھرا کرتے تھے۔

مجمع البحار گجراتی نولکشور صفحہ ۳۰ نہایہ ابن اثیر جزری باب نون مع العین جز والرابع النعثل مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹ پر ہے کہ عائشہ لوگوں کو قتل عثمان پر ابھارتی اور کہتی۔ اس لمبی داڑھی والے یہودی کو قتل کر دو خدا اس کو قتل کرے۔

روضۃ الاحباب مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ جلد سوم پر ہے کہ عائشہ عثمان کے حق میں کہتی یعنی اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً اور اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً فانہ قد کفر یعنی اس نعثل یہودی کو قتل کر دو خدا اس کو قتل کرے بہ تحقیق یہ کافر ہو گیا ہے اور صفحہ [illegible] پر ہے کہ ام سلمہ نے عائشہ سے کہا کہ اے بنت ابوبکر۔ کہ اب تو حضرت علی علیہ السلام سے عثمان کا قصاص طلب کرتی ہے۔ حالانکہ تو اس کے حق میں کہتی تھی کہ اس نعثل یہودی کو قتل کر دو۔ اور خدا اس کو قتل کرے اور دوسری روایت میں ہے کہ جب ام سلمہ نے عائشہ سے سنا کہ وہ عثمان کے خون کا قصاص طلب کرتی ہے۔ تو اس نے مذکورہ جملے اتنی بلند آواز سے دہرائے کہ گھر کے ہر ایک شخص نے سنے۔ ناظرین النعثل کے معنی بجو کے ہیں جو قبریں کھود کر مردے کھا جاتا ہے۔ مگر عائشہ نے عثمان کو تشبیہ ایک یہودی سے دی تھی۔ جو عثمان کی طرح بہت لمبی داڑھی رکھتا تھا۔ اور عائشہ چاہتی تھی کہ عثمان کے بعد زبیر بن العوام کو خلافت ملے۔ لیکن اس کی بدقسمتی سے خلافت حضرت علی علیہ السلام کو مل گئی اور اس نے قصاص قتل عثمان کا عذر لنگ تراش کر جہلائے عرب کے طوفان بے تمیزی جنگ جمل کی صورت میں ظاہر کیا اور منہ کی ایسی کھائی۔ کہ لینے کے دینے پڑ گئے۔

تاریخ اعثم کوفی ذکر قتل عثمان میں ہے کہ عائشہ اور اصحاب رسول کی تحریک سے بے شمار لوگوں نے عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا محمد بن ابی بکر وغیرہ دیوار پھاند کر اس کے گھر میں داخل ہو

محمد بن ابوبکر نے عثمان کی داڑھی پکڑ لی۔ اور پھر ایک ضرب لگائی۔ اور اس کو بیاسی سال کی عمر میں قتل کر دیا۔ عثمان بن عفان قریباً ۱۲ سال خلیفہ رہا۔ قرآن پاک کو سر پر رکھ کر اور ہاتھوں پر اٹھا کر قسمیں کھانا اور پھر بدل جانا اس کی عادت میں داخل تھا۔ جس طرح عمر کے ہاتھ میں ابوبکر کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ اسی طرح مروان نے عثمان کو موم کی ناک بنا رکھا تھا۔ عمر اور مروان دونوں عیاشی کی جان تھے۔ عثمان کا باپ عفان دف بجایا کرتا اور لوگ اس سے مخنثوں کا کام لیا کرتے تھے اور دل لگی کرتے۔ عثمان کی حقیقی بہن آمنہ لوگوں کے سر گوندھا کرتی اور اس کا خاوند حکم بن کیسان حجاموں کا کام کرتا تھا۔ سبحان اللہ عثمان کا نسب کیسا اعلیٰ اور نجیب تھا۔

مسائل شرعیہ سے ناواقف اور امور سلطنت میں نا اہل تھا۔ ابوسفیان و دیگر اعدائے رسول کا دلدادہ تھا۔ محض اہلبیت علیہم السلام کے محامد و مناقب پر پردہ ڈالنے کیلئے آیات قرآنی کی ترتیب کو بگاڑ دیا۔ اور پہلے رائج شدہ قرآنوں کو جلا دیا۔ اور اپنا جمع شدہ قرآن رائج کر دیا۔ بیت المال خلاف حکم خدا اپنے اقربا اور احباب میں تقسیم کرتا رہا۔

مردانگی میں یہاں تک بلند پایہ تھا کہ جنگوں سے بھاگ کر کئی کئی دن دربار رسولؐ سے غائب رہتا۔ ان لوگوں پر جو اہلبیت علیہم السلام کی عزت کرتے گوناگوں ظلم روا رکھتا۔ بلکہ زدوکوب سے بھی دریغ نہ کرتا۔ عائشہ اس کو دراز ریش ہونے کی وجہ سے نعثل کہا کرتی۔ نعثل ایک دراز ریش یہودی تھا۔ جو کذب اور کفر میں شہرت اور امتیاز رکھتا تھا۔ عائشہ اور اصحاب رسولؐ نے اتفاق رائے سے عثمان کے قتل کا فتوے دیدیا۔ چنانچہ اس کو قتل کر دیا گیا۔ اور یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر کے نعثل کی ہمسائگت کا شرف دیدیا گیا۔

نوٹ متعلق حضرت عائشہ و حضرت حفصہ امہات المومنین

عائشہ ابوبکر کی لڑکی اور حفصہ عمر بن خطاب کی لڑکی ہے۔ ابوبکر کا اصلی نام عبدالکعبہ تھا۔ ابوبکر کے معنی ہیں۔ کنواری کا باپ۔ چونکہ آنحضرت کے نکاح میں عائشہ کنواری آئی تھی اسلئے اسکے باپ کا نام ابوبکر مشہور ہو گیا۔ عائشہ کے بطن سے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔ اس کا رنگ بہت سرخ و سفید تھا۔ اس لئے اسکو حمیرا بھی کہا جاتا ہے ۵ھ میں پیدا ہوئی چھ سال کی عمر میں اسکا نکاح آنحضرت سے ہوا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی۔

آنحضرت کا سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا۔ اس نکاح کے وقت آنحضرتؐ کی عمر

چوبیس سال تھی۔ آنحضرتؐ کی اونچاس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؑ نے انتقال فرمایا۔ عائشہ کی زندگی کا سب سے بڑا واقعہ جنگِ جمل ہے۔ جو اس کے اور حضرت علی علیہ السلام کے درمیان ہوا عائشہ کو حضرات اہلبیت کے ساتھ فطری بغض اور عداوت تھی۔ بہتر سال کی عمر میں معاویہ بن ابوسفیان کے ہاتھ سے زندہ دفن کردی گئی۔

بخاری کتاب النکاح جلد سوم ص۱۵۳ پر ہے کہ عبداللہ بن عمر کہتا ہے۔ کہ جب حفصہ عمر کی لڑکی بیوہ ہوئی جس کے پہلے خاوند کا نام "خنیس بن حذافہ سہمی تھا۔ جو اصحاب رسولؐ میں سے تھا تو عمر نے کہا کہ میں حفصہ کو لے کر عثمان کے پاس گیا۔ اور اس پر حفصہ کو عرض کیا۔ یعنی عمر نے عثمان کو کہا کہ تو اس سے نکاح کرے۔ عثمان نے کہا ہم غور کرینگے۔ چند راتوں کے بعد" پھر عمر اور عثمان کی ملاقات ہوئی۔ تو عثمان نے کہا میری رائے اس نکاح پر نہیں ہے۔ عمر نے کہا تب میں حفصہ کو ابوبکر کے پاس لے گیا اور کہا اگر تم چاہو تو حفصہ سے نکاح کرلو۔ ابوبکر چپ ہو رہا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ عمر کو ابوبکر پر غصہ عثمان کی نسبت زیادہ آیا۔ عمر کہتا ہے میں نے چند رات اور صبر کیا۔ یہانتک کہ آنحضرتؐ نے خطبہ کیا اور میں نے حفصہ کا نکاح آنحضرتؐ سے کردیا۔

مشکوٰۃ ص۵۴۳ پر ہے کہ آنحضرتؐ کی زوجہ صفیہ کو یہ خبر پہنچی کہ حفصہ نے اس کو یہودی بچی کہا ہے۔ صفیہ نے اس بات کی شکایت آنحضرتؐ سے کی۔ تو حضرتؐ نے فرمایا تم بیٹی ہو نبیؑ کی۔ تمہارے چچا نبی تھے۔ تمہارا شوہر نبی ہے۔ پھر کس بات پر حفصہ فخر کرتی ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے حفصہ سے کہا اے حفصہ خدا سے ڈر۔ مشکوٰۃ ص۵۷۳ پر ہے کہ عائشہ نے کہا۔ کہ مجھے ازواج نبیؐ میں سے کسی پر اتنی غیرت (حسد) نہیں آتی جتنی حضرت خدیجہؑ پر آتی۔ کیونکہ آنحضرتؐ اس کا ذکر کیا کرتے۔ اور اکثر بکری کو ذبح کرتے۔ تو خدیجہ کی دوست عورتوں میں تقسیم کرتے۔ جس پر میں کہا کرتی۔ کہ گویا دنیا میں خدیجہ جیسی کوئی عورت نہ تھی اس پر حضرتؐ فرمایا کرتے وہ ایسی تھی ایسی تھی۔ اور خدا نے اس سے مجھے اولاد بخشی۔

مستدرک نصف ثانی ص۲۳ پر ہے کہ عائشہ نے ابوہریرہ کو بلا کر کہا۔ کہ اے ابوہریرہ یہ کیسی حدیثیں ہم کو پہنچتی ہیں۔ جو تم رسول اللہ کی طرف سے بیان کرتے ہو۔ حالانکہ تم نے بھی وہی سنا جو ہم نے سنا تھا اور ہم نے وہی دیکھا۔ جو ہم نے دیکھا تھا۔ اس پر ابوہریرہ نے کہا اے اماں! تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باز رکھتی تھیں۔ آئینہ۔ سرمہ دانی۔ اور بناؤ سنگار اور قسم خدا کی۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز باز نہ رکھتی تھی۔

درمنثور جلد ۵ ص۱۹۶ پر ہے۔ کہ جب کبھی عائشہ آیۂ قرآنی وقرن فی بیوتکن پڑھتی تو اتنا روتی

کہ اس کی چادر آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ ناظرین یہ بات قطعی بے بنیاد ہے۔ بھلا ایسی سنگدل عورت کو بخوف خدا و آخرت کب رونا آسکتا ہے۔ جو جناب فاطمہ علیہا السلام کی موت پر خوش ہو۔ امام حسن علیہ السلام کو نانا کے پہلو میں دفن نہ ہونے دے۔ بلکہ امام مظلوم کی نعش کو تیروں سے چھلنی کر دے اور حضرت علی علیہ السلام کی شہادت پر اظہار مسرت کرے۔

ناظرین۔ آنحضرتؐ کی ایک زوجہ مسمات سودہ کو پوچھا گیا کہ آپ حج کیوں نہیں کرتیں۔ آپ نے فرمایا ایک بار حج مجھ پر واجب تھا جو میں کر چکی ہوں۔ اس کے بعد میرا حج یہی ہے۔ کہ حکم خدا کے مطابق اپنے گھر سے باہر نہ نکلوں۔ چنانچہ آپ اپنے حجرہ میں رہائش رکھتیں اور تادم زیست باہر نہ نکلیں۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۲۱۴ سطر ۲۲ پر سورۂ احزاب آیہ نمبر ۵۳ ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا،، کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ طلحہ نے کہا۔ کہ کیا اندھیر ہے کہ ہم کو اپنی چچا زاد بہنوں کی ملاقات سے باز رکھا جاتا ہے۔ جب آنحضرتؐ انتقال کر گئے تو میں عائشہ سے نکاح کروں گا۔ اس لئے یہ آیت نازل ہوئی

آنحضرتؐ نے حفصہ کو افشائے راز کے قصور پر (یہ مشہور قصہ ہے) طلاق دینی چاہی جس پر عمر ابن خطاب نے حفصہ کو مخاطب کرکے کہا۔ اگر خطاب کی اولاد میں کچھ بھی نیکی ہوتی تو اے حفصہ رسول اللہ طلاق پر آمادہ نہ ہوتے۔ اس تمام واقعہ کی تفصیل تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۲۳۹ اور تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد سوم ۱۲۸ اور بخاری اور مسلم اور سنن ابو داؤد میں موجود ہے جو سورۂ تحریم آیہ اول کے بارے میں ہے جہاں عائشہ اور حفصہ کو بارگاہ الٰہی سے کھلے الفاظ میں عتاب ہے۔ کہ ان دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ اگر تم ان دونوں کو طلاق دے دو۔ تو میں تم کو فرمانبردار اور ایماندار اور مطیع اور توبہ کرنے والی اور عبادت گذار اور روزہ دار عورتیں دونگا۔

قرۃ العینین شاہ ولی اللہ دہلوی صفحہ ۱۲۲ پر عائشہ کے بھانجے عروہ کے غلام حبیب سے روایت ہے کہ جب حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا تو آنحضرتؐ رنجیدہ رہنے لگے۔ ابوبکر عائشہ کو اپنے ساتھ لے گیا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ عائشہ سے آپ کی دل بستگی ہو گی۔ اور غم کم ہو گا۔

میزان الاعتدال ذہبی میں ہے کہ ام رومان والدہ عائشہ نے عائشہ کو کپڑے اور خرمے کھلا کھلا کر جلد قابل ہم بستری کر دیا۔

مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۷۰۲ پر ہے کہ جب عائشہ اور حفصہ نے پیش نمازی کے لئے اپنے اپنے باپ کے نام پیش کئے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا تم بھی ان مکار عورتوں کی بہنیں ہو۔ جنہوں نے حضرت

یوسف سے مکر کیا تھا۔

حیات الحیوان علامہ دمیری شافعی جلد اول صفحہ ۳۲ میں ہے۔ کہ عائشہ کو حضرت علی علیہ السلام کے قتل ہو جانے کی خبر پہنچی۔ تو اس نے یہ شعر پڑھا: اس عورت نے اپنا عصا ڈال دیا۔ اور مقام اطمینان پر قیام کر لیا۔ جیسا کہ منزلِ مقصود پر پہنچ جانے سے مسافر کی آنکھوں میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے

بخاری باب حد المریض ان یشہد الجماعۃ من ابواب الجماعۃ۔ مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر۔ شرح مسلم نووی جلد اول صفحہ ۱۷۷ بخاری کتاب الاذان باب الرجل یاتم بالامام و یاتم الناس بالمأموم شرح بخاری قسطلانی جلد دوم صفحہ ۱۳ بخاری کی شرح شیخ الاسلام کتاب الاذان باب حد المریض ان یشہد الجماعۃ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے عائشہ اور حفصہ سے فرمایا۔ کہ تم دونوں صواحب یوسف ہو۔ جب انہوں نے امامت کے لئے اپنے اپنے باپ کے نام آنحضرتؐ کو پیش کئے۔ نیز انہی مذکورہ کتابوں میں مرقوم ہے کہ عائشہ نے کہا کہ اس وقت آنحضرتؐ بحالت ضعف دو آدمیوں کے کندھوں کے سہارے یا عباس اور ایک آدمی کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ مسند امام احمد حنبل میں بروایت عائشہ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کو سہارا دینے والا ایک عباس اور دوسرا کوئی اور شخص تھا۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ آنحضرتؐ کو سہارا دینے والے دو شخص عباس بن عبد المطلب اور حضرت علیؑ تھے۔

فتح الباری میں ہے کہ عبد الرزاق نے معمر سے روایت کی ہے۔ کہ عائشہ کا دل خوش نہ ہوتا تھا۔ کہ حضرت علی کا ذکر بھلائی سے کرے۔ ابن اسحاق نے زہری سے روایت کی ہے۔ کہ عائشہ کے بس میں نہ تھا۔ کہ علیؑ کا ذکر بھلائی سے کرے۔ تاریخ طبری میں ہے۔ کہ ابن عباس سے کہا کہ شخص کا عائشہ نے نام نہیں لیا۔ وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ مگر عائشہ کا مقدور نہیں کہ علیؑ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرے۔ مسند احمد حنبل میں ہے کہ دوسرا شخص جس کا عائشہ نے نام نہیں لیا۔ وہ حضرت علی علیہ السلام تھے۔ مگر عائشہ کا نفس اس سے خوش نہ ہوتا تھا۔

جذب القلوب میں ہے کہ جناب فاطمہؑ نے وصیت فرمائی کہ مجھے اسما بنت عمیس اور حضرت علی علیہ السلام غسل دیں۔ اور کسی دوسرے (ابوبکر و عمر و عائشہ) کو اندر آنے کی اجازت نہ دیں۔ چنانچہ جب عائشہ آئی تو اس کو روک دیا گیا۔ نیز اسی کتاب میں ہے۔ کہ حجرۂ عائشہ اور خانہ سیدہ کے درمیان ایک کھڑکی تھی۔ جس سے آمد و رفت ہو سکتی تھی۔ ایک دن عائشہ اس کھڑکی کی راہ سے آدھی رات کو جناب سیدہ کے گھر میں آئی اور معصومہ سے لڑی۔ اس لئے آنحضرتؐ نے بند کروا دی۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جنگ جمل کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے عائشہ سے فرمایا کہ اے عائشہ

تو نے وہ کام کیا جو تیرے لئے مناسب نہ تھا۔ حالانکہ تو خوب جانتی ہے کہ رسول اللہ سے میں کسقدر قرابت رکھتا ہوں۔ اور تو میرے بارہ میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ ،، سے بے خبر نہ تھی۔

شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ جناب فاطمہؑ نے وفات پائی تو لوگوں نے جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں عائشہ کے ایسے کلمات بیان کئے۔ جو دلالت کرتے تھے کہ عائشہ کو وفات معصومہ پر خوشی ہوئی۔

بخاری پارہ سولہواں قصہ افک صفحہ ۳۲ و صفحہ ۹۰ پر ہے کہ بدری صحابی نے عائشہ پر زنا کی تہمت لگائی۔ ناظرین! ازواج نبیؐ میں سے کوئی بھی زانیہ نہ تھی اور یہ تہمت غلط تھی۔

بخاری کتاب الہبہ پارہ دہم صفحہ ۳۵ پر احمد علی سہارنپوری والی صفحہ ۳۵ باب من اہدی الی صاحبہ تحریر ہے کہ عائشہ اور زینب بنت جحش آپس میں لڑیں جھگڑیں اور گالی گلوچ تک نوبت آئی۔

محمد بن اسحاق نے کتاب مغازی میں امام مسروق سے روایت کی ہے۔ کہ عائشہ نے اپنے ایک غلام کا اصلی نام بدل کر اس کا نام عبدالرحمان رکھ دیا۔ جب وجہ پوچھی گئی تو کہا۔ میں نے اس کا نام اس لئے عبدالرحمان رکھا ہے تاکہ میرے دل میں حضرت علی علیہ السلام کے عبدالرحمان بن ملجم کی یاد تازہ رہے۔

جب طلحہ جنگ جمل میں عثمان کے سالے مروان کے تیر سے زخمی ہو گیا۔ اس وقت علیؑ کے خلاف لڑ رہا تھا۔ اور زندگی سے مایوس ہو گیا۔ تو اس نے حضرت علی علیہ السلام کو کہلا بھیجا۔ کہ میں آپ کی بیعت توڑنے اور عائشہ کے ہمراہ آپ سے جنگ کرنے کی توبہ کرتا ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ یاس اور یاس کی توبہ قبول نہیں۔ یاس جب زندگی سے ناامیدی ہو جائے اور یاس جب آسمانی عذاب سر پر آ پہنچے۔

صواعق محرقہ ابن حجر باب اول فصل پنجم میں ہے۔ کہ ابوبکر اور عمر ہر سال عائشہ کو دس ہزار درہم وظیفہ دیا کرتے تھے۔ کتاب الاخراج ابو یوسف اور ازالۃ الخفا اور مستدرک اور شرح ابن ابی الحدید اور حبیب السیر میں ہے۔ کہ عائشہ اور حفصہ کو بارہ بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ دیا جاتا تھا۔

کنز العمال کتاب الفضائل باب عائشہ میں ہے کہ عمر نے امہات المومنین کے لئے دس دس ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ تو عائشہ کے لئے بارہ ہزار مقرر کیا۔ اور کہا۔ کہ یہ آنحضرت کی محبوبہ تھی۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے۔ کہ عائشہ نے کہا۔ کاش کہ میں حیض کا کپڑا ہوتی تو بھولی بسری ہوتی۔

ابن ماجہ مطبوعہ نظامی دہلی باب ما جاء فی وجب الغسل اذا التقی الختانان میں عائشہ سے روایت ہے کہ جب ختنہ ختنے سے مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اور میں نے اور حضرتؐ نے ایسا ہی کرنے پر غسل کیا ہے۔ بخاری کتاب الصوم باب المباشرۃ للصائم میں عائشہ سے روایت ہے

کہ آنحضرتؐ بحالت صوم میرے بوسے لیتے اور مجھ سے مباشرت کرتے اور عضو مخصوص پر تم لوگوں سے زیادہ قادر تھے۔

بخاری کتاب الصوم باب متی یقضی قضاءِ رمضان میں ابی سلمہ سے منقول ہے کہ عائشہ ذکر کرتی ہیں کہ مجھ پر ماہ رمضان کے روزوں کی قضا باقی رہ جاتی۔ تو میں قضا پوری نہ کر سکتی تھی یحییٰ نے کہا کہ عائشہ یہاں تک ۱۱ آنحضرتؐ سے مشغول رہتی تھی۔ مطلب یہ کہ اتنی فرصت نہ ملتی کہ بیچاری سحری کھا سکے

نسائی جلد اول باب مباشرت الحائض صفحہ ۴۳ پر جمیع ابن عمیر سے منقول ہے کہ میں اپنی ماں اور خالہ کے ساتھ عائشہ کے پاس گیا۔ ان دونوں نے عائشہ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ اپنی حائضہ ازواج سے کیا عمل جائز رکھتے ہیں۔ عائشہ نے کہا کہ جب ہم میں سے کسی کو حیض آتا۔ تو آنحضرتؐ اس کو اچھا ازار پر باندھنے کا حکم دیتے اور پھر اس کے سینے اور چھاتیوں سے چمٹ جاتے۔

مسلم مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد اول کتاب الرضاع باب القسم بین الزوجات صفحہ ۴۷۳ پر ہے کہ ایک رات عائشہ کی باری تھی اور زینب بھی وہاں آگئی۔ حضرتؐ نے زینب کی طرف ہاتھ بڑھایا تو زینب اور عائشہ میں دنگہ و فساد برپا ہوا حتی کہ نماز فجر کا وقت آگیا (تہجد جاتی رہی) ابوبکرؓ آیا اور کہا یا حضرتؐ عورتوں کے منہ میں خاک ڈالو۔ اور نماز کے لئے باہر آؤ۔

نسائی جلد ثانی کتاب المباشرۃ النساء باب الغیرۃ صفحہ ۹۳ پر ہے کہ عائشہ کہتی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کے سر کو چھوا اور اپنا ہاتھ ان کے بالوں میں دوڑایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کیا تیرے پاس تیرا شیطان آیا۔ میں نے کہا آپ کے لئے شیطان نہیں حضرتؐ نے فرمایا۔ ہاں قسم خدا کی ہے۔ مگر خدا نے مجھے اس پر قابو دیا ہے۔ اور وہ (میرے لئے) مسلمان ہو گیا ہے۔

ابن ماجہ جلد اول باب فی الجنب یستدفی بامرأتہ قبل ان تغتسل میں عائشہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ غسل جنابت کے بعد میرے جسم کی گرمی لیا کرتے اور میں نے ابھی غسل نہ کیا ہوتا۔

استیعاب صفحہ ۵۹ اور اسد الغابہ جلد چہارم صفحہ ۴۲۱ پر ہے کہ عائشہ نے کہا کہ حضرت سلیمان فارسی آنحضرتؐ کی خدمت میں رات کو بیٹھے رہتے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ مجھ سے رسولؐ خدا کے بارے میں سبقت لیجاتے۔ استیعاب جلد دوم صفحہ ۵۵۷ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ خدا نے مجھ کو چار آدمیوں کی الفت کا حکم دیا اور وہ ان کو دوست رکھتا ہے یعنی علیؑ و ابوذرؓ و مقدادؓ و سلمانؓ۔ اگر دین ثریا کے پاس ہوتا تو سلمانؓ اس کو ضرور پا لیتا۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۹۵ پر سورہ حجرات آیہ نمبر ۱۲ ولا یغتب بعضکم بعضاً کی تفسیر

میں لکھا ہے کہ ابوبکر اور عمر دونوں نے سلمانؓ کی غیبت کی تو اس آیہ کا نزول ہوا۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۳۹۲ سطر ۱۹ پر سورہ عصر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن مردویہ نے بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ انسان سے مراد ابوجہل اور الذین امنوا سے مراد حضرت علیؑ اور سلمانؓ ہیں

سورۃ الکہف آیہ نمبر ۱۰۷ - ان الذین امنوا و عملوا الصالحات کانت لہم جنت الفردوس یہ سے مراد بقول معصومین سلمانؓ و ابوذرؓ و عمارؓ یاسرؓ و مقدادؓ ہیں۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۳۲۳ پر ہے کہ سورہ زمر آیہ نمبر ۱۷ والذین اجتنبوا الطاغوت کے بارے میں ابن جریر اور ابن حاتمؒ نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ مبارکہ اور اس سے بعد کی تین آیات زید بن عمرو بن نفیل اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی کے حق میں نازل ہوئی ہیں اور ابن مردویہ نے بروایت ابن عمر زید بن عمرو بن نفیل کی جگہ سعید بن زید کا نام لکھا ہے۔

استیعاب صفحہ ۵۶ پر ہے کہ سلمان و صہیب و بلال ایک جگہ بیٹھے تھے۔ کہ ادھر ابوسفیان کا گذر ہوا۔ ان تینوں نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا۔ کیا خدا کی تلوار نے اس دشمن خدا کی گردن پر قبضہ نہیں کیا ہے۔ ابوبکر نے کہا کہ تم لوگ ایسا کلمہ ایسے شخص کے حق میں کہتے ہو۔ جو قریش کا سردار اور شیخ ہے یہ کلمہ کہہ کر ابوبکر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اور تمام ماجرا سنایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ شاید تو نے ان تینوں کو ناراض کیا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو خدا کو تو نے غضبناک کیا۔

بخاری مطبوعہ مصر جلد سوم صفحہ ۱۳۰ اور تفسیر در منثور جلد ۶ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴۲ پر ہے کہ ابن عباس نے عمر سے پوچھا کہ وہ دو عورتیں جنہوں نے آنحضرتؐ پر تظاہر (ایک دوسرے کی مدد) کیا تھا۔ کون ہیں۔ عمر نے کہا عائشہ اور حفصہ ہیں۔ بعد ازاں لکھا ہے کہ عمر کی زوجہ نے عمر کو کہا کہ تو ہم کو اس طرح کے رد و بدل سے منع کرتا ہے۔ حالانکہ تیری بیٹی حفصہ رسول اللہ سے یہ سلوک کرتی ہے۔ کہ حضرتؐ کا تمام دن رنج میں گذر جاتا ہے۔ پس یہ سنکر عمر حفصہ کے پاس گیا۔ اور پوچھا کہ تو واقعی آنحضرتؐ کو رنجیدہ رکھتی ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ اس پر عمر نے کہا میں تم کو خدا اور رسولؐ کے غضب سے ڈراتا ہوں۔ دیکھنا یہ عورت (عائشہ) تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے۔ جسکے حسن و جمال نے آنحضرتؐ کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔

ابن ماجہ ابواب النکاح باب معاشرۃ النساء میں عروہ بن زبیر سے منقول ہے کہ عائشہ نے کہا کہ مجھے خبر ہوئی کہ یکایک (جناب) زینب بنت جحش میرے ہاں بے اجازت چلی آئیں۔ اور آنحضرتؐ سے کہا کہ ابوبکر کی لڑکی اگر اپنی کرتی الٹ دے تو آپ کے لئے کافی ہے

نسائی مترجمہ نواب وقار جنگ جلد ثانی باب الغیرۃ صفحہ ۱۳۰ پر محمد بن قیس سے روایت ہے۔ کہ عائشہ

نے کہا۔ کہ میری باری کی رات تھی کہ آنحضرتؐ مجھے سوتی سمجھ کر چپکے چپکے چوری سے دبے پاؤں اپنے باہر چلے گئے۔ عائشہ کو وہم ہوا کہ کسی دوسری زوجہ کے پاس جاتے ہیں۔ میں بھی اوڑھنی لے کر تعاقب میں روانہ ہوئی۔ جب آنحضرتؐ بقیع سے واپس ہونے لگے تو میں دوڑ کر پہلے واپس آگئی۔ آنحضرتؐ نے میرا پھولا ہوا سانس دیکھ کر کہا۔ شاید تو سمجھی کہ اللہ اور رسولؐ تجھ پر ظلم کریں گے۔ میں نے کہا مجھ کو اللہ نے بتا دیا۔ فرمایا۔ جبرئیل میرے پاس آیا اور تیرے پاس نہ آیا کیونکہ تو ننگی تھی۔

بخاری جلد سوئم ص۱۴۳ پر ہے کہ عمرؓ نے اپنی بیٹی حفصہ سے کہا کہ دیکھو کہیں تم کو عائشہ دھوکہ نہ دے جس کے حسن سے رسولؐ اللہ فریفتہ ہو رہے ہیں۔

بخاری ص۷۹۴ پر ہے کہ آنحضرتؐ ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں جونیہ لائی گئی۔ حضرتؐ نے اس سے فرمایا تو اپنی جان ہم کو ہبہ کر دے۔ اس نے جواب دیا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ عورت ملکہ ہو وہ اپنی جان ایک بازاری مرد کو ہبہ کر دے۔ تب آنحضرتؐ نے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا: اعوذ باللہ منک۔ بخاری جلد دوم ص۳۸۹ پر ہے کہ لوگوں نے عائشہ سے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام آنحضرتؐ کے وصی تھے عائشہ نے کہا۔ آنحضرتؐ نے کب انکو وصی کیا۔ حالانکہ میں خود حضرتؐ کو اپنے سینے کے ساتھ لگائے ہوئے تھی۔ اور جب آنحضرتؐ نے طشت منگا۔ حضرت میری گود میں جھکے ہو گئے تھے پس مجھ کو معلوم ہوا۔ کہ حضرتؐ نے وفات پائی پھر وصیت کب کی۔

تطہیر الجنان علامہ ابن حجر برحاشیہ صواعق محرقہ میں ہے کہ جنگ جمل میں عمارؓ نے عائشہ سے پوچھا۔ کیا کبھی رسولؐ اللہ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا وصی مقرر نہیں کیا تھا۔ عائشہ نے کہا۔ ہاں کیا تھا۔ پھر حضرت علیؑ علیہ السلام نے بھی سوال کیا تو کہا۔ ہاں کیا تھا اس پر عمارؓ اور حضرت علی علیہ السلام نے کہا کہ پھر جنگ کیوں کرتی ہو۔ کہا خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے۔

صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۵۹ پر ہے کہ عمرؓ نے کہا کہ خدا نے میری تین باتوں میں میری موافقت کی مقام ابراہیم کو مقام نماز بنایا۔ ازواج نبیؐ کو پردہ کا حکم دیا اور نبیؐ کو عائشہ اور حفصہ طلاق دے دینے کی اجازت نہ دی۔

اسد الغابہ جلد دوم ص۲۹۶ پر ہے کہ عائشہ نے کہا کہ میں غزوہ خندق میں لوگوں کے نشان قدم دیکھتی جا رہی تھی۔ کہ میرے پیچھے سے پاؤں کی آہٹ ہوئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ سعد بن معاذ تھا پس میں وہاں ہی بیٹھ گئی۔ مسند احمد حنبل ص۱۴۱ پر ہے کہ جب سعد بن معاذ چلا گیا تو عائشہ کہتی ہے میں باغ میں چلی گئی۔ وہاں چند مسلمان بھی تھے جن میں عمر بن خطاب بھی تھا جو جنگ سے بھاگ کر یہاں

چھپے ہوئے تھے) عمر نے مجھ سے کہا۔ تو یہاں کیوں آئی ہے (بلا اجازت رسولؐ) خدا کی قسم تو بڑی بہادر ہے۔ اور تجھ کو کیا اطمینان ہے کہ تجھ پر کوئی بلا نازل ہو۔ اور ہم بھی یہاں سے سمٹ کر بھاگ کر کہیں چلے جائیں۔

مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی میں بروایت عروہ لکھا ہے کہ عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علی سے لڑا وہ کافر اور جہنمی ہے۔ مگر میں اس حدیث کو جمل کے دن بھول گئی تھی۔ البتہ بصرہ میں یاد آگئی تھی۔ اس لئے رب سے طلب مغفرت مانگا کرتی ہوں۔ لیکن امید نہیں کہ دعا قبول ہو۔

کتاب فخری ابن طقطقی صـ۸۸ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ عائشہ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف آرہی تھی) لوگوں سے عثمان کا حال پوچھا انہوں نے جواب دیا۔ وہ قتل ہو گیا ہے۔ پوچھا۔ قتل عثمان کے بعد کیا ہوا۔ کہا لوگوں نے علیؑ کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ تب عائشہ نے کہا۔ کاش آسمان زمین پر گر پڑے۔ اگر علی خلیفہ ہو جائیں۔ یعنی اگر علیؑ نے ہی خلیفہ ہونا تھا تو بہتر تھا کہ میں مر گئی ہوتی۔ پھر طلحہ سے ملے عائشہ نے طلحہ اور زبیر سے مشورہ کیا اور متفق ہو گئے کہ قتل عثمان کے قصاص پر علیؑ سے جنگ کریں اور کبھی راضی نہ ہوں۔

ملل والنحل مطبوعہ مصر صـ۱۱۵ پر ہے کہ ہر وہ شخص جو اس امام پر خروج کرے۔ جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو۔ خارجی کہلاتا ہے۔

وفاء الوفا معجم کبیر طبرانی صـ۳۸ پر بروایت ابو المظفر رشید اور کتاب مناقب ابن شہر حصہ سوم صـ۲۰۴ پر لکھا ہے کہ ہم نے بہت سے علماء سے دریافت کیا۔ کہ آنحضرتؐ کی قبر کیوں اس قدر پوشیدہ کر دی گئی ہے کہ کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ (سیلنگ) دیوار بنا دی گئی ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں۔ تو بعض علماء نے جواب دیا کہ جب امام حسنؑ نے وفات پائی اور وصیت کی کہ ہمارا جنازہ قبر رسولؐ پر لیجاؤ اور ہم کو پہلوئے رسولؐ میں دفن کرو۔ اگر وہاں ہمارے اعداء ہم کو دفن نہ ہونے دیں۔ تب جنت البقیع میں دفن کر دو چنانچہ جب امام حسینؑ علیہ السلام نے اس وصیت کے مطابق کرنا چاہا۔ تو لوگوں نے سمجھا (عائشہ نے م (حضرت) نعش کو یہاں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر سیدہ عائشہ اور اسکی پارٹی مانع ہو گئے۔ اور آمادہ قتال ہو گئے۔ اسلئے عبد الملک نے یا کسی اور نے قبر رسولؐ کو چھپا دیا اور بند کر دیا۔

جذب القلوب صـ۴۲ پر ہے کہ امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو وصیت کی تھی کہ مجھ کو پہلوئے رسولؐ میں دفن کرنا۔ اور اگر یہ لوگ مانع ہوں تو جنت البقیع میں ہی دفن کر دینا۔

روض المناظر علامہ قاضی القضاۃ محب الدین ابو الولید صـ۳۳ بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ میں ہے کہ

امام حسن علیہ السلام نے وصیت کی تھی۔ کہ مجھ کو پہلوئے رسول میں دفن کیا جاوے۔ مگر عائشہ اس سے مانع ہوئی۔

جذب القلوب صفحہ پر ہے کہ عائشہ نے امام حسن علیہ السلام کو پہلوئے رسولؐ میں دفن نہ ہونے دیا، مگر چاہا کہ عبدالرحمان بن عوف روضہ رسولؐ میں دفن کیا جائے مگر ایسا نہ ہو سکا،

ایک شاعر لکھتا ہے۔ عائشہ تو خچر پر بھی سوار ہوئی (جب نعش امام حسن علیہ السلام پر تیر باران کی گئی) اور شتر پر (در جنگ جمل) بھی سوار ہوئی۔ اور اگر زندہ رہتی تو ہاتھی پر سوار ہوتی۔ نیز اسے تو آٹھویں میں سے نواں حصہ ملا تھا۔ مگر اس نے کل مال پر طمع کیا۔

جذب القلوب شیخ عبدالحق محدث صفحہ پر ہے کہ جب عبدالرحمان بن عوف کا وقت رحلت قریب آیا تو عائشہ نے اس کو کہلا بھیجا۔ کہ تم کو بھی روضہ رسول اللہ میں تمہارے دو بھائیوں ابوبکر اور عمر کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔ عبدالرحمان بن عوف نے جواب میں کہا کہ میں تجھ پر گھر کو تنگ کرنا نہیں چاہتا۔ میرا اور عثمان بن مطعون کا آپس میں عہد تھا کہ ہم میں سے جو کوئی مرے۔ ایک دوسرے پاس دفن کیا جاوے۔ روضۃ المناظر قاضی القضاۃ محب الدین ابو ولید حنفی حلبی کتاب مختصر اخبار البشر۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام کی نعش اطہر کو بموجب آپکی وصیت کے روضہ رسول اللہ میں لے گئے۔ تو عائشہ خچر پر سوار ہو کر آئی اور اس امر سے مانع ہوئی۔ اور باہم جھگڑا پیدا ہو کر تیر اندازی کی نوبت پہنچی۔ اور چند تیر نعش اطہر میں پیوست ہو گئے۔ تب امام حسین علیہ السلام نے نعش کو اٹھایا۔ اور جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

المعلم ترجمہ مسلم جلد اول صفحہ ۔ اور بخاری جلد اول پارہ دوئم کتاب الحیض باب من سمی النفاس حیض میں ہے کہ آنحضرت عائشہ سے بحالت حیض مباشرت کرتے۔ بخاری پارہ دوئم باب مباشرت الحیض میں ہے کہ آنحضرت اور عائشہ جنب ہوتے تو ایک برتن میں غسل کرتے۔ یہی روایت بخاری پارہ دوئم باب غسل الرجل معہ المرأتہ تسہیل القاری صفحہ پر مرقوم ہے۔

المعلم ترجمہ مسلم کتاب الحائض مطبوعہ صدیقی پریس لاہور صفحہ اور بخاری جلد اول کتاب الحیض میں ہے کہ آنحضرتؐ اپنی ازواج سے بحالت حیض مباشرت کرتے۔

بخاری جلد اول صفحہ ۴۴ مطبوعہ مصر میں ہے کہ آنحضرتؐ عائشہ سے بحالت حیض مباشرت کرتے اور جب وہ اعتکاف سے ہوتے اور میں حائضہ ہوتی تو میرا سر دھوتے۔

ربیع الابرار جاراللہ زمخشری میں جنگ جمل کا واقعہ مذکور ہے جس سے ناظرین کا دین بھی کے لئے

نتائج اخذ کر کے لکھتا ہوں۔ پہلا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائشہ کو کھلے لفظوں میں کہا تھا کہ اے حمیرا تو وہ نہ ہو کہ میری ازواج میں سے ہو کر علیؑ کے خلاف ہو کر خروج کرے۔ اور علیؑ کے خلاف خروج کرنا خدا اور رسولؐ کے خلاف خروج کرنا ہے۔ دوسرا یہ کہ عائشہ نے بصرہ میں مسلمانوں کا بیت المال لٹوایا۔ دیکھو تذکرہ خواص الائمہ سبط ابن جوزی باب چہارم۔ تیسرا یہ کہ آیہ قرآنی وقرن فی بیوتکن کے خلاف عائشہ نے عمل کیا۔ چوتھا یہ کہ عثمان بن حنیف صحابی کی داڑھی اور مونچھیں اور آنکھوں کی پلکیں اور بھویں اور سر کے بال نوچ ڈالے گئے۔ دیکھو تذکرہ خواص الائمہ باب چہارم۔ پانچواں یہ کہ ہزارہا مسلمانوں کی خونریزی ہوئی۔ دیکھو تاریخ طبری و تاریخ کامل و تاریخ ابو الفداء۔

خداوند عالم سورہ تحریم کے آغاز میں فرماتا ہے کہ اے رسولؐ جو چیز خدا نے تمہارے لئے حلال کی ہے تم اس سے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے کیوں کنارہ کشی کرتے ہو۔ خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ کیونکہ خدا نے تم لوگوں کے لئے قسموں کے توڑ ڈالنے کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔ اور خدا ہی تمہارا کارساز اور وہی واقف کار اور حکمت والا ہے۔ اور جب پیغمبرؐ نے اپنی بعض بی بی (حفصہ) سے چپکے سے کوئی بات کہی۔ پھر جب اس نے (باوجود ممانعت) اس بات کی (عائشہ کو) خبر دیدی۔ اور خدا نے اس امر کو ظاہر کر دیا تو رسولؐ نے (عائشہ کو) بعض بات جتا دی۔ اور بعض بات ٹال دی۔ غرض جب رسولؐ نے (حفصہ کے افشائے راز کی) اس (عائشہ) کو خبر دیدی۔ تو (عائشہ حیرت سے) بول اٹھی کہ آپ کو اس بات (افشائے راز) کی کس نے خبر دی۔ تب رسولؐ نے کہا کہ مجھ کو بڑے واقف کار اور خبردار (خدا) نے بتا دیا۔ پس اے حفصہ اور عائشہ اگر تم دونوں (اس حرکت سے) توبہ کرو تو (خیر) کیونکہ تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہیں اور اگر تم دونوں رسولؐ کی مخالفت میں ایک دوسرے کی اعانت کرتی رہو گی تو (کچھ پرواہ) نہیں کیونکہ خدا اور جبرئیل اور تمام مومنوں میں ایک شخص (علیؑ) رسولؐ کے مددگار ہیں اور ان کے علاوہ تمام فرشتگان مددگار ہیں۔ اگر رسولؐ تم دونوں (عائشہ اور حفصہ) کو طلاق دیدے تو عنقریب ہی اس (رسولؐ) کا پروردگار تمہارے بدلے اسکو تم سے اچھی بیبیاں عطا کرے۔ جو فرمانبردار ایماندار (خدا اور رسولؐ کی مطیع) گناہوں سے توبہ کرنیوالی۔ عبادت گذار۔ روزہ دار۔ بیاہی ہوئی اور بن بیاہی ہوئی ہوں۔

سورہ تحریم کے ایہ نمبر ۱۰ میں فرماتا ہے کہ خدا نے کافروں کو عبرت کے لئے نوح کی بی بی (واعلہ) اور لوط کی بی بی (واہلہ) کی مثال بیان کی ہے کہ یہ دونوں عورتیں ہمارے نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ اور جب دونوں نے اپنے شوہروں سے دغا کی تو ان کے شوہر خدا کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام نہ آئے اور ان دونوں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اور جانیوالے کے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ۔ مفسر اقبال اور صاحب

کشاف لکھتے ہیں کہ خدا نے قرآن پاک میں عائشہ اور حفصہ کو نوحؑ اور لوطؑ کی ازواج سے تشبیہ دی ہے۔ سورہ الحجرات آیۃ نمبر ۱۱ میں ہے کہ اے ایمان والو تم میں کسی قوم کا مرد دوسری قوم کے مردوں سے تمسخر نہ اڑائے۔ ممکن ہے کہ وہ لوگ خدا کے نزدیک ان سے اچھے ہوں۔ اور نہ عورتیں (عائشہ اور حفصہ) عورتوں (صفیہ زوجہ رسولؐ) سے تمسخر کریں کیا عجب ہے کہ وہ (صفیہ) ان (عائشہ اور حفصہ) سے بہتر ہو۔

ماہ رمضان ۷ھ میں قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت نے جس کا نام ام شریک بنت جابر تھا آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں اپنا نفس حضورؐ کو ہبہ کرتی ہوں۔ عائشہ نے حسد کیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے عائشہ یہ عورت تجھ سے بہتر ہے۔ اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ سورہ احزاب کی آیہ نمبر ۵۰ کہ اے رسولؐ میں نے تیرے لئے ہر ایماندار عورت حلال کر دی ہے خواہ وہ اپنے آپ کو بغیر مہر تجھ کو دیدے اور تو بھی اس سے نکاح کرنا چاہے۔

ایک دفعہ عالمگیر اورنگ زیب بادشاہ نے دربار عام میں کہا کہ عائشہ کو حضرت فاطمہ پر حدیث کی رو سے تو فضیلت حاصل ہے مگر قرآن کی کوئی آیت اس مطلب کی نظر نہیں آتی۔ نعمت خاں عالی موجود تھے۔ فرمایا جہاں پناہ۔ ایسی آیت قرآن میں موجود ہے۔ فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین یعنی اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنیوالوں کو گھر بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے۔ نیز جسطرح آنحضرتؐ نے جنگ حنین میں مشت خاک اٹھا کر کفار کی طرف پھینکتے وقت فرمایا تھا شاھت الوجوہ یعنی بدنما ہو جائیں تمہاری صورتیں۔ اسی طرح عائشہ نے جنگ جمل میں مشت خاک اٹھائی اور لشکر علیؑ کی طرف پھینک کر کہا شاہت الوجوہ۔ امام واقدی لکھتا ہے کہ اہل عرب کی جہالت ملاحظہ ہو کہ عائشہ کا اونٹ جنگ جمل کی تیاری پر مدینہ سے نکلا تو تمام راستہ میں مسلمانوں نے اس اونٹ کا گوبر اور پیشاب زمین پر نہیں گرنے دیا۔ اور اس کو طاہر اور مطہر خیال کیا۔ نیز ایک شخص مسمی ابوبکرہ لشکر عائشہ سے نکل کر لشکر علیؑ میں آ ملا اور کہا اس کلمہ کی ہدایت ہوئی ہے۔ لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ۔ یعنی نہیں بہتری پائے گی وہ قوم جس نے عورت کو صاحب اختیار بنایا۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ عائشہ کی وفات کے وقت عبداللہ بن زبیر آپ کے پاس آیا تو عائشہ نے کہا کہ عبداللہ بن عباس نے میری تعریف کی تھی۔ مگر مجھے پسند نہیں کہ آج کوئی شخص میری تعریف کرے۔ کاش کہ میں درخت ہوتی اور مجھے کاٹتے اور کاش میں مٹی کا ڈھیلہ ہوتی اور کاش کہ میں ایسی ہوتی کہ مجھے کوئی (سوائے شیعہ) یاد نہ کرتا۔ اور کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتی۔

ربیع الابرار جار اللہ زمخشری میں ہے کہ عائشہ نے اپنی نزع کے وقت فریاد اور بیتابی کی لوگوں نے

اس جزع فزع کا باعث پوچھا تو جواب دیا کہ جنگ جمل کا دن میرے گلے کو گھونٹ رہا ہے۔ ناظرین عائشہ کا جزع فزع کرنا فرضی روایات ہیں کیونکہ وہ تو معاویہ کے صحن میں زندہ دفن کر دی گئی تھی جلیب السیر جلد اول جزو سوم صفحہ ۵۰ ربیع الابرار۔ کتاب الاوائل سیوطی۔ تاریخ اسلام اوکلی۔ تاریخ حافظ۔ کمال السفینہ وغیرہ میں ہے کہ معاویہ نے عائشہ کو دعوت کے بہانہ سے اپنے گھر میں بلایا جس کے صحن میں اس نے ایک گڑھا کھدوا کر گھاس پھوس سے ڈھانپ کر اس کے اوپر ایک آبنوس کی کرسی رکھ دی تھی۔ جونہی کہ عائشہ کرسی کی طرف بڑھی۔ اس گڑھے میں گر پڑی معاویہ نے فوراً گڑھے کو مٹی اور چونے سے بھر دیا۔ اور اس طرح عائشہ جان بحق ہو گئی

نسائی جلد ثانی کتاب عشرۃ النساء مترجمہ نواب وقار نواز جنگ میں انس بن مالک سے روایت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے دنیا کی چیزوں میں سے عورت ند عائشہ اور خوشبو سے بہت رغبت ہے۔

بخاری کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا میں ہے۔ کہ عمر نے کہا۔ یا رسول اللہ غور فرمائیے میں تو حفصہ کے پاس پہلے ہی گیا تھا۔ اور کہا تھا کہ دیکھ تو اس گوری چٹی پڑوسن سے قریب نہ کھانا تو۔ کیونکہ آنحضرتؐ اسے بہت چاہتے ہیں۔ اس پر آنحضرتؐ کو دو دفعہ خوب زور سے ہنسی آئی۔ نسائی مترجمہ نواب وقار نواز جنگ جلد ثانی صفحہ ۴۳ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ نے زدق ہو کر تمام ازواج کو طلاق دے لینے کا اختیار دیا۔ تو عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ خطاب سب سے پہلے مجھ سے ہی کیا تھا۔ ابن ماجہ جلد ثانی باب الطلاق صفحہ ۹ پر ہے کہ عمر نے کہا کہ حفصہ کو آنحضرتؐ نے طلاق دے دی۔ مگر پھر رجوع کر لیا۔

بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ترجی من تشاء میں عائشہ سے منقول ہے کہ میں ان عورتوں سے کڑھتی تھی جو اپنا نفس آنحضرتؐ کو ہبہ کر دیتی تھیں اور خیال کرتی کہ کونسی بات ہے کہ عورت اپنا نفس مرد کو ہبہ کر دے لیکن جب سورہ احزاب آیہ ترجی من تشاء منہن و تؤوی الیک من تشاء کا نزول ہوا۔ تو میں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ جیسی آپ کی خواہش ہوتی ہے۔ ویسی آیت خدا نازل کر دیتا ہے۔ بخاری باب النکاح باب ھل للمرأۃ ان تھب نفسہا لاحد میں عروہ بن ہشام سے روایت ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں تھی جنہوں نے اپنا نفس رسول اللہ کو ہبہ کر رکھا تھا۔ عائشہ کہتی ہے کہ میں نے خولہ سے کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ اپنا نفس مرد کو ہبہ کر دیا ہے پھر جب یہ آیہ ترجی من تشاء کا نزول ہوا تو میں نے کہا۔ یا حضرتؐ خدا کس قدر جلدی آپ کی خواہش کے مطابق حکم نازل کرتا ہے

بخاری کتاب النکاح باب ما یتقی من شؤم المرأۃ عن اسامہ میں زید سے روایت ہے کہ

آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر کوئی نقصان رساں چیز نہیں چھوڑی۔

ابن ماجہ مطبوعہ دہلی جلد دوئم ابواب النکاح باب صداق النساء صفحہ ۱۳۶ پر عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ کی ازواج میں سے ہر ایک کا مہر پانچسو دینار (دو ہزار یا پانچسو روپیہ) تھا۔ بعض کتب میں یوں ہے۔ کہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا چار سو دینار یعنی دو ہزار روپیہ تھا۔ لیکن اسی ابن ماجہ کے اسی باب اور صفحہ ۱۳۶ پر ہے کہ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے عائشہ سے نکاح کیا۔ تو خانگی اسباب کے معاوضہ میں کیا۔ جس کی قیمت صرف پچاس درہم یعنی بارہ تیرہ روپیہ تھی۔ ناظرین۔ اس امر سے پایا جاتا ہے کہ عائشہ سے نکاح متعہ ہوا تھا جس پر کچھ مزید روشنی ڈالتا ہوں۔

(۱) آنحضرتؐ نے ہر ایک نکاح پر رسم ولیمہ ادا کی ہے۔ مگر عائشہ کے نکاح پر ولیمہ نہیں دیا گیا نہ یوم نکاح میں۔ نہ روز زفاف اور نہ بعد از زفاف۔ مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جلد دوئم صفحہ ۸۹ پر عائشہ سے منقول ہے۔ کہ گھر کے لوگ باہر گئے اور آنحضرتؐ نے مجھ سے زفاف کیا اور کوئی اونٹ یا بکری ذبح نہ کی گئی۔ اور شادی کا کھانا جس کو ولیمہ کہتے ہیں کوئی نہ تھا صرف ایک پیالہ دودھ کا تھا۔ اور وہ بھی سعد بن عبادہ کے گھر سے آیا تھا۔ اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ میں عائشہ کے زفاف میں موجود تھی۔ خدا کی قسم اس دن کسی قسم کا ولیمہ نہیں کیا گیا۔ سوائے ایک پیالہ دودھ کے جس میں سے کچھ آنحضرتؐ نے پیا اور باقی عائشہ کو دے دیا گیا۔

(ب) آنحضرتؐ نے عائشہ کو حکم دیا اور وہ انس کی ماں ام سلیم کے ساتھ اپنی پیٹھ پر مشکیں لاد لاد کر لاتی اور جنگ احد میں مہاجرین اور انصار کو پانی پلاتی۔ اس کام سے واضح ہے کہ عورت کے لئے کوئی شبہ ہو سکتا۔ اور یہ برتاؤ منکوحہ سے نہیں ہو سکتا۔ ممتوعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ النساء)

(ج) مروج الذہب علامہ مسعودی جزو ثانی مطبوعہ مصر ذکر معاویہ بن یزید بن معاویہ ابن ابوسفیان صفحہ ۸۰ پر ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے خطبہ میں کہا۔ کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ حلت متعہ کے فتوے دیتے ہیں اور حواری رسولؐ زبیر اور عائشہ کی تنقیص کرتے ہیں۔ پس اگر زبیر کا متعہ سے پیدا ہونا ثابت ہو جائے تو عائشہ کا آنحضرتؐ کی ممتوعہ ہونا بھی ضمناً ثابت ہو گیا۔ کیونکہ دونوں پر ایک ہی الزام ہے۔

(د) شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۴۹۰ بحوالہ تاریخ طبری لکھا ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر کو عبداللہ ابن عباس نے طعنہ دیا۔ تو وہ ہتھیار لے کر اپنی ماں کے پاس گیا اور کہا تو مجھے عوسجہ کی دو چادروں والا معاملہ صحیح بتا دے ورنہ تجھے ابھی قتل کرتا ہوں۔ اسماء نے جواب دیا کہ ایک دن ایک شخص عوسجہ نے دو چادریں آنحضرتؐ کو بطور نذر دیں۔ اور آنحضرتؐ نے وہی دونوں چادریں زبیر کو عطا کر دیں۔ زبیر نے

ان دونوں چادروں کے عوض اس نے مجھ سے متعہ کیا۔ اور میں حاملہ ہوئی۔ جس سے تو پیدا ہوا۔

(د) زبیر نے اسماء سے صرف دو چادروں پر متعہ کیا۔ جن کی قیمت بارہ تیرہ روپیہ تھی۔ اور آنحضرتؐ نے بھی عائشہ کا مہر بارہ تیرہ روپیہ مقرر کیا تھا۔ پس یہ دونوں نکاح متعہ کے نکاح تھے۔

عائشہ نے آنحضرتؐ کو زہر سے شہید کیا۔ اس امر کے ثبوت ملاحظہ کریں۔

(ا) ابوبکر و عمر وغیرہ نے جنگ تبوک کی واپسی کے وقت اور موضع غدیر پر آنحضرتؐ کو شہید کر دینے کا مصمم ارادہ کیا اور ارادہ کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ مگر راز فاش ہو جانے پر ایسا نہ کر سکے۔ پس ان کی بیٹیوں سے زہر خورانی عین قرین قیاس ہے۔

(ب) طلاق ایک ایسا امر ہے جو بداہت سے ثابت کرتا ہے کہ خداوند کی ناراضگی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ جو لاعلاج ہے۔ اسی لئے خداوند عالم نے آنحضرتؐ کو عائشہ اور حفصہ کو طلاق دے دینے پر اختیار عطا فرمایا۔ آنحضرتؐ کا حفصہ کو طلاق دے دینا اور عائشہ کو طلاق دے دینے کا ارادہ بدیہی امر ہے۔ ایک کریلا اور پھر نیم چڑھا۔ یہ دونوں عورتیں پہلے ہی جبلی طور پر عیار، کینہ ور اور ٹیڑھے دل والی تھیں۔ اس پر ابوبکر اور عمر ان کی پیٹھ ٹھونکنے کو ہر وقت تیار تھے۔ اس لئے زہر خورانی اغلب ہے۔

(ج) آنحضرتؐ نے اپنے اہلبیت کا شان اور مرتبہ ظاہر کرنے میں قول اور فعل سے جو جو امور کئے وہ کافی تھے کہ عائشہ اور حفصہ آنحضرتؐ کو زہر دے دیں۔

(د) مشکوٰۃ الانوار تسہیل مشارق الانوار باب الثالث ص۵ بحوالہ بخاری بروایت عائشہ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا اے عائشہ میں ہر وقت اس کھانے کی تکلیف محسوس کرتا رہتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اب تو اس زہر سے میری رگ جان ٹوٹتی نظر آتی ہے۔

(ہ) بخاری مطبوعہ مصر جزو ثالث کتاب الطب باب اللدود میں ابن عباس اور عائشہ دونوں سے روایت ہے کہ عائشہ نے کہا۔ کہ جب میں نے آنحضرتؐ کے منہ میں دوائی ڈالی۔ اور حضرتؐ دوائی نہ پلانے کا اشارہ کرتے رہے۔ ہم یہ سمجھے کہ جیسے ہر مریض کو دوا سے کراہت ہوا کرتی ہے ویسے ہی آنحضرتؐ بھی اظہار کراہت کر رہے ہیں۔ مگر جب حضرتؐ کو ہوش آیا۔ تو ہم سے فرمایا۔ کیا میں نے تم کو دوا نہ پلانے کا اشارہ نہ کیا تھا۔ ہم نے جواب دیا۔ ہم نے اس اشارے کو عام مریضوں کی طرح دوا سے نفرت پر محمول کیا۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جس قدر اشخاص گھر میں موجود ہیں ان سب کے منہ میں (بھی) دوائی ڈال دو [illegible] وہ کس طرح بچ سکتے ہیں۔ مگر عباس کو یہ دوا نہ دینا جو اس وقت موجود نہ تھے۔

(و) محرم کو ابوبکر کے گھر میں ایک عہد نامہ لکھا گیا۔ جس میں ثلاثہ وغیرہ شامل تھے اور [illegible]

عہد نامہ کی عائشہ اور حفصہ کو ضرور اطلاع تھی (یہ عہد نامہ حالات ابوبکر میں ملاحظہ کریں) اسلئے اب آنحضرتؐ کو زہر دینے میں سراسر فائدہ تھا۔ اور ابوبکر و عمر کی عین منشا کے مطابق تھا

زاد المعاد ابن القیم جلد اول ص۱۹۳ پر ہے کہ اہل تحقیق کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا آنحضرتؐ نے خیبر کے دن کھانا زہر سے ملا ہو گوشت کھایا تھا یا کہ نہیں۔ مدارج النبوۃ ص۳۹ پر ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ایک ٹکڑے کو اٹھا کر گلے دانتوں کے نیچے دیا یا۔ لیکن فوراً نکال کر پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ یہ گوشت مجھ کو خبر دے رہا ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ یعنی یہ بھنا ہوا دست بزغالہ قدرت خدا سے گویا ہوا کہ میں زہر آمیختہ ہوں مجھ کو نہ کھائیے۔ امام زہری کہتا ہے کہ دست بزغالہ گویا ہوا۔ تو مرحب یہودی کی بھتیجی مسمات زینب بنت حارث جس نے یہ کھانا مسموم کیا تھا۔ مسلمان ہو گئی۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ وفات اس مسموم کھانے کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس دوائی کی وجہ سے ہوئی جو عائشہ نے آنحضرتؐ کو دی تھی۔ بخاری میں بروایت عائشہ لکھا ہے۔ کہ میرا ہار مقام بیدا میں گر گیا۔ اور ہم مدینہ میں داخل ہونے والے تھے پس آنحضرتؐ نے سواری کو بٹھایا اور نیچے اترے پھر آنحضرتؐ اپنا سر میری گود میں رکھ کر سو گئے۔ ابوبکر آیا۔ تو مجھے شدت سے لاتیں ماریں۔ اور کہا۔ لوگ ہار کے بارہ میں رک گئے ہیں۔ عائشہ کہتی ہے کہ گویا مجھے اس وقت رسول اللہ کے مکان میں موت آگئی اور تحقیق مجھے درد شدید ہوا۔

بخاری جلد دوم ص۳۸۲ پر ہے۔ عائشہ کہتی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا اور آنحضرتؐ اور میں دونوں حبشیوں کو دیکھتے رہے۔ جبکہ وہ مسجد میں لہو ولعب میں مشغول تھے۔ عمر نے حبشیوں کو ڈانٹا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے بنی ارفدہ۔ تم عمر کے ڈانٹنے پر نہ جاؤ۔ بلکہ دستور اپنے کام میں مشغول رہو

المعات ترجمہ مسلم جلد دوم ص۳۸۶ پر بروایت ابوہریرہ لکھا ہے۔ کہ حبشی آنحضرتؐ کے پاس تیروں سے کھیلتے تھے۔ عمر وہاں آ پہنچا اور حبشیوں کے مارنے کو کنکر اٹھانے کو جھکا۔ آنحضرتؐ نے عمر کو منع فرمایا۔ دعہم یا عمر۔ وہ حبشی جن کو عمر نے کنکر مارنا چاہا تھا۔ مسجد میں تھے۔ آنحضرتؐ کے گال پر عائشہ کا گال رکھا ہوا تھا۔ اور عائشہ ان حبشیوں کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔

بخاری پارہ یازدہم باب الحراب فی المسجد اور مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء اور ترمذی جلد دوم باب مناقب عمرؓ ص۲۲ اور نسائی کتاب العیدین باب اللعب فی المسجد یوم العید و نظر النساء ص۲۳۶ میں آنحضرتؐ کی گال پر عائشہ کا گال رکھ کر حبشیوں کا ناچ دیکھنا تفصیل سے درج ہے۔ اور یہ بھی ترمذی میں لکھا ہے کہ جب عمر کے آنے پر تمام لوگ بھاگ گئے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں جنی اور انسی شیطانوں کو عمر سے بھاگتے دیکھتا ہوں۔

بخاری ش۱۹۵ پر ہے۔ کہ آنحضرتؐ عائشہؓ کو حبشیوں کا ناچ دکھلاتے تھے۔ یہاں تک کہ خود عائشہؓ ہی تھک جاتی تھی۔

مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ کہ عائشہ کہتی ہے کہ میرے پاس دو لڑکیاں گا بجا رہی تھیں اس وقت ابوبکر آیا اور مجھے جھڑکا اور کہا کہ شیطان کی تان اور آنحضرتؐ کے پاس۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اے ابوبکر ان کو گانے دو۔

بخاری کتاب المناقب پارہ پندرہ احمدی پریس لاہور ۵۲۸ پر ہے کہ عائشہ کے پاس دو لڑکیاں گا رہی تھیں۔ ابوبکر نے دوبارہ کہا۔ کہ آنحضرتؐ کے سامنے یہ شیطانی گانا بجانا کیوں ہوتا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ان کو گانے دو۔ ہر قوم کے لئے خوشی کا دن ہوتا ہے۔ اور یہ دن (عید الفطر یا عید الضحیٰ) ہماری خوشی کا دن ہے۔

بخاری کتاب المناقب قصۃ الحبش باب جود عنوان احمدی پریس لاہور ۵۳۸ پر ہے۔ کہ انصار کی دو لڑکیاں منیٰ کے دن گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں۔ اور آنحضرتؐ اپنا کپڑا اوڑھے ہوئے پڑے تھے۔ ابوبکر نے ان لڑکیوں کو جھڑکا تو آنحضرتؐ نے منہ سے چادر ہٹائی۔ اور فرمایا اے ابوبکر ان کو گانے دو۔ حاشیہ بخاری مترجم کتاب المناقب پارہ پندرہ عنوان احمدی پریس لاہور ۵۳۲ پر ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوقت ہجرت مدینہ کے قریب پہنچے تو بنی بخار کی لڑکیاں دف بجاتی اور گاتی ہوئی نکلیں۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے۔

غزالی کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر گانے کے ساتھ طبل اور نفیری اور تال سر بھی زیادہ کر دیئے جائیں تو تاثیر زیادہ ہوگی۔ اور یہ امر جائز ہے۔

رسالہ امام شوکانی فرح الاسماع۔ شیخ محمد بن احمد مغربی۔ بوارق الاسماع فی تکفیر من یحرم السماع۔ شیخ احمد غزالی۔ رسالہ ابی الروح میں گانے کے متعلق روایات ذیل لکھی ہیں۔ کہ عمر بن خطاب۔ عثمان بن عفان ابو عبیدہ جراح۔ سعد بن ابی وقاص۔ عبدالرحمان بن عوف۔ ابو مسعود۔ بلال۔ عبداللہ بن ارقم۔ اسامہ بن زید عبداللہ بن عمر۔ براء بن مالک۔ حسان بن ثابت۔ مغیرہ بن شعبہ۔ ضمرہ۔ عبداللہ بن جعفر۔ قرظہ بن کعب۔ خوات بن جبیر۔ ربیع بنت معوذ۔ عائشہ بنت ابوبکر وغیرہ گانا سنتے اور خود گایا کرتے۔ پھر لکھا ہے کہ تابعین بھی گانا سنتے اور اس کے جواز کا فتویٰ دیتے۔ مثلاً سعید بن مسیب۔ سالم بن عبداللہ بن عمر۔ خارجہ بن زید قاضی شریح۔ سعید بن جبیر۔ عامر شعبی۔ عبداللہ بن ابی عتیق۔ عطا بن ابی رباح۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز وغیرہ۔ ائمہ۔ امام شافعی۔ امام ابوحنیفہ۔ امام احمد حنبل۔ ابن جریج عنبری۔ سفیان بن عیینہ۔ قاضی ابو الطیب

ابوبکر بن مجاہد۔ ابو منصور بغدادی۔ ابو القاسم قشیری۔ دارکی۔ حلیمی۔ امام الحرمین۔ محلی۔ ماوردی۔ رویانی وغیرہ تمام علمائے اہلسنت نے حلت غنا کا فتویٰ دیا ہے۔

شیخ سہروردی کہتا ہے کہ سماع کا منکر یا تو سنن و آثار سے جاہل ہے یا جاہل الطبع ہے اور ذوق سے عاری ہے۔ امام شاذلی اپنے رسالہ میں لکھتا ہے۔ کہ غنا کا مباح ہونا ہی ثابت نہیں۔ بلکہ اس سے منع کرنے والا جاہل اور غبی ہے۔ عارفین اہلسنت کا یہ زبان زد منقولہ ہے کہ سماع میں وہی تاثیر ہے جو آب زمزم میں ہے۔ امام غزالی۔ عامری۔ رافعی۔ امام عز الدین ابن السلام۔ امام تقی الدین۔ امام ابن جماعہ کا فتویٰ ہے۔ کہ غنا دف وغیرہ کے ساتھ بھی جائز ہے۔

عبد اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن جعفر۔ عبد اللہ بن زبیر۔ معاویہ بن ابو سفیان۔ عمرو عاص کا فتویٰ ہے کہ ستار۔ سارنگی۔ عود۔ مزامیر کے ساتھ گانا جائز ہے۔

امام ابراہیم بن سعد زہری نے خلیفہ ہارون رشید کے سامنے عود بجا کر احادیث رسولؐ کو گایا۔ امام محلی اور امام رافعی اور امام غزالی ناچنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ امام الحرمین کہتا ہے۔ کہ ناچنا حرام نہیں کیونکہ یہ کچھ سیدھی اور کچھ ٹیڑھی چال ہے۔ امام حلیمی اور امام نووی کہتا ہے کہ جو ناچ اس قسم کا ہو جس میں ناچنے والا ہیجڑوں اور مخنثوں کی طرح بن جائے۔ وہ مباح ہے۔ امام عز الدین تو خود ناچنے لگتے جب گانا سنتے۔ امام غزالی کہتا ہے جو گانے کو حرام کہے وہ کافر ہے۔ ابو طالب مکی نے قوت القلوب میں لکھا ہے کہ صحابہ اور تابعین گانا سنتے رہے ہیں۔ اور جو لوگ جواز غنا کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ سال بھر میں جو دن افضل ہو اور ذکر خدا کے لئے مخصوص ہو۔ اس دن گانا سننا چاہیئے۔

ابن مسعود نے اپنی تفسیر میں آیۃ "ومن الناس من یشتری لہو الحدیث" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ خدا کی قسم لہو الحدیث سے مراد غنا ہے۔ امام بیہقی اور امام حاکم نے اس کی تخریج کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ابن شیبہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ پھر ابن مسعود نے بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ مراد لہو الحدیث سے غنا ہے اور جو اس کی مانند ہو۔ امام بیہقی نے اس کی تخریج کی ہے۔

عثمان بن عفان کی دو لونڈیاں ہر رات اس کو گانا سنایا کرتیں۔ ابو حنیفہ ہر رات ایک شخص مسمی عمر سے گانا سنا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ عمر قید ہو گیا۔ تو ابو حنیفہ نے اس کو قید سے رہائی دلوائی۔ اور گانا سنا۔ امام مالک خود بھی گاتا اور گانا سنا کرتا تھا۔ امام احمد حنبل گانا سنا کرتا۔

اصابہ ص۹۳ میں ہے کہ عبد الرحمان عوف کے کہنے پر مغنیہ نے گانا شروع کیا۔ تو عمر بن خطاب نے ٹوکا۔ عبد الرحمان عوف نے کہا۔ کہ اس شغل سے راستہ آسانی سے طے ہوتا ہے۔ اس پر عمر نے کہا۔ اچھا ضرار بن خطاب

کے اشعار گایا کرو۔ مشکوٰۃ باب المناقب عمر صفحہ ۲ پر ہے کہ ایک چھوکری آنحضرتؐ کے پاس دف بجا رہی تھی۔ کہ اتنے میں ابوبکر آگیا لیکن وہ دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت علی علیہ السلام اور پھر عثمان آیا مگر وہ دف بجاتی رہی۔ لیکن جب عمر آگیا تو اس چھوکری نے دف کو بجانا چھوڑ دیا۔ اس پر آنحضرتؐ نے کہا۔ کہ عمر سے شیطان ڈرتا ہے۔

تاریخ کامل جلد سوم صفحہ ۹۹ پر ہے کہ حادثۂ جنگ جمل کے بانی مبانی وہی لوگ ہیں۔ جو دنیا کے طالب تھے اور خدا کے عطیہ اور اس کی دی ہوئی فضیلت و امامت کا حسد کرتے تھے اور چاہتے کہ اسلام اور شریعت کو الٹ دیں۔

انساب سمعانی۔ روض المناظر۔ تاریخ طبری۔ تاریخ کامل۔ کتاب الامامت والسیاست۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا وغیرہ میں مرقوم ہے کہ جمل کو جاتے ہوئے عائشہ پر مقام حواب میں کتے بھونکے تو عائشہ کو حدیث رسول اللہ یاد آگئی۔ تو ایک دن میرے وصی سے جنگ کرے گی جس کا نشان یہ ہوگا کہ مقام حواب پر تم پر کتے بھونکیں گے۔ اور تو اس وقت باغی ہوگی۔ عبداللہ بن زبیر نے پچاس اشخاص کو جو باشندہ حواب تھے بطور گواہ پیش کیا جنہوں نے کہا کہ یہ موضع حواب نہیں ہے اور اسلام میں یہ سب سے پہلی جھوٹی گواہی تھی۔

ترجمہ اسد الغابہ جلد چہارم صفحہ ... پر ہے کہ ابو معشر نے محمد بن قیس سے روایت کی ہے۔ کہ عائشہ کہا کرتی کہ کاش میں بھی گھر میں اسی طرح بیٹھی رہتی جس طرح دوسری ازواج رسولؐ بیٹھی رہی ہیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے برسرِ پیکار نہ ہوتی۔

بخاری حصہ ... پر ہے کہ وہ عورت عائشہ اور حفصہ، محروم ہوئی جس نے ایسا کیا اور گھاٹے میں رہی کیا تم سب کو اس کا خوف نہیں کہ خدا اس پر غضبناک ہو بسبب غضب رسولؐ اور وہ ہلاک ہو جائے پھر لکھا ہے کہ عمر نے کہا۔ کہ ہم نے عائشہ سے کہا کہ اے دختر ابوبکر کیا تیری یہ شان ہوگئی ہے۔ کہ تو رسول اللہ کو ایذا دے۔ عائشہ نے کہا۔ کہ ہم کو تجھ سے کیا واسطہ۔ اے پسر خطاب۔ پھر ہم نے حفصہ سے کہا کہ کیا تیری یہ شان ہوگئی ہے کہ تو رسولؐ کو ایذا دے حالانکہ تو خوب جانتی ہے۔ کہ رسول اللہ تجھ کو نہیں چاہتے۔ اور اگر ہم نہ ہوتے تو رسول اللہ تجھ کو طلاق دے دیتے۔

مدارج النبوۃ صفحہ ... پر ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ نے عائشہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا۔ تو مجھ سے اتنی مسرور نہیں ہے جتنا میں تجھ سے مسرور ہوں۔ مدارج النبوۃ صفحہ ... پر ہے کہ آنحضرتؐ کا نکاح جبرئیل نے عائشہ کی تصویر لا کر دکھائی۔ اور کہا۔ یہ آپ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہے۔

مدارج النبوۃ صفحہ ... پر ہے کہ جب حیی ابن اخطب کی بیٹی صفیہ آنحضرتؐ کے نکاح میں آئی تو

یک دن عائشہ بھی چھپ کر اور منہ کو ڈھانپ کر صفیہ کو دیکھنے آئی۔ آنحضرتؐ نے اس کو پہچان لیا اور جب باہر جانے لگی۔ تو حضرتؐ نے اس سے پوچھا کہو صفیہ کو کیسا پایا۔ کہا یہودن ہے اور یہودیوں میں سے ہے۔
روضۃ الاحباب جمال الدین محدث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اسما بنت نعمان کندی سے عقد کیا جو نہایت شکیلہ تھی۔ عائشہ اور حفصہ نے اسماؔ کو کہا۔ کہ جب آنحضرتؐ تیرے پاس بغرض مقاربت آئیں۔ تو اس کہنا اعوذ باللہ منک۔ چنانچہ اسماؔ نے ایسا ہی کیا اور آنحضرتؐ نے اس کو طلاق دیدی۔ اور عائشہ اور حفصہ کو کہا۔ کہ تم صواحب یوسف ہو۔

شرح ابن ابی الحدید جلد دوئم ص۵۰۷ پر بروایت ابو مخنف لکھا ہے۔ کہ جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام مقام ذی قار تک پہنچے تو عائشہ نے حفصہ کو خط لکھا کہ اب حضرت علی علیہ السلام ذی قار تک آگئے ہیں اور جب ان کو ہمارے لشکر اور جمعیت کی خبر ملی۔ یعنی ہماری جرار اور عظیم التعداد فوج کا علم ہوا تو خوف زدہ ہو کر وہیں ٹھہر گئے۔ اب ان کی مثال کمیت گھوڑے کی سی ہو رہی ہے۔ کہ آگے بڑھتا ہے تو اس کے چاروں پاؤں کاٹے جاتے ہیں۔ اور اگر پیچھے ہٹتا ہے۔ تو ذبح کیا جاتا ہے۔ جب یہ خط حفصہ کو ملا تو اس نے اپنی لونڈیوں کو جمع کیا اور گانے بجانے کا حکم دیا۔

تاریخ کامل ص۸۶ پر ہے کہ عائشہ نے اہل کوفہ کو خط لکھا کہ کوئی شخص علی کی امداد نہ کرے۔ بلکہ ان سے قاتلان عثمان کو طلب کرے۔

بخاری کتاب المناقب پارہ پندرھواں ص۵۵ باب التزویج النبی عائشہ احمدی پریس لاہور اور مشکوٰۃ باب مناقب ازواج النبی ص۲۳۳ پر ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے عائشہ سے فرمایا کہ میں نے تم کو دو بار خواب میں دیکھا ہے کہ تو ایک ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں لپٹی ہے۔ اور جبرئیلؑ نے کہا یہ تمہاری بیوی ہے جب میں نے کھول کر دیکھا تو اندر تو ہی تھی۔ مشکوٰۃ باب مناقب ازواج النبی فصل ثانی ص۲۳۵ پر ہے کہ جبرئیل آنحضرتؐ کے پاس عائشہ کی تصویر سبز ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی لائے۔ اور کہا یہ آپ کی بیوی ہے۔ دنیا اور آخرت میں۔

بخاری پارہ دسواں کتاب الہبہ احمدی پریس لاہور ص۳۵۸ پر ہے کہ رسولؐ اللہ کو اس وقت وحی ہوتی وہ اور عائشہ ایک کپڑے کے اندر ہوتے۔ مشکوٰۃ ربع دوئم باب تنزیہہ باب الصوم فصل ثانی مطبوعہ امرتسر ص۱۷۷ اور زرقانی شرح موطا جلد دوئم ص۹۲ پر ہے کہ آنحضرتؐ عائشہ کے بوسے لیتے اور زبان چوستے۔ حالانکہ روزے سے ہوتے۔

زرقانی شرح موطا جلد دوئم ص۹۳ پر ہے کہ عائشہ نے اپنے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمان کو کہا کہ تم

اپنی بی بی سے بحالت روزہ بوس کنار کیوں نہیں کرتے اس نے کہا کرتا ہوں۔ مسلم ص۹۳ میں ہے کہ عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ بحالت روزہ میرے بوسے لیا کرتے۔ اور بخاری میں ہے کہ ام سلمہ نے کہا کہ آنحضرتؐ بحالت روزہ میرے بوسے لیا کرتے۔ اور حفصہ نے کہا کہ آنحضرتؐ بحالت روزہ میرے بوسے لیتے۔ تلخیص الصحاح جلد چہارم ص۲۳۳ ترمذی جلد الکتاب الصوم باب ماجاء فی ایجاب القضاء علیہ۔ میں ہے کہ عائشہ نے کہا کہ میں اور حفصہ روزہ سے تھیں کہ کچھ کھانا بطور ہدیہ آیا۔ ہم دونوں نے کھا لیا۔ اور پھر بحکم رسولؐ روزہ کی قضا کی۔

مسلم میں ہے کہ عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عائشہ تو مجھ سے خوش ہوتی ہے۔ تو کہتی ہے مجھ کو محمدؐ کے رب کی قسم ہے اور جب ناخوش ہوتی ہے تو کہتی ہے مجھ کو ابراہیم کے رب کی قسم ہے تب میں نے کہا کہ ناراضگی میں بے شک آپؐ کا نام لینا ترک کر دیتی ہوں۔

منہاج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد اوّل باب پنجم فضائل رسول ص۲۹۲ میں ہے کہ یزید بن معاویہ بن ابو سفیان نے عائشہ سے نکاح کرنا چاہا۔ لیکن جب سورہ احزاب کی آیہ لا تنکحوا ازواجہ ابدا پیش کی گئی۔ تو اس ارادہ سے باز آگیا۔

بخاری کتاب النکاح باب القرعۃ بین النساء اذا اراد سفرا میں عائشہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ کا معمول تھا کہ جب کبھی سفر کو نکلتے تو اپنی ازواج کے نام قرعہ ڈالتے۔ چنانچہ ایک سفر میں قرعہ میرے اور حفصہ کے نام نکلا۔ اور آنحضرتؐ کی عادت تھی کہ بحالت سفر مجھ سے گفتگو کرتے چلتے۔ حفصہ کو اس پر رشک ہوا۔ تب اس نے مجھ سے کہا کہ تم میرے اونٹ پر اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہو جاتی ہوں۔ اور ایک تماشہ دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ سے مضحکہ کرتے ہیں۔ پس آنحضرتؐ حسب عادت میرے اونٹ کے پاس گئے۔ اور مجھ کو سلام کیا۔ (نعوذ باللہ) لیکن جب دیکھا کہ حفصہ ہے تو آپؐ بغیر میری طرف التفات کیے چلے گئے۔ علی الصبح میں نے اپنے پاؤں اذخر گھاس (جہاں سانپوں کی کثرت ہوتی ہے) میں ڈال دیئے اور اپنے نفس کو کوسنے لگی۔ کہ خدا مجھے بچھو کاٹے یا سانپ ڈس جائے تو بہتر ہو تا کہ میں آنحضرتؐ سے گفتگو نہ کروں۔

فتح الباری جلد چہارم ص۱۰۵ میں ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ کے قبض روح کا وقت آیا تو اس وقت حضرتؐ کا سر عائشہ کے ران پر تھا۔ ناظرین کبھی تو کہا جاتا ہے۔ کہ جب حضرتؐ نے جان دی۔ تو تمام ازواج کے رو برو سے نکلیں کبھی یہ کہ حضرتؐ عائشہ کے سینے سے چپکے ہوئے تھے۔ اور وہ تو محض مسواک چبا رہے تھے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ سینہ سے چپکا ہوا والی روایت فتح الباری جلد چہارم ص۱۰۲ میں ہے۔

بخاری پارہ دوم باب الصلوٰۃ علی الفراش کتاب الصلوٰۃ ص۳۲ اور مترجم بخاری پارہ پنجم ابواب العمل فی الصلوٰۃ باب مایجوز من العمل فی الصلوٰۃ احمدی پریس لاہور میں ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ نماز پڑھتے تو عائشہ قبلہ میں بیٹھ کر پاؤں لمبے کر دیتی۔ اور آنحضرتؐ جب سجدہ کو جاتے اور عائشہ کے پاؤں کو ہاتھ لگاتے تو وہ قدم سمیٹ لیتی۔ پھر جب کھڑے ہوتے تو عائشہ قدم لمبے کر دیتی۔ مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء فصل ثانی ربع دوم ہے۔ کہ آنحضرتؐ اور عائشہ سفر میں مقابلۃً دوڑتے۔ کبھی آنحضرتؐ اور کبھی عائشہ آگے بڑھ جاتی۔ مشکوٰۃ ربع دوم باب عشرۃ النساء فصل اول ص۲۹۰ پر ہے کہ عائشہ گڑیوں سے کھیلا کرتی۔ اور نیز یہ ہے کہ گڑیوں میں ایک گھوڑا ہوتا تھا جس کے دو پر ہوتے۔ ناظرین اس وقت عائشہ کی عمر سترہ سال سے زیادہ ہے کیونکہ یہ واقعہ ۹ھ بعد واپسی جنگ تبوک کا ہے۔

ابن ماجہ مترجم نواب وحید الزمان جنگ جلد ثانی کتاب النکاح باب حسن معاشرت النساء ص۲۱ پر عائشہ سے منقول ہے۔ کہ آنحضرتؐ اور میں مقابلہ میں دوڑے اور میں جیت گئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب میں فربہ ہو گئی تو آنحضرتؐ (دوسری دوڑ میں) جیت گئے۔ اور فرمایا اے عائشہ یہ پہلی دوڑ کا بدلہ ہے۔

عائشہ بنت ابوبکر حفصہ بنت عمر کی طرح مکر و فریب میں کامل تھی۔ مگر عداوت اہلبیتؑ و قساوت قلبی میں اس سے بدرجہا فائق تھی۔ جنگ جمل ان کی سیاہ دلی کا ثبوت ہے۔

قرآن اور حدیث دونوں کی رو سے اس کی عیاریاں ثابت ہیں۔ علماء اہلسنت نے رسول اللہؐ کی توہین اور اہلبیت علیہم السلام کی تحقیر کا ذریعہ عائشہ کی ناپاک زبان کو حد درجہ دیدہ دلیری سے بنا رکھا ہے۔ اس نے جناب فاطمۃ الزہراؑ کو ایذا دی۔ امام حسنؑ کے جنازے پر تیر چلوائے۔ حضرت علیؑ کی شہادت پر اظہار مسرت کیا۔ اگر یہ دشمن اہلبیت ایام کربلا میں زندہ ہوتی۔ تو ابن زیاد اور شمر کو خلعت فاخرہ انعام میں دیتی۔ اور اگر اس کو معاویہ ضیافت کے بہانہ سے بلوا کر اپنے مکان کے صحن میں زندہ دفن نہ کر دیتا تو ممکن تھا کہ اس کی قبر بھی روضہ رسولؐ میں ہوتی۔

تاریخیں اور احادیث گواہ ہیں کہ عائشہ کو اہلبیتؑ سے صرف بغض اور حسد ہی نہ تھا بلکہ اس کی دلی خواہش تھی کہ اہلبیتؑ اور محبان اہلبیتؑ کا نشان تک صفحہ دنیا سے مٹا دیا جائے۔

عائشہ نے آنحضرتؐ کی ایذا دہی میں بہت دفعہ کوشش کی۔ جناب فاطمہؑ سے اس کو ہمیشہ عناد رہا۔ حضرت علیؑ کے قتل پر آمادہ رہی۔ امام حسنؑ کو دشمن جانتی رہی اور محبان اہلبیتؑ کے خلاف شیخین کی

پایاں باز و بنی رہی۔
اس وقت جس قدر احادیث مذمت اہلبیت میں ملتی ہیں۔ ان کا اکثر حصہ عائشہ کی زبان سے ہے۔ اور اہلسنت نے عائشہ کو جناب فاطمہؑ پر ہر رنگ میں فوقیت دینے کی سر توڑ کوشش کی ہے ادھر کسی شیعہ نے عائشہ کے خلاف کوئی لفظ منہ سے نکالا۔ ادھر اس پر مصائب کا آسمان ٹوٹ پڑا۔ ڈیرہ آباد کا واقعہ ہے کہ ایک شیعہ نے ایک دفعہ صرف اتنا کہا تھا کہ عائشہ میدان جنگ میں حضرت علی سے لڑنے کے لئے نکلی تھی۔ جب وہ اونٹ پر سوار تھی۔ اور لوگ اس کے ہمرکاب تھے چند جاہل سنی جنہوں نے اس بات کو بہتان خیال کیا۔ اور شیعہ سے دست و گریباں ہو گئے۔

حالات امیر معاویہ

معاویہ بن ابی سفیان مجہول النسب تھا۔ اور خاندان قریش میں سے امیہ تھا۔ ابو سفیان کے ساتھ بطمع زر اس کا نسبی الحاق ہو گیا۔ بہت تھوڑا عرصہ کاتب وحی رہا۔ اس کو عمر بن خطاب نے امیر شام مقرر کیا۔ اور زمانہ عثمان میں بھی امیر شام رہا۔ اس کی مدت حکومت چالیس یا بیالیس سال ہے قریباً بیس سال عمر اور عثمان کے عہد میں امیر شام رہا۔ اور باقی عرصہ شام میں خلیفہ رسولؐ بنا رہا اس کا مرتبہ عداوت اہلبیتؑ میں عمر بن خطاب سے کم مگر دوسرے تمام لوگوں سے بڑھا ہوا ہے۔ ثلاثہ عائشہ اور دیگر دشمنان اہلبیتؑ کے فضائل و مناقب اور حضرات اہلبیتؑ کے بارے میں مذمت آمیز احادیث قریباً تمام کی تمام معاویہ کے عہد کی وضع کردہ ہیں۔ اہلسنت کے بعض علماء اور اکثر جہلا کو جو اسلامی حالات ایک گورکھ دھندا نظر آتے ہیں تو اس گورکھ دھندے کا موجد صرف معاویہ ہے۔ کہاں یہ قرآن کہ ابوبکر کے ذکر خیر کا چرچا ملائکہ مقربین میں ہوتا رہتا ہے اور کہاں یہ حقیقت کہ ابوبکر کے دل میں شرک چیونٹی کی طرح رینگ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اہلسنت کو ہزار بار کہو کہ معاویہ مجہول النسب شارب الخمر دشمن اہلبیت اور دشمن رسول تھا مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ وہابیوں کو اس سے خاص الفت ہے۔ معاویہ ۶۰ھ ہجری میں ۷۷ سال کی عمر میں مر گیا۔

نہایہ مجمع البحار میں قول جناب علی علیہ السلام درج ہے کہ معاویہ شیطان ہے۔ ابن قتیبہ محدث نے بروایت قیس بن سعد لکھا ہے کہ معاویہ بت پرست ہے اور بت پرست کا لڑکا ہے۔

بزور قتل اسلام لایا۔ خوشی سے اسلام سے نکل گیا۔ دشمن خدا ہے اور اس کا گروہ شیطان کا گروہ ہے (ابو عساکر) کہتا ہے اے معاویہ تو کس قدر اپنے اہل کی نظر میں ذلیل ہے جنہوں نے تیرا نام معویہ رکھا۔

معویہ اس کتیا کو کہتے ہیں جو ہر وقت بھونکتی رہتی ہے۔ نہج البلاغت میں قول جناب امیر علیہ السلام درج ہے کہ اے معویہ خلقت سے ڈر اور شیطان کی پیروی نہ کر مروج الذہب مسعودی میں قول محمد بن ابی بکر درج ہے کہ معاویہ لعین ابن لعین ہے وہ اسکا باپ ہمیشہ رسول اللہ کے درپے آزار رہے اور چاہتے تھے کہ نور خدا کو بجھا دیں۔ ابن عساکر نے قول ابو ایوب انصاری درج کیا ہے کہ معاویہ کا گروہ قاسطین ہے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا لشکر لشکر خدا ہے اور معاویہ کا لشکر لشکر شیطان ہے۔ جو شخص ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں برابر کا قائل ہو وہ ہم سے نہیں یعنی خدا کی درگاہ اور رسول کی بارگاہ کا راندہ ہے بیہقی نے قول ابن عساکر درج کیا ہے کہ معویہ اور اس کے اصحاب "قاسطین" ہیں۔

معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام سے عداوت کیوں تھی۔ اس کے چند بواعث لکھتا ہوں۔ پہلا یہ کہ معاویہ ولد الزنا تھا۔ دوسرا یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگ بدر میں معاویہ کے بھائی حنظلہ اس کے نانا عتبہ اس کے نانا کے بھائی شیبہ اور اس کے ماموں ولید کو قتل کیا۔ تیسرا یہ کہ خلافت علی میں معاویہ کا امیر شام رہنا ناممکن تھا۔ چوتھا کہ عمر بن خطاب اکثر کہا کرتا کہ مسلمانو مجھے خطرہ ہے کہ معاویہ بھی خلافت کا خواہشمند نہ ہو۔ پانچواں یہ کہ ثلاثہ نے علی اور اولاد علی کو یہاں تک ذلیل کر دیا تھا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتا تھا جس کا آخری نتیجہ قتل حسین کی صورت میں رونما ہوا چھٹا یہ کہ معاویہ جانتا تھا کہ اگر خلافت خاندان رسول میں چلی گئی۔ تو قیامت تک ان میں محصور ہو جائے گی اور وہ حاکم اور ہم محکوم ہو جائیں گے کتاب مثالب ابو المنذر ہشام ابن سائب کلبی میں ہے کہ معویہ کی ماں ہندہ اور زنانی حماموں خاص عورتوں میں تھی۔ ہندہ کو حبشی غلاموں کی طرف خاص شوق تھا۔ چنانچہ ہندہ نے کئی سیاہ رنگ بچے جنے اور زندہ دفن کر دیئے۔ معاویہ کو چار باپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یعنی عمارہ بن ولید اور مسافر بن عمر اور ابو سفیان اور ایک اجنبی شخص۔

اسماعیل نے کتاب مثالب بنی امیہ میں اور شیخ ابو الفتح نے کتاب بہجۃ المستفید میں لکھا ہے۔ ایک مسمی مسافر بن عمر معاویہ کی ماں ہندہ پر عاشق ہو گیا اور اس سے ہم بستری کی۔ جب حمل ظاہر ہو گیا اور ہندہ کے باپ عتبہ کو اس معاملہ کی اطلاع ہوئی تو مسافر بن عمر جان کے خوف سے ملک حیرہ کو بھاگ گیا۔ عتبہ نے بے عزتی سے ڈر کر ابو سفیان کو درپردہ بلایا اور کافی مقدار میں مال دے کر ہندہ کا نکاح ابو سفیان سے کر دیا۔ نکاح سے تین مہینے بعد معویہ پیدا ہوا۔

ربیع الابرار علامہ زمخشری میں ہے کہ ابو سفیان بدشکل تھا۔ اور اس کا غلام مسمی صباح خوبصورت تھا اس وجہ سے ہندہ کو ابو سفیان سے نفرت اور صباح کی طرف رغبت تھی۔ پس صباح کی غلام

ے معاویہ کا بھائی عتبہ پیدا ہوا۔

مستطرف صفحہ ۲۷۱ پر ہے کہ ایک دفعہ ہاتھی کے کرتبوں کا تماشہ ہو رہا تھا معاویہ بھی ایک بلند مقام پر تماشہ دیکھنے بیٹھ گیا۔ اتفاقاً اپنے گھر کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ کوئی غیر شخص اس کی زوجہ سے پرائیویٹ کارروائی میں مشغول ہے گھر کو گیا اور بھلے مانس کو شانوں سے پکڑ کر کہا اے فلانے تم نے اتنی جرات کیوں کی ہے۔ بھلے مانس نے دست بستہ عرض کیا۔ آپ کے حلم اور خلق کی وجہ سے یہ دلیری کی ہے۔ معاویہ نے کہا اچھا جا میں نے معاف کیا۔ لیکن اس راز کو پوشیدہ رکھنا۔

حاشیہ مستطرف بیمیں پر ثمرۃ الاوراق صفحہ ۲۲۵ پر ہے کہ اے عتبہ تو کسی کے قتل کی جرأت کیونکر کر سکتا ہے۔ حالانکہ تو نے اس شخص کو دیکھا تھا جو تیری جورو سے تیرے ہی بستر پر بدفعلی کر رہا تھا پس تو نے اس کو قتل کیوں نہ کیا۔ بلکہ اس دیکھنے پر تو نے تم اس جورو کو گھر سے بھی نہ نکالا۔

فتح الباری میں ہے کہ سعید بن ربیع انصاری جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت عبدالرحمان بن عوف کا بھائی چارہ کر دیا تھا۔ اس نے اپنی ایک زوجہ عبدالرحمان موصوف کو دینی چاہی تھی۔ لیکن اس نے اس نذر کو قبول نہ کیا۔

تاریخ طبری میں ہے کہ ایک دن ابوسفیان گدھے پر سوار تھا معاویہ اس کو کھینچتا تھا۔ اور اس بھائی ہنکاتا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا خدایا لعنت کر سوار پر اور کھینچنے والے پر اور ہنکانے والے پر۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۱۹۱ پر سورہ بنی اسرائیل آیہ نمبر ۵۹ "وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن جریر نے سہیل بن سعد سے اور ابن ابی حاتم نے ابن عمر اور یعلی بن مرہ سے اور ابن مردویہ نے امام حسینؑ اور ابن عباس اور عائشہ سے اور بیہقی اور ابن عساکر نے سعید بن مسیب سے مختلف الفاظ میں روایت کی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ خواب ہے۔ جو آنحضرتؐ نے دیکھا کہ بنی امیہ میرے منبر پر اس طرح اچک رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے ہیں۔ اس خواب کے بعد آنحضرت غمگین ہو گئے۔ اور کبھی خندہ نہ فرمایا۔ اور جس درخت پر لعنت کی گئی ہے۔ وہ مروان بن حکم ہے۔ جو عثمان کا وزیر تھا۔ اور جو اپنی شرارت اور خباثت کی وجہ سے بحکم آنحضرتؐ مدینہ سے نکال دیا گیا تھا۔ اور جس کو اسی واسطے طرید رسولؐ کہا جاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر نے ربیع بن انس سے روایت کی ہے کہ شب معراج آنحضرتؐ نے بنی امیہ کو اپنے منبر پر خطبہ پڑھتے دیکھا تو بہت شاق گزرا۔ اس پر سورہ انبیاء آیہ نمبر ۱۱۱ "ان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین" کا نزول ہوا۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر ؁ جلد چہارم میں سورہ حج آیہ نمبر ۷۸ " وجاھدو فی اللہ حق جہادہٖ "
کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن مردویہ نے بروایت عبدالرحمان بن عوف لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا کہ
کیا ہم قرآن میں یہ آیت پڑھتے تھے کہ تم نے شروع میں جہاد کیا اسی طرح آخر زمانہ میں بھی جو حق جہاد کرنے
کا ہے۔ خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ نہ پڑھتے تھے۔ میں نے کہا بے شک پڑھتے تھے۔ لیکن وہ زمانہ آخر
کب ہوگا۔ عمر نے کہا جس زمانہ میں بنی امیہ حاکم ہونگے اور مغیرہ کی اولاد وزیر ہوگی۔ بیہقی نے بھی روایت
بالا لکھی ہے۔ ناظرین مغیرہ کی اولاد یزید کے زمانہ میں وزیر ہوئی۔ اور جس شخص نے سب سے پہلے یزید کی
بیعت کی تحریک کی۔ اور لوگوں سے بیعت کرائی۔ وہ مغیرہ حاکم کوفہ تھا۔ جب چالیس آدمی بیعت کر چکے
تو معاویہ نے اس کے بیٹے سے تنہائی میں پوچھا کہ۔ بکم اشتری ابوک دینھم " یعنی تیرے باپ
نے ان لوگوں کا دین کس رقم پر خرید اہے۔ وہ بولا چار سو دینار میں (ایک دینار انگریزی سکہ مروجہ کے
حساب سے پانچ روپیہ کا ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک ایمان فروش کے حصہ میں صرف پچاس پچاس روپے)
مقام غور یہ امر ہے کہ معاویہ اور مغیرہ کا بیٹا خود جانتے ہیں۔ کہ یہ بیعت کفر ہے اور اس آیہ کے مصداق صرف
امام حسین اور شہدائے کربلا ہو سکتے ہیں۔ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

صواعق محرقہ ابن حجر آخری حصہ کتاب میں ہے کہ معاویہ امام حسنؑ علیہ السلام سے صلح ہونے کے بعد خلیفہ
حق اور امام صدق تھا۔ ترمذی نے ابو عمیرہ اصحابی کے بیٹے عبدالرحمان سے روایت کی ہے اور اس روایت
کو حسن قرار دیا۔ کہ آنحضرتؐ نے معاویہ کے حق میں فرمایا کہ خداوندا معویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت
یافتہ بنا۔

صاحب صواعق محرقہ نے مسند امام حنبل اور مصنف ابن ابی شیبہ اور طبرانی کی سند پر کعب الاخبار
سے روایت کی ہے۔ کہ معاویہ کے فضائل اور مناقب قرآن سے پہلے آسمانی کتابوں میں لکھے ہیں۔ اور
اس کی خلافت پر نص موجود ہے۔

ملا علی قاری نے فقہ اکبر میں شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا فصل پنجم میں ابو داؤد اور ابن عساکر اور
ابن سعد اور دیلمی نے اور مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں اور مولوی جامی نے فضائل معاویہ میں لکھا
ہے کہ معاویہ پر بدگمانی کرنی حرام ہے۔ کیونکہ وہ خلیفہ حق اور امام صدق تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفا میں اور شیخ عبدالقادر نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے
کہ معویہ خلیفہ حق اور ہدایت اور دین حق پر عامل تھا۔

حیوۃ الحیوان علامہ دمیری میں ہے کہ یزید کی ماں کا نام میسونہ تھا۔ جو ایک صحرائی قبیلہ سے تھی

چونکہ اس کو معاویہ سے سخت نفرت تھی۔ اس لئے اس کو علیح عنوان رنگ چھیڑ لیجئے ظلم کہا کرتی ایکدن معاویہ مکان میں داخل ہوا تو وہ معاویہ کی ہجو میں اشعار پڑھ رہی تھی۔ معاویہ کو ناگوار ہوا اور اس کو تین طلاق دیدیں لیکن پھر واپس کرلیں۔ اس سے صحبت کی جس سے وہ حاملہ ہوگئی۔ اظہار حمل ظاہر ہونے پر وہ اپنے میکے چلی گئی۔ اور وہاں یزید پیدا ہوا۔ اور دو برس کے بعد معاویہ اس کو اپنے پاس لے آیا۔ ناظرین! پس معاویہ اور یزید بہ لحاظ نسب ایک ہی تھیلی کے چٹے ہیں۔

ذیل کے حوالے ماہیہ شیعہ معاویہ مصنفہ استاد المناظرین مولوی مرزا احمد علی صاحب قبلہ سے نقل کرتا ہوں۔ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد پنجم تفسیر در منثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۱۹۱ تفسیر کشاف زمخشری مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۔۔۔ تفسیر نیشاپوری جلد دوئم صفحہ ۳۵۹ تفسیر بیضاوی مطبوعہ نولکشور جلد اول صفحہ ۴۲۹ پر ہے کہ شجرۃ الملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔

تطہیر الجنان صفحہ ۱۳۲ نصائح کافیہ صفحہ ۱۰ پر ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہمارے سب سے زیادہ دشمن بنی امیہ ہیں۔ فتح الباری ابن حجر عسقلانی جلد پنجم صفحہ ۲۵ پر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں فاحشہ عورتوں کی نشانی یہ تھی کہ گھروں میں جھنڈے بلند رکھتیں۔

نصائح کافیہ صفحہ ۱۱ پر ہے کہ فاحشہ عورتوں میں سب سے مشہور عورت زرقا تھی۔ اور اس کے گھر جھنڈا بلند تھا۔ ثمرۃ الاوراق صفحہ ۱۸ اور ابو الفدا اور ابن شحنہ صفحہ ۱۳۳ اور شکنتن ارونگ صفحہ ۴۸ پر ہے کہ عمرو عاص کی ماں نابغہ مکہ میں مشہور فاحشہ تھی۔ جب عمرو عاص پیدا ہوا تو اس کا حلیہ ملانے پر عاص کا بیٹا قرار دیا گیا۔ تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۱ پر ہے کہ معاویہ کی بعض جدات میں سے حمامہ جھنڈے والی فاحشہ عورت تھی۔ نصائح کافیہ صفحہ ۸۳ پر ہے کہ حسان شاعر نے رسول اللہ کی موجودگی میں اپنے اشعار میں ہندہ کو زانیہ کہا۔ مگر آنحضرت خاموش رہے۔

نصائح کافیہ صفحہ ۱۱ پر ہے کہ امیہ شام کو چلا گیا۔ اور مقام صفوریہ میں ٹھہرا۔ اور وہاں ایک شوہر دار یہودن لونڈی سے زنا کیا جس سے ابو بکر پیدا ہوا۔ روض الانف میں بروایت دغفل صحابی اور کتاب اصابہ اور تاریخ کامل جلد سوئم میں ہے کہ امیہ کے بعد ابو عمرو نے اپنی ماں سے نکاح کیا اور مسافر پیدا ہوا۔ اغانی ابو الفرج اصفہانی اور نصائح کافیہ حاشیہ صفحہ ۹۳ اور تذکرہ سبط ابن جوزی میں ہے کہ مسافر ہندہ پر عاشق ہوگیا۔ اور ہندہ حاملہ ہوئی۔ جب حمل ظاہر ہوا۔ تو مسافر بخوف جان حیرہ کو بھاگ گیا۔ اور بعد ازاں ہندہ کو ابو سفیان نے اپنے قبضہ میں لیا۔ کلبی کہتا ہے کہ جمہور کی رائے ہے کہ معاویہ اسی مسافر کا بیٹا ہے۔ نصائح کافیہ صفحہ ۱۱ پر ہے کہ مثالب ابن السمعان میں لکھا ہے کہ ہندہ کے باپ نے اس کا نکاح ابو سفیان

سے مال کثیر کے وعدے پر کر دیا۔ اور اس نکاح سے تین ماہ بعد معاویہ پیدا ہوا۔

ربیع الابرار زمخشری میں ہے کہ معاویہ کے چار باپ تھے۔ جن میں صباح بھی تھا۔ یہ صباح خوبصورت گویا تھا۔ اس نے ہندہ سے جماع کیا تو معاویہ کا بھائی عتبہ پیدا ہوا۔ امام شعبی لکھتا ہے کہ آنحضرتؐ نے جب جب ہندہ مسلمان ہوئی تو فرمایا کہ زنا نہ کرنا۔ ہندہ نے عرض کیا کہ کیا آزاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہؐ عمر بن خطاب کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

نصائح کافیہ صفحہ ۱۳ پر ہے۔ کہ ہندہ نے آنحضرتؐ کی والدہ آمنہ کی قبر کھود ڈالنے کا دوسری عورتوں کو حکم دیا۔ روضۃ الشہداء صفحہ ۲۰۸ پر ہے کہ ہندہ نے جبیر بن مطعم کے غلام مسمی وحشی کو کہا۔ کہ اگر تو محمدؐ کو میرے باپ کے قتل کے صلہ میں قتل کرے تو میں تیری دلی مراد پوری کر دوں۔ چنانچہ اس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا اور انکا جگر نکال کر ہندہ کے پاس لے گیا۔ ہندہ نے اس کو چبانا چاہا۔ لیکن وہ سخت ہو گیا پھر ہندہ نے چھری سے حضرت حمزہؓ کے ناک کان اور بعض دیگر اعضا کو کاٹ کر اپنے گلے کا ہار بنا لیا۔

حیوٰۃ الحیوان میں ہے۔ کہ ابو سفیان تیل بیچا کرتا تھا۔ تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۲۲ پر ہے کہ ابو سفیان شراب خور تھا۔ حیات القلوب اور نہج البلاغۃ میں ہے۔ کہ ابو سفیان نے بضرورت وقت اور بخوف جان اسلام قبول کیا۔ نجات الخلود میں ہے۔ کہ معاویہ کی داڑھی کھودی اور آنکھیں سبز تھیں۔ تاریخ الخلفاء صفحہ پر ہے۔ کہ عمر نے معاویہ کا نام عرب کا کسریٰ یعنی کافر بادشاہ رکھا ہوا تھا۔ نصائح کافیہ صفحہ ۲۱ اور تاریخ کامل جلد سوم صفحہ ۱۹۶ پر ہے کہ محمد بن ابو بکر نے معاویہ کو لکھا کہ تو لعین ابن لعین ہے۔ نہج البلاغہ جلد دوم صفحہ ۱۱ پر ہے۔ کہ حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کو لکھا۔ کہ تم دین اسلام میں طمع اور خوف سے داخل ہوئے پھر ۲۱ پر ہے۔ کہ تیرا اسلام مجبوری اور کراہت کی وجہ سے ہے۔

تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۲۰۳ پر ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ معاویہ اور ابو سفیان اور معاویہ کا بھائی اور خالو اور چچا سب دشمن رسولؐ ہیں۔ نہ مسلمان تھے اور نہ مسلمان ہیں۔ نصائح کافیہ صفحہ ۸۱ پر ہے کہ معاویہ بحالت اسلام منافقین کی جائے پناہ ہے۔ اور بحالت جاہلیت زندیق تھا۔ نصائح کافیہ صفحہ ۱۰۸ اور کتاب الامامت ابن قتیبہ میں ہے کہ معاویہ بت پرست کا بیٹا بت پرست ہے۔ مجبوری اور کراہت سے اسلام لایا۔ اور خوشی سے اس سے نکل گیا۔ تاریخ کامل جلد سوم صفحہ ۱۰۰ پر ہے۔ کہ معاویہ خود گمراہ اور گمراہ کنندہ اور شیطان ہے۔ اور صفحہ ۱۴۶ پر ہے کہ معاویہ نہ دیندار ہے اور نہ قرآن کا قائل ہے۔ نصائح کافیہ صفحہ ۹۳ پر ہے کہ معاویہ سب سے بڑا کافر اور خبیث ہے۔ تاریخ کامل جلد ششم صفحہ ۳ پر ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کی موت پر فرمایا۔ کہ بنی امیہ کا شیطان ہلاک ہو گیا۔ تاریخ اعثم

کوفی ص۲۳ پر ہے کہ معاویہ لوگوں سے کہا کرتا کہ علیؑ ایک بے نماز شخص ہے۔

نصائح کافیہ ص۶۵ اور سیرت محمدیہ ص۵۷ پر ہے کہ معاویہ نے حضرت حجر بن عدی کو حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کرنے کا حکم دیا جب انہوں نے انکار کیا تو شہید کر دیے گئے۔ اور ایسا ہی عبدالرحمان بن حسان عنبری صحابی کو حضرت علی علیہ السلام مدح سرائی کے جرم میں زندہ دفن کر دیا گیا۔

شواہد النبوۃ ملا جامی ص۲۳۷ پر ہے کہ امام حسنؑ علیہ السلام کی زوجہ جعدہ نے معاویہ کے کہنے پر امام حسنؑ علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دیا۔ ترجمہ تاریخ اعثم کوفی ص۳۳۵ پر ہے کہ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث بن قیس (اشعث ابوبکر کا بہنوئی تھا) کو کہا کہ اگر تو امام حسنؑ علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم انعام دونگا تیری شادی اپنے بیٹے یزید سے کر دونگا چنانچہ جعدہ نے امام کو زہر سے شہید کر دیا۔

عقد الفرید جلد دوم ص۲۳۹ پر ہے کہ معاویہ نے یزید کو کہا کہ ایک حسین ابن علی ہے جس سے خطرہ تیری اہانت کریگا۔ یعنی اس کو قتل کر دینا منہاج جلد دوم ص۳۲ پر ہے کہ معاویہ نے امام حسینؑ کو کہا کہ اے حسینؑ تجھے مرجانا بہتر تیرا خون پھڑک رہا ہے اور خدا اس کو بہاتے گا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے سر الخلافۃ ص۳۳ پر لکھا ہے کہ خلافت کے بارے میں علیؑ حق پر اور معاویہ بغاوت پر تھا۔ تاریخ کامل جلد سوئم ص۱۳۹ پر ہے کہ عمرو عاص نے معاویہ کو کہا کہ ہم تو تیرے ساتھ اس دنیا کیلئے ہیں تاریخ اعثم ص۲۲۳ پر ہے کہ ابوہریرہ اور ابو درد نے کہا کہ معاویہ بے دین اور دنیا طلب ہے۔ مرقاۃ ملا علی قاری میں ہے کہ شہادت عمار کو دیکھ کر معاویہ پر واجب تھا۔ کہ بغاوت چھوڑ دیتا۔

بحر صادق مولوی نظام دین۔ فتاوٰے عزیزیہ ص۱۰۱ روضۃ الندیہ ص۱۴۳ لعینۃ الرائدین میں ہے کہ معاویہ حضرت علی علیہ السلام کے خلاف جنگ کرنے میں مجتہد نہیں ہو سکتا۔ نصائح کافیہ میں ہے کہ جس نے علیؑ کو اذیت دی۔ وہ قیامت کے دن یہودی یا نصرانی اٹھے گا۔ ملل النحل ص۲۲ پر ہے کہ امام پر خروج کرنیوالا خارجی ہے۔

مشکوٰۃ ص۴۲۳ ینابیع ص۳۵ روضۃ الندیہ ص۱۹ پر ہے۔ کہ علیؑ سے بغض رکھنے والا اور جنگ کرنے والا کافر و منافق و جہنمی ہے۔

تاریخ کامل جلد سوئم ص۱۳۳ پر ہے کہ معاویہ دعائے قنوت میں علیؑ۔ حسنؑ۔ حسینؑ۔ ابن عباس مالک اشتر کو گالیاں نکالتا۔

عقد الفرید جلد سوئم ص۱۱ پر ہے کہ معاویہ لوگوں سے اس بات پہ بیعت لیتا کہ حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کریں۔ ینابیع المودۃ ص۳۲ پر ہے کہ معاویہ نے سعد بن وقاص کو کہا کہ تو حضرت علیؑ پر سب کیوں

نہیں کرتا یعنی علیؑ کو گالیاں کیوں نہیں دیتا۔ مستطرف ص۱۲ پر ہے کہ معاویہ نے حضرت عقیلؑ کو کہا
کہ منبر پر چڑھ کر حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کرو۔

نصائح کافیہ ص۔۔ پر ہے کہ معاویہ نے کہا اے اللہ علیؑ نے تیرے دین میں الحاد کیا۔ براہین قاطعہ ص۲۰۱ اور
شرح ابن الحدید جلد چہارم میں ہے کہ معاویہ نے شام اور عراق وغیرہ میں حکم دیا کہ علیؑ پر سب کیا جائے
تاریخ الخلفاء ص۱۷۱ پر ہے کہ تمام منبروں اور مسجدوں میں یہ رسم جاری رہی۔

تاریخ مسعودی ص۔۔ پر ہے کہ مدرسہ میں بچوں کو اس رسم کی تعلیم دی جاتی۔ نصائح کافیہ ص۔۔ پر ہے
کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ جب تک علیؑ پر سب نہ کی جائے۔ نماز جمعہ ہی صحیح نہیں چنانچہ جب عمر بن عبدالعزیز
نے اس رسم کی ممانعت کی تو مسجد کی اطراف سے یہ آواز بلند ہوئی کہ اے امیر المومنین معاویہ آج تیری
سنت ترک کر دی گئی۔

منہاج میں ہے کہ جب معاویہ نے علیؑ پر سب کرنا شروع کیا تو اس سال کا نام عام السنۃ رکھا۔ تاریخ الخلفاء
ص۱۳۶ پر ہے کہ جب امام حسنؑ نے خلافت چھوڑ دی تو اس سال کا نام عام الجماعت رکھا۔ پھر دونوں
ناموں کو ملا کر یہ لوگ اہلسنت والجماعت کہلانے لگے۔

نصائح کافیہ ص۱۸۱ پر ہے کہ معاویہ نے خطبہ میں کہا کہ جو شرطیں میں نے امام حسنؑ علیہ السلام سے کی
ہیں۔ میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ ناظرین! پہلی شرط یہ تھی کہ قرآن اور سنت رسول پر عمل کروں گا۔ دوسری
یہ تھی کہ اپنے بعد کسی کو اپنا ولی عہد نہ بناؤں گا۔ تیسری یہ تھی کہ اہلبیتؑ محمدؐ پر سب نہیں کروں گا وغیرہ

نصائح کافیہ ص۱۹۳ پر ہے کہ بستان المحدثین میں بسند امام النسائی۔ موضوعات امام شوکانی اور لآلی مصنوعہ
سیوطی میں بسند علامہ اسحاق بن ابراہیم حنظلی۔ تطہیر الجنان اور موضوعات کبیر ملا علی قاری ص۱۰۶
فتح الباری میں بسند علامہ ابن راہویہ اور مدارج النبوۃ اور فوائد المجموعہ علامہ شوکانی میں ہے کہ معاویہ
کے حق میں کوئی حدیث فضیلت وارد نہیں۔ سوائے اس کے کہ آنحضرتؐ نے اس کے حق میں فرمایا
"لا اشبع اللہ بطنہ" خدا اس کا پیٹ نہ بھرے۔

تاریخ طبری اور شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ معاویہ کی موت اسلام پر
نہ ہوگی۔ اور ایک طبقہ جہنم میں ایک آتشیں تابوت میں ہوگا جہاں وہ "حنان یا منان" پکارے گا
ناظرین! معاویہ کی فضیلت میں کہا جاتا ہے۔ کہ وہ کاتب وحی تھا۔ نصائح کافیہ ص۲۰۰ پر ہے کہ کتابت
وحی کی حدیث دربارہ معاویہ صحیح نہیں۔ اور اگر بالفرض کاتب وحی مان لیا جائے تو اس میں کوئی
فضیلت نہیں کیونکہ عبداللہ بن ابی سرح بھی کاتب وحی تھا۔ جو مرتد ہو گیا اور اس کے حق میں یہ آیت

نازل ہوئی۔ "ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا اوقال اوحی الی ولم یوح الیہ شیئ" اور یہ پھر مردود عذاب ہوا۔ اور اسیطرح عبداللہ بن خطل بھی کاتب وحی تھا۔ جو مرتد ہو گیا۔ اور فتح مکہ کے دن اسکو قتل کیا گیا۔ نصائح کافیہ صفحہ ۱۵۰ پر ہے کہ اگر معاویہ نے چند دن کتابت کی ہو تو کیا ہوا کیونکہ وہ اپنی ایڑیوں پر الٹا پھر گیا یعنی کافر ہو گیا۔ مروج الذہب علامہ مسعودی برحاشیہ کامل جلد ۶ صفحہ ۱۱۰ پر ہے کہ ان جاہلوں کی جہالت اور بیوقوفی پر غور کرو کہ رسول اللہ پر ۲۳ برس وحی آتی رہی جس کو صحابہ لکھتے رہے اور معاویہ نے بھی کچھ حصہ کتابت کی۔ تو ان جاہلوں نے اتنا فروغ دیا کہ اس کو کاتب وحی بنا دیا۔

خواجہ حسن نظامی نے کتاب طمانچہ بر رخسار یزید صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے کہ یزید بن معاویہ اپنی ماں مرجانہ پر عاشق ہو گیا۔ ایک دن دو گھنٹہ تک مرجانہ کے پاس بیٹھا رہا۔ دونوں شراب میں مخمور بوس و کنار میں مشغول تھے کہ یکایک معاویہ آ گیا۔ اور ان کو ایسی حالت میں دیکھتا رہا۔

ثمرۃ الاوراق صفحہ ۱۳ اور تطہیر الجنان صفحہ ۱۲ پر ہے کہ رسول اللہ نے اور تاریخ کامل جلد سوئم صفحہ ۱۳۳ پر ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے اور مستطرف صفحہ ۱۲۱ پر ہے کہ امام حسنؑ علیہ السلام نے اور صفحہ ۱۳۱ پر ہے کہ عائشہ نے اور صفحہ ۵۰ پر ہے کہ ابن عباس نے صفحہ ۲ پر ہے کہ محمد بن ابوبکر نے اور تاریخ کامل جلد سوئم صفحہ ۱۹۶ پر ہے کہ ثمرہ بن جندب صحابی نے اور صفحہ ۲ پر ہے کہ حضرت عقیل اور احنف بن قیس نے اور تاریخ طبری جلد سوئم صفحہ ۲۱۲ پر ہے کہ خلیفہ معتضد باللہ عباسی نے اور تاریخ کامل جلد چہارم صفحہ ۲ پر ہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام نے معاویہ بن ابوسفیان پر لعنت کی۔

فردوس الاخبار میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ اے علی دشمن نہیں رکھتا تم کو عرب سے مگر حرامزادہ اور ...ے مگر شقی اور عورتوں سے مگر سلقلقیہ یعنی وہ عورت جس کو حیض براستہ بر آوے۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۰ تاریخ خمیس جلد دوم صفحہ ۳۱۲ تاریخ امام واقدی میں ہے کہ معاویہ حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کیا کرتا تھا۔ اور دوسروں کو لعنت کرنے کی ترغیب دیتا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت خواجہ اویس قرنی حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے لڑ کر جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

کتاب اختصاص میں یحییٰ ابن طویل سے روایت ہے کہ میں مکہ کے سفر میں امام زین العابدینؑ کے ہمراہ تھا اثنائے راہ میں ایک وادی تھی جس میں ایک شخص آگ کی زنجیر میں جکڑا دیکھا گیا۔ اور پیاس کی شدت سے جاں بلب ہے۔ امام عابد نے فرمایا کہ یہ معاویہ ہے اور قیامت تک اسی حالت میں رہے گا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ زمانہ نے ہم کو ایسا گھٹایا۔ کہ لوگ کہنے لگے کہ معاویہ اور علیؑ یعنی معاویہ کے

نام کو تقدیم و یکھی اور نیز ختم کر دیا گیا حالانکہ دونوں نامبردگان کا باہم ختم کرنا یا تقدم و تاخر کرنا ہم جنسوں میں ہوا کرتا ہے
تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۲۰ پر ہے کہ معاویہ کی دادی حمامہ تھی جس کے ہاں زنا کا جھنڈا
تھا۔ اور وہ رنڈی تھی۔

مستطرف شیخ شہاب الدین الشبی صفحہ ۱۲۱ پر ہے کہ معاویہ کی دادی کا نام اور جس نے رایت زنا بلند کیا
ہوا تھا ام قبلہ تھا بعض محققین نے زرقا لکھا ہے۔ لیکن عقد الفرید میں لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام اپنے
فرامین میں معاویہ ابن ہند لکھتے تھے۔ ناظرین یہ خوب یاد رہے کہ ہر ایک زانیہ رایت زنا بلند نہ کر سکتی
جب تک اس کو تمام قوم کی طرف سے اس کام کی اجازت لاتخنس انہ ملتی۔

تذکرہ خواص الامہ مطبوعہ طہران صفحہ ۱۱۶ پر ہے کہ اصمعی کہتا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے عمرو عاص
کو بازاری فاحشہ عورت کا بچہ کہا تھا امام کے اس قول کی شرح محمد بن اسحاق صاحب مغازی نے لکھا ہے کہ عمرو
کی ماں کا نام امیہ تھی اور اس کے ہاں مثل سبط رایت بلند تھا جس سے وہ زمانہ جاہلیت میں پہچانی جاتی
تھی۔ اور وہ ام حنبل الزرقا یعنی نیلی آنکھ والی ام حنبل کے پتہ سے مشہور تھی۔ اور مروان کا باپ
نہیں پہچانا گیا کہ کون تھا۔ اور مروان کا نسب حکم سے ایسا ہی ہے جیسا عمرو کا عاص بن وائل سے یعنی
جس طرح عمرو عاص کا ولد الحرام ہونا یقینی ہے اسی طرح مروان بھی ولد الحرام تھا۔

ناظرین صعبہ بنت حضرمی نے رایت بلند کیا ہوا تھا یہ حضرمی وہ شخص ہے جو خلافت ابوبکر میں
امیر بحرین بنایا گیا تھا۔ طلحہ بن عبید اللہ جو عشرہ مبشرہ سے ہے اور جو قتل عثمان میں بلوائیوں
میں شریک تھا اور جو عائشہ کے ساتھ مکہ سے بصرہ تک جنگ جمل میں رہا۔ اسی صعبہ کے بطن سے تھا

آغانی مطبوعہ بیروت جلد اول صفحہ ۹ اور تاریخ کامل ابن اثیر جزری جلد ۴ صفحہ ۹۷ پر ہے کہ عبد اللہ بن
فضالہ شاعر نے عبد اللہ بن زبیر کو ابن الکاہلیہ لکھا ہے اور ابن زبیر کو بھی اپنے نسب میں کاہلیہ کے ہونے
سے کاشین اور شرمندگی تھی۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب ابن زبیر مکہ میں خلیفہ بنا
دیا گیا۔ اور اس نے حضرت عبد اللہ بن عباس اور محمد حنفیہ کو انکار بیعت پر کنوئیں میں قید کر دیا اور ان دونوں
حضرات کو مار ڈالنے کی تجویز کی اور اس پر وہ سانحہ کی اطلاع مختار ثقفی کو دی گئی تو مختار نے بھی ابن
زبیر کو ابن الکاہلیہ کہا تھا۔ پس بالبداہت پایا گیا کہ کاہلیہ فاحشہ عورت تھی۔

تاریخ الرسل والملوک یعنی تاریخ کبیر طبری میں ہے کہ سعد ابن ابی وقاص نے ابن مسعود کو لونڈی کا
بچہ کہا جس پر ابن مسعود نے اس کو ابن حمنیہ کہا۔ پس سعد کی ماں حمنیہ بھی بازاری فاحشہ عورت تھی۔
خلاصۃ التفاسیر مولوی فتح اللہ صاحب شاگرد مولوی عبد الحی لکھنوی جلد سوئم سورہ نور صفحہ ۲۹ پر ہے

کہ ایک صحابی نے ام مہرول سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ دو دن غیر نکاح (زنا) کراتی رہے گی لیکن جب آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو یہ شرط موقوف کر دی۔ یہی قصہ ام مہرول فتح الباری جلد پنجم صفحہ ۵۶ پر بھی موجود ہے۔

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے۔ کہ معاویہ منجملہ دوازدہ خلفا سے ہے۔ مگر یہی ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں معاویہ اور طرفداران معاویہ کا قول درج کرتا ہے۔ "نحن فئۃ الباغیۃ طالب الدم العثمان"۔

تاریخ الاذان صفحہ ۵۸ پر ہے کہ معاویہ بن ابو سفیان کا اثنائے خطبہ میں گوز نکل گیا۔ تو اس نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے خروج ریح کو باعث راحت بنایا لیکن سامعین نے یہ سن کر کہا کہ منبر رسولؐ پر گوز کا نکل جانا امر قبیح ہے۔

نصائح کافیہ علامہ ابو بکر بن عبد الرحمان صفحہ ۷۱ پر ہے کہ معاویہ نے ۴۱ھ کے بعد ایک پروانہ جاری کیا کہ ہم اس شخص سے بری الذمہ ہیں جو حضرت علی علیہ السلام یا اہلبیت محمدؐ کی تعریف میں روایت کرے۔ یعنی ایسے شخص کا خون جائز ہوگا۔

نصائح کافیہ صفحہ ۷۲ پر ہے کہ معاویہ نے پھر دوسرا پروانہ جاری کیا کہ جس کی بابت تحقیقات سے ثابت ہو جائے کہ وہ حضرت علی (علیہ السلام) اور اس کے اہلبیت کو دوست رکھتا ہے۔ اس کا نام دیوان سے کاٹ دو اور جو روزینہ یا وظیفہ اس کا مقرر ہو اس کو بند کر دو۔ پھر تیسرا رقعہ جاری کیا کہ اگر کسی شخص پر تہمت بھی لگائی جائے یعنی غلط طور پر بلا ثبوت بھی بیان کیا جائے کہ وہ حضرت علیؑ اور اہلبیت محمدؐ کو دوست رکھتا ہے تو اس کو سزا دو اور اس کا گھر گرا دو۔

نصائح کافیہ صفحہ ۷۸ پر ہے کہ معاویہ نے مغیرہ حاکم کوفہ کو لکھا کہ ہم دیگر امور میں تیری رائے پر اعتبار کرتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے مگر اتنا سمجھانا ضروری ہے کہ علیؑ کو گالیاں دینا کبھی نہ چھوڑنا اور عثمان بن عفان پر ہمیشہ دعائے رحمت بھیجنا اور اصحاب علیؑ کی مذمت کرنا اور جہاں تک ہو سکے انکو اپنے پاس سے نکال دینا۔ اور دوستان عثمان کی تعریف کرنا۔ اور ان کو اپنا مقرب بنانا۔ مغیرہ نے جواب میں لکھا کہ ہم کو پیشتر ازیں اس بات کا تجربہ حاصل ہے۔ اور خود بھی تجربہ کر چکے ہیں۔ اور تمہارے سوائے یعنی پہلے جو خلیفہ ہو چکے ہیں۔ ہم ان کے لئے بھی (انکو خوش کرنے کیلئے) یہی کام کرتے رہے ہیں جس سے وہ سب خوش ہے یعنی عمر اور عثمان کے عہد حکومت میں بھی ہم علیؑ اور اہلبیت محمدؐ کو گالیاں نکالتے رہے ہیں۔ ناظرین! مغیرہ کو ابن خطاب نے کوفے کا حاکم مقرر کیا تھا۔ ایک دفعہ عمر کے پاس آکر اصحاب رسولؐ نے شکایت

کی کہ شیعہ حاکم کوفہ حضرت علی علیہ السلام اور اہلبیت محمدؐ کی سب اور مذمت کرتا ہے۔ عمر نے اس شکایت پر کوئی نوٹس نہ لیا۔ بلکہ الٹا انکو سزا دی۔ حالانکہ شکایت کرنیوالے اور اس شکایت کی سچائی پر شہادت دینے والے اصحاب رسولؐ تھے۔ نیز ابن مغیرہ نے ایک روز معاویہ کے دربار میں کہا کہ آنحضرتؐ نے جو [illegible] کا نکاح علیؑ سے کر دیا تھا۔ اس وجہ سے نہیں کیا تھا۔ کہ آنحضرتؐ علیؑ سے راضی تھے۔ بلکہ یہ ان احسانات کا عوض تھا جو ابو طالب نے آنحضرتؐ پر کئے تھے۔ اسی طرح معاویہ نے مروان بن الحکم کو حاکم مدینہ مقرر کیا۔ جو ہر جمعہ حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کیا کرتا تھا۔ مروان کی اس حرکت کی وجہ سے امام حسنؑ مسجد میں نہ آتے۔ ایکدن مروان نے امام حسن علیہ السلام کو گالیوں سے بھرا ہوا خط لکھا۔ کہ اے حسنؑ تمہاری مثال تو خچر کی ہے۔ کہ جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا باپ کون ہے۔ تو کہتا ہے میری ماں گھوڑی ہے

نصائح کافیہ میں ہے کہ حضرت حجر بن عدی جو شیعیان جناب امیر علیہ السلام سے تھے اور اصحاب رسولؐ تھے۔ معاویہ نے محض اس جرم پر قتل کرا دیا۔ کہ وہ شیعہ علیؑ تھے۔ جس پر عائشہ بگڑی اور معاویہ سے کہا۔ کیوں نہ ہم تجھے اس کے عوض میں قتل کر ڈالیں۔

نصائح کافیہ صـ پر ہے کہ صیفی بن فسیل شیبانی سے زیاد نے جناب امیر علیہ السلام کے بارہ میں سوال کیا۔ تو اس نے جناب امیر علیہ السلام کی بہت تعریف کی۔ اس پر زیاد نے صیفی کو اس قدر مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ زیاد نے وہی سوال کیا تو صیفی نے کہا کہ اگر تو ہماری بوٹی بوٹی بھی کاٹ دیگا تو ہم وہی کہیں گے جو کہہ چکے ہیں۔ اس بات پر وہ قید کر دیا گیا۔

نصائح کافیہ صـ پر ہے کہ علامہ ذہبی کہتا ہے۔ کہ زیاد ملعون نے رشید ہجری کو صرف اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ شیعہ تھا۔ زیاد نے پہلے رشید کی زبان کاٹ ڈالی اور پھر سولی پر چڑھایا۔

نصائح کافیہ صـ پر ہے کہ علامہ سیوطی لکھتا ہے کہ زمانہ بنی امیہ میں ستر ہزار منبر ایسے تھے جن پر جناب امیر علیہ السلام پر لعنت کی جاتی تھی۔ کیونکہ معویہ اس بدعت کو جاری کر گیا تھا۔

نصائح کافیہ صـ پر ہے کہ سعید نے حجاج سے کہا کہ عبد الملک نے ہمارے قبیلہ کو بد نہیں کہا۔ حجاج نے کہا بیشک یہ بڑی فضیلت ہے۔ پھر سعید نے کہا۔ کہ ہمارے قبیلہ کے ستر آدمی جنگ صفین میں معاویہ کی طرف تھے۔ اور حضرت علیؑ کیساتھ ہمارا صرف ایک آدمی شریک ہوا تھا جو نہایت غیر معروف تھا حجاج نے کہا کہ یہ بھی بیشک منقبت ہے۔ پھر سعید نے کہا کہ ہمارے قبیلہ کی عورتوں نے نذر مانی تھی۔ کہ اگر امام حسینؑ شہید ہونگے تو ہم گیارہ گیارہ اونٹ نحر کریں گے چنانچہ سب عورتوں نے اس نذر کو پورا کیا حجاج نے کہا کہ یہ بھی بڑی بزرگی کی بات ہے۔ پھر سعید نے کہا کہ جب ہمارے خاندان سے کہا گیا کہ علیؑ پر لعنت کرو

کرو۔ تو سب نے بڑی خوشی سے اس بات کو قبول کیا بلکہ ہم نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ، حضرت فاطمہؑ پر لعنت کی۔ حجاج نے کہا کہ بیشک یہ بھی ایک فضیلت ہے

بے مثل نیکیوں میں جنہیں کر لیا ہے   مجلس میں تو انہیں صر منبر خراب کیے

امیر خان ترکمان حاکم خراسان نے سید امیر غیاث الدین بن سید یوسف ہروی رازی علامہ عالم کو بے جرم و خطا محض شیعہ ہونے کی وجہ سے شہید کر دیا۔

مجالس المومنین میں ہے۔ کہ منصور نے بہت سے سیدوں اور علویوں کو قتل کیا اور جامع منصور کے نیچے جو بغداد میں ہے بہت سے بنی فاطمہؑ کو زندہ دفن کر دیا۔ واضح ہو کہ قتل سادات جاسوسوں کے ذریعہ سے عمل میں آتا تھا۔ اور ہر آبادی میں جاسوسوں کی کثرت تھی جس شخص پر بھی شبہ ہوتا کہ اولاد علیؑ سے یا آلِ محمدؐ کا مداح ہے اسکو بیدریغ تہ تیغ کیا جاتا۔ اور جو شخص ایسے آدمی کو پناہ دیتا وہ بھی قتل کیا جاتا وغیرہ وغیرہ۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر عبداللہ نیشاپوری لکھا ہے کہ حمید بن قحطبہ طوسی نے اس سے بیان کیا کہ میں ایکدن ہارون رشید کے پاس گیا اسنے مجھے اپنے خادم کے ساتھ ایک مکان میں بھیجا جس کے صحن میں ایک کنواں تھا۔ اور تین کوٹھریاں ہر کوٹھری میں بیس بیس بنی فاطمہؑ قید تھے۔ پھر ہارون رشید نے ان ساٹھ سیدوں کو ایک ہی دن میں قتل کر دیا اور اس کنوئیں میں ڈالدیا۔ ناظرین! یہی عمل ہر روز جاری رہتا تھا اسی پر سنی لوگ انہیں بھلا بھلا کہتے ہیں۔ "عدالت مآب امیر المومنین حضرت ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ۔"

تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۳ پر ہے کہ سنہ ۲۳۶ھ میں متوکل نے حکم دیا کہ امام حسینؑ کی قبر کو منہدم کر دیا جائے اور اس کے اردگرد کے مکان گرا دیئے جائیں۔ اور وہاں زراعت کی جائے۔ زیارت سے لوگوں کو روکدیا۔ اس ظلم کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۲۳۸ھ میں ہی بمقام عسقلان ایسی آگ پیدا ہوئی جس نے تمام مکانات کو جلا دیا۔

سنہ ۲۳۸ھ میں رومیوں نے شہر دمیاط کو لوٹ لیا۔ جس میں چھ سو عورتیں مسلمانوں کی قید ہوئیں۔ اور مرد دریا میں کود کر غرق ہو گئے۔

سنہ ۲۴۱ھ میں آسمان سے نہایت ہولناک آواز سنائی دی جس سے بہت سے مسلمان ہلاک ہو گئے۔

سنہ ۲۴۱ھ میں ہزاروں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرتے معلوم ہوتے۔

سنہ ۲۴۲ھ میں ایسا شدید زلزلہ آیا کہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے زمین میں جابجا گڑھے پڑ گئے۔ شہر سویدہ واقع عمر پر آسمان سے پتھر برسے اور حلب میں ایک پرندہ ظاہر ہوا جس نے چالیس دفعہ کہا اتقوا اللہ اتقوا اللہ یعنی خدا سے ڈرو۔ خدا سے ڈرو۔

سنہ ۲۴۵ھ میں زلزلے نے تمام دنیا کو گھیر لیا۔ جس سے بہت سے شہر بہت سے قلعے اور بہت سے پل

خراب ہو گئے پہاڑ ٹوٹ کر دریا میں گر پڑا۔ آسمان پر صدائے مہیب آنے لگیں۔ مصر میں بھی سخت زلزلہ آیا اہل بلبیس نے مصر کی طرف سے ایسی دہشتناک آوازیں سنیں کہ بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔ اور مکہ کے چشمے بہنے سے رک گئے۔

تاریخ الخلفاء ۲۴۹ھ ہے کہ مہدی باللہ نے رؤسائے شیعہ رؤسائے کی ایک جماعت کو زدوکوب کیا اور جعفر بن محمود کو صرف شیعہ ہونے کی وجہ سے بغداد کی طرف جلاوطن کر دیا۔ ناظرین! خلیفہ متوکل باللہ جس نے قبر امام حسین علیہ السلام کو منہدم کر کے ہل چلوایا تھا خود نہایت ذلت سے ہلاک ہوا اور اس کی زوجہ فاحشہ ہو گئی۔ اور اس کا بیٹا ہلاک کر دیا گیا۔

تاریخ وصاف مورخ فاضل ادیب فضل اللہ شیرازی میں ہے کہ مستعصم باللہ عباسی خاندان سے خلیفۃ المسلمین تھا۔ اس کے بیٹے ابوبکر کے حکم سے محلہ کرخ کے شیعیان علی علیہ السلام کو تہ تیغ کیا گیا۔ ان کے گھروں کو لوٹ لیا گیا۔ ان کی عورتوں کو قیدی بنایا گیا۔ پھر ان کے گھروں کو گرا کر زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا یہ تمام حالات مورخ موصوف نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لکھے ہیں۔

۷۳۲ھ میں سلطان ظاہر چقمق نے ایک حکمنامہ شیخ الحرام فارس کے نام بھیجا کہ شیعوں کے جنازے مسجدوں سے روک دیئے جائیں۔

ایک دفعہ ایک شخص نے خلیفہ حجاج کے روبرو کہا۔ کہ میرے والدین نے مجھ پر سخت ظلم کیا ہے کہ میرا نام علی رکھا ہے۔

ایک سیاح کا گزر شام کے ملک میں ہوا۔ وہاں کسی کا نام بھی اہلبیتؑ کے نام پر نہ سنا۔ اتفاقاً ایک مقام پر سنا۔ کہ دو لڑکوں کے نام حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ وجہ پوچھی تو معلوم ہوا۔ کہ ان کے والد نے یہ نام صرف امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو گالیاں دینے کو رکھے ہیں۔

ایک دن خلیفہ متوکل دربار میں بیٹھا تھا۔ اس کے دو بیٹے کھیلتے کھیلتے دربار میں داخل ہوئے۔ حضرت ابویوسف یعقوب ابن اسحاق معروف بہ ابن سکیت نحوی شیعہ اثنا عشری وہاں تشریف رکھتے تھے۔ متوکل نے کہا دیکھو حسنؑ اور حسینؑ آ گئے ہیں۔ حضرت ابو یوسف یعقوب نے فرمایا کہ یہ کمبخت تو حضرت علی علیہ السلام کے غلام قنبر سے بھی ادنیٰ ہیں۔ متوکل نے آپ کی زبان گدی سے نکلوا دی

اسی متوکل کا وزیر فتح بن خاقان تھا۔ اس نے روضہ امام حسین علیہ السلام کو گرا دینا چاہا تھا۔

محمد ابو عبد اللہ اثنا عشری دمشق میں قیام فرماتے تھے آپ علم فقہ میں بہت کامل تھے۔ اہلسنت کے قاضی دمشق مسمی ابن جملہ نے شام کے حاکم بیدمر کو مشورہ دیا کہ محمد ابو عبد اللہ شیعہ اثنا عشری ہیں۔

ان کو قتل کر دینا واجب ہے چنانچہ سید مرنے پہلے تو آپ کو سولی دی پھر آپ کی نعش کو جلا دیا۔

شاہجہان کے بیٹے اورنگ زیب نے شیعوں پر کفار کی طرح جزیہ لگا دیا۔ علامہ شوستری جہانگیر کے زمانہ میں اہلسنت کے علماء کے فتوی پر اس بنا پر شہید کر دیئے گئے کہ آپ محب اہلبیت تھے۔

کابل کے امیر عبد الرحمان نے افغانستان کے تمام شیعوں کو صرف اس بنا پر جلا وطن کر دیا۔ کہ وہ شیعہ کیوں ہیں۔

رقعات عالمگیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اورنگ زیب کے روبرو ایک خنجر آبدار پیش کیا۔ عالمگیر کو اس کی ساخت اور وضع پسند آئی اور تعریف کی اس شخص نے عرض کیا کہ اس میں ظاہری خوبصورتی کے علاوہ باطنی وصف بھی ہے یعنی میں نے اس کا نام رافضی کش رکھا ہے اورنگ زیب نے کہا بہت خوب ایسی دو چار تلواریں ہمارے اسلاح خانہ میں رکھی جاویں۔

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۳ پر لکھا ہے کہ متوکل نے صرف قبر حسینؑ کو گرا کر ہموار ہی نہیں کر دیا تھا بلکہ اہلبیت رسولؐ پر سب و شتم کرنے میں مشہور تھا۔ پھر صفحہ ۲۳۷ پر ہے کہ علماء اہلسنت کہتے ہیں کہ خلیفہ صرف تین ہوئے ہیں۔ ابو بکر کہ اس نے اہل ردہ کو قتل کیا۔ عمر بن عبد العزیز کہ اس نے رد مظالم کیا۔ اور متوکل کہ اس نے سنت کو زندہ کیا۔ یعنی عداوت اہلبیتؑ اور حمایت دشمنان اہلبیتؑ میں باطلان آفاق پر سبقت لیگیا ہے

حیات الحیوان جلد اول صفحہ ۱۹۱ و جلد دوم صفحہ ۲۵ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ عبد الملک نے بیت المقدس میں قبۃ الصخرہ تعمیر کرایا جہاں لوگ حج کر لیا کرتے۔

ترجمہ تمدن اسلام جلد دوم میں علامہ جرجی زیدان نے بحوالہ تاریخ طبری مطبوعہ یورپ جلد سوم صفحہ ۱۹۱ پر ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے لوگوں کو حج کے لئے ملک عراق میں ایک عمارت قبۃ الخضراء تعمیر کرائی اور خانہ کعبہ کی عزت کم کر دی۔ پھر صفحہ ۳۹ پر بحوالہ المقدس صفحہ ۱۲۳ پر لکھا ہے کہ معتصم عباسی نے شہر سامرہ آباد کر کے وہاں خانہ کعبہ کی شبیہ رکھوائی جس کے گرد لوگ طواف کیا کرتے اور وہاں منیٰ اور عرفات ناموں سے چند مقامات کو نامزد کیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ ایک دفعہ معاویہ نے صف لشکر سے نکلکر مقابل طلب کیا جناب امیر علیہ السلام کے لشکر سے سعید بن قیس نیزہ اٹھائے معاویہ پر آلپکا اس کے بدن میں تھر تھری پڑ گئی اور اپنے خیمہ کی طرف فوراً بھاگ گیا اور وہاں پہنچتے ہی اس کو تین دست آئے۔

تاریخ کامل جلد سوم صفحہ ۸۶ پر ہے کہ طرفداران عثمان یعنی اہلسنت کا نام عثمانیہ تھا۔ تاریخ ابو الفداء صفحہ ۱۸۱ پر ہے کہ یہ لوگ معتزلہ کہلاتے تھے۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۳ پر ہے کہ جب امام حسنؑ اور معاویہ میں صلح ہوگئی۔ تو اس

سال کا نام جماعت رکھا گیا کیونکہ تمام امت کا اجماع ہوا۔ منہاج التحقیق یحییٰ ابن الحسن القریشی میں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دینے کا آغاز ہوا تو نام سنت رکھا گیا۔ کتاب ابانہ علامہ ابن بطہ میں ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک دمشق میں داخل ہوا تو اس سنہ کا نام اہلسنت والجماعت رکھا گیا۔

شیعہ عالم حضرت علی رحمتہ اللہ نے کشف الحق میں کتب عامہ سے روایت دی ہے کہ ایکدن اودی بنت حارث معاویہ سے ملی اور کہا اے معاویہ۔ تو نے کفران نعمت احمدؐ اور اہلبیت محمدؐ کی مخالفت کیا۔ اسی لئے خداوند عالم نے تیرے خاندان بنی امیہ کو قرآن پاک میں شجرہ ملعونہ فرمایا ہے۔ پہلے ثلاثہ نے ہمارے حقوق چھینے اور بعد ازاں تو بھی ان کے نقش قدم پر چلا۔ کیا تجھ کو وہ دن بھول گیا ہے جب کہ ابوبکر اور عمر دونوں شیخین کے ظلموں سے مجبور ہو کر حضرت علی علیہ السلام گریاں و نالاں روضہ رسول پر گئے اور فرمایا؟ یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی۔ یعنی اے میرے ماں جائے قوم نے مجھ کو ضعیف کر دیا ہے اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر دیتے۔ یہ آیہ مبارکہ حضرت ہارون نے بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستوں کے حق میں فرمائی تھی۔

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ کفر کے دو بازو ہیں بنی امیہ اور بنی مہلب۔ جہنم کے سات طبقوں میں سے کم ترین طبقہ بنی امیہ کے لئے مخصوص ہے جو انکو مینڈھوں کی طرح ابدالآباد تک کھینچے گا۔ کتاب بسیا حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک رات آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا اور میں نے اپنی مصیبتوں کا ذکر آنحضرتؐ سے کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ نیچے نظر کرو پس میں نے دیکھا کہ معاویہ اور عمرو عاص جہنم میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں۔ اور جہنم کے فرشتے ان سے سوال کر رہے ہیں۔ کہ تم دونوں نے علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت سے کیوں انکار کیا۔ عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ معاویہ ایک تابوت میں جہنم کے سب سے نچلے حصہ میں جل رہا ہے اور اگر فرعون "انا ربکم الاعلیٰ" نہ کہتا تو معاویہ سے نچلا درجہ میں کوئی شخص نہ ہوتا۔

مروج الذہب مسعودی جلد ۲ صفحہ ۸۵ تاریخ طبری فارسی صفحہ ۲۷ ابوالفدا جلد اول میں معاویہ کے مظالم کی تفصیل مرقوم ہے جس کا ضروری خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ نے بے شمار شیعان علیؑ کو محض محبت علیؑ کے جرم میں سولی پر چڑھایا۔ کان کاٹ دیئے۔ زبانیں نکلوا دیں اندھے کر دیئے گئے جلا وطن کئے گئے۔ مکان مسمار کر دئے گئے۔ کنوؤں میں دھکیل دئے گئے پہاڑوں پر سے گرائے گئے۔ قتل کئے گئے۔ ان کے اہل و عیال کو تہ و تیغ کیا گیا۔ وغیرہ۔

تاریخ الخلفا میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام دانتوں سے اپنی انگلیاں کاٹتے اور فرماتے اعصی ویطاع معاویۃ یعنی افسوس میری نافرمانی ہو اور معاویہ کی فرمانبرداری کی جائے۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ معاویہ کا پیٹ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ بیٹھتے وقت رانوں پر آ پڑتا۔ نیز یہ کھانے سے سیر نہ ہوتا۔ کھاتے کھاتے پشت کے بل لیٹ جاتا اور پھر اٹھ کر کھانا شروع کر دیتا۔ حتیٰ کہ خدمت گار کھانا اٹھا لیتے

قرۃ العینین شاہ ولی اللہ میں ہے کہ معاویہ عمر بن خطاب کی پوری پوری پیروی کرتا اور استیصال اہلبیت میں عمر کے نقش قدم پر چلتا۔ شرح ابن ابی الحدید جلد چہارم ص۱۹۵ پر ہے کہ معاویہ نے ابوہریرہ و عمرو عاص و مغیرہ و عروہ بن زبیر کو جھوٹی احادیث بنانے پر مامور کیا۔

محاضرت امام راغب اصفہانی میں ہے کہ جب معاویہ مرگیا تو اس کے گلے میں صلیب آویزاں تھی۔ تاریخ الخلفاء ص۱۳۳ پر ہے کہ معاویہ چالیس سال حکومت کر گئے (معاویہ کو عمر نے امیر شام مقرر کیا۔ اور عثمان کے عہد میں بھی امیر شام رہا اور حضرت علی علیہ السلام کے عہد میں اور نیز حضرت کی شہادت کے بعد خلفائے ثلاثہ کی طرح عوام الناس میں خلیفہ رسول کہلاتا) ۷۸ سال کی عمر میں ۶۰ھ میں فوت ہو گیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ معاویہ مرض الموت میں خواب ہائے پریشان دیکھتا پیاس کی شدت سے بار بار پانی مانگتا۔ کبھی ہوش میں آتا اور کبھی غش کر جاتا۔ اور کہتا اے علیؑ آپ کو مجھ سے کیا کام اے کاش میں آپ کی مخالفت نہ کرتا۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ "نبا العظیم" سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی خلافت اور دوستی ہے اور کوئی شخص نہیں مرتا مشرق یا مغرب میں خشکی یا تری میں کہ اس سے علیؑ کی خلافت اور دوستی کا سوال نہ کیا جائے۔

بدعات معاویہ

تاریخ الخلفا سیوطی ص۱۳۶ پر ہے کہ امام شعبی کہتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا وہ معویہ ہے۔ جبکہ اس کی چربی زیادہ ہو گئی اور توند بہت نکل آیا۔ امام زہری کہتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے نماز عید میں خطبہ کو مقدم کیا وہ معویہ ہے اور سب سے پہلے جس نے بروز عید اذان دلوائی وہ معویہ ہے اور جس نے نماز میں تکبیر کو کم کیا وہ معویہ ہے مراد اس سے نماز جنازہ ہے۔ اصل میں پانچ تکبیر کا حکم تھا۔ مگر معویہ نے چار تکبیریں کر دیں۔

مروج الذہب علامہ مسعودی ص۳۰ بر حاشیہ کامل جلد ۸ پر ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کرنے کی رسم یہ بدعت مٹائی گئی تو اہل حران نے اس حکم کے اطاعت سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ بغیر لعن ابو تراب کے نماز باطل ہے۔ واضح ہو کہ موجودہ سنیوں سے تو ماموں رشید اور معتضد باللہ عباسی ہی بہتر ہیں جنہوں نے لعن معاویہ کا حکم صادر کیا۔ اور معز الدولہ تو ان سے بدرجہا بہتر ہے۔ جس نے بروز عاشورہ دوکانیں بند کر دینے اور گریہ زاری کرنے کا حکم دیا۔ مورخ کامل کہتا ہے کہ معز الدولہ کے

حکم کی پوری پوری تعمیل کی گئی۔ کیونکہ اسوقت شیعہ حضرات کی جابجا کثرت اور غلبہ تھا

کنز الغرائب میں بروایت ابو العباس سہل ساعدی لکھا ہے کہ میں حوالیٔ دمشق کے ایک موضع میں تجارت کیلئے گیا۔ دیکھا کہ وہاں کے لوگ خوشیاں مناتے اور ڈھول بجاتے ہیں۔ میں نے پوچھا آج کیا یوم عید ہے۔ کسی نے کہا۔ اہل عراق نے امام حسینؑ کا سر بطور تحفہ یزید کے پاس بھیجا ہے اور شام کے لوگ اظہار بشاشت کر رہے ہیں

بدعات ثلاثہ تو ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ اب بدعات معاویہ بھی ملاحظہ ہوں۔ تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی میں ہے کہ معاویہ پہلا شخص ہے جس نے (۱) خطبہ بیٹھ کر پڑھا (۲) عیدین کیلئے اذان مقرر کی (۳) خانہ کعبہ کو برہنہ کیا۔ یعنی اس کی پوشش اتروائی (۴) مسجد میں مقصورہ بنوایا جس میں امام پوشیدہ رہے اور اس پر ناگاہ حملہ نہ ہو سکے (۵) نماز جنازہ میں پانچ تکبیروں کی بجائے چار تکبیریں کر دیں (۶) بیعت یزید میں خلف لیا (۷) خواجہ سراؤں کو گھروں میں داخل کیا (۸) خطبہ عیدین کو نماز عیدین پر مقدم کیا (۹) زیاد کو فرزندان ابو سفیان میں داخل کیا۔ حالانکہ زیاد ولد الحرام تھا (۱۰) حدود شرع کو ساقط کر دیا۔ (۱۱) اذان نماز کو بدل دیا۔ (۱۲) بسم اللہ کو بالجہر پڑھنے سے روک دیا۔ (۱۳) بحالت احرام حج عطر لگانے کا حکم دیا۔ یہ چند بدعات مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ورنہ بدعات معاویہ سینکڑوں ہیں۔ اس پر بھی معاویہ کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ کہا جاتا ہے۔ مقام تعجب ہے۔

اہلسنت کی کتاب مناقب صفحہ ۳۳ پر ہے کہ ابو ہاشم نے بیان کیا کہ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ جب قائم آل محمد کا ظہور ہوگا تو مسجدوں کے مینار اور مقصورے منہدم کر دیئے جائیں گے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ مجھے دل میں شک ہوا کہ ایسا کیوں کیا جاوے گا تو حضرتؑ نے فرمایا۔ یہ دونوں امور بدعت ہیں۔ نہ نبیؐ نے (مینار اور مقصورہ) بنایا اور نہ کسی حجت خدا نے۔

معاویہ ۱۳ بدعات پہلے لکھ چکا ہوں۔ چند اور یہاں لکھتا ہوں۔ نصائح کافیہ صفحہ ۹۳ پر ہے۔ کہ چند لوگوں نے معاویہ کو یا رسول اللہ کہہ کر سلام کیا۔ مگر اس نے منع نہ کیا۔ یزید کو اپنا جانشین بنایا۔ ریشمی لباس پہنتا اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھاتا۔ مال فے کو اپنے تصرف میں لاتا۔ متعۃ الحج بند کیا۔ اس کے سامنے رسول اللہ کو برا بھلا کہا جاتا۔ مگر یہ منع نہ کرتا۔ مطلب برآری میں حلال حرام کی تمیز نہ کرتا۔ اس نے شہدائے احد کی قبریں کھدوائیں۔ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی۔ فضائل ثلاثہ اور مذمت اہلبیتؑ میں انعام و اکرام دے کر احادیث کا انبار لگا دیا۔

معاویہ کے کارنامے اور یزید

تاریخ کامل جلد سوئم ص۴۷ پر ہے کہ سنہ۳۲ھ میں معاویہ نے حضرت ابوذر کو شام سے مدینہ کی طرف جلاوطن کیا۔ معویہ نے ان کو گالیاں دیں۔ قتل کی دھمکی دی۔ شام سے مدینہ تک ایسے اونٹ پر سوار کرکے روانہ کیا جس پر کسی قسم کا محمل۔ کجاوہ اور فرش نہ تھا۔ پھر مدینہ سے نہایت ذلت و خواری سے جلاوطن کئے گئے اور مدینہ سے ربذہ کی طرف حضرت ابوذرؓ کو عثمان نے جلاوطن کیا تھا جس کا ذکر نا بھی جائز نہیں اور اگر جائز ہو تو چاہیے کہ عثمان کی طرف سے معذرت کریں ۱ھ یعنی عثمان کی یہ حرکت نہایت احمقانہ تھی کہ خلیفہ کی رعیت کی ایسی سزا کا حق حاصل ہے۔ اس کے علاوہ جو ہو سکے عذر کرو۔ مگر یہ اس کو ذریعہ طعن بنا ئیں (یعنی عثمان ضرور مورد لعن طعن ہے۔)

نصائح الکافیہ ابن عقیل میں ہے کہ معاویہ خطبہ کے آخر میں کہا کرتا تھا۔ بارالہا یہ تحقیق ابوتراب نے الحاد کیا تیرے دین میں اور روکا تیرے راستہ سے۔ پس لعنت کر تو اس پر سخت لعنت اور عذاب کر تو اس پر سخت عذاب اور تمام مملکت میں کہلا بھیجا کہ یہی کلمہ کہا کرو۔ حتیٰ کہ عمر ابن عبدالعزیز نے اس رسم کو سنہ۹۹ھ میں موقوف کیا۔ نسائی میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ علیؑ کا دوست مومن اور علیؑ کا دشمن منافق ہے۔ اب مؤلف بتاتا ہے کہ نسائی کس پایہ کا عالم تھا۔ اور یہ کہ بخاری اور مسلم دونوں سے اعلم تھا۔ ابو علی نیشاپوری کہتا ہے کہ نسائی آئمہ مسلمین میں سے تھا۔ اور امام ہے۔ بلامدافعہ۔ چار آدمی آئمہ حدیث سے ہیں۔ محمد بن اسحاق۔ ابراہیم بن ابیطالب۔ نسائیؒ اور عبدان۔ ابوالحسن بن مظفر کہتا ہے۔ کہ ہمارے تمام مشائخ مصر نسائی کی امامت اور تقدم کے قائل ہیں۔ اور نیز کہ نسائی عبادت حج اور جہاد میں قابل توصیف تھے۔ سنن ماثورہ کی اقامت کرتے اور مجالس سلطان سے پرہیز کرتے۔ یہی انکا داب تھا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ امام حاکم کہتا ہے کہ علی بن عمر حافظ کو چند مرتبہ یہ کہتے سنا کہ نسائی فقیہ تر ہیں اپنے زمانہ کے مشائخ سے اور سب سے زیادہ صحیح و سقیم کے عارف ہیں۔ جب وہ اس درجہ تک پہنچے لوگوں نے حسد کیا۔ اور وہ رملہ کی طرف چلے گئے۔ وہاں لوگوں نے ان سے معویہ کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ خاموش رہے۔ جس پر سب نے انکو مسجد میں زدوکوب کیا۔ انہوں نے کہا ہم کو مکہ لے چلو۔ وہیں انہوں نے مقتول ہو کر وفات پائی۔ طبقات شافعیہ سبکی جلد دوئم ص۸۳ طبقات شافعیہ ابوبکر السدی طبقات الحافظ ذہبی۔ شرح مواہب لدنیہ۔ مقالید الاسانید میں ہے کہ امام نسائیؒ زیادہ حافظ تھے بہ نسبت مسلم کے طبقات الشافیہ امام سبکی جلد لم ص۹۲ پر ہے کہ ابن طاہر مقدسی نے سعد بن علی زنجانی سے ایک راوی کا حال

پوچھا سعد نے کہا وہ ثقہ آدمی ہے ابن طاہر نے کہا۔ مگر نسائی نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے۔ سعد نے کہا، نسائی کے شرائط رجال میں زیادہ سخت ہیں۔ بہ نسبت شرائط بخاری اور مسلم کے تدریب الراوی امام سیوطی صفحہ ۳۲ پر ہے کہ ابن طاہر نے کہا کہ بخاری اور مسلم کی شرط یہ ہے کہ ایسی حدیثیں روایت کریں جن کے رجال کے موثق ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع ہو عراقی نے کہا یہ ٹھیک نہیں کیونکہ نسائی نے بہت سے ایسے راویوں کو ضعیف قرار دیا ہے بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۱۱ پر ہے کہ نسائی مناقب مرتضوی لکھ چکا ہے تو اسنے چاہا کہ ان مناقب کو جامع دمشق میں برملا پڑھ کر سنائے تاکہ وہاں کے لوگ جو بنی امیہ کی سلطنت کے تابع رہنے کی وجہ سے بہت ناصبی اور خارجی ہو چکے تھے ہدایت پاویں۔ ابھی کچھ حصہ پڑھا تھا کہ کسی نے کہا مناقب معاویہ میں بھی کچھ ارشاد فرمائیے نسائی نے کہا اسکے مناقب میں لا اشبع اللہ بطنہ، حدیث رسولؐ ہی کافی ہے۔ لوگوں نے انکو لکد کوب کر کے بہت زخمی کر دیا۔ نسائی کی خواہش کے مطابق اسکو مکہ میں لے گئے جہاں یہ منگل کے دن ۱۳ صفر ۳۰۳ھ فوت ہو کر صفا اور مروہ کے درمیان مدفون ہوا

تاریخ مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ پر ہے کہ اہل شام اس درجہ تک معاویہ کے مطیع تھے کہ معاویہ نے جنگ صفین کی راہ میں چہارشنبہ کو نماز جمعہ پڑھ دی اور صحابہ اور غیر صحابہ نے کچھ اعتراض نہ کیا۔

نصائح کافیہ صفحہ ۹ اور صارم مسلول ابن تیمیہ میں ہے کہ یہودی نے دربار معاویہ میں کہا کہ آنحضرتؐ نے ابن اشرف سے غدر (بغاوت) کیا معاویہ سنتا رہا۔ جس پر محمد بن مسلمہ انصاری نے کہا کہ اے معاویہ تیرے سامنے رسول اللہ پر غدر کا الزام لگایا جاتا ہے اور تو سنتا ہے۔ تاریخ کامل جلد سوئم صفحہ ۱۳۳ پر ہے کہ معاویہ نماز قنوت میں حضرت علیؑ اور ابن عباس اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور مالک اشتر پر لعنت کیا کرتا تھا۔ نصائح کافیہ صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے کہ سعد بن ابی وقاص کے مرنے کے بعد معاویہ نے اپنے تمام حکام کو لکھ بھیجا کہ تمام منبروں پر حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کی جائے چنانچہ سب نے اس حکم کی تعمیل کی حتیٰ پر معاویہ کے کئی فرمان درج ہیں۔ جو احکام سلطنت کو تاکیداً بھیجے گئے یعنی اس شخص کا خون مباح ہے جو فضیلت علیؑ میں کوئی بات کہے۔ شیعان علیؑ کی گواہی نامعتبر جانو۔ مداحان عثمان کی قدر افزائی کرو۔ اور چونکہ فضیلت عثمان میں احادیث کا انبار لگ گیا ہے۔ اب ابوبکر و عمر کی فضیلت کی احادیث بناؤ۔ جس شخص کی نسبت گمان ہو کہ شیعہ ہے اس کا نام دیوان سے کاٹ دو۔ اور اس کا سالانہ بند کر دو۔۔ اور اس پر عذاب کرو۔ اور اس کا گھر جلا دو۔

عقد الفرید جلد اول صفحہ ۱۹ پر ہے کہ معاویہ بیعت لیتے وقت یہ شرط پیش کرتا کہ علیؑ سے تبرا کیا کریں۔
نصائح صفحہ پر ہے کہ کسی نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر المومنین اب تو تم اپنی ہر ایک آرزو پر کامیاب ہو چکے

جواب اس مرد (حضرت علی علیہ السلام) سے تم باز آجاتے تو اچھا ہوتا۔ معاویہ نے کہا جب تک بچے اس طریقہ پر پرورش نہ پائیں۔ اور بڑے لوگ اس عقیدہ پر بوڑھے نہ ہو جائیں۔ جبتک کہ کوئی شخص فضیلت علیؑ کا ذکر کرنے والا نہ ہے۔ خدا کی قسم اس حرکت سے باز نہ آؤنگا۔

تاریخ کامل جلد سوم صفحہ ۱۹۸ پر ہے کہ جب معاویہ یزید کو اپنا جانشین بنانے کی کوشش میں سرگرداں پھر رہا تھا معاویہ سب سے پہلے امام حسینؑ علیہ السلام کو ملا حضرت کو دیکھکر معاویہ نے کہا تم کو نہ مرحبا ہو اور نہ اہل وسہل تو قربانی کا دنبہ ہے جس کا خون جوش کر رہا ہے خدا کی قسم یہ خون گرایا جائیگا۔ امام حسینؑ نے فرمایا چپ رہو ہم ایسی باتیں نہیں سننا چاہتے۔ معاویہ نے کہا بلکہ تم اس سے بدتر کلام کے مستحق ہو۔

پھر لکھتا ہے کہ معاویہ بعد ازاں عبدالرحمان بن ابو بکر کو ملا تو اس سے معاویہ نے کہا کہ یہ ایک فاطر العقل شیخ ہے۔ اور حکم دیا کہ اس کی سواری کے جانور کو ماریں۔ ایسا ہی برتاؤ ابن عمر کے ساتھ کیا گیا۔ یہاں تک کہ معاویہ مدینہ پہنچا بعض اہل مدینہ اس کی بدسلوکی کی وجہ سے مکہ بھاگ گئے۔ مگر معاویہ نے وہاں خطبوں میں یزید کی تعریف و توصیف کے پل باندھ دئیے۔ اور کہا یزید سے بڑھ کر کون مستحق خلافت ہو سکتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ لوگ خلافت یزید میں راضی نہیں ہونگے جبتک ان پر تلواریں نہ پڑیں اور نیست و نابود نہ کر دیئے جائیں

پھر لکھتا ہے معاویہ مدینہ سے فارغ ہو کر مکہ گیا جہاں امام حسن علیہ السلام عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر سب جمع تھے۔ معاویہ نے کہا کہ یزید تم لوگوں کا بھائی اور ابن عم ہے۔ میری صرف یہ خواہش ہے کہ تم سب اس کو خلیفہ بنا دو۔ اور کل امور سلطنت اپنے ہاتھ میں رکھو۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا۔ اگر سیرت رسولؐ کو اختیار کرو۔ تو آنحضرتؐ نے کسی اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ اگر سیرت ابو بکر کو اختیار کرو۔ تو اس نے اپنے بیٹے کو مقرر نہیں۔ اگر سیرت عمر کو اختیار کرو۔ تو اس نے چھ آدمیوں میں خلافت کو چھوڑ دیا۔ یہ سن کر معاویہ نے افسر پولیس کو حکم دیا کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک کے سر پر دو دو آدمی ننگی تلواریں لئے ہوئے کھڑے کر دو۔ اور خود منبر پر چڑھ کر یوں گویا ہوا ایہا الناس یہ لوگ (معاویہ نے امام حسنؑ عبداللہ بن زبیر وغیرہ کی طرف اشارہ کیا) مسلمانوں کے سردار ہیں۔ جن کی صلاح و مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا ان سب نے برضا و رغبت یزید کی بیعت کر لی ہے۔ اب تم بھی خدا کا نام لے کر یزید کی بیعت کر لو۔ سب لوگوں نے بیعت کر لی کیونکہ وہ سب امام حسنؑ اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت کے منتظر تھے اس کے بعد معاویہ مدینہ کو گیا اور وہاں تمام لوگوں سے یزید کی بیعت لی۔

جب اہل مکہ نے عبداللہ بن زبیر وغیرہ سے تذکرہ بیعت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے واللہ ہرگز بیعت یزید نہیں کی مگر ہم کیا کرتے جبکہ جلاد سروں پر ننگی تلواریں لئے ہوں۔

نصائح الکافیہ میں لکھا ہے کہ ابوالحسن مدائنی نے اپنی کتاب احداث میں لکھا ہے کہ معاویہ نے بعد سال جماعت (معاویہ نے ان لوگوں کے مجمع کا نام اہلسنت والجماعت قرار دیا تھا جو اہلبیت رسولؐ کے جانی دشمن تھے) اپنے اعمال کو لکھا کہ جو شخص ابوتراب کی فضیلت بیان کرے تو ہم اس سے اور اسکے اہل و عیال سے بری الذمہ ہیں۔ یعنی ان کا خون مباح ہے پس خطبہ خوان ممبروں پر کھڑے ہوتے اور علیؑ پر لعن کرتے اور ان کی اور ان کی اہلبیت کی مذمت کرتے۔ زیادہ تر مبتلا تھے بلا اہل کوفہ ہوئے کیونکہ یہاں شیعوں کی کثرت تھی۔ پس معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو حاکم کوفہ مقرر کیا۔ جس نے شیعہ لوگوں کو ہر سنگ و کلوخ سے نکالا اور قتل کیا کیونکہ یہ ان تمام کو پہچانتا تھا۔ بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اندھا کر دیا خرما کی شاخوں پر سولی دیا۔ جلاوطن کیا۔ حتیٰ کہ عراق میں ان میں سے مشہور شیعہ کوئی نہ رہا پھر معاویہ نے تمام سلطنت کے عاملوں کو لکھا کہ جو شخص عثمان کے فضائل میں روایت اور حدیث بیان کرے اس کا نام مع ولدیت و خاندان لکھ کر میرے پاس بھیجدو۔ پس عثمان کے فضائل کی کثرت اور افراط ہو گئی اور فضائل روایت کرنیوالوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا گیا۔ اسی طرح پھر ابوبکر اور عمر کے فضائل کی روایات کا انبار لگ گیا۔ اور ایسی ایسی روایات فضیلت وضع کی گئیں جن کی کچھ بھی اصل نہ تھی پھر یہ روایات فضیلت ثلاثہ ممبروں پر بیان کی جاتیں۔ پھر انکو طلباء کے درس میں لکھ کر داخل کر دیا گیا بچے انکو قرآن کی طرح ازبر کرتے اور لڑکیوں اور عورتوں کو گھروں میں تلقین کیجاتی۔ نوکروں اور غلاموں کو زبانی یاد کرائی جاتیں۔ پھر معاویہ نے ایک حکمنامہ تمام مملکت میں نافذ کیا کہ جو شخص علی اور اولاد علی کو دوست رکھتا ہو۔ اسکا نام دیوان عطا سے کاٹ دو۔ اور اسکا رزق و روزینہ بند کردو۔ پھر ایک اور حکمنامہ نافذ کیا کہ جس پر محبت علیؑ کی تہمت لگائی جائے اسکو عقوبت کرو۔ اور اس کے گھر کو مسمار کر دو۔ اس تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ لوگ اپنا عقیدہ اپنے خادم و زوجہ و غلام و دوست سے نہ کہتے۔ ان دنوں میں فقیہوں اور قاضیوں اور قاریوں نے بغرض جاگیر و انعام رسول اللہؐ پر بہت سے افترا و بہتان باندھے اور جھوٹی احادیث وضع کیں یہاں تک کہ بعد آنیوالے لوگوں نے ان احادیث کو سچا تسلیم کر لیا۔ بہ تحقیق اگر وہ جانتے کہ یہ کذب باطل ہے تو کبھی ان احادیث کو بیان نہ کرتے۔ تا اینکہ معاویہ نے امام حسنؑ علیہ السلام کو ۵۰ھ میں شہید کروا دیا۔

اہلسنت کے علامہ سید محمد بن اسمٰعیل صلاح امیر کحلانی ثم صنعانی نے روضہ ندیہ صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے کہ ابوجعفر نے کہا کہ یہ روایت صحیح طور پر ثابت ہے کہ بنی امیہ نے فضائل امیر کے اظہار کو روک دیا تھا۔ اور جو اظہار فضائل امیر کرتا اس پر عتاب کیا جاتا۔ یہاں تک کہ جناب امیر کا نام تک بھی کوئی نہ لے سکتا۔ بلکہ ضرورتاً "ابوزینب" کہتا یہی حالت بنی عباسیہ میں بھی قائم رہی خصوصاً زمانہ متوکل ملعون میں جس کی عداوت جناب امیر علیہ السلام سے یہاں تک بڑھی

ہوئی تھی۔ کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کی قبر کو منہدم کرا دیا۔ اور اس پر پانی جاری کیا۔

نصائح کافیہ صفحہ ۷۲ پر ہے کہ ابن عرفہ معروف بہ امام ابن نفطویہ کہتا ہے کہ فضائل صحابہ ثلاثہ کی اکثر احادیث زمانہ بنی امیہ میں بنائی گئیں کیونکہ بنانے والے جانتے تھے کہ اس وجہ سے خلفا کا تقرب حاصل ہوگا۔ اور بنی ہاشم کی تذلیل ہوگی۔

اسد الغابہ جلد دوم صفحہ ۱۸۳ پر ہے کہ جب جندع الفاسی نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا اگر نہ سنا ہو تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔ کہ حضرتؐ نے غدیر خم پر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ تو عبید اللہ نے زہری سے کہا کہ تم یہ حدیث ملک شام میں جاکر بیان نہ کرنا۔ کیونکہ تم اپنے کانوں سے حضرت علی علیہ السلام پر سب و لعن ہوتی سن چکے ہو۔ زہری نے کہا کہ واللہ میرے پاس علی علیہ السلام کے اس قدر فضائل ہیں کہ اگر بیان کروں تو قتل کر دیا جاؤں۔

تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۱۹۲ میں ہے کہ معاویہ نے عمرو عاص کو حضرت علی علیہ السلام کے مخالف اپنا رفیق بنانا چاہا عمرو عاص نے قبول نہ کیا۔ لیکن جب معاویہ نے اسکو حکومت مصر کا پروانہ لکھ دیا تو راضی ہو گیا۔

تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۲۳۳ اور تاریخ کامل ہے کہ مالک بن اشتر کی شہادت کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے محمد بن ابوبکر کو امیر مصر مقرر کیا۔ لیکن عمرو عاص اور معاویہ بن خدیج نے معاویہ بن ابوسفیان کے حکم سے محمد کو گرفتار کرلیا۔ اور اس کا پانی بند کر لیا۔ پھر اس کو قتل کیا۔ اور اس کی نعش کو مردار گدھے کی کھال میں ڈال کر جلا دیا۔ جب مرحوم کی بہن عائشہ بنت ابوبکر کو اس امر کی آگاہی ہوئی تو اس نے گریہ و بکا کیا اور مرتے دم تک بھنا ہوا گوشت کھانا ترک کر دیا۔ اور نماز میں معاویہ اور عمرو عاص کے حق میں بد دعا کرتی۔

تحفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۹ مطبوعہ کلکتہ میں ہے جاننا چاہئے کہ پہلے فرقہ سنی و تفضیلیہ شیعہ کہلاتے تھے مگر بعد ازاں جب یہ نام تابعان علیؑ نے اختیار کر لیا۔ تو سنیوں نے اپنا نام اہلسنت والجماعت رکھ لیا۔

صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۲ پر ہے کہ معاویہ نے ۴۱ھ میں جب اس کی خلافت مسلم ہوگئی۔ تو اپنی جماعت کا نام اہلسنت والجماعت رکھا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری جلد ۵ صفحہ ۳۰ پر ہے کہ مقدام بن معدی کرب اور عمر بن الاسود کا وفد معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ نے کہا۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ حسن بن علیؑ نے انتقال کیا اس پر مقدام نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ معاویہ نے کہا کیا تو اس کو مصیبت جانتا ہے ایسے میں تو اس امر پر بہت خوش ہوں۔

صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۲ پر ہے کہ اس سال ۴۱ھ سے جب معاویہ کی خلافت مسلم ہوگئی کا نام سال جماعت

رکھا گیا۔ کیونکہ امت ایک خلیفہ پر مجتمع ہو گئی۔ گویا اہلسنت والجماعت کا بانی مبانی معاویہ ہے۔

تاریخ الخلفا سیوطی میں ہے کہ جنگ حرہ میں جو یزید کے حکم سے ہوا، بہت سے لوگ اصحاب رسولؐ اور غیر اصحاب رسولؐ سے قتل ہوئے مدینہ لوٹ لیا گیا۔ اور ایک ہزار کنواری لڑکیوں کا ازالہ بکارت کیا گیا۔

پھر اسی کتاب میں ہے کہ امام واقدی نے بطریق متعددہ عبداللہ بن حنظلہ بن غسیل الغسیل الملائکہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے اس وقت تک یزید پر خروج نہیں کیا جب تک ہم کو یہ خوف نہیں ہوا کہ اب آسمان سے ہم پر پتھر پڑیں گے کیونکہ اس وقت یہ حالت تھی کہ لوگ اپنے باپ کی امہات الاولاد اور بیٹیوں پر اور بہنوں پر سوار ہونے لگے تھے۔ شراب پیتے تھے اور نماز کو ترک کر چکے تھے

وفات الاعیان ابن خلکان میں ہے کہ حارث بن کلدہ حکیم نے عبید کا نکاح سمیہ سے کر دیا اور اسی زمانہ نکاح عبید میں سمیہ نے زیاد کو جنا۔ اس لوگ زیاد بن عبید، زیاد بن سمیہ، زیاد بن امیہ اور زیاد بن ابیہ کہتے تھے۔ اور کہا گیا کہ انہی چاروں اضافات سے زیادہ مشہور تھا۔ البتہ ابوسفیان کے ساتھ زیاد کا الحاق نسب کرنے کے زور سے زیاد بن ابوسفیان مشہور ہو گیا۔

تاریخ کامل ابن اثیر جزری بیان ۴۴ھ صفحہ ۱۲۱ پر ہے کہ معاویہ نے زیاد کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا جس پر دونوں راضی ہو گئے۔ لوگوں کو کوفہ میں جمع کیا گیا جنہوں نے زر باد اور رشوت سے گواہی دی کہ زیاد ابوسفیان کا لڑکا ہے۔ ان میں ایک شخص ابامریم شراب فروش بھی تھا۔ یہ شخص بعض احادیث صحاح کا راوی ہے) جس نے کہا کہ ایک دفعہ ابوسفیان میرے پاس آیا اور رنڈی طلب کی۔ میں نے کہا میرے پاس اس وقت سوائے سمیہ کوئی نوچی نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہر چند یہ رنڈی غلیظ اور کثیف ہے مگر خیر وہی لاؤ۔ سمیہ حاضر کی گئی۔ بعد الفراغ جب سمیہ جانے لگی تو اس کے جسم سے منی ٹپکتی تھی۔ یہ سن کر زیاد نے کہا اے ابامریم تم گواہی دینے کو آئے ہو یا ہمیں گالیاں دینے کو۔ پس معاویہ نے زیاد کا الحاق ابوسفیان سے کر دیا۔

تاریخ کامل صفحہ ۱۹۹ پر ہے کہ زیاد کی موت کے بعد معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کا ارادہ کیا۔ عبداللہ بن عمر کو ایک لاکھ درہم بھیجا گیا جنکو عبداللہ بن عمر نے قبول کر لیا۔ بعد ازاں معاویہ نے عبداللہ بن عمر سے بیعت یزید کا تذکرہ کیا۔ تو عبداللہ بن عمر نے کہا اسی لئے تم نے لاکھ درہم بھیجا تھا۔ تو ہمارا دین بہت سستا ہے (عبداللہ ابن عمر کی خواہش تھی کہ اگر اور رقم مل جائے تو بیعت ہو لینے میں کوئی مضائقہ نہیں) واضح ہو کہ پھر عبداللہ بن عمر اور رقم بھیجی گئی تو یزید کی بیعت کر لی۔ اور اس کا یہاں تک طرف دار بن گیا کہ جو کوئی یزید کی مخالفت کرتا اس سے دست و گریباں ہوتا۔

کتاب تذکرہ خواص الامت علامہ سبط الجوزی میں ہے کہ امام زہری نے کہا کہ ہم کو تعجب ہے

کہ عبداللہ بن عمر نے اور سعد بن ابی وقاص نے جناب امیر علیہ السلام کی بیعت تو نہ کی مگر یزید بن معاویہ کی بیعت کر لی۔

شرح عقاید تفتازانی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۲ پر ہے کہ حضرت کی یہ حدیث "الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ" حضرت علی علیہ السلام پر منطبق ہے کیونکہ آپ نے وفات رسولؐ کے تیسویں سال میں وفات پائی۔ پس معاویہ وغیرہ خلیفہ نہ ہوئے بلکہ عام بادشاہ ہوئے۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۹ اور تاریخ خمیس جلد دوم صفحہ ۳۵۳ پر ہے کہ معاویہ حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کیا کرتا۔ اور دوسروں کو لعنت کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ اسی بری رسم کو ۹۹ھ ہجری میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حکماً بند کر دیا۔

عقد الفرید جلد اوّل صفحہ ۱۹ پر ہے۔ کہ معاویہ نے جبراً لوگوں سے حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کرائی۔ اور لوگوں سے اپنی بیعت کے وقت وعدہ لیتا کہ حضرت علی پر لعنت کیا کریں۔

استیعاب جلد اوّل صفحہ ۴ پر ہے کہ ایک دفعہ عمر بن عاص لشکر معاویہ سے باہر نکلا۔ اور اپنا مقابل طلب کیا۔ حضرت علی علیہ السلام مقابلہ کو خود تشریف لائے۔ حضرت علی علیہ السلام کا باہر آنا تھا کہ عمرو عاص خواس باختہ ہو کر بھاگا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اسے بھگا کر آہستہ سے اس کی زرہ پر برچھی کا وار کیا۔ عمرو عاص گھوڑے سے زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی بخوف جان ٹانگوں کو اونچا کر کے اپنی مقعد کو ننگا کر دیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے منہ پھیر لیا۔ اور عمرو عاص جان بچا کر بھاگ گیا۔

مروج الذہب مسعودی جلد ۲ صفحہ ۵۵ طبری فارسی صفحہ ۱۹۴ ابو الفدا جلد اوّل میں ہے کہ معاویہ کے زمانہ خلافت میں بے شمار شیعان علیؑ کے کان کاٹ دیئے گئے قتل کئے گئے زبانیں گدی سے کھچوائی گئیں۔ اعضائے بدن توڑے گئے آنکھیں نکلوائی گئیں۔ سولی دیئے گئے جلاوطن کئے گئے۔ ان کے گھروں کو مسمار کر دیا گیا۔ ان کی گواہی نامعتبر قرار دی گئی۔ ان ظلموں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شیعہ حضرات فقیر ہو کر جنگلوں اور غاروں میں جا بسے۔

تاریخ کامل میں ہے کہ معاویہ نے عمرو عاص کے مشورہ سے محمد بن ابوبکر کو گدھے کی کھال میں ڈال کر زندہ جلا دیا۔ حالانکہ مرحوم کے حقیقی بھائی عبدالرحمان بن ابوبکر نے اس کی جان بخشی کے لئے معاویہ کی بہت منت سماجت کی۔ جب اس ظلم کی خبر محمد کو بہن عائشہ بنت ابوبکر کو ملی تو بہت روئی۔ اور جب تک زندہ رہی ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمرو عاص پر لعنت کیا کرتی تھی اور مرحوم اس حد تک غم کیا کہ باقی تمام عمر میں بھونا ہوا گوشت کھانا ترک کر دیا۔

استیعاب ابن عبد البر مالکی اور تذکرہ خواص الامت سبط ابن جوزی اور کتاب صفوۃ جلدی اور تاریخ یعقوب ابن سفیان اور تہذیب الکمال مزی اور تہذیب التہذیب ذہبی اور مراۃ العجائب شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عمر زین الدین واقدی اور ربیع الابرار زمخشری اور تاریخ ابوالحسن مدائنی اور کتاب المختصر فی اخبار البشر اسمٰعیل بن محمود اور حسن السیرہ عبد القادر بن محمد طبری نواسہ محب طبری اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ معاویہ نے امام حسنؑ علیہ السلام کو زہر سے شہید کروا دیا۔

فتح الباری شرح بخاری اور طبقات علامہ تاج الدین سبکی میں عمران بن حطان کا قصیدہ درج ہے اس نے عبد الرحمان بن ملجم کی تعریف میں اس لئے نظم کیا کہ اس نے علیؑ کو شہید کر دیا۔ اسکا صحیح ترجمہ یہ ہے اے مکہ کے رہنے والے ابن ملجم تیری اس ضرب پر شاباش ہے جس میں عین خوشنودی الٰہی شامل ہے اور جس کا ثواب خدا کے نزدیک تمام اہل جہان کے ثواب سے میزان میں بھاری ہے خدا ابن ملجم کو جزائے خیر دے۔ جس کے ہاتھوں نے ایسے انسان کو قتل کیا۔ جو سب خلقت سے بڑا تھا بخاری اور سنن ابو داؤد اور نسائی میں عمران بن حطان سے روایت لی گئی ہیں۔ اور اس کو ثقہ اور معتبر تسلیم کیا ہے۔

فتح الباری ابن حجر عسقلانی اور شرح بخاری عینی اور کتاب الانساب سمعانی اور شرح بخاری کرمانی میں لکھا ہے۔ کہ عمران بن حطان خارجیوں کا رئیس تھا۔ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات میں لکھا ہے کہ قاضی القضاۃ کہتا ہے۔ کہ جو کچھ قاضی الطیب نے عمران کے حق میں کہا ہے۔ وہ عین خطا ہے۔ کیونکہ عمران صحابی تھا۔ اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے پھر لکھا ہے کہ قاضی جلیل سیف السنت ولسان الامت ابو بکر باقلانی نے کتاب مناقب الائمہ میں لکھا ہے کہ عمران صحابی تھا۔ اور اختلاف تفرقہ ہونے کے باعث سب کے سب اصحابہ کو نیک اچھے گا۔ شیخ عبد الحق نے کتب مشکوۃ میں سے کتاب الاداب کی شرح میں لکھا ہے کہ عمران کی کنیت ابو شہاب ہے۔ اور وہ تابعی اور ثقہ اور بصری تھا۔ علامہ عجلی نے بھی عمران کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ ناظرین، ایک خارجی کو ثقہ راوی تسلیم کر لینا سنیوں کے ہاں معمولی بات ہے حیرت انگیز امر تو یہ ہے۔ کہ سمرۃ بن جندب جس نے بصرہ کے آٹھ ہزار شیعان علیؑ کو بلا قصور قتل کرایا۔ حصین بن نمیر جس نے حضرت علی اکبر علیہ السلام کو نیزہ مارا۔ شبث ابن ربعی جو کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے مخالف لڑا اور دیگر قاتلان حسینؑ اور خوارج مثلاً عمرو بن سعد۔ شمر ذی الجوشن۔ ولید بن کثیر مخزومی۔ عکرمہ۔ بجندہ۔ بسر بن ارطاۃ سے احادیث کو لیا گیا ہے۔ شرح عقائد شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور وسیلۃ النجات ملا مبین باب سوم میں ہے کہ یزید بے سعادت کی عداوت اہلبیت اور اس کا قتل واہانت اہلبیت پر خوش ہونا ایک اظہر امر ہے۔ ناظرین

یزید ۶۰ھ میں خلیفہ ہوا اور ۶۴ھ میں مر گیا اس چار سالہ خلافت کے صلہ میں لعین ابدی ہو گیا۔ اس ملعون کا سالِ ولادت ۲۵ھ ہے۔

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مطبوعہ ۱۳۴۹ھ مطبع حنفی ص ۸۲ اور بخاری اور مسلم اور تاریخ الخلفا سیوطی اور فتح الباری ابن حجر عسقلانی اور ازالۃ الخفا ولی اللہ اور شرح جامع صغیر سیوطی میں بروئے حدیث رسولؐ بارہ خلفاء کے یہ نام لکھے ہیں۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، یزید، عبدالملک بن مروان، یزید، سلیمان، ہشام، ولید، عمر بن عبدالعزیز۔

نزل الابرار محمد بن معتمد خان بدخشی باب پنجم فصل چہارم میں ہے کہ معاویہ نے یزید کو اپنا جانشین بنانا چاہا تو اہل شام نے قبول کر کے یزید کی بیعت کر لی۔ مکہ اور مدینہ کے لوگوں نے بیعت یزید سے انکار کیا تو ان کو وعدہ وعید سے راضی کر کے بیعت لے لی۔ ناظرین۔ عبداللہ بن عمر جو سنیوں کے ہاں بڑے عالم اور پارسا مانے جاتے ہیں انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے انکار کیا۔ لیکن معاویہ اور یزید اور عبدالملک کی بیعت کو بخوشی قبول کیا اور ان کی حمایت بھی کی۔

غزالی کہتا ہے کہ یزید کو برا کہنا اور اس پر لعنت بھیجنی حرام ہے اور علامہ ابن حجر نے منح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ نسخہ قلمی ورق ۳۰۱ پر لکھا ہے کہ ابن عربی مالکی کہتا ہے کہ یزید نے امام حسین علیہ السلام کو ان کے نانا رسول اللہ کی تلوار سے شہید کیا۔ یعنی چونکہ یزید نائب رسول اللہ تھا اور امام حسین علیہ السلام باغی تھے اس لئے یزید کا قتل حسینؑ کرنا عین بہ تقلید رسول اللہ تھا اور چونکہ بعض اصحاب حل و عقد نے بیعت یزید کر لی تھی۔ اس لئے امام حسین علیہ السلام کا شامل بیعت نہ ہونا بغاوت تھی

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مطبوعہ مطبع حنفی ص ۸۸ پر ہے کہ قتل حسینؑ کفر کا موجب نہیں ہے کیونکہ انبیاء کے سوائے کسی اور شخص کو قتل کر دینا گناہ کبیرہ ہے مگر کفر نہیں۔ اسی بحث میں ملا علی لکھتا ہے کہ ابوبکر و عمر کو گالیاں دینا اور ان کو قتل کر دینا کفر نہیں۔

احیاء العلوم امام ابو حامد غزالی میں ہے کہ یزید پر لعنت کرنا تو در کنار رہا یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ یزید نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا یا قتل کرایا۔ لعنت کرنے میں خطرہ ہے۔ پس اس سے بہتر یہ ہے کہ ذکر میں مشغول رہے۔ ابلیس پر بھی لعنت کرنے سے چپ رہنے میں کوئی خطرہ نہیں۔

تاریخ ابن خلکان میں امام غزالی کی ایک طویل عبارت ہے جس کا حسب ضرورت خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان پر لعنت کرنا ہرگز جائز نہیں۔ جو شخص کسی مسلمان پر لعنت کرے وہ خود ملعون ہے اور بہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ یزید مسلمان تھا پس یزید کے حق میں رحمت کی دعا مانگنی جائز بلکہ مستحب ہے بلکہ ہم جو نماز میں مومنین

اور مومنات کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں ان میں یزید بھی داخل ہے۔ ناظرین محسن الملک مہدی علی نے آیات بینات میں کل امت محمدیہ پر خطبہ کتاب میں درود بھیجا ہے۔ جس میں یزید بھی شامل ہے۔ مسلم میں ہے کہ ظالم اور فاسق خلیفہ کے خلاف بھی خروج کرنا جائز نہیں۔ اور یزید سے تو قتل حسینؓ سے پہلے کسی قسم کا کفر و فسق ظاہر ہونا ثابت نہیں۔ واقعہ حرہ کے مظالم بھی قتل حسینؓ سے بعد کے ہیں۔ پس حسینؓ کو قتل انکار بیعت پر کیا گیا۔ ناظرین! عبارت بالا سے صاف ظاہر ہے کہ قتل حسینؓ میں یزید مستوجب الزام نہیں۔ بلکہ امام حسین علیہ السلام ہی قصوروار ہیں۔

شرح مقاصد علامہ تفتازانی میں طول عبارت ہے اس کا ضروری خلاصہ یہ ہے کہ بعض اصحاب رسولؐ کینہ اور بغض کی وجہ سے حق اور راستی سے منحرف ہو گئے تھے اور ظلم اور بدکاری کی حد تک پہنچ گئے ان کے جھگڑوں اور فساد کا باعث حسد اور عداوت اور حکومت اور سرداری کی خواہش تھی۔ کیونکہ کل اصحاب رسولؐ معصوم نہ تھے اور جو جو ظلم اہلبیتؑ رسولؐ پر کئے گئے انکو چھپانا کسی کی مجال سے باہر ہے یہ وہ ظلم ہیں کہ انکی شہادت پتھر اور جمادات دین اور زمین و آسمان روتیں اور پہاڑ ٹکڑے ہو کر گر پڑیں اور سنگ خارا پھٹ جائے انکی یاد ہمیشہ ماہ اور سال اور زمانہ کے ساتھ تا قیامت قائم رہے گی۔ خدا کی لعنت ہو اس پر جو ان مظالم سے خوش ہو۔ یا انکو پسند کرے یا ان کو چھپانے کی کوشش کرے اور جو علمائے دین یہ کہتے ہیں۔ کہ یزید پر لعنت جائز نہیں وہ چاہتے ہیں کہ لعنت کو زینہ بہ زینہ اوپر کی طرف چڑھنے سے بچائیں۔

تاریخ بادرستی میں ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو عبداللہ ابن عمرؓ نے یزید ابن معاویہ کو خط لکھا کہ بہ تحقیق مصیبت عظیم اور بزرگ ہو گئی۔ اور اسلام میں بڑا بھاری حادثہ واقع ہوا اور کوئی دن حسینؓ کے دن جیسا نہیں ہے۔ یزید نے جواب میں لکھا کہ اے احمق ہم وقت خلافت پر بیٹھے جبکہ محل بلند ہوئے تھے۔ اور فرش بچھے ہوئے تھے اور سجے سجائے ہوئے تھے اور مسندیں تنی ہوئی ۔ بڑی ہوئی تھیں پس ہم نے حسینؓ سے مقابلہ کیا۔ اگر ہمارا حق تھا یعنی اگر ہم خلیفہ حق تھے تو ہم نے حسینؓ سے مقابلہ اپنے حق پر کیا اور اگر ہمارا حق نہ تھا یعنی ہم غاصب خلافت ہیں۔ تو تیرا باپ عمر بن خطاب پہلا شخص ہے جس نے اس ظلم کی بنیاد رکھی اور حق داروں سے حق چھین لیا۔ اور حق داروں کو حق سے محروم کر دیا۔

کرد شخصے سوال از دانا	کہ بگو کشتہ شد حسینؓ کجا
گفت کاندر سقیفہ اش کشتند	بہر دنیائے جیفہ اش کشتند
سبب قتل از چہ بود یزید	ایں ستم بر وے از سقیفہ رسید
ہر مرض کہ می شود لاحق	باشد اسباب و اصل او سابق

سبب سابق است اصل مرض — چارہ اش از طبابت است غرض

صواعق محرقہ مطبوعہ میمنیہ مصر ص۱۹۷ اور احیاء العلوم امام غزالی میں ہے کہ شہادت حسینؑ اور آپس میں اصحاب رسولؐ کی پھوٹ کا ذکر کرنا واعظ پر حرام ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اصحاب کے بغض کا ہیجان اُٹھتا ہے اور ان پر طعن آتا ہے۔

شارح عقائد نسفی لکھتا ہے کہ خدا کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے مددگاروں پر اور اُس کے یاروں پر۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر مطبوعہ مطبع حنفی ص۸۸ پر شارح عقائد نسفی کا یہ کلام درج کیا ہے۔ کہ قتل حسینؑ پر یزید کا راضی ہونا کفر نہیں ہے اور نہ اسکو ایمان سے خارج کرتا ہے یعنی وہ مومن ہے، بلکہ فسق ہے اور اطاعت سے خارج ہو کر گناہ کی طرف جاتا ہے یعنی صرف گناہ کی طرف جاتا ہے مثل گناہ بھی نہیں ہے جس کی توبہ ہر وقت قبول ہے۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ عمر بن سعد ثقہ اور معتبر اور مجتہد ہے۔

کتاب تقریب ص۲۷۴ اور میزان الاعتدال امام ذہبی ص۲۳۲ پر ہے کہ نسائیؒ نے عمر بن سعد سے باوجود اس کی خارجیت کے روایت لی ہے ناظرین! یہ عمر بن سعد امام حسین علیہ السلام کا قاتل اور افواج یزید کا سپہ سالار تھا۔ میزان امام ذہبی ص۴۴۹ پر ہے کہ اہلسنت کے محدث ابو اسحاق سبیعی نے شمر ذی الجوشن سے روایت لی ہے۔ انساب سمعانی میں ہے کہ ابو اسحاق سبیعی اہلسنت کے محدثین سے تھا۔ تقریب ص۱۷۶ اور میزان ص۳۱۹ میں ہے کہ شبث ابن ربعی سے جو قاتلان امام حسین علیہ السلام سے تھا۔ ابو داؤد و نسائی نے اپنی صحاح میں احادیث روایت کی ہیں۔ تقریب ص۹۶ پر ہے کہ بخاری اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حصین بن نمیر سے احادیث لی ہیں۔ جو قاتلان حسینؑ میں سے تھا۔ اور جس نے امام حسین علیہ السلام کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھایا اور یزید کے پاس لے گیا۔ ناظرین سب سے طرفہ تر امر یہ ہے کہ محدثین اہلسنت نے بقول علماء اہلسنت ایک سو پچاس خارجیوں اور اہلسنت کے قاتلوں سے احادیث روایت کی ہیں۔

صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۱۹۱ سطر ۹ پر ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ فاسق و فاجر تھا۔ پھر ص۱۹۲ سطر ۳۳ پر ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کو کافر کہنا جائز ہے کیونکہ بے تحقیق وہ مومنین سے ہے اور ص۱۹۵ سطر ۳۰ پر ہے کہ یزید نے مدینہ پر فوج کشی کی اور تین سو کنواری لڑکیوں کا زنا سے ازالہ بکارت کیا گیا۔ اور سات سو قاریان قرآن اور تین سو اصحاب رسولؐ کو قتل کیا گیا۔ کئی روز تک مدینہ کی بے حرمتی کی گئی۔ مسجد نبوی معطل پڑی رہی یہاں تک کہ اس میں کتے اور درندے داخل ہو گئے اور کتوں نے منبر رسولؐ پر پیشاب کیا۔ پھر اسی صفحہ پر لکھتا ہے کہ امام واقدی نے عبداللہ بن حنظلہ سے

روایت کی ہے کہ خدا کی قسم ہم نے یزید پر محض اس خوف سے خروج کیا کہیں آسمان سے ہم پر پتھر نہ برسیں کیوں کہ یزید اپنی ماں اور بیٹی اور بہن سے زنا کرتا تھا اور شراب پیتا تھا اور نماز ترک کر دی تھی۔

صواعق محرقہ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۵ سطر ۱۳ اور کتاب مجوزین علامہ ابن جوزی میں ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے۔ ناظرین! بعض سنی کہتے ہیں کہ ہر سال عزاداری حسین کی کیا ضرورت ہے جبکہ اس کو واقعہ ہوئے کئی صدیاں گذر گئیں۔ بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ اس دلیل پر تم بارہ وفات اور معراج شریف اور شب برات اور عیدیں اور رمضان وغیرہ کو ہر سال عمل میں کیوں لاتے ہو۔

صواعق محرقہ ص ۱۳۵ اور ینابیع المودت ص ۷ پر ہے کہ احمد حنبل کے لڑکے نے اپنے باپ سے پوچھا کہ ایک قوم ہم کو محبت یزید کی نسبت دیتی ہے احمد حنبل نے کہا ایسے شخص کی دوستی ہماری طرف منسوب نہیں ہو سکتی جو خدا پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور جس پر خدا نے قرآن مجید میں لعنت کی ہے۔

طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں بروایت ابوہریرہ اور امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ معاویہ اور عمرو بن عاص گا رہے تھے تو آنحضرت نے فرمایا کہ الٰہی ان دونوں کو عذاب اور فضیحت میں ایسا سرنگوں کر جیسا سرنگوں کرنے کا حق ہے اور شدت اور سختی سے داخل جہنم کر۔

ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ میں ہے کہ بیہقی نے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ جس طرح بنی اسرائیل میں اختلاف پیدا ہوا اور دو ثالث خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ اسی طرح میری امت کے دو ثالث (ابو موسیٰ اور عمرو عاص) خود بھی گمراہ ہوں گے۔ اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

تذکرہ خواص الامت سبط ابن جوزی میں شعبی سے نقل کیا گیا ہے اور سوانح عمری عبید اللہ مفتی اور کفایت الطالب یوسف گنجی شافعی میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا کہ ابو موسیٰ اور عمرو عاص نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا اور جس امر کی موت کا خدا نے حکم دیا تھا اسے زندہ کیا۔ اور جس امر کو خدا نے زندہ کیا تھا اسے مار ڈالا۔ یہ دونوں راہ ہدایت سے محروم اور خدا اور رسولؐ و صالح المومنین سے دور اور رد ہو گئے۔

علامہ سبط ابن جوزی نے معاویہ اور عمرو عاص کی باہم خط و کتابت لکھی ہے جس میں عمرو عاص نے معاویہ کی طرفداری سے انکار کر کے حضرت علی علیہ السلام کے محامد و فضائل تسلیم کئے ہیں۔ لیکن جب معاویہ نے اس کو حکومت مصر دینے کا وعدہ کیا تو راضی ہو گیا۔

قسطلانی باب مناقب عمارؓ میں ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ اے عمارؓ تجھے ایک باغی گروہ قتل

کریگا جبکہ تو انکو بہشت کی طرف اور وہ تجھ کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ تذکرہ خواص الامہ اور واقدی اور اسد الغابہ میں ہے کہ معاویہ اور عمرو عاص جانتے اور اقرار کرتے تھے کہ عمارؓ کو قتل کرنیوالا فریق جہنمی ہے قاضی عبدالجبار لکھتا ہے کہ جب لشکر معاویہ نے عمارؓ کو شہید کیا۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے معاویہ پر فتوی کفر صادر کیا مصنف ابن ابی شیبہ او سنا و بخاری او ر مسلم اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور جمع الجوامع اور کنز العمال ملا علی قاری میں ہے کہ عبدالرحمان بن معقل نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام نماز فجر کی قنوت میں فرمایا کرتے کہ خدایا تیری رحمت سے معاویہ اور اسکا گروہ اور عمرو عاص اور اسکا گروہ اور عبداللہ بن قیس اور اسکا گروہ دور ہے

تذکرہ خواص الامہ میں ہے کہ عمارؓ یاسر نے جنگ صفین میں عمرو عاص کو کہا۔ کہ تو خدا اور رسولؐ اور مسلمانوں کا دشمن ہے اور خدا کے دشمنوں کا مددگار ہے۔ بغیر رغبت کے صرف نام کا مسلمان ہے بعد وفات رسولؐ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والا اور نور خدا اقتدار اہلبیتؑ کو بجھانے والا ہے۔

ازالۃ الخفا میں ہے کہ عمر بن خطاب نے عمرو عاص کو لکھا کہ تو نے خیانت اور سرقہ سے مصر کی ولایت مال کثیر جمع کرلیا ہے۔ فتوح الشام میں ہے کہ عمر بن خطاب نے عمرو عاص کو کہا کہ تو دنیا طلب اور لالچی ہے حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ جب عائشہ پر ثابت ہو گیا کہ ذوالثدیہ جنگ نہروان میں (حضرت علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے۔ اور ذوالثدیہ وہ تھا جس کی نسبت آنحضرت کا ارشاد تھا۔ کہ جس فریق کی طرف سے وہ ہو کر لڑیگا وہ فریق جہنمی ہے۔ تو عائشہ نے کہا خدا لعنت کرے عمرو عاص پر جس نے مجھے جھوٹ کہدیا کہ ذوالثدیہ مصر میں قتل ہو چکا ہے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق بالکل صحیح ہے۔ تاریخ المختصر فی اخبار البشر عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن علی میں ہے کہ جب عائشہ کو اطلاع ملی کہ اسکا بھائی محمد ہلاک کردیا گیا ہے (معاویہ نے عمرو عاص کے مشورہ سے محمد بن ابو بکر کو گدھے کی کھال میں زندہ جلادیا تھا) تو روتی اور پیٹتی اور معاویہ اور عمرو عاص پر ہر ایک نماز میں لعنت کیا کرتی۔

استیعاب میں ہے کہ عمرو عاص لوگوں کو قتل عثمان پر ابھارتا اور اس کی عیب جوئی کرتا اور فساد میں جد و جہد کرتا تھا۔ اور جب عثمان قتل ہو گیا۔ تو خوش ہوا۔ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرہ خواص الامہ اور کتاب فضائل الباہرہ اور سیوطی کی کتاب حسن المحاضرہ اور واقدی میں بھی یہی مرقوم ہے

کتاب روض المناظر میں ہے کہ سلطان عماد الدین نے شافعی سے روایت کی ہے کہ معاویہ اور عمرو عاص اور مغیرہ اور زیاد کی شہادت مردود ہے۔

انسان العیون علی بن برہان الدین حلبی شافعی میں ہے کہ عمرو عاص کی ماں نابغہ زناکار تھی اور اس کا یارانہ چار اشخاص یعنی عاص اور ابولہب اور امیہ بن خلف اور ابو سفیان سے تھا۔ لیکن عمرو عاص

کے پیدا ہونے پر نابغہ نے کہا یہ عاص کا بیٹا ہے۔ کیونکہ وہ مجھے نان و نفقہ بھی دیتا رہا ہے۔

تذکرہ خواص الائمہ میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے عمرو عاص کو رو در رو فرمایا کہ اے نابغہ کے بیٹے تیری نسبت پانچ آدمیوں نے تیرا باپ ہونے کا دعویٰ کیا تیرا اضرر مسلمانوں کو ہر ایک مشرک سے زیادہ ہے ابن شحنہ حلبی نے روض المناظر میں لکھا ہے کہ جنابہ اروی بنت حارث بن عبد المطلب جو آنحضرتؐ کی چچا زاد بہن تھی، اور بزرگ صحابیوں میں سے تھی۔ عمرو عاص اور معاویہ کو رو در رو فرمایا کہ اے عمرو عاص تیری ماں سب زانیہ عورتوں سے زیادہ مشہور و معروف تھی۔ جس کی اجرت بھی بہت ارزاں تھی، تو پانچ باپ کی طرف منسوب ہے لیکن خط و خال اور مشابہت کی وجہ سے تو عمرو عاص کا بیٹا قرار دیا گیا۔

یہی روایت ابو الفدا اسمٰعیل نے کتاب مختصر فی اخبار البشر میں جنابہ اروی بنت حارث والی روایت لکھی، روض المناظر صفحہ ۱۳۳ بر حاشیہ تاریخ کامل جلد یازدہم میں ہے کہ شافعی کے نزدیک معاویہ اور عمرو عاص اور مغیرہ اور زیاد کی شہادت مردود ہے۔

تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۱۲۳۷ پر ہے کہ عمرو عاص کے باپ عاص بن وائل نے آنحضرتؐ کے حق میں کہا کہ یہ وہی بے اولاد ہے کہ جب یہ مرجائیگا تو اس کا ذکر بھی ہلاک ہو جائیگا۔ ناظرین ایک دفعہ عمرو عاص نے تیس شعر آنحضرتؐ کی ہجو میں بنائے اور پڑھے تو آنحضرتؐ نے اس پر تیس بار لعنت کی۔

کتاب ثمرات الاوراق بر حاشیہ مستطرف صفحہ ۲۳۵ پر ہے کہ عمرو عاص نے تیس اشعار نظم کیے اور پڑھے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا خداوندا میں شعر کہنا تو نہیں جانتا بجز اس کے کہ اس کے ہر ایک شعر پر ایک بار لعنت کر دے یہ اشعار آنحضرتؐ کی ہجو میں بنائے گئے تھے یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان جیسے اشعار کا جواب میرے پاس یہی ہے کہ اس کے ہر شعر پر لعنت کرو۔

محاضرات راغب اصفہانی میں قاضی شریک بن عبداللہ معاویہ کے بارہ میں روایت کرتا ہے کہ بتحقیق معاویہ کو جب حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ تکیہ کے سہارے بیٹھا ہوا تھا یہ خبر سنتے ہی سیدھا ہو بیٹھا اور لونڈی کو حکم دیا کہ مجھے کچھ گا نا سنا دے۔ کیونکہ آج ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی ہے۔ پس اس لونڈی نے یہ اشعار اس وقت بنائے اور سنائے کہ معاویہ کو یہ خبر سنا دو کہ خدا شماتت کرنے والے کی آنکھوں کو ٹھنڈک نہ دے۔ آہ تم نے اے معاویہ ماہ رمضان میں ایسے بزرگوار کے قتل سے ہم کو دردناک کیا جو تمام لوگوں سے افضل تھا۔ تم نے اس کو قتل کیا جو بہتر و افضل تھا۔ اور لوگوں سے بزرگتر تھا۔ جو گھوڑے اور ناقہ پر سوار ہونے والے یا جہاز و کشتی پر چڑھنے والے ہیں۔ یہ سن کر معاویہ نے گرز لونڈی کے سر پر مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور وہ شہید ہو گئی۔

ابن ماجہ جلد اول ص۱۲ سطر ۱۲ ابو داؤد جلد دوئم ص۲۱۹ سطر ۱ مسلم جلد دوئم ص۲۸۰ بخاری مطبوعہ مصر جلد اول ص۵۱ پر ہے کہ معاویہ علی الاعلان منبروں پر حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کرتا اور گالیاں دیتا۔

تاریخ الخلفاء مطبوعہ سرکاری لاہور ص۲۰۹ سطر ۱۲ - اور صواعق محرقہ مطبوعہ بمبئی مصر ص۱۹۲ سطر ۲۲ پر ہے فرمایا آنحضرتؐ نے کہ بنی امیہ میں سے پہلا شخص جو میری سنت کو بدل ڈالے گا اس کا نام یزید ہوگا۔ اور نیز تاریخ الخلفاء ص۲۰۹ سطر ۷ اور صواعق محرقہ ص۱۹۲ سطر ۱۰ پر ہے کہ میری امت میں قسط و عدل ہمیشہ قائم رہیگا جب تک کہ سب سے پہلے بنی امیہ سے ایک شخص رخنہ ڈالے گا جس کا نام یزید ہوگا۔

المعتقد المنتقد ص۱۲۵ پر ہے کہ امام بیہقی نے کتاب حضرات التجلی میں لکھا ہے کہ اہل شام کا حضرت علی علیہ السلام پر خروج کرنا کفر نہیں ہے۔

تاریخ ابوالفداء جلد اول ص۱۹۳ پر ہے کہ معاویہ جناب امیر علیہ السلام پر سب کرتا اور لوگوں کو اس فعل کی ترغیب دیتا۔ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری میں ہے کہ عمر بن سعد خود قتل حسینؑ کا مباشر نہیں ہوا اور شاید اس کا لشکر کے ساتھ موجود رہنا اس کی رائے اور اجتہاد سے ہو اور اکثر وقت اس کا حال اچھا اور اس کا انجام پاکیزہ ہوا ہے۔

ابن حجر عسقلانی شارح بخاری اور قاضی عیاض اور ملا علی متقی اور علامہ سیوطی کا قول ہے کہ یزید زمرہ ائمہ اور خلفاء اثنا عشریہ میں داخل ہے کنز العمال ملا علی متقی جلد چہارم ذکر حدیث ائمہ اثنا عشر میں ہے کہ ائمہ اثنا عشر کی بیعت سے انکار کرنیوالا واجب القتل ہے۔ پس امام حسین علیہ السلام واجب القتل تھے۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے کہ قتل حسینؑ موجب کفر نہیں۔ کیونکہ جمہور اہلسنت یزید کو مومن فاسق جانتے ہیں۔

وصیت کبریٰ علامہ ابن تیمیہ ص۲۳ پر ہے کہ بعض کا اعتقاد ہے کہ یزید امام عادل ہادی اور مہدی تھا اور اکابر صحابہ اور اولیاء اللہ سے تھا۔ بلکہ بعض کا عقیدہ ہے کہ وہ نبی تھا۔

بخاری جلد اول کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتال الروم ص۴۱۰ مطبوعہ دہلی میں ہے کہ فرمایا رسولؐ اللہ نے کہ میری امت میں جو شخص قسطنطنیہ پر چڑھائی اور جہاد کرے گا۔ وہ جنتی ہے۔ پس ناظرین! یزید بقول اہلسنت جنتی ہے کیونکہ یہ امر مسلمہ مورخین ہے کہ یزید نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔

منہاج السنۃ ابن تیمیہ مطبوعہ مصر جلد دوئم ص۲۵۲ پر ہے کہ یزید نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔

فتح الباری جلد گیارہ ص۹۲ قسطلانی جلد پنجم ص۹۳ عینی جلد چہارم ص۶۴۹ پر ہے کہ یزید قسطنطنیہ پر چڑھائی کی وجہ سے مغفور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مغفرت اور صلاحیت سے خارج تھا۔ علامہ تفتازانی کہتا ہے

کہ یزید اسی وقت کافر ہو گیا جب اس نے قتل حسینؑ کا حکم دیا۔

ابن تیمیہ نے شیخ حسن بن عدی سے روایت کی ہے۔ کہ اولیاء کو جہنم پر توقف کیا گیا۔ بوجہ ان کے قول کے دربارہ یزید یعنی چونکہ انہوں نے یزید پر زبان لعن و طعن دراز کی تھی۔ اس لئے ان کو کچھ عرصہ کیلئے جہنم میں ڈالا گیا۔ شرح عینی ص۱۹۷ پر ہے کہ مہلب نے کہا کہ اس حدیث سے معاویہ اور اس کے بیٹے یزید کی منقبت ثابت ہے کیونکہ معاویہ نے سب سے پہلے دریا میں جنگ کی اور یزید نے سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) میں چڑھائی کی۔

اسد الغابہ ص۲۶ پر ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ جب قسطنطنیہ فتح ہو گا۔ اس وقت مسلمانوں کا امیر بہت عمدہ شخص ہو گا۔ اور اس کا لشکر بہت عمدہ لشکر ہو گا۔

وصیتہ کبریٰ ص۳۰ پر ہے کہ امر صواب وہ ہے جس پر ائمہ اہلسنت ہیں۔ کہ یزید قابل محبت ہے اور اس پر لعنت نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ اگر وہ فاسق تھا تو اللہ غفور اور رحیم ہے جو بخش دیتا تھا فاسق اور ظالم کو خاص کر جب اس سے حسنات عظیمہ ہوں۔ کیونکہ بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ قسطنطنیہ پر جو پہلا لشکر جہاد کرے گا وہ جنتی ہے اور جس لشکر نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی اس کا امیر یزید تھا۔ اور اس کے ہمراہ ایوب انصاری بھی تھا۔

ابن تیمیہ نے صارم مسلول میں لکھا ہے کہ ایک یہودی نے دربارہ معاویہ میں کہا کہ رسول اللہ نے ابن اشرف کے ساتھ غدر (بغاوت، فریب، بدعہدی) اختیار کیا۔ معاویہ سنتا رہا۔ اس پر محمد بن مسلمہ انصاری نے کہا اے معاویہ تیرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غدر کا الزام لگایا جاتا ہے اور تو سنتا ہے اور اس پر کوئی شرعی حد نہیں لگاتا۔

اسد الغابہ جلد اول ص۲۳ پر ہے کہ جس طرح ابوبکر نے اہل یمامہ کے مسلمانوں پر مظالم کا سیلاب بے تمیزی سے بہا دیا۔ اسی طرح معاویہ نے یمن کے قبیلہ ہمدان سے سلوک کیا۔ اور بسر بن ارطاۃ صحابی کو حکم تاراج دیا۔ جس نے ان مسلمانوں کی مستورات پر بغیر عدہ و نکاح قبضہ کیا۔ اور کئی ولد الزنا پیدا ہوئے اس قتل و غارت کی بنا یہ تھی۔ کہ وہ مسلمان معاویہ کو جابر اور غاصب سمجھتے تھے۔ ناظرین یہ بسر بن ارطاۃ وہی شخص ہے جس نے حضرت ابن عباس کے کمسن بچوں عبدالرحمان اور قثم کو ان کی ماں کے سامنے ذبح کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی ماں دیوانی ہو کر گلی کوچوں میں آوارہ ہو کر مر گئی۔

تاریخ کامل جلد چہارم ص۳۵ پر ہے کہ شہادت حسینؑ کے بعد ابو برزہ اسلمی صحابی جو دربار یزید میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ کہہ کر دربار سے اٹھ کر چلا گیا کہ اے یزید تو اس طرح قیامت میں آئیگا۔ کہ ابن زیاد تیرا

شفیع ہوگا اور امام حسین علیہ السلام اس طرح آئیں گے کہ رسول اللہ ان کے شفیع ہوں گے۔
بخاری جلد چہارم صفحہ ۱۲۱ پر ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید کو معزول کیا تو ابن عمر نے اپنی اولاد اور حشم کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے بیعت یزید اسی طرح کی ہوئی ہے جس طرح بیعت خدا اور رسول کی تھی بیعت یزید سے انکار غدر ہے۔ پس جو شخص خلع بیعت کریگا اس کا اور ہمارا فیصلہ (مقاطعہ) ہوگا۔
تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ پر ہے کہ یزید اپنی ماں اور بیٹیوں اور بہنوں سے زنا کرتا اور شراب پیتا اور نماز نہ پڑھتا تھی۔ عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۳۰۶ پر ہے کہ یزید نے ۶۰ھ میں معاویہ کی موت پر اپنے خطبہ میں کہا کہ معاویہ اپنے ماقبل (خلفاء) سے کمتر تھا۔ لیکن اپنے مابعد والوں سے افضل ہے۔
مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۷۵ پر ہے کہ انس بن مالک سے دو سو ستر (۲۷۰) روایات بخاری میں موجود ہیں اسد الغابہ اور استیعاب اور اصابہ میں ہے کہ انس صاحب فضائل و محامد صحابی تھا۔ نو برس کی عمر میں صحبت رسول اللہ سے فیض پایا۔ ایک سو سات برس زندہ رہا۔ ایک سو بیس لڑکے اور لڑکیاں بوقت وفات چھوڑیں۔ ۹۱ھ میں فوت ہوا (اس نے اپنے دانتوں کو سونے کی تاروں سے باندھا ہوا تھا عثمان کی تقلید کی تھی۔
علامہ عینی نے شرح بخاری جلد ہفتم صفحہ ۶۵۶ پر لکھا ہے کہ علامہ سبط ابن جوزی کہتا ہے کہ کیا رسول اللہ کا اتنا حق بھی نہ تھا کہ جب ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر چھڑی لگائی تو انس بن مالک اس کے اس فعل سے انکار کرتا یا اس کی تقبیح کرتا۔
کتاب الاربعین علامہ جلال الدین محدث میں ہے کہ جب علی علیہ السلام نے دربار ابوبکر میں فرمایا کہ اے اصحاب رسول تم گواہی دو یوم غدیر کے واقعہ کی اور آنحضرت کے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرمانے کی۔ انس بن مالک نے شہادت نہ دی اور وہ اسی وقت مبروص ہو گیا اور تادم آخر برص میں مبتلا رہا۔ یہاں تک کہ اپنا چہرہ ڈھانپے رکھتا۔
ترجمہ اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۱۲۸ پر ہے کہ حجاج نے انس بن مالک کے گلے میں مہر لگا دی تھی۔ جو توہین کا نشان تھا۔ تمام دوسرے اصحاب کی گردنوں پر مہر لگا دیں پھر صفحہ ۱۱۵ پر ہے۔ کہ حجاج نے سہل صحابی کی گردن پر بھی مہر لگا دی اور حکم دیا کہ اس سے کوئی شخص سماعت حدیث نہ کرے۔

جنگ صفین

استیعاب ابن عمر بر کی صفحہ ۳۸۱ جلد اول میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے کہا مجھے کسی امر پر افسوس

نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ میں نے حضرت علی (علیہ السلام) کے ساتھ ہو کر جنگ صفین میں فرقہ باغیہ کے خلاف جنگ نہ کی۔

ملل النحل مطبوعہ لندن ص۱۰۳ پر ہے کہ قیس بن ابی حاتم کہتا ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے ہر جنگ میں اور ہر حال میں شریک تھے۔ یہاں تک کہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لشکر سے کہا۔ کوچ کرو۔ اس قوم کی طرف جو بقیہ احزاب سے ہے (کافر اور ملعون ہے) اور ان لوگوں کی طرف جو کہتے ہیں۔ خدا اور اس کے رسول نے جھوٹ کہا۔ (صرف ظاہری مسلمان ہیں)

معاویہ اور یزید یعنی باپ بیٹا دونوں مجہول النسب تھے۔ معاویہ عداوت اہلبیت علیہم السلام میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ اہلسنت کا تاریخ دان اور انصاف پرست طبقہ اب معاویہ سے بیزار ہو رہا ہے۔ مگر وہابیوں اور خارجیوں کے سیاہ دل گروہ اس کے حد درجہ دلدادہ اور شیفتہ ہیں۔

امام حسنؑ اور حضرت علیؑ کی شہادت اور امام حسینؑ اور آپ کے احباب اور اقربا کی شہادت اور خاندان رسولؐ کی رسوائی کا بانی مبانی یہی ناپاک ہستی تھی۔

شراب بالاعلان پیتا تھا۔ اور نلج زنگ کا متوالا تھا۔ سب بیٹو اور فربہ تھا۔ اور اس کا پیٹ بڑھ کر اس کے رانوں پر پڑتا تھا۔

اس نے تمام مملکت میں حکم جاری کر رکھا تھا کہ ہر نماز جمعہ میں خطیب خود بھی حضرت علیؑ پر (خاکم بدہن) لعنت کیا کرے۔ اور دوسرے لوگوں کو اس فعل مذموم کے ارتکاب پر حکماً مجبور کرے۔ اور جو شخص اس حکم کی خلاف ورزی کرے اس کو قتل کر دیا جائے۔ نیز اس کا یہ بھی حکم تھا۔ کہ تمام رعایا امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جناب سیدہؑ پر (خاکم بدہن) لعنت کیا کریں۔

حضرت علیؑ کو قتل کرنے کے ارادے سے کئی دفعہ حملہ آور ہوا۔ یہی شخص اہلسنت والجماعت کے نام کا موجد ہے۔ اس کے عہد حکومت میں ثلاثہ کی مناقب اور اہلبیت علیہم السلام کی توہین میں ہزار ہا جھوٹی احادیث وضع کی گئیں۔

معاویہ ثلاثہ کی طرح ہمیشہ اپنے آبائی مذہب پر دل سے قائم رہا۔ اس کے طرز عمل سے اسکا کفر اور الحاد صاف ظاہر ہے۔ متعدد بدعات کو رواج دیا۔ اور اپنی زندگی ہی میں یزید کو خلاف عہد نامہ اپنا جانشین بنا کر راہی ملک عذاب ہوا۔

فضائل و شہادت حضرت عمار یاسرؓ

وفاء الوفا ص۲۲۵ اور تاریخ خمیس جلد اول ص۳۱۹ پر ہے کہ امام یحییٰ اور زہری اور مجاہد سے روایت ہے کہ ام سلمہ نے فرمایا کہ جب حضرتؐ نے مسجد کی تعمیر شروع کی تو خود آنحضرتؐ نے اینٹ وغیرہ اٹھانا شروع کر دیا دوسرے مہاجرین و انصار نے بھی اینٹ گارا وغیرہ اٹھانا شروع کر دیا۔ عثمان بن عفان خوش پوشاک شخص تھا۔ یہ کام کرنے میں کپڑوں پر گرد و غبار پڑنے کا خیال رکھتا اور صاف کرتا۔ اس پر پہلے حضرت علی علیہ السلام نے اور پھر حضرت عمارؓ نے یہ فرمایا کہ جو شخص تعمیر مسجد میں اس طرح مشغول ہو کہ کھڑا ہو کر اور بیٹھ کر گرد و غبار اٹھے اس کے برابر وہ شخص نہیں ہو سکتا جو اپنے کپڑے جھاڑتا اور صاف کرتا ہے۔ عثمان نے حضرت عمارؓ کو ڈنڈا دکھایا اور زد و کوب کی وجہ سے چہرہ بگاڑ دینے کی دھمکی دی اس پر آنحضرتؐ غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ عمارؓ ہماری آنکھ اور ناک کے درمیانی جسم کے برابر ہے جس نے اس کو ایذا دی اس نے ہم کو ایذا دی۔ پھر آنحضرتؐ نے عمارؓ کا ہاتھ پکڑا اور تمام مسجد میں گھومے اور عمارؓ کے سر کے بالوں کی مٹی صاف کرتے اور فرماتے اے پسر سمیہ (عمار یاسرؓ) تجھ کو ہمارے صحاب قتل نہیں کریں گے۔ بلکہ تو ایک باغی فرقہ سے قتل ہوگا۔

سورہ زمر آیہ نمبر ۲۲ افمن شرح اللہ صدرہ الخ سے مراد بقول معصومین علیؑ و حمزہؓ و عمارؓ ہیں۔

روضۃ الصفا جلد ثانی ص۲۳ اور ابوالفدا جلد ثالث ص۲۳۶ اور استیعاب ص۴۳۶ اور نسائی ابن مسعود اور مطالب السئول ابن طلحہ شافعی اور کتاب المرتضےٰ ص۱۰۳ پر بحوالہ ابن حجر عسقلانی لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ اے عمارؓ تم کو گروہ جہنمی قتل کرے گا۔

استیعاب جلد دوئم ص۴۲۵ پر ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ بہ تحقیق عمارؓ کا دل ایمان سے پر ہے اور سر سے پاؤں تک ایمان میں ڈوبا ہوا ہے جو عمارؓ سے دشمنی کرے اس نے خدا سے دشمنی کی۔ ترمذی مترجمہ مطبوعہ نولکشور جلد دوئم ص۴۹۱ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ بہ تحقیق جنت تین شخصوں کا مشتاق ہے یعنی علیؑ و عمارؓ و سلمانؓ کا۔ استیعاب جلد دوئم ص۴۳۵ پر ہے کہ عمارؓ اور عمارؓ کی والدہ سمیہ اور عمارؓ کا باپ یاسر ایک ہی وقت اسلام لائے جس کی وجہ سے سمیہ کو ابوجہل نے شہید کر دیا اور وہ اسلام میں سب سے پہلی شہیدہ کہلائیں یاسر کو کفار نے اتنا زد و کوب کیا کہ جان بحق ہو گیا۔ عمارؓ نے تقیہ سے جان بچائی جس کی تعریف میں آیہ قرآنی کا نزول ہوا۔ پھر اسی صفحہ پر ہے کہ عائشہ نے کہا کہ ہم چاہتے تو

تمام اصحاب رسولؐ کے بارے میں کہہ سکتے اور مذمت میں وضعی حدیث بنا سکتے ہیں۔ استیعاب ص ۴۴ عمار کے بارہ میں رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ سر سے قدموں کے تلوے تک ایمان سے بھرا ہوا ہے ص ۳۳ پر ہے کہ عمار حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے لڑ کر جنگ صفین میں ۳۷ھ میں شہید ہوا۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے اس کو بلا غسل و کفن اس کے اپنے کپڑوں میں دفن کیا۔

اسد الغابہ ص ۴۵ پر ہے کہ جب عمار کو لشکر معاویہ نے شہید کر دیا۔ تو ہر ایک آدمی بالغرض انعام دعویٰ کرتا کہ عمار کو میں نے قتل کیا ہے۔ اس پر عمرو عاص بولا کہ کیوں دوزخ کے لئے لڑ جھگڑ رہے ہو

اسد الغابہ جلد سوم ص ۱۵۶ پر ہے کہ جب عمار یاسر کو لشکر معاویہ نے شہید کر دیا۔ تو خزیمہ بن ثابت انصاری نے جس کو ذوالشہادتین کا لقب حاصل تھا فوراً تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اب بقول رسولؐ بھی باغی کا کافر ثابت ہو گیا ہے یہ کہہ کر لشکر معاویہ پر حملہ کیا اور شہید ہو گیا۔

حالات ابو حنیفہ

ابو حنیفہ کا اصل نام نعمان بن ثابت تھا چونکہ اس نے اپنی لڑکی مسمات حنیفہ کا نکاح خلیفہ ہارون رشید سے کر دیا اس لئے اس کا نام ابو حنیفہ یعنی حنیفہ کا باپ مشہور ہو گیا۔ اس رشتہ کی وجہ سے ہارون رشید نے اس کو قاضی بنا دیا۔ اس نے اپنے قیاس کی بنا پر اسلام کو تباہ کر دیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے اس کے شاگرد ابو یوسف کو قاضی القضاۃ بنایا جس نے مذہب ابو حنیفہ کو سلطنت کی حمایت میں بہت رواج دیا سنی کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے کچھ دیر امام صادق کی شاگردی کی۔ مگر شاگردی کا حق یہ ادا کیا کہ حضرت کی مخالفت میں ہمیشہ ساعی رہا۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۵۰ھ میں فوت ہو گیا۔

سیرت النعمان مولوی شبلی نعمانی ص ۱۲ پر ہے کہ امام اعظم کے نسب میں بہت اختلاف ہے اس کے نسب کے متعلق کوئی اس کے دادا کا نام زوطی کو نعمان کو کاوس لکھتا ہے۔

سیرت النعمان شبلی ص ۱۰ پر ہے کہ ابو حنیفہ عجمی النسل تھا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کس نسل سے تھا۔ اور عرب میں کیونکر آیا۔ بعض مورخوں نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ وہ کابل سے گرفتار ہو کر آیا اور اس کو قبیلہ بنی تیم کی عورت نے خریدا۔ کچھ دنوں غلامی میں رہا۔ پھر آزاد کر دیا گیا۔

تاریخ صغیر بخاری ص ۱۷۴ پر ہے کہ ابو حنیفہ یا نعمان بن ثابت کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ اور اس کی عمر ۷۰ سال تھی یعنی ۸۰ھ میں پیدا ہوا تھا بخاری نے نعیم بن حماد سے روایت کی ہے کہ اس جیسے فقراسے نے کہا کہ ہم سفیان ثوری کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو حنیفہ کے مرنے کی خبر آئی۔ تو

سفیان نے کہا۔ کہ الحمد اللہ یہ اسلام کو پارہ پارہ کرتا تھا۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی شوم مولود اسلام میں پیدا نہیں ہوا۔ ناظرین ایہ وہابی فرقہ ابو حنیفہ کے حق میں اچھے خیال نہیں رکھتا۔ ان کا ایک عالم لکھتا ہے اور ہو کہ لفظ و سگ ہو کے اعداد بحساب حروف ابجد اسی ۸۰ بنتے ہیں۔ جو ابو حنیفہ کا سال ولادت ہے اور ہو کم جہاں پاک شد کے اعداد ایک سو پچاس ہیں جو اس کا سال وفات ہے۔

امام طحطاوی نے فضائل ابو حنیفہ میں لکھا ہے کہ حضرت خضرؑ نے ابو حنیفہ سے اس کی زندگی میں پانچ سال اور اس کی قبر سے پچیس سال تک علم حاصل کیا۔

میزان الاعتدال میں بہ سند ابن عدی ونسائی اور حاشیہ العینیہ عراقی میں بہ سند ابن البر دابن عدی ونسائی ودار قطنی لکھا ہے کہ ابو حنیفہ ناقص العقل تھا۔ حاشیہ تخریج الہدایہ ابن حجر مکی میں ہے کہ ابو حنیفہ نے پچاس احادیث رسولؐ میں خطا کی۔ اسمعیل کا قول ہے کہ ابو حنیفہ جہنمی ومرجی وخارجی تھا مصفی شرح موطا شاہ ولی اللہؒ میں ہے کہ اکابر محدثین مثل احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابو داؤد، ابن ماجہ نے ابو حنیفہ کو قابل روایت خیال نہیں کیا۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ میں نے شریعت کے تین مسئلے ایک حجام سے سیکھے جبکہ وہ میری حجامت بنا رہا تھا

مذہب ابو حنیفہ

قیاس ایسی منحوس چیز ہے جو اسلامی شریعت کے حق میں زہر ہلاہل کا حکم رکھتی ہے۔ اور افسوس ہے کہ یہی چیز مذہب سنی کی جان ہے۔ ابو حنیفہ کو اس سے خاص انس تھا۔ امام صادقؑ نے ابو حنیفہ کو بہت سمجھایا کہ قیاس سب سے اول شیطان نے کیا تھا جس کے صلہ میں وہ مردود ابدی ہو گیا۔ مگر بمصداق، نرود میخ آہنی در سنگ ہر گز اثر نہ ہوا۔ ایک دفعہ حضرت صادقؑ نے ابو حنیفہ سے فرمایا کہ کسی شخص کا قتل کر دینا امر عظیم ہے یا زنا۔ ابو حنیفہ نے کہا قتل انسان امر اعظم ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ پھر قتل میں دو گواہ۔ اور زنا میں چار گواہ کیوں ضروری ہیں۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک روزہ امر اعظم ہے یا نماز۔ ابو حنیفہ نے کہا نماز امر اعظم ہے۔ حضرتؑ کیا وجہ ہے کہ عورتوں کو حکم ہے کہ روزہ کی قضا کریں۔ مگر نماز کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ بس بتا تیرا قیاس کیا ہوا۔

غنیۃ الطالبین شیخ عبد القادر گیلانی ص ۲۰۰ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے میری امت بہتر ۷۲ فرقوں پر متفرق ہو گی جس میں سب سے اعظم فتنہ میں وہ ہو گا جو قیاس کریگا اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال کریگا۔ الفاروق مولوی شبلی نعمانی جلد ۲ ص ۲۲ پر ہے کہ سب سے اول جس نے قیاس کی بنیاد ڈالی وہ عمر بن خطاب ہے۔

شافی منہاج لکھتا ہے کہ امام محمد باقرؑ اور امام صادقؑ قیاس کے منکر ہیں۔ دراسات البیت میں ہے کہ تمام ائمہ اہلبیتؑ قیاس کے منکر ہیں۔

میزان الشعرانی میں ہے کہ دین کے مسائل کرنا ایسا بدترین فتنہ ہے جس کی وجہ سے دین کی بنیادیں گر جاتی ہیں۔ مقدمہ ہدایہ مولوی عبدالحق میں ہے کہ مسائل شرع میں قیاس کرنا حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیتا ہے۔ دراسات البیت میں ہے کہ حضرت صادقؑ نے ابو حنیفہ سے فرمایا کہ جس نے اول خدا کے حکم میں قیاس کیا وہ شیطان تھا۔

وفیات الاعیان ابن خلکان جلد دوئم صفحہ ۲۱۶ پر ہے کہ امام ابن حزم کہتا ہے۔ دو مذہب زیر حکومت و ریاست رواج پایا۔ مذہب ابو حنیفہ و مذہب مالک بن انس۔

امام غزالی نے منخول میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے مذہب کے ۹ حصہ میں خطا کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ پہلے اماموں نے اس پر طعن کیا۔ خطیب ابو بکر نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے۔ کہ امام بخاری کے استاد شیخ حمیدی نے ابو حنیفہ پر کفر کا فتویٰ لگایا۔

امام غزالی نے منخول میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے شریعت کو درہم برہم کر دیا۔ قاضی ابو بکر لکھتا ہے کہ ابو حنیفہ نے شریعت محمدؐ کی شکل بدل ڈالی۔ شبلی نعمانی نے سیرت النعمان میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے رومیوں کے مسائل شریعت اسلام میں داخل کر دیے۔ اور ابو حنیفہ کا مذہب سلطنت کی اغراض سے وابستہ تھا۔

نصر بن شمیل نے کتاب حیل میں لکھا ہے کہ امام شافعی کا قول ہے کہ ابو حنیفہ نے اسلام میں ایسے امور داخل کئے جو مخالف اسلام ہیں۔ اور امام مالک کا قول ہے کہ اسلام میں ابو حنیفہ کے مسائل کا نقصان شیطان کے نقصان سے زیادہ ہے اور ابن مہدی کا قول ہے کہ اسلام میں ابو حنیفہ کی خرابی دجال کا فتنہ سے زیادہ ہے۔

اقوال ابو حنیفہ

مسند امام احمد حنبل میں سورہ ق آیہ نمبر ۲۴ القیانی جهنم کل کفار عنید کے بارہ میں لکھا ہے کہ شریک بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ابو محمد اعمش کے مرض الموت میں عیادت کو گئے کرتے تھے جب وہاں ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ بھی آ گئے ابو حنیفہ نے ابو محمد اعمش سے کہا کہ تم نے علیؑ کے بارے میں ایسی ایسی حدیثیں قدر و منزلت کی روایت کی ہیں اگر تم خاموش رہتے تو بہتر ہوتا۔ ابو کر

تکیے کے سہارے بیٹھ گیا اور کہا۔ مجھ سے ابو المتوکل نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ قیامت کے روز مجھ کو اور علیؑ کو حکم دیا جائیگا کہ تم اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کرو۔ فقہ اکبر صفحہ ۱۱ اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری حنفی صفحہ ۸۱ اور شرح عقائد النسفی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۹ پر ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک انبیاء اولیا اور ملائکہ بلکہ تمام نیکوں اور بدوں کا ایمان برابر ہے۔ کسی کے ایمان میں کچھ کمی زیادتی نہیں ہے۔

ترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبد الحق دہلوی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۳۱ پر ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک مدینہ منورہ حرم یعنی جائے عزت نہیں ہے۔

رد المختار صفحہ ۲۷۹ اور ہدایہ جلد اول صفحہ ۵۸۱ اور شرح وقایہ صفحہ ۱۴۳ اور کنز مطبوعہ احمدی صفحہ ۱۹۲ پر ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک اگر کوئی ذمی یعنی جزیہ ادا کرنے والا رسول اللہؐ کو گالی دے تو قابل قتل نہیں ہے ہدایہ جلد اول صفحہ ۵۸۱ اور شرح وقایہ صفحہ ۱۴۳ اور کنز الدقائق صفحہ ۱۹۲ پر ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک اگر کوئی ذمی جزیہ دینے سے انکار کرے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تو بھی اس کا عہد ذمی ہونے کا نہیں ٹوٹتا یعنی مسلمان پر اس کے مال اور جان کی حفاظت واجب ہے۔

ہدایہ شرح وقایہ در المختار۔ منیہ قدوری کیدانی وغیرہ کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنی فرض نہیں ہے۔ نماز میں خواہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ہو اور نماز خواہ جہری ہو یا خفی۔

ہدایہ شرح وقایہ۔ منیہ۔ کیدانی۔ قدوری وغیرہ کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک رفع یدین کرنا وقت رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے اور تیسری رکعت میں ہاتھ باندھتے درست نہیں ہیں۔ ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۰۲ شرح وقایہ صفحہ ۱۳۹ رد المختار جلد اول صفحہ ۱۲۰ عالمگیری صفحہ ۲۶ وغیرہ۔

کنز الدقائق۔ قدوری میں ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک قومہ یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا اور قعود یعنی پہلے سجدہ سے اٹھ کر سیدھا بیٹھنا اور جلسہ استراحت یعنی پہلی اور تیسری رکعت میں دونوں سجدوں سے اٹھ کر سیدھا بیٹھ کر کھڑا ہونا کوئی بھی فرض نہیں ہے۔ ہدایہ جلد اول صفحہ ۷۱ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۷ پر ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک نماز کو آہستگی سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا فرض نہیں ہے۔

ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۳ شرح وقایہ صفحہ ۱۰۱ کنز صفحہ ۱۰۸ رد المختار جلد دوم صفحہ ۴۳ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۴۳ پر ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک بچہ کو ڈھائی برس ماں کا دودھ پلانا حلال ہے۔ فتاوی عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۴۲ جامع الصغیر میں ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک عقیقہ کرانا جائز نہیں۔ بلکہ مکروہ ہے۔

ہدایہ جلد اول ص۲۳۲ شرح وقایہ ص۲۰۰ کنز ص۶۵ رد المختار جلد دوم ص۹۱ عالمگیری جلد اول ص۱۸۶ قاضی خاں جلد اول ص۱۸۹ پر ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک فرضی روزہ کی نیت بجائے رات کے دن کو زوال کے وقت تک کر سکتے ہیں۔

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص۱۰۹ پر ہے کہ ابو حنیفہ سے کسی نے پوچھا کہ مذہب اہلسنت والجماعت کیا ہے۔ کہا کہ ابوبکر اور عمر کو سب سے افضل مانیں۔ عثمان و علی سے الفت رکھیں مسح علی الخفین جائز مانیں ہر فاسق و فاجر کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔

ابن جوزی نے کتاب منتظم میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ کہا کرتا کہ اگر رسول اللہ میرے زمانہ میں زندہ ہوتے تو میرے بہت سے اقوال پر عمل پیرا ہوتے۔

در مختار میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان چہارم سے نزول فرمائیں گے تو عیسیٰ اور مہدی ابو حنیفہ کی پیروی کریں گے اور ابو حنیفہ کا قول ہے کہ فرعون طاہر و مطہر تھا کتاب مختار مختصر تاریخ بغداد میں ہے کہ ابو حنیفہ کا قول ہے کہ ابوبکر کا ایمان اور شیطان کا ایمان برابر ہے اور ایک دفعہ ابو حنیفہ کو رسول پاک کی حدیث سنائی گئی جو اسکے اپنے اجتہاد کے خلاف تھی اس پر اسنے کہا اس حدیث کو خنزیر کی دم سے چھیل ڈالو۔

رد المختار ص۱۲۵ پر ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض نے نجاست کو ترجیح دی ہے۔ لہذا اس کا بیچنا اجرت پر لینا دینا سب جائز ہے۔ اس کی کھال کا مصلےٰ بنا سکتے ہیں اور نیز ڈول (پانی بھرنے کیلئے) بنا سکتے ہیں۔ اور اس کو گود میں لے کر نماز پڑھی جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔

فقہ حنیفہ

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص۱۶۰ پر ہے کہ فرض کرو۔ اگر کسی شخص نے ابوبکر یا عمر یا عثمان یا علی کو قتل کر دیا تو بھی وہ مسلمانی سے خارج نہیں ہوتا۔

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص۱۶۰ پر ہے کہ فرض کرو کہ اگر کوئی شخص امام حسین علیہ السلام کے شہید کرنے کا حکم دیدے تو بھی وہ شخص کافر نہیں کہا جا سکتا۔

امام فخر الدین رازی ترجیح مذہب شافعی میں لکھا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک جائز ہے کہ کوئی گوز کرکے نماز تمام کرے۔ حالانکہ یہ ایسا امر ہے کہ کوئی فاسق مسلمان بھی اس کا ارتکاب نہیں کرتا۔ بلکہ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ ملحد ہے کہ اس نے دین شریعت کو ذلیل کیا۔ ایسی فضیحت بھری نماز سے ترک نماز بہتر ہے

جزیل المواہب فی اختلاف المذاہب سیوطی۔ مغیث الخلق فی اختیار الحق امام الحرمین جوینی۔ رسالہ ترجیح مذہب شافعی امام رازی میں ہے کہ اگر کتے کی کھال کا جو تہائی حصہ نجاست سے آلودہ کر لیا جائے اور خراب نبیذ سے بے ترتیب وضو کر لیا جائے اور بغیر نیت کے تکبیر الاحرام کہہ کر نماز کو کسی بھی زبان میں شروع کر دیا جائے۔ اور دونوں سجدوں میں بلا جلسہ صرف کوؤں کی طرح دو ٹھونگیں لگائی جائیں اور نماز کے اختتام پر بجائے، سلام کہنے کے گوز لگا دیا جائے۔ تو ابو حنیفہ کے نزدیک سب سے چھوٹی اور درست نماز ہے...۔ غایت الاوطار جلد دوم صفحہ ۲۹۰ فتح القدیر جلد دوم صفحہ ۳۳۶ پر ہے کہ اگر ایک مرد ملک مغرب میں اور ایک عورت ملک مشرق میں ایک سال مسافت پر رہتے ہوں اور ان دونوں کا نکاح کسی طرح پڑھ دیا گیا۔ اب اگرچہ اس مرد مغربی کو اس عورت مشرقی سے صحبت کرنے کی نوبت نہیں آئی پھر بھی تاریخ نکاح سے چھ مہینے بعد ہی اگر وہ عورت بچہ جنے تو وہ بچہ صحیح النسب ہوگا۔ بلکہ اس مرد کی کرامات سمجھی جائیگی

رد المحتار شرح درمختار۔ جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۷ پر ہے کہ خانیہ میں ہے کہ بخاری میں جو یہ حدیث آئی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا جن چیزوں کو خدا نے حرام کیا ہے ان میں شفا نہیں ہے اس سے مراد ہے جن چیزوں میں شفا ہے وہ حرام نہیں ہیں۔ جیسا کہ پیاسے کے لئے شراب حلال ہے۔

در مختار صفحہ ۱۴۳ پر ہے کہ سور کے بال طاہر ہیں۔

رد المحتار جلد دوم صفحہ ۹۰ پر ہے کہ اگر قبل نیت یا بعد نیت روزہ رکھ کر کھا لے یا پئے یا جماع کرے تو روزہ درست ہے صرف نسیان ہونا چاہئیے۔

رد المحتار جلد دوم صفحہ ۹۱ پر ہے کہ اگر کوئی یاد دلائے کہ تم روزہ سے ہو اس پر بھی وہ کھالے تو بعض کہتے ہیں کہ اس کا روزہ درست ہے اور جو لوگ روزہ کے باطل ہو جانے کے قائل ہیں وہ کفارہ نہیں مانتے۔

رد المحتار جلد دوم صفحہ ۱۰۱ پر ہے کہ اگر فرج کی طرف کئی بار نظر کرے اور انزال ہو جائے یا اسی فکر میں لگا رہے اور انزال ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

رد المحتار جلد دوم صفحہ ۱۰۲ پر ہے کہ اگر کوئی روزہ دار لکڑی اپنی مقعد میں داخل کرے اس طرح پر کہ اس کا کچھ حصہ مقعد سے باہر رہ جائے تو روزہ درست ہے لیکن اگر لکڑی تمام کی تمام غائب ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

رد المحتار جلد دوم صفحہ ۱۰۲ پر ہے کہ اگر روزہ دار خشک انگلی مقعد یا فرج میں داخل کرے تو روزہ درست ہے لیکن تر انگلی داخل کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

رد المحتار جلد دوم صفحہ [illegible] پر ہے کہ اگر لکڑی یا ڈورہ میں لقمہ باندھ کر حلق کی راہ پیٹ میں داخل کر دیا

جاوے بشرطیکہ ذرہ سا کنارہ باہر رہے تو روزہ درست ہے۔

ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۱۵۳ اور فتاوے قاضی خاں مطبوعہ نولکشور جلد اول صفحہ ۱۰۱ پر ہے کہ اگر بحالت روزہ عضو تناسل کو کسی جانور یا مردہ کی فرج میں داخل کیا جائے انزال ہو یا نہ ہو روزہ درست ہے۔ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۱۵۳ پر ہے کہ اگر دو عورتیں مساحقہ کریں اور انزال ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ شرح بخاری عینی کتاب التفسیر میں ہے کہ امام مالک نے کہا جو شخص دین میں میرا اقتدا کرتا ہے اس کی نسبت مجھے شبہ نہیں کہ وہ وطی فی الدبر نسواں کی حلت میں شک کرے۔

درمنثور میں ہے کہ امام شافعی سے وطی فی الدبر کا استفادہ کیا گیا۔ امام شافعی نے کہا رسول اللہ سے نہ اس فعل کی حلت ثابت ہے اور نہ حرمت اور قیاس اس کی حلت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی درمنثور میں امام شافعی کا مناظرہ درج ہے جو انہوں نے اپنے ربیب والد امام محمد شاگرد امام ابو حنیفہ سے کیا تھا جس میں شافعی نے وطی فی الدبر ثابت کرنا چاہا۔ نیز امام ابو حنیفہ کے استاد فقہ محمد بن منکدر اور عبدالرحمان بن قاسم اور ابن ابی ملیکہ وغیرہ جو تمام ثقہ اور صحیحین کے بھی راوی ہیں۔ وطی فی الدبر نسواں کی حلت کے قائل تھے۔ اور ان میں بعض اس فعل کے عامل بھی تھے۔

درمنثور میں ہے کہ ایک دن ابن ابی ملیکہ سے وطی فی الدبر نسواں کا استفادہ کیا گیا۔ اس نے کہا کہ شب گذشتہ میں نے خود اس فعل کا ارادہ کیا۔ جب دخول دشوار ہوا تو روغن سے مدد لی گئی۔

عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ کوئی شخص اپنی زوجہ یا غلام یا لونڈی سے وطی فی الدبر کرے تو اس پر حد نہیں ہے۔ اکثر فقہاء نے اس فعل کے ارتکاب پر بغیر انزال غسل تک کا بھی حکم نہیں دیا اور بعض فقہاء کے نزدیک اس فعل سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔

ہدایہ صفحہ ۴۹ اگر کوئی شخص عورت یا مرد سے لواطت کرے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں اور جو چوپائے سے کرے اس پر بھی حد نہیں۔

امام ابو یوسف کی شکایت کا قصہ ابن حجر عسقلانی نے نظام شاعر کی زبانی لسان المیزان ترجمہ ابو یوسف میں ابو اسحاق شیرازی کی کتاب القاب سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب یعقوب یعنی امام ابو یوسف دفن ہو چکا۔ تو اس کی قبر پر نظام شاعر نے یہ اشعار پڑھے جن کا حاصل یہ ہے ابو یوسف نے اپنے قیاس سے شراب کو حلال کیا۔ قیاس کی طرف اس قدر عنایت کی کہ ہمارے لئے حرمت کے بعد اسکا حلال ہونا ثابت کر دیا۔ اگر ابو یوسف کو جلد موت نہ آتی تو وہ زنا اور غلاموں کی لواطت کو ہمارے لئے حلال کر جاتا۔ ناظرین! اسحاق شیرازی خطیب بغدادی کا استاد ہے۔

ترمذی کتاب التفسیر جلد دوم صفحہ ۱۶۳ پر ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا حضرتؐ۔ رات کو میں نے اپنی چھواری (زوجہ) کو اوندھا کر لیا (وطی فی الدبر کیا تھا)۔
تلخیص جلد چہارم صفحہ ۱۸۹ پر ہے کہ جو شخص حالت حیض میں جماع کرے یا عورت کی دبر میں دخول کرے یا کاہن کے پاس (استصواب رائے کیلئے) جاوے تو وہ بیزار ہو گیا۔ اس چیز سے جو محمدؐ پر نازل ہوئی ہے (قرآن پاک)
فتح الباری کتاب التفسیر صفحہ ۱۳۱ اور بخاری جلد سوم صفحہ ۷۱ پر ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ بے شک آنحضرتؐ پر بواطت نسائی اباحت میں (عورتوں کے وطی فی الدبر کے جائز ہونے میں) آیۃ نساءکم حرث لکم نازل ہوئی۔ تفسیر کبیر فخر الدین رازی میں ہے کہ اکثر علماء کی رائے ہے کہ آیہ نساءکم حرث لکم سے مرد کو اختیار دیا گیا ہے۔ خواہ وہ فرج میں دخول کرے خواہ مقعد میں۔
ارشاد الساری شرح بخاری قسطلانی میں ہے کہ وطی فی الدبر کے جواز کو جماعت صحابہ و تابعین اور امام مالک نے تسلیم کیا ہے۔
میزان الاعتدال ذہبی اور عقد منظوم علی بن بابی المعروف بہ تحقیق میں ہے کہ قاضی یحییٰ بن اکثم کو بچہ بازی کرنے اور خود خلاف وضع فطری کلام کرانے کی بدعادت نہایت کثرت سے تھی۔
تاریخ الخلفاء اردو مولفہ مولوی مسیح الزمان میں ہے کہ یزید بن ولید بن عبد الملک بن مروان کی ایک معشوقہ مر گئی۔ تو یزید معشوقہ سے ایک ہفتہ تک جماع کرتا رہا۔ جب امرائے دربار نے التجا کی تو اس کے دفن کا حکم دیا۔ ناظرین! یہ ہیں سنیوں کے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین اور نائب رسول اللہ۔
فتاویٰ قاضی خان جلد اول کتاب الصوم فصل اول صفحہ ۱۰۳ پر ہے کہ اگر کوئی بہائم (حیوان) یا میت سے جماع کرے مگر انزال نہ ہو۔ تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا۔
بحر الرائق شرح کنز الدقائق زیلعی کتاب النکاح میں ہے کہ اگر آلہ تناسل پر کپڑا لپیٹ لیا جائے اور محرمات (ماں، بہن، خالہ وغیرہ) سے جماع کیا جائے تو حد نہیں۔
فتاوی عالمگیری جلد اول فصل ثالث فی المعانی موجب الغسل میں ہے کہ اگر ذکر پر کپڑا لپیٹ کر جماع کیا جائے اور انزال نہ ہو۔ تو اس کی نسبت بعض نے کہا ہے کہ غسل واجب ہے اور بعض نے کہا کہ غسل واجب نہیں ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ اگر باریک کپڑا لپیٹا جائے۔ اس طرح کہ اس سے فرج کی حرارت اور لذت محسوس ہو تو غسل واجب ہے ورنہ غسل واجب نہیں ہوتا۔
جامع الرموز شمس الدین قہستانی مبحث غسل مطبوعہ نولکشور لکھنؤ جلد اول صفحہ ۳۵ پر بحوالہ جلالی

لکھا ہے کہ اگر سرِ ذکر پر کپڑا یا کوئی اور چیز لپیٹی جائے تو غسل واجب نہیں ہوتا۔ غیر مقلدوں کی کتاب کی بحث صوم صفحہ ۸۲ میں بحوالہ منیہ لکھا ہے کہ اگر ذکر پر اس طرح کپڑا لپیٹا جائے کہ مقام مخصوص کی حرارت محسوس نہ ہو تو روزہ دار پر کوئی کفارہ نہیں۔

جامع الرموز مطبوعہ نولکشور جلد اول صفحہ ۴۲ مبحث غسل میں ہے۔ کہ سرِ ذکر پر کپڑا یا کوئی اور چیز جیسے حریر ملفوف کر کے جماع کرے تو غسل واجب نہ ہوگا۔ جامع الرموز جلد اول مبحث صوم صفحہ ۱۸۸ پر ہے کہ اگر عضوِ تناسل پر ایسا کپڑا لپیٹ کر جماع کرے۔ جس سے مقام مخصوص کی حرارت محسوس نہ ہو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا۔

در المختار مطبوعہ نولکشور جلد اول صفحہ ۱۲ پر ہے کہ اگر سرِ ذکر پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے کہ اسے ہے کہ اگر جماع کی لذت پائے تو غسل واجب ہے ورنہ نہیں۔ بحر الرائق شرح کنز الدقائق کتاب النکاح میں ہے کہ اگر عضو تناسل پر کپڑا لپیٹ کر عورت دکوئی عورت نہ ہو سے جماع کرے۔ تو حرام نہیں ہے۔

نووی شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اگر ذکر پر کپڑا لپیٹ کر عورت کی فرج میں داخل کرے تو بہت علما کے تین قول ہیں۔ جن میں دوسرا قول یہ ہے کہ غسل واجب نہیں کیونکہ دخول کپڑے میں ہوا ہے۔

قاضی خاں صفحہ ۹۲۸ سطر ۹ پر ہے کہ اگر کوئی بالغ مرد کسی بالغ مرد سے لواطت کرے تو اس کو تعزیر کی جائے لیکن اگر لڑکے سے کرے تو اس پر کوئی حد نہیں سطر ۲۵ پر ہے کہ اگر بھنگ پی کر مدہوش ہو جائے تو اس پر کوئی حد نہیں۔ جامع الرموز مطبوعہ نولکشور کتاب الحدود صفحہ ۲۱ سطر ۹ پر ہے کہ اگر غلام یا لونڈی یا اجنبیہ عورت یا منکوحہ عورت سے لواطت کرے تو اس پر کوئی حد نہیں۔

اوحدی نے جام جم میں لکھا ہے۔

ابر وئے غلام خویش مبر	دختر بد بہ نام خویش مدر
نتواں زد بہ گفتۂ مالک	غوطۂ در ورطہ چنیں ہالک

ملا جامی نے بہارستان جامی میں لکھا ہے

گفت مملوکۂ بمالک خویش	کز قفائش بسے فتادہ فساد
ترک ایں فعل کن کہ جائز نیست	نزد دیں پروراں شرح نہاد
گفت خامش کہ شیخ دیں مالک	بہ چنیں عیش فتویٰ ما داد

نام خسرو نے لکھا ہے۔

شافعی گفت کہ شطرنج مباح است مدام	گنج بباید کہ جز راست نہ فرمودہ امام

ابو حنیفہ بہ ایں گفتہ در احوال شراب — کہ جو شیدہ بخور تا نہ بود بر تو حرام
حنبلی گفت چو در دور طرب غم در مانی — اندکے بھنگ خور و سوئے احبا بخرام
گر کنی پیروی مفتی چارم مالک — اوہم از بہر تو تجویز کند وطی غلام
بھنگ و میخورد کون بزن و خوش باش تمام — کہ مسلمانی بریں چار امام است تمام

فتح المبین معہ تنبیہ الوہابین مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ صفحہ ۵۵ و ۳۵ و درمنثور سیوطی جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۶۶ سطر ۳۰۔ شرح بخاری عینی کتاب التفسیر تہذیب ابن حجر عسقلانی جلد نہم صفحہ ۳۳۲ پر ہے کہ وطی فی الدبر جائز ہے۔

کتاب محاضرات امام ابو القاسم راغب اصفہانی میں ہے کہ جب ناصر خلیفہ ہوا تو اس نے ابو حنیفہ کے شاگرد علامہ عبد اللہ ابن مبارک کو قاضی مقرر کیا اور یہ علت ابنہ کا مریض تھا۔ ایک دن علامہ ابن مبارک نے ناصر سے کہا یا امیر المومنین مجھے چند زبردست مردوں کی ضرورت ہے جو میری مدد کریں اور رفع حاجت کریں۔ ناصر نے کہا مجھے یہ امر پہلے ہی سے معلوم ہے۔ (تنزیہ الانساب حصہ دوم بیان عثمان)

تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ مصر صفحہ ۹۱ سلیمان بن یزید کے بیان میں لکھا ہے کہ خلیفہ ولید بن یزید بن عبد الملک بن مروان نے اپنے حقیقی بھائی سلیمان بن یزید سے اغلام کا ارادہ کیا۔ جب ولید کے بعد سلیمان خلیفہ ہوا تو اس نے ولید کے اس فاسد ارادہ کا ذکر کیا۔

"تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۱ پر امین بن ہارون رشید کی خلافت کے بیان میں ہے کہ ابن جریر سے منقول ہے کہ جب امین بن ہارون رشید خلیفہ ہوا تو اس نے دو مخنث خریدے جن پر یہ شیدا تھا پھر ان کو اپنی خلوت خاص کے لئے مقرر کیا اور تمام ازواج اور کنیزوں کو ترک کر دیا۔ بخاری کتاب الاذان باب امامت المفتون والمبتدع میں ہے کہ امام زہری استاد امام مالک نے ہیجڑوں کی امامت نماز کو جائز قرار دیا ہے۔

تفسیر کبیر جلد ثانی حجۃ ثالثہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۳ اور تاریخ نزہۃ البیان نواب صدیق حسن جلد اول صفحہ ۲۰ پر بروایت خزیمہ بن ثابت لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے وطی فی الدبر کے جواز کا فتویٰ دیا۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد چہارم میں سورہ توبہ آیہ نمبر ۲۸ "انما المشرکون نجس" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان مشرکوں کے نجس العین ہونے پر نص صریح ہے۔ لیکن بعض بزرگوں (علمائے اہلسنت) کا خیال اس کے برعکس ہے کہ مشرک تو پاک ہے اور مسلمان بحالت جنابت و حدث نجس ہے۔ اور مشرکین کے اعضاء کا استعمال کیا ہوا پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ لیکن مسلمانوں کے اعضاء کا استعمال

کیا ہوا پانی نجس ہے۔

درمختار میں ہے کہ سنیوں کی فقہ کی معتبر کتاب ہے کہ اگر کسی کو نکسیر کا مرض ہو اور سورہ فاتحہ کو خون سے مریض کی پیشانی اور ناک پر لکھ دیا جائے تو بہ نیت شفا جائز ہے اور اسی طرح سورہ فاتحہ کو بھی پیشاب سے لکھنے میں مضائقہ نہیں اگر اس میں شفا کی امید ہو۔

فتاویٰ قاضی خاں جلد چہارم مطبوعہ نولکشور ص۳۶۴ اور فتاویٰ سراجیہ برحاشیہ فتاویٰ قاضی خاں ص۱۳ اور فتاویٰ عالمگیری ص۱۳۳ پر ہے کہ جس کی نکسیر پھوٹے اور خون نہ تھمے تو اگر وہ خون کے ساتھ اپنی پیشانی پر کچھ قرآن لکھے تو جائز ہے اور اگر پیشاب سے قرآن لکھے اور اگر مردار کی کھال پر قرآن لکھے تو اگر اس میں شفا ہو تو مضائقہ نہیں۔ ناظرین! قرآن تو حکم دیتا ہے "لا یمسہ الا المطہرون" یعنی اس کو چھونے سے پہلے پاک پاکیزہ ہو لو۔ لیکن ادھر یہ اجتہاد ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے فتویٰ لکھا کہ اگر بوقت ادائے قرض مقروض قارض کو کچھ زیادہ دیدے تو مضائقہ نہیں (یعنی بطور سود)

مولوی عبید اللہ ایڈیٹر وکیل اس فتویٰ بالا کو نقل کرکے لکھتا ہے کہ قرآن میں اگر ممانعت ہے تو اس گراں شرح ربا کی ممانعت ہے جو اضعافاً مضاعفہ یعنی دوگنے کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور نزول قرآن کے اوقات میں اسی (دوگنے سود) کا رواج تھا۔

مجمع الانوار جلد دوم ص۳۹۵ پر ہے کہ ابن عمر اکثر روزہ ہی مجامعت سے کھولا کرتا تھا اور اس نے تین جاریہ سے قبل عشا مجامعت کی۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اخبار اہلحدیث ص۴ مورخہ ۲۵ رمضان ۱۳۲۸ھ میں یہ استفتا لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی جد کی زوجہ سے نکاح کیا اور عورت منکوحہ سے مجامعت کی اور پھر وہ عورت حاملہ ہوئی اور اس نے لڑکا جنا اب علمائے شریعت کا کیا حکم ہے۔ نکاح ہوا یا نہ ہوا۔ لڑکا کس کی جانب قرار دیا جائے گا۔ اس کے شوہر پر نان و نفقہ واجب ہوگا یا نہ؟ اس کا جواب ثناء اللہ نے یہ دیا کہ حقیقی والد کی منکوحہ سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع ہے مگر دادا کی منکوحہ عورت کی حرمت منصوص نہیں ہے۔ اس لئے غالباً نکاح مذکور صحیح ہوگا اور بچہ بھی صحیح النسب ہوگا (چھپائی داخل فتنہ)

علامہ شعرانی نے میزان الکبریٰ ص۳۹ پر لکھا کہ علمائے شافعیہ اور حنفیہ کی ایک جماعت ماہ رمضان کے روزوں کو دن میں توڑ دیتی تاکہ مجادلہ میں قوت ملے اور ایک دوسرے کو شکست دے سکے

مولوی ثناء اللہ نے ایک فتویٰ شائع کیا۔ کہ بغرض اصلاح رسوم قبیحہ محرم کوئی ایسی حرکت

دلیے۔ جس سے ان ایام کی کچھ زیادتی محسوس ہو نہ روئیں نہ پیٹیں۔ نہ سوگ منائیں۔ نہ شہادت منائیں نہ غم کریں تاکہ بدعات محرم پر اس کا اثر نہ پڑے۔ ہاں ایام محرم کے بعد واقعات کا سننا منع نہیں۔ ایسی مجلس کا بانی اس گناہ میں سب سے اول ہوگا

چلپی حاشیہ شرح وقایہ صفحہ ۲۹۸ قاضی خان جلد چہارم صفحہ ۸۰۳ کنز الدقائق کلاں مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۶۸ پر ہے کہ زانیہ عورت کی خرچی جائز ہے۔ اور جو اجرت دے کر زنا کرے اس پر شرعی حد بھی نہیں ہے ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۹۳ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۱۲۵ شرح وقایہ صفحہ ۲۳۳ کنز صفحہ ۲۵ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۰۷ در المختار صفحہ ۳۱۹ قاضی خان جلد سوم صفحہ ۱۱ پر ہے کہ جھوٹی گواہی دے کر بیگانی عورت کو لے لینے اور اس سے صحبت کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

ہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۹۹ شرح وقایہ صفحہ ۱۶۳ کنز صفحہ ۱۹۵ رد المختار صفحہ ۲۵۰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۱۵۰ پر ہے کہ اگر بیاہا ہوا کافر زنا کے جرم میں پکڑا جاوے۔ تو اس کو سنگسار نہ کرنا چاہیے۔ رد المختار جلد چہارم صفحہ ۳۰ عالمگیری جلد سوم صفحہ ۲۰ قاضی خان جلد سوم صفحہ ۳۳۹ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۸۵ شرح وقایہ صفحہ ۲۲ کنز صفحہ ۲۲۶ پر ہے کتے کی بیع جائز ہے۔

ہدایہ جلد دوم صفحہ ۴۹۵ شرح وقایہ صفحہ ۳۳۶ کنز صفحہ ۳۹۵ ہدایہ جلد چہارم صفحہ ۱۳۳ رد المختار صفحہ ۱۹۰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۱۵۷ پر ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا درست ہے۔ اور اس کا کھانا پینا حلال ہے۔ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۴۸۱ کنز صفحہ ۳۰۷ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۱۵۲ قاضی خان جلد چہارم صفحہ ۲۹۰ شرح وقایہ صفحہ ۴۳۵ رد المختار جلد پنجم صفحہ ۲۹۱ پر ہے کہ اگر قوت حاصل کرنے کی نیت سے شراب پی جاوے تو درست ہے۔

ہدایہ جلد اول صفحہ ۴۹۶ و صفحہ ۴۹۶ تحفۃ العجم کنز اردو صفحہ ۱۷۴ ہدایہ مترجم فارسی جلد دوم صفحہ ۳۰۲ پر ہے کہ محرمات ابدی یعنی ماں۔ بہن۔ بیٹی۔ خالہ وغیرہ سے جان بوجھ کر نکاح کرنے اور ان سے صحبت کرنے میں شرعی حد نہیں ہے۔

فتاویٰ سراجیہ جلد سوم صفحہ ۱۴۳ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۱۳۴ رد المختار جلد اول صفحہ ۱۲۳ قاضی خان جلد چہارم صفحہ ۳۲۳ پر ہے کہ اگر کسی کی نکسیر بند نہ ہوتی تو اس کی پیشانی پر خون سے قرآن لکھنا جائز ہے اور پیشاب سے قرآن لکھنا جائز ہے۔ خانیہ اولا تار ترجمہ اردو رد المختار جلد چہارم صفحہ ۱۹۶ پر ہے کہ بکری کا بچہ سورنی کے دودھ سے پالا جائے۔ تو اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔

منیۃ المصلی مترجم اردو صفحہ ۵۹ پر ہے کہ گدھی کا دودھ پاک ہے۔ اور اس کو صحیح کہا گیا ہے۔ منیۃ المصلی مترجم اردو صفحہ ۵۳ صفحہ ۴۹ ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۲ شرح وقایہ صفحہ ۱۲ پر ہے کہ سور کا چمڑہ رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے

اور اس کی بیع جائز ہے۔ اور اس پر نماز پڑھنی درست ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں جلد اول ص۱۱ غنیۃ المصلی مترجم اردو ص۵۳ پر ہے کہ اگر کتا، گیدڑ وغیرہ حرام جانور کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جاوے تو پاک ہو جاتے ہیں۔ اور انکی کھال پر نماز پڑھنی درست ہے۔ غنیۃ المصلی اردو ص۵۳ پر ہے کہ ذبح کئے ہوئے کتے یا بھیڑے وغیرہ حرام جانوروں کی ہڈیوں کا ہار پہنکر نماز پڑھنی درست ہے۔ ہدایہ جلد اول ص۲۲ شرح وقایہ ص۱۳ پر ہے کہ ذبح کئے ہوئے کتے وغیرہ حرام جانوروں کی کھال پہنکر نماز پڑھنی درست ہے۔ ہدایہ جلد اول ص۹۲ شرح وقایہ ص۴۳ کنز ص۲۲ و ص۳۰ پر ہے کہ اگر نماز میں سلام پھیرنے کی بجائے جان بوجھ کر گوز مار دیا جائے تو درست ہے نماز ہو جاتی ہے۔

قاضی خاں ص۲۲ غایۃ الاوطار ص۶ پر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی دبر میں انگلی وغیرہ اسطرح پر داخل کرے کہ اسکا ایک کنارہ باہر ہے اور اگر وہ خشک نکلے تو اسکا وضو نہیں ٹوٹتا۔ قاضیخاں ص۱۶ مترجم غنیۃ المصلی ص۴۲ پر ہے کہ اگر ہاتھ پر کوئی ناپاکی مثل شراب و منی کے لگ جاوے تو اسکو تین دفعہ چاٹ لینے سے ہاتھ پاک ہو جاتا ہے۔

قاضیخاں جلد اول ص۱۲ پر ہے کہ اگر شراب کو گوشت کی ہانڈی میں ڈالیں یا شراب میں کوئی چیز ڈالکر سرکہ بنا دیں جب وہ ترش ہو جائے تو اسکا کھانا درست ہے۔ قاضیخاں جلد اول ص۱۲ پر ہے کہ اگر شراب کے مٹکے میں چوہا گر پڑے اور اسکو پیٹ پھٹنے سے پہلے نکال لیا جاوے تو اس شراب کا سرکہ بنا کر پی لینا درست ہے۔

قاضی خاں جلد اول ص۱۰۰ غایۃ الاوطار جلد اول ص۱۱۵ پر ہے کہ مشت زنی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ قاضی خاں جلد اول ص۱۰۰ فتاویٰ برہنہ جلد دوم ص۱۹ و ص۱۹ ردالمحتار میں ہے۔ کہ اگر تسکین شہوت کی غرض سے مشت زنی کی جاوے تو درست ہے۔

قاضی خاں جلد اول ص۱۰۰ غایۃ الاوطار جلد اول ص۱۱۵ پر ہے کہ مشت زنی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ قاضی خاں جلد اول ص۱۰۰ فتاویٰ برہنہ جلد دوم ص۱۸ و ص۱۹ ردالمختار میں ہے۔ کہ اگر تسکین شہوت کے لئے مشت زنی کی جاوے تو درست ہے۔

قاضی خاں جلد اول ص۱۰۳ و ص۱۰۵ غنیۃ المصلی اردو ص۹ پر ہے کہ اگر کوئی شخص چوپائے یا مردہ عورت یا چھوٹی بچی سے بدفعلی کرے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اس پر غسل بھی واجب نہیں ہے۔ فتاویٰ برہنہ جلد دوم ص۱۸ پر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ذکر پر کپڑا لپیٹ کر روزہ کی حالت میں عورت سے صحبت کرے اور کپڑا سخت ہے تو اس پر نہ روزہ کی قضا لازم ہے اور نہ غسل واجب ہے۔

غایۃ الاوطار ص۱۱۲ پر ہے کہ اگر کوئی غیر مکلف شخص مکلفہ عورت سے جماع کرے تو ان دونوں پر کوئی شرعی حد نہیں ہے۔ غایۃ الاوطار جلد اول ص۱۱۵ و ص۱۴۲ پر ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت پاک ہے۔

ہدایہ مترجم فارسی جلد دوم ص۳۲۰ و ص۳۲۱ پر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کسی پاس رہن رکھ دے اور مرتہن اس سے جماع کرے تو اس پر شرعی حد نہیں۔ اگرچہ وہ جانتا بھی ہو کہ یہ لونڈی مجھ پر حرام ہے قاضی خاں جلد اول ص۱۰۱ غایۃ الاوطار جلد اول ص۵۱۵ پر ہے کہ روزہ کی حالت میں اگر خوابیدہ عورت سے جماع کیا جائے تو دونوں پر روزہ کا کفارہ دینا واجب نہیں آتا

قاضی خاں جلد دوم ص۱۰۱ غایۃ الاوطار جلد اول ص۵۱۵ پر ہے کہ روزہ کی حالت میں اگر دیوانی عورت سے جماع کیا جاوے تو دونوں پر کفارہ دینا نہیں آتا۔ منیۃ المصلی مترجم فارسی ص۷۲ و ص۱۴۳ کیدانی صلوٰۃ الرحمان ص۵۳ و ص۹۲ قاضی خاں میں ہے کہ اگر کوئی شخص آدمی کے بچہ کو گود میں لے کر نماز پڑھے تو مکروہ ہے ہاں اگر کتے کے بچے کو یا اس کو ذبح کرکے اس کے گوشت کو گود میں لے کر نماز پڑھے تو درست ہے

غایۃ الاوطار جلد دوم ص۱۰۲ پر ہے کہ اگر کوئی ننگا مرد زنا کرے تو اس پر شرعی حد نہیں۔

غایۃ الاوطار جلد اول ص۵۱۱ پر ہے کہ اگر مرد نے اپنی دبر میں یا عورت نے اپنی فرج میں لکڑی یا انگلی داخل کی اور وہ سوکھی نکلی تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

غایۃ الاوطار جلد اول ص۵۱۵ پر ہے کہ اگر کسی نے چارپایہ کی فرج کو ہاتھ لگایا اور انزال ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

غایۃ الاوطار جلد اول ص۵۱۱ و ص۵۱۵ اور کنز میں ہے کہ اگر عورت سے فرج کے سوائے کسی اور جگہ مثلاً بغل، ران، ناف وغیرہ میں وطی کی جاوے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ غایۃ الاوطار جلد اول ص۵۱۵ پر ہے کہ اگر کسی شخص نے بار بار کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھا اور انزال ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

بحر الرائق میں ہے کہ اگر نماز کی حالت میں کتے، بلی کو چمکارے پچکارے، یا گدھے کو ہانک دے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ نور الہدایہ مترجم اردو شرح وقایہ جلد چہارم ص۵۸ و ص۵۹ عینی عالمگیری میں ہے کہ وہ کوا جو دانا کھاتا ہے اور وہ کوا جو مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہے حلال ہے۔ بلکہ ایک کا قول ہے کہ چمگادڑ بھی حلال ہے

نور الہدایہ ص۱۷ و غایۃ الاوطار ص۱۵۱ پر ہے کہ ایک درہم کے برابر نجاست مثلاً پاخانہ، پیشاب، خون یا پیشاب گدھے یا بلی یا چوہے کا لگ جائے تو نماز ہو جاتی ہے اور انگلی پر گوہ لگ جائے تو چاٹ لینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ نور الہدایہ مترجم اردو شرح وقایہ جلد دوم ص۳۲ و ص۳۵ مطبوعہ نظامی کانپور میں ہے کہ اگر کسی نے لکڑی، بال، گھاس، یا دودھ، یا گوشت، یا میوہ یا ایستادہ کھیتی، یا مسجد کا دروازہ یا قرآن یا بیت المال سے کچھ مال چرایا جائے تو اس چوری پر شرعی حد نہیں ہے اور نہ اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

نور الہدایہ اردو شرح وقایہ ص۱۳۳ پر ہے کہ اگر ذبح کی ہوئی بکریوں کے گوشت میں مردار بکری کا

گوشت مل جائے۔ تو بھی اس کا کھا لینا درست ہے البتہ دیکھ بھال کر کھائے

منیۃ المصلی مترجم فارسی صفحہ ۲۹ نور الانوار صفحہ شرح قمر الاقمار صفحہ پر ہے کہ کوئی مرد بحالت جنب اور عورت بحالت حیض بے غسل کئے ہوئے قرآن کو دعا کی نیت سے پڑھے تو جائز ہے غایۃ الاوطار جلد دوم صفحہ ۲۱۲ پر ہے کہ اصیل عورت کو بزور حق لونڈی بنا کر زنا کرنے سے شرعی حد لازم نہیں آتی۔

غایۃ الاوطار جلد دوم صفحہ ۴ پر ہے کہ اگر امام یا خلیفہ زنا کے جرم میں پکڑا جاوے تو اس پر شرعی حد نہیں۔

مشکوٰۃ مطبع انصاری فصل دوم صفحہ ۴۳ ابو داؤد مطبوعہ دہلی صفحہ ۹ پر ہے کہ رسول اللہ ایسے پانی کو پاک بتلاتے جس میں حیض کے لتے۔ کتوں کا گوشت اور بدبودار اشیاء پھینکی جاتی تھیں مشکوٰۃ ترمذی ابو داؤد نسائی مسند ابن ماجہ مطبع دہلی صفحہ پر ہے کہ رسول اللہ ایسے گڑھے کے پانی کو پاک بتلاتے جس میں مردار گدھا پڑا ہو۔ ہدایہ مطبع مصطفائی جلد اول صفحہ ۵۱ شرح وقایہ مطبع نولکشور صفحہ ۹۳ کنز الدقائق مطبع احمدی دہلی صفحہ ۹۳ رد المحتار شرح در المختار مطبع دہلی جلد ہفتم صفحہ ۲۷ پر ہے کہ رسول اللہ کو گالیاں دینے سے ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا۔

تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۲۳ پر ہے کہ حجاج نے کہا کہ اگر ہم نے کسی کو قرآن ابن مسعود کی قرأت کے مطابق پڑھتے سنا۔ تو ہم اس کو قتل کر دیں گے اور اس آیۃ کو چھیل ڈالیں گے خواہ خنزیر کی ہڈی ہی سے کیوں نہ ہو۔

در مختار صفحہ ۴۲ پر ہے کہ نماز میں ہر طرح کی تحریف کرنے اور اس میں توریت و انجیل و زبور پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

کتاب مبسوط شمس الدین سرخسی مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۴۶ پر ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک بت اور صلیب کی فروخت جائز ہے۔

رحمۃ الامۃ صفحہ ۱۵۱ پر ہے کہ امام مالک کہتا ہے کہ مچھلی اور نیز جو کچھ پانی میں ہے اکیلا مینڈک دریائی کتا وغیرہ اس کا کھانا جائز ہے البتہ دریائی سور مکروہ ہے اور امام احمد کہتا ہے کہ سوائے سنسار یعنی مگرمچھ تمام دریائی جانور کھانے جائز ہیں۔

حیوۃ الحیوان جلد دوم صفحہ ۲۳ پر ہے کہ مینڈک کے سوا تمام دریائی جانور کھانے جائز ہیں۔ بلکہ اگر آدمی کی بھی شکل میں ہو تو بھی کھانا جائز ہے امام ابو علی طبیبی کہتا ہے کہ اگر وہ دریائی حیوان انسان کی شکل میں ہو اور عربی بولتا ہو اور عربی میں اپنا نسب بھی بیان کرے تو بھی اس کا کھانا جائز ہے۔

حیوۃ الحیوان جلد دوم صفحہ ۵ پر ہے کہ جمال الدین اسنوی کہتا ہے کہ قرش اور مچھلی ... کی ... جائز ہے

اور نیز کہتا ہے کہ مگر مچھ کس قاعدہ سے حرام ہو گا۔ بنایہ بن اثیر میں ہے کہ مگر مچھ بھی کھانا جائز ہے۔ اور امام شافعی بھی اس کی حلت کا قائل ہے۔ امام نودی نے کہا صحیح یہ ہے کہ جو کچھ دریا میں ہے۔ سب کا کھانا حلال ہے

نزل الابرار جلد اول ص ۵۰ پر ہے کہ کتے کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے ص ۳۱ و ص ۴۹ پر ہے کہ کتے اور سؤر کی تھوک پاک ہے اور ان کا جھوٹھا پاک ہے۔

اور ص ۴۹ پر ہے کہ منی پاک ہے اور فرج کی رطوبت اور شراب اور حیوانات حلال و حرام کا پیشاب پاک ہے۔ جلد سوئم ص ۹ پر ہے کہ شراب نجس نہیں ہے۔

جلد اول ص ۳۰ پر ہے کہ خمر کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں اور کتے کے بال پاک ہیں اور کتے کو ہاتھوں پر یا گود میں اٹھائے رکھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور کتا پانی میں گر پڑے تو پانی پلید نہیں ہوتا اور کتے کے چمڑے کا جائے نماز اور ڈول بنانا جائز ہے کتے کی تھوک اور خود کتا بھی پاک ہے۔ مردار اور خنزیر کے بال پاک ہیں۔ خنزیر کو ذبح کر کے چمڑے کو دباغت کر لیں تو چمڑا پاک ہے اور جس روٹی کے خمیر میں شراب کی بوتل ڈالی جائے وہ پاک ہے اور اس کا کھانا حلال ہے

جلد اول ص ۱۹ پر ہے کہ اگر پانی میں نجاست پڑ جائے یا حیوان دموی یا غیر دموی مر جائے۔ تو اگر رنگ و بو و مزہ نہ بدلے تو پاک ہے خواہ پانی تھوڑا ہی ہو۔ جلد دوم ص ۹۶ پر ہے کہ اپنی عورت سے مشت زنی کرانی جائز ہے۔

جلد دوم ص ۳۶ پر ہے کہ نکاح کا اعلان دف و مزامیر وغنا سے مستحب بلکہ واجب ہے اور ص ۴۷ پر ہے کہ وطی فی الدبر کی حرمت ظنی ہے جلد سوئم ص ۸۶ پر ہے کہ کافر کا ذبیحہ حلال ہے۔

جلد اول ص ۸ پر ہے کہ گدھا اور خنزیر اگر نمک کی کان میں گر کر نمک ہو جائیں تو پاک ہیں اور ان کا کھانا حلال ہے

مسلم میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ کتے کی کھال دباغت کر لی گئی تو پاک ہے

بخاری میں ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے۔ اور مسجد دھوئی نہ جاتی تھی (مصنف کی رائے میں کتوں سے مراد چند اشخاص بھی ہو سکتے ہیں)

تفسیر کبیر جلد سوئم ص ۸۸ پر ہے کہ اگر باپ اپنی بیٹی سے نکاح کرے جو بوجہ زنا اس سے پیدا ہوئی ہو تو نکاح درست ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ دہلی جلد پنجم ص ۱۵ پر ہے کہ اگر تو بیانے شراب پی جائے تو جائز ہے بشرطیکہ نشہ نہ ہو۔

ہدایہ مترجم فارسی مطبوعہ نولکشور جلد اول صہ ۲۹۰ پر ہے کہ وضو شراب سے جائز ہے رحمۃ الامۃ صہ
و صہ ۱ پر ہے کہ سور کی کھال ہڈی منی سب حلال ہیں۔ صرف گوشت حرام ہے
رحمۃ الامۃ میں ہے کہ منی جو کپڑے پر لگی ہو اس کے دھونے کی ضرورت نہیں۔ ناخنوں سے چھیل ڈالے۔ کپڑا پاک ہے مسلم جلد اول صہ ۴۶۹ پر ہے کہ اگر کوئی عورت چاہے کسی غیر مرد کو اپنا محرم بنائے تو اپنا پستان اس مرد کے منہ میں دیدے۔

رحمۃ الامۃ صہ ۴۸ و صہ ۱۴۹ پر ہے کہ چیل وکوا وگوہ ولومڑی سب حلال ہیں۔ رد المختار میں ہے کہ رشوت لینا اور شطرنج کھیلنا جائز ہے

شرح وقایہ میں ہے کہ ہر ایک کھال کو جب دباغت دیا جائے تو پاک ہے اور اس پر نماز اور وضو درست ہوگا سوائے سور اور آدمی کی کھال کے۔ فتاوی قاضی خاں مطبوعہ نولکشور جلد اول صہ ۱۱ پر ہے کہ کتے اور بھیڑیے کی کھال پر نماز جائز ہے۔ اگر ذبح کر لئے ہوں۔

غنیۃ المصلی مطبوعہ لاہور صہ ۳۰ پر ہے کہ جو جانور بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا جائے اس کی کھال پر قبل دباغت نماز جائز ہے سوا سور کے کہ اگر بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا جائے تو پاک نہ ہوگا۔ لیکن جب اس کی کھال کو دباغت دیا جائے تو ہمارے علماء کے نزدیک پاک نہ ہوگا اور اس پر علماء کا اتفاق ہے لیکن امام ابو یوسف کہتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے گا۔

حالات شیخ عبد القادر صاحب گیلانی

شیخ گیلان میں ۴۷۱ھ میں پیدا ہوا اور بغداد میں ۵۶۱ھ میں اکانوے سال کی عمر میں فوت ہوا اٹھارہ سال کی عمر میں گیلان کو ترک کر کے ہمیشہ کے لئے بغداد چلا آیا۔ یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ شیخ سید نہ تھا مگر کیا تھا اسکے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ فرقہ شیعہ اثنا عشری کو یہود سے اور فرقہ حنفیہ کو مرتدوں سے تشبیہ دیتا ہے۔ عاشورہ محرم کو روز عید قرار دیتا ہے اور معاویہ کی حرکات شنیعہ کا مداح ہے۔ خود غرض مریدوں کی بلند پروازیوں اور متعصب اہلسنت کی مفوات نے شیخ کو [illegible] ساتویں آسمان تک پہنچا رکھا ہے مگر اب علمی روشنی اور متجسس نگاہوں نے کھرا کھوٹا پرکھ لیا ہے۔ عداوت اہل بیت میں استکبار یزید عمرو از معاویہ سے کم مگر یزید سے بڑھا ہوا ہے۔ ہمارا فرقہ شیعہ اثنا عشری اس عبد القادر کو جو سید تھے اور جو گیلان میں پیدا ہو کر وہاں ہی دفن ہوئے۔ نہایت احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کی ولی اللہ اور شیعہ امامیہ ہونے کا دل سے اعتراف کرتا ہے اور گیلانی سادات کو نجیب الطرفین تسلیم کرتا

حضرات اجنبی معزز اشخاص - بغداد، عراق، عرب اور ایران سے واپس آگئے جنکا بیان ہے کہ ان علاقوں میں شیخ عبدالقادر کو صرف شیخ کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگر سید عبدالقادر کہیں تو وہ کہتے ہیں ہم سید عبدالقادر کو نہیں جانتے۔ البتہ جب طبقہ "علماء" سے پوچھا گیا تو جواب ملا کہ یہی وہ عبدالقادر ہے جسکو یہاں شیخ اور ہندستان میں سید کہا جاتا ہے نیز یہ بھی کہا گیا کہ علاقہ گیلان واقعہ ایران میں ایک بزرگ سید عبدالقادر بھی ہوئے ہیں۔ جو صالح اور شیعہ امامیہ تھے ان کی اولاد کو گیلانی سید کہا جاتا ہے۔ جو واقعی نجیب الطرفین سید ہیں۔ گویا گیلان میں دو عبدالقادر تھے ایک وہ بزرگ جو گیلان میں سکونت پذیر ہے اور وہاں ہی دفن ہوئے۔ یہ بزرگ واقعی ولی اللہ اور سید تھے اور دوسرا یہ عبدالقادر جو گیلان سے بغداد میں چلا آیا۔ اور یہیں دفن ہوا۔

حضرات با نام و نسبت کا مغالطہ کوئی امر تعجب انگیز نہیں ہے بات یہ ہے شیخ عبدالقادر کی دنیا دارانہ روش اور فقیرانہ دعاوی اور متصوفانہ تعلی نے اور اس پر اہل غرض حاشیہ نشینوں کی بے سرو پا ہر بیانات نے شیخ کو ثریا تک پہنچا دیا جس کی وجہ سے ایک مقدس اور مومن سید (عبدالقادر گیلانی) جو پہلے بھی یاد الٰہی میں گوشہ نشین تھے - گمنام ہو گئے - مگر آخر حقیقت ظاہر ہو گئی اور اب حضرات گیلانی سید جانتے ہیں کہ حضرت سید عبدالقادر گیلانی قدس سرہ اور بزرگ ہیں اور شیخ عبدالقادر بغدادی اور ہے۔ خزینۃ الاصفیا جلد اول ص ۹۴ پر ہے کہ شیخ حنبلی تھا۔

عمدۃ المطالب امام الانساب احمد بن علی بن حسین بن علی مہنار مطبوعہ بمبئی ص ۱۱۲ اور عمدۃ المطالب مطبع جعفری لکھنؤ ص ۱۱۱ اور شجرۃ الاولیا سید احمد بن محمد حسینی النسابہ پر "عبدالقادر جیلانی بن محمد جنگی دوست بن عبداللہ بن محمد یحیٰی بن محمد بن الرومیہ ابن موسیٰ بن عبداللہ وغیرہ" لکھا ہے خود شیخ نے سید ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس کے بیٹوں نے۔ بلکہ سب سے پہلے اس کے پوتے قاضی ابو صالح نصر بن ابو بکر بن عبدالقادر نے اس امر کا دعویٰ کیا۔ مگر اس کے ثبوت میں کوئی دلیل اور گواہ نہ لا سکا اور نہ کسی اہل نسب نے اس دعویٰ کو تسلیم کیا حالانکہ عبداللہ بن محمد بن یحیٰی ایک حجازی شخص ہے جو ملک حجاز سے باہر نہیں گیا۔ اور یہ نام جنگی دوست عجمی ہے۔ جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ بہر حال چونکہ نسب بغیر صالح اور عادل شہادت کے ثابت نہیں ہو سکتا جس سے قاضی ابو صالح عاجز رہا۔ مزید براں شیخ عبدالقادر اور اس کے بیٹوں نے بھی یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا۔

عمدۃ الطالب ص ۱۱۱ کے حاشیہ پر جنگی دوست کی بجائے "چنگ دوست" بھی لکھا ہے - چنگ گانے بجانے کا ایک باجا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چنگ پر گانا بجانا اس کا ذریعہ معاش تھا

یا چنگ سننے یا بجانے کا عادی تھا

رسالہ صوفی نمبر ۳ جلد ۳ صفحہ ۱۰ پر ہے کہ تیسرے پیر حقیقت حضرت خواجہ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں ولدیت آپ کی قدم بہ قدم حضرت عیسیٰ ؑ کی ہے۔ سلسلہ نسب آپکا حضرت عمر فاروق تک پہنچتا ہے۔

شجرۃ اولیا علامہ سید احمد بن محمد الحسینی میں ہے کہ بعض لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی جو بغداد میں مدفون ہے اور عام لوگ اس کو صاحب مقامات و کرامات بلکہ خدا تک پہنچا ہوا خیال کرتے ہیں اور وہ ان لوگوں میں علم الشرق کے لقب سے مشہور ہے اور کہا جاتا ہے کہ سید محمد داؤد کی اولاد کی اولاد سے ہے اور ثبوت میں ایک شعر پیش کرتے ہیں جو ایک نصرانی مرد شیخ سے روایت کرتا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ میں حسنؓ اور حسینؓ کی اولاد سے ہوں لیکن تمام علمائے انساب نے شیخ کے اس نسب سے انکار کر دیا ہے اور کسی نے بھی نقل نہیں کیا۔ کہ یہ شخص سادات سے تھا بلکہ بعض نے یہاں تک لکھا ہے کہ شیخ نے خود بھی سید ہونیکا دعویٰ نہیں کیا۔ علاوہ ازیں شیخ کی زندگی میں کسی اور شخص نے بھی شیخ کو سادات کی طرف نسبت نہیں دی۔ اول جس شخص نے یہ باطل دعویٰ کیا۔ وہ نصر بن ابی بکر بن شیخ عبدالقادر مذکور تھا۔

ناظرین! عبارت بالا سے صریحاً ظاہر ہوا کہ علمائے انساب نے شیخ کو کبھی سید تسلیم نہیں کیا۔ خود شیخ نے کبھی سید ہونے دعویٰ نہیں کیا شیخ کی زندگی بھر کسی اور شخص نے بھی شیخ کو سید نہیں کہا۔ فیر شیخ کے پوتے نے البتہ شیخ کے سید ہونے کا دعویٰ کیا جس میں وہ کاذب قرار دیا گیا۔

غنیۃ الطالبین مصنفہ شیخ عبدالقادر مطبوعہ نولکشور فصل تعداد فرقہ ہائے مرجیہ صفحہ ۱۸۱ سطر ۹ پر ہے کہ فرقہ حنفیہ مرجیہ بارہ فرقوں

غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۲ سطر ۲ پر مرجیہ کے فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فرقہ حنفیہ بعض اصحاب ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے ہے انکا گمان اور اعتقاد ہے کہ صرف خدا اور خدا کے رسولؐ کو پہچاننا اور زبان سے اقرار کرنا اور ان سب چیزوں معحائف کو پہچاننا جو خدا کے پاس سے آئی ہیں۔ ایمان ہے۔ جیسا کہ برہوتی نے اپنی کتاب شجرہ میں ذکر کیا ہے۔

غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۱ سطر اول پر ہے کہ ان بارہ فرقوں کے مذہب اور اعتقاد کا حال (جن میں امام ابو حنیفہ اور اُس کا حنفی فرقہ بھی شامل ہے) بطور اختصار بیان کیا گیا اور ان گمراہ فرقوں کے مذہب کے ابطال میں کوئی اشارہ نہیں کیا۔ اس خیال سے کہ کتاب طویل ہو جائے گی۔ اس لئے صرف وہ دلائل جنکے سبب سے وہ (حنفی وغیرہ) دین سے علیحدہ ہیں بیان کر دئے گئے۔ خداوند تعالیٰ ہم کو اور تم کو ان مذہب (حنفی وغیرہ) کی برائی اور ان مذاہب والوں کی برائی سے پناہ میں رکھے۔ اور ہم کو دین اسلام

اور سنت نبوی پر اٹھائے رکھا اور ناجیہ فرقہ میں اپنی رحمت سے شریک فرمائے۔ ناظرین! مضمون بالا سے یہ ثابت ہوا کہ شیخ کے خیال کے بموجب حنفی فرقہ گمراہ ہے اور دین سے علیحدہ یعنی بیدین ہے اور استاد سے اور مقلدین ابو حنیفہ اتنے برے ہیں کہ شیخ اعوذ باللہ پڑھتا ہے۔ اور فرقہ حنفی اسلام اور سنت نبوی سے خارج ہے اور ناری فرقہ ہے۔

صواعق محرقہ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۲ سطر ۳ پر ہے کہ غنیۃ الطالبین شیخ عبد القادر کی اپنی تصنیف ہے۔ اس کی مفصل توثیق علما متفرق میں درج ہے۔

تفسیر حقانی مولوی عبد الحق سنی جلد دوم ص۱۷۲ کے حاشیہ پر ہے کہ مولوی ابو المنصور نے اپنے رسالہ نکث ف ص۱۱۲ پر لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر بت پرست اور یہودیوں کا چودھری تھا۔ ناظرین! مولوی ابو المنصور وہ شخص ہے جو اہلسنت کا بید عالم اور عیسائیوں سے مناظرہ کرنے میں انکا امام تھا۔

غنیۃ الطالبین کے قریبا نصف حصہ میں ہے کہ ماہ محرم کے عشرہ میں اظہار مسرت کرو کیونکہ اس دن امام حسین شہادت پاکر رتبہ اعلیٰ پر فائز ہوئے۔ ناظرین! حضرت سکینہ کی والدہ حضرت رباب نے شہادت حسین کے بعد سایہ میں بیٹھنا چھوڑ دیا۔ اور موسم گرما میں عرب کی تپتی ریت پر دن بھر بیٹھی رہتی تھی۔ غم کے گھروں سے تین برس تک کسی نے دھواں اٹھتا نہیں دیکھا۔ اہل محلہ نے کھانا دیدیا تو کھا لیا۔ ورنہ بھوکے ہی سو رہتے۔ عورتوں نے سر دھونا، کنگھی کرنا ترک کر دیا۔ مردوں اور عورتوں نے کالی کفنیاں پہن لیں۔ امام زین العابدین واقعہ کربلا کے بعد چالیس سال زندہ رہے اور چالیس سال ہی روتے اور عبادت کرنے میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ حضرت کے رخسارہ پر آنسوؤں کی دھار کی وجہ سے نشان پڑ گئے۔ حضرت زینب اور تمام اہلبیت نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ واویلا کیا۔ اور سر اور سینے اپنے ہاتھوں سے کوٹے اور زخمی کئے

شیخ کے فتویٰ بالا کی بنا پر ایک دفعہ نظام المشائخ دہلی نے اس امر پر بہت زور دیا کہ اہلسنت عشرہ محرم کے دن عید عاشورہ منائیں۔ روزے رکھیں۔ سرمہ لگائیں اور خوب مزیدار کھانے کھائیں۔ مگر اتفاق زمانہ نے مقبولیت عامہ حاصل نہ کی۔

صواعق محرقہ علامہ ابن حجر ص۱۱۱ پر ہے کہ وہ حدیث کذابوں کی وضع کی ہوئی ہیں۔ جن میں یہ ہے کہ یوم عاشورہ خضاب لگاؤ۔ تیل اور خوشبو لگاؤ۔ اور سرمہ ڈالو۔

بحر صاحب صواعق محرقہ لکھتا ہے کہ یوم عاشورہ اظہار فرح و سرور نکرد۔ عید نہ مناؤ۔ زینت کا اظہار نکرو۔ خضاب اور سرمہ نہ لگاؤ۔ لباس فاخرہ نہ پہنو اور رنگ برنگ کھانے نہ کھاؤ۔ یا اعتقاد

ہرگز نہ رکھو کہ امور بالا سنت رسول اللہ ہیں۔ بلکہ رسول اللہ کے برخلاف ہے یعنی یوم عاشورہ میں
گریہ و بکا کرنا سنت رسول اللہ ہے۔ غنیۃ الطالبین مذہب ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد معاویہ [illegible]
غنیۃ الطالبین کے قریباً نصف حصہ میں لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو قوم امام کو یہ کہے کہ عشرہ محرم
میں غم کرو۔ اور گریہ کرو۔ ہم ایسی قوم کو خطاکار اور ان کے عقیدہ کو فاسد کہتے ہیں کیونکہ امام حسینؑ کا رتبہ
اس شہادت کی وجہ سے خلفائے راشدین تک جا پہنچا ہے۔ (یعنی امام حسین علیہ السلام بوجہ شہادت خلفائے راشدین
کے ہم رتبہ ہو گئے۔ ورنہ بہت کم تھے) حسینؑ کے روز مصیبت سے تو وہ شنبہ کی مصیبت زیادہ ہے جب
آنحضرت اور ابوبکر نے انتقال کیا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ عاشورہ محرم عید اور خوشی اور فرحت کا دن ہے
جیسے کہ دونوں عیدیں اور جمعہ اور عرفہ حج۔

فتاویٰ کبیر اور روضۃ العلماء میں لکھا ہے کہ یزید نے عشرہ محرم میں امام حسین علیہ السلام کے خون
کو بطور سرمہ آنکھوں میں ڈالا۔ تاکہ آنکھوں کو ٹھنڈک ہو۔

شیخ عبدالقادر کی روح کو خوش کرنے کے لئے اہلسنت کی جماعت علماء یعنی انجمن نعمانیہ لاہور کے
اراکین نے فتویٰ دیا۔ کہ لوگ عاشورہ کے روز سرمہ اور مہندی لگائیں۔ لباس فاخرہ پہنیں عطر سے
لباس کو معطر کریں اور لذیذ کھانے کھائیں۔ ناظرین! امام حسین علیہ السلام کی شہادت اظہر بات ہے
جس سے انکار کرنا قطعی ناممکن ہے۔ مگر اس پر بھی مرزا حیرت دہلوی نے بڑے شد و مد سے دعویٰ کیا
اور کئی اوراق سیاہ کئے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہرگز نہیں ہوئی۔ اسلئے مجبوراً ہمیں لکھنا
پڑا کہ بخاری جلد دوم مطبوعہ مصر ص۲۴۷ اور بخاری مذکورہ باب مناقب حسنؑ و حسینؑ مطبوعہ مجتبائی ص۵۳۰ اور
بخاری جلد چہارم مطبوعہ مصر ص۴۲ اور حاشیہ صحیح بخاری مطبوعہ مجتبائی جلد چہارم ص۵۳۰ اور ترمذی نولکشور جلد
دوم ص۵۱۹ اور ترمذی جلد دوم ص۲۸۷ اور مشکوٰۃ مع ترجمہ اشعۃ اللمعات مطبوعہ نولکشور ص۱۲ اور مسند احمد حنبل
مطبوعہ مصر جلد اول ص۱۸۵ و ص۲۹۲ اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۱۱۵ اور تاریخ الخلفاء اور شرح فقہ اکبر اور
وفیات الاعیان اور تاریخ ابن خلکان اور تاریخ ابوالفداء اور شرح عقائد نسفی اور تاریخ اعثم کوفی وغیرہ
صدہا کتب معتبرہ میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام موجود ہے۔

کنز الغرائب میں ابوالعباس سہل ساعدی سے منقول ہے کہ میں حوالئے دمشق میں ایک موضع میں
تجارت کے لئے گیا۔ تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ خوشی کرتے اور ڈھول بجاتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا آج
یوم عید ہے تو جواب ملا کہ اہل عراق نے امام حسینؑ کا سر یزید کے پاس بھیجا ہے۔

حضرت امام رضاؑ کا ارشاد ہے کہ بروز عاشورہ دنیاوی کاموں کو چھوڑ دو۔ گریہ و بکا میں مصروف رہو

اپنے اہل وعیال کو حکم دو کہ وہ تعزیت امام مظلوم بپا کریں ۔ اور اس طرح مشغول ماتم ہوں کہ جیسا اپنا عزیز و قریبی و اولاد کا ماتم کیا جاتا ہے ۔ اور اس روز کھانا پینا ترک کر دو ، اور عصر تک فاقہ رکھو ۔

شیخ عبد الحق دہلوی نے اسماء الرجال مشکوٰۃ میں ذکر ابن الجوزی میں لکھا ہے کہ ابن الجوزی شیخ عبد القادر کا ہمعصر تھا ۔ یہ بھی بغداد میں رہا کرتا ۔ مگر شیخ کی صحبت میں نہ آتا ، اور نہ اس سے حسن عقیدت رکھتا بلکہ اس سے پرہیز اور نفرت رکھتا ۔

مولوی وحید الزمان حیدر آبادی نے ہدیۃ المہدی جلد اول ص۹۳ پر لکھا ہے کہ شیخ کہتا ہے ۔ کہ معاویہ کی خلافت بعد شہادت علیؑ بعد خلع امام حسنؑ صحیح ثابت ہے ۔

قلائد الجواہر ص۸ پر ہے کہ شیخ بحالت شیر خوارگی ماہ رمضان ماں کا دودھ پینا ترک کر دیتا ۔

قلائد الجواہر ص۲۲ پر ہے کہ جب شیخ طفلی میں مکتب کی طرف جاتا تو فرشتے اس کے ارد گرد رہتے اور جب مکتب میں پہنچتا تو فرشتے کہتے ولی اللہ کو بیٹھنے دو ۔

قلائد الجواہر ص۲۷ پر ہے کہ شیخ پچیس سال عراق کے بیابانوں میں پھرتا رہا ۔ جہاں لوگ اسکو پہچانتے نہ یہ لوگوں کو پہچانتا ۔ وہاں جنات اس سے طریقت اور معرفت سیکھتے ۔ قلائد الجواہر ص۲۷ پر ہے کہ شیخ نے ایک سال بھر پانی نہ پیا ۔ ایک سال بھر صرف پانی اور ایک سال بھر کھانا پینا اور سونا ترک کر دیا ۔

قلائد الجواہر ص۳۰ پر ہے کہ شیخ نے داروغہ دوزخ سے پوچھا کہ آیا یہاں کوئی میرے مریدوں میں سے بھی ہے ۔ کہا نہیں ۔ قلائد الجواہر ص۳۲ پر ہے کہ جو شخص میرا نام لے اور اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرے خواہ ایک ناپسندیدہ طریقہ سے ہی سہی وہ میرا مرید ہے

قلائد الجواہر ص۳۲ پر ہے کہ شیخ نے کہا کہ جو شخص میرے مدرسے کے دروازہ پر سے گزریگا ۔ قیامت کے دن اس کے عذاب میں تخفیف ہوگی ۔ قلائد الجواہر ص۴۱ پر ہے کہ شیخ پانی کی سطح پر چلتا اور مچھلیاں اس کو سلام کرتیں شیخ مچھلیوں کو اور مچھلیاں شیخ کو بوسہ دیتیں اور بوقت نماز ایک جائے نماز ہوا میں معلق ہو جاتا ۔

قلائد الجواہر ص۴۵ پر ہے کہ شیخ حکم دیتا تو دجلہ کی طغیانی تھم جاتی ۔ قلائد الجواہر ص۴۴ پر ہے کہ شیخ کو آفتاب بوقت طلوع سلام کرتا اور شیخ کو تمام واقعات گذشتہ اور آئندہ سے آگاہی تھی ۔

قلائد الجواہر ص۴۶ پر ہے کہ میری (شیخ کی) نظر لوح محفوظ پر پڑتی ہے اور میں نائب رسول اللہ اور آنحضرتؐ کا وارث ہوں اور تم لوگوں پر حجت ہوں ۔ قلائد الجواہر ص۴۹ پر ہے کہ میرے وسیلہ سے دعا مانگا کرو

قلائد الجواہر ص۶۷ پر ہے کہ شیخ جہاں جاتا بادل برستا۔ قلائد الجواہر ص۹۱ پر ہے کہ شیخ نے ایک پیر کریان سیر گندم دی جس کو وہ پانچ سال تک کھاتا رہا۔

قلائد الجواہر ص۹۳ پر ہے کہ شیخ تمام دنیا کے انسانوں کی مصیبتوں میں دستگیر ہے۔ قلائد الجواہر ص۶۰ پر ہے کہ شیخ نے مرغی کی ہڈیاں جمع کیں اور اس کو زندہ کر دیا۔

قلائد الجواہر ص۲۸ پر ہے کہ شیخ پر ایک حالت طاری ہوئی جبکہ وہ بغداد میں تھا لیکن ہوش آیا تو وہ شوستر میں تھا (بغداد سے شوستر کا فاصلہ بارہ روز کا ہے) اخبار الاخیار ص۲۳ پر ہے کہ خدا نے شیخ کو ایک کاغذ دیا جس پر شیخ کے ان تمام مریدوں کے نام ثبت تھے جو قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

قلائد الجواہر ص۴۹ پر ہے کہ شیخ کے جسم پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔ قلائد الجواہر ص۱۲ پر ہے کہ شیخ نے پڑھا جو انسان کی پیشانی پر ہے۔ قلائد الجواہر ص۵۰ پر ہے کہ شیخ کے وجود کی وجہ سے خدا زمین کو قائم رکھے گا۔

قلائد الجواہر ص۱۳۳ پر ہے کہ میں (شیخ) نے خواب میں دیکھا کہ عائشہ بنت ابوبکر کی گود میں ہوں اور اس کے دائیں پستان کا دودھ پی رہا ہوں۔ پھر عائشہ نے مجھے بائیں پستان کا بھی دودھ پلایا قلائد الجواہر میں ہے کہ شیخ نے ایک مردہ چیل کو زندہ کر دیا۔

مراۃ الانساب مطبوعہ رحیمی ریاست جے پور ماہ اپریل ۱۹۱۶ء میں ہے کہ شیخ یکم رمضان ۴۷۱ھ کو پیدا ہوا اور ۵۶۱ھ کو فوت ہو گیا۔ نیز اسی کتاب میں لکھا ہے کہ شیخ کی مجلس وعظ میں ملائکہ اور ارواح انبیاء اور روح رسول مقبول شریک ہوتے اور بطور شاگرد فیض حاصل کرتے۔

حیات جاودانی ص۱۳۳ پر ہے کہ شیخ نے خواب میں عائشہ کا دودھ پیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیخ میرا فرزند ہے۔

روضات میں ہے کہ ہر ایک ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں (شیخ) رسول اللہ کے قدم پر ہوں جو حضرت نے کوئی قدم نہیں اٹھایا کہ اسی جگہ میں نے اپنا قدم نہ رکھا ہو۔ اور یہ وہ مقام ہے کہ جہاں سوائے نبی کے اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر لکھا ہے کہ مجھے علم لدنی کے ستر دروازے عطا ہوئے ہیں جس میں سے ہر ایک دروازے کی وسعت زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے اور میرا قرب انسانی عقلوں سے باہر ہے پھر لکھا ہے کہ مجھے مشرق سے مغرب تک کل زمین عطا کی گئی اور مجھے قطب کا خطاب

خزینۃ الاصفیا میں ہے کہ انسانوں اور جنات اور فرشتوں کا شیخ (سردار) ہوں۔ قلائد ص۹۳ پر ہے کہ شیخ کا لباس نہایت قیمتی ہوا کرتا تھا جب اعتراض کیا گیا۔ تو کہا۔ کہ ایک ہزار موت کے

بعد از تناسخ یہ لباس اختیار کیا گیا ہے۔

قلائد صنٗ پر ہے کہ ایک دفعہ ایک بیل نے شیخ کو کہا۔ تو اس سال حج پیدا نہیں ہوا ہے شیخ گھبرا کر واپس آیا اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر دیکھا کہ لوگ عرفات کے میدان میں جمع ہیں۔ قلائد صنٗ پر ہے کہ شیخ کے جسم سے روشنی ساطع ہوتی اور فرشتے زمین پر اترتے اور شیخ سے مصافحہ کرتے اور کہتے تو شاہد و مشہود ہے۔ قلائد صنٗ پر ہے کہ شیخ امام احمد حنبل کی زیارت کو اس کی قبر پر گیا۔ تو وہ قبر سے نکل آیا۔ اور اس کو سینہ سے لگایا۔ تو اس نے کہا اے شیخ میں علم شریعت و علم حقیقت و علم حال میں تمہارا محتاج ہوں صنٗ پر ہے کہ جب شیخ حج کو گیا۔ تو ایک لڑکی ملی جو آپ کی طرح ولی تھی۔ اس نے کہا۔ آپ کے لئے ایک نورانی خیمہ نصب کیا گیا۔ جس کا طواف ملائکہ کرتے ہیں۔

ناظرین! شیخ نے ایک نماز اختراع کی ہے۔ جس کی ترتیب یہ ہے کہ دو رکعت نماز بعد نماز مغرب پڑھو۔ اور اس میں گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ پڑھو کر آنحضرتﷺ پر درود بھیجو اور پھر بغداد کی طرف گیارہ قدم آگے بڑھو اور شیخ کا نام لو اور اپنی حاجت بیان کرو۔ پس تمہاری حاجت یقیناً پوری ہوگی۔

گلدستہ کرامات میں ہے کہ شیخ کا ایک مرید فوت ہو گیا۔ اس کی ماں نے شیخ سے کہا کہ اس کو دوبارہ زندہ کر دیجئے۔ شیخ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ میرے مرید کی روح واپس کر دو۔ جب ملک الموت نے نہ مانا۔ تو شیخ نے زبردستی اس سے وہ زنبیل چھین لی۔ جس میں بے شمار روحیں تھیں اور زنبیل کا منہ کھول دیا اور تمام روحوں کو آزاد کر دیا۔ جس کی وجہ سے بیشمار مردے زندے ہو گئے

شیخ نے شب معراج آنحضرتﷺ کو کندھا دیا۔ اور شیخ نے بارہ سال کی ڈوبی ہوئی برات کو پھر دریا سے زندہ نکال دیا۔ شیخ نے ہی یعقوب سے یوسفؑ کو ملایا تھا۔ ایک ہندو شیخ کی گیارھویں دیا کرتا تھا۔ جب مر گیا تو خدا نے اس کو بخش دیا۔ شیخ نے ستر شراب خوروں کو صرف ایک نظر سے اولیا اللہ بنا دیا۔ شیخ ہر روز پوری گائے اور کئی منوں آٹا کھا جاتا تھا۔

شیخ کا ایک مرید فاسق اور فاجر تھا۔ شیخ نے اس کے حق میں مغفرت کی دعا کی۔ باری تعالیٰ سے ندا آئی۔ کہ اس شخص کے حق میں تیری دعا مقبول نہیں۔ اس پر شیخ نے ناراض ہو کر بغداد چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا۔ ابھی شیخ نے بغداد سے باہر ایک قدم اٹھایا تھا۔ کہ خدا نے ایک ہزار فاسق اور فاجر کو بخش دینے کا وعدہ کیا۔ شیخ راضی نہ ہوا۔ پھر شیخ نے دوسرا قدم اور پھر تیسرا قدم اٹھایا۔ تو خدا نے تین ہزار فاسقوں اور فاجروں کو بخش دینے کا وعدہ کیا۔ تب شیخ راضی ہو گیا۔

اقتباس الانوار صنٗ پر ہے کہ شیخ کی ماں کا نام ام الخیر بی بی فاطمہ تھا۔ اور یہ ابی عبد اللہ

علوسمی کی بیٹی تھی۔ ابی عبداللہ قصبہ جیال کا باشندہ تھا۔ جو طبرستان کے قریب ایران میں واقع ہے اور بغداد سے سات کوس کی مسافت پر ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ کو جیلانی یا گیلانی کہا جاتا ہے ناظر بحث ایک دفعہ شیخ کے بیٹے عبدالرزاق نے شیخ سے پوچھا کہ آپ کی جائے پیدائش کونسی ہے۔ جواب دیا۔ لا اعلم حقیقۃ۔ یعنی میں اس کی اصلیت نہیں جانتا ہوں۔ سلسلہ قادریہ کے پیرو شیخ کو تیرھواں امام جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ حدیث رسول ؐ کے سراسر خلاف ہے یہ شیخ بہت دبلا۔ رنگ سیاہی مائل اور داڑھی بہت لمبی چوڑی تھی۔

قلائد الجواہر ص۲۳ پر ہے کہ مرزغ بولیگا۔ وہ جب ہو جائیگا۔ مگر اے شیخ جیلانی تمہارا امر زغ قیامت تک بولتا رہیگا اسی نام پر عالیجناب علی القاب رئیس المناظر صدر الواعظین مولینا و مقتدانا حضرت مرزا احمد علی صاحب امرتسری ادام اللہ تعالی فیوضہم نے کتاب مستطاب صدائے حقانی المعروف بہ مرزغ جیلانی تصنیف فرمائی ہے۔ اور اسی میں سے میں نے ایک مجموعہ میں بہت سے مضامین لیے ہیں۔

کتاب تحقیق الطلاب فی معرفۃ شجرۃ الانساب قلمی ص۲ پر ایک خط درج کیا ہے جو ابن میمون الشریف نسابہ نے قاضی ابو صالح کے خط کے جواب میں لکھا ہے جب کہ قاضی ابو صالح نے اس سے درخواست کی کہ میرا نام آل حسنؑ میں داخل کر دے۔ و خط کا مضمون یہ ہے۔

بعد اسلام واضح ہو کہ ہم تجھے جانتے ہیں کہ تو قاضی ہے۔ اور تیرا باپ عبدالرزاق رجل فقیہ صالح تھا۔ اور تیرا دادا شیخ عبدالقادر شیخ صوفی متقی تھا۔ لوگ اس سے کسب فیض اور اس کی نیک دعا کی خواہش کرتے تھے لیکن جیسا کہ تو نے خود اپنے بعض خطوط میں لکھا ہے کہ اس کا خاندان بشتبری تھا۔ جو منتہی ہوتا ہے۔ بشتبر پر اور جو فارس میں ہر امراء میں سے ایک بطن یعنی خاندان ہے۔ پس تو اللہ سے ڈر اور باشمیت اس کے اہل کے لیے چھوڑ دے۔ کتاب نہایۃ الطالب مؤلفہ سید تاج الدین محمد حسنی اور کتاب منتقلہ مؤلفہ سید ابو اسمٰعیل ابراہیم حسنی میں بھی شیخ کو بشتبری لکھا ہے

اب میں چند معتبر نسابہ کے نام درج ذیل کرتا ہوں۔ جو حسنی و حسینی ہیں اور جنہوں نے شیخ کی سیادت سے انکار کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ شیخ بشتبری تھا۔

سید شجری۔ سید ضیاء الدین ابو الرضی فضل اللہ۔ سید ابو احمد محمد۔ سید سعید فدوی الاوقات جعفر۔ سید ابو سلیم۔ سید ابو البرکات۔ سید قطب الدین عبید اللہ حسین بن سید علم الدین نقیب الطاہر۔ سید ابو الغنائم عبد اللہ بن سید ابو محمد حسن قاضی دمشق صاحب مبسوط۔ سید مجد الدین محمد بن نقیب علم الدین علی۔ سید ابو طالب جلال دین عبد الحمید۔ سید جلال دین بن ابی القاسم بن سید فخر الدین یحییٰ۔ سید ابو الحسن علی

قاضی جرستان از اولاد عباسؑ علمدار شہید کربلا۔ سید ابو علی عمر۔ سید ابو الغنائم محمد۔ ابو الحسن علی سید ابو طالب یحییٰ۔ سید ابو الحسین احمد۔ سید جعفر محمد۔ سید ابو اسمٰعیل ابراہیم۔ سید قنی الدین احمد۔ سید تاج الدین محمد۔ سید ابو الفضائل جمال الدین احمد۔ سید غیاث الدین حسین و سید ابو العباس احمد فرزندان سید ابو تغلب حمید الدین علی۔ سید عبداللہ حسین۔ سید ابو العباس احمد۔ سید ابو تغلب حمید الدین علی؛

قلائد الجواہر صـ۵ اور گلدستہ کرامات صـ۹۳ میں ہے کہ شیخ نے کہا۔ کہ ایک روز بچپن کی حالت میں بحالت خواب مجھے فرشتگان آسمانی خدا کے حکم سے اٹھا کر لے گئے۔ اور مجھے عائشہ زوجہ رسولؐ کی گود میں رکھ دیا۔ عائشہ نے مجھے چھاتی سے لگایا اور اتنا پیار کیا کہ اس کے پستان میں دودھ بھر آیا۔ پھر پستان میرے منہ میں ڈال دیئے۔ اور میں نے دودھ پیا لیتے میں آنحضرتؐ تشریف لائے اور فرمایا عائشہ ہذا ولدنا حقاً۔ قلائد الجواہر میں ہے کہ شیخ برابر چلا کرتا اور کہا کرتا۔ کہ سورج اور سال اور مہینے اور دن مجھے سلام کرتے ہیں اور مجھے ہر نیک و بد موجودات سے آگاہی حاصل ہے۔ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہوں اور خدائے علم اور مشاہدہ کے سمندروں میں غوطہ زن ہوں۔ تمام ملائکہ اور تمام انس و جان کا شیخ یعنی راہنما ہوں۔ کوئی نبی اور کوئی ولی ایسا نہیں ہے جو میری مجلس میں بطور شاگرد حاضر نہ ہوا ہو۔

قلائد الجواہر صـ۴۲ میں ہے کہ امام ذہبی نے تاریخ الاسلام میں اور علامہ عمر بن الحاجب نے کتاب معجم میں لکھا ہے کہ شیخ کا مذہب حنبلی تھا۔ گلدستہ کرامت صـ۱۱۹ میں ہے کہ ایک روز شیخ مراقبہ میں تھا کہ ابو حنیفہ کوفی کی روح آئی اور کہا اے شیخ کیا وجہ ہے کہ تم نے مجھے چھوڑ کر امام حنبلی کی تقلید کی ہے ناظرین شیخ نے فرقہ حنیفہ کو گمراہ قرار دیا ہے۔ مگر حنفیوں کی سادہ لوحی ملاحظہ ہو کہ باوجود اس جسارت فقرہ بازی کے وہ شیخ پر دل و جان سے فدا ہیں۔ بھلا شیخ کو تو سید بنا دینے کا کچھ اسلئے موقعہ مل گیا کہ وہ درویشی کے لباس میں تھا۔ اور کچھ اسلئے کہ اس کے پوتے نے بے بنیاد دعوی سیادت بھی کر دیا مگر مرزا غلام احمد کی بلند پروازی قابل داد ہے کہ جب اس پر اعتراض کیا گیا۔ کہ امام مہدی کا بقول رسولؐ مقبول آل رسولؐ سے ہونا ضروری ہے۔ تو جواب میں کس شوخ چشمی اور سیاہ دلی سے یہ کہا کہ میں نے کشف میں دیکھا کہ جناب فاطمہ نے میرا سر اپنی مبارک ران پر رکھا اور فرمایا اے مرزا تو میرا بیٹا ہے۔ ازاں قبل مرزا نے یہ بھی کہا ہے کہ میری دادیوں اور پڑدادیوں میں کئی سید زادیاں ہیں۔ گر افسوس یہ نہ کہا کہ میرے دادوں اور پڑدادوں میں بہت سید ہیں۔ علاوہ ازیں مرزا غلام احمد فتنہ رلتا احمد بنا۔ مگر شیخ عبد القادر شدہ شدہ قادر بنا۔ ہر دو سرائی میں دونوں یکساں ہیں مگر عداوت اہلبیت میں مرزا کا نمبر ان سب سے بڑھا ہوا ہے۔

گلدستہ کرامت صث پر ہے کہ ہم نے شیخ کی مجلس میں کئی دفعہ آنحضرتؐ کی زیارت کی۔ علاوہ پیغمبروں کی ارواح وہاں حاضر پائیں۔ اور کئی مرتبہ ملائکہ عظام کو شیخ کی حضوری میں صف باندھے ہوئے دیکھا اور صـ۱۲۳ پر ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت نے جنات کے آئندہ انتظام کے لئے خدا عزّ و جلّ کی بارگاہ میں عرض کی۔ ارشاد ہوا کہ مدت بعد پیغمبر آخر الزمان کی آل میں سے ایک شخص عبدالقادر نام ہوگا۔ یہ قوم جنات تاقیامت اس کے زیر حکم رہے گی۔ اور صـ۱۱۲ پر ہے کہ خدا نے شیخ کو مرتبہ صفت قدرت ان اللہ علی کل شیء قدیر عطا کیا اور موجودات کے جزو کل پر قابو بنا دیا۔ تمام مقبولان بارگاہ ایزدی کا شیخ کو متصرف کر دیا۔ اور ممالک دو جہان کی شہنشاہی بخشدی۔

گلدستہ کرامت صـ۱۹ پر ہے کہ شیخ دور دراز ملکوں سے نہایت قیمتی کپڑے منگا کر پہنا کرتا اور ہر جمعہ تبدیل لباس کیا کرتا۔ صـ۵ پر ہے کہ شیخ کے لباس کے لئے ایک گز کپڑا اس دینار یعنی پچاس روپے کو خریدا جاتا۔ ایک دفعہ شیخ کے لئے عمامہ ستر ہزار دینار یعنی پانچ لاکھ اور پچیس ہزار روپیہ کو خریدا گیا۔ صـ پر ہے کہ شیخ کا جوتا تمام مطلا ہوتا جس میں یاقوت اور زمرد اور الماس جڑے ہوتے اور اسکے تلووں میں چاندی اور سونے کی میخیں ہوتیں۔

تحفۃ الطالبین مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور صـ۲ پر ہے کہ خدا کے علم سے کوئی مکان خالی نہیں ہے اور یوں کہنا جائز نہیں ہے کہ ہر مکان میں ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ آسمان میں عرش پر ہے۔ صـ۱۴۶ پر ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ حروف تہجی حادث ہیں اور قدیم نہیں ہیں۔ وہ کافر ہے۔ صـ۱۴۳ پر ہے کہ حروف معجم خواہ کلام اللہ میں ہوں یا آسمانوں کا لائے ہوں۔ قدیم ہیں۔ اور کن فیکون میں لفظ کن قدیم ہے صـ۱۴۵ پر ہے کہ مومنوں کو ہدایت اور کافر کو گمراہی اللہ کی طرف سے ہے اور یہ سب خدا کا فعل ہے صـ۱۴۳ پر ہے کہ خیر اور شر اللہ نے پیدا کیا۔ صـ۱۵۱ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے خدا کو دو دفعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ گلدستہ کرامت صـ۲۶ پر ہے کہ شیخ نے کہا کہ میں نے خدا کو ایک دفعہ اپنی ماں کی شکل میں دیکھا اور دوسری دفعہ آنحضرتؐ کی شکل میں۔ شیخ کے مرید شیخ کے ۹۹ ناموں کا ورد کرتے ہیں۔ جو خدا کے نام ہیں مثلاً ورد کے چند کلمات یہ ہیں: یا ہادی النسیم یا مفتح المغلقات یا ضیاء السموات والارضین یا قاضی الحاجات یا عبدالقادر یا صاحب القدرۃ یا واھب النعمۃ ارحمنا برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اقتباس الانوار صـ۸ پر بحوالہ تحفہ قادریہ لکھا ہے کہ شب معراج کو آنحضرتؐ نے شیخ کی روح پر سواری کی۔ اور جب آنحضرتؐ ساتوں آسمانوں کو طے کر کے ساق عرش کے قریب پہنچے تو وہاں

ایک سبز رنگ کا عظیم الشان خیمہ دیکھا ارشاد ہوا یہ خیمہ شیخ کے لئے ہے ۔ گلدستہ کرامت صہ۱ پر ہے آنحضرتؐ کو جبرائیل اور براق مقام سدرۃ المنتہیٰ تک دے گئے۔ جہاں سے آگے نہ جا سکے ۔ اس وقت عبدالقادر کی روح نے آنحضرت کو کندھے پر اٹھایا اور قاب قوسین تک پہنچایا آنحضرتؐ نے فرط مسرت میں فرمایا اے بیٹے ۔ میرا قدم تیری گردن پر ہے اور تیرا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہوگا بحث ۱۲ پر ہے کہ مقام سدرہ کے متصل ایک خیمہ ہے جس کے اندر دو مرغ ہیں ایک سفید اور دوسرا سبز سفید مرغ شیخ بایزید بسطامی ہے اور دوسرا مرغ شیخ عبد القادر جیلانی ہے ۔

خلیفۃ الطالبین صہ۲۳۹ پر ہے کہ شیطان نے اپنی دم اپنی مقعد میں داخل کی اور سات انڈے دئے پس یہ اس کی اولاد ہے تو تمام انسانوں پر موکل ہے ۔ جب خدا نے شیطان کو بہشت سے نکال دیا تو اس کی بائیں پسلی سے اس کی مادہ پیدا کی جس طرح حوا کو آدم سے پیدا کیا گیا تھا ۔ پھر شیطان نے مادہ شیطان سے جماع کیا اور اکتیس انڈے پیدا ہوئے جو شیطان کی اولاد کے اصل بنے ۔ پھر ان انڈوں سے اتنی اولاد نکلی کہ تمام مقامات پُر ہو گئے ۔

گلدستہ کرامت صہ۱۱ پر ہے کہ اگر کل درخت قلمیں اور تمام دریا سیاہی اور تمام جن و انس کاتب ہو جائیں تو شیخ کی تعریف کا شمہ بھی ادا نہ کر سکیں اور صہ۱۱ پر ہے کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان میں ستر آدمیوں نے شیخ سے درخواست کی کہ آج شب ان کے ہاں روزہ افطار کریں ۔ شیخ نے دعوت قبول کی اور ستر مقامات پر روزہ افطار کیا ۔ اور نیز اسی وقت شیخ نے اہل خانقاہ کے سامنے روزہ افطار کیا

قلائد الجواہر صہ۲۰ پر ہے کہ آپ کے پڑوس میں ایک شخص عبد اللہ رہتا تھا جو نرد کھیلا کرتا تھا ۔ اس نے سب کچھ ہار دیا تو ۔ شیخ نے اسے کہا کہ میرا سجادہ لے اور جوا کھیل ۔ اس نے کھیلا اور سب کچھ ہارا ہوا جیت لیا ۔ پھر شیخ کے پاس آیا ۔ اور توبہ کی ۔

ہدیۃ المہدی مولوی وحید الزمان صہ۹۲ پر ہے کہ معاویہ اور ان کے بعد کے تمام فرمانروا بادشاہ ہیں ذکر خلیفہ ۔ البتہ شیخ عبد القادر نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی شہادت اور امام حسن علیہ السلام کی صلح کے بعد معاویہ خلیفہ حقہ ہے مگر ہم ان کی خلافتوں کو شرعیہ خلافتیں نہیں کہتے ۔

ہمارے خیال میں ۔ شیخ گیلان واقعہ ایران میں پیدا ہوا ۔ اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد چلا آیا ۔ ان ایام میں شعبدہ اور فن سحر کا عام رواج تھا جیسے کہ پنجاب میں بعض لوگ فقیری لباس پہنے گلے میں دس بارہ تسبیح ڈالے لمبے لمبے سر کے بال شانوں پر ڈالے اور گھوڑوں پر سوار مقام بہ مقام پھرتے ہیں اور جہلا کو اپنے بالوں سے دودھ نکال کر دکھلاتے اور ہزاروں روپیہ لوٹتے پھرتے ہیں شیخ بھی یقیناً ایسا ہی شعبدہ باز تھا اس کا کوئی

ثبوت یہ ہے کہ شیخ کے بارہ میں یہ مقولہ زبان زد خلائق تھا کہ چلو عجمی مرد سے ملاقات کریں اور یہ بات کہ عجم ان ایام میں شعبدہ کا مرکز تھا۔ تاریخوں سے صاف ظاہر ہے شیخ کی ماں کا نام ام وارد میرہ تھا۔

قرۃ العینین شاہ ولی اللہ میں ہے کہ ابتدا میں جتنے صوفی تھے وہ سب ناصبی اور دشمن اہلبیت تھے۔ خزینۃ الاصفیا میں ہے کہ شیخ عبد القادر ۴۷۱ھ میں پیدا ہوا اور ۵۶۱ھ میں فوت ہو گیا۔

قلائد الجواہر میں ہے کہ شیخ حماد نے کہا کہ اس عجمی مرد (شیخ عبد القادر) کا مرتبہ بہت عالی ہو گا یہاں تک کہ اس کا قدم تمام زمانے کے اولیا کی گردن پر ہو گا۔

خزینۃ الاصفیا ص ۱۰۱ پر ہے کہ شیخ بغداد میں جس برج میں رہا کرتا تھا۔ اس کا نام اب تک برج عجمی مشہور ہے مولوی عبد الحق مؤلف تفسیر حقانی نے اپنی تفسیر کی جلد اول ص ۱۱۲ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ مولوی عبد المنصور نے اپنے رسالہ انکشاف ص ۱۱۱ پر لکھا ہے کہ شیخ بت پرستوں اور یہودیوں کا چوہدری اور سرگروہ تھا

علامہ ابن خلکان نے اپنی تاریخ وفیات الاعیان میں تمام سابقہ سادات و فقہا و محدثین و مفسرین و علما و مشاہیر کے نام اور حالات درج کیے ہیں۔ اور ابن خلکان شیخ سے ایک سو بیس برس بعد فوت ہوا ہے۔ مگر شیخ کا نام کہیں درج نہیں کیا۔

شیخ کا ہم زمانہ اور تنقید رجال میں بے مثل عالم یعنی علامہ ابن جوزی حنبلی شیخ کے طرف سے نفرت اور کراہت رکھتا تھا۔ علامہ ۵۱۰ھ میں پیدا ہوا اور ۵۹۷ھ میں فوت ہوا اور بقول علمائے اہلسنت شیخ بھی حنبلی تھا۔ حیات ابن جوزی مطبوعہ لاہور ص ۲۰ پر ہے کہ امام یافعی نے لکھا ہے کہ علامہ ابن جوزی حنبلی اکثر اوقات شیخ کی مخالفت میں زبان لعن طعن دراز رکھتا۔ بلکہ بسا اوقات شیخ کی نسبت سخت و سست کلمات کہہ دیتا۔ خزینۃ الاصفیا مولوی وحید الزمان حیدرآبادی جلد اول ص ۹۲ پر ہے کہ شیخ حنبلی شافعی تھا۔ خزینۃ الاصفیا میں ہے کہ شیخ کو محی الدین اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک دن کمزور اور متغیر الحالت بیمار کو اپنی کرامت سے تندرست کر دیا۔ ناظرین! یہ غلط ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ جو نظریہ شیخ نے تمام علما کے ماسبق کے اعتقاد اور تحقیق کے خلاف یہ لکھا ہے کہ معاویہ خلیفہ حق ہے اور روز عاشورہ کو عید قرار دیا۔ اور عمر بن خطاب اور معاویہ کی ارواح کو تا دم آخر خوش کرتا رہا۔

غنیۃ ص ۵۰ پر شیخ لکھتا ہے کہ جو کوئی روز عاشورہ کے نہائے وہ سوائے مرض الموت کے کسی بیماری میں مبتلا نہ ہو گا اور جو کوئی سرمہ لگائے اس تمام سال میں اس کی آنکھ نہ دکھے گی۔ لؤلؤ المرصوع مطبوعہ مصر ص ۵۰ پر ہے کہ روز عاشورہ سرمہ لگانے اور زینت کرنے اور خوشبو لگانے کی جتنی بھی حدیثیں ہیں وہ سب کذابوں کی بنائی ہوئی ہیں۔

امام عبدالرحمان شعبانی نے کتاب تمیز الطیب من الخبیث صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے کہ حاکم کہتا ہے کہ روز عاشورہ سرمہ لگانے کی حدیث منکر ہے۔ ابن جوزی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ حاکم پھر کہتا ہے کہ یہ حدیث بدعت ہے جو قاتلان حسینؑ نے وضع کی ہے۔

صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۰ سفر السعادت مجد الدین فیروز آبادی شرح سفر السعادت عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۵۴۷ و صفحہ ۵۴۳ پر ہے کہ جتنی حدیثیں روز عاشورہ کے فضائل میں ہیں مثلاً یہ کہ اس روز حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ ابراہیمؑ نے آگ سے نجات پائی۔ نوحؑ کی کشتی کوہ جودی پر ٹھہری۔ اسمٰعیل کے بدلے دنبہ آیا۔ یوسفؑ نے قید سے رہائی پائی وغیرہ وغیرہ سب غلط ہیں۔ اور کذابوں کی وضع کردہ ہیں (یعنی ان واقعات کا تعلق روز عاشورہ سے نہیں ہے بلکہ اور دنوں سے ہے) اور دیگر احادیث سرمہ لگانا، غسل کرنا، خوشبو لگانا اور عید منانا قاتلان حسینؑ کی ایجاد کردہ ہیں۔ کیونکہ بعض اشقیا نے امام حسین علیہ السلام کے خون سے سرمہ لگایا۔ علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے صراحتاً ان حدیثوں کو موضوع اور مفتری قرار دیا ہے۔

علامہ مقریزی نے اپنی کتاب المواعظ والاعتبار مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۳۸۵ پر لکھا ہے کہ مصر کے خلفائے بنی فاطمہ عاشورہ کے دن ماتم کیا کرتے تھے۔ خرید و فروخت بند کر دیتے اور مساکین کو خیرات کرتے۔ جب سلطنت بنی فاطمہ کو زوال آیا اور صلاح الدین نے مصر پر قبضہ پایا۔ تو پھر عاشورہ کے دن خوشی منائی جانی شروع ہوئی۔ لذیذ کھانے کھاتے، سرمہ لگاتے، غسل کرتے۔ اور ہر طرح اظہار سرور کرتے۔ پس ناظرین ثابت ہوا کہ چونکہ شیخ نے اس مردہ سنت کو پھر زندہ کیا۔ اس لئے محی الدین کہلایا۔

خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۱۱۲ پر مناقب غوثیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ محی الدین ابن العربی کا باپ علی بن محمد لاولد تھا۔ یہاں تک کہ پچاس سال کا ہو گیا۔ شیخ نے اپنی پشت علی بن محمد کی پشت سے مس کی اور کہا کہ ابھی میری پشت میں ایک فرزند باقی تھا۔ (اس وقت شیخ کے تین بیٹے عبدالوہاب و عبدالرزاق و عبدالعزیز تھے) پس وہ فرزند تم کو دے دیا گیا۔ چنانچہ علی ابن محمد کے ہاں محی الدین بن محمد ابن العربی پیدا ہوا۔ جب مولود کو شیخ کے پاس لایا گیا۔ تو کہا۔ انشاء اللہ یہ مولود ولی زمانہ اور قطب یگانہ ہوگا۔ الغرض شیخ کے ہوائی نطفہ کا اثر تھا۔ کہ محی الدین بن محمد ابن العربی نے صاف الفاظ میں فتویٰ دیا کہ یزید امام برحق تھا۔ اور امام حسینؑ باغی تھے۔ اور وہ اپنے نانا کی تلوار سے قتل کئے گئے۔ یعنی جس طرح رسول اللہؐ نے کفار قریش کو انکار رسالت کی بنا پر قتل کیا اور خوب کیا۔ اسی طرح یزید نے امام حسینؑ کو انکار خلافت کی وجہ سے قتل کیا اور ٹھیک کیا۔ غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۰ پر ہے کہ رافضیوں شیعوں کے مذہب کو یہودیوں کے مذہب سے مشابہت ہے۔ یعنی یہودی نماز مغرب میں تاخیر کرتے ہیں

یہاں تک کہ ستارے آپس میں جمع ہو جائیں (بہت ستارے نکل آئیں) رافضی بھی تاخیر کرتے ہیں۔ یہودی قبلے سے تھوڑا سا پھرتے ہیں۔ رافضی بھی پھرتے ہیں (غلط ہے) یہودی نماز میں سر ہلاتے ہیں۔ رافضی بھی ہلاتے ہیں۔ (محض کذب ہے) یہودی نماز میں اپنے کپڑے لٹکاتے ہیں۔ رافضی بھی لٹکاتے ہیں (یہ کچھ نہیں آیا کیا بکواس ہے) یہودی ہر مسلمان کا خون حلال جانتے ہیں رافضی بھی حلال جانتے ہیں (محض بیہودہ گوئی) یہود عدت کی پرواہ نہیں کرتے رافضی بھی پرواہ نہیں کرتے (فضول گوئی)

متفرقات

صفاتِ خدا

شرح مسلم مولوی عبد العلی میں ہے کہ شیخ ابو الحسن اشعری شافعی کے تابعین جو اشاعرہ اہلسنت کہتے ہیں۔ کہ خدا کے فعل کسی حکمت اور مصلحت کے بغیر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے احکام مصلحتوں پر مشتمل نہیں ہوتے۔ کیونکہ خدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

ابن حجر مکی نے شرف الوسائل میں جلال الدین دوانی نے شرح عقائد عضدی میں مفتی صدر الدین نے منتہی المقال میں شیخ محمد برلیسی نے تحاف اہل العرفان میں تاریخ بکری اور تاریخ نوری میں عبد الحلیم نے حل المعاقد شرح عقائد میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کہتا ہے کہ خدا کا جسم ہے اور وہ عرش پر بیٹھا ہے۔ اور عرش قدیم ہے۔

کتاب الاسماء والصفات بیہقی میں ہے کہ ہمارے بعض شیوخ اہلحدیث ان کثیر التعداد احادیث سے جن میں لکھا ہے کہ خدا ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر نازل ہوتا ہے۔ ظاہری مطلب لیتے اور کہتے ہیں۔ کہ واقعی خدا ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر اترتا ہے۔

سبکی نے طبقات میں اور صلاح الدین نے امام ذہبی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ بھی خدا کو مجسم مانتا ہے۔ ابو اسمٰعیل بن محمد ہروی انصاری کو میزان الاعتدال ذہبی نے شیخ الاسلام کہا ہے۔ کہ مجسم تھا۔ امام یافعی کہتا ہے کہ حافظ ابن مندہ خدا کے لئے جہت بتاتا ہے۔

ملل ونحل شہرستانی میں ہے کہ مضر اور کہمس اور احمد ہجیمی علمائے اہلسنت خدا کے اعضاء اور جسم اور اوپر نیچے آنے جانے اور عرش پر بیٹھنے اور مسلمانوں سے بغلگیر ہونے اور معانقہ کرنے کے قائل ہیں

اور نیز لکھا ہے کہ داؤد جوار بی حنبلی کہتا ہے کہ خدا کی داڑھی اور فرج کی نسبت مجھ سے نہ پوچھو اور جو چاہو پوچھو کہ خدا کا جسم گوشت خون اعضا ہاتھ پاؤں سر زبان آنکھیں اور کان ہیں اس کے بال کالے اور گھنگر والے ہیں۔

جلال الدین دوانی نے شرح عقائد میں تصریح کی ہے کہ جو علماء خدا کا جسم ثابت کرتے ہیں وہ ظاہر معنی کتاب اور سنت کے لیتے ہیں۔

تلبیس ابلیس ابن جوزی میں ہے کہ اہلسنت کے عام محدثین خدا کو دنیاوی چیزوں سے تشبیہ دیتے ہیں
شرح مواقف اور منہاج ابن تیمیہ اور انساب سمعانی اور میزان ذہبی میں ہے کہ مقاتل بن سلیمان خدا کو جسم گوشت اور خون سے مرکب مانتا ہے۔

ملل والنحل شہرستانی میں ہے کہ مقاتل بن سلیمان ائمہ سلف سے ہے اور مالک بن انس کا ہم پایہ ہے تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ لوگ تفسیر میں مقاتل بن سلیمان کے عیال ہیں

تلبیس ابلیس ابن جوزی میں ہے کہ نعیم ابن حماد سے احادیث نقل کی گئی ہیں ذہبی کہتا ہے کہ نعیم ابن حماد ائمہ میں سے تھے یحییٰ بن معین کہتا ہے کہ نعیم ابن حماد ثقہ اور صدوق تھا۔

کتاب العرش والعلو میں ہے کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے چار چار انگلی عرش سے باہر ہے عرش خدا کے بوجھ سے چرچراتا ہے اور نیز لکھا ہے کہ طوفان نوح کے وقت خدا اتنا رویا کہ اسے آشوب چشم ہو گیا۔

مشکوٰۃ میں ہے کہ پچھلی رات کو خدا آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے اور کہتا ہے کون بندہ ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کی طلب پوری کروں۔ مشکوٰۃ جلد چہارم میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب ہنستا ہوں تو خدا بھی ہنستا ہے اور میں خدا کے ہنسنے سے ہنستا ہوں۔

ابن ماجہ اور حاکم ابن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن خدا سب سے پہلے عمر بن خطاب سے مصافحہ کریگا (سبحان اللہ)

نعیمی کہتا ہے کہ بعض لوگ اسی دنیا میں خدا کی زیارت کرتے ہیں اور وہ ان کی زیارت کرتا ہے
تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی (یہ فرقہ اشاعرہ کا زبردست عالم ہے) میں ہے اشاعرہ اہلسنت کے ہیں۔ جو ابو الحسن اشعری شافعی کے نام سے مشہور ہیں۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی نے زیر آیۃ ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم۔ لکھا ہے کہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ خدا کے لئے جائز ہے کہ کافروں کو جنت میں داخل کرے اور عابدوں اور زاہدوں انبیاء اوصیاء اولیاء کو دوزخ میں ڈال دے۔ کیونکہ دنیا

اس کی ملکیت ہے اور مالک اپنے ملک میں جیسا چاہے ویسا عمل کرے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں۔
علامہ عبدالرحیم سبط صاحب ہدایہ نے فصول الاحکام فی اصول الاحکام میں لکھا ہے کہ ابو سہل کثیر نے
بہت سے ائمہ سلف سے روایت کیا ہے کہ جو یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے (یعنی قرآن ازلی
ہے) اور جو یہ کہے کہ ایمان مخلوق ہے وہ کافر ہے۔

رسالہ فرقان ابن تیمیہ مطبوعہ لاہور صفحہ ۹۴ پر ہے کہ وہ لوگ بعض علمائے اہلسنت کہتے ہیں کہ فرعون
کا کہنا کہ میں تمہارا رب ہوں صحیح ہے

کتاب مجمع الاحباب علامہ سید طاہر نے ترمذی کے حالات میں لکھا ہے کہ امام ترمذی نے اللہ تعالیٰ کو
خواب میں دیکھا۔

ابو الخیر لکھتا ہے کہ معراج کی رات عرش کو جوش خوشی میں احتلام ہو گیا۔ علاء الدولہ سمنانی نے چہل مجلس
میں بسند شیخ محی الدین لکھا ہے کہ میں نے خدا کو کرسی پر (انسان کی شکل میں) بیٹھا ہوا دیکھا۔ میں بھی سلام
کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ تو میرا خدا اور میں تیرا بندہ ہوں۔ نیز لکھا ہے کہ میں نے خدا کو مرد
کی شکل میں دیکھا ہے پھر لکھا ہے کہ خدا ایک ایسے جوان آدمی کی شکل رکھتا ہے۔ جس کی چھوٹی سی داڑھی
ہو۔ بخاری کتاب التفسیر والتعلم پارہ بست صفحہ مترجمہ مولوی وحید الزمان مطبوعہ احمدی پریس لاہور میں
ہے کہ قیامت کے دن خدا اپنی پنڈلی کھولے گا۔ تو لوگ سجدہ میں گر پڑیں گے۔ حاشیہ بخاری پارہ بست صفحہ احمدی
پریس لاہور میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ رات خدا نے مجھ کو اپنا آپ ایک اچھی صورت میں دکھایا
اور میرے کندھوں پر اپنا ہاتھ رکھا کہ اس کی انگلیوں کی پوروں کی ٹھنڈک مجھے اپنی چھاتی میں
محسوس ہوئی۔

کتاب ملل والنحل شہرستانی صفحہ اور صفحہ پر ہے کہ خدا کی آنکھیں دکھنی آ گئیں تو فرشتوں نے بیمار
پرسی کی اور اللہ تعالیٰ طوفان نوح پر اتنا رویا کہ آشوب چشم ہو گیا۔ اور عرش اس کے بیٹھنے سے چرچراتا
ہے اور عرش کے چاروں طرف سے چار چار انگل اس کا جسم باہر نکلا ہوا ہے۔ رفع العجابہ عن سنن ابن ماجہ
جلد اول صفحہ پر ہے کہ عرش اللہ کی عظمت سے اس طرح چرچراتا ہے جس طرح پالان سوار کے بوجھ سے۔

سنن ابن ماجہ جلد اول ذکر فضل عمر مترجمہ صفحہ پر ہے کہ خدا قیامت میں سب سے پہلے عمر سے معانقہ
کریگا اور اس پر سلام کرے گا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کریگا۔

وحید الزمان مترجمہ بخاری پارہ بست کتاب التفسیر سورۃ ق مطبوعہ احمدی پریس لاہور صفحہ پر
لکھا ہے کہ جب دوزخ لا یبث نہیں بھرے گا۔ تو خدا اپنا قدم اس میں ڈالے گا۔ شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۵۳

اور کنز العمال میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں نے خدا کو زلفوں والے جوان کی شکل میں دیکھا۔

تاریخ ابن اثیر جزری جلد ہشتم صفحہ ۹۸ پر ہے کہ امام احمد حنبل کے مذہب میں خدا کی شکل انسان کی طرح ہے اور اس کے ہاتھ انگلیاں پاؤں زر دوزی جوتا اور گھونگریالے بال ہیں۔

کتاب الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر جلد اول علامہ عبد الوہاب شعرانی صفحہ ۱۱۸ سطر ۱۳ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں نے شب معراج اپنے رب کو ایک جوان لڑکے کی شکل میں دیکھا جو گھنگریالے بالوں والا تھا اور جس کے پاؤں میں سنہری جوتی تھی۔ بخاری صفحہ ۵۰ سطر دوم کتاب التفسیر سورہ ق باب قولہ ہل من مزید جزو ہشتم اور مسلم جلد دوم صفحہ ۳۸۲ سطر ۷ کتاب الجنت باب جہنم اور ترمذی جلد دوم صفحہ ۱۸۹ سطر ۱۴ سورہ ق ابواب التفسیر میں ہے کہ خداوند عالم دوزخ میں اپنا قدم ڈال دے گا تو وہ پکار اٹھے گا کافی ہے کافی ہے۔

دیدار خدا

تفسیر کشاف امام زمخشری میں ہے کہ مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو اہلسنت والجماعت کہلاویں اور پھر خدا کے دیدار کو بلا کیفیت و مکان کے جائز خیال کریں اور یہ ایک گناہ عظیم ہے۔

خداوند عالم سورہ البقرہ آیہ نمبر ۵۵ میں فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب تم نے موسیٰؑ سے کہا کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں۔ اور تب تم کو تمہاری اس نادانی کی وجہ سے تجلی نے ہلاک کر دیا۔ اور تم دیکھتے ہی رہ گئے

سورہ نساء آیہ نمبر ۱۵۳ میں ہے کہ اے رسولؐ یہ اہل کتاب (یہودی) جو تم سے درخواست کرتے ہیں کہ ان پر ایک کتاب آسمان سے اتروا دو سو تم اس بات کا کچھ خیال نہ کرو۔ یہ لوگ موسیٰؑ سے تو اس سے بڑھ کر بیہودہ (دیدار خدا کی) درخواست کر چکے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہم کو خدا ظاہر بظاہر دکھا دو تب ان کو بوجہ اس بیہودگی کے تجلی نے ہلاک کر دیا۔

سورہ انعام آیہ نمبر ۱۰۳ میں ہے کہ خدا کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔

سورہ اعراف آیہ نمبر ۱۴۳ میں ہے کہ جب موسیٰؑ ہمارا وعدہ پورا کرنے کو کوہ طور پر آیا اور اس کا پروردگار اس سے ہم کلام ہوا۔ تو موسیٰؑ نے قوم کی خواہش دیدار پیش کی۔ خدا نے فرمایا کہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ مگر ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو پس اگر پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہے تو سمجھ لینا عنقریب مجھے بھی دیکھ لوگے ورنہ ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔ پھر جب موسیٰؑ کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی تو وہ چکنا چور ہو گیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پھر جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا خداوندا دیکھے جانے سے پاک

پاکیزہ ہے میں نے تیری درگاہ میں توبہ کی اور میں سب سے پہلے تیری عدم رویت کا یقین کرتا ہوں۔
سورہ فرقان آیہ نمبر ۲۱ میں ہے کہ جو لوگ (قیامت میں) ہماری حضوری کی امید رکھتے ہیں۔ وہ کہا کرتے ہیں۔ کہ آخر فرشتے ہمارے پاس کیوں نازل نہیں کئے گئے۔ یا ہم اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے ان لوگوں نے اپنے جی میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے۔ اور انہوں نے (دیدار خدا کا سوال کرنے اور فرشتوں کو بصورت پیغمبر دیکھنے میں) سخت سرکشی ہے۔

حافظ قرآن

درہ آغانی جلد انیس ص ۶۳ پر ہے کہ خالد قشیری حاکم مدینہ نے جو ہشام بن عبدالملک کی طرف سے والی تھا ایک دفعہ خطبہ میں قرآن کی تلاوت میں غلطی کی لوگ ہنس پڑے۔ اس کے دوست نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر تم شرمندہ نہ ہو کوئی عقلمند حافظ قرآن نہیں ہوتا۔ بلکہ مردوں میں سے جو احمق ہوتے ہیں وہی حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ خالد نے کہا تو ٹھیک کہتا ہے۔

سنیوں کی تحریف قرآن

کسی عبارت میں کوئی لفظ یا حرف بڑھا دینا یا اس سے کوئی لفظ یا حرف گھٹا دینا یا اعراب کو بدل دینا تحریف کہلاتا ہے۔
تفسیر اتقان سیوطی مطبوعہ احمد نور ح ۲ ص ۲۱۶ سطر اول پر ہے کہ تنسیخ آیت میں عام مفسروں کے قول بلکہ مجتہدوں کے محض اجتہاد کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ حدیث صحیح سے تنسیخ نہ ثابت ہو جائے جس کے معارض کوئی بینہ اور برہان موجود نہ ہو۔ کیونکہ نسخ کسی قرآنی حکم کے ازالہ یا اثبات پر مشتمل ہوتا ہے جو عہد پیغمبر میں مقرر ہو چکا تھا۔ اسلئے کسی آیت کو منسوخ قرار دینے کے لئے حدیث اور تاریخ کی ضرورت ہے نہ کہ کسی کی رائے اور اجتہاد کی۔
تفسیر اتقان سیوطی مطبوعہ احمدی ص ۲۱۶ سطر ۹ پر ہے کہ عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ تم میں کوئی شخص بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے پورا اور مکمل قرآن تمسک کیا ہے اور اس کو کیوں کر معلوم ہو سکتا ہے کہ مکمل اور پورا قرآن کیا ہے کیونکہ اس قرآن کا بہت سا حصہ اس میں سے نکل گیا ہے۔
تفسیر اتقان سیوطی مطبوعہ احمدی ص ۲۱۷ سطر ۲ پر ہے کہ سورۂ اعراف کا شروع جو موجودہ قرآن میں المص سے ہوتا ہے۔ یہ دراصل الم یعنی تین حرف تھے۔ اس میں ایک حرف ص اس لئے زیادہ کر دیا۔

گیا کہ اس میں نبیوں کے قصوں کا بیان ہے۔
تفسیر اتقان سیوطی مطبوعہ احمدی ص ۲۴۶ سطر ۱۴ پر ہے کہ سورہ رعد کا شروع جو موجودہ قرآن
میں المر سے شروع ہے۔ یہ بھی دراصل الم نازل ہوا تھا۔ اس میں بھی ایک حرف ر سے زیادہ کر دیا گیا
کیونکہ اس صورت میں رعد اور برق کا ذکر ہے۔
تفسیر در منثور سیوطی جلد ششم ص ۴۱۶ سطر ۳ پر ہے کہ احمد اور بزار اور طبرانی اور ابن مردویہ نے
ابن عباس اور ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ ابن مسعود نے معوذتین یعنی سورہ فلق اور سورہ
ناس اپنے قرآن سے کاٹ دیا تھا اور کہتا تھا کہ قرآن میں غیر قرآن کو غلط ملط نہ کرو۔ یہ دونوں
سورتیں کتاب خدا میں داخل نہیں ہیں۔
تفسیر کبیر رازی مطبوعہ مصر ص ۱۶۹ سطر ۱ پر ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ سورہ فاتحہ اور معوذتین
داخل قرآن نہیں ہے۔
تفسیر در منثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد ہشتم ص ۳۵۸ سطر ۵ پر ہے کہ سعید بن منصور اور احمد اور عبد بن حمید
اور بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن مردویہ نے علقمہ سے روایت
کی ہے کہ علقمہ ایک مرتبہ شام میں آیا اور ابو درداء کے پاس بیٹھا۔ اس نے پوچھا تم کن لوگوں سے ہو
علقمہ نے کہا میں اہل کوفہ سے ہوں۔ پس ابو درداء نے کہا تم نے عبداللہ کو سورہ واللیل اذا یغشیٰ کس طرح
پڑھتے سنا ہے۔ علقمہ نے کہا میں نے اس کو بجائے وما خلق الذکر والانثیٰ کے والذکر والانثیٰ پڑھتے سنا ہے
ابو درداء نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرتؐ کو بھی اسی طرح پڑھتے سنا لیکن یہ لوگ چاہتے
ہیں کہ میں ان کی طرح وما خلق الذکر والانثیٰ پڑھوں۔ بخدا میں ان کی پیروی ہرگز نہیں کروں گا۔
تفسیر اتقان سیوطی ص ۳۱۶ سطر ۱ پر ہے کہ عائشہ نے کہا کہ سورہ احزاب کی آنحضرتؐ کے زمانہ میں پوری
دو سو آیات کی تلاوت کی جاتی تھی لیکن عثمان نے اسی قدر آیات لکھیں جو اس وقت موجود ہیں۔ ناظرین!
موجودہ قرآن میں سورہ احزاب کی تہتر آیات ہیں۔
تفسیر اتقان سیوطی ص ۳۱۶ سطر ۳ پر ہے کہ زر بن حبیش نے کہا کہ ابی بن کعب نے مجھ سے کہا کہ سورہ
احزاب کی کتنی آیتیں شمار کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ بہتر یا تہتر آیات۔ ابی کعب نے کہا۔ اگر یہ سورت پوری
رہ جاتی تو سورہ بقر کے برابر ہوتی۔ ناظرین! بقرہ کی دو سو چھیاسی آیات ہیں
تفسیر در منثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد سوم ص ۲۰۸ سطر ۱ پر ہے کہ ابن ابی شیبہ اور طبرانی اور حاکم اور ابن
مردویہ نے حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ جس سورت کو تم توبہ کے نام سے موسوم کرتے ہو وہ دراصل سورہ

انقلاب ہے جو اسی قسم ہم صحابہ میں سے ایک بھی ایسا نہیں رہا جس کے متعلق کوئی نہ کوئی عذاب کی آیت نہ آئی ہو اور تم اس سورۃ کو جیسے ہم پڑھتے تھے نہیں پڑھتے ہو کہ چوتھائی ہم پڑھا کرتے تھے موجودہ سورۃ اصل سورۃ کا چوتھا حصہ ہے
تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد سوم ص۲۰۸ سطر ۳ پر ہے کہ حاکم نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ سورہ برات نازل ہونے پر ہم نے گمان کیا کہ صحابہ میں کوئی بھی ایسا باقی نہ رہیگا جس کے متعلق کوئی نہ کوئی نصیحت نازل نہ ہوئی ہو۔ اور اس لئے اس سورت کا نام فاضحہ ہے۔

افادۃ الشیوخ مطبع محمدی لاہور۔ علامہ صدیق حسن خان ص۱۲ سطر ۷ پر ہے کہ سورہ فاتحہ دو مرتبہ نازل ہوئی ایک مرتبہ مکہ میں اور پھر مدینہ میں اس سورت میں نہ تو کوئی آیہ ناسخ اور نہ کوئی آیت منسوخ ہوئی۔ یہی روایت تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی ص۳۱ سطر ۱ سنہ ۱۲۸۰ھ میں ہے۔

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد اول ص۱۴ سطر ۳ پر ہے کہ ابن عباس اھدنا الصراط المستقیم س کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ابن انباری کہتا ہے کہ عبداللہ بن کثیر بھی سراط کو س کے ساتھ پڑھتا تھا ابن ابی داؤد اور ابن المنذر اور عبد بن حمید اور سعید بن منصور اور وکیع اور ابو عبیدہ نے کہا کہ عمر بن خطاب بھی سراط کو س کے ساتھ پڑھتا تھا۔

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد اول ص۱۳ سطر ۱۰ پر ہے کہ ترمذی نے اور ابن ابی الدنیا نے اور ابن الانباری نے کتاب المصاحف میں ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ ملک یوم الدین کو ملک یوم الدین پڑھا کرتے تھے۔

تفسیر درمنثور سیوطی جلد اول ص۱۳ سطر ۳ پر ہے کہ ابن الانباری نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ اور ابوبکر اور عمر اور طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمان بن عوف اور معاذ بن جبل ملک یوم الدین پڑھا کرتے تھے۔ تفسیر درمنثور سیوطی جلد اول ص۱۳ سطر ۲۴ پر ہے کہ ابوداؤد اور خطیب نے بطریق ابن شہاب اور سعید بن المسیب اور براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ اور ابوبکر اور عمر ملک یوم الدین پڑھا کرتے تھے

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد اول ص۱۵ سطر ۲۵ پر ہے کہ عمر بن خطاب صراط الذین انعمت علیہم کو صراط من انعمت علیہم پڑھا کرتا تھا اور ولا الضالین کو غیر الضالین پڑھا کرتا تھا۔

تفسیر درمنثور سیوطی جلد اول ص۱۵ سطر ۲ پر ہے کہ عبداللہ بن زبیر بھی من انعمت علیہم اور غیر الضالین پڑھا کرتا تھا۔

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۱۴ سطر ۲۹ پر ہے کہ شافعی اور عبدالرزاق فریابی اور سعید بن

منصور اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن الانباری اور بیہقی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ میں نے عمر کو سورہ جمعہ میں آیۃ فاسعوا الی ذکر اللہ کو بجائے فامضوا الی ذکر اللہ پڑھتے سنا۔

تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۶ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۱۹ پر ہے کہ ابن مسعود اور ابن زبیر اور ابن عباس بھی فامضوا الی ذکر اللہ پڑھتے تھے۔ افادۃ الشیوخ فی الناسخ والمنسوخ مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۵۳ سطر ۳ پر ہے کہ سورہ جمعہ مدنی ہے اور لقبول کرتی اور علمائے اہلسنت اس صورت میں ناسخ اور منسوخ نہیں ہے۔

تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۶ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۹ سطر آخری پر ہے کہ سورہ طلاق میں اس وقت فطلقوھن بعدتھن موجود ہے حالانکہ آنحضرت فطلقوھن فی قبل عدتھن پڑھا کرتے تھے۔

تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۶ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۰ پر ہے کہ احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن الانباری اور ابن حبان اور حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے مجھے انی انا الرزاق پڑھایا۔ ناظرین! سورہ الذاریت میں ان اللہ ھو الرزاق ہے۔

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۰۲ سطر ۱۲ پر ہے کہ مالک اور ابوعبیدہ اور عبد بن حمید اور ابو یعلیٰ اور ابن جریر نے اور ابن الانباری نے مصاحف میں اور بیہقی نے سنن میں عمرو بن رافع سے روایت کی ہے کہ میں حفصہ کے لئے قرآن لکھ رہا تھا۔ حفصہ نے کہا جب حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ" تک پہنچو تو مجھ سے پوچھ لینا۔ عمر کہتا ہے جب میں اس آیت بالا پر پہنچا تو حفصہ نے مجھے لکھوایا حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر وقوموا للہ قانتین" پھر حفصہ نے کہا میں شہادت دیتی ہوں کہ میں نے اس آیت کو آنحضرت سے اسی طرح سنا۔

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۰۲ سطر ۲۰ پر ہے کہ مسلم اور ابوداؤد اور نسائی اور ترمذی اور مالک اور احمد اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن داؤد اور ابن الانباری اور بیہقی نے بھی دعائے قنوت والی آیت ابی یونس اور عائشہ سے روایت کی ہے۔ ناظرین! ابی یونس عائشہ کے مصحف کا کاتب تھا اور یہ آیہ بالا سورہ بقر کی ہے۔ افادۃ الشیوخ فی الناسخ والمنسوخ مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۱۴ سطر ۳ پر ہے کہ تمام آیات بقرہ مدنی ہیں جن میں تنسیخ وارد ہوئی ہے مگر ان آیات میں اس آیت کا ذکر موجود نہیں۔ تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۲۹۸ سطر ۱ پر ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ ہم صحابہ آنحضرت کے عہد میں آیہ بلغ سورہ مائدہ کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس"

اتحاذ الشیوخ فی الناسخ والمنسوخ مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۲۰ سطر ۱۹ پر وہ تمام آیات مائدہ درج ہیں جن میں تنسیخ وارد ہوئی ہے مگر ان آیات میں اس آیت کا ذکر موجود نہیں ہے

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۱۸۰ سطر ۹ اور ازالۃ الخفا مطبوعہ صدیقی بریلی مقصد اول صفحہ ۴۴ پر ہے کہ عمر بن خطاب نے خطبہ میں لوگوں سے کہا کہ تم لوگ آیت رجم کی بابت شک نہ کرو۔ کیونکہ وہ حق ہے۔ خود رسول صلعم اللہ نے رجم کیا۔ ابوبکر نے رجم کیا۔ میں نے بھی رجم کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ یہ آیت رجم کو قرآن میں لکھ دوں۔ پس میں نے اس کی بابت ابی بن کعب سے پوچھا تو اس نے کہا اے عمر کیا تم اس وقت میرے پاس نہیں آئے تھے۔ جبکہ میں خود اس آیہ کو رسول اللہ سے پڑھوانا چاہتا تھا۔ اور اے عمر کیا تم نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر نہیں کہا تھا۔ کہ اے ابی بن کعب تو رسول صلعم اللہ سے یہ آیہ رجم پڑھوانا چاہتا ہے۔ حالانکہ (تو جانتا ہے) کہ اصحاب رسول صلعم گدھوں کی طرح زنا کر رہے ہیں (یعنی زنا کی ہر طرف گرم بازاری ہے)

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۱۸۰ سطر اول پر وہی واقعہ آیہ رجم درج کر کے آیہ رجم بھی بقول عمر درج کی گئی ہے جو یہ ہے۔

الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھا البتۃ "تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی نوع ۴۷ صفحہ ۱۲ سطر ۵ پر بھی آیہ رجم کا نقصان ہو جانا لکھا ہے۔

تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی نوع ۴۷ صفحہ ۱۲ سطر ۲۰ پر ہے کہ حمیدہ بنت ابی یونس نے کہا کہ ابی نے (اسی ۸۰) برس کی عمر میں مجھے یہ آیت پڑھ کر سنائی جو مصحف عائشہ میں یوں مرقوم ہے کہ "آیہ صلوات پڑھی میں وسلموا تسلیما" کے بعد وعلی الذین یصلون الصفوف الاول" کی عبارت قرآن میں عثمان کے تغیر و تبدل کرنے سے پہلے موجود تھی یہی امر تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۲۲۰ سطر ۲ میں عائشہ کی زبانی مرقوم ہے۔

تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی نوع ۴۷ صفحہ ۱۳ سطر آخر میں ہے کہ عبد بن صالح نے ہشام ابن سعید سے اور اس نے زید بن اسلم سے اور اس نے عطار بن یسار سے اور اس نے ابی واقد لیثی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت پر آیہ ہاں نازل ہوئی جو آنحضرت نے ہم کو پڑھ کر سنائی اور وہ اب قرآن میں موجود نہیں ہے۔

تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی نوع ۴۷ صفحہ ۱۳ سطر ۱ پر ہے کہ ابن ابی مریم نے نافع سے اور اس نے ابن جریج سے اور اس نے ابن ابی ملیکہ سے اور اس نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے عبدالرحمان بن عوف سے کہا کہ آیت "ان جاھدوا کما جاھدتم اول مرۃ" کو کیا تو بھی قرآن میں نہیں

پالیا ہم نے تو بہت تلاش کیا۔ لیکن کہیں اس آیت کا پتہ نہ ملا۔ عبدالرحمان نے کہا کہ یہ آیت بھی نکال دی گئی ہے انھیں آیتوں کے ساتھ جو قرآن سے ساقط کی گئی ہیں۔

تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی نوع ۷ ۴ صفحہ ۲ سطر ۱ میں مرقوم ہے کہ ابن ابی مریم نے ابی لیفہ سے اس نے یزید بن عمر سغافری سے اس نے ابی سفیان کلاعی سے روایت کی ہے کہ ایک روز مسلمہ بن مخلد انصاری نے ان سے کہا۔ کہ مجھے قرآن مجید کی وہ دو آیتیں بتاؤ جو مصحف میں مکتوب نہیں ہیں۔ پس کسی نے ان کو نہ بتلائیں اس کے پاس ابوالکنود سعد بن مالک بیٹھا ہوا تھا۔ پس مسلمہ انصاری نے دو آیات جہاد پڑھ کر سنادیں (جو موجودہ قرآن میں نہیں ہیں)

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد دوئم صفحہ ۲۳۶ سطر ۱۵ میں امام سیوطی کہتا ہے کہ ابوعبیدہ کے کتاب فضائل القرآن میں لکھا ہے کہ مجھ سے ابومعاویہ نے بیان کیا اور اس سے ہشام بن عروہ نے اور اس سے اس کے باپ نے کہا۔ کہ میں نے ان آیات "ان الذین امنوا والذین ھادوا والصابئون" اور آیت "والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ" اور آیت "ھذان لساحران" کی غلطی کی بابت عائشہ سے سوال کیا تو اس نے کہا اے فرزند یہ کاتبوں کی غلطی ہے۔ جنہوں نے قرآن میں غلط لکھ دیا ہے۔

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوئم صفحہ ۲۴۶ سطر ۲۲ پر ہے کہ ابی داؤد نے قتادہ سے روایت کی ہے اور تفسیر کبیر رازی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۴۹ سطر اول پر ہے کہ ہشام نے عروہ سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے عائشہ سے روایت کی ہے۔ اور تفسیر معالم التنزیل امام البغوی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۵۹ سطر ۹ پر ہے کہ ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے کہ جب عثمان کے سامنے قرآن پیش کیا گیا۔ تو اس نے کہا کہ اس میں غلطیاں تو ہیں۔ لیکن مضائقہ نہیں۔ عرب خود بخود اپنی زبان کے مطابق درست کر لیں گے۔

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوئم صفحہ ۲۴۸ سطر ۱ پر ہے کہ ابی داؤد نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ قرآن میں چار الفاظ غلط ہیں۔ والصابئون۔ والمقیمین۔ فاصدق واکن۔ من الصالحین اور ان ھذان لساحران۔

امام سیوطی نے تفسیر اتقان اور حسین بن منادی نے ناسخ والمنسوخ میں لکھا ہے کہ منجملہ ان سورتوں اور آیتوں کے جن کے نقوش قرآن سے اٹھائے گئے ہیں۔ لیکن جن کی یاد دلوں سے نہیں گئی وہ دو سورتیں ہیں جو قنوت اور وتر میں پڑھی جاتی تھیں اور جن کو سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد کہا جاتا تھا کہ اس وقت عثمان کے جمع کردہ قرآن میں انکا کوئی نشان تک موجود نہیں ہے

دبستان المذاہب ملا مرزا محسن کشمیری فانی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۲۰ سطر ۹ پر ہے کہ ایک مکمل سورت

موجودہ قرآن میں نہیں ہے۔ جن کا نام سورہ نورین تھا۔ اسی کتاب میں سورہ نورین تمام و کمال درج ہے۔ شیعوں کی کتابوں میں اس سورہ کا ذکر تک نہیں۔ پس یا تو اسے سنیوں نے تحریف کی غرض سے بنایا ہے۔ ناظرین! اب وہ حوالہ جات لکھتا ہوں۔ جن سے یہ ثابت ہو کہ عثمان نے مکی سورتوں میں مدنی آیات اور مدنی سورتوں میں مکی آیات خواہ مخواہ رکھ دیں۔ یا یوں کہئے کہ بیچارے کو تنزیل آیات کی ترتیب کا وقوف ہی نہ تھا۔

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۴۲ سطر ۹ پر ہے کہ ابن المنذر اور ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ سورہ رعد مکمل مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ مگر اس کی صرف ایک آیہ ولا یزال الذین کفروا الخ۔ مدنی ہے۔ یعنی باقی تمام آیات مکی ہیں۔

تفسیر کبیر رازی مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۲۵۸ سطر آخری پر ہے کہ سورہ رعد کی ۴۳ آیات ہیں۔ اور یہ سورہ مکی ہے۔ سوائے آیہ ولا یزال الذین کفروا اور آیہ ومن عندہ علم الکتاب، کے اصم نے کہا یہ دو آیات مدنی ہیں اور اس پر اصحابہ کا اجماع ہے

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۶۹ سطر ۱۰ پر ہے کہ نحاس نے اپنی تاریخ میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سورہ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ سوائے دو آیات کے یعنی الم تر الی الذین الخ یہ دونوں آیات مدنی ہیں۔ جو خواہ مخواہ اس سورت میں داخل کر دی گئی ہیں۔

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۳۴۲ سطر ۱۳ پر ہے کہ ابن المنذر نے قتادہ سے روایت کی کہ سورہ حج مدینہ میں نازل ہوئی۔ سوائے چار آیات کے جو اس میں مکی ہیں۔ یعنی وما ارسلنا من قبلک سے عذاب یوم عقیم تک۔ مگر ان کو مدنی میں لکھ دیا گیا۔

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۱۲ سطر ۱۰ پر ہے کہ نحاس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سورہ شعراء مکہ میں نازل ہوئی۔ سوائے پانچ آیات کے جو مدنی ہیں۔ یعنی والشعراء یتبعھم الغاوون الخ۔

تفسیر کبیر رازی مطبوعہ مصر جلد ششم صفحہ ۵۰۴ سطر ۱۰ پر ہے کہ سورہ شعراء مکی ہے مگر اس میں چار آیات مدنی داخل کر دی گئی ہیں۔ اور وہ آیات والشعراء یتبعھم الغاوون الخ ہیں

تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ جلد پنجم صفحہ ۱۵۸ سطر ۲۹ پر ہے کہ نحاس نے اپنی تاریخ میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سورہ لقمان مکہ میں نازل ہوئی سوائے تین آیات کے جو مدنی ہیں۔ وہ آیات یہ ہیں۔ ولو ان ما فی الارض الخ۔

تفسیر کبیر رازی مطبوعہ مصر جلد ۷ صفحہ ۱۷۹ سطر ۲ پر ہے کہ سورہ لقمان تمام مکی ہے۔ سوائے دو آیات کے جو مدنی ہیں اور جو اوپر مذکور ہو گئیں۔

تفسیر کبیر رازی مطبوعہ مصر جلد ششم صفحہ ۲۰۶ سطر ۱ پر ہے کہ سورہ حج ۷۸ آیتیں ہیں اور یہ سورہ مکی ہے مگر اس میں تین آیتیں مدنی ہیں یعنی ھذان خصمان سے لے کر صراط الحمید تک مگر ان کو مکی میں لکھ دیا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل امام البغوی پارہ شانزدہم سورہ طٰہٰ رکوع ۳۔ تفسیر ثعلبی۔ کتاب المشکل ابن قتیبہ۔ تفسیر درمنثور۔ اتقان سیوطی۔ تفسیر فقیہ ابو اللیث سمرقندی۔ محاضرات راغب اصفہانی میں ہے کہ ان ھذان لساحران یریدان غلط ہے اس کی بجائے ان ھذین لساحران یریدان چاہیے تھا عثمان سے کہا گیا کہ اس غلطی کو درست کر دے اس نے جواب دیا کہ اہل زبان خود بخود درست کر لیں گے۔

تفسیر اتقان جلد اول صفحہ ۸۰ پر ہے ایک قوم متکلمین میں سے قائل ہے کہ جائز ہے کہ رائے اور اجتہاد سے جس قرأت یا وجہ کو یا حرف کو ثابت کریں۔ بشرطیکہ وہ قواعد عربیت سے درست ہو۔ خواہ یہ نہ بھی ثابت ہو کہ رسول اللہؐ نے اس کو اس طرح پڑھا بھی ہے۔ ناظرین! یہ قرآن تو ایک گیلی مٹی کا کھلونا ہوا۔ جس طرح چاہا توڑ موڑ کر نئی شکل بنا لی۔

مولوی آزاد سبحانی نے رسالہ سیاح پیام مطبوعہ انتظامی پریس کانپور ۱۹۰۶ء صفحہ ۹ پر لکھا ہے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ خیال (تحریف قرآن) بجائے خود ایسی اختراع ہے۔ جس کی جگہ جاہل سنیوں اور نادانوں کے سوائے کہیں نہیں ہے محققین علمائے شیعہ نے اس خیال سے نفرت کی ہے اور یہ آواز بلند پکار دیا ہے کہ ہم کو اس نفرتی عقیدہ سے کچھ تعلق نہیں۔

حصول المامول صفحہ ۱۵۱ پر ہے کہ اس میں اختلاف ہے یعنی بعض اس کے مطابق ہیں اور بعض مخالف کہ قرآن اور حدیث متواتر خبر احاد سے منسوخ ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ لیکن اکثر قائل ہیں کہ یہ بات عقلاً جائز ہے شرح اصول بزدوی صفحہ ۱۶۷ پر ہے کہ قرآن شریف کا نسخ ابو القاسم کے نزدیک قیاس سے جائز ہے۔ مگر قیاس جلی ہو خفی نہ ہو۔ اور غزالی نے کہا ہے کہ لفظ جلی مبہم ہے اگر مراد اس سے قیاس قطعی ہے تو اس کا ناسخ ہونا صحیح ہے اور اگر ظنی ہے تو نہیں۔

شرح اصول بزدوی صفحہ ۱۶۵ پر ہے کہ جب عثمان نے دو بھائیوں اور ایک ماں کی میراث میں ماں کو ثلث سے گھٹا کر سدس دلوایا۔ تو ابن عباس نے کہا کہ اگر مردہ کے کئی بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا

صدمہ ہے۔ اس پر عثمان نے کہا کہ اے غلام الطور دشنام ا تیری قوم نے اس کو مجبور کر دیا ہے یعنی شیخین وغیرہ خلاف قرآن مسئلہ وراثت میں عمل کرتے رہے ہیں۔

درمنثور جلد ششم صفحہ ۴۱۵ پر ہے کہ سورہ فلق اور ناس کو ابن مسعود نے قرآن سے کاٹ دیا اور کہا کہ قرآن کو غیر قرآن میں مخلوط نہ کرو۔ تفسیر کبیر امام رازی جلد اول صفحہ ۱۶۹ پر ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ سورہ فلق اور ناس اور فاتحہ داخل قرآن نہیں ہیں۔

کنز العمال صفحہ ۲۸۱ پر ہے کہ حسن البصری سے روایت ہے کہ عمر نے قرآن کی آیت کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ آیہ فلاں شخص کے پاس تھی جو جنگ یمامہ میں مارا گیا ہے اس پر عمر نے کہا انا للہ اور پھر جمع قرآن کا حکم دیا۔

معالم التنزیل سورہ توبہ آیہ یحذر المنافقون کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ خدا نے قرآن میں ستر منافقوں کے نام اور ان تمام کے باپوں کے نام نازل فرمائے تھے۔ (جو اس وقت قرآن میں موجود نہیں ہیں)

نواب محسن الملک نے رسالہ تہذیب الاخلاق جلد دوم صفحہ ۲۳۱ پر مندرجہ ذیل نقشہ تحریر کیا ہے:۔

صحیح آیت جو قرآن میں نہیں ہے	غلط آیت جو قرآن میں موجود ہے	غلطی کی اسناد
فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ کما حموا لفسد المسجد الحرام فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ	کما حموا سے اخیر تک قرآن نہیں ہے۔	مستدرک - حاکم اور تفسیر درمنثور سیوطی بروایت اُبی بن کعب
صلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول	وعلی الذین سے اخیر تک قرآن میں نہیں ہے	اتقان بروایت حمیدہ
فامضوا الی ذکر اللہ	فاسعوا الی ذکر اللہ	موطا امام مالک بروایت عمر بن خطاب
وھو اب لھم وازواجہ امھاتھم	وھو اب لھم قرآن میں نہیں ہے۔	حاکم ابن مردویہ بیہقی عبد الرزاق سعید بن منصور وغیرہ بروایت ابن عباس

غلطی کی اسناد	غلط آیت جو قرآن میں موجود ہے	صحیح آیت جو قرآن میں نہیں ہے
ترمذی بروایت عبد اللہ ابن مسعود	ان اللہ ھو الرزاق	انی انا الرزاق ذالقوۃ المتین
اتقان بروایت ابن عباس	و قضی ربک	ووصی ربک
مسلم و بخاری و ترمذی بروایت ابوداؤد	والذکر والانثی قرآن میں نہیں ہے	والنہار اذا تجلی والذکر والانثی
درمنثور بروایت ابن عباس	مثل نورہ کمشکوٰۃ	مثل نور اللہ عن مشکوٰۃ

ازالۃ الخفاء ص۱۰ پر ہے کہ اصحاب کا ایک گروہ عثمان کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے کیوں حروف قرآن کو مٹا کر ایک حرف کر دیا ہے۔

ازالۃ الخفاء ص۳۱ پر ہے کہ عمر بن خطاب نے چاہا کہ آیۂ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان واؤ کو نکال ڈالوں۔ چنانچہ عمر نے اس پہ خط بھی کھینچ دیا۔ اس بات پر ابی بن کعب سے تین دفعہ جھگڑا بھی ہوا۔ آخر ابی بن کعب نے غصہ سے کہا کہ قسم بخدا یوں ہی جبرئیلؑ پر خدا نے نازل کیا اور جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ پر۔ اس میں نہ تو خطاب کا اجارہ ہے۔ اور نہ اس کے بیٹے کا۔

سنیوں کی سیتنسدسی ۵۰ خط ہو کہ مناقب ابن شہر آشوب ص۲۵۷ پر ہے کہ ایک سنی عالم مسمی اسحاق کندی نے کتاب تناقض القرآن لکھنا شروع کر دی مگر امام حسن عسکریؑ نے کسی آدمی کی معرفت اس کو تنبیہ فرمائی تو لکھا ہوا مسودہ جلا دیا۔

اتقان جلد دوم ص۸۲ پر ہے کہ ایک سورت برأت کی صورت کے برابر نازل ہوئی تھی جو اٹھا لی گئی۔ مگر اس میں سے ایک آیت ان اللہ سویؤید ھذا الدین الخ محفوظ رہ گئی۔

تفسیر درمنثور جلد ۲ میں ہے کہ امام اعمش کہتا ہے کہ مصحف عبد اللہ بن مسعود اور مصحف زید بن ثابت میں کوئی ایسا اختلاف نہیں جس کا اثر حرام اور حلال پر پڑے (یعنی فرق ضرور ہے مگر تھوڑا ہے)۔ البتہ عبد اللہ بن مسعود کے قرآن کی سورۂ حشر اور سورہ انفال میں "والمہاجرین فی سبیل اللہ" لکھا تھا۔ جو موجودہ قرآن میں نہیں ہے جو زید بن ثابت کا لکھا ہوا ہے۔

الامامت والسیاست امام ابن قتیبہ ص۹۵ پر ہے کہ تمام مہاجرین اولین اور اصحاب رسولؐ نے

اہل مصر خطوط لکھے کہ مدینہ میں بہت جلد آؤ۔ کیونکہ کتاب خدا بدل دی گئی ہے اور سنت رسولؐ میں تغییر کر دیا گیا ہے۔

اعتقاد شیعہ متعلق عدم تحریف قرآن

رسالہ اعتقادات علامہ شیخ صدوق مطبوعہ ایران ص۲۸ سطر ۳ کتاب شیعہ یہ ہے کہ ہم شیعوں کا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن جس کو خدا نے اپنے رسولؐ پر نازل کیا اور جو اس وقت دو جلدوں کے اندر لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے وہ اس سے زیادہ نہیں تھا اور اس کی سورتیں لوگوں کے نزدیک ایکسو چودہ ہیں لیکن ہم شیعوں کے نزدیک سورہ والضحیٰ اور سورہ الم نشرح ایک سورت ہے اور سورہ لایلاف اور الم ترکیف ایک سورت ہے اور جو شخص ہم شیعوں کی طرف یہ نسبت دے کہ ہم شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن موجودہ مقدار سے زیادہ تھا۔ وہ جھوٹا اور کاذب اور مفتری ہے۔

تفسیر مجمع البیان علامہ طبرسی مطبوعہ ایران جلد اول ص۵ سطر ۲ اور سطر ۱۲ کتاب شیعہ یہ ہے کہ قرآن میں زیادتی کا ہونا تو بالاجماع غلط اور باطل ہے لیکن کمی واقع ہونے میں صرف چند شیعہ اور فرقہ حشویہ نے روایت کی ہے کہ قرآن میں تغیر اور نقصان واقع ہوا ہے۔ لیکن ہم شیعوں کا صحیح عقیدہ اس روایت کے خلاف ہے یعنی ہمارا عقیدہ ہے کہ کمی بھی اس میں واقع نہیں ہوئی علم الہدیٰ سید مرتضیٰ نے بھی یہی فرمایا ہے۔

قوانین الاصول علامہ میرزا ابوالقاسم مطبوعہ ایران جلد اول باب ششم بحث کتاب ص۲۱۵ سطر ۱۰ کتاب شیعہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ قرآن میں تحریف اور نقصان ہوا ہے یا نہیں۔ اکثر اخباریوں اور ہامیوں کے نزدیک تحریف اور زیادتی اور کمی قرآن میں واقع ہوئی ہے اور یہی علامہ کلینی اور علامہ علی بن ابراہیم قمی اور صاحب احتجاج الائمہ شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی سے بھی ظاہر ہوا ہے۔ لیکن علم الہدیٰ سید مرتضیٰ اور علامہ صدوق محمد بن بابویہ اور محقق طبرسی محمد بن الفضل اور دیگر تمام جمہور مجتہدین شیعہ قرآن کی عدم تحریف کے قائل ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین علامہ ملا فتح اللہ کاشانی مطبوعہ ایران جلد اول مقدمہ کتاب ص۵ سطر ۱ کتاب شیعہ یہ ہے کہ قرآن زیادتی اور کمی سے قطعاً محفوظ ہے اور یہی عقیدہ ہمارے جمہور علمائے عظام کا ہے۔

تفسیر لوامع التنزیل علامہ حائری مطبوعہ لاہور جلد چہارم ص۲۳ سطر ۲۲ کتاب شیعہ یہ ہے کہ موجودہ قرآن ہر قسم کی کمی و بیشی سے بالکل مصئون ہے ورنہ ارکان اسلام برباد ہو جائیں۔

کتاب البیان علامہ شیخ الطائفہ محمد بن الحسن طوسی کتاب شیعہ میں ہے کہ قرآن کی زیادتی اور

نقصان میں کلام کرنا کسی طرح مناسب ہی نہیں ہے کیونکہ قرآن کی زیادتی کے بطلان پر تو اجماع قائم ہے یا کمی کا واقع ہونا پس اس میں بھی ظاہر یہ ہے کہ ہم شیعوں کا مذہب اس کے قطعاً خلاف ہے۔
تو ہین الاصول علامہ صدوق مطبوعہ ایران جلد اول ص۱۳ سطر ۱۲ کتاب شیعہ پر ہے کہ ہمارا کلام حضرت علی علیہ السلام کے قرآن کے متعلق یہ ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے جو قرآن جمع کیا۔ اس میں جو زیادتی ہے اور جو اس کے سوائے کسی قرآن میں نہیں ہے وہ زیادتی نفس قرآن میں نہ تھی۔ بلکہ اس میں حدیث قدسیہ بھی جمع کی گئیں تھیں یعنی وہ تتمہ قرآن کی صورت میں موجود تھیں۔ جن کا اصل قرآن سے کوئی تعلق نہ تھا۔

توہین خدام اہلبیتؑ از علمائے سنیہ

منہاج السنت جلد دوم ص۱۳۱ پر ہے کہ جو علمائے علم حدیث میں مشہور ہیں۔ وہ امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں موجود تھے مگر ان علماء میں سے کسی نے بھی امام حسن عسکریؑ سے حدیث نہیں لی۔
درر کامنہ ابن حجر عسقلانی ص۱۴۳ اور دراسات البیت مطبوعہ لاہور ص۲۴۶ پر ہے کہ ابن تیمیہ نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے کہ انہوں نے سترہ امور میں خطا کی۔ اور کتاب خدا کی مخالفت کی۔ نعوذ باللہ۔
ازالۃ الخفا ص۱۸۳ پر شاہ ولی اللہ لکھتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے مسائل فقہ میں غلطیاں سرزد ہوئیں اور امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک خمس میں ذوالقربےٰ کا حصہ تھا۔ مگر حضرت نے نہیں لیا۔ تاکہ لوگ شورش نہ کریں۔ کیونکہ ابوبکر اور عمرؓ نہ دیا کرتے تھے۔
دراسات البیت میں ہے کہ ابن ہمام کہتا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی یہ حدیث خلاف واقع ہے یا وہ علیؑ کے مذہب سے ناواقف تھے یا بھول گئے یا علیؑ پر جھوٹ افترا باندھا۔
میزان الاعتدال ترجمہ امام علیہ السلام ق ۳۰ میں ہے کہ امام رضاؑ اپنے باپ سے عجیب عجیب روایات نقل کرتے ہیں یعنی جھوٹی روایات اور وہم بھی کرتے ہیں۔ اور خطا بھی کرتے ہیں۔
لالی مصنوعہ علامہ سیوطی میں ہے کہ امام حسن عسکریؑ لاشئے یعنی نکمے ہیں
ابن تیمیہ کہتا ہے کہ زفر اور دارمی جو علمائے اہلسنت ہیں امام نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ سے بڑھ کر دین کے عالم تھے۔ اور نقیؑ اور عسکری اور ان جیسوں پر واجب تھا کہ زفر اور دارمی میں سے کسی ایک سے تعلیم پاتے۔

انتصار شریعت نمبر ۳ جلد اول صـ۴۵ پر ہے کہ بخاری لکھتا ہے کہ مجھے مجالد امام صادق علیہ السلام سے زیادہ پیارا ہے۔ مجھے صادق کی حدیثوں کی طرف سے دل میں شک ہے۔ دار قطنی ابن معین اور ذہبی وغیرہ نے مجالد کو ضعیف کہا ہے

امام الائمہ یحییٰ ابن سعید کہتا ہے کہ امام صادق ع کی طرف سے میرے دل میں ایک شئے کراہت عداوت کی ہے اور مجھے امام صادق سے مجالد زیادہ محبوب ہے۔ ابن معین کہتا ہے کہ مجالد قابل احتجاج نہیں۔ امام احمد کہتا ہے کہ مجالد لاشئے تھا۔ امام النسائی مجالد کے متعلق لیس بالقوی لکھتا ہے۔ دار قطنی ضعیف بتاتا ہے۔ ابن مہدی اس سے روایت ہی نہیں لیتا۔ طرفہ تر امر یہ ہے کہ خود یحییٰ بھی اسکو بعد ازاں ضعیف بتاتا ہے۔ یہ تمام امور میزان الاعتدال ذہبی میں مرقوم ہیں۔

ابن ہمام کہتا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے اپنی رائے سے نص رسول ص کی مخالفت کی کیونکہ ابو بکر سے حدیث ہے کہ بہت نکاح کرنے والے اور بہت طلاق دینے والے پر خدا کی لعنت ہو۔

اعلام الناس محمد محسن بحوالہ صـ۵۷ پر ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام بت پرستوں کی سی باتیں کرتے تھے۔

انتصار الشریعت نمبر ۳ جلد اول صـ۲۲ پر ہے کہ ذہبی کہتا ہے کہ امام کاظم علیہ السلام کی حدیثیں غیر مستند ہیں۔

اخبار اہلسنت والجماعت امرتسر نے ۱۱ جولائی ۱۹۲۰ء کی اشاعت کے صفحہ کالم ۲ پر لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ایسا بد حواس ہو گیا کہ اس نے یزید کی علانیہ طرفداری شروع کر دی۔ اور امام حسین ع کی توہین پر کمر باندھ لی۔ اور بڑی بے باکی سے کہا کہ یزید حکومت کی صلاحیت اور جنگی قابلیت رکھتا تھا۔ اسلئے وہ صالحین میں داخل تھا اور چونکہ امام حسین علیہ السلام حکومت کی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔ اس لیے آپ مصلح نہ تھے۔ پس یزید کو فتح ہوئی اور حسین ع ناکامیاب رہے۔

صواعق خواجہ نصر اللہ کابلی اور کنز العمال ملا علی متقی کتاب العلم میں ہے کہ عبد اللہ ابن بشیر سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

تحفہ شاہ عبد العزیز میں ہے کہ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کو بھی تمام احکام شریعت کا علم نہیں تھا اور یہ امر ان کی قابلیت خلافت کو مانع نہیں ہے۔ ناظرین! ایسی ہی خرافات کی بنا پر شیخ سعدی شیرازی نے بھی بوستان میں لکھ دیا۔ بوستان مترجم تحت اللفظ صـ۲۱ سطر آخر ملاحظہ ہو۔

کسے مشکلے برد پیش علی ع
مگر مشکلش را کند منجلی

پسندیدہ از و شاہ مرداں جواب   کہ من بر خطا بودم او بر صواب

کنز العمال بتبویب جمع الجوامع فضائل علیؑ کتاب الفضائل میں بروایت ابو معتمر مسلم بن اوس و حنیفہ قلامتہ السعدی اور فتح الباری شرح بخاری تفسیر سورہ والذاریات کتاب التفسیر میں بروایت ابو الطفیل اور تہذیب الکمال میں بروایت ابو الطفیل اور استیعاب عبد البر مالکی مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۱۸ھ پر لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بر سر منبر فرمایا کرتے ۔ کہ پوچھ لو مجھ سے جو سوال چاہو ارضی و سماوی پیشتر اس کے کہ میں فوت ہو جاؤں ۔

شرح مقاصد علامہ تفتازانی اور ارجح المطالب میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اہل تورات کو احکام تورات کے مطابق اور اہل زبور کو احکام زبور کے مطابق اور اہل انجیل کو احکام انجیل کے مطابق اور مسلمانوں کو احکام قرآن کے مطابق مسائل بتلاتے ۔ شرح مواقف سید شریف جرجانی میں ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو چاروں کتب کا علم حاصل تھا ۔ یہ نہیں کہ حضرت ان کتابوں کے منسوخ شدہ احکام کے جائز ہونے کا حکم فرماتے ۔

ابن مغازلی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رات جناب امیر علیہ السلام نے بائے بسم اللہ کی تفسیر شروع کی اور طلوع فجر ہوئی اور ابھی تفسیر ختم نہ ہوئی ۔

شواہد النبوت ملا جامی میں امام صادقؑ اور امام کاظمؑ کا ارشاد درج ہے کہ ہم اہلبیت کو علم ما کان و ما یکون الی یوم القیامت و سخن ملائکہ و ما یحتاج الناس تا قیامت حاصل ہے ۔

ناظرین ! اہلسنت کے جید عالم اور علامہ ابن جوزی نے ایک دفعہ منبر پر کہا سلونی قبل ان تفقدونی یعنی پوچھ لو مجھ سے جس مسئلہ میں چاہو پیشتر اس کے کہ میں فوت ہو جاؤں ۔ ایک عورت اٹھی اور کہا کہ کیا یہ درست ہے کہ حضرت سلیمان فارسی مدائن میں فوت ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام (بہ زور معجزہ) مدینہ سے مدائن فی الفور تشریف لے گئے ۔ حالانکہ مدینہ سے مدائن ایک مہینہ کی راہ ہے اور حضرت نے مرحوم کی تجہیز و تکفین کی ۔ ابن جوزی نے کہا ہاں یہ درست ہے پھر اس عورت نے کہا کہ عثمان مدینہ میں قتل ہوا اور اسکی نعش تین دن اور تین رات گھوری پر بے غسل و کفن پڑی رہی اور حضرت علی علیہ السلام نے اسکی تجہیز و تکفین نہ کی ۔ ابن جوزی نے فرط غضب میں کہا کہ اے فلانی ۔ اگر تو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر یہاں آئی ہے تو تجھ پر لعنت ہو ۔ ۔ ۔ اور اگر اس نے تجھ کو اتنے مجمع عام میں آنے کی اجازت دی ہے تو اس پر لعنت ہو ۔ عورت نے کہا کیا عائشہ جنگ جمل میں آنحضرتؐ کی اجازت سے گئی تھی یا بلا اجازت ابن جوزی لاجواب ہو گیا اور اس کے بعد تمام عمر سلونی قبل تفقدونی نہ کہا ۔

ابن سعد امام صادق علیہ السلام کو قابل احتجاج نہیں جانتا اور ضعفا سے شمار کرتا ہے اور ان کے قول میں تناقص کا قائل ہے۔ یعنی کہتا ہے کہ حضرت کاذب تھے۔

امام رازی نے نہایۃ العقول میں لکھا ہے کہ تعجب ہے کہ شیعہ لوگ امام تقیؑ اور نقیؑ اور عسکریؑ کی نسبت زعم اغلاط خیال رکھتے ہیں۔ کہ وہ جمیع مسائل اصول و فروع کے مجملات و تفصیلات سے آگاہ تھے۔ حالانکہ یہ تینوں ایسے زمانہ میں تھے کہ علما کا خوض علوم کے اقسام میں بڑھا ہوا تھا۔ اور ان علما نے تصنیفات کثیر کیں۔ مگر ان تینوں اماموں میں سے ایک سے بھی علم کی کوئی بات ظاہر نہ ہوئی۔ نہ تھوڑی نہ بہت نہ کسی محفل میں شریک ہوئے اور نہ کسی مسئلہ میں مخالف سے کلام کیا اور نہ ان سے کوئی قابل انتفاع تصنیف ہوئی۔ جیسا کہ شافعی اور محمد بن حسن وغیرہ سے ہوئیں۔ یعنی شافعی اور محمد بن حسن تو بجائے خود ہیں ان تینوں آئمہ پر عام علما کو بھی ترجیح ہے۔ نعوذ باللہ۔

انتصار الشریعت نمبر ۳ جلد اول صفحہ ۲۶ پر ہے کہ ابن تیمیہ کہتا ہے کہ امام علی نقیؑ اور حسن عسکریؑ وغیرہ وغیرہ کو طبری سے علم کا حاصل کرنا واجب تھا۔ انتصار الشریعت نمبر ۳ جلد اول صفحہ ۲۶ پر ہے کہ شیخ نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو وضاعین اور کاذبین کے گروہ میں داخل کیا ہے

حاشیہ بخاری مطبوعہ دہلی کتاب النکاح صفحہ ۷۶۲ پر بخاری نے آیہ مثنیٰ و ثلٰث و رباع کی تفسیر میں امام عابدؑ کا قول درج کیا ہے جس کی شرح میں ابن حجر عسقلانی لکھتا ہے کہ یہ قول رافضیوں کے امام عابدؑ کا ہے جو آپ کی عصمت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

شرح عقائد عضدی از دوانی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۹ پر ہے کہ ہم شیعوں کی طرح احادیث کی پیروی نہیں کرتے جن کا اعتقاد ہے کہ آئمہ معصوم ہیں۔ یعنی آئمہ گنہگار ہیں۔

تہذیب التہذیب ابن حجر ترجمہ امام جعفر صادق علیہ السلام میں ہے کہ امام صادق کثیر الحدیث تھے۔ انکو ضعفا سے سمجھا جاتا ہے اور ان سے احتجاج نہیں کیا جاتا۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے ان احادیث کو اپنے باپ سے سنا ہے آپ نے جواب دیا ہاں سنا ہے۔ لیکن جب دوسری دفعہ بھی پوچھا گیا تو جواب دیا کہ میں نے صرف اپنے باپ کی کتابوں سے ان احادیث کو دیکھا تھا۔

کتاب الفصل فی الملل والنحل ابن حزم میں ہے کہ بنی مروان کی خلافت صحیح ہے اور جناب امیر علیہ السلام اور ان کی اولاد کی خلافت صحیح نہیں ہے۔ بحر العلوم مولوی عبد العلی میں ہے کہ ہمارے لئے اہلبیت رسولؐ کا اجماع بھی نہیں ہے۔ ازالۃ الخفا اور قرۃ العینین میں ہے کہ اہل تصوف کو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

امہات الائمہ صـ۹۹ مولوی نذیر احمد میں ہے کہ ہمارے ملک میں عورتوں کا ایک طبعی خاصہ تبریابہت اور تبریا چہر (مکر اور فریب) بھی مانا گیا ہے۔ اور یہی بات ہم فاطمہؑ اور عائشہ میں بھی پاتے ہیں۔

اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۱۹ء مطابق ۱۷ صفر ۱۳۳۷ھ میں مولوی ثناء اللہ وہابی امرتسری نے مندرجہ ذیل الفاظ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نقل کئے ہیں۔

بے حیا۔ بزدل۔ کمینہ۔ دیوث۔ بے غیرت۔ اول الدیوثین۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔

اخبار اہلحدیث مولوی ثناء اللہ امرتسری صـ۱۱ نمبر ۴۳ ماہ شوال میں یہ فتویٰ شائع کیا گیا ہے کہ مجالس حسین (علیہ السلام) میں کسی بھی نیت سے جانا قرآن اور احادیث کے رو سے ناجائز ہے

کتاب درکامنہ شیخ ابن حجر عسقلانی میں حضرت علی علیہ السلام کے بارہ میں معاذ اللہ یہ الفاظ درج ہیں کہ حضرت علی (علیہ السلام) بوجہ مخالفت شرع مخذول ہوئے۔ آپ کا اسلام صحیح نہ تھا آپ نے خلفاء کی خلافتوں کے خلاف کوشش کر کے منافقت کا اظہار کیا۔ آپ کا جہاد دیانت پر مبنی نہ تھا بلکہ دنیوی ریاست کی وجہ سے تھا۔ کتاب شرح اسماء النبی علامہ ذوالنفین ابن دحیہ میں ہے کہ بخاری نے اپنی صحیح میں براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ہم کو خالد بن ولید کے ساتھ حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی طرف روانہ کیا بعد ازاں جناب امیر علیہ السلام کو بھیجا کہ جو شخص خالد کے ساتھ رہنا چاہے رہنے دینا۔ اور جو واپس آنا چاہے آجائے۔ براء کہتا ہے کہ میں ان میں سے تھا جو خالد کے پاس رہے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ بریدہ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو بھیجا کہ جا کر خالد سے مال خمس وصول کریں۔ ہم کو جناب امیرؑ سے بغض تھا وغیرہ وغیرہ

ذوالنفین پھر لکھتا ہے کہ اس حدیث بخاری نے ناقص اور ابتر وارد کیا ہے جیسا کہ تو دیکھتا ہے اور ایسی احادیث منقبت جناب امیر علیہ السلام کے لکھنے میں کانٹ چھانٹ کرنا اس کی عادت ہے بسبب اس رائے بد کے جو اس راہ سے الفت آل محمدؐ انحراف کرنے میں رکھتا ہے اس حدیث کو احمد ابن حنبل نے کاملاً اور محققاً وارد کیا ہے۔ کہ عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ ہم کو علی بن ابی طالب سے اس حد تک بغض تھا کہ اتنا کسی سے بغض نہ تھا ہم ایک شخص سے صرف اس وجہ سے محبت رکھتے تھے کہ وہ دشمن علیؑ تھا یہ شخص (خالد بن ولید) جب سردار لشکر بنا کر بھیجا گیا تو ہم نے صرف اس وجہ سے ہمراہی کی کہ وہ دشمن علیؑ تھا اس جنگ میں چند قیدی ہاتھ آئے۔ ہم نے آنحضرتؐ کو لکھا کہ تقسیم غنیمت کیلئے کسی کو بھیجدیجئے آنحضرتؐ نے جناب امیر (علیہ السلام) کو بھیجا ان قیدیوں میں ایک لونڈی تھی کہ جو سب سے بہتر تھی جناب امیرؑ بعد تقسیم آئے۔ اس طرح کہ غسل کیا ہوا تھا۔ اور پانی سر سے ٹپک رہا تھا۔ ہم نے کہا یہ

کیا حضرتؐ نے فرمایا تم نے اس لونڈی کو نہیں دیکھا تھا جو قیدیوں میں تھی۔ جو بعد تقسیم خمس میں پڑی اور تقسیم خمس میں وہی لونڈی حصہ علیؑ میں آئی۔

پھر ذوالنبیین لکھتا ہے کہ بخاری کو حذف اور استقاط کی عادت ہے اور یہ ایسی بات پر ہے جو اس کی تصنیف پر عیب ہے۔ خصوصاً ذکر علیؑ کو ساقط کر دینا۔

۱۳۲۲ھ مطابق سنہ ۱۹۱۱ء شیخ الاسلام قسطنطنیہ نے فتوی صادر کیا کہ نجف اشرف اور کربلائے معلی کے خزائن اور تبرکات کو شاہی مصارف میں لایا جاوے۔ اس پر شیعان عالم میں ہیجان پیدا ہوا اور یہ فتوی عمل میں نہ آسکا۔ وہابیوں کے پیر و مرشد عبدالوہاب نجدی کا بھی یہی منشا تھی۔ عبدالوہاب واقعی نجدی تھا۔ چنانچہ ابجد العلوم صدیق حسن خان صفحہ ۱۹۸ پر ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ولادت ۱۱۴۵ھ میں اور وفات ۱۲۰۶ھ میں واقع ہوئی۔ ناظرین تبرکات مشاہد مقدسہ کو اپنے صرف میں لانے کا خیال شیخ الاسلام کی جدت طبع کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ سنت عمری کا تتبع تھا۔ بخاری کتاب الحج باب کسوۃ الکعبہ صفحہ ۱۸۷ پر ہے کہ ابی وائل راوی ہے کہ ہم شیبہ کے ساتھ (اس وقت خانہ کعبہ کی کلید بردار شیبہ کی اولاد ہے) خانہ کعبہ میں کرسیوں پر بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ عمر بن خطاب بھی بیٹھا تھا۔ عمر بن خطاب نے کہا کہ خانہ کعبہ میں نہ سونا چھوڑینگے نہ چاندی۔ مگر سب کو تقسیم کر دینگے۔ شیبہ نے کہا اے عمر تمہارے دونوں صاحب آنحضرتؐ اور ابوبکر نے تو اس کام کو نہیں کیا۔ عمر نے کہا بیشک وہ دونوں مرد اس قابل تھے کہ ہم انکی اقتدا کریں۔ یعنی میں اس خیال کو چھوڑ دیتا ہوں۔ فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۰۵ پر ہے کہ عمر نے جس مال کی تقسیم کا ارادہ کیا تھا۔ وہ وہ مال تھا جو خزانہ میں جمع تھا۔ کیونکہ عرب اکثر مال بغرض تعظیم بھیجتے تھے خرچ سے جو بچ رہتا وہ بطور خزانہ جمع ہو جاتا۔ اسی مال کی تقسیم کا ارادہ عمر نے کیا تھا نہ اس مال کا جو بطور قندیل وغیرہ تھا۔ از راہ زینت کیونکہ اس مال کا خرچ تو کسی طرح بھی جائز نہیں۔ ابن الجوزی نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں اکثر مال بغرض تعظیم خانہ کعبہ بھیجتے تھے جو جمع ہو جاتا تھا۔ دیکھئے صاحب فتح الباری عمر کی ناجائز دست برد پر کس طرح ملمع کاری کرنا چاہتا ہے۔ عمر کہتا ہے کہ میں ہر قسم کا مال بصورت سونا چاندی نکال لونگا۔ حالانکہ قندیل چاندی کے ہیں۔ یہاں تک ہی بس نہیں۔ عمر نے پھر یہی ارادہ کیا۔ اور ابی بن کعب کے سمجھانے سے باز رہا۔ بخاری صفحہ ۱۰۸۲ پر ہے کہ یہی قصہ عمر ابی بن کعب کے درمیان ہوا۔ اور ابی بن کعب نے سمجھایا۔ تو عمر اپنے ارادہ سے باز رہا۔

ربیع الابرار زمخشری میں ہے کہ کسی نے عمر سے کہا کہ خانہ کعبہ کو زیور کی کیا ضرورت ہے (زیور یعنی آرائش) پس ثابت ہوا کہ عمر قندیل وغیرہ بھی نکال لینا چاہتا تھا۔ اسی مال سے مسلمانوں کا لشکر تیار

کیے عمر نے اس کا قصد کیا اور حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا حضرت نے فرمایا۔ آنحضرتؐ پر قرآن نازل کیا گیا۔ جس میں مال کی چار اقسام ہیں۔ ایک مال مسلمین جس کو خدا نے ورثہ میں مطابق فرائض تقسیم کیا دوسرا مال فے ہے جس کو اس کے مستحقوں پر تقسیم کیا۔ تیسرا مال خمس جس کے خاص عدد مقرر ہیں چوتھے صدقات جن کے احکام خدا نے مقرر کیے ہوئے ہیں خانہ کعبہ کے زیورات اس وقت بھی موجود تھے جب آنحضرتؐ بھی موجود تھے آنحضرتؐ نے ان زیورات کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ یہ چھوڑ دینا نہ ازراہ نسیان تھا اور نہ ازراہ نادانی۔ لہٰذہ خدا اور رسولؐ نے جس طرح انکو رہنے دیا اسی طرح تو بھی رہنے دے عمر نے کہا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ذلیل ہوتے۔ پس اس ارادہ سے باز رہا۔

پھر چوتھی دفعہ عمر نے اس خزانہ عظیم کو حاصل کرنا چاہا۔ عرف الوردی اخبار المہدی حافظ جلال الدین سیوطی ص۵۳ پر ہے کہ نعیم بن حماد نے روایت کی ہے کہ ایک دن عمر داخل خانہ کعبہ ہوا تو کہا ہم نہیں جانتے کہ خزانہ خانہ کعبہ کو جس میں سلاح و مال ہے یونہی رہنے دیں یا خدا کی راہ میں تقسیم کر دیں۔ اس پر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا تم اس کے صاحب نہیں ہو۔ اس کا صاحب ہم اہلبیت میں سے وہ جوان ہے جو آخر الزمان میں ہوگا۔ اور وہی اس کی تقسیم خدا کے راہ میں کرے گا۔

تزک تیموریہ میں ہے کہ امیر تیمور کے عہد سلطنت میں ماوراء النہر کے تمام علمائے اہلسنت نے امیر تیمور کے پاس ایک محضر نامہ بھیجا کہ چونکہ علیؑ قتل عثمان میں شریک تھا اس لئے سرکاری حکم نافذ فرمایا جائے کہ ہر مسلمان علیؑ کو اپنا دشمن جانے لیکن امیر تیمور نے منظور نہ کیا۔ امام احمد حنبل لکھتا ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ علیؑ سے بغض رکھے۔ امام غزالی لکھتا ہے کہ بغض علیؑ اہلسنت کا عقیدہ ہے اور محبت علیؑ کا ایک دل میں جمع ہونا ممکن ہے۔ سنی شاعر علی بن جہم ہمیشہ حضرت علی علیہ السلام کو شعروں میں برا بھلا کہا کرتا تھا شاعر مذکور کے حق میں علامہ ابن خلکان کہتا ہے کہ علیؑ کو برا بھلا کہنا تب جرم ہو سکتا ہے۔ جب کہ دوسرے اہلسنت اس بات کو قبیح خیال کریں اور چونکہ ہر ایک اہلسنت علیؑ کو اپنا دشمن جانتا ہے۔ خواہ کوئی شخص جاہرہ اس امر کا اظہار کر دیتا ہے خواہ کوئی دل میں پوشیدہ رکھتا ہے اسلئے شاعر علی بن جہم کو علی ابن ابی طالب کی دشنام دہی میں معذور جاننا چاہیئے۔

حالانکہ ینابیع المودۃ مطبوعہ قسطنطنیہ ص۱۵۲ پر ہے کہ جو شخص حضرت علی علیہ السلام کو پورے طور پر نہ پہچانے وہ زانیہ کا بیٹا ہے یا حیض کی پیدائش ہے یا منافق ہے۔ ناظرین مقام حیرت تو یہ ہے کہ ایک طرف وہ پاک نور ہے جسکی عظمت اور تقدس میں ہزارہا احادیث شاہد ہوں۔ تخلیق موجودات سے پیشتر خدا کے قدرک کا تسبیح و تہلیل میں مشاغل ہو۔ ملائکہ کا استاد اور انبیاء کا دستگیر ہو ماں کے پیٹ میں سر و قد کھڑا ہو کر

آنحضرتؐ کی تعظیم کرے۔ کعبہ کی دیوار اس کی ولادت باسعادت کے استقبال میں اپنے بازو کشادہ کر دے۔ اس کا پہلا منظر رسول اللہؐ کا چہرہ اور پہلا مقام رسول اللہؐ کی گود اور پہلی خوراک رسول اللہؐ کا لعاب دہن ہو۔ اپنی پیدائش کے وقت کتب آسمانی کو از بر پڑھ دے تیرہ سال کی عمر میں یہل تن اور شجاع جوانان عرب کے مجمع کثیر بالاعلان منکی ہو کر تمہاری سرکشی گردنیں میرے قدم شجاعت کے نیچے پامال کی جائیں گی۔ ہر ایک جہاد میں کرار غیر فرار ہو۔ آنحضرتؐ کا حقیقی معنوں میں فدائی ہو۔ سرچشمہ معجزات اور منبع خوارق عادات ہو۔ علوم ارضی و سماوی میں یگانہ ہو۔ گھوڑے کی ایک رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے قرآن شروع کرے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تک کے قلیل عرصہ میں تمام قرآن ختم کر دے۔ حضرت فاطمۃ الزہرہؑ کا خاوند اور حسنینؑ کا باپ ہو۔ خداوند عالم اور رسول اللہؐ اور ملائکہ کو اس کی ذات والا صفات پر فخر ہو۔ لیکن دوسری طرف وہ افراد ہیں جو پچاس پچاس سال تک شرک سے ملوث اور تمام عمر قباحات سے مملو اور جہالت کے مخزن ہوں۔ رسول اللہؐ اور اس کی واجب الاطاعت آل پاک کو ہر ممکن طریقے سے ایذا دیں۔ احکام شریعت کو پس پشت ڈال دیں اور تادم مرگ گناہان کبیرہ کے مرتکب رہیں۔ لیکن نادان ہستیاں نور کو چھوڑ کر ظلمت میں پھنستی ہیں

قاتلین معصومین علیہم السلام

حوالہ جات لکھ چکا ہوں کہ جناب فاطمہؑ کی شہادت کا باعث سقط محسنؑ ہوا جس کا باعث عمر اور ابوبکر تھے۔ بعض روایت سے پایا جاتا ہے کہ رسول اللہؐ کو عائشہ اور حفصہ نے زہر دیکر شہید کیا۔ معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام کو اور یزید نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا۔

تاریخ اسلام ص۳۰ پر ہے کہ ولید بن عبدالملک سنی خلیفہ نے امام زین العابدین علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔ تاریخ اسلام ص۴۱ اور تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ششم ص۵ پر ہے کہ اسی ولید نے حضرت یحییٰ بن زید بن امام زین العابدینؑ کو قتل کر کے سولی پہ لٹکایا۔ جہاں نعش مبارک مدت تک لٹکی رہی۔

تاریخ اسلام ص۳ پر ہے کہ ہشام بن عبدالملک مروانی سنی نے امام محمد باقر علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔ ص۳۰ پر ہے کہ منصور عباسی سنی نے امام جعفر الصادق علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔

ابوالفدا جلد اول ص۱۵ پر ہے کہ ہارون رشید عباسی سنی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔ تاریخ اسلام ص۶۱ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ششم ص۱۱۶ مروج الذہب مسعودی جلد ۹ ص۳۲ حبیب السیر جزو اول ص۵۱ پر ہے کہ مامون رشید عباسی سنی نے امام موسیٰ رضا علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا

تاریخ اسلام جلد اوّل صفحہ ۳ پہ ہے کہ خلیفہ معتصم باللہ سنی نے امام محمد تقی علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا اور ص۳۱ پہ ہے کہ معتز باللہ عباسی سنی نے امام نقی علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا اور ص۴۹ پہ ہے کہ خلیفہ معتمد علی اللہ عباسی سنی نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔

اصحاب اخیار

قاضی علامہ نور اللہ شوستری کی کتاب مجالس المومنین میں سے آنحضرتؐ کے چند اصحاب کا نام لکھتا ہوں۔ جن کا انجام بخیر ہوا۔ اور جو بہشت کے درجات عالیہ پر فائز ہوں گے۔

ابو طالب۔ حمزہ۔ عباس، عبداللہ بن عبیداللہ، عبداللہ بن عباس۔ قثم بن عباس۔ فضل ابن عباس۔ عبداللہ بن جعفر طیار۔ عون بن جعفر طیار۔ عقیل بن ابو طالب۔ محمد بن جعفر۔ عباس بن عقبہ بن لہب ہاشمی۔ عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب۔ جعفر بن ابوسفیان بن حارث ہاشمی۔ مسلم بن عقیل۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ سعید بن حارث بن عبدالمطلب۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث۔ عمر بن ابی سلمہ بن عبدالاسد۔

مقداد بن الاسود۔ سلمان فارسی۔ عمار بن یاسر۔ علیہ البوذر جندب بن جناب غفاری۔ یزید بن حصین الاسلمی۔ خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد الشمس۔ عثمان بن حنیف انصاری۔ ابوالہیثم بن مالک بن ضال انصاری۔ سہل بن حنیف انصاری۔ حکیم بن جبل عبدی۔ حذیفہ بن یمان انصاری۔ خزیمہ بن ثابت انصاری۔ ابوایوب بن زید انصاری۔ ابی کعب انصاری۔ سعد بن عبادہ انصاری۔ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری۔ بشیر بن سعد انصاری۔ جبیر بن عبدالاعلے۔ حجر بن عدی کندی۔ عدی بن حاتم طائی۔

اسامہ بن زید۔ ابراہیم ابو رافع۔ ہرجز بن مالک۔ براء بن عازب۔ براء بن معرور سلمی خزرجی۔ بشیر بن براء بن معرور۔ حارث بن سراقہ۔ حارث بن نعمان بن قشع انصاری۔ حارث بن نعمان بن امیہ۔ حارث بن ہشام مخزومی۔ حارث بن عزیز انصاری۔ عرفہ ازدی انصاری۔ عبداللہ بن بدیل بن ورقہ خزاعی۔ اسد بن زرارہ۔ ابو امامہ خزرجی انصاری۔ ابوالبشر کعب بن عمر قتادہ۔ عمر بن عمق خزاعی۔ اسد بن حصر بن سماک انصاری۔ اوس بن ثابت بن منذر انصاری۔ ابی بن عمارہ انصاری۔ ثابت بن زید ثابت بن قیس خزرجی۔ ثابت بن ضحاک لخزاجی انصاری۔ حریث بن زیب انصاری۔ جناب الارث عبداللہ بن جناب بن ارث۔

عبد الغفار بن قاسم بن قیس بن فہد انصاری۔ محمد بن عمر حزم انصاری۔ نعمان بن عجلان ارزقی سعد بن معاذ انصاری۔ مالک بن نویرہ بلال بن ریاح۔ حارث بن قیس۔ عمر بن ام کلثوم القرشی العامری۔ ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص الزہری۔ ابو سعید الخدری۔ جابر بن عبد اللہ بن عمر بن حزم انصاری۔

ناظرین! حضرت نوحؑ کی سینکڑوں سال کی وعظ و نصیحت کے باوجود قریباً یکصد آدمی آپ پر ایمان لائے۔ حضرت عیسیٰؑ کی پینتیس سالہ تبلیغ پر صرف بارہ پندرہ آدمی ایمان لائے۔ اور حضرت ابراہیمؑ پر بابل کے باشندوں میں سے صرف نمرود کی لڑکی ایمان لائی۔ الغرض قبیل تمام انبیاءؑ کی یہی حالت رہی۔

بسم اللہ اور نماز

تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۶ سطر ۱۹ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ لیکن جب بنی امیہ حکمران ہوئے تو انہوں نے بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا چھوڑ دیا۔

تفسیر کبیر جلد اول ص ۱۶۸ سطر ۱۶ پر ہے کہ معاویہ نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھتا۔ اور یہ حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کی وجہ سے لوگوں کو بھی بلند آواز سے پڑھنے سے روکتا۔ اور نہ ہی رکوع اور سجود میں جاتے وقت تکبیریں کہتا۔ تیسر الباری پارہ چوتھا کتاب الصلوٰۃ ص۳ پر ہے کہ عمرو بن سلمہ نماز میں بائیس تکبیریں کہتا۔ اور بخاری پارہ تیسرا کتاب مواقیت الصلوٰۃ ص۱ پر ہے کہ سعد بن سہیل نے عمر بن عبد العزیز خلیفہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ اور انس بن مالک کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ پوچھا یہ کونسی نماز ہے کہا نماز عصر پڑھتی ہے۔ اور اسی طرح رسول اللہ پڑھا کرتے تھے یعنی ظہر اور عصر کا ایک ہی وقت ہے۔

بخاری پارہ سوئم کتاب الاذان۔ باب اتمام التکبیر فی الرکوع مترجمہ مولوی وحید الزمان مطبع احمدی لاہور ص۵۶ پر ہے کہ عمران بن حصین نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی تو کہا ہم کو حضرت نے آج وہ نماز یاد دلائی جو ہم نے آنحضرتؐ کے زمانہ میں پڑھا کرتے تھے۔ پھر کہا کہ حضرت علی علیہ السلام جب سر اٹھاتے اور جب سر جھکاتے تکبیر کہتے۔

سنن ابن ماجہ مترجم جلد اول باب التسلیم ص۱۹۴ پر ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل میں نماز پڑھی تو نذکورہ کلمات کہے۔

البلاغ المبین ص۵۹ ابن ماجہ جلد اول ص۱۹۴ فتوی عبد الحی جلد اول ص۳ نیل الاوطار شوکانی

جلد ششم صہ پر ہے کہ امام مالک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کرتا تھا۔ حاشیہ بخاری مولوی وحید الزمان پارہ ۳ صہ ۸۱
پر ہے کہ ابن قاسم لکھتا ہے۔ کہ امام مالک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتا تھا۔ سنن ابن ماجہ مترجم جلد اول صہ ۲۹۶
اور نیل الاوطار جلد دوئم صہ ۲۰۱ پر ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حسن بصری اور ابراہیم اور ابن مسیب اور ابن
سیرین اور سعید بن جبیر سے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا نقل کیا ہے اور عبد اللہ بن زبیر جب نماز پڑھتا
تو دونوں ہاتھ کھول کر پڑھتا۔

البلاغ المبین جلد اول صہ ۲۸۲ پر ہے کہ اس پر صحاح ستہ اور محدثین کا اتفاق ہے کہ آنحضرت
نماز میں ہر تکبیر کے بعد رفع یدین نہ کرتے۔ بخاری مترجمہ مولوی وحید الزمان کتاب الاذان باب اتمام
التکبیر فی الرکوع پارہ سوئم صہ ۹۵ پر ہے کہ ابوہریرہ نماز میں جب جھکتے اور جب کھڑا ہوتا۔ اور سجدہ میں
جاتا تو تکبیر کہتا۔

ترجمہ موطا صہ ۱۰۱ اور البلاغ المبین صہ ۳۲۸ و صہ ۳۴۹ پر ہے کہ اہلسنت کی دعا قنوت یعنی اللھم ان
نستعینک الخ کو آنحضرت نے نہیں پڑھا۔ بلکہ اسے عمر نے بنایا اور لوگوں نے اس کی پیروی کی۔ البلاغ
المبین صہ ۳۴۱ پر ہے کہ براء بن عازب کہتا ہے کہ آنحضرت صبح اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے
مترجم بخاری مطبوعہ احمدی پارہ چوتھا صہ ۹۱ پر ہے کہ انس بن مالک کہتا ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں
دعائے قنوت صبح اور مغرب کی نماز میں پڑھی جاتی۔

وضو

تفسیر در منثور جلد دوئم صہ ۲۶۲ پر ابن عباس سے روایت ہے کہ لوگوں نے مسح پا سے انکار کیا
اور غسل پا کو جاری کیا۔ حالانکہ میں کتاب خدا میں نہیں پاتا ہوں۔ مگر مسح پا۔

تفسیر کبیر جلد سوئم صہ ۳۷۰ پر ہے کہ اگر ارجلکم کے لام کو زبر دیکر پڑھو۔ تب بھی حکم مسح ہی ثابت
ہوگا۔ کیونکہ جملہ "وامسحوا برؤسکم" اگرچہ مجرور ہے مگر محل نصب میں ہے کیونکہ مفعول وامسحوا
ہے۔ اب اس پر جو ارجلکم کو عطف کیا تو جائز ہے کہ وہ نصب سے پڑھا جائے۔ پس بہر طور مقصود خدا
حکم مسح رجلین ہے نہ کہ غسل قدمین۔

تفسیر کبیر صہ ۳۷۰ پر ہے کہ اس آیہ کا جواب اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ بجز اس کے کہا جائے کہ احادیث
غسل قدمین کے بارہ میں کثرت سے وارد ہیں۔ تفسیر در منثور جلد سوئم صہ ۲۶۳ پر ہے کہ قرآن تو مسح
کے ساتھ اترا۔ اور سنت سے غسل جاری ہوا اور اصحاب رسول نے غسل قدمین پر اجماع کیا۔

اسد الغابہ جلد دوم صفحہ ۲۳۲ پر ہے کہ تمیم بن زید بن عبد اللہ بن زید انصاری نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے وضو فرمایا اور اپنے پاؤں پر پانی پھیر لیا۔

مسند امام احمد حنبل جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۵۹ پر ہے کہ عثمان بن عفان مسح پا کیا کرتا تھا۔ نیز یہ ہے کہ عثمان نے سر اور پاؤں کا مسح کیا۔ اور عثمان نے کہا کہ رسول اللہ یونہی کیا کرتے۔ صفحہ ۹۵ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے مسح پا کیا۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ یونہی کیا کرتے۔ صفحہ ۱۱۴ پر ہے کہ رسول اللہ مسح پا کیا کرتے۔ صفحہ ۱۱۶ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے مسح پا کیا۔ صفحہ ۱۲۰ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے مسح پا کیا۔ صفحہ ۱۲۴ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول صلعم اللہ مسح پا کیا کرتے۔ صفحہ ۳۴ پر ہے کہ سنن دار قطنی نے بروایت رفاعہ بن رافع لکھا ہے کہ ہم لوگ خدمت رسول صلعم میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے وضو کیا۔ آنحضرتؐ نے اس کے وضو کو ناجائز فرمایا۔ اس نے اسی طرح تین دفعہ وضو کیا۔ تب حضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی نماز صحیح نہیں ہو سکتی۔ جب تک وضو درست نہ ہو۔ اور حکم دیا کہ منہ کو دھوئے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو دے اور سر اور پاؤں کا مسح کرے۔

فتح الباری شرح بخاری جزو ۳ مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۱۳ اور بخاری جزو ۲۲ کتاب الاشربہ میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے سر اور پاؤں کا مسح کیا۔ ازالۃ الخفا صفحہ ۹ پر ہے کہ عمر بن خطاب نے فتح حج بعمرہ و مسئلہ غسل قدم و مسئلہ متعہ و مسئلہ صرف میں اقدام کیا۔

مسلم۔ بخاری۔ روضہ۔ فدیہ۔ مجمع البحار میں بروایت عائشہ لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے مسح پا کیا۔ تفسیر درمنثور سیوطی۔ معالم التنزیل بغوی۔ تفسیر صدیق حسن خاں۔ مجمع البحار گجراتی میں ہے کہ ابن عباس مسح پا کرتے تھے۔

تفسیر درمنثور۔ ابن کثیر۔ تفسیر کبیر رازی میں ہے کہ انس بن مالک مسح پا کرتا۔ سنن دار قطنی میں ہے رفاعہ ابن رافع صحابی مسح پا کرتا۔ مسند احمد حنبل میں ہے کہ تمیم بن زید مازنی صحابی مسح پا کرتا۔ اصابہ اور سنن ابو داؤد میں ہے کہ جابر بن عوف صحابی مسح پا کرتا۔

تفسیر کبیر فخر الدین رازی میں امام محمد باقر کا اور تفسیر درمنثور و معالم التنزیل بغوی و گجراتی میں عکرمہ کا اور تفسیر صدیق حسن خاں میں حسن بصری کا اور تفسیر ابن کثیر میں علقمہ کا مسح پا کرنا لکھا ہے۔

کتاب رحمۃ الامۃ صفحہ ۹ برحاشیہ میزان الکبرے شعرانی میں ہے کہ امام احمد حنبل مسح پا کا قائل تھا۔

تفسیر نواب صدیق حسن خاں میں ہے کہ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری مسح پاؤں کا قائل تھا۔

کتاب دراسات اللبیب ملا محمد معین لاہوری میں ہے کہ گردن کا مسح کرنا احادیث صحیحہ اہلسنت

کے خلاف ہے اور نہ اس کی کوئی سند ہے۔ لیکن میں اس کو ترک نہیں کرتا۔ سفر السعادہ مجد الدین فیروز آبادی میں ہے کہ گردن کے مسح میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی۔ شرح طحاوی میں ہے کہ فقیہ ابو جعفر گردن پر مسح اس لئے کیا کرتا۔ کیونکہ ابن عمر ایسا کیا کرتا تھا۔

غسل میّت

مسند احمد حنبل میں ہے کہ آنحضرتؐ کو حضرت علی علیہ السلام نے آب خالص اور آب سدر سے غسل دیا۔ اور تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔

نماز جنازہ

کنز العمال کتاب الشمائل باب دفن النبیؐ میں بروایت امام صادق علیہ السلام لکھا ہے کہ عباس نے آنحضرتؐ کے جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھیں۔

تاریخ الخلفا سیوطی صـ۹۳ فصل اولیات عمر میں ہے کہ عمر پہلا شخص ہے۔ جس نے لوگوں کو نماز جنازہ میں پانچ تکبیروں پر جمع کیا۔ شرح سفر السعادہ صـ۲۳۹ پر ہے کہ مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ وہ پانچ تکبیریں پڑھا کرتا اور کہتا کہ یہی آنحضرتؐ کا معمول تھا۔ ابن مسعود سے منقول ہے کہ اس نے قبیلہ بنی اسد کے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھیں۔ پھر صـ۲۴۳ پر ہے کہ مبسوط حنفیہ میں ہے کہ ابو یوسف پانچ تکبیریں پڑھا کرتا تھا۔ احمد سے روایت ہے کہ ابن عبد اللہ کے نزدیک تین تکبیروں سے کم اور سات سے زیادہ نہ پڑھنا چاہیے۔ اور امام احمد وراثۃً ابو حنیفہ سے اور اس نے حماد سے اور اس نے ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسولؐ پانچ تکبیریں پڑھا کرتے۔ مگر عمر نے چار کا حکم دیدیا۔ تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ عمر نے چار تکبیر کا حکم دیا۔

عاشورا

فتح الباری جزو ثامن جلد ۲ صـ۲۱۳ پر ہے کہ عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا۔ جب روزہ رمضان واجب ہوا۔ تو جس کا جی چاہتا رکھتا۔ جس کا جی چاہتا روزہ نہ رکھتا۔ پھر لکھا ہے کہ چونکہ قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اسلئے رسول اللہؐ بھی زمانہ جاہلیت میں روزہ رکھتے تھے جب مدینہ تشریف لائے تو خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ

رکھنے کا حکم دیا جب روزہ رمضان فرض ہوا تو وہ روزہ چھوڑ دیا گیا اب جو چاہے رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ بخاری کتاب الصوم صفحہ ۲۶۹ پر ہے کہ آنحضرت نے ایک دفعہ یوم عاشورہ روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا جب رمضان کا روزہ واجب ہوا تو اس کو چھوڑ دیا۔ عبد اللہ بن عمر اس روز کا روزہ (عاشورہ کا روزہ) نہ رکھتا تھا۔

بخاری میں ہے کہ جس سال معویہ نے حج کیا تو منبر رسول پر جا کر یوم عاشورہ کہا کہ اے اہل مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء کہ رسول اللہ سے ہم نے سنا ہے۔ یہ روز عاشورہ ہے خدا نے اس کا روزہ تم پر واجب نہیں کیا۔ ہم روزہ سے ہیں جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے افطار کرے۔

فتح الباری صفحہ ۲۱۲ پر ہے۔ "فیوم عاشورہ ھو العاشر وقیل ھو الیوم التاسع" یعنی کوئی کہتا ہے کہ یوم عاشورہ ۱۰ کو ہے اور کوئی کہتا ہے ۹ کو ہے عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۳۴۶ پر ہے۔ کہ اختلف الصحابۃ فیہ ھل ھو الیوم او الیوم العاشر او الیوم الحادی عشر یعنی صحابہ میں اختلاف ہے کہ یوم عاشورہ ۹ محرم ہے یا ۱۰ یا ۱۱ امام حاکم کا قول ہے کہ یوم عاشورہ کے روزہ والی حدیث قاتلان امام حسین علیہ السلام نے وضع کی ہے۔

شیعوں کی کتاب فروع کافی حصہ اول مطبوعہ نولکشور (یہ شیعوں کی کتاب ہے) میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے روز عاشورہ کے متعلق دریافت کیا گیا حضرت نے فرمایا۔ یہ روزہ متروک ہے بسبب نزول حکم روزہ ماہ رمضان اور جو حکم متروک ہو گیا اس کا عمل میں لانا بدعت ہے۔

مدخل علامہ ابن الحاج سنی صفحہ ۲۹۰ جلد سوئم میں ہے کہ مصری سنی عورتیں عاشورہ کے دن بہ کمال زیب و زینت لباس فاخرہ پہنے ہوئے اور زیورات سے آراستہ ہو کر جامع عتیق میں جاتی ہیں اور اپنے ننگے بدنوں کو منبر اور دیواروں سے مس کرتی ہیں۔ وہاں مرد کوئی نہیں ہوتا۔

پھر صفحہ ۲۹۲ پر ہے کہ منجملہ ان بدعات کے جو سنی عورتوں نے ایجاد کی ہیں۔ مہندی لگانا ہے۔ اور جو اس روز مہندی نہ لگائے اس نے روز عاشورہ کا حق ادا ہی نہیں کیا۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر صفحہ ۳۴۶ جلد چھ سطر ۱ پر ہے کہ محمد بن النضر نے کتاب الصلوٰۃ میں ابی عثمان سے روایت کی ہے کہ لوگ تین عشروں کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے یعنی ذوالحجہ اور محرم کا پہلا عشرہ اور رمضان کا آخری عشرہ۔

تورات کتاب احبار باب ۲۳ آیت ۲۰ تا ۲۷ میں ہے کہ ساتویں مہینے (عربی مہینوں کے حساب سے محرم) کی دسویں تاریخ مغفرت کا دن ہے اس دن اپنے آپ کو غمزدہ بناؤ قربانیاں دو اور کوئی

دنیاوی کام نہ کرو۔ ورنہ دین الٰہی سے خارج ہو جاؤ گے اور عذاب دیئے جاؤ گے۔

مدخل امام ابن الحاج جلد سوم صفحہ ۲۳۳ پر ہے کہ عید الفطر۔ عید الضحیٰ اور عاشورہ شرعی مراسم میں یعنی دونوں عیدوں میں خوشی کی جاوے۔ اور عاشورہ کو نوحہ و بکا کیا جاوے۔

گریہ و بکا

تفسیر محمدی منزل دوئم پارہ چھ سورہ مائدہ رکوع ۵ برحاشیہ اور روضۃ الصفا میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ حضرت ہابیل کی شہادت پر حضرت آدمؑ نے عبرانی زبان میں مرثیہ نظم کیا۔ اس دن اور اور ہر سال کے اسی دن حضرت مرثیہ پڑھا کرتے۔ خود روتے اور دوسروں کو رلاتے۔ اور اپنی اولاد وصیت کی کہ یہی معمول رکھیں۔

اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۲۰ کتاب الرقاق فصل اول میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم جانو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت روتے رہو۔ اور بہت کم ہنسو کیونکہ رونا گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے۔

تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۵ صفحہ ۱۶۷ پر بروایت عائشہ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ ایک روز مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اصحاب ہنس رہے ہیں۔ آنحضرتؐ یہ دیکھ کر ردا کھینچے ہوتے اس حالت میں کہ آپ کا چہرہ سرخ تھا اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم ہنستے ہو۔ حالانکہ ابھی تک خدا کیطرف تم کو بیان نہیں ملا ہے کہ اس نے تم کو بخشدیا ہے اصحاب نے عرض کیا پھر اس کا کفارہ فرمایئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جس قدر ہنس چکے ہو اسی قدر گریہ کرو۔

مدارج النبوۃ صفحہ ۱۹۹ پر ہے کہ جب اذا جاء نصر اللہ والفتح کا نزول ہوا تو آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ کو بلایا اور اپنی موت کی خبر دی۔ جناب فاطمہؑ نے گریہ فرمایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے اہلبیتؑ میں اول تم ہی ملاقی ہو گی پس جناب فاطمہؑ نے خندہ فرمایا۔

مشکواۃ جلد دوئم صفحہ ۱۸۱ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی موت پر رونا شروع کیا۔ تو عبد الرحمان بن عوف نے کہا آپ روتے ہیں حضرتؐ نے فرمایا رونا رحمت ہے یہ کہکر آنحضرتؐ نے پھر رونا شروع کر دیا اور فرمایا آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے۔ مشکواۃ جلد دوم صفحہ ۱۸۲ پر ہے کہ آنحضرت ایک لڑکے کا حال دیکھ کر رونے تو سعد نے کہا یا حضرتؐ یہ کیا حضرتؐ نے فرمایا یہ رحمت ہے جسے خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالا ہے خدا اسی بندہ پر رحم کرتا ہے جو رحیم ہوتا ہے مشکواۃ

میں ہے کہ آنحضرتؐ نے سعد بن عبادہ پر گریہ کیا۔ قوم نے جب حضرتؐ کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے حضرتؐ نے فرمایا کیا تم نہیں سنتے ہو کہ خدا آنسو بہانے پر عذاب نہیں کرتا اور نہ ہی دل کے غمگین ہونے پر۔
ازالۃ الخفاء صد ۹۹ پر ہے کہ عمر بن خطاب نے جب نعمان بن مقرن کی موت کی خبر سنی تو سر پر ہاتھ رکھ کر رونے لگا۔
بخاری جلد اول صد ۱۷۵ پر بروایت ابن عمر لکھا ہے کہ ایک دن رسول اللہؐ سعد بن عبادہ کی عیادت کو تشریف لے گئے اور انکی حالت معلوم کر کے رونے لگے۔ اسی حدیث کے بعد بخاری لکھتا ہے کہ عمر بن خطاب میت پر رونے والوں کو لکڑی اور پتھر سے مارتا تھا۔ اور ان کے منہ میں خاک بھرتا تھا۔
اغاثۃ اللہفان صد ۱۸۱ پر مسند عمر مولفہ حافظ ابوبکر اسمعیلی سے یہ روایت منقول ہے۔ عمر بن خطاب کہا کرتا کہ میں کسی بات پر اسقدر شرمندہ نہیں ہوں جتنا تین باتوں پر ہوں۔ اے کاش! میں نے تین طلاقوں کو حرام نہ کیا ہوتا۔ غلاموں کا نکاح نہ کیا ہوتا اور متوفی کے رونیوالوں کو قتل نہ کیا ہوتا۔
تذکرۃ اولیا صد ۱۹۹ پر سفیان ثوری کا قول درج ہے کہ اگر سال بھر میں آنکھوں سے خدا کے خوف سے ایک قطرہ بھی نکلے تو بہت ہے اور صد ۵۲ پر ہے کہ رابعہ بصری ہمیشہ رویا کرتی تھی اور صد ۲۰ پر ہے کہ حسن بصری حجرہ کے اوپر اتنا روتا کہ پانی کی گذرگاہ سے آنسو کا پانی جاری ہو جاتا اور صد ۱۱۸ پر ہے کہ بایزید بسطامی کی ماں اپنے بیٹے کے فراق میں اس قدر روئی کہ آنکھوں میں خلل آگیا اور اس کی پشت خم ہو گئی
انیس الواعظین صد ۹۹ پر ہے کہ حضرت شعیبؑ دس برس تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ اندھے ہو گئے۔
کتاب مغازی امام واقدی فتوح شام صد ۸۰ پر ہے کہ غزوہ احد کے دن عورتوں نے گریہ کیا اور صف ماتم بچھائی۔ جابر نے کہا کہ آج نئی شریعت پیدا ہو گئی۔ آنحضرتؐ نے عورتوں کا گریہ سن کر خود گریہ فرمایا۔ اور عورتوں کو رونے سے منع نہ کیا۔
تاریخ اخبار الدول و آثار الدول صد ۹۲ پر ہے کہ حضرت فاطمہؑ رسول اللہؐ کی قبر پر گریہ کرتیں اور آنحضرتؐ کو پکار پکار کر نوحہ کرتیں نیز لکھا ہے کہ عائشہ وفات رسولؐ کے وقت نوحہ کرتی اور کہتی کہ ہائے وہ فوت ہو گیا جس نے جو کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی۔ اور تخت چھوڑ کر بوریا قبول کیا اور خوف خدا سے راتوں کو نہ سویا۔
جامع الکبیر سیوطی میں ہے کہ جب ابوبکر مرا تو عائشہ نے اس پر نوحہ قائم کیا۔ روضۃ احباب میں ہے کہ جب عمر کو حجرہ رسولؐ میں دفن کرنے لگے۔ اور عائشہ نے جازت دے دی۔

تو عائشہ نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے اور کہا وائے محمدؐ۔ وائے ابوبکرؓ۔ آج تمہارا دوست عمر تمہاری زیارت کو آیا ہے۔ اور رخصت داخلہ چاہتا ہے۔ عائشہ کا یہ کہنا تھا کہ اہل مدینہ سے یک بار آواز گریہ بلند ہوئی۔ اور زمین و زماں میں زلزلہ بپا ہوا

تنویر الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمان مولفہ مولوی عبدالحکیم صـ۱۹ پر ہے کہ حضرت بلالؓ نے جب نبیؐ کی زیارت کی تو گریہ کیا۔ اور آنحضرتؐ کی قبر پر اپنا ماتھا ٹیکتا تھا۔ اور جناب فاطمہؑ نے جب آنحضرتؐ کو قبر میں رکھا گیا۔ تو قبر سے مٹھی میں مٹی اٹھائی اور اپنی آنکھوں پر رکھی اور گریہ و بکا کیا

استیعاب صـ۴۵۰ پر ہے کہ خالد بن ولید بن مغیرہ کی موت پر مغیرہ کی اولاد سے جتنی عورتیں تھیں ان تمام نے اپنے سر کے بال منڈوا کر خالد کی قبر پر چڑھائے۔

مدارج النبوت صـ۸۸۹ اور کتاب ماثبت بالسنۃ صـ۱۹ پر ہے کہ رسول اللہ کی وفات پر اہلبیتؑ نے و اصحاب عظام نے مرثیے نظم کئے اور بعض اصحاب روتے روتے نابینا ہو گئے۔

مدارج النبوت صـ۸۳ پر ہے کہ ایک عورت نے عائشہ سے کہا کہ رسول اللہ کو مجھے دیکھ لینے دے چنانچہ اس عورت نے چیخ ماری اور جان بحق ہو گئی۔ الفاروق شبلی میں ہے کہ ایک عورت کے چار دل بیٹے جنگ میں مارے گئے تھے وہ بہت روئی اور پیٹتی۔ عمر نے اس کی تعزیت کی اور ان کی تنخواہیں اس عورت کے نام جاری کر دیں۔ شرح ابن ابی الحدید جلد ۱۲ میں تاریخ طبری سے نقل کیا گیا ہے کہ عمر کی وفات پر اس کی عورتیں۔ واعمراہ۔ واعمراہ کہہ کر بلند آواز سے روتی تھیں۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات پر عائشہ اور ام سلمہ نے بہت گریہ کیا۔ مدارج النبوت صـ۸ روضۃ الصفا جلد اول صـ۱۱ تفسیر خازن صـ۵۰ پر ہے کہ حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت شعیبؑ اور حضرت ابراہیمؑ گریہ فرمایا کرتے۔

روضۃ الصفا جلد اول و دوئم میں ہے کہ آنحضرتؐ نے امیر حمزہؓ اور حضرت ابو طالبؑ اور حضرت خدیجہؑ کی وفات پر گریہ فرمایا۔ روضۃ الاحباب صـ۵۷۱ پر ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات پر ازواجِ نبیؐ اہلبیت محمدؐ۔ اور اصحاب رسولؐ نے بہت گریہ کیا۔

تفسیر خازن جزو اول صـ۵۰۴ پر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے ہابیل کی شہادت پر گریہ و بکا فرمایا روضۃ الاحباب جلد اول صـ۵۷۸ پر ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد آنحضرتؐ کا موذن بلالؓ ملک شام کو چلا گیا کچھ مدت کے بعد مدینہ آیا اور اذان دی تو اس نے اور دیگر صحابہ نے بہ شدت گریہ کیا

اور ص١٦٥ پر ہے کہ وفات آنحضرتؐ پر ملک الموت نے گریہ کیا۔

روضۃ الاحباب جلد اول ص١٦٥ پر ہے کہ وفات رسول اللہؐ پر آسمان سے رونے کی آواز آئی۔
کتاب ماثبت بالسنۃ مطبع محمدی لاہور مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی ص٣٤ پر ہے کہ وفات رسول اللہؐ پر بلالؓ نے گریہ بکا کیا اور مرثیہ کہا۔

امام عابدؑ کا تمام عمر ہی یہ وطیرہ رہا کہ کھانا دیکھتے تو روتے اور پانی دیکھتے تو روتے۔ امام صادقؑ کی یہ حالت رہی کہ صبح کسی نے امام حسین علیہ السلام کا نام لیا تو تمام روز رونے میں گذار دیا۔ امام کاظم علیہ السلام کی یہ حالت تھی کہ محرم کا چاند دیکھ کر محرم کے گذرنے تک روتے رہتے اور نہ ہنستے۔ امام رضا علیہ السلام مرثیہ پڑھنے کا حکم دیتے اور ایک پردہ تان کر اہلبیت کو پیچھے بٹھاتے اور روتے روتے غش کھا جاتے۔ غرض امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر انبیاءؑ روئے۔ آئمہؑ روئے۔ ملائکہ روئے۔ جنات روئے۔ ارض و سماء روئے نباتات و جمادات روئے۔ بلکہ اکثر اہل ہنود ہر سال عزاداری کرتے ہیں اور مہاراجہ صاحب گوالیار تو عزاداری میں زر کثیر ہر سال خرچ کرتے ہیں۔

روضۃ الشہداء ص١٨٢ پر ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ بہ حکم خدا مبارکباد دینے اور ازاں بعد تعزیت پہنچانے آئے۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ اسی حلق پر جس پر بوسہ آپ دیتے ہیں تیغ چلے گی جب کہ نہ آپ ہوں گے نہ حضرت علیؑ نہ امام حسنؑ اور نہ جناب فاطمہؑ۔ اس پر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ نے گریہ فرمایا۔ پھر جناب فاطمہؑ نے فرمایا۔ پھر میرے مظلوم اور بے کس بیٹے کی تعزیت کون بجا لائے گا۔ ہاتف نے آواز دی کہ محبان حسینؑ اس تعزیت کو تا قیامت جاری رکھیں گے۔

تاریخ طبری ص٦٥٣ پر ہے کہ حضرت ابن عباس نے "والفجر ولیال عشر" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس فجر سے مراد فجر محرم ہے۔ تفسیر کبیر جلد ٨ ص٦٥ پر ہے کہ مراد اس فجر سے محرم ہے جس کی قسم خدا اس وجہ سے کھائی اور وہ سنہ کا پہلا روز ہے اور حدیث میں ہے کہ سب سے بزرگ مہینہ خدا کے نزدیک محرم ہے اور ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ سال کی پہلی صبح ہے لہذہ تمام ماہ محرم کو فجر قرار دیا۔

مشکواۃ جلد دوم ص١٨٤ پر ہے کہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آل محمدؐ میں سے ایک کی موت ہوئی عورتیں جمع ہو کر رونے لگیں۔ تو عمر نے انکو منع کرنا شروع کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا! اے عمر چھوڑ دے انکو کہ آنکھ روتی ہے دل مصیبت زدہ ہے اور زمانہ قریب ہے ابن عباس سے روایت ہے کہ جب زینب بنت رسولؐ نے وفات کی تو عورتیں رونے لگیں۔ عمر نے ان کو ڈانٹا اور کوڑے مارنا شروع کیا آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھوں سے عمر کو ہٹایا۔

شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری جلد پنجم ص۱۹۰ پر ہے کہ فرمایا حسنؑ بن علیؑ نے کہ جس شخص کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بھی ہماری مصیبت میں نکلے گا خداوند عالم اس کو جنت عطا کریگا۔

مسلم میں سورہ دخان آیہ نمبر ۲۹ "فما بکت علیھم السماء والارض" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر آسمان بھی رویا اور آسمان کا رونا اس کا سرخ ہو جانا ہے اور اسی کی مؤید وہ روایت ہے جو علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ ص۱۱۶ میں لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا گذر کربلا سے ہوا تو جب قبر حسینؑ پر پہنچے تو فرمایا۔ یہی ہمارے اونٹوں کے بٹھانے اور اسباب رکھنے کی جگہ ہے۔ اور یہی ہمارے خون بہنے کی جگہ ہے۔ رسولؐ کے اہلبیت میں سے کچھ لوگ اسی میدان میں قتل کئے جائیں گے جن پر آسمان بھی روئے گا۔ اور زمین بھی روئے گی۔

مشکوٰۃ ص۱۳۲ سر الشہادتین ص۳۳ اور صواعق محرقہ ص۱۹۰ اور ارجح المطالب ص۲۲۳ پر ہے کہ حضرت ام سلمہ زوجہ رسولؐ نے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کی داڑھی اور سر مبارک میں خاک پڑی ہے۔ ام سلمہ نے سبب پوچھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ آج میرا بیٹا حسینؑ شہید کیا گیا ہے۔

دلائل النبوت بیہقی اور ترمذی اور مشکوٰۃ جلد ہشتم ص۱۴۰ اور مسند احمد حنبل جلد اول ص۲۴۳ میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ میں نے بوقت دوپہر سویا میں دیکھا کہ حضرتؐ کے سر کے بال پریشاں اور گرد آلود ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ میں ایک خون سے بھری ہوئی شیشی ہے جب میں نے سبب دریافت کیا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ حسینؑ کے غم میں نڈھال ہوں اور یہ خون میرے حسینؑ اور کربلا کے شہیدوں کا ہے۔

مشکوٰۃ جلد ۸ ص۱۳۵ اور شرح سر الشہادتین ص۱۲ میں ام فضل بنت حارث سے منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو حضرتؐ نے گود میں اٹھایا اور بہت روئے سبب پوچھا گیا تو فرمایا۔ جبرئیلؑ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ میری امت کے ہاتھ سے شہید ہوگا۔ اور یہ سرخ مٹی جو میرے ہاتھ میں ہے مقتل حسینؑ کی ہے۔

معارج النبوۃ مطبوعہ نول کشور جلد اول ص۳۵ پر ہے کہ جب ابراہیم خلیل اللہ اسمٰعیل کے ذبح کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو خدا کی طرف سے خطاب ہوا کہ اے ابراہیم تو سب سے زیادہ دوست کس کو رکھتا ہے عرض کیا محمدؐ رسول خدا کو خطاب ہوا کہ اوپر کی طرف دیکھو ابراہیم نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ واقع کربلا ہو رہا ہے ابراہیم نے بے اختیار گریہ و بکا فرمایا خطاب ہوا کہ تیرے اس ذبح کو ہم نے ذبح حسینؑ کے بدلے بدل دیا۔

صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۱۲۳ پر ہے کہ خدا نے رسول اللہ سے فرمایا کہ یحییٰ بن زکریا کے قتل پر میں نے ستر ہزار اشخاص کو قتل کیا۔ اسی طرح تیرے حسینؑ کے قتل پر ستر ہزار کو اور پھر ستر ہزار کو قتل

رودنگا۔ یعنی بیشمار کفار کو قتل کرونگا

غنیۃ الطالبین فصل عاشورہ میں ہے کہ قبر حسینؑ پر ستر ہزار فرشتے اترے جو قیامت تک روتے رہیں گے شاہ عبد العزیز دہلوی نے ام سلمہ اور جابر بن حضرمی اور حبیب بن ثاقب سے روایت کی ہے کہ جنات کو حسینؑ پر نوحے پڑھتے سنا۔ مولوی حسن پھلواڑی حنفی نے رسالہ غم حسینؑ میں لکھا ہے کہ بابا فرید شکر گنج اور مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری اور سید اشرف جہانگیری اور سید محمد بندہ نواز اور شیخ مجد شیبانی اور سید عبد الرزاق بانسوی عزاداری حسینؑ کیا کرتے تھے۔

کافی الکفایت میں ہے کہ امام شافعی خود مرثیہ بناتا اور اسے پڑھتا تھا حافظ جلال الدین زندنی مدنی نے کتاب معراج الوصول میں شافعی کا نظم کردہ مرثیہ لکھا ہے جس کے دو شعر درج ذیل ہیں

فمن یبلغن عنی الحسین رسالۃ — وان کرہتہا انفسی و قلوب

قتیل بلا جرم کان قمیصہ — صبیغ بما دالا رجوان خضیب

مولوی حسن میاں پھلواڑی نے رسالہ غم حسینؑ میں لکھا ہے کہ بابا فرید نے ذکر شہادت حسینؑ کرتے ہوئے اپنا سر پتھر سے مارا اور شہید ہو گئے اور ہمیشہ بروز عاشورہ ذکر شہادت حسین کرتے ہوئے وا حسینا کا نعرہ لگاتے اور بیہوش ہو جایا کرتے تھے۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی ہمیشہ رسم عزاداری برپا کیا کرتا۔ اور لباس فاخرہ محرم کے عشرہ میں پہننا ترک کر دیتا اور اسباب عیش و طرب سے باز رہا کرتا۔ علاؤ الحق پنڈوی اور سید محمد بندہ نواز گیسو دراز محرم کے دس روز میں گریہ و بکا کرتے

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ شیخ امجد شیبانی اور بزرگان کا معمول تھا کہ بروز عاشورہ طعام وغیرہ سادات کے گھر لیکر لے جاتے اور گریہ زاری کرتے اور دہلی کے اطراف میں قدیم سے یہ دستور ہے کہ عورتیں سادات کے گھروں میں جمع ہو کر حسین علیہ السلام پر گریہ و بکا کیا کرتی رہیں۔

ینابیع المودۃ ص۲۷۸ پر ہے کہ زہری نے کہا جب حسن البصری کو قتل حسین علیہ السلام کی خبر پہنچی تو وہ بہت رویا۔

ذکر الشہادتین مولفہ مولوی احمد خاں صوفی ص۱۰۳ پر ہے کہ امام زین العابدین بن حسینؑ تمام عمر کثرت سے گریہ فرمایا کرتے تھے۔ ینابیع المودۃ ص۳۲۷ پر ہے کہ واقدی کہتا ہے کہ جب اہلبیت حسین مدینہ میں واپس آئے تو تمام اہل مدینہ روتے اور چلاتے باہر نکلے اور اس وقت حضرت زینبؑ نے بال پریشان کئے۔

ہوئے تھے اور وائے حسینا کا نعرہ فرماتی تھیں۔

ذکر الشہادتین صفحہ ۹۸ پر ہے کہ جب اہلبیت رسولؐ وارد دمشق ہوئے تو امام عابد نے منبر مسجد پر بروز جمعہ خطبہ فرمایا۔ جس میں فضائل اہلبیتؑ اور مصائب کربلا کا ذکر کیا۔ جس سے مسجد میں گریہ و بکا کا کہرام برپا ہو گیا۔

فتاویٰ عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۱۰۱ پر شاہ عبدالعزیز دہلوی نے لکھا ہے کہ میرا یہ معمول ہے کہ میں اپنے گھر میں مجالس سید الشہداء برپا کرتا ہوں۔ قریباً ایک ہزار اشخاص کا ہجوم ہو جاتا ہے۔ میں خود مصائب امام بیان کرتا ہوں۔ کوئی اور خوش الحان شخص سلام یا مرثیہ بھی پڑھتا ہے۔ مجھے رقت طاری ہوتی ہے۔ بعد اختتام مجلس شیرینی تقسیم کیا کرتا ہوں

تاریخ کامل جلد چہارم صفحہ ۳۰ پر ہے کہ شہادت حسین علیہ السلام سے تین مہینہ تک جب آفتاب نکلتا تو تمام در و دیوار خون آلودہ ہوتے۔ تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۳۴ پر ہے کہ زجر بن قیس نے یزید کے سامنے واقعہ کربلا بیان کر کے کہا۔ کہ شہدا کے بدن برہنہ ہیں۔ کپڑے خاک آلودہ ہیں۔ رخسارے خاک میں اٹے ہوئے ہیں۔ آفتاب ان کو جلا رہا ہے وغیرہ یہ سنکر یزید کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

امام احمد حنبل نے مسند میں لکھا ہے کہ جو شخص شہادت حسین علیہ السلام پر روئے اور اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکلے یا قطرہ ٹپکے۔ تو خدا اس کو جنت میں جگہ دے گا۔

سر الشہادتین شاہ عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۳۵ صواعق محرقہ ابن حجر صفحہ ۱۱۶ حیوٰۃ الحیوان دمیری مروج الذہب مسعودی۔ ارجح المطالب باب سوئم صفحہ ۴۴۳ تاریخ الخلفا علامہ سیوطی میں ہے شہادت حسینؑ پر جنات نے مدینہ سے باہر اور مکہ اور مدینہ کے درمیان اور کوفہ و دمشق کی راہ میں مرثیہ خوانی اور نوحہ خوانی کی۔

مسلم اور کتاب ماثبت بالسنۃ میں ہے کہ شہادت حسینؑ پر آسمان رو دیا۔

ناسخ التواریخ صفحہ ۱۵۴ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ ہماری امت عزاداری حسین علیہ السلام کی ہر سال تجدید کریگی۔ اور جو مومن مصائب حسین علیہ السلام پر روئے گا وہ قیامت کے دن شادان و فرحاں محشور ہوگا۔

صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۵ پر ہے کہ جبرئیل نے آنحضرتؐ کو وہ خاک دکھائی۔ جس سرزمین پر امام حسین علیہ السلام اور خبر دی کہ جس روز امام حسینؑ شہید ہوں گے اس روز یہ مٹی خون ہو جائیگی۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ اس مٹی کو شیشہ میں رکھا اور وہ مٹی بروز شہادت خون ہو گئی۔ یہی واقعہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۹ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ۔ رسالہ بلاء المبین صفحہ ۱۵ معجم امام بغوی۔ معجم کبیر امام طبرانی جذب القلوب

الی دیار المحبوب۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ طبقات ابن سعد۔ ترمذی۔ مسند امام احمد حنبل۔ سنن امام بیہقی۔ شواہد النبوت ملا جامی۔ تذکرہ امام قرطبی۔ سر الشہادتین۔ مستدرک امام حاکم۔ منہج مکیہ۔ شرح قصیدہ ہمزہ۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ فتوحات اعثم کوفی وغیرہ میں بھی مرقوم ہے۔

نیز اکابر محدثین و مفسرین مثل ابن ابی شیبہ۔ عبداللہ بن حمید کشی۔ ابو داؤد۔ عبدالرزاق۔ طبرانی۔ ابونعیم۔ ابو یعلیٰ۔ ابن عساکر۔ خطیب۔ ابن تیمیہ۔ ابن القیم۔ نووی۔ سبکی۔ ابن سبکی۔ قاضی عیاض۔ ابو زرعہ۔ ابن عربی۔ ذہبی۔ مزی۔ ابن اثیر۔ ابن حجر عسقلانی۔ عینی۔ سخاوی۔ شعرانی۔ سیوطی۔ سمہودی۔ ملا علی متقی۔ شاہ ولی اللہ۔ شاہ عبدالعزیز وغیرہ نے بروایت علیؑ و حسینؑ بن علیؑ و ابن عباسؓ و انسؓ و عائشہؓ و ام سلمہؓ و زینب بنت جحش و ام الفضل واقعہ بالا کو صحیح تسلیم کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ مٹی بروز عاشورہ سرخ ہو گئی تھی۔

مجمع البحرین میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے ایک گھوڑا مرتجز نامی ایک اعرابی حارث سے خریدا تو امام حسین علیہ السلام اس گھوڑے کو اکثر غور سے دیکھا کرتے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا اے بیٹا۔ کیا بیٹا اس پر سواری کرنا چاہتے ہو۔ عرض کی۔ اے نانا۔ ہاں۔ امام حسین علیہ السلام اس وقت گھٹنوں کے بل چل پھر سکتے تھے اور بہت کم سن تھے۔ آنحضرتؐ نے گھوڑے کو زین اور لگام سے آراستہ کیا۔ جب امام حسین علیہ السلام گھوڑے کی طرف سواری کے لئے بڑھے تو گھوڑا خود بخود نیچے بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر اصحاب رسولؐ بہت خوش ہوئے۔ مگر آنحضرتؐ نے گریہ فرمانا شروع کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا یہی فرزند کربلا میں زخموں سے چور ہے اور نیزوں سے گھائل ہو کر قریب ہے کہ اسی گھوڑے کی پیٹھ سے منہ کے بل گر پڑے مگر یہ گھوڑا بیٹھ گیا ہے اور حسینؑ زمین پر اتر آئے ہیں۔ اس پر تمام اصحاب نے گریہ کیا۔

ناظرین! جب رونا بحکم خدا اور رسولؐ جائز ہوا تو وہ چیز جو رلانے کی محرک ہو یقیناً جائز ہو گی۔ چنانچہ جناب فاطمہؑ آنحضرتؐ کا لباس دیکھ دیکھ کر گریہ فرمائیں۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی اشیاء دیکھ کر گریہ فرماتے۔ حضرت داؤدؑ حضرت ساولؑ کے سر کا تاج اور بازو بند دیکھتے تو رو دیا کرتے۔ حضرت الیشعؑ حضرت ایلیا کی چادر دیکھ کر گریہ فرماتے۔ یہی تعزیہ اور ذوالجناح اور علم سے مقصود ہے۔

توراۃ قرأت ۲۳ میں ہے کہ حضرت سارہ کی وفات پر حضرت ابراہیم نے نوحہ کیا اور رو کر مرثیہ پڑھا۔ قرآن شریف میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں فراق یوسفؑ میں رو رو کر سفید ہو گئیں۔

توراۃ میں ہے کہ جب یوسف کے بھائیوں نے یعقوبؑ کو یوسف کا خون آلود کرتہ دیا۔ اور کہا کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ تو یعقوب نے اپنا لباس چاک کر ڈالا۔ اور بدن پر ٹاٹ لپیٹ لیا اور بہت

دراز تک گریہ و بکا میں مصروف رہے اور فرماتے کہ میں تو قبر میں بھی محزون و مغموم جاؤں گا۔

توریت سفر پنجم میں ہے کہ موسیٰؑ کی موت پر یوشعؑ نے بنی اسرائیل کیساتھ تیس دن تک میدان موآب میں ماتم کیا۔ توریت سفر چہارم میں ہے کہ ہارونؑ کی موت پر موسیٰؑ نے تیس دن تک بنی اسرائیل کیساتھ ماتم کیا۔ کتاب دوئم سموئیل درس ۱۹ تا ۲۰ میں ہے کہ داؤدؑ نے سموئیل کی وفات پر نوحہ کیا اور مرثیہ کہا

مدارج النبوت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت حمزہؓ کی شہادت پر گریہ کیا۔ تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے اسیران بدر پر گریہ کیا۔

جرمنی کا علامہ مسٹر میسو ماربن لکھتا ہے کہ شریعت محمدیؐ کی حفاظت اور اسلام کی نشوونما کا راز شہادت حسینؑ میں مضمر ہے۔ اس جرمن رائے کی تائید معین الدین اجمیری نے بھی ذیل کی رباعی سے کی ہے۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

ارجح المطالب باب سوئم صفحہ ۳ اور مسند احمد جزو اول صفحہ ۸۵ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کربلا سے گزرتے ہوئے امام حسین علیہ السلام پر گریہ فرمایا۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۴۲ اور نور العین فی مشہد الحسین صفحہ ۳ پر ہے۔ کہ جب امام حسین علیہ السلام نے کوفہ کی طرف کوچ کیا تو تمام اہالیان مدینہ و مکہ اور ابن عباس و محمد ابن حنفیہ و دیگر صحابہ نے گریہ کیا۔

روضۃ الشہداء صفحہ اور کنز الغرائب میں ہے کہ جب کشتی نوحؑ میدان کربلا میں پہنچی تو چلنے سے رک گئی۔ نوحؑ نے عرض کی خدایا یہ کیا جگہ ہے ارشاد ہوا کہ اس مقام پر اہلبیت محمدؐ کی کشتی غرق خون ہوگی

مواہب لدنیہ میں ہے کہ ایک دن امام زین العابدینؑ نے امام حسین علیہ السلام کی مصیبتوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنا عمامہ سر سے اتار دیا۔ اور گریبان پھاڑ ڈالا۔ سبط ابن جوزی لکھتا ہے کہ جب سیبایہ شاعر نے کربلا پہنچ کر ایک مرثیہ نظم کر کے گریہ و بکا کیا اور سو گیا تو آنحضرتؐ نے اس کو خواب میں فرمایا کہ اے سیبایہ اس الفت حسینؑ کے باعث تیرا نام شہدائے کربلا میں لکھ لیا گیا ہے۔

مناقب صفحہ ۱۳۲ پر ہے کہ امام حسن عسکریؑ اپنے والد بزرگوار امام علی النقیؑ کے جنازہ کے ساتھ اس طرح تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کا گریبان چاک تھا۔ اس پر ابو عون ابرش نے اعتراض کیا اور پھر ایک خط بھی اعتراض آمیز حضرتؑ کو بھیجا۔ حضرتؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے انتقال پر گریبان چاک کیا تھا۔ اسی خط میں حضرتؑ نے یہ بھی لکھا کہ اے ابو عون تیرے مرنے سے پہلے تیری تکفیر کی جائے گی۔ اور تیری عقل زائل ہو جائیگی۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ایسا ہی ہوا

اور ابوعون کو اس کے اپنے بیٹے نے ایک مکان میں بند کر دیا۔ کہ کسی کو اس کے پاس تک نہ جانے دیتا صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۱۱۷ پر ہے کہ بروز قتل حسینؑ آسمان سیاہ ہو گیا۔ آسمان نے ماتمی لباس پہن لیا۔ دن کو ستارے نظر آنے لگے۔ قدرت کی آنکھ سے غیض و غضب کے شعلے نکلنے شروع ہو گئے اگر زمین سے پتھر اٹھایا جاتا تو اس کے نیچے تازہ خون جوش مارتا۔ آفتاب کو گہن لگا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ قیامت بپا ہو گئی۔ آسمان سے تازہ خون برسا جس کا اثر کپڑوں پر مدتوں قائم رہا یہاں تک کہ کپڑا پھٹ گیا مگر نشان خون نہ مٹا آسمان سرخی شفق کی صورت میں رہ دیا۔ ابن الجوزی نے کہا کہ حضرت عباسؓ جو جنگ بدر میں قید ہو کر لشکر اسلام میں لائے گئے تو ان کی آواز گریہ و بکا نے حضرتؐ کو سونے نہ دیا۔ تو امام حسین علیہ السلام کے مصائب کی وجہ سے حضرتؐ کے دل پر کیا گذرا ہو گا۔ حضرت حمزہؓ کا قاتل جب اسلام لایا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ سے اپنا منہ چھپا لے۔ میں اپنے دوستوں کے قاتل کا منہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ حالانکہ اسلام نے قبل اسلام کے تمام امور کو مٹا دیا ہے تو پھر کیا حال ہو گا آنحضرتؐ کے دل کا اس شخص کی نسبت جس نے امام حسین علیہ السلام کو ذبح کیا۔ اور ان کے اہل حرم کو اسیر کیا اور ان کو شتران بے کجاوہ عماری پر سوار کیا۔

ابن تیمیہ جیسا عالم بے مثل لکھتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے اہل حرم کو نہ کسی نے اسیر کیا اور نہ ہی ان کو دربدر پھرایا گیا۔ کیونکہ بنی ہاشم کو مسلمانوں نے کبھی اسیر نہیں کیا۔ اور نہ ہی امت محمدی نے اس بات کو حلال جانا۔ لیکن یہ محض پردہ پوشی یزید کے لئے کہا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کو مندرجہ ذیل حوالوں سے ظاہر ہو گا۔ کہ اہلبیت اسیر کئے گئے

مقتل ابی مخنف اور تاریخ طبری ص۱۶۱ پر ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے حرم کو اسیر بنا کر فوراً شقیا کوفہ کو روانہ ہوئی۔ اور علی ابن الحسینؑ اور حسینؑ شتر ننگے اونٹوں پر سوار کئے گئے۔ جن پر نہ کوئی کپڑا تھا نہ پردہ۔ اور کشتوں کو یونہی زمین پر بے غسل و کفن چھوڑ دیا گیا۔

صواعق محرقہ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر ص۱۱۹ پر ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے اہل حرم کو اسیر کر کے کوفہ کی طرف لے گئے تو اہل کوفہ ان کو دیکھ کر رونے لگے امام زین العابدین نے فرمایا یہ لوگ ہمارے لئے رو رہے ہیں۔ تو پھر ہم کو قتل کس نے کیا ہے۔

تاریخ کامل ابن اثیر جزری جلد دوم ص۱۶۱ پر ہے کہ عائشہ نے اپنے باپ کا ماتم مقرر کرنا چاہا۔ تو عمر بن خطاب نے منع کیا۔ عائشہ نے نہ مانا۔ تو عمر نے ہشام بن ولید کو حکم دیا۔ کہ اندر گھس کر ابو بکر کی بیٹی کو پکڑ لاؤ۔ پس ہشام ام فرودہ بنت ابی قحافہ کو پکڑ لایا۔ اور چند کوڑے مارے۔ وہ رونے والی

عورتیں بھاگ گئیں

انجیل یوحنا باب ۱۶: آیت ۲۰ میں ہے کہ تم روؤ گے اور ماتم کرو گے لیکن دنیا خوش ہوگی لیکن تمہارا غم ہی خوشی بن جائیگا۔ ینابیع المودۃ شیخ سلیمان حنفی مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۳۲۲ پر ہے کہ آسمان امام حسینؑ پر چالیس دن تک روتا رہا۔ صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۷ سطر ۲ پر ہے کہ شہادت حسینؑ کی وجہ سے مکانوں پر خون برستا رہا۔

تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ ۱۸۷۰ء مطبع سرکاری لاہور صفحہ ۲۰۷ سطر ۹ پر ہے کہ دنیا نے سات روز تک مکث کیا مکث یعنی دیری۔ انتظار م آفتاب کی دھوپ زعفرانی ہوگئی ستارے باہم ٹکرانے شروع ہوئے آفتاب کو گہن لگا چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ ہوگئے۔ جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون جوش مارتا۔ اسی روایت کو امام ثعلبی۔ ابن جوزی۔ حافظ ابونعیم۔ ابو الشیخ۔ سعدی۔ بیہقی طبرانی اور ابن سیرین نے بھی لکھا ہے۔

کتب سنیہ میں ہے کہ جب یہ خبر اطراف و جوانب میں پھیل گئی کہ آنحضرتؐ کے دو دانت جنگ احد میں شہید ہوگئے ہیں۔ تو خواجہ اویس قرنی نے جوش محبت کی وجہ سے اپنے سب دانت نکلوا دیے

مدارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۹۴ پر ہے کہ جب عمر کو خبر ملی کہ آنحضرتؐ نے حفصہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے تو عمر نے اپنے سر پر مٹی ڈالی اور فغان کیا۔ اور صفحہ ۹۹ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ کفار کی ایذا سے تنگ آکر گوشۂ مسجد میں چلے گئے تو خدیجہ سر پر ہاتھ مارتی اور گریہ و بکا کرتی تھیں اور صفحہ ۱۰۱ پر ہے کہ جب جنگ احد میں رسولؐ اللہ کے شہید ہو جانے کی غلط خبر پھیلی اور اہل مدینہ کو اطلاع ہوئی تو جناب فاطمہؑ نے اپنے سر پر ہاتھ مارے اور گریہ و بکا فرمایا اور صفحہ ۳۴۳ پر ہے کہ بلالؓ نے اپنے سر پر ہاتھ مارے اور مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۵۵ پر ہے کہ عائشہ نے اپنے منہ پر طمانچے مارے۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ شہادت حسین علیہ السلام پر حضرت زینبؑ نے اپنے منہ پر طمانچے مارے

مقتل ابو مخنف میں ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کا خالی گھوڑا اہلبیت کے خیموں میں واپس آیا تو اہلبیت نے ماتم کیا۔ اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

قرآن شریف کی سورہ مبارکہ الذاریات آیہ نمبر ۲۹ میں ہے کہ جب حضرت سارہؑ زوجہ ابراہیمؑ کو اطلاع دی گئی کہ تیرے بطن سے فرزند پیدا ہوگا۔ حالانکہ اس وقت وہ بہت بوڑھی اور بانجھ تھی۔ تو اس نے اپنے منہ پر طمانچے مارے۔

شرح مشکوۃ مولوی عبد الحق صفحہ ۷۱۱ پر ہے کہ حضرت بلالؓ ملک شام سے بغرض زیارت قبر رسولؐ مدینہ

میں آئے۔ سبعی مشکوٰۃ مولوی عبدالحی صفحہ ۱۱ پر ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری بھی بغرض زیارت قبر رسولؐ آئے مگر عثمان نے ان کی گردن پکڑ لی۔ اور وہاں سے نکال دینا چاہا۔ سبعی مشکوٰۃ مولوی عبدالحی صفحہ ۱۲ پر ہے کہ ایام قحط میں عمر بن خطاب نے قبر رسولؐ سے استمداد چاہی۔ سبعی مشکوٰۃ مولوی عبدالحی صفحہ ۱۱ پر ہے کہ عمر بن خطاب کعب الاحبار کو زیارت قبر رسولؐ کے لئے شام سے لایا۔ یہ کعب الاحبار وہی شخص ہے جسکو عمر نے داخل دربار کیا اور جس نے یہود کی بیشمار روایات کو اسلام میں داخل کر دیا۔ تاریخ کامل جلد سوم صفحہ ۱ پر ہے کہ جب عثمان نے وہاں سے کوچ کیا اور معاویہ اور دیگر سردار روانہ ہوئے تو حدی خوان نے اونٹ بڑھاتے وقت یہ اشعار پڑھے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ عثمان کے بعد حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہونگے اس پر کعب الاحبار نے کہا تو جھوٹا ہے عثمان کے بعد معاویہ خلیفہ ہو گا۔ اس پیشین گوئی نے معاویہ کو ایسا ابھارا کہ نہ صرف عثمان کو اس نے قتل ہو جانے دیا۔ بلکہ جناب امیرؑ اور امام حسنؑ کو شہید کروا دیا

دلائل الخیرات میں قبر رسولؐ کی شبیہہ بنی ہوئی ہے شارح دلائل الخیرات لکھتا ہے کہ قبور شریفہ کی نقل سے یہ فائدہ ہے کہ جو شخص زیارت کو نہ گیا ہو۔ اس شکل کی زیارت کرے اور اشتیاق محبت کے اظہار کیلئے بوسہ بھی دے دے۔ روضۃ الاحباب میں آنحضرتؐ کی نعل مبارک کی شکل بنی ہوئی ہے اور اس شکل کے خواص و فوائد بہت بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ اس کو بوسہ دینا ثواب ہے۔

خطیب نے ابو حنیفہ کا قول لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی پاپوش مبارک کی پرستش بھی کرے بغرض تقرب خدا تو میں اس میں کوئی برائی نہیں دیکھتا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں اہل قبور سے مدد لینے کو جائز مانا ہے۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے ندائے اموات کو ثابت کیا ہے۔ امام علامہ شوکانی اہل قبور سے توسل کو جائز مانتے ہیں تقویۃ الایمان مولانا اسمٰعیل شہید میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ البتہ اگر کوئی یوں کہے۔ یا اللہ۔ فلاں (مرحوم) بزرگ کے وسیلہ سے میری حاجت پوری کر تو یہ درست ہے۔

وفاء الوفا صفحہ ۴۲۳ پر ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک آگ جلانیکی انگیٹھی لائی گئی جو چاندی کی بنی ہوئی تھی اور جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ عمر نے سعد مؤذن کے حوالہ کر دی اور کہا اس کو ہر جمعہ اور ماہ رمضان میں جلایا کرو۔ چنانچہ وہ عمر کے سامنے روشن کی جاتی۔

وفاء الوفا صفحہ ۴۲۶ پر ہے کہ شیخ موفق نے با اجماع امت یہ کہا کہ سونے چاندی کے ظروف کا استعمال حرام ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ قندیل ظروف سے ہے۔ پس مجمر کا استعمال بھی حرام ہوا۔ کیونکہ مجمر بھی ایک ظرف ہے۔

وفاء الوفاء ص۲۴۳ پر ہے کہ (جب عمر بن خطاب ملک شام میں گیا تو معاویہ نے اس کا استقبال بڑی شان سے کیا۔ تلواریں اور دیگر جالات حرب چاندی سونے کے تھے اور فوجیوں نے ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے اس پر عمر نے اعتراض کیا) تو معاویہ نے اس اعتراض کا جواب۔ کہ اس زیب و زینت سے ہمارے دشمن مقہور ہوتے ہیں۔ اور ان کے جوڑ و بند کانپتے ہیں اور اسی وجہ سے ہم کو ان پر قوت اور غلبہ و شوکت حاصل ہوتی ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہماری مسجدیں طلا سے مزین ہیں اور سونے قندیلیں اس میں آویزاں ہیں۔ تو وہ رعب میں آجاتے ہیں۔ یہ سن کر عمر نے سکوت کیا اور منع نہ کیا

قرآن میں شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کا حکم موجود ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب۔ یعنی جو شخص تعظیم کریگا شعائر اللہ کی اس کا یہ فعل دلوں کی پرہیزگاری میں داخل ہے۔ پھر فرمایا ہے۔ والبدن جعلنٰها لکم من شعائر۔ یعنی قربانی کے اونٹ کو بھی ہم نے شعائر سے قرار دیا ہے۔ پھر فرمایا ہے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ یعنی کوہ صفا و کوہ مروہ شعائر خدا سے ہیں۔ پس جو شخص کہ حج کرنے کو جائے یا عمرہ بجا لائے پس مضائقہ نہیں۔ کہ وہ بھی ان دونوں پہاڑیوں کا طواف کرے۔ ناظرین۔ شعائر اللہ سے وہ اشیائے مراد ہیں۔ جو کسی نبی یا امام یا قرآن کے ساتھ نسبت ہو جانے کی وجہ سے قابل حرمت و عزت قرار پائیں۔ مثلاً سنگ موسیٰ۔ سنگ عیسیٰ۔ سنگ اسود۔ ناقہ صالح۔ جلد و جز دان قرآن شریف۔ منبر رسول۔ تبرکات انبیاء۔ مثل عمامہ و عصا و پاپوش و دیگر لباس پوشیدنی۔ مقامات قدسہ تعزیہ۔ ذوالجناح۔ مہندی۔ علم۔ امام باڑہ۔ مسجد وغیرہ۔ نیز ناظرین۔ اکو معلوم ہو کہ ہر سال حج کے موقعہ پر حجازی اور مصری اہلسنت دو محمیں عائشہ کی بنا کر بڑے تزک و احتشام اور ہجوم کے ساتھ علماء اور مشائخ اہلسنت کندھوں پر اٹھا کر مکہ میں لاتے ہیں۔

ترجمہ اسد الغابہ جلد اول ص۱۸۱ پر ہے کہ انس بن مالک کی انگوٹھی میں ایک بیٹھے ہوئے شیر کی تصویر تھی۔

فتوح الشام واقدی مطبوعہ نولکشور ص۱۰ پر ہے کہ ابو عبیدہ جراح نے مسلمانوں کو کہا کہ چھوڑ دو اور توقف کرو تم لوگ اس امر میں۔ پس اگر یہ لوگ میری تصویر کیساتھ راضی ہو گئے تو میں اس بات کو منظور کرتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ رومیوں نے ایک ستون پر ابو عبیدہ جراح کی تصویر بنائی ہوئی تھی جس میں شیشہ کی دو آنکھیں تھیں۔ پس ان میں ایک شخص آگے بڑھا جس نے غصہ سے تصویر کی آنکھ نیزہ سے پھوڑ دی

الفاروق شبلی ص۳۰ پر ہے کہ اسلام کا ایک اصول شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ مگر حضرت عمر نے مختلف موقعوں پر کہا کہ حجر اسود ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا حجر اسود فائدہ اور نقصان دونوں پہنچا سکتا ہے کیونکہ وہ قیامت میں لوگوں کی نسبت شہادت دیگا مشکوٰۃ جلد ششم ص۳ پر ہے کہ بخاری اور مسلم میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ غیر جاندار اشیاء کی تصویر بنانا جائز ہے اور ص۹ پر ہے کہ درختوں یا ایسی اشیاء کی تصویر جائز ہے جن میں روح نہ ہو۔

سورہ سبا میں ہے کہ جنات حضرت سلیمان کے لئے قلعے اور مجسمے بنایا کرتے۔ تفسیر معالم التنزیل ص۲۷ پر ہے کہ تصاویر تانبے اور پیتل اور کانچ کی ہوتیں۔ اور درندوں اور طیور کی تصاویر بھی ہوتیں بلکہ بعض کا قول ہے انبیاء اور فرشتگان اور صالحین کی تصاویر بناتے۔ تاکہ دیکھنے والوں کو عبادت کیطرف رغبت پیدا ہو۔

فتح الباری جلد پنجم ص۲۱۵ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ پھر صاحب فتح الباری لکھتا ہے کہ یہ حدیث کیونکر صحیح ہو سکتی ہے جبکہ خدا فرماتا ہے کہ حضرت سلیمان کیلئے تصاویر بنائی جاتی اور جو بروایت مجاہد پیتل کی ہوتیں جنید بغدادی کہتا ہے کہ انبیاء اور صلحا کی تصاویر بھی ہوتیں۔ جنکا مقصد عبادت کی ترغیب ہوتا۔ پس غیر ذی روح کی تصویر حرام نہیں ہے۔

فتح الباری جلد پنجم ص۸ اور بخاری کتاب الادب اور مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء فصل ثانی جلد ۲ ص۱۴۳ میں بروایت عائشہ لکھا ہے کہ ہم رسول اللہ کے پاس گڑیاں کھیلا کرتے تھے۔ اس پر ابن حجر لکھتا ہے کہ گڑیاں بنانا اور ان سے کھیلنا جائز ثابت ہوا۔ پھر لکھتا ہے کہ عائشہ کی عمر جب گڑیا کھیلا کرتی چودہ برس بوقت جنگ خیبر تھی خواہ کچھ کم و بیش ہو۔ پھر لکھتا ہے کہ عائشہ کی گڑیوں میں ایک پروں والا گھوڑا بھی تھا جو حضرت سلیمان کے گھوڑے کا نمونہ تھا۔ ناظرین! اسوقت عائشہ کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔

مشکوٰۃ باب مناقب ازواج النبی فصل ثانی ص۴۲۵ کہ عائشہ سے روایت ہے کہ میری تصویر ریشمی کپڑے کے اندر لپیٹ کر حضرت جبرئیل آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ اور کہا یہ آپ کی زوجہ ہے دنیا اور آخرت میں۔

کنز العباد شرح اوراد خزینۃ الروایات۔ مطالب المومنین۔ فتاویٰ عالمگیری۔ کفایت الشعبی میں ہے کہ ایک سائل نے آنحضرتؐ سے عرض کی یا حضرتؐ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں جنت کے دروازہ پر اور حور کی آنکھ پر بوسہ دوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنی ماں کے پاؤں پر اور اپنے باپ کی پیشانی پر

بوسہ دے۔ اس نے عرض کیا کہ میرے ماں اور باپ دونوں فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ انکی قبروں پر بوسہ دے۔ اس نے عرض کیا کہ ان دونوں کی قبریں بھی معلوم نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مٹی کی دو قبریں بنا اور ان پر بوسہ دے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

رسالہ تنویر الایمان مولوی عبدالحلیم لکھنوی صفحہ ۲۲ پر ہے کہ آنحضرتؐ کی قبر شریف کا مرتبہ خانہ کعبہ و سماوات و عرش سے بالاتر ہے۔ ناظرین! ابھی روضہ اطہر بخیال عبدالوہاب نجدی صنم اکبر گرا دینے کے قابل ہے۔ موجودہ وہابیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے مگر اس بات کا بالاعلان اظہار نہیں کرتے۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کی اولاد اور اصحاب الاخیار کی قبر اور مسجد کی زیارت قربت اور درجات کا ذریعہ ہے بلکہ بعض علما قائل ہیں کہ واجب ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جس کسی نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہو گئی۔ اور جس نے باوجود صاحب توفیق ہونیکے زیارت نہ کی۔ اس نے مجھ پر جفا کی۔ اور میری قبر کی زیارت ایسی ہے جیسا کہ زندگی میں مجھکو دیکھ لیا

مناہج الطالبین قزوینی۔ روضۃ الشہدا۔ حبیب السیر۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ذبح عظیم کو دریافت کیا تو ارشاد ہوا کہ تیرا فرزند اسمٰعیلؑ خاتم المرسلین کے نور کا حامل ہے اسلیے اسمٰعیل کو بچا لیا گیا۔ پھر خداوند عالم نے ابراہیمؑ کی نظروں سے رفع حجاب کر کے محمدؐ اور آل محمدؐ کی زیارت سے آپ کو مشرف کیا۔ اور پوچھا اے ابراہیم کیا تو اپنی ذات کو عزیز جانتا ہے یا محمدؐ کو۔ ابراہیم نے عرض کیا محمدؐ کو اپنی ذات سے عزیز جانتا ہوں۔ پھر اسی طرح عرض کیا کہ حسینؑ کو اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ سے عزیز جانتا ہوں پھر ارشاد باری ہوا کہ یہی حسینؑ میدان کربلا میں اشقیا کے ہاتھ اس بیکسی اور غربت میں شہید ہوگا جس پر آسمان و زمین و طیور و وحوش گریہ کریں گے یہ سنکر حضرت ابراہیمؑ نے شدت سے گریہ فرمایا تب ارشاد ہوا کہ اے ابراہیم مصائب حسینؑ پر رونا اسی ثواب کے برابر ہے جو اسمٰعیل کی قربانی سے حاصل ہوتا ہے

بخاری جلد ثانی صفحہ ۵ پر ہے کہ جو چیز باعث گریہ ہو وہ جائز ہے۔ تبصرۃ الایمان حکیم مولوی سلامت علی بنارسی مطبوعہ کلکتہ ۱۳۲۲ھ صفحہ ۲۲ پر ہے کہ اس میں شک نہیں کہ امام باڑہ اور نقل تربت شریف تعزیہ مبارک تعمیر ہو چکنے کے بعد قابل تعظیم ہے اور اس کی تکریم و ادب ایمان کے شایاں ہے۔

جمالین و کمالین مطبوعہ ہاشمی پریس میرٹھ صفحہ ۳۲ پر ہے کہ تابوت سکینہ ایک صندوق تھا جس میں آدمؑ سے آنحضرتؐ تک کی تصاویر تھیں۔ رسالہ صوفی بابت ماہ مارچ ۱۹۲۰ء صفحہ ۲۲ پر ہے کہ علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ ابوہریرہ کی انگوٹھی میں دو ذی روح جانوروں کی تصویریں تھیں۔ اسی رسالہ صوفی ۱۹۲۰ء بابت ماہ مارچ میں ہے کہ عمر بن خطاب کے زمانہ میں ایک انگوٹھی دستیاب ہوئی

جو حضرت دانیال کی تھی جس پر دو شیروں اور ایک لڑکے کی تصویر کندہ تھی یہ انگوٹھی ابو موسیٰ نے عمرؓ کو دیدی۔ پھر بحوالہ فتح الباری جلد دہم صفحہ ۳۲۶ پر لکھا ہے کہ قاسم بن محمد بن ابوبکر کے گھر میں عنقہ اور قندس (سیاہ رنگ حیوان ہے جس کی شکل و شباہت کتے سے ملتی جلتی ہے۔ اس کی کھال سے پوستین بنائے ہیں۔ ترکستان میں پایا جاتا ہے اصل لفظ قندر ہے) کی تصاویر تھیں

رسالہ صوفی ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۲۵ پر بحوالہ فتح الباری لکھا ہے کہ عائشہ کے بھانجے عروہ بن ... کی روایات سے صحاح ستہ بھرپور ہیں ان کے تکیوں پر پرندوں اور مردوں کی تصاویر تھیں۔ رسالہ صوفی ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۲۵ پر ہے کہ عروہ مذکورہ کے بٹن میں آدمیوں کے چہروں کی تصاویر تھیں

روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۴۴۹ پر رسول اللہ کی نعل مبارک کا نقش تحریر ہے جس کی برکات و فیوض بہت لکھے ہیں۔ زاد الحجاج صفحہ ۹ پر ہے کہ خانہ کعبہ کا غلاف مصر میں بنایا جاتا ہے۔ پھر ایک اونٹ سجایا جاتا ہے جس کے اندر یہ غلاف رکھا جاتا ہے۔ اونٹ اور کجاوہ کو طلائی اور مخملی کپڑوں سے سجایا جاتا ہے۔ پلٹن بینڈ باجہ ساتھ ساتھ بجتا جاتا ہے یہ محمل مصری مکہ معظمہ میں لایا جاتا ہے اور دوران راہ عوام الناس اس کا غایت درجہ عزت و احترام کرتے ہیں۔

علمائے اہلسنت مثلاً اسحاق بن عیسیٰ۔ حافظ زبیر۔ حافظ یحییٰ ابن فراس۔ حافظ ابن زبالہ شیخ سمہودی۔ تاج الدین فاکہانی۔ عثمان بن فسطاس۔ ابن عساکر۔ ابن شیبہ۔ افشہری نے اپنی اپنی تصانیف میں قبروں اور حجروں کی تصاویر بنائی ہوئی ہیں

کتاب ماثبت بالسنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور فتوح الحرمین ملا جامی مکہ۔ مدینہ کوہ صفا کوہ مروہ کی تصاویر درج ہیں۔

کتاب الاکتفا۔ نتیجہ الحب الصمیم۔ کتاب خدمت نعل المقدم المحمدی میں ہے کہ تمام اصحاب رسولؐ۔ تابعین۔ امام۔ حافظ۔ محدث۔ فقیہ۔ رسول اللہ نعلین مبارک بوسہ دیا کرتے۔

شرائط الوساطت مولوی تراب علی میں ہے کہ حضرت ام سلمہ کے پاس آنحضرت کا سر کا بال تھا جس کی برکت سے مریضوں کو شفا ہوتی۔ اور امام مالک مدینہ کے پرانے مکانات کو اس خیال سے بوسہ دیتے کہ ان پر رسول اللہ کا ہاتھ لگا ہو گا۔

فتاویٰ سراجیہ اور فوائد الفوائد میں ہے کہ اگر مرید اپنے پیر کے سامنے اپنا سر زمین پر رکھ دے تو سجدہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ سجدہ خداوند عالم کو ہے کیونکہ اولیاء اللہ خدا کا نور ہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں یعنی سجدہ عبادت اور سجدہ تعظیمی سجدہ عبادت تو خداوند عالم

مخصوص ہے اور سجدہ تعظیمی کی پانچ قسمیں ہیں۔ اول امت کا سجدہ نبی کو دوسرے رعیت کا سجدہ بادشاہ کو تیسرے مرید کا سجدہ پیر کو چوتھے اولاد کا سجدہ والدین کو پانچویں غلام کا سجدہ آقا کو۔

تفسیر فتح العزیز شاہ عبد العزیز دہلوی اور شرح اشباہ و نظائر میں ہے کہ خدا کے سوائے سجدہ تعظیم ہر ایک کو جائز ہے جیسا کہ فرشتوں نے آدمؑ کو کیا۔

معجم المبارک میں ہے کہ سورج اور چاند کو سجدہ کفر نہیں ہے۔ شیخ عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ قاضی نظام بدخشانی نے بادشاہ کو سجدہ کرنا جائز لکھا ہے۔

گلدستہ کرامات ص۷ اور اقتباس الانوار ص۸۱ بحوالہ تحفۃ الراغبین لکھا ہے کہ شیخ نظام الدین نارنولی ہر سال خواجہ معین الدین اجمیری کے عرس پر جایا کرتا۔ ایک دن اتفاقیہ طور پر مجلس عرس میں شیخ کا پاؤں بحالت وجد رہلوں کی تھیلی سے لگ گیا۔ جو شیخ عبد القادر گیلانی کی نذر تھی۔ پاؤں کا لگنا تھا کہ نظام الدین کی ولایت سلب ہو گئی۔ آخر کار اس کی گریہ زاری اور منت و سماجت کے بعد اور حضرت رسول پاکؐ کی سفارش پر شیخ عبد القادر گیلانی نے اس کا گناہ معاف کیا اور ولایت پر بحال کیا

ہم نے ماتم حسینؑ علیہ السلام کے غم میں گریہ و بکا کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے۔ اگر مندرجہ بالا دلائل و براہین کے باوجود کوئی شخص غم حسینؑ کو فرض نہ سمجھے تو اس کا اپنا قصور ہے۔ میرے خیال ایسے شخص کو سعادت ایمان سے ذرہ بھر نسبت حاصل نہیں ہے۔ ایسے ناقص العقل آدمی کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ کیا ابو جہل اور ابو لہب کا ناپاک دل آنحضرتؐ کے براہین روشن سے منور ہو سکتا تھا۔ کیا حضرات ثلاثہ آنحضرتؐ کی صحبت میں سال ہا سال رہ کر ابو جہل اور ابو لہب پر فائق نہ تھے۔ یہی حالت ان لوگوں کی ہے۔ جو رسومات عزاداری پر محض تعصب اور جہالت کی وجہ سے نا معقول اعتراضات کرتے رہتے ہیں اور اس پاک رسم کی روز افزوں ترقی کو دیکھ کر جل بھن رہے ہیں ہمیں کہا جاتا ہے کہ گریہ و بکا صبر و تحمل کی شان کے مخالف ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان دنوں میں حسب توفیق خیرات دے۔ اور اکیلا گھر میں بیٹھ کر دو آنسو ٹپکا لیا کرے۔ گلیوں۔ بازاروں محلوں اور عام پبلک مقامات پر اس قدر اہتمام سے اور اس قدر روپیہ خرچ کر کے عزاداری کرنا عبث ہے غیر اقوام بھی اس حرکت پر خندہ زن ہیں۔

ہم لوگ ان ہفوات کو ٹھنڈے دل سے سنتے رہتے ہیں اور مجالس میں ان کے دندان شکن جوابات بھی دیتے رہتے ہیں۔ عام مواعظ اور تصانیف کے ذریعہ بھی ان اعتراضات کے پرخچے اڑاتے رہتے ہیں۔ مگر ان فرضی مسلمانوں کی ہٹ دھرمی کا کیا کہنا۔ جو دانستہ جادۂ الحاد پر گامزن ہیں۔

بھلا ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ گریہ وبکا اور صبر باہمد گر نقیض امور کس دلیل سے ہیں صبر اور چیز ہے اور گریہ وبکا اور فرض کرو ایک فقیر پر کوئی حاکم شہر بیجا ظلم کرتا ہے اور وہ فقیر رو دھو کر خاموش ہو رہتا ہے اور جوش میں دیوانہ ہو کر حاکم کو قتل نہیں کرتا اس کا جوش میں اگر حاکم کو قتل کر دینا بلا شک وشبہ صبر کے نقیض تھا لیکن جور وستم برداشت کر کے آنسو بہانا فطری جذبہ کا اظہار ہے۔ جو بہر صورت جائز کام ہے۔

اگر گریہ وبکا مستحسن اور جائز کام نہ ہوتا تو حضرت آدمؑ حضرت نوحؑ حضرت یعقوبؑ آنحضرتؐ جناب فاطمہؑ حضرت امام زین العابدینؑ اور دیگر مردان خدا گریہ وبکا نہ فرماتے۔ پس گریہ وبکا صرف جائز ہی نہیں ہے۔ بلکہ فطرت کے مطابق اور ضروری ہے۔

کون نہیں جانتا کہ جب امام حسینؑ پیدا ہوئے اور آپ کو آنحضرتؐ کی گود میں لاکر رکھا گیا تو آنحضرتؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسوں کا سیلاب بہہ نکلا۔ اسقدر اور ایسے وقت رونے کا سبب پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ مجھے رب اکبر سے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ تیرے اس بیٹے کو میدان کربلا میں بھوکا اور پیاسا شہید کیا جائیگا۔ اور نیز اس شہادت کی مفصل کیفیت سے بھی مجھے مطلع کر دیا گیا ہے اور کربلا کی مٹی بھی مجھے دکھائی گئی ہے۔ اب ناظرین ہی انصاف کریں کہ آیا گریہ وبکا مستحسن امر نہیں ہے

اور سنئے۔ جب جناب امیرؑ صفین کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور آپ نینوا کے مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا۔ یہ زمین میرے بیٹے حسینؑ کی قتل گاہ ہے۔ یہ ارشاد فرما کر آپ شدت سے رونے لگے کیا رونا صبر کی شان کے مخالف ہے۔ ہرگز نہیں۔ آنحضرتؐ کا اور جناب امیرؑ کا رونا ان مصائب اور آلام پر تھا۔ جو امام حسینؑ پر وارد ہونے کو تھے۔

سپرٹ آف اسلام مولفہ امیر علی کے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے کہ ایک رات آنحضرتؐ قبرستان میں تشریف لے گئے اور اپنے احباب کی قبروں کے پاس جا کر بہت روئے اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کی۔ غور طلب امر یہ ہے کہ آنحضرتؐ تو ان اصحاب کے لئے گریہ فرما رہے ہیں۔ جن کی شہادت محض قتل تھی۔ مگر ہمیں یہ لوگ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر رونے سے منع کر رہے ہیں۔ جن کی شہادت پر کائنات کا ذرہ ذرہ رو دیا۔ اور ہمیشہ روتا رہیگا۔

مجھے معترض سے یہ پوچھنا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ہم مسلمانوں سے اپنے اقربا سے مودت کی تاکید فرمائی اور اجر رسالت کا انحصار صرف مودت پر قرار دیا۔ جس کے معنی صریحاً یہ ہیں کہ جو شخص مودت

یہ فرائض کی ادائیگی میں پورا نہیں اترے گا وہ رسالت کا منکر تصور ہوگا۔ کیا مودت۔ محبت غمگساری اور ہمدردی یہی ہے کہ امام حسینؑ کا نام جھوٹی سچی قسم کھانے کو زبان پر لے آیا کریں۔ یاد رکھیں یہ تمام زبانی اور اوپری محبتیں محشر کے روز بادہوا ثابت ہونگی۔ مودت یہ ہے کہ امام حسینؑ کی خوشی میں اظہار خوشی اور رنج میں اظہار رنج کیا جائے۔ واقعہ کربلا کی علت غائی پر غور کیا جائے۔ سید الشہداء کے ان اقوال و افعال پر گہری نگاہ ڈالی جائے۔ جو آپ سے اس واقعہ دہشت انگیز کے دوران میں وقوع پذیر ہوئے۔ اور دین خدا کی حفاظت کی غرض سے خاندان رسولؐ کی حیرت انگیز تکالیف کا نقشہ آنکھوں میں لایا جائے۔ جب ان تمام امور پر غور کیا جائے گا تو مودت کے یہ معنی ظاہر ہوں گے کہ ثلاثہ کو بدترین مخلوق سمجھا جائے۔ اور عزاداری محرم میں پورا اہتمام کیا جائے۔

اگر مراسم محرم کو ہر سال علانیہ ادا نہ کیا جائے تو سنی لوگ بالعموم اور وہابی اور مرزائی بالخصوص بہت تھوڑے عرصہ میں مرزا حیرت دہلوی کی طرح قرآن اٹھا اٹھا کر کہہ اٹھیں گے کہ یہ واقعہ شہادت فرضی کہانی ہے کیونکہ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہی لوگ جو آنحضرتؐ کے بعد محافظ شریعت تھے آنحضرت کے لخت جگر بند کو اس قدر بے دردی سے تہ تیغ کر دیتے اور آپ کے حرم کو اسیر کر کے یوں شہر بہ شہر تشہیر کرتے۔

کبھی کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ امام حسینؑ رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے اور شہید بحکم خدا زندہ رہیں اسلئے امام حسینؑ کے غم میں رونا پیٹنا فعل عبث ہے۔ نادان معترض یہ نہیں سمجھتے کہ ہمارا گریہ و بکا کرنا ان مصائب کیوجہ سے ہے جو آپ نے احقاق حق اور ابطال باطل کی راہ میں برداشت فرمائیں۔ اس امر میں تو ہمارا ایمان ہے کہ امام حسینؑ بفضل خدا زندہ اور ہر جگہ موجود ہیں صرف یہی نہیں ہے۔ بلکہ چہاردہ معصوم علیہم الصلواۃ والسلام بفضل خدا زندہ اور موجود ہیں۔ اور خلق خدا کے مشکل کشا ہیں۔

جب یہ بات صحیح ہے کہ چہاردہ معصوم زندہ اور موجود ہیں تو پھر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آپ اپنی مودت میں کس فریق کو کمربستہ دیکھ رہے ہیں۔ آیا ان لوگوں کو جو آپ کے دوست آپ کے دوستوں کے دوست۔ آپ کے دشمنوں کے دشمن۔ آپ کے رنج والم میں شریک اور آپ کے احکام پر سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ یا ان لوگوں کو جو آپ کے فرضی دوست۔ آپ کے دوستوں کے جھوٹے خیرخواہ آپ کے دشمنوں کے دوست۔ آپ کے مصائب کا مضحکہ اڑانے والے اور آپ کے احکام کو مجسمۂ خطا

کہنے والے ہیں۔ عقل سلیم کا فتویٰ تو یہی ہے کہ یہ پچھلی جماعت وہی لوگ ہیں جنہوں نے کربلا، کوفہ اور شام میں خاندان رسولؐ پر کوہ ستم گرایا۔ اور پہلی جماعت وہ پاک نفوس ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر امام حسینؑ کا دل جوش مسرت سے بلیوں اچھلتا ہوگا اور آپ ان کی شفاعت کے کفیل ہوں گے۔ خصوصاً امام حسینؑ کی والدہؑ بزرگوارہ مندرجہ بالا دو جماعتوں میں سے کس جماعت کو نگاہ پسندیدگی سے دیکھے گی۔ اس سوال کا جواب ہر منصف مزاج شخص خود دے سکتا ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام واقعہ شہادت کے بعد چالیس سال زندہ رہے اور چالیس سال ہی روتے رہے۔ جناب فاطمۃ الزہرا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں اور چھ مہینے ہی گریہ فرماتی رہیں۔ ہم محبان اہلبیت قیامت تک روتے رہیں گے یہ سب کچھ اسلئے ہے کہ حضرات ثلاثہ کے حیا سوز مظالم ہر لحظہ طشت از بام ہو کر فرضی مسلمانوں پر اتمام ہوتا ہے۔

خدا بھلا کرے تعصب اور جہالت کا بعض لوگ یہ کہہ کر یزید کو ایمان سے متصف کرتے ہیں کہ اولاً تو یزید نے قتل امام کا حکم صادر نہیں کیا تھا یہ سب کاروائی اور ظلم عمر ابن سعد کا ہے جو با اختیار حاکم تھا۔ دوم یہ کہ جب یزید کو شہادت امام کی خبر موصول ہوئی تو اس نے اظہار تاسف کیا۔ سوم یہ کہ اس جنگ کی بنا محض ایک عورت کا جھگڑا تھا جو یزید اور امام حسینؑ کے درمیان رونما ہوا۔ چہارم یہ کہ امام زین العابدینؑ نے یزید کو نماز مغفرت سکھائی جس کی وجہ سے یزید کی توبہ قبول ہو گئی۔

اگر ان چاروں دلائل پر نظر غائر ڈالی جائے تو بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ طرفداران یزید بہ الفاظ دیگر عشیک داران حضرت ثلاثہ یزید کی حمایت میں بے سود ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور ان کی یہ مذبوحی حرکت انہیں دائرہ ایمان سے حضرات ثلاثہ کی طرح خارج کر دینے کیلئے نسخہ کیمیا کا کام دے رہی ہے۔ بھلا اس بات کو کون ذی شعور تسلیم کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے کہ کوئی حاکم اس قدر بزرگ اور مقتدر ہستی کو اپنے بادشاہ کے مشورے کے بغیر قتل کر دے اور پھر اس کے مشورے کے بغیر مقتول کے پس ماندگان کو یوں تشہیر کرے پھر اس بات پر کون ذی خرد کان دھر سکتا ہے کہ یزید جیسا فاجر شرابخوار سنگدل بے حیا اور بے ایمان شخص اپنی حرکت سے نادم ہو۔ یہ بات تو عقلاً درست نہیں ہو سکتی۔ جو جھگڑا یزید اور امام حسینؑ کے درمیان ایک عورت کے متعلق ہوا تھا اس کا مفصل جواب پیشتر ازیں ہو چکا ہے۔ باقی رہا امام زین العابدینؑ کا یزید کو نماز مغفرت تلقین کرنا اس سے بڑھ کر بے معنی بات دنیا میں اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسی مزخرفات گھڑنے والے اور پھر ان پر یقین کرنے والے لوگ مرتبہ امام کی معرفت سے نابلد ہیں ورنہ ایسی گزشتہ صفحات کبھی معرض وجود میں نہ آسکیں۔

اگر قتلِ عمد کی توبہ اس قدر سہل ہو جیسی کہ سنی لوگ بتاتے ہیں۔ تو پھر شریعت کا خدا ہی حافظ ہے۔ چلو میں ایک منٹ کے لئے سنی لوگوں کو خوش کرنے کی غرض سے یزید کو مومن اور امیر المومنین مان لیتا ہوں۔ اس بات کو تسلیم کرنے سے یہ ضروری نتیجہ پیدا ہوگا۔ کہ تمام مسلمان یزید کے مطیع فرمان ہیں پس سنی لوگوں کو ان تمام امور پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ جن پر یزید کاربند تھا۔ وہ شراب پیتا تھا۔ زانی اور قمار باز تھا۔ سوتیلی ماں سے نکاح جائز سمجھتا تھا وغیرہ۔

زیادہ مزے کی بات یہ ہے کہ یزید جیسا بدمعاش اور حرامی شخص لوگوں سے بیعت مندرجہ ذیل الفاظ میں لیتا تھا۔ ان الفاظ کو شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی رسالہ تکمیل الایمان میں لکھا ہے الفاظ بیعت یہ تھے۔

"یزید چاہے ہم کو مثل غلاموں کے سربازار فروخت کرے۔ یا آزاد کر دے۔ خدا کی عبادت کا حکم دے یا اس سے روک دے۔"

ایسا امیر المومنین سنی لوگوں کو مبارک ہو۔ ہم لوگ تو اس پر ہزار بار لعنت کرتے ہیں۔

ہمیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے بمقام حدیبیہ کفار قریش سے مصالحت کر لی تھی اور حضرت علیؑ اور امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی تھی۔ تو اس صورت میں امام حسینؑ پر بھی یزید سے صلح کر لینی واجب تھی۔ اس صلح سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا کہ آپ معہ اقرباء و احباب زندہ رہتے اور خاندان اہلبیتؑ بھی اسیر نہ ہوتا۔

اس اعتراض کے لغو اور بیہودہ ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اگر آنحضرتؐ نے کفار قریش سے صلح کی تھی تو انہدام ارکان شریعت کا کچھ خوف نہ تھا اگر حضرت علیؑ اور امام حسنؑ نے مجبوراً اور بادلِ نخواستہ معاویہ سے صلح کی تھی۔ تو شریعت جوں کی توں محفوظ تھی۔ لیکن یزید کی خلافت وہ پرزور آندھی تھی جس سے نخل اسلام جڑ سے اکھڑتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ علاوہ ازیں امام حسینؑ کو یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ حضرات ثلاثہ کی خلافتیں باطل تھیں دوازدہ امام علیہم السلام میں سے کسی ایک نے بھی اپنے خلیفۂ وقت کی بیعت نہیں کی۔ نور کا نار کے آگے سر جھکانا کیسے ہو سکتا ہے پھر نور بھی ایسا کہ سوائے آنحضرتؐ کے کل انبیاء سے افضل ہو۔ خداوند عالم قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ ہم تمہارا ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک چیز یعنی۔ خوف۔ بھوک۔ نقصان مال۔ نقصان جان یا نقصان اولاد میں امتحان لیں گے اب دیکھنا یہ ہے کہ صفحہ گیتی پر وہ کون ایسا بہادر انسان ہے جس کو ایک ہی وقت میں پانچوں چیزوں یعنی خوف۔ بھوک۔ نقصان مال۔ نقصان جان۔ اور نقصان ثمرات سے آزمایا گیا۔ تحقیق اور

تدقیق بلند آہستگی سے اور برملا لیے گی کہ وہ پاک متنفس صرف سید الشہدا ہے دوسرا کوئی شخص نہیں ہوسکتا۔ پس امام حسینؑ کی ذات والا صفات کو جملہ انبیاء پر بحکم قرآن فوقیت حاصل ہے۔

امام حسین علیہ السلام کا نویں محرم کی شام کو اپنے ہمراہیوں سے ارشاد فرمانا کہ تم میں سے جو کوئی واپس جانا چاہتا ہے۔ چلا جائے۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ آپ کو اپنی شہادت پر پورا وثوق تھا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ توحید اور رسالت پر کامل یقین رکھتے تھے۔ مصائب میں حصار شدہ آدمی بالعموم یار و مددگار کا متلاشی ہوتا ہے۔ لیکن سید الشہدا کی شان اس سے بہت ارفع تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ شجاعان عالم آپ کے سامنے ذرۂ بے مقدار ہیں۔

پس ہم لوگ ایسے مقرب خدا ایسے بہادر، ایسے طیب و طاہر، ایسے موحد، ایسے محسن اسلام ایسے حافظ شریعت، ایسے غیور، ایسے خوددار، ایسے صاحب جلال، ایسے صاحب جمال، ایسے شفیع، ایسے مختار ایسے سخی ایسے قدردان، ایسے ذی اقتدار اور ایسے کامل انسان کے آستانہ عالیہ کے کمترین غلام ہیں۔ اور یہ غلامی ہمیں دنیا کی شہنشاہی سے بدرجہا بہتر ہے۔

اس بیان کو ختم کرنے سے پیشتر اتنا عرض کرنا باقی ہے کہ یہ اعدائے اہلبیتؑ ہم لوگوں کو گریہ وبکا ہی سے منع نہیں کرتے۔ بلکہ دنگا اور فساد کرنے پر بھی تیار ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ اگر ہم روتے ہیں تو اپنی آنکھوں سے سینہ کوبی کرتے ہیں تو اپنے سینوں کی مد قم کثیر خرچ کرتے ہیں۔ تو اپنی جیبوں سے ہمارے گریہ وبکا سے ان لوگوں کو کیا تکلیف اور کیا ضرر پہنچتا ہے۔ ہاں اس کی وجہ یہ ہے کہ عزاداری ان مظالم کا پردہ فاش کردیتی ہے جو ان کے آباؤ اجداد نے ہمارے آباؤ اجداد پر صدہا سال جاری رکھے۔

اگر اہلبیت رسولؐ پر غیر مسلم مظالم ڈھاتے تو اتنی حیرت انگیز بات نہ تھی لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سفاک اور ظالم لوگ اصحاب رسولؐ ہونے کے مدعی اور خلافت اور نیابت کے دعویدار ہیں تو حد درجہ تعجب ہوتا ہے۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح وکلاء اور بیرسٹروں کو قانون شکنی کی سب سے زیادہ سزا دی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ قانون کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح حضرات ثلاثہ کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔ کیونکہ ان کے کانوں نے سنا تھا اور آنکھوں نے دیکھا تھا۔ کہ آنحضرتؐ کو اپنے اہلبیتؑ سے کس حد تک محبت اور عشق تھا۔

~~~ ۞ ~~~
~~~

بحث تقیہ

رازداری کو تقیہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ ہر انسان کی فطرت میں داخل ہے اور قرآن شریف اور احادیث تقیہ کے جواز میں شاہد عادل ہے۔

سورہ آل عمران میں خدا فرماتا ہے کہ۔ لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شئی الا ان تتقوا منھم تقیۃ مومنین کافروں کو دوست نہ بنائیں سوائے مومنین کے اور جو مومن کافروں کو دوست بنائے گا۔ اس کو خدا سے کچھ سرکار نہ ہوگا۔ مگر وہ شخص اس سے مستثنےٰ ہے جو شر کے خوف سے ایسا کرنے پر مجبور ہو۔

بخاری مطبوعہ مبئی جلد ہشتم باب الاکراہ صہ ۲۰ سطر ۲ پر لکھا ہے کہ آیتہ بالا میں لفظ تقیہ سے تقیہ کرنا مقصود ہے۔

تفسیر کشاف علامہ جار اللہ زمخشری مطبوعہ کلکتہ جلد اول صہ ۱۹۷ سطر ۱ پر ہے کہ آیہ بالا کے رو سے مومنوں کو رخصت دی گئی ہے کہ دشمنان دین سے موالات اور محبت کریں۔ جبکہ ان سے ڈرتے ہوں۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی جلد دوئم مطبوعہ مصر صہ ۴۶ سطر ۱۲ پر ہے کہ آیہ بالا کی رو سے اس کے سوا نہیں کہ تقیہ کرنا جائز ہے۔ جبکہ کوئی مومن کافروں کے درمیان پھنس جائے اور اپنی جان اور مال کا خوف ان سے رکھتا ہو۔ پس ان سے زبانی مدارات کرے یعنی ان کی دشمنی کو زبان سے ظاہر نہ کرے بلکہ تقیہ کی حالت میں کافروں کے ساتھ ایسی طرح بات چیت کرے۔ جس سے محبت اور موالات کی بو آتی ہو۔ بشرطیکہ ضمیر اور دل میں اس کے مخالف ہو۔ اور جو بات کہے۔ اس سے اعراض کرتا جائے۔ کیونکہ تقیہ کا اثر ظاہر میں ہوتا ہے نہ کہ دلوں کے اندر۔

تفسیر کبیر جلد دوئم صہ ۲۴۷ سطر ۱۵ پر ہے کہ آیت بالا کی رو سے جان کی حفاظت کیلئے تقیہ کرنا جائز ہے آیا مال کی حفاظت کیلئے بھی جائز ہے یا نہیں۔ اس کے جواز کا بھی احتمال ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کیطرح ہے

تفسیر درمنثور امام سیوطی مطبوعہ مصر جلد دوئم صہ ۱۶ سطر ۳ پر ہے کہ قتادہ سے روایت ہے۔ انہ کان یقرءھا الا ان تتقوا منھم تقیۃ بالیاء یعنی قتادہ اس آیتہ کو الا ان تتقوا منھم تقیۃ یا کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔

تفسیر درمنثور صہ ۱۶ سطر ۲ پر ابن عباس سے آیتہ بالا کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ تقیہ زبان سے

ہوتا ہے کوئی شخص ایسی بات کہنے کے لئے مجبور کیا جاوے جو خدا کی معصیت ہو اور وہ ایسا لوگوں کے خوف سے کہے۔ حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ ایسی حالت اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتی کیونکہ اس کے سوائے کہیں تقیہ زبان سے ہوا کرتا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل امام بغوی مطبوعہ بمبئی ص۱۵۳ سطر ۲ پر ہے کہ مجاہد اور یعقوب نے آیہ بالا میں تقیۃً بروزن بقیۃً پڑھا ہے کیونکہ انہوں نے اس لفظ کو ی کے ساتھ لکھا ہے الف کیساتھ نہیں لکھا

تفسیر معالم التنزیل ص۱۵۳ سطر ۶ پر ہے کہ آیۃ بالا کا یہ مطلب ہے کہ خدا نے ممانعت کی ہے مومنوں کو کہ کافروں سے موالات نہ یعنی محبت کیا کریں اور ان سے مداہنت اور مباطنت کرنا چھوڑ دیں۔ مگر ایسے وقت میں کفار سے موالات کرنا جائز ہے جبکہ علی الاعلان مسلمانوں پر غالب ہوں۔ یا جب کہ کوئی کافروں کے درمیان پھنسا ہو اور ان سے خوف رکھتا ہو تو وہ ایسی حالت میں کفار سے زبانی موالات کرتا ہے بحالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ اور غرض اس میں دفعیہ ضرر کرنا اپنے سے ہو نہ کسی مومن کا خون کرنا۔ یا مال حرام کو حلال سمجھنا۔ یا کافروں کو عورات مسلمین پر مطلع کرنا۔

تفسیر بیضاوی قاضی بیضہ جلد اول مطبوعہ نولکشور ص۱۳۳ سطر ۱۱ اور تفسیر غرائب القرآن نظام نیشاپوری جلد اول ص۳۱۳ سطر ۲ پر مضمون بالا بمطلب واحد درج ہے۔

تفسیر غرائب القرآن ص۳۱۳ سطر ۱۷ پر ہے کہ آیہ بالا کی رو سے تقیہ کرنا ایسے امور میں جائز ہے جن کا تعلق موالات سے ہو اور اظہار دین کے متعلق بھی تقیہ کر لینا جائز ہے مگر جن باتوں سے غیر کو ضرر پہنچ سکے جیسے قتل اور زنا اور غصب مال اور دروغ شہادت اور قذف محصنات اور کافروں کو عورات مسلمین پر واقف کرنا۔ ان باتوں میں تقیہ کرنا جائز ہے۔

سورہ نحل میں خدا فرماتا ہے کہ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان یعنی جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر کرے تو یہ گناہ ہے۔ سوائے اس شخص کے کہ کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جاوے۔ جبکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد پنجم ص۴۲۵ سطر ۳ پر ہے کہ آیۃ بالا کے تحت میں واجب ہے کہ بیان کیا جاوے کہ اکراہ سے کیا مراد ہے۔ جس کی وجہ سے کلمۂ کفر کہنا جائز ہے اس اکراہ سے مراد یہ ہے کہ ایسا سخت عذاب کیا جائے۔ جس کے متحمل ہونے کی اس کو طاقت نہ ہو جیسے قتل یا ضرب شدید کا خوف یا ایسی اور تکلیفیں۔

تفسیر کبیر جلد پنجم ص۴۲۵ سطر ۱۲ پر ہے کہ آیہ بالا کی رو سے اس پر اجماع قائم ہے کلمۂ کفر کہنے کے

وقت اس پر واجب ہے کہ دل سے اس پر راضی نہ ہو۔ اور یہ کہ تعریفات کہنے پر اکتفا کرے۔ مثلاً ایسا کہے کہ محمد جھوٹا ہے اور مراد یہ ہو کہ کافروں کے نزدیک یا کوئی اور محمد نام دل میں ٹھان لے یا استفہام انکاری کے طور پر ایسا کرے

تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی مطبوعہ مصر جلد چہارم ص ۱۳۲ سطر ۹۔ اور تفسیر بیضاوی قاضی بیضہ مطبوعہ نول کشور جلد اول ص ۲۵۲ سطر ۲۲ اور معالم التنزیل امام بغوی مطبوعہ حیدری بمبئی ص ۵۱۳ سطر ۱۷ اور تفسیر کشاف امام جار اللہ زمخشری مطبوعہ کلکتہ جلد اول ص ۶۳۶ سطر ۲ پر واقعہ ذیل تقریباً ایک ہی عبارت میں مرقوم ہے کہ مشرکوں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو پکڑ لیا۔ اور اس کو میمنوں کے کنوئیں میں ڈبویا اور نہیں چھوڑا جب تک کہ اس نے رسول اللہؐ کو سب نہیں کیا اور مشرکوں کے معبودوں کو اچھا نہیں کہا۔ بعد ازاں عمارؓ کو چھوڑ دیا۔ پھر عمارؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ حضور میں نے مشرکوں کے معبودوں کو اچھا کہا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے عمارؓ تو اس وقت اپنے دل کو کیسا پاتا تھا عرض کیا میرا دل اس وقت ایمان سے مطمئن تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عمار اگر پھر کبھی ایسا موقع آئے تو اسی طرح کہہ دینا۔ پس آیہ بالا کا نزول ہوا۔

سورہ مومن میں خدا فرماتا ہے۔ وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ " یعنی آل فرعون میں سے اس مرد یعنی حزقیل مومن آل فرعون نے کہا جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا ناظرین۔ حزقیل اصل میں قبطی تھے اور فرعون کے ماموں زاد بھائی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پانچ سو برس تک تقیہ کیا۔

شرح اربعین امام نووی آیہ بالا کی شرح میں لکھا ہے کہ تقیہ کے اثبات اور جائز ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ عوام الناس لفظ تقیہ سے نفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لفظ شیعوں کے مستند امورات سے ہے ورنہ تمام دنیا کی فطرت میں تقیہ استعمال ہو رہا ہے۔ یعنی دنیا پیدائشی طریقہ پر مجبور ہے کہ بوقت ضرورت تقیہ کرے بعض نے تقیہ کا نام مدارات رکھا ہے بعض نے مصالحہ اور بعض نے عقل مغلیشی اور تقیہ کے اثبات و جواز پر دلیل و دلالت کر رہی ہے:

آیۃ قرآنی: وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ " یعنی راہ خدا میں خرچ کرو۔ اور اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔۔۔۔ اور آیہ قرآنی ہے ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما " یعنی قتل کرو اپنی جانوں کو کیونکہ خدا تم پر ضرور مہربان ہے اور آیہ قرآنی۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا " یعنی اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ مگر اسی قدر جس کے اٹھانے

کی اس میں طاقت ہو۔

سورہ الشعراء آیۃ نمبر ۱۸ قال الم نربک فینا ولیدًا ولبثت فینا من عمرک سنین یعنی فرعون نے کہا اے موسیٰؑ کیا ہم نے تمہیں یہاں رکھ کر بچپن سے تمہاری پرورش نہیں کی تم تو اپنی عمر سے برسوں تک ہم میں رہ چکے ہو۔

تفسیر بیضاوی قاضی بیضہ مطبوعہ نول کشور جلد دوئم صفحہ ۱۰۶ سطر ۱۵ پر ہے کہ حضرت موسیٰؑ فرعونیوں میں تقیہ سے بسر کرتے رہے پھر صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۷ پر لکھتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ تیس برس فرعونیوں میں رہے پھر دس برس پیچھے شہر مدین کو چلے گئے۔ جہاں حضرت شعیب کے ہاں رہے۔ پھر فرعونیوں میں تیس برس تک اسلام کی دعوت دیتے رہے اور فرعون کے غرق ہونے کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے۔ یعنی آپ کی کل عمر ۹۰ برس تھی۔

مشکوٰۃ مطبوعہ محمدی دہلی باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء فصل اول صفحہ ۴۹۳ سطر ۲۲ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نے سوائے تین مرتبہ جھوٹ بولنے کے اور کوئی جھوٹ نہیں بولا (نعوذ باللہ)۔۔۔۔ ترمذی مطبوعہ احمدی میرٹھ جلد دوئم باب التفسیر سورہ انبیاء صفحہ ۱۴۳ سطر ۴ پر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے سوائے تین مرتبہ جھوٹ بولنے کے ہرگز کسی بات میں جھوٹ نہیں بولا۔ ایک تو فرمایا میں بیمار ہوں۔ دوسرے فرمایا کہ سارہ میری بہن ہے (حضرت سارہ آپ کی زوجہ تھیں) تیسرے فرمایا کہ اس بڑے بت نے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا ہے۔

سورہ مریم آیت نمبر ۴۱۔ واذکر فی الکتاب ابراھیم انہ کان صدیقًا نبیا۔ یعنی اے رسولؐ قرآن میں ابراہیمؑ کا تذکرہ لوگوں سے کر دو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بڑے سچے نبیؑ تھے۔

تفسیر درمنثور امام سیوطی مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۱۰۱ سطر ۳۱ پر بروایت ابو عبیدہ لکھا ہے کہ ابن مسعود نے کہا۔ کہ آنحضرتؐ ہمیشہ اپنے امر کو پوشیدہ رکھتے تھے جب تک کہ آیۃ فاصدع بما تؤمر یعنی اے رسولؐ اس امر کو بالاعلان سنا دو۔ جس بات کا تم کو حکم دیا گیا ہے نازل ہوئی اس وقت آنحضرتؐ اور آپ کے اصحاب اس امر کیلئے نکل پڑے۔ یہی واقعہ بالا تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۴۱۹ سطر ۲۱ اور تفسیر معالم التنزیل امام بغوی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۹۱ سطر ۳۱-۳۲ اور تفسیر غرائب القرآن نظام نیشاپوری جلد دوئم صفحہ ۴۰ سطر ۹ پر مرقوم ہے۔

تاریخ خمیس امام العلامہ شیخ حسین دیار بکری مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۳۲۳ سطر ۲۴ پر ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے تین برس تک نبوت کو مخفی رکھا اور تین برس تک پوشیدہ لوگوں

کو اسلام کی دعوت دیتے رہے اور ابوبکر بن قحافہ بھی اسی طرح پوشیدہ اپنی قوم میں جن پر پورا اعتبار اور وثوق رکھتا تھا۔ اسلام کی دعوت دیتا رہا۔ ناظرین! مواہب اللدنیہ قسطلانی اور انسان العیون برہان الدین اور ابطال الباطل فضل ابن روزبہان میں بھی آنحضرتؐ کے تین برس تک تقیہ کرنے کا ذکر مسطور ہے۔

بخاری مطبوعہ بمبئی باب الاکراہ جلد ہشتم ص۲ سطر ۹ پر بروایت حسن بصری لکھا ہے کہ تقیہ قیامت تک باقی ہے۔

معارج النبوۃ علامہ ملا معین کاشفی مطبوعہ نولکشور رکن سوئم باب دوئم فصل سوئم وقائع سال ششم از نبوت ص۲۵ سطر ۱۲ اور ریاض النضرہ میں بروایت عائشہ وہ واقعہ مشہور و معروف تفصیل سے درج ہے جبکہ ابوبکر نے باوجود آنحضرتؐ کے بار بار منع کرنے کے اسلام کو ظاہر کرنا چاہا اور خلاف حکم خدا و رسولؐ خطبہ پڑھنا شروع کر دیا جس پر عتبہ بن ربیعہ نے ابوبکر کے چہرہ پر اس زور سے کفش زنی کی کہ اس کے ناک اور رخساروں میں تمیز نہ ہو سکتی تھی بالآخر ابوبکر کو کپڑے میں لپیٹ کر بحالت بیہوشی گھر میں لایا گیا۔

تاریخ طبری جلد دوئم ص۲۱۶ پر ہے کہ خدا نے آنحضرتؐ کو بعثت سے تین برس بعد حکم دیا کہ اپنے امر کو ظاہر کریں اور لوگوں کو دعوت اسلام دیں۔ اور نیز اسی تاریخ طبری میں ہے کہ اصحاب رسول جب نماز پڑھتے تو پہاڑوں کے دروں میں چلے جاتے۔

استیعاب جلد دوئم ص۴۲۴ پر ہے کہ عمرو بن عبسہ اسلمی کو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے بشارت دی تھی کہ مکہ میں ایک شخص پیدا ہو گا جس کا دین افضل ہو گا چنانچہ یہ شخص اس بات کی تلاش میں کئی دفعہ مکہ آیا اور واپس چلا گیا یہاں تک کہ اس کو معلوم ہوا کہ وہ شخص پیدا ہو چکا ہے مگر بخوف اعدا مختفی ہے ...... تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی جلد ہفتم ص۳۵۳ پر ہے کہ ابن معین کہتا ہے کہ علی بن المدینی جب ہمارے پاس آتا تو مذہب اہلسنت کا اظہار کرتا اور جب بصرہ میں جاتا تو شیعیت کا اظہار کرتا ...... اس مقام پر یہ بتا دینا بے محل نہ ہو گا کہ علی بن المدینی کون تھا۔ اور اس کے شاگرد امام بخاری نے اس سے کیا سلوک کیا۔

تہذیب التہذیب جلد نہم ص۵۶ اور تاریخ امام مسلمہ بن قاسم میں ہے کہ مسلمہ نے کہا کہ علی ابن المدینی نے کتاب العلل لکھی تھی۔ اور اس پر بخل کرتا تھا یعنی اس کتاب کو سب سے پوشیدہ رکھتا تھا اتفاقاً وہ کسی کام کیلئے باہر کھیت پر گیا امام بخاری نے اس کے لڑکے کو مال کی طمع دے کر یہ کہا کہ

ایک روز کے واسطے کتاب العلل مجھے دیکھنے دو۔ لڑکے نے کتاب اس کو دیدی۔ بخاری نے کتاب لیکر جنید کا تجول کو دیدی اور تین دن میں نقل کراکر واپس کردی۔ بعد از اں جب علی بن المدینی واپس آیا اور کسی مسئلہ پر گفتگو ہوئی جس کا جواب بخاری نے ان کی کتاب العلل سے دیا۔ تب وہ اس راز کو سمجھ گیا اور بہت غمگین ہوا۔ یہاں تک کہ چند روز میں وفات پائی۔ ازیں بعد بخاری کتاب العلل کے ملنے سے بے پردہ ہو گیا اور خراسان آکر بخاری تالیف کی جس کی وجہ سے اس کی قدر بلند ہوئی اور اس کا تمام مشہور ہوا۔ ناظرین! امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوا۔ اور یکم شوال ۲۵۶ھ میں مرگیا۔ مولوی عبد العلی نے بحر العلوم میں لکھا ہے کہ بخاری کی روایات آپس میں نقیض ہیں۔

علامہ عینی جلد اول ص ۱۵ پر لکھتا ہے کہ ہر مصنف پر واجب ہے کہ تین چیزوں کو ابتدائے کتاب میں درج کرے۔ اول بسم اللہ۔ دوسرے حمد۔ تیسرے صلوٰۃ۔ ناظرین! بخاری نے کتاب بخاری میں بسم اللہ کے سوائے اور کچھ نہیں لکھا۔

ابن عدی نے جماعت مشائخ سے روایت کی ہے کہ بخاری نے اپنی کتاب کے کل ترجموں کو قبر رسول اور منبر کے درمیان لکھا۔ اور ہر ترجمہ کیلئے دو دو رکعت نماز پڑھی۔

طبقات شافعیہ جلد دوم میں ہے کہ بخاری ہر ایک حدیث کے درج کرنے پر پہلے غسل کرتا اور پھر دو رکعت نماز پڑھتا۔ اور اس نے کتاب بخاری کو مسجد الحرام میں سولہ برس کے عرصہ میں تالیف کیا۔

ابن حجر لکھتا ہے کہ بخاری کبھی بھی مکہ میں سولہ برس نہیں رہا۔

لسان المیزان ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ مسلمہ بن قاسم جو بخاری کو علی بن المدینی کا چور اور قاتل بتاتا ہے۔ نہایت معتبر اور جلیل القدر شخص تھا۔

زاد المعاد علامہ ابن القیم جلد اول ص ۳۹۹ اور ترجمہ اسد الغابہ جلد دوم ص ۲۵۳ پر ہے کہ حجاج بن علاط سلمی بھی اسلام لے آیا تھا۔ اور فتح خیبر میں بھی شریک تھا۔ اس کی زوجہ ام شیبہ بنت جحش کے پاس حجاج کا کل مال و متاع تھا۔ حجاج بہت مالدار آدمی تھا۔ فتح خیبر کے بعد اس نے آنحضرت سے عرض کیا کہ میرا تمام مال میری زوجہ کے پاس ہے اگر اس کو یا اسکے اقربا کو میرے اسلام لانے کی اطلاع ہو گئی تو میرا تمام مال جاتا رہیگا۔ لہٰذا مجھ کو اجازت ہو کہ مکہ جاؤں اور اسطرح خبر کو بیان کروں کہ میری جان اور مال محفوظ رہے حضرت نے اسکو اجازت دیدی وہ مکہ میں آیا اور اپنی زوجہ سے کہا چاہتا ہوں کہ اس راز کو پوشیدہ رکھنا کہ ہم لوگ غنیمت محمد خریدنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ تمام لوگ مارے گئے ہیں اور انکا مال و متاع غنیمت میں آیا ہے۔ محمد قید ہو گیا ہے اور اصحاب محمد سب جدا ہو گئے ہیں۔ اور یہود نے

قسم کھائی ہے۔ کہ محمدؐ کو مکہ میں لائیں گے۔ اور اپنے کشتوں کے عوض میں اس کو قتل کر دینگے پس اے زوجہ تو مال جمع کر اور میرے حوالہ بہت جلدی کر (چنانچہ اس حیلہ و تلقیہ سے حجاج نے اپنی عورت سے اپنا تمام مال و متاع جمع کر لیا) یہ خبر مکہ میں پھیل گئی۔ مسلمانوں کو غم ہوا۔ اور مشرکین نے خوشی کی اس حدیث سے صاحب زاد المعاد یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اپنے نفس اور غیر پر بھی جھوٹ بولنا جائز ہے۔ جبکہ ایسے جھوٹ سے غیر کو نقصان نہ پہنچے اور اپنا حق مل جائے۔ جیسے حجاج نے جھوٹ بولا اور اس کے ذریعے اپنا مال حاصل کر لیا۔ بغیر اس کے کہ کسی کو ضرر پہنچا ہو۔ رہا یہ امر کہ اس جھوٹ سے مسلمانان مکہ کو اذیت پہنچی یہ مفسدہ اس مصلحت کے مقابلہ میں جو اس جھوٹ سے حاصل ہوئی خفیف ہے۔

احیاء العلوم امام غزالی جلد دوم ص۱۲۳ پر ہے کہ جھوٹ بولنا فی نفسہ حرام نہیں ہے۔ بلکہ چونکہ اس سے مخاطب اور غیر کو ضرر پہنچتا ہے۔ اقل درجہ اس کا یہ ہے کہ خبر دینے والا اعتقاد رکھتا ہے کسی شے کا خلاف واقع پر۔ تو جاہل ہوگا۔ اور کبھی اس سے غیر کو نقصان پہنچتا ہے اور بہت سے جہل ایسے ہیں کہ ان میں مصلحت اور منفعت ہوتی ہے اور جھوٹ بولنا ان کی تحصیل کا ذریعہ ہے تو ماذون فیہ ہوگا۔ میمون بن مہران نے کہا کہ بعض موقعہ پر کذب صدق سے بہتر ہے۔

پھر امام غزالی لکھتا ہے کہ کلام مقصود کے حاصل کرنے کا وسیلہ ہے۔ پس جو مقصود محمود ہو اگر اس کو صدق اور کذب دونوں سے حاصل کر سکتے ہیں تو اس میں کذب حرام ہے اور اگر صرف کذب سے ہی وہ مقصود حاصل ہو سکتا ہے اور صدق سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو اگر تحصیل مقصود مباح ہے تو کذب بھی مباح ہوگا۔ اور اگر تحصیل مقصود واجب ہے تو کذب بھی واجب ہوگا۔

پھر لکھتا ہے کہ ام کلثوم سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے تین قسم کے کذب کی اجازت دی ایک جو بغرض اصلاح ہو۔ دوسرا وہ جو جنگ میں بولا جائے۔ تیسرا وہ جو مرد کو عورت سے اور عورت مرد سے بغرض اصلاح (ایسے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ کذب نہیں ہے جو بغرض اصلاح بولا جاتے۔

پھر لکھتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قسم دی۔ تو مجھ کو دشمن جانتی ہے یا نہیں۔ عورت نے کہا ہاں جانتی ہوں۔ وہ شخص عمر بن خطاب کے پاس آیا۔ اور وہ عورت بھی بلائی گئی۔ عمر نے اس عورت کو کہا کہ تو لوگوں کو بیان کرتی ہے کہ تو اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہے اس عورت نے کہا میں توبہ کرتی ہوں چونکہ میرے خاوند نے مجھ سے قسم لی اور میں نے کذب سے بچنے کیلئے سچ سچ کہہ دیا اے امیر المؤمنین کیا ایسے موقعہ پر جھوٹ بول دیا کروں۔ عمر نے کہا۔ ہاں جھوٹ بولا کر۔

پھر ص۱۲۴ پر لکھتا ہے کہ ثوبان نے کہا کہ کذب جتنا ہے وہ سب گناہ ہے مگر وہ کذب جائز ہے جس

سے کسی مسلمان کو نفع پہنچے یا اس سے کوئی ضرر دفع ہو۔

بخاری، تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۳۳۷ پر ہے کہ جب آنحضرتؐ اور ابوبکر اونٹ پر سوار جا رہے تھے۔ تو ابوبکر سے ایک شخص نے پوچھا یہ کون ہے۔ ابوبکر نے کہا یہ رہنما ہے۔ جس سے سائل یہ سمجھا کہ یہ شخص ابوبکر کو رستہ بتا رہا ہے۔ لیکن ابوبکر کا مطلب یہ تھا کہ یہ شخص میرے دین کا رہنما ہے۔

صواعق محرقہ ابن حجر صفحہ ۱۸۱ پر ہے ابوبکر نے اسلئے اسوقت تقیہ کیا کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد تھا کہ لوگوں کو ہماری شناخت سے روکو۔

تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۳۳۷ پر ہے غار کیطرف جاتے ہوئے ابوبکر نے کسی سائل کے سوال پر مقام کراع میں جواب دیا کہ ہم دونوں میں سے ایک ہادی ہے اور دوسرا باغی ہے۔

تاریخ خمیس صفحہ ۳۲۹ اور تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۱۸۱ پر ہے کہ جب جناب امیر نے انکار کیا کہ ہم نہیں جانتے کہ رسول اللہؐ کدھر چلے گئے ہیں اور اس وقت کہاں ہیں۔ حالانکہ حضرت جانتے تھے تو انہوں نے حضرت کو کچھ دیر قید رکھا پھر چھوڑ دیا۔ اور آنحضرتؐ کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔

فردوس الاخبار دیلمی میں ہے کہ اگر کسی کو اس کا حاکم مسائل پوچھنے کیلئے بلائے اور وہ شخص جانے کہ اگر میں موافق شرع جواب دونگا۔ تو مجھے ضرر پہنچے گا۔ تو جھوٹ نہ بولے۔ سوائے اسوقت کہ جب کہ اس کو جان کا خوف ہو یا عضو کے تلف ہونے یا مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہو۔

احیاء العلوم غزالی میں لکھا ہے کہ ایکدن حجاج نے فقہائے بصرہ و کوفہ کو مجلس میں بلایا حسن بصری بھی آگیا۔ حجاج نے جناب امیرؑ کی مذمت کی اور فقہا نے بھی اس کے قرب کی خاطر اور اس کے شر کے خوف سے حضرت کی مذمت کی۔ حسن بصری اپنی انگلی دانتوں سے کاٹتا تھا۔ اور خاموش تھا۔

مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ سفر میں ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے ابوبکر اور عمر بھی اپنے اپنے وقت میں دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔ اور عثمان بھی اپنے عہد خلافت کے شروع میں دو رکعت نماز پڑھتا رہا لیکن پھر عثمان نے چار رکعت پڑھنی شروع کر دی عبداللہ بن عمر کہتا ہے کہ جب میں امام کے ساتھ پڑھتا تو چار رکعت پڑھتا اور جب اکیلا پڑھتا تو دو رکعت پڑھتا۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ ابوحنیفہ لوگوں کو پوشیدہ فتویٰ دیتا تھا۔ کہ زید بن علی کی امداد واجب ہے۔ مال اس کیطرف لے جاؤ۔ اور اس کی طرف ہو کر خروج کرو۔

قسطلانی لکھتا ہے کہ عبداللہ بن عمر خلافت معاویہ کے خلاف رائے رکھتا تھا۔ مگر اس نے فتنہ سے ڈر کر معاویہ اور یزید کی بیعت کر لی۔

وفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے کہ جب عمر بن ہبیرہ حاکم عراق ہوا اور یزید بن عبدالملک کے وقت خراسان بھی اسکے سپرد ہوا تو ابن سیرین اور شعبی نے یزید بن عبدالملک کی خلافت کو صحیح تسلیم کر لینے میں تقیہ سے کام لیا۔

سیرۃ حلبی اور تاریخ خمیس میں ہے کہ آنحضرتؐ مشرکوں سے ڈر کر زید بن ارقم کے گھر میں چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

شرح اربعین امام نووی اور فتح الباری اور جمع بین الصحیحین حمیدی میں بحوالہ بخاری و مسلم لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ اے عائشہ اگر تیری قوم کفر اور شرک سے تازہ عہد نہ ہوتی اور مجھے ان کے انکار کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور بیت اللہ کو گرا دینے کا حکم دیتا۔ اور اس میں وہ چیزیں داخل کرتا جو وہاں سے نکال دی گئی ہیں۔ اور اس کو ابراہیمؑ کی تعمیر کے مطابق بناتا۔

ناظرین! آنحضرتؐ کا مشرکین سے صلح کرنا اور صلح نامہ میں سے لفظ رسول اللہ مٹا دینا آنحضرتؐ کا منافقین سے قتال نہ کرنا اور حضرت علی علیہ السلام کا معاویہ سے صلح کرنا اور لفظ امیر المومنین کا مٹا دینا اور آنحضرتؐ حذیفہ کو منافقین کے نام بطور راز بتانا یہ سب امور تقیہ ہیں۔

یحییٰ برمکی نے ہارون رشید کے روبرو ہشام ابن حکم سے جو امام صادق علیہ السلام کے اصحاب مخلصین میں سے تھے پوچھا کہ تم علیؑ اور عباسؓ میں سے کس کو سچا قرار دیتے ہو جبکہ وہ میراث کے متعلق جھگڑے۔ ہشام نے سوچا اگر علیؑ کو سچا قرار دیتا ہوں تو جان کا خطرہ ہے۔ اور اگر عباسؓ کو سچا کہتا ہوں تو کفر ہے۔ پس اس نے جواب دیا کہ دونوں سچے تھے جسطرح کہ دو فرشتے جھگڑتے ہوئے حضرت داؤدؑ کے پاس آئے۔ حالانکہ ان کا مطلب صرف داؤدؑ کو اس کے حاکم کی غفلت سے آگاہ کرنا تھا۔

بخاری حصہ اول ص۴۹۲ پر ہے کہ غار کیطرف جاتے ہوئے ابوبکر نے اسوجہ سے ابن الدغنہ سے اصل مقصد بیان نہ کیا۔ اور کہا کہ ہم کو ہم وطنوں نے نکال دیا ہے اور ہم سیاحت کو جاتے ہیں کیونکہ وہ کافر تھا۔ ابن حجر کہتا ہے کہ سیاحت اس کو کہتے ہیں۔ کہ کوئی شخص بلا تعیین مقام جہاں قیام کرنا منظور ہو نکلے۔

شرح بخاری ابن حجر عسقلانی جلد سوم ص۱ پر ہے کہ صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی مشرک مسلمان ہو کر مدینہ چلا آئے تو وہ کفار کو واپس دیدیا جائیگا یعنی کوئی کافر اسلام نہ لاسکے اور اگر کوئی مسلمان مکہ چلا جائیگا اور وہاں جا کر یہودی یا نصاریٰ کا مذہب اختیار کرے تو مسلمان کا کوئی حق نہ ہوگا کہ اس کو واپس لے سکیں صلحنامہ کا لکھنے والا سہیل بن عمر مشرک تھا۔ اس کا بیٹا ابوجندل مسلمان ہو چکا ہوا

تھا اور آنحضرتؐ کی پناہ میں تھا۔ اس صلح نامہ کی رو سے ابو جندل کو اس کے باپ سہیل بن عمر کے حوالہ کر دیا گیا خواہ وہ اب قتل کر دیا جائے۔ اس پر ابن حجر لکھتا ہے کہ چونکہ خدا نے مسلمانوں کیلئے تقیہ مباح کر دیا ہے اسلئے ابو جندل تقیہ کر کے اپنی جان محفوظ رکھ سکتا تھا۔

تاریخ خمیس جلد اول ص۳۰ پر ہے کہ عائشہ سے روایت ہے کہ اسلام نے حضرت زینب اور اس کے شوہر ابو العاص میں جدائی ڈال دی۔ مگر رسول اللہ اس پر قادر نہ تھے۔ یہ دونوں کو جدا کر سکیں کیونکہ مکہ میں مغلوب تھے۔

بخاری جلد دوم ص۱۴۳ پر ہے کہ رسولؐ اللہ نے عائشہ سے کہا کہ اگر تیری قوم تازہ عہد نہ ہوتی۔ اور ان کے پھر ارتداد کا خوف نہ ہوتا۔ تو میں ضرور خانہ کعبہ کو گرا کر اصلی شکل میں تعمیر کرتا۔

ترجمہ اسد الغابہ مولوی عبد الشکور جلد اول ص۲۵۵ پر ہے کہ بشیر بن حنظلہ صحابی کے ساتھ ابو وائل جا رہا تھا۔ ابو وائل کے دشمنوں نے دیکھا اور کہا یہی ابو وائل ہے اسکو پکڑو اور قتل کر دو۔ اس پر بشیر بن حنظلہ نے قسم کھا کر کہا کہ یہ تو میرا بھائی ہے اور میرے ماں باپ کا بیٹا ہے (ابو وائل کوئی اور شخص ہے)

ناظرین! تقیہ کا موقعہ تو انسان کو شاذ و نادر ملتا ہے۔ مگر سنیوں نے تو جھوٹ اور کذب کو ہر وقت مباح کر دیا ہے۔ جو سراسر خدا اور رسولؐ کے حکم کے خلاف ہے۔ احیاء العلوم امام غزالی ص۲۰۴ پر ہے کہ جھوٹ بولنا بنفسہ حرام نہیں ہے بلکہ جب کسی کو ضرر پہنچے تو اکثر اوقات کذب واجب ہو جاتا ہے۔ اور بہت سے موقعوں پر صدق سے کذب بہتر ہے۔ اور بعض جگہ کذب مباح ہے اور جو جھوٹ مرد اپنی عورت سے اور عورت اپنے خاوند سے بولیں وہ جھوٹ ہی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک عورت نے عمر بن خطاب سے پوچھا کہ آیا میں جھوٹ بولوں تو کہا۔ ہاں بول۔ پھر لکھتا ہے کہ آنحضرتؐ کی حدیث ہے کہ مرد عورت سے جھوٹ بول سکتا ہے آدمی کو چاہیے کہ اپنی جان اور مال کی حفاظت کیلئے جھوٹ بولے اور اگر شراب پیئے اور زنا کرے تو اس سے انکار کرے یہاں تک کہ بعض کا گمان ہے کہ فضائل اعمال اور تشدد معاصی کی خاطر جھوٹی حدیث بنانا جائز ہے کیونکہ اس کی غرض صحیح ہے۔

مقدمہ ابن الصلاح ص۱۲ و ص۸۳ پر ہے کہ سب سے زیادہ ضرر مسلمانوں کو اس قوم سے پہنچا ہے جو زاہد کہے جاتے تھے۔ اور جنہوں نے کار ثواب سمجھ کر وضعی احادیث بنائیں۔ اور لوگوں نے ان پر اس وجہ سے اعتبار کر لیا کہ وہ بڑے معتمد اور قابل اعتبار ہیں۔ امام سمعانی کہتا ہے کہ بعض کرامیہ قائل ہیں کہ ترغیب اور ترہیب کی خاطر وضعی حدیثیں بنانا جائز ہے۔ ابن جوزی کہتا ہے کہ وضعی احادیث بنانے والوں کی یہ اقسام تھیں۔ اول وہ جو اپنے مذہب کی حمایت میں بناتے مثلاً خطابیہ اور سالمیہ دوسرے وہ خلفاء امراء کی خوشامد بناتے۔ تیسرے وہ جو روٹی کمانے کی خاطر بناتے۔ چوتھے وہ جو اپنی اولاد اور

وارثوں کے لئے بناتے۔ پانچویں وہ اپنے فتووں اور اجتہاد کی تائید میں بناتے۔ چھٹے وہ جو ترغیب اور ترہیب کی خاطر بناتے۔ مشکوٰۃ جلد چہارم ص۳۳ پر ہے کہ ابوبکر کے فضائل اور مناقب میں بہت احادیث ایسی ہیں۔ جن پر بعض محدثین کا اتفاق ہے کہ سب وضعی ہیں۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی جلد ثالث ص۳۵۷ پر ہے کہ اولی الامر صرف وہی اشخاص ہو سکتے ہیں جو ابتدائے عمر سے انتہائے عمر تک معصوم ہوں۔ یعنی ان کے متعلق صغیرہ یا کبیرہ گناہ کا گمان بھی نہ ہو سکے۔ پس بقول رازی فاسق امام نہیں ہو سکتا۔ مگر رازی کے مقلدین یعنی اہلسنت کا اعتقاد یہ ہے "الامام لا ینعزل بالفسق" یعنے امام فسق و فجور کی وجہ سے امامت سے معزول نہیں ہو سکتا۔

بغیۃ الرائد شرح عقائد نواب صدیق حسن خاں ص۹۲ اور مسلم میں ہے کہ جس کسی نے امام وقت کو نہیں پہچانا۔ وہ جاہلیت کی موت مرا اور نیز لکھا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

صواعق محرقہ ابن حجر عسقلانی میں سورہ الصافات آیہ نمبر ۲۳ "وقفوھم انھم مسئولون" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ بروز قیامت اہل محشر سے علی ابن ابی طالب کی ولایت کا سوال کیا جائیگا۔ علامہ واحدی اس آیہ کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ اور اہلبیت کے بارہ میں سوال کیا جائیگا۔ کیونکہ خدا نے اجر رسالت کو مودت اہلبیت میں محدود کر دیا تھا پس لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ آیا تم لوگوں نے ان لوگوں کی ولایت کو مانا۔ یا اسے بالکل چھوڑ دیا۔ اگر چھوڑ دیا مواخذہ ہو گا۔

تفسیر نیشاپوری مطبوعہ طہران جلد سوئم ص۳۶ پر سورہ الزخرف آیہ نمبر ۴۵ "وسئل من ارسلنا من قبلک" کی تفسیر میں بروایت ابن عباس اور ابن مسعود لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شب معراج میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اس نے کہا کہ اپنے قبل انبیاء سے پوچھئے کہ وہ کس بات پر پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میرے پوچھنے پر تمام نے جواب دیا کہ آپ کی رسالت اور علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت پر۔

ناظرین! اہلسنت کا امام ملاحظہ ہو۔ غایۃ الاوطار ترجمہ رد المختار مطبع صدیقی ص۲۵۳ پر ہے کہ افضل امام وہ ہے جس کی زوجہ دوسرے اماموں کی ازواج سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اگر خوبصورتی میں تمام ازواج برابر ہوں۔ تو افضل امام وہ ہے جو زیادہ دولت رکھتا ہو۔ اگر دولت میں بھی تمام امام برابر ہوں تو افضل امام وہ ہے جو صاحب لقب ہو اگر لقب کے لحاظ سے بھی کسی امام کو دوسرے اماموں پر ترجیح نہ ہو تو افضل امام وہ ہے جس کا لباس زیادہ قیمتی ہو۔ اگر لباس کی حیثیت سے بھی تمام امام ایک جیسے

ہوں تو افضل امام وہ ہے جس کا سر بڑا ہو۔ اگر سر کی بڑائی میں بھی کسی امام کو دوسرے امام پر فوقیت نہ ہو تو افضل امام وہ ہے جس کا آلہ تناسل چھوٹا ہو۔ مگر سنیوں نے اس آخری شرط کی تحقیق کا طریقہ نہیں بتایا کیا سنی اماموں کو ڈاکٹروں کے پاس بھیجا جائے۔ یا کسی اور جگہ مسئلہ امامت کا عجیب حل ہے۔ اس اصول کے مطابق تو مخنثوں کو امیر الائمہ ہونا چاہیئے۔

کتاب ملل و نحل جلد چہارم صفحہ ۱۷۲ پر ہے کہ صحابہ تابعین کا اتفاق ہے کہ نماز ہر فاسق و فاجر کے پیچھے جائز ہے بلکہ مختار بن عبید امامت نماز کرتا۔ حالانکہ اس کے اسلام میں بھی شبہ تھا۔

بخاری کتاب الاذان باب امامت المفتون والمبتدع میں ہے کہ مخنث (ہیجڑا۔ کھسرا) امام ہو سکتا ہے۔

تقیہ وہ چیز ہے جس کا جواز قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ مگر با ایں ہمہ جاہل لوگ اس پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اگر غور و تعمق کی نگاہ سے دیکھیں تو دنیا کا ہر شخص تقیہ پر عمل کرتا ہے۔ یعنی تقیہ وہ مرکب دوائی ہے۔ جو فطرت۔ عقلمندی۔ مآل اندیشی اور شریعت پر شامل ہے۔ نہایت اختصار سے عرض کرتا ہوں۔

(۱) جب آنحضرتؐ نے علیؑ کو حکم دیا۔ کہ وہ ان کے بستر پر کپڑا اوڑھ کر سو جائیں۔ تو اس سے مقصود یہ تھا۔ کہ کفار آنحضرتؐ کو گھر ہی میں خیال کریں۔ کیا یہ تقیہ نہ تھا۔

(۲) جب ابوبکر نے بوقت مرگ عمر کے کہنے پر خلافت اس کے نام لکھ دی۔ اور نوشتہ کو لفافہ میں بند کر دیا تو عمر اس لفافہ پر یہ کہہ کر لوگوں سے بیعت لیتا رہا کہ ہم نہیں جانتے کہ اس لفافہ میں کس شخص کا نام خلافت کے لئے لکھا گیا ہے۔ ہم تو اس تحریر کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔ کیا تقیہ کسی اور چیز کو کہتے ہیں۔

(۳) عائشہ نے خود قتل عثمان کا فتویٰ دیا۔ اور فتویٰ دے کر کعبہ چلی گئی (یہی تقیہ ہے) تاکہ قتل عثمان اس کی غیر حاضری میں وقوع پذیر ہو۔ لیکن جب عثمان قتل ہو چکا اور اس کی امید کے خلاف حضرت علیؑ خلیفہ بنا دیئے گئے تو قتل عثمان میں حضرت علیؑ کو ملزم گردان کر آپ سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئی۔ کیا یہ تقیہ نہ تھا۔

(۴) باپ لڑکے کو تعلیم کے لئے مدرسہ میں بھیجنا چاہتا ہے۔ لڑکا ماسٹر کے خوف سے روتا اور چلاتا ہے باپ اسے پیار اور شفقت سے کہتا ہے۔ بیٹا! مدرسہ مت۔ وہاں استاد تمہیں لڈو اور مٹھائی کھلائیں گے۔ اور تم بہت خوش ہوگے۔ پھر اپنی گرہ سے خریدی ہوئی مٹھائی تمام جماعت میں تقسیم کرتا ہے

اسی دانشمندانہ فعل کو تقیہ کہتے ہیں۔

(۵) محتاط حاکم یا بادشاہ اپنی خواب گاہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہی فرزانہ اور عاقبت اندیشانہ کام تقیہ کہلاتا ہے۔

(۶) گذشتہ ایام میں جب چوروں اور ڈاکوؤں نے قیامت برپا کر رکھی تھی امیر لوگ اپنا زر و مال زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے۔ اور غریبوں کا سا لباس رکھتے تھے۔ اس صورت سے صرف ان کا مال ہی محفوظ نہ رہتا تھا۔ بلکہ ان کی جانیں اور آبرو بھی مصئون تھی۔ پس ثابت ہوا۔ کہ تقیہ کی خلاف ورزی حماقت اور خودکشی ہے۔

(۷) آپ اپنے دو سالہ بچے کے سامنے جیب سے چاقو نکالا۔ اور قلم بنانا چاہا۔ بچہ چاقو کی خوبصورتی پر فریفتہ ہو کر کھلا چاقو مانگتا ہے۔ اور ضد کرتا ہے۔ آپ چاقو کو جیب میں ڈال کر بچہ سے کہہ دیں گے دیکھو دہ چیل چاقو اٹھا کر لے گئی ہے۔ اسی فرزانگی کو تقیہ کہتے ہیں۔

(۸) اگر آپ کے باپ کو اس کے دشمن بوقت شب قتل کرنے کیلئے آپکے گھر میں گھس آئیں اور آپ کا باپ جو ان قاتلوں کی آمد سے آگاہی رکھتا ہو کسی رشتہ دار کے ہاں سویا ہوا ہو۔ کیا آپ ان کو اپنے باپ کی خوابگاہ کا پتہ دیں گے۔ یقیناً نہیں دیں گے۔ پھر آپ تقیہ سے کیوں محترز ہیں۔

(۹) اہلسنت کی مستند کتاب اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت ص۴۱۵ پر مرقوم ہے۔ اے عزیز جان تو کہ جھوٹ بولنا اس سبب سے حرام ہے کہ دل پر اثر کرتا ہے۔ اور صورت دل کو ناراست اور تاریک کرتا ہے۔ لیکن جھوٹ بولنے کی ضرورت آپڑے اور آدمی مصلحتاً جھوٹ بات کہے تو وہ دروغ مصلحت آمیز درست ہے۔ مگر دل میں اس سے کراہت رکھنا چاہیے اور اس سے کارہ ہے تو جھوٹ حرام نہیں ہے اس واسطے کہ جب اس سے کارہ ہے تا تو دل اثر قبول نہ کریگا اور خراب نہ ہوگا۔ اور جب خیر کے ارادے سے جھوٹ بولیگا۔ تو دل تاریک نہ ہوگا۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی ظالم کے ظلم سے بھاگ جائے تو سچ بولنا نہ چاہیے کہ وہاں ہے بلکہ وہاں جھوٹ بولنا واجب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ ناگفتنی ہے لیکن اگر سچ بولنے سے بھی کوئی شر پیدا ہو۔ جو ممنوع ہے تو عدل و انصاف کے ترازو میں تولنا چاہیے۔ اگر اس بات کا نہ ہونا جھوٹ کے ہونے سے شرع میں زیادہ مقصود ہے۔ مثلاً لوگوں میں لڑائی جورو اور خصم میں بگاڑ۔ مال ضائع ہونا۔ بھید کھل جانا۔ گناہ کے سبب سے فضیحت ہونا تو اس وقت جھوٹ بولنا مباح ہے اس واسطے کہ شرع میں ان باتوں کا شر جھوٹ کے شر

سے زیادہ ہے یہ ایسا ہے جیسا جان کے خوف سے مردار چیز حلال ہو جاتی ہے اسواسطے کہ شرح میں جان بچانا مردار کھانے سے زیادہ ضروری ہے۔ فقط غور فرمائیں کہ عبارت بالا میں تقیہ کن کن معمولی حالات میں جائز قرار دیا گیا ہے۔

(۱۰) بعض اصحاب رسول بھوک سے تنگ آکر پیٹ پر پتھر باندھتے تھے جس سے مقصود یہ تھا کہ وہ سیر شدہ ظاہر ہوں۔ اسی طرح بوڑھے سپاہیوں کو ڈاڑھیوں پر خضاب لگانے کا حکم ہوتا تھا۔ تاکہ کفار کی نگاہ میں جوان دکھائی دیں۔ یہ دونوں امور شدومد سے تقیہ کے حامی ہیں۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ تقیہ کا جواز بخوبی واضح اور ثابت ہو چکا ہے۔ اگر ان دلائل کی موجودگی میں بھی کوئی بے شعور آدمی تقیہ کو جائز تسلیم نہ کرے تو اس کی اپنی مرضی۔

حدیث ساز

میزان الاعتدال میں ہے کہ احمد بن عبداللہ بن خالد جوئباری نے ایک ہزار حدیثوں سے زیادہ وضعی حدیثیں بنائیں۔

میزان صفحہ پر ہے کہ احمد بن محمد بن عمر بن یونس بن قاسم حنفی ابوسہل نے پانچ (۵۰۰) وضعی حدیثیں بنائیں۔

میزان صفحہ پر ہے کہ احمد بن محمد بن فضل قیسی نے بقول ابن حبان تین ہزار (۳۰۰۰) سے زیادہ وضعی حدیثیں بنائی۔

میزان صفحہ پر ہے کہ احمد بن محمد بن عمر بن مصعب نے بقول ابن حبان دس ہزار (۱۰۰۰۰) سے زیادہ وضعی حدیثیں بنائیں۔

میزان جلد دوم صفحہ ۷۶ پر ہے کہ عبداللہ بن ابی جعفر رازی دربارہ محمد بن حمید رازی کہتا ہے کہ میں نے اس سے دس ہزار (۱۰۰۰۰) احادیث سنیں مگر رد کر دیں۔ کیونکہ وہ مرد فاسق تھا۔

میزان صفحہ ۱۲۰ پر ہے کہ عبدالرحیم بن حبیب فاریابی نے پانچسو ۵۰۰ سے زیادہ وضعی حدیثیں بنائیں

میزان صفحہ ۱۳۰ پر ہے کہ عبدالکریم بن ہیثم برمی نے کہا کہ شیبان کے پاس پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) وضعی حدیثیں تھیں جو نہ لی گئیں

میزان صفحہ ۲۴۳ پر ہے کہ عمر بن ہارون کی ستر ہزار (۷۰۰۰۰) حدیثیں رد کر دی گئیں۔

میزان صفحہ ۴۳ پر ہے کہ محمد بن حمید رازی حافظ المتوفی ۲۴۸ھ کی پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) احادیث

تحقیں جو روایت نہیں کی جاتیں۔

میزان صلا۲۱ میں ہے کہ محمد بن عمر بن واقد واقدی (جو مشہور مورخ ہے) تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) وضعی حدیثوں کا راوی ہے۔

عقائد سُنیہ متعلق عصمت انبیاءؑ

مواقف اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ہمارے (اہلسنت کے) اکثر اصحاب اور معتزلہ کی ایک جماعت کہتے ہیں کہ وحی آنے سے پہلے انبیاء سے گناہ کبیرہ کا ہو سکنا ممتنع نہیں ہے کیونکہ نہ تو اس پر معجزہ کی کوئی دلالت ہے نہ عقل حکم لگاتی ہے۔ اور نہ شرع میں کوئی ایسی بات لکھی ہے جس سے ثابت ہو کہ وحی آنے سے پہلے انبیاء سے گناہاں کبیرہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن معتزلہ میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ انبیاءؑ سے کبیرہ گناہ نہیں صادر ہو سکتا۔ صغیرہ ہو سکتا ہے کیونکہ اگر انبیاء سے کبیرہ گناہ صادر ہو تو ضرور ہے کہ لوگ ان سے نفرت کرنے لگ جائیں۔

تحفہ باب دوم شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی میں ہے کہ بیشمار آیات احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء سے لغزشیں ہوئی تھیں۔ جن پر عتاب الہٰی نازل ہوا۔

ابن فورک کہتا ہے (ابن فورک اہلسنت کے جید علماء میں سے ہے) کہ جائز ہے کہ خدا ایسے شخص کو پیغمبر بنادے جو مبعوث ہونے سے پہلے کافر ہو یہی عقیدہ فرقہ حشویہ کا ہے۔ جو اہلسنت کا ایک فرقہ ہے۔

اہلسنت کے نہایت جلیل القدر عالم امام سدی آیہ "ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک" (یعنی ہم نے تجھ سے تیرا بوجھ اٹھا لیا۔ جس نے تیری پشت کو خستہ کر دیا تھا) کی تفسیر میں کہتا ہے کہ منقول ہے کہ وزرک یعنی بوجھ سے مراد شرک ہے کیونکہ آنحضرتؐ چالیس سال تک اپنی قوم کے دین (یعنی کفر پر رہے۔ بعینہ یہی مضمون شرح نہج البلاغۃ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی سنی میں ہے۔

شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ حشویہ فرقہ اہلسنت کے لوگوں نے انبیاء پر نبی ہونے کی حالت میں زنا اور لواطہ وغیرہ جیسے گناہ جائز کر دئیے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں۔ کہ اس میں اتنی شرط ہے کہ وہ ظاہر ہو کر نہ کریں۔ بلکہ پوشیدہ کریں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہر حالت میں جائز ہے

غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر اور ملل و نحل شہرستانی میں ہے کہ حشویہ اہلسنت سے ہیں۔

شرح مواقف اور شرح مقاصد اور کتاب تذکرہ فی احوال الموتے و امور الآخرۃ قرطبی میں ہے۔ کہ اشاعرہ کا قول ہے کہ جائز ہے کہ جھوٹ بولے۔ نیز کتاب تذکرہ میں ہے کہ طبری اور اس کے سوا کے

فقہا اور متکلمین اور محدثین نے کہا ہے کہ انبیاء سے صغیرہ گناہ واقع ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے رافضی (یعنی شیعہ) کہتے ہیں کہ انبیاء سب گناہوں سے معصوم ہیں۔

تحفہ کید چہارم میں ہے کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء مبعوث ہونے کے بعد کبیرہ گناہ عمداً اور سہواً نہیں کرتے۔ لیکن گناہ صغیرہ سہواً کرتے ہیں۔

تحفہ باب ہفتم میں ہے کہ حضرت آدمؑ نبوت سے پہلے امام اور خلیفۂ زمین تھے اور اس پر اہلسنت کا اجماع ہے کہ ان سے گناہ صادر ہوا جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ "عصے ادم ربہ فغوی"

بخاری کتاب الغسل باب من اغتسل عریاناً وحدہ فی الخلوۃ میں بروایت ابوہریرہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل ایک ہی جگہ ننگے نہایا کرتے تھے اور ایکدوسرے کو ننگا دیکھتے تھے۔ مگر حضرت موسٰیؑ علیحدہ نہایا کرتے اس لئے بنی اسرائیل کو شک ہوا کہ حضرت کے خصیئے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک دن حضرت موسٰیؑ نہانے لگے اور ایک پتھر پر کپڑے رکھے تو پتھر کپڑے لے کر بھاگ گیا حضرت اسی حالت میں پتھر کے پیچھے بھاگے اور پتھر کو خوب زدوکوب کیا۔ بنی اسرائیل نے حضرت کو دیکھ کر کہا ہمارا خیال غلط تھا حضرت کو کوئی مرض نہیں ہے۔ ابوہریرہ نے پھر کہا کہ خدا کی قسم۔ اس پتھر پر اب تک موسیٰؑ کی ضربوں کے نشانات موجود ہیں۔

تفسیر کبیر جلد ہشتم زیر آیہ وجدک ضالاً ملا۴۰ میں ہے کہ بعض مفسر کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ پہلے کافر تھے کلبی کہتا ہے کہ ووجدک ضالاً سے مراد یہ ہے کہ آنحضرتؐ کافر تھے۔ سدی کہتا ہے کہ آنحضرتؐ پہلے اپنی قوم کے مذہب پر تھے مجاہد کہتا ہے کہ آنحضرتؐ ہدایت سے گمراہ تھے اور ملا۴۱ پر امام رازی کا اپنا قول ہے کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک لحظہ کیلئے بھی کفر نہیں کیا۔

ناظرین ضلال کے معنی لغت کے لحاظ سے کئی ہیں جن میں سے یہاں صرف "پوشیدہ" چھپا ہو سکتے ہیں۔ پس معنی یہ ہوئے کہ اے محمدؐ تیرے کمالات پہلے اس قوم میں مخفی تھے۔ اب ہم نے ظاہر کر دیئے۔ اور یہ مغلوب ہو گئے۔ مثلاً ضل الماء فی اللبن اذا جاء مغمورا "

ترجمہ بخاری پارہ تیرھواں کتاب بدء الخلق مطبوعہ احمدی پریس ص۹۳ پر ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ مجھکو موسیٰ پر فضیلت مت دو قیامت کے دن سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے تو مجھے ہوش سب سے پہلے آئیگا۔ میں دیکھونگا کہ موسیٰ عرش کا کونا تھامے ہوئے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ وہ بیہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے یا ان لوگوں میں ہوں گے جنکو اللہ نے مستثنیٰ کیا ہے یعنی وہ بیہوش نہ ہوئے ... تحفہ شاہ عبدالعزیز نے طعن قرطاس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ انبیاءؑ کی ہر ایک بات

نہ دی ہوئی ہے اور نہ اس کا ماننا ضروری ہے۔

تفسیر درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی میں ہے کہ بزار اور طبرانی اور ابن مردویہ اور ضیائے مقدسی نے کتاب مختارہ میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے پڑھا افرایتم اللات والعزیٰ ومنات الثالثہ" یعنی کیا تم نے لات اور عزیٰ اور ان کے پیچھے تیسرے بت مناف کو دیکھا۔ بعد ازیں آنحضرتؐ نے پڑھا تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ" یعنی یہ بزرگ بت ہیں اور در حقیقت ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے پس جبرئیل نے کہا کہ میں تو آپ کے پاس یہ نہیں لایا تھا یہ الفاظ شیطان سے ہیں۔ پس خدا نے یہ آیہ نازل فرمائی کہ ہم نے تیرے پہلے جب کسی رسول یا نبی کو بھیجا اور جب کبھی اس نے تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں دراندازی کر دی۔

ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے صحیح سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے بعینہ روایت بالا درج کی ہے اور اس پر اضافہ یہ کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے اسوقت سجدہ تو یہ بھی کیا۔

کتاب مواہب الدینہ شیخ شہاب الدین قسطلانی میں ابن ابی حاتم اور طبرسی اور ابن منذر اور مردویہ اور بزاز اور ابن اسحاق اور حافظ ابن کثیر اور واقدی اور سدی اور معشر کی روایات سے وہی واقعہ بالا درج ہے۔

تفسیر معالم التنزیل ص۶۱۷ پر ہے کہ ابن عباس اور محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ نے اپنی قوم کی روگردانی کو دیکھا تو یہ امر حضرت پر ناگوار ہوا اور دل میں تمنا کی کہ کوئی بات ایسی ہوئی کہ جس سے ہم قوم کے قریب ہو جاتے (خواہ وہ امر کیسا ہی کفر اور شرک سے بھرا ہو) پس ایک روز حضرتؐ مجلس قریش میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سورہ النجم کا نزول ہوا جسکو آنحضرتؐ نے پڑھا جب آیہ افرئیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ" کی تلاوت کی تو شیطان نے حضرت کی زبان پر وہ بات ڈالدی جسکی حضرتؐ کو تمنا تھی (یس شیطان کوئی نہ تھا بلکہ حضرتؐ کی تمنا مجسم شیطان تھی نعوذ باللہ) یعنی تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ" یعنی یہ بلندی والے اجسام ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہیں جب قریش نے سنا تو خوش ہوئے اور حضرتؐ نے سورہ پڑھ کر سجدہ کیا تو کفار نے بھی سجدہ کیا

تفسیر طبری جلد ۱۷ ص۱۲۱ پر ہے کہ تاویل کلام یہ ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کتاب پڑھتا ہے یا تلاوت کرتا ہے یا حدیث بیان کرتا ہے یا معمولی کلام کرتا ہے تو شیطان اس میں دراندازی کر دیتا ہے۔ تو خدا اس القائے شیطانی کو منسوخ کر دیتا ہے۔ ناظرین ایس نبی یا رسولؐ کا ہر ایک فعل اور قول غیر محفوظ ہوا۔

بخاری جلد دوم ص۱۵۲ پر ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ کوئی شخص میرے بارہ میں یہ نہ کہے کہ میں

یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ فتح الباری جلد سوئم صفحہ ۲۹۲ پر ہے کہ کسی نبی کو مناسب نہیں کہ وہ کہے کہ ہم افضل ہیں۔

بخاری بر حاشیہ فتح الباری جلد سوئم صفحہ ۵۸ پر ایک یہودی اور مسلمان کا جھگڑا مرقوم ہے جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰؑ سے بہتر نہ کہو۔

رسالہ رد روافض احمد بن عبدالاحد صفحہ ۷ پر ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعض افعال اور اقوال اپنی رائے اور اجتہاد سے ہوں۔ مثلاً طلب کاغذ و قرطاس و تجہیز جیش اسامہ واخراج مروان ایسے امور کی مخالفت کفر نہیں ہے۔ بحر العلوم کے صفحہ ۳۵۹ پر ہے کہ تم اس شخص کی بات نہ مانو جو یہ کہے کہ انبیاء خدا کے احکام میں خطا نہیں کر سکتے۔ بہ تحقیق یہ عقیدہ شیاطین اہل بدعت مثل روافض وغیرہ کا ہے۔ اہل حق انبیاءؑ سے صدور و خطا کو جائز جانتے ہیں۔

بخاری کتاب المناقب پارہ پندرہ احمدی پریس لاہور صفحہ ۲۲ پر ہے کہ قبل نبوت آنحضرتؐ زید بن عمر بن نفیل کو مقام بلدح پر ملے۔ اور آنحضرتؐ کے سامنے دستر خوان چنا گیا۔ مگر زید نے وہ کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا۔ جن کو تم لوگ تھانوں پر کاٹتے ہو۔ میں اس جانور کا گوشت کھاؤں گا۔ جو اللہ کے نام پر کاٹا جائے۔ یعنی بقول اہلسنت آنحضرتؐ حرام گوشت کھاتے تھے۔ نعوذ باللہ

ترجمہ بخاری کتاب بدء الخلق پارہ تیرھواں صفحہ ۸۵ پر ہے کہ آنحضرتؐ بروز قیامت بیہوش ہو جائیں گے۔ بخاری کتاب المناقب پارہ پندرہ صفحہ ۱۷ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا۔

ترجمہ بخاری مولوی وحید الزمان کتاب المغازی پارہ تیرھواں صفحہ ۸۱ پر ہے کہ سمندر نے ایک مری ہوئی عظیم الجسم مچھلی کنارے پر پھینکی جس کا گوشت اصحاب رسولؐ پندرہ دن تک کھاتے رہے اس کی ایک ہڈی اتنی بڑی تھی کہ ایک اونٹ مع سوار اس کے نیچے سے نکل گیا۔ جب آنحضرتؐ اور اصحاب مدینہ واپس آئے اور مچھلی کا تذکرہ ہوا۔ تو آنحضرت کے ارشاد پر اس مچھلی کا بچا ہوا گوشت سمندر کے کنارے سے لایا گیا۔ جو آنحضرتؐ نے کھایا۔ ترجمہ بخاری وحید الزمان کتاب الہبہ پارہ دسواں صفحہ ۱۴ پر ہے کہ ابن عباس کی خالہ ام مفید نے آنحضرتؐ کو پنیر اور گھی اور گوہ (مشہور جانور ہے) کھانے کیلئے بھیجے آنحضرتؐ نے گوہ کا گوشت نہ کھایا۔ لیکن دوسرے اصحاب نے کھایا۔ اور آنحضرتؐ نے ان کو کھانے سے منع نہ کیا۔

مشکواۃ باب فی المعراج فصل اول مدے۴۲ پر ہے کہ شب معراج آنحضرتؐ کا دل چیرا گیا اور زمزم سے دھو کر اس میں ایمان بھر اگیا۔ بخاری باب نسیان القرآن میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا۔ خدا اس پر رحم کرے اس نے مجھکو بہتیں اس سورہ سے یاد کرائیں۔ ..... بخاری میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ کوئی نبی یا خلیفہ ایسا نہیں کہ جس میں دو قوتیں نہ ہوں۔ ایک وہ جو نیکی کیطرف کشش کرے اور دوسری وہ جو بدی کیطرف کھینچے۔

بخاری میں ہے کہ جب نماز کیلئے صف بندی ہوگئی اور آنحضرتؐ آگے کھڑے ہو کر نماز شروع کرنی چاہی تو یاد آگیا کہ میں جنبی ہوں۔ پس آنحضرتؐ نے غسل کر کے نماز پڑھائی۔

بخاری میں ہے کہ آنحضرتؐ نے نماز پڑھائی۔ تو اس میں کچھ زیادتی یا کمی کر دی۔ اصحاب نے آگاہی دی تو سجدہ سہو ادا کیا اور فرمایا۔ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں۔ جب بھول جایا کروں اطلاع دے دیا کرو۔ پھر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے نماز ظہر میں پانچ رکعتیں پڑھا دیں۔ پھر لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی بھولے سے قبلہ کے سوا دوسری طرف نماز پڑھ لے تو اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں کیونکہ آنحضرتؐ نے نماز ظہر میں دو رکعت کے بعد اسلام پھیر دیا۔ اور نمازیوں کی طرف اپنا منہ کیا اور پھر بقایا نماز قبلہ کیطرف منہ کر کے ادا کی۔

بخاری میں ہے کہ آنحضرتؐ معہ دیگر اصحاب سفر میں تھے رات آگئی اور آنحضرتؐ سو رہے۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا۔ اصحاب نے بلند آوازی سے تکبیریں کہیں تب حضرتؐ بیدار ہوئے اور بغیر نماز ادا کئے کوچ کا حکم دیدیا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد آنحضرتؐ سواری سے اترے اور نماز فجر پڑھائی ..... تذکرۃ الحفاظ مدے۲۳ پر ہے کہ عبد اللہ بن سلام یہودی نے (اب مسلمان ہو چکا ہے) آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا حضرتؐ ہم نے قرآن بھی پڑھا ہے اور توریت بھی۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ ایک رات قرآن پڑھا کرو۔ اور دوسری رات توریت۔

روض الانف سہیل معارف ابن قتیبہ۔ کتاب الاکتفاء ابو الربیع سلیمان بن سالم کلاعی میں ہے کہ کنانہ نے اپنے باپ خزیمہ کی زوجہ پر تصرف کیا۔ جس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا اور یہ نضر رسول اللہ کے اجداد میں سے تھا۔ ناظرین! پس بقول اہلسنت آنحضرتؐ پر بھی معاویہ اور عمرو عاص کیطرح نطفی داغ لگا دیا گیا ہے۔ جس کیوجہ سے محض حمایت دشمنان اہلبیتؑ ہے

شیخ احمد سرہندی سرگروہ صوفیاں نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے:

من چہ پروائے مصطفیؐ دارم　　　پنجہ در پنجۂ خدا دارم

کتاب فردوس آسیہ چمن پنجم مصباح الزیت فی مناقب اہلبیت باب دسواں قصہ افک عائشہ صفحہ ۲۹۶ پر ہے کہ خداوند عالم نے رسول اللہ کو پہلے اپنا جمال عائشہ کے پردے میں دکھایا۔ اور حضرت کو اس طریقے سے اپنا شیدا بنایا۔ پھر یکدم اس پردے کو بیچ میں سے اٹھا دیا اور رسول اللہ کو اپنی ذات کا عاشق بنا لیا۔ اور صفحہ ۳۰۵ پر ہے کہ عائشہ نے کہا۔ جمع کیا اللہ نے میرا لعاب دہن آنحضرت کے لعاب دہن کے ساتھ اول روز عقبیٰ کے اور آخر دن دنیا کے۔

مدارج النبوت عن مواہب لدنیہ و کشف الغمہ عبدالوہاب شعرانی میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے بہشت میں (اپنے مرض الموت میں) عائشہ کی دونوں ہتھیلیاں دیکھیں اور مجھ پر موت کی تکلیف آسان ہوگئی۔ اور نیز لکھا ہے کہ عائشہ نے کہا کہ جب آنحضرت میرے گھر تشریف لاتے تو دونوں گھٹنے میرے دونوں رانوں پر رکھ دیتے اور دونوں ہاتھ میرے پستانوں پر رکھتے اور مجھ پر اوندھے ہو جاتے اور حضرت کو سانس چڑھ جاتی (فردوس آسیہ مصباح الزیت کی مناقب اہلبیت فضیلت مسواک صفحہ ۴۵۲ ۴۵۴)

ابن ماجہ ترجمہ نواب وقار نواز جنگ باب تلقیح النخل صفحہ ۲۳۳ پر طلحہ بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ لوگ نر کھجور کا عصارہ مادہ کھجور پر ڈال رہے تھے تاکہ پھل زیادہ لگے۔ آنحضرت نے فرمایا میری رائے میں یہ فضول کام ہے۔ تو لوگوں نے اس عمل کو ترک کر دیا۔ اس سال کھجوروں نے بہت کم پھل دیا جس پر آنحضرت نے فرمایا یہ منع کرنا میرا اپنا گمان تھا۔ اگر اسی کام میں فائدہ ہے تو کرو۔ میں بھی تم جیسا انسان ہوں۔ اور میرے گمان میں بھی خطا ہوتی ہے اور کبھی صواب۔ لیکن جب میں یہ کہوں کہ خدا نے ایسا فرمایا ہے۔ تو میں اس وقت ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔

بخاری کتاب الصلوٰۃ باب کراہیۃ التعری فی الصلوٰۃ میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ کعبہ کی تعمیر میں آنحضرت بھی اپنی قوم کے ساتھ پتھر اٹھانے میں شریک رہے تھے۔ حضرت عباس نے فرمایا۔ آپ بھی اپنا ازار اتار کر اپنے کندھے پر پتھروں کے نیچے رکھ لیں (جیسا کہ ہم تمام نے رکھا ہوا ہے اور ہم قریباً ننگے ہیں)

پس جب آنحضرت نے بھی ایسا کیا تو ازراہ شرم کیوجہ سے غش کھا کر زمین پر گر پڑے اور بالکل برہنہ ہوگئے مگر بعد ازاں کبھی ننگے نہیں ہوئے۔ ناظرین! اسوقت آنحضرت کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔

بخاری کتاب الایمان والنذر اور بخاری کتاب الادب باب ما یجوز من ذکر الناس نحو قولہم الطویل و القصیر میں بروایت ابوہریرہ لکھا ہے کہ آنحضرت نے دو رکعتیں پڑھا دیں نماز فجر کے سوائے کسی نماز میں، سلام پھیر دیا۔ اور ایک عمارتی لکڑی دیکھنے چلے گئے۔ ابوبکر اور عمر بھی نمازیوں میں موجود

تھے۔ ان کو اس سہو کے جتانے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن ذوالیدین کے کہنے پر آنحضرتؐ نے بقایا دو رکعتیں پڑھائیں اور سجدہ سہو ادا کئے۔

بخاری کتاب المغازی باب قصہ غزوہ بدر آیہ ولقد نصرکم اللہ کے ذکر میں عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ بدر میں لڑنے کی نیت سے نہیں بلکہ لوٹ مار کی غرض سے (لوٹیروں کیطرح) گئے تھے۔

ابن ماجہ مطبوعہ نظامی دہلی باب فیمن یغتسل من جمیع نسائہ غسلاً واحد میں ہے کہ آنحضرتؐ ایک غسل سے اپنی تمام ازواج سے مجامعت کرتے۔ یہی حدیث بخاری میں بھی ہے..... بخاری کتاب النکاح باب النسائی السفر میں انس سے روایت ہے۔ کہ واپسی خیبر کے وقت خیبر اور مدینہ کے درمیان آنحضرتؐ اپنی زوجہ صفیہ سے تین دن تک مقاربت کرتے رہے اور میں نے طعام ولیمہ کے لئے مسلمانوں کو بلایا۔

ابن ماجہ جلد دوئم کتاب النکاح باب المراۃ تھب یومہا من ۵ پر عائشہ سے منقول ہے کہ جب سودہ بنت زمعہ زوجہ رسولؐ بوڑھی ہوگئی تو آنحضرتؐ نے اس کو طلاق دینی چاہی۔ مگر اس نے عرض کیا کہ مجھے طلاق نہ دیجئے مجھے مرد کی ضرورت نہیں ہے اور پھر سودہ نے اپنی باری کی رات مجھے بخشدی اور صفحہ پر عائشہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ اپنی زوجہ صفیہ بنت حی سے ناراض ہو گئے۔ میں نے دونوں کی صلح کرا دی۔ اور صفیہ سے اس کی باری کی ایک رات (انعام میں) حاصل کی۔

بخاری باب اول کیف کان بدء الوحی میں عائشہ سے منقول ہے (ابھی عائشہ پیدا بھی نہ ہوئی تھی) کہ وحی کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی۔ پھر آنحضرتؐ خلوت پسند ہونے لگے۔ غار حرا میں ایک فرشتہ (فرشتہ کا نام ندارد) آیا۔ اس نے کہا اے محمدؐ پڑھ حضرتؐ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس پر فرشتے نے حضرتؐ کو اسقدر زور سے بھینچا کہ آپ کو ایذا ہوئی۔ پھر فرشتہ نے حضرتؐ سے کہا پڑھ۔ حضرت نے پھر وہی جواب دیا حضرتؐ گھر میں اسی حالت سے گئے کہ ان پر خوف و ہراس مستولی تھا۔ اور جاتے ہی کہا مجھے کمبل اڑھاؤ۔ جب ہوش درست ہوئے تو حضرتؐ نے سارا ماجرا خدیجہ سے بیان کیا اور فرمایا مجھے خوف جان ہے۔ خدیجہ نے تسلی دی اور حضرتؐ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی جو نصرانی تھا۔ وہ نابینا تھا۔ جب ورقہ نے تمام بات سنی تو کہا یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰؑ کے پاس آیا تھا۔ وغیرہ ناظرین! یہ روایت عائشہ سے ہے جو ابتداء وحی کے وقت پیدا بھی نہ ہوئی تھی اس سے سنیوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ فرشتہ مرتبہ نبوت اور مذہب سے جاہل تھا

اور حضرتؐ چالیس سال جاہل مطلق تھے۔ فرشتہ نے حضرتؐ کو سخت ایذا دی حضرت پر دہشت طاری ہو گئی۔ گویا ابھی تک حضرت کو فرشتہ کے وجود اور اپنی نبوت کا ذرہ بھر علم نہ تھا۔ موت سے خائف ہوئے ایک اندھا نصرانی حضرتؐ سے زیادہ عالم اور عارف تھا۔ نعوذ باللہ م

بخاری کتاب القدر باب وحرام قریۃ اہل کناہا میں ابوہریرہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا نے ہر ایک کی قسمت میں زنا کا جو حصہ لکھ دیا ہے۔ وہ اس میں خواہی نخواہی مبتلا ہو گا

بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکہ میں ہے کہ شب معراج موسیٰؑ نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو کہا اے خدا کیا اس لڑکے کی امت جو میرے بعد نبی ہوا ہے۔ میری امت سے شمار میں زیادہ داخل جنت ہوگی۔ ..... بخاری کتاب المناقب باب المعراج میں مالک بن صعصعہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب میں موسیٰ سے ملاقات کر کے آگے بڑھا تو موسیٰ رو پڑا۔ وجہ پوچھی گئی۔ تو کہا خدایا۔ اس لڑکے کی امت جو میرے بعد نبی ہوا ہے۔ میری امت سے شمار میں زیادہ داخل جنت ہوگی

بخاری کتاب الغسل باب من اغتسل عریاناً وحدہ فی الخلوۃ میں ابوہریرہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت ایوب ننگے نہا رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں آسمان سے گرنے لگیں اور انہوں نے ان کو کپڑے سے پکڑنا شروع کر دیا۔

بخاری کتاب بدء الخلق باب خیر مال المسلم میں ابوہریرہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ غائب ہو گئے تھے۔ نہ معلوم۔ ان سے کیا خطا سرزد ہوئی میرا گمان ہے کہ وہ چوہے بن گئے ہوں گے۔

ابوہریرہ

امام یافعی نے مراۃ الجنان میں لکھا ہے کہ ابوہریرہ نے معاویہ کی طرف سے امارت مدینہ قبول کی صاحب مشکوٰۃ نے ترمذی سے بہ زبانی ابوہریرہ حدیث نقل کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قبیلہ دوس سے ہوں حضرتؐ نے فرمایا کہ میں تو قبیلہ دوس میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا جس میں نیکی ہو۔

شرح ابن ابی الحدید میں بہ حوالہ کتاب معارف ابن قتیبہ لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے ابوہریرہ کو کاذب احادیث وضع کرنے پر درے لگائے اور کہا کہ تو جھوٹا ہے اور رسول اللہ کی طرف جھوٹی احادیث منسوب کرتا ہے پھر بروایت سفیان ثوری و منصور بن ابراہیم لکھا ہے کہ اصحاب رسول ابوہریرہ

ے کوئی حدیث نہ لیتے تھے۔ سوائے ان حدیث کے جن میں بہشت یا دوزخ کا ذکر ہو جناب سیدہ کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ پر سب سے زیادہ جھوٹ باندھنے والا ابوہریرہ ہے۔ اور ابویوسف نے بروایت ابوحنیفہ لکھا ہے کہ اس نے کہا کہ اصحاب رسولؐ تمام عادل ہیں۔ سوائے چند اشخاص کے جن میں ابوہریرہ اور انس بن مالک شامل ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ رسول اللہؐ سے یہ حدیث بیان کرنے میں ابوہریرہ معتبر نہیں ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اور عمر اور عائشہ اس کی روایات میں توقف کرتے تھے۔ اور اسکو متہم کرتے اور قدح کرتے۔ پھر لکھا ہے کہ عمر نے ابوہریرہ کو خدا کا دشمن اور قرآن کا دشمن کہا اور اس پر چوری کا الزام لگایا۔ اور اس کے سر پر درہ مارا اور دو ہزار درہم تاوان لیا۔

کتاب مستطاب استقصاء الافہام شیعہ اثنا عشری جلد ثانی صفحہ ۱۹۸ پر ہے کہ عائشہ نے اپنے بھانجے سے کہا کہ کیا تم کو ابوہریرہ کی کثرت روایات پر تعجب نہیں آتا ہے۔ حالانکہ حضرتؐ نے جو احادیث فرمائی ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ان کو گن سکتا ہے۔

کتاب الرد علی من قال بتناقض الحدیث علامہ ابن قتیبہ میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام ابوہریرہ کی احادیث کو جھوٹا کہتے تھے۔ کیونکہ وہ صرف تین برس آنحضرتؐ کی خدمت میں رہا مگر بے شمار احادیث بیان کیں۔ اور عائشہ اور ام سلمہ کی وفات کے بعد ایسی احادیث بیان کیں۔ جو بزرگ صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہے۔

جمع بین الصحیحین میں مسلم کی حدیث درج ہے کہ ایک روز ابوہریرہ باہر آیا اور اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔ تم لوگ باہم چہ چالکتے ہو کہ میں جھوٹی احادیث بیان کرتا ہوں

تاریخ ابن کثیر شامی میں ہے کہ عمر بن خطاب نے ابوہریرہ سے کہا کہ رسول اللہؐ سے حدیث بیان کرنا چھوڑ دو۔ ورنہ میں تم کو تمہارے وطن دوس میں واپس بھیج دونگا۔

عین الاصابہ سیوطی میں بہت احادیث لکھی ہیں۔ جن میں عائشہ نے ابوہریرہ کی تکذیب کی ہے

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ شعبہ کہتا ہے کہ ابوہریرہ حدیث میں تدلیس کرتا ہے۔

تذکرۃ الحفاظ احمد بن محمد ذہبی فصل الطبقہ الاولیٰ فی مشاہیر الصحابہ ترجمہ ابوہریرہ میں ہے کہ ابوہریرہ اصحاب صفہ میں سے تھا اور فاقوں کا مزہ چکھے ہوئے تھا پھر آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اس کی حالت بہتر ہو گئی۔ اور اس نے بہت بہت مال جمع کیا اور عابد و زاہد تھا۔ معاویہ کے زمانہ میں والئی مدینہ ہوا اور اسی طرح زمانہ مروان میں ہوا۔ جب بازار میں نکلتا تو اس کے سر پر بوجھ ہوتا لکڑیوں۔ گوبر گھاس وغیرہ کا۔ سبحان اللہ سنیوں کے تمام پیشواؤں کو لکڑیوں۔ گوبر۔ گھاس گٹھلیوں۔ حجامت بزازی

ودالی۔ کدعوں وغیرہ ہی سے واسطہ رہا ہے۔

استیعاب ابن عبدالبر باب الہاء صـ۶۴۲ پر ہے کہ ابوہریرہ فتح خیبر کے دن مسلمان ہوا اور پیٹ بھر دینے سے راضی رہتا۔ سیرۃ حلبیہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی میں ہے کہ ابوہریرہ نماز جناب امیر علیہ السلام کے پیچھے پڑھتا اور کھانا معاویہ کے دستر خوان پر کھاتا۔ اور جنگ صفین کیوقت ایک بلند ٹیلہ پر جنگ کا تماشہ دیکھتا۔

عقد الفرید اور معجم الادبا اور معجم البلدان میں ہے کہ ابوہریرہ نے اپنی امارت بحرین میں بیت المال کا غبن کر لیا۔ اس پر عمر نے اس کو کہا کہ اے دشمن خدا اور دشمن قرآن تو نے مال چرایا ہے۔

بخاری کتاب النفقات باب وجوب صدقہ میں ہے کہ ابوہریرہ نے کہا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ بہتر صدقہ وہ ہے جو دل کھول کر دیا جائے۔ لوگوں نے کہا اے ابوہریرہ کیا آنحضرتؐ نے ان ہی الفاظ میں کہا ہے۔ ابوہریرہ نے کہا نہیں۔ صحاح میں ہے کہ جب ابوہریرہ نے یہ حدیث وضع کی کہ جس نے "لا الہ الا اللہ" کہہ دیا وہ جنتی ہے۔ عمر نے اس کو مارا۔ رسالہ اثر ابن عباس مولوی عبدالحق لکھنوی میں ہے کہ عمر نے ابوہریرہ کو کہا کہ رسولؐ اللہ سے احادیث بیان کرنا چھوڑ دو۔ ورنہ تم کو جلاوطن کر دونگا۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ ابوہریرہ اور سمرہ بن جندب صحابی کو معاویہ کیطرف سے احادیث ثلاثہ کی منقبت اور اہل بیتؑ کی مذمت کے صلہ میں وضع کرنے میں انعام واکرام ملا کرتا۔ انہی قبیل یہ حدیث ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا جس کی وجہ سے جناب فاطمہؑ اور آنحضرتؐ کو ناگواری ہوئی اور نیز ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرتؐ کو نماز تہجد کیلئے عرض کیا۔ مگر آنحضرت نے ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ ابوہریرہ ۷ھ میں مسلمان ہوا تھا۔

میزان الاعتدال امام ذہبی صـ۶۴۲ پر ہے کہ علامہ عثمان مقسم میری نے ابوہریرہ کو کاذب لکھا ہے اعلام الاخیار کفوی میں ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ صحابہ کے مقابلہ میں میرا قول چھوڑ دو مگر ابوہریرہ اور انس بن مالک اور سمرہ بن جندب کے مقابلہ میں میرا قول ترک نہ کرنا۔ ابوجعفر ہندوانی کہتا ہے کہ ابوحنیفہ کا یہ قول اس وجہ سے تھا کہ یہ تینوں اصحاب کذب سے مطعون تھے۔

کتاب الاصول شمس الائمہ سرخسی میں ہے کہ عمر نے ابوہریرہ کو کہا کہ اگر تو نے حدیث رسولؐ اللہ کا بیان ترک نہ کیا۔ تو میں تجھ کو قردہ کی زمین میں بھجوا دونگا۔

عقد فرید ابن عبدربہ اور کتاب الفائق اور معجم البلدان اور مستدرک حاکم میں ہے کہ ابوہریرہ نے کہا۔ کہ جب عمر نے مجھ کو بحرین سے معزول کیا تو کہا اے دشمن خدا و کتاب۔ تو نے مال میں چوری کی۔

میں نے کہا میں خدا اور کتاب کا دشمن نہیں ہوں۔ بلکہ ان دونوں کے دشمن کا دشمن ہوں۔

روضۃ العلماء میں ہے کہ عیسیٰ ابن ابان کہتا ہے کہ میں سب صحابہ کی تقلید کرتا ہوں انکے اقوال میں سوائے ابوہریرہ و وابصہ بن معبد و ابوسنابل بن بعکک کے۔

عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۴۴ پر ہے کہ ابوہریرہ اہل عرب کے اونٹ چرایا کرتا بعدہٗ میں اسلام لایا۔ اور اصحاب صفہ میں داخل کیا گیا۔ جو بوجہ محتاجی دوسرے اصحاب یا رسول اللہؐ سے نان و نفقہ حاصل کرتے۔

تاریخ حافظ ابن اثیر شامی میں بروایت بشر بن سعد لکھا ہے کہ خدا کی قسم ابوہریرہ آنحضرتؐ کے قول کو کعب احبار کے قول میں اور کعب احبار کے قول کو آنحضرتؐ کے قول میں غلط ملط کر دیتا ہے۔ یعنی کعب احبار یہودی کے من گھڑت اور خلاف قرآن اقوال کو احادیث رسول سے منسوب کر کے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ ناظرین۔ یہ کعب یہودی عالم تھا ابوبکر کی خلافت میں مسلمان ہوا آنحضرتؐ سے اس کی ملاقات تک نہیں ہوئی۔ عمر بن خطاب نے اسکو یمن سے بلوا کر اپنا مشیر خاص بنایا۔ اور یہ بالاعلان لوگوں کو تورات کی تعلیم دیا کرتا۔ اور اس نے معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف ابھارنے میں سر توڑ کوشش کی۔

خواجہ حسن بصری

سیرۃ النعمان شبلی صفحہ ۳۲۱ پر ہے کہ اسلام کے قریب ترزمانہ میں اکثر لوگ حدیث اور روایت کے امام نظر آتے ہیں۔ جن پر غلامی کا اطلاق ہو چکا تھا۔ مثل حسن بصری اور ابن سیرین اور طاؤس عطاء بن یسار اور نافع عکرمہ مکحول جو اپنے زمانہ کے مقتدائے امام تھے۔ یہ لوگ یا خود ان کے باپ دادا غلام رہ چکے تھے۔

رجال مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۱ پر ہے کہ علی بن جدعان کہتا ہے کہ حسن بصری اکثر حدیث بیان کرتا جب ہم پوچھتے کہ کس سے سنی ہے تو کہا کرتا کہ ہم نہیں جانتے۔ مگر اس قدر جانتے ہیں کہ وہ راوی ثقہ تھا شرح مسلم صفحہ ۸ پر ہے کہ حسن بصری نماز فارسی میں پڑھ لیا کرتا۔ ناظرین! یہی عقیدہ ابوحنیفہ کا بھی ہے۔

کتاب غارات میں بروایت حماد بن مسلمہ لکھا ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہوئے۔ تو حسن بصری نے کہا کہ علیؑ مدینہ میں نان خشک کی تے۔ تو ان کے لئے بہتر تھا جس میں وہ اب داخل ہوئے ہیں۔ اور نیز لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف ترغیب دیتا۔

بخاری

ایک شاعر کا مندرجہ ذیل قصیدہ بتاتا ہے کہ بخاری کو خاندان اہلبیتؑ سے کسقدر کراہت اور دشمنانِ اہلبیتؑ سے کہاں تک الفت اور عقیدت تھی۔

قضیتہ اشنعہ بالمرذئۃ ۔۔۔ ہذا البخاری امام الفئہ

بالصادق الصدیق ما احتج فی ۔۔۔ صحیحہ واحتج بالمرجئہ

مثل عمران بن حطان او ۔۔۔ مروان وابن المراۃ المخطئہ

مشکلۃ ذات عوار الی ۔۔۔ حیدۃ ارباب النھی ملجئہ

وحق بیت یممتہ الوریٰ ۔۔۔ معدۃ فی السیر اومبطئہ

ان الامام الصادق المجتبیٰ ۔۔۔ بفضلہ الآی اتت منبئہ

اجل من فی عصرہٖ مرتبۃ ۔۔۔ لم یقترف فی عمرہ سیئہ

قلامۃ من ظفر ابہامہ ۔۔۔ تعدل من مثل البخاری مئہ

یعنی اس قضیہ سے بڑھ کر کون مصیبت خیز واقعہ ہو سکتا ہے کہ بخاری نے جو اس فرقہ کا ... ہے امام صادق علیہ السلام سے اپنی صحیح میں روایت نہیں کی۔ حالانکہ اس نے مرجیوں سے اپنی صحیح کو بھر دیا ہے مثلاً عمران ابن حطان، مروان، حریز بن عثمان اس اشکال کا دفعیہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ وہ اس جرأت کا کیا علاج ہے۔ امام صادقؑ کے فضل و کمال پر صدہا آیات دلالت کرتی ہیں۔ آپ اپنے زمانے میں ایسے بے مثل تھے کہ کبھی کسی خطا کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اور ایک بخاری نہیں بلکہ صدہا بخاری ان کے ناخن پر نثار ہو سکتے ہیں۔

اخبار اہلحدیث نمبر ۳۰ مورخہ ۴ ذوالحجہ میں ہے کہ بخاری امام المحدثین اور اصدق الصادقین ہے ناظرین! اصدق الصادقین صرف خداوند عالم کی ذات پاک ہے۔ پس بخاری خدا ٹھہرا۔ حالانکہ وہ کذاب، چور، مفتری اور دشمن رسول ہے۔

کتاب شرح اسماء النبی علامہ ابن دحیہ ذوالنسبین میں ہے کہ بخاری کو عادت تھی کہ فضائل علیؑ کو روایت سے نکال ڈالتا۔

عبدالوہاب نجدی

عبدالوہاب نجد میں ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوا۔ اس کو اہل بیت محمدؐ سے دلی بغض اور عداوت تھی۔ اس کا مقولہ تھا کہ تمام مقامات مقدسہ۔ مثلاً کربلا و نجف و کاظمین و مشہد و سامرہ بت ہیں اور انکے زائرین بت پرست ہیں اور روضہ رسول اللہؐ سب سے بڑا بت ہے۔ جس کا گرا دینا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس نے کربلا اور نجف اشرف کی بے حرمتی۔ اور کعبہ کی چھت بھی کھود دی۔ یہ شخص رسول اللہ کو عام انسانوں کیطرح خطاکار سمجھتا تھا۔ اور کہتا کہ آنحضرتؐ خدا کیطرف سے ایک چٹھی رسان تھے۔ اور بس جو شان اور علو مرتبت ہم مسلمان آنحضرتؐ کا سمجھتے ہیں اس کا عشر عشیر بھی اس کے دل اور زبان پر نہ تھا۔ اس شخص کے پیرو وہابی ہیں۔ جو بظاہر عوام الناس کو پھنسانے کیلئے رسول اللہ کی شان میں سبحان اللہ کہہ دیتے ہیں۔ مگر ان کے عقائد میں رسول اللہ ہماری تمہاری طرح انسان تھے۔ جو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے۔ شراب پیتے۔ کعبہ کی طرف منہ کر کے پاخانہ کرتے۔ نماز بحالت جنب پڑھتے۔ نماز میں بھول جایا کرتے۔ بحالت روزہ ازواج سے مجامعت کرتے اور بوسہ بازی کرتے۔ ازواج کو ناچ دکھاتے اور ان سے کبڈی کھیلتے اور شیطان ان کی وحی میں مداخلت کرتا وغیرہ۔ خدا کی قسم مصنف کا تجربہ ہے کہ یہ وہابی فرقہ اہل بیت محمدؐ کو ویسا سمجھتا ہے جیسے شیعہ دشمنان اہل بیت علیہم السلام کو۔ مگر چونکہ بے علم اور کم عقل عوام الناس کو فطری طور پر محبت اہل بیت کی کشش ہوتی ہے۔ وہابی لوگ بالاعلان اپنے دلی عقیدہ کو ظاہر نہیں کر سکتے ۱۲۰۶ھ میں عبدالوہاب مر گیا۔

ابجد العلوم نواب صدیق حسن خاں ص۸۹۳ پر ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب باشندہ نجد تھا۔ جس کے نام پر وہابی فرقہ منسوب ہے۔

وفاءالوفا جلد دوم ص۴۹ پر ہے کہ متوکل نے ایک شخص زیرج نامی کو انعام واکرام کے لالچ پر حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر کھود کر ہموار کر دے۔ چنانچہ اس نے پھاوڑا لیا اور اس کام پر مستعد ہوا پھر دوسرے عوام الناس نے بھی اس کی اقتدا کی۔ اور جب وہ کھودتے کھودتے موضع لحد تک پہنچے تو وہاں کوئی اثر نعش نہ پایا۔ اور قبر حسین کی یہ حالت اس وقت تک قائم رہی کہ خلیفہ مستنصر خلافت پر بیٹھا۔ ناظرین! جب جناب فاطمہؑ دفن ہو چکیں۔ اور ابوبکر و عمر و عائشہ معصومہ کی وصیت کے مطابق شریک جنازہ نہ کئے گئے۔ تو دوسرے دن کی صبح کو ابوبکر و عمر نے کہا کہ چند عورتیں لاؤ جو قبر معصومہ کو کھود دیں اور نعش اطہر کو باہر نکالیں۔ اور ہم اس پر جنازہ پڑھیں۔ مگر حضرت علی علیہ السلام کی پرجوش۔

مزاحمت کیو جہ سے ایسا نہ کر سکے۔

کتاب درر سنیہ علامہ سید احمد بن زینی مفتی مکہ ص ۴۲ پر ہے کہ محمد بن عبد الوہاب (نجدی) نے اپنے مریدوں (وہابیوں) کو اجازت دیدی تھی بلکہ اپنی سمجھ کے مطابق قرآن کی تفسیر کر لیا کرو۔ یہاں تک کہ گنوار سے گنوار کو اس بات کی اجازت تھی اور وہ لوگ ایسی تفسیر کو کتب علم اور نصوص علماء پر ترجیح دیتے۔ نیز اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ محمد بن عبد الوہاب معترض کے سوالات کا کچھ جواب نہ دے سکا (اور کیوں دے سکتا جبکہ رسول اللہ نے ہم کو ان خوارج (وہابیوں) سے آگاہی دی ہوئی ہے۔

شیخ الاسلام سید احمد بن زینی دحلان نے کتاب خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام میں لکھا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب اپنے اوائل زمانہ میں ان لوگوں کے حالات کو بہت دیکھا کرتا تھا جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعوے کیا تھا مثلاً مسیلمہ کذاب و سجاح واسو العنسی و طلحہ الاسدی وغیرہ۔ لوگوں سے بیعت لیتا اور ان کو مہاجر کہتا۔ جس نے حج کیا ہوا ہو اس کو دوبارہ حج کرنے کو کہتا۔ اور کہتا کہ تم پہلے مشرک تھے۔ بیعت لیتے وقت مریدوں سے ذیل کے الفاظ کہنے کا حکم دیتا۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں اپنے نفس پر کہ میں پہلے کافر تھا اور میرے والدین کافر تھے اور کافر ہی مرے اور فلاں فلاں اکابر علما کافر تھے (کیونکہ وہ مقامات مقدسہ یعنی روضہ رسول و کربلا و نجف وغیرہ کی عزت کیا کرتے تھے) رسول اللہ کی احادیث کی تنقیص کرتا۔ اور آنحضرت کو طارش یعنی ایک حبشی رسان کہتا۔ اکثر کہا کرتا کہ اگر قصہ حدیبیہ میں غور کیا جائے تو اس میں فلاں فلاں امور جھوٹے ہیں۔ اگر کوئی شخص اقوال رسول اللہ کی تضحیک کرتا تو نہایت خوش ہوتا۔ اس کے مرید کہا کرتے کہ ہمارا یہ عصا رسول اللہ سے بہتر ہے اس لئے کہ اس سے سانپ مارا جاتا ہے اور اس میں دیگر کئی فوائد ہیں۔ لیکن محمد مر گئے اور ان میں کوئی نفع باقی نہیں ہے۔ رسول اللہ پر درود بھیجنا مکروہ جانتا اس نے ایک مؤذن کو درود پڑھنے سے منع کیا۔ جب اس نے نہ مانا اس کو قتل کرا دیا اور کہا کرتا کہ زانیہ عورت کے گھر میں رگ سننا کم گناہ ہے بہ نسبت اس کے کہ نبی پر میناروں میں بلند آوازی سے درود پڑھا جائے۔ جن جن کتابوں میں درود کے فضائل مرقوم تھے اس نے سب جلا دیں۔

نواب صدیق حسن خاں نے کتاب ابجد العلوم بذیل تذکرہ محمد اسمٰعیل بن صلاح الامیر الصنعانی الیمنی لکھا ہے کہ خارج ہوا شیخ عبد الوہاب نجدی جس کی طرف گروہ وہابیہ منسوب ہے پھر لکھتا ہے کہ خروج کیا عبد الوہاب نے اور تسلط پایا حرمین پر وہ مذہب حنابلہ ظاہر کرتا اور اپنے مخالفین کو مشرک کہتا اور ان کے خون کو مباح جانتا اور علمائے اسلام کے قتل کو جائز سمجھتا۔ یہاں تک کہ خدا نے اس کی شوکت کو زائل کیا اور لشکر اسلام نے ۱۲۳۳ھ میں اس کو شکست دی ثابت ہوا کہ وہ مسلمان نہ تھا

مولوی وکیل احمد صاحب سکندرپوری نے کتاب صیانت الایمان میں لکھا ہے کہ عبدالعزیز بن عبدالوہاب نے عرب کے اکثر گاؤں پر قبضہ کیا۔ لیکن ۱۸۰۳ء میں مارا گیا۔ پھر اس کا بیٹا مسعود جو سرگرم وہابی تھا۔ ملک عرب میں فاتح ہوا۔ گنبدوں اور مسجدوں کو گرایا ۲۷ اپریل ۱۸۰۳ء کو مکہ فتح کیا۔

رسول اللہ کی اولاد اور اصحاب کے مزاروں پر جو گنبد تھے توڑ ڈالے۔ یہاں تک کہ حضرت خدیجہ کے گنبد کو توڑ پھوڑ دیا۔ اور حرم محترم کے خزانے کو لوٹ لیا۔

قصص العلماء میں وہابیوں کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔ ”چوں جماعت فسقہ۔ فاجرہ۔ غاویہ۔ باغیہ ہالکہ۔ ضالہ۔ مضلہ۔ طائفہ۔ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ بکربلائے معلیٰ حملہ کردند۔

اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۱ء میں فتاویٰ شامی جلد سوم صفحہ ۳۱۹ کی مندرجہ ذیل عبارت درج کی گئی ہے کہ ۱۲۳۳ھ میں خارجیوں کا ایک فرقہ عبدالوہاب نجدی کا تابع تھا۔ جو اپنے آپ کو حنبلی ظاہر کرتا تھا۔ مگر اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اس کے اہل مذہب کے سوائے تمام مسلمان مشرک ہیں مسلمانوں اور مسلمانوں کے علماء کو قتل کرنا جائز جانتا۔ چنانچہ اس نے بے شمار مسلمان قتل کئے۔ اور مکہ و مدینہ پر قبضہ کیا۔ آخرکار خدا نے مسلمانوں کو اس پر فتح دی۔ (پس ثابت ہوا کہ وہابی مسلمان نہیں ہیں) اور ان لوگوں کے شہر ویران کر دیئے گئے۔ ناظرین وہابیوں کے کان کاٹ کاٹ کر بوریوں میں جمع کئے گئے۔ جو بطور نشان فتح دارالسلطنت میں بھیجے گئے۔

کتاب ترجمان الوہابیہ صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے کہ جو بدسلوکی خانہ کعبہ و مدینہ منورہ و نجف اشرف و کربلائے معلیٰ کے ساتھ کی گئی اس سے ان کے (عبدالوہاب اور وہابیوں کے) عقائد ظاہر ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہابیوں نے وہاں کے سرداروں اور شریفوں کو قتل کیا اور کعبہ کو برہنہ کیا اور ان لوگوں کو دعوت وہابیت قبول کرنے پر مجبور کیا صفحہ ۱۶ پر ہے کہ پھر مدینہ منورہ پر گیا اور وہاں کے لوگوں پر جزیہ لگایا گویا یہ تمام مسلمان کافر ہیں اور رسول اللہ کی قبر کو برہنہ کیا اور اس کے خزائن اور دفائن لوٹ کر علاقہ درعیہ کو چلا گیا۔ بعض کا قول ہے کہ اس خزانہ کا بار ساٹھ اونٹوں پر لدا تھا۔ اور قبر رسول اللہ کو منہدم کرنا چاہا۔ پھر عبدالعزیز وہابی نے کربلا کی طرف لشکر روانہ کیا اور خود سپہ سالار لشکر بنا۔ اور وہاں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اور تبرکات لوٹ لیے اور آبادی ویران کر دی۔

پھر مسعود وہابی نے حکم دیا کہ رسول اللہ کے مزار کا گنبد توڑ پھوڑ دیا جائے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ خدا سے رسول اللہ کے توسل سے دعا مانگنا شرک ہے۔ اور تمام مقامات مقدسہ کا گرا دینا جائز ہے۔ جو مسجدیں شہداء کے روضوں کے قریب ہیں ان کا منہدم کر دینا واجب ہے

چنانچہ عبدالوہاب نے کئی ایسی مسجدیں گرادیں۔ جمعہ کے دن اور رات میں (اور نیز کسی بھی وقت) رسول اللہ پر درود بھیجنا بدعت اور گمراہی ہے۔

کتاب سیوف بارقہ مولوی خیر شاہ امرتسری میں ہے کہ قبر پر سبزی اور پھول چڑھانا جائز ہے فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ خادم پنجاب امرتسر ص۵ میں ہے کہ قبروں پر پھول گلاب اور خوشبودار سبز گھاس چڑھانا بہتر ہے۔ ناظرین! وہابیوں کے ہاں نذر ماننا بھی بدعت ہے حالانکہ قرآن شریف "وما انفقتم من نفقة او نذرتم من نذر" اور "لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم" جواز نذر پر گواہ ہے نیز امام حسین علیہ السلام کے بیمار ہونے پر رسول اللہ کے حکم سے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و فضہ و حسنؑ و حسینؑ نے تین تین روزے رکھنے کی نذر مانی اور نذر کے پورا ہونے پر آیہ مبارکہ "یوفون بالنذر" کا نزول ہوا حضرت مریمؑ کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ میں اپنے بیٹے کو تیرے نذر کروں گی چنانچہ اسی بارہ میں "ربی انی نذرت لک ما فی بطنی" ہے اور روزہ کی نذر کا اس طرح ذکر ہے۔ "فقولی انی نذرت للرحمان صوما"

تبرّا

مشکوٰۃ فصل ثالث باب الحب میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جہاد و نماز و زکوٰۃ و جملہ اعمال صالحہ سے یہ عمل بہتر ہے کہ کسی سے اللہ کی خاطر محبت اور اللہ کی خاطر بغض رکھا جائے (یعنی تولا و تبرا)

فتح الباری مطبوعہ دہلی شرح کتاب الایمان جلد اول ص۲۷ میں ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ خالص ایمان یہ ہے کہ کسی سے اللہ کی خاطر محبت اور اللہ کی خاطر دشمنی کی جاوے۔

عمدۃ القاری میں ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگ احد سے بھاگ جانے والوں کو گالی دی۔ تاریخ طبری ص۱۴۱ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے عبداللہ بن ابی سلول پر لعنت کی۔ تاریخ طبری ص۳ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے یمن کے چاروں فرمانرواؤں پر لعنت کی۔

"قال فاخرج فانک رجیم وان علیک لعنتی الی یوم الدین" یعنی خدا نے کہا کہ اے ابلیس نکل جا کہ تو رجیم ہے۔ اور تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے۔

"ولکن لعنھم اللہ بکفرھم فلا یومنون الا قلیلا" یعنی خدا نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی پس وہ بہت کم ایمان لائیں گے۔

"اولئک الذین لعنھم اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا" یعنی وہ لوگ ہیں جن پر

خدا نے لعنت کی ہے۔ اور جس پر خدا نے لعنت کی پھر تو کسی کو اس کا مددگار نہ پائے گا۔

"یا ایہا الذین اوتوا الکتاب امنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا فنردھا علی ادبارھا او نلعنھم کما لعنا اصحاب السبت" یعنی سرکش اہل کتاب پر اصحاب سبت کیطرح لعنت کی گئی ہے۔

"فبما نقضھم میثاقھم لعناھم" یعنی ان کے نقض عہد کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ" یعنی جو لوگ خدا اور رسول کو ایذ دیتے ہیں۔ ان پر دنیا اور آخرت میں خدا نے لعنت کی ہے۔

ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا" منافقین ملعون ہیں جہاں کہیں پائے جائیں اور پکڑے جائیں۔ قتل کر دیے جائیں

قل اونبئکم بشر من ذالک مثوبۃ عند اللہ من لعنۃ اللہ وغضب علیہ" یعنے خدا کی لعنت اور غضب کا اظہار ہے۔

فلعنۃ اللہ علی الکافرین" خدا کی لعنت ہے کفار پر۔

ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین" یعنی جو لوگ کافر ہوئے اور بحالت کفر ہی مر گئے ان پر خدا اور اس کے فرشتگان اور تمام لوگوں کی لعنت ہے

اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون" یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسٰی ابن مریم ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون" بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر تھے ان پر داؤد اور عیسٰی ابن مریم نے لعنت کی کیونکہ وہ حد سے بڑھ گئے۔

"تاریخ الخلفاء" میں ہے کہ آنحضرتؐ نے مروان اور مروان کے باپ پر لعنت کی جبکہ ابھی مروان صلب پدر میں تھا۔ بخاری کتاب المغازی میں ہے کہ آنحضرتؐ نماز فجر کی آخری رکعت سے سر اٹھاتے تو فرماتے کہ خدایا لعنت ہو فلاں اور فلاں اور فلاں پر۔ ملل ونحل۔ شرح مواقف۔ رسالہ عقائد ملا یعقوب کتاب سقیفہ ابوبکر جوہری میں ہے کہ آنحضرتؐ نے جیش اسامہ سے تخلف کرنے والوں پر لعنت کی۔

تبرا کے لغوی معنی کسی چیز سے بیزار ہونا ہیں۔ جب کسی شراب خوار نے شراب پینا چھوڑ دیا تو اس نے شراب پر تبرا کر دیا۔

آپ کسی ظالم کو دیکھ کر اس سے نفرت کرتے ہیں۔ گویا آپ اس سے فطرتاً بیزار ہیں۔
آپ اٹھتے بیٹھتے لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ جس کا مطلب صریحاً یہ ہے۔ کہ آپ جھوٹے معبودوں سے بیزار ہیں۔
آپ نماز کا آغاز اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سے کرتے ہیں یعنی آپ شیطان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔
پھر آپ سورہ فاتحہ میں غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے ہیں۔ یعنی آپ مغضوب اور گمراہ لوگوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔
پس ثابت ہوا کہ تبرا۔ اخلاق۔ فطرت۔ توحید اور عبادت میں داخل ہے۔
سورہ توبہ میں ہے براۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین "یعنی اے مسلمانو! جن مشرکوں سے تم نے صلح کا عہد وپیمان کیا تھا۔ اب خدا اور رسولؐ کیطرف سے ان سے بیزاری کا حکم ہے۔
پس ثابت ہوا کہ تبرا بحکم قرآن بھی واجب ہے۔
رہا مسئلہ لعنت۔ اس کے جواز سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک اور احادیث اس کے جواز کی شہادت دے رہے ہیں۔
جن لوگوں نے اہل بیت علیہم السلام پر مظالم ڈھائے۔ اب وہ مر چکے ہیں ان سے اظہار بیزاری کرنا اصولاً ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ ان کی موجودگی میں ان سے کنارہ کشی اختیار کر کے اہلبیت کی حمایت کرنا پس اعدائے اہل بیتؑ پر تبرا اور لعنت کرنا ہمیں انہی درجات عالیہ کا مستحق بنا دیتا ہے۔ جنکے حضرت سلیمانؓ فارسی حضرت مقدادؓ حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت عباس وغیرہ شرعاً حقدار ہوئے۔
لہذا محبانِ اہل بیتؑ اس نعمت عظمٰے کے حصول پر اخلاقاً۔ شرعاً اور فطرتاً مجبور ہیں۔ اور تبرا کو تولا سے بہتر مانتے ہیں معقولیت بھی یہی حکم دیتی ہے کہ محبوب کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا ایک محبوب سے دوستی رکھنے کا ثبوت ہے۔ محبوب کو دوست کہنا اور اس کے دشمنوں سے بھی دوستی رکھنا درحقیقت محبوب سے ہنسی کرنا ہے۔ یہ رذیل اور منافقانہ اور جاہلانہ طریقہ ہمارے دشمنوں کو مبارک ہو۔ ہم تو ایسے بیہودہ طریقہ سے تہ دل سے بیزار ہیں ؛

نجاست مشرکین

تفسیر بیضاوی جلد اول صفحہ ۲۴۸ اور تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۲۷ میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ سورہ توبہ آیہ نمبر ۲۷ "انما المشرکون نجس" کے رو سے مشرکین کتے اور سور کیطرح نجس العین ہیں۔ اور یہی امام حسن علیہ السلام کا بھی ارشاد ہے۔

بندریا کا قصہ

بخاری کتاب المناقب باب ایام جاہلیت والقسامہ میں عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندریا دیکھی جس کے گرد بہت بندر جمع تھے کیونکہ وہ بندریا زنا کی مرتکب ہوئی تھی۔ اور ان بندروں نے اس بندریا کو سنگسار کرنا شروع کر دیا۔ اور میں نے بھی اس سنگساری میں حصہ لیا۔ مؤلف کا خیال ہے کہ عمرو بن میمون کا بندریا سے اشارہ کسی ایسے صحابی کی رشتہ دار عورت سے ہوگا۔ جو بارعب اور طاقتور ہوگا۔ اسلئے صریحاً نام لینے سے خائف تھا۔ اور عورت نے زنا کیا ہوگا۔ جسکو اسکے باغیرت اقرباء نے در پردہ قتل کر دیا ہوگا۔ اور اس قتل کے مشورہ میں یہ بھی شریک ہوگا۔

ناظرین نے بخاری کی ہزلیات کافی پڑھ لی ہیں۔ مگر بایں ہمہ وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ بخاری کی تلاوت سے (تلاوت قرآن کیطرح) ارضی وسماوی بلا کا دفیعہ ہو جاتا ہے۔ قحط۔ وبا۔ امساک باراں اور امراض کا یقینی علاج ہے۔ اور ہر قسم کی حاجات پوری ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اگر کوئی شخص کہے کہ واللہ میرے گھر رسول اللہ تشریف رکھتے ہیں۔ اور اس گھر میں بخاری موجود ہو تو وہ ہرگز گنہگار نہ ہوگا۔ شاید ایسے ہی بیہودہ اعتقاد کی بنا پر بخاری کو تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ یہ مثیل قرآن معلوم ہو۔ نیز یہ امر بھی حیرت انگیز ہے کہ امام بخاری نے رسول اللہ کی نسبت کئی مقامات پر صرف رجل کا لفظ استعمال کیا ہے جو تقلید عمر بن خطاب کے تقاضا سے ہے۔ جب اس نے کہا کہ یہ شخص ہذیان کی حالت میں ہے لہٰذا وہ چیلہ ایک ہی نمونہ کے ہیں۔

توثیق علمائے کرام اہل سنت

سید علی ہمدانی شافعی سنی۔ فاضل رشید نے کتاب الیضاح میں لکھا ہے کہ سید علی ہمدانی اہلسنت کے علمائے عظام میں سے تھے اور اس کی کتاب مودۃ القربیٰ قابل تعریف اور توصیف

اور مایۂ فخر و مباحات ہے۔ ملا جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ سید علی ہمدانی اولیائے کبار اور علمائے فخار سے تھا اور اس نے ایک ہزار اولیا سے فیض صحبت حاصل کیا۔ علوم ظاہری اور باطنی سے آگاہ تھا۔ حقائق احادیث و تفاسیر کا ماہر تھا۔ اور قطب دوران اور شیخ شیوخ زمان تھا۔

جمال الدین محدث: صاحب تحفہ کے مشائخ اجازہ میں سے ہے جیسا کہ اس نے رسالہ اصول حدیث میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ سیرت نبوی میں جسقدر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں نسخہ صحیحہ روضۃ الاحباب بہترین کتاب ہے۔ شیخ عبدالحق نے تحصیل الکمال میں اور شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں روضۃ الاحباب سے استفادہ کیا ہے۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکواۃ میں نقل کی ہے۔ کہ جمال الدین مشائخ کبار سے تھا۔ صاحب منتہی الکلام نے مسلک اول میں اسکو اہل سنت کے اکابر محدثین سے لکھا ہے۔ خیر جاری شرح بخاری اور تاریخ خمیس اور مدارج النبوت اور رجال مشکواۃ میں روضۃ الاحباب سے روایات نقل کی گئی ہیں۔ اور استدلال و احتجاج کیا گیا ہے۔ اور مستند اور معتبر مانا گیا ہے۔

ابن صباغ مالکی سنی: ابن حجر عسقلانی کے شاگرد عبدالرحمان سخاوی نے کتاب ضوء اللامع میں اور عمر بن شعد مالکی نے اتحاف الورٰی میں اور احمد بن عبدالقادر شافعی نے ذخیرۃ المال میں اور فاضل رشید نے ایضاح میں اور سید سمہودی نے جواہر العقدین میں لکھا ہے کہ ابن صباغ فقیہ اور محدث تھا۔ اور صاحب فضائل و مناقب تھا۔ وغیرہ۔

فخر الدین رازی: مراۃ الجنان یافعی اور طبقات ابن جماعۃ اور وفیات الاعیان اور طبقات الکبرٰے سبکی اور طبقات الفقہا ابن شیبہ میں فخر الدین رازی کو امام العلامہ اور صاحب تصانیف مشہورہ آفاق اور ماہر علوم و فنون وغیرہ لکھا ہے۔

امام جار اللہ زمخشری: وفیات الاعیان اور مراۃ الجنان اور طبقات حنفیہ مسمی بجواہر مضیئہ اور روض المناظرین فی علم الاوائل والاخر محب الدین ابن شحنہ حنفی حلبی اور اعلام الاخیار کفوی اور بغیۃ الوعاۃ اور مفتاح۔ کنز الدرایہ اور نہایہ جزری اور انساب سمعانی میں زمخشری کی غایت درجہ تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ جامع الاصول ابن اثیر میں لکھا ہے کہ زمخشری حنفی علوم حدیث و تفسیر و ادب میں یگانہ آفاق تھا۔ اور اس پر فضائل کا خاتمہ ہو گیا اور بلا شک و شبہ اپنے زمانہ کا امام اور فقیہ اور متکلم اور محدث اور مفسر اور مجتہد تھا۔ علوم میں اور کسی کے ایسے آثار نہیں۔ خاص کر تفسیر کشاف بے مثل تفسیر ہے۔ اگر ہدایت مطلوب ہو تو اس کی ملازمت کرنی چاہیئے۔

عمر بن عادل حنبلی سنی: میزان عبدالوہاب شعرانی میں عمر بن عادل کو فقیہ اور عالم تسلیم کیا گیا ہے

ملا علی قاری: ملا حیدر علی نے ازالۃ الغین میں ملا علی قاری کو اکابر محدثین سے لکھا ہے کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون میں فقہ اکبر کی شرحوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ایک شرح ملا علی قاری کی بھی ہے۔ جس کا نام الشیخ الازہر ہے۔

جمال الدین مزی: کشف الظنون میں ہے کہ جمال الدین مزی کی تصنیف تہذیب الکمال الاسماء الرجال تیرہ جلدوں میں ہے۔ اور اپنا نظیر وعدیل نہیں رکھتی۔ امام ذہبی نے اسی تہذیب الکمال کا اختصار کیا ہے۔

محب طبری: شاہ صاحب نے جواب طعن فدک میں تسلیم کیا ہے۔ کہ محب طبری کی کتاب ریاض النضرہ معتبر اور مشہور ہے شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں اس کی روایات کو درج کیا ہے فاضل رشید نے شوکت عمریہ میں ریاض النضرہ کو کتب معتبرہ اہل سنت سے شمار کیا ہے۔ امام الحدیث ذہبی اپنی کتاب معجم مختص میں اس کو جلیل القدر عالم اور عارف فقیہ لکھتا ہے۔ تقی الدین نے عقد الثمین میں اس کی بہت حمد وثنا کی ہے۔ ابن حجر نے طبقات الشافعیہ میں اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے المختصر یہ لکھا ہے کہ محب طبری حافظ اور مفتی اور عالم اور عامل اور عارف اور فقیہ اور شیخ الحرام اور زاہد اور محدث تھا۔ مکہ میں شافعی کے بعد ویسا عالم کوئی نہیں ہوا۔

یاقوت حموی:۔ تاریخ ابن خلکان میں یاقوت حموی کے فضائل عالیہ وعامد وسامیہ لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے۔ کہ عالم اہل سنت کے متعصب ترین علما میں سے تھا۔

ابن حزم:۔ ابن حزم اندلسی مصنف جمع بین الصحیحین کا استاد تھا۔ تحفہ کے باب الامامت میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ ابن حزم علمائے اہل سنت سے ہے۔ ابن تیمیہ نے منہاج میں ابن القیم نے زاد المعاد میں۔ ابن حجر عسقلانی اصابہ میں کتاب محلی سے استفادہ کیا ہے۔ خلاصۃ الاعیان میں ابن حجر مکی میں ہے کہ ابن حزم ظاہری شیخ امام علامہ یکتائے زمانہ کے اور صاحب تصانیف عالیہ ہے۔ اعلم علما۔ ماہرین حدیث وفقہ اور ناقدین میں سے تھا اور زمانہ کے کل علما سے سب سے زیادہ حافظ اور ثقہ اور پرہیزگار تھا۔ بڑے بڑے محدثین اور فقہا اس کے شاگرد تھے۔ سپین میں ایسا جامع علوم کوئی عالم نہیں ہوا۔

سید سمہودی:۔ جذب القلوب شیخ عبدالحق میں ہے کہ سید نورالدین سمہودی بن سید شریف عفیف الدین عبداللہ بن احمد حسینی مدنی مصنف وفا الوفا سید۔ عالم کامل۔ یکتائے اعلام۔ عالم مدینہ نیر دنام ہے اس پر خدا کی وہ رحمت ہو جو نیکوکار دل پر ہوتی ہے۔ خدا اسکو دار القرار جنت میں جگہ دے۔

عمر ابن شیبہ:۔ منتہی الکلام مولوی حیدر علی میں ہے کہ عمر بن شیبہ حافظ حدیث اور ائمہ امجاد میں سے ہے۔

ملا محمد ابن خاوند شاہ:۔ روضۃ الصفا مصنفہ ملا محمد ابن خاوند شاہ اہل سنت کے ہاں نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے یہ کتاب علمائے عظام مثل ابن اسحاق شیبقی و الصمعی کی تصانیف سے جمع کی گئی ہے۔ تحفہ نے اس کتاب سے جابجا استفادہ کیا ہے۔

غیاث الدین:۔ حبیب السیر فی اخبار افراد البشر مصنفہ غیاث الدین ہمام الدین المعروف خاوند امیر ہے غیاث الدین نے اس کتاب کو اپنے باپ ملا محمد کی تاریخ روضۃ الصفا سے خلاصہ کر کے لکھا ہے۔ اور اپنی طرف سے لطیف اضافہ بھی کیا ہے۔ صاحب تحفہ نے اس کتاب کو طعن سوئم و چہارم دیازدہم میں تاریخ معتبر میں سے تسلیم کیا ہے۔

ملا معین ہروی:۔ معارج النبوۃ (امیر ملا معین ہروی بھی اس کو کہا جاتا ہے) مصنفہ ملا معین ہروی نہایت پایہ اور اعتبار کی کتاب تسلیم کی گئی ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں بکثرت معارج النبوۃ سے سند لیتا ہے۔ مزید برآں خود مصنف معارج النبوۃ اس کے دیباچہ میں رقم طراز ہے کہ میں نے یہ کتاب بعد از مطالعہ کتب احادیث و سیر و تنقید روایات و اسانید معتبر جمع کی ہے۔

کتاب نہج البلاغت:۔ تفتازانی نے شرح مقاصد میں۔ قوشجی نے شرح تجرید میں۔ گاوروتی نے مفتاح الفتوح فاضل قوام الدین یوسف قاضی بغداد نے اپنی شرح میں۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں۔ علامہ یافعی نے مراۃ الجنان میں۔ نواب صدیق حسن خان نے ابجد العلوم میں ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں۔ اور شیخ محمد عبدہ مصری نے اپنی شرح میں تسلیم کیا ہے کہ نہج البلاغت جناب امیر علیہ السلام کا اپنا کلام ہے۔

ابن قتیبہ:۔ تاریخ خطیب اور ابن خلکان اور مراۃ الجنان اور انساب سمعانی اور جامع الاصول اور تہذیب الاسما نووی اور بغیۃ الوعاۃ سیوطی اور میزان الاعتدال ذہبی اور لسان المیزان عسقلانی اور ازالۃ الغین مولوی حیدر علی میں ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ کے فضائل اور محامد کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ وفیات الاعیان میں ہے کہ ابن قتیبہ فاضل اور ثقہ تھا۔ اور لسان المیزان میں ہے کہ ابن قتیبہ اہل سنت کا فاضل اور ثقہ عالم تھا اور جناب امیر علیہ السلام سے منحرف تھا۔

امام بیہقی:۔ وفیات الاعیان اور مراۃ الجنان اور فیض القدیر اور مفتاح۔ کنز الہدایہ اور طبقات سبکی میں امام بیہقی کی حد درجہ تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ شاہ عبد العزیز نے بستان محدثین

میں لکھا ہے کہ خدا نے امام بیہقی کے علم میں عظیم برکت دی۔ اور قوت فہم کو کمال مرتبہ تک پہنچایا۔ اس کی تصانیف عجوبۂ روزگار ہیں جن کی مثل سابقین سے نہیں مل سکتی سبکی کہتا ہے کہ امام بیہقی جیسا عالم مجھے کوئی نہیں معلوم ہؤا۔ اور قسم کھاتا ہے۔ کہ اس کی تصانیف میں سے دلائل النبوت اور شعب الایمان اور کتاب الاعتقاد اور کتاب مناقب شافعی اور کتاب الدعوات بے نظیر ہیں۔ عبد العزیز مروزی فقیہ کہتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق زمین سے آسمان کی طرف جا رہا ہے جس کے گردا گرد نور ہی نور ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا چیز ہے۔ فرشتوں نے کہا۔ کہ یہ امام بیہقی کی تصانیف ہیں جو بارگاہ کبریا میں مقبول ہو گئی ہیں۔ امام بیہقی ۴۵۸ھ میں فوت ہؤا۔

حاکم:- تہذیب الاسماء نووی اور رجال مشکوٰۃ شیخ عبد الحق اور مراۃ الجنان یافعی اور کتاب الاستناع اونوی اور وفیات الاعیان ابن خلکان میں امام حاکم کی جلالت علم اور رفعت فضل کا تذکرہ موجود ہے۔ فیض القدیر مناوی میں ہے کہ سبکی کہتا ہے کہ اس امر پر تمام علما متفق ہیں کہ امام حاکم ان سب سے بڑا امام ہے۔ جس کی ذات سے خدا نے دین کو محفوظ رکھا ہے۔ جامع الاصول ابن اثیر میں ہے کہ امام حاکم فن حدیث کا عالم اور اس کے غوامض اور اسرار سے آگاہ اور عارف تھا۔ رسالہ ترجیح مذہب شافعی امام فخر الدین رازی میں ہے کہ حاکم علم اور تحقیقات میں سب سے بڑھ کر تھا۔ ۴۰۵ھ میں فوت ہؤا۔

ابو الشکور:- شیخ احمد فاروقی سرہندی نے جس کو اہل سنت مجدد الف ثانی کہتے ہیں اپنے مکاتیب میں لکھا ہے۔ کہ ابو الشکور محمد بن عبد السعید اکابر علمائے حنفیہ سے ہے۔

عبد الکریم:- طبقات ابن جماعہ میں عبد الکریم سمعانی کی بہت صفت و ثنا کی ہے۔

ابو بکر انباری:- انساب سمعانی میں ابو بکر انباری کی بے مثل قابلیت اور عظیم المرتبہ علم کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ۳۲۸ھ میں فوت ہو گیا۔

شیخ عبد الحق:- کتاب المناقب سبحۃ المرجان بلگرامی میں ہے کہ شیخ عبد الحق کمال باطنی و ظاہری سے آراستہ اور جمال نبوی کا عاشق صادق تھا۔ وہ اقطاب زماں اور اولیائے کبار کی صحبت میں رہا۔ اس نے کنز العمال کے مصنف ملا علی متقی کے شاگرد شیخ عبد الوہاب متقی کی شاگردی کی۔ وہ مشاہیر علمائے ہند سے تھا۔ اس نے حدیث میں کتب معتبر تصنیف کیں۔ جن علمائے زماں نے دستور العمل بنایا۔ ایضاح محاشل رشید میں ہے کہ اس کے علوم و فنون کا پایہ آسمان سے برتر تھا۔ اور علمائے اہل سنت نے اس کی تصانیف کو مسلم الثبوت تسلیم کیا ہے۔

ابن حجر مکی:- خفاجی نے ریحانۃ الالباء میں ابن حجر مکی کو صاحب فضل و کمال تسلیم کیا ہے۔

شیخ عبدالحق نے ماثبت بالسنۃ میں اس کو شیخ الفقہاء والمحدثین لکھا ہے اور کشف الظنون میں اس امام کو حافظ لکھا گیا ہے ۹۰۶ھ میں فوت ہوا۔

امام یافعی :۔ درر کامنہ عسقلانی۔ نفحات الانس جامی۔ تاریخ ابن رافع۔ طبقات فقہائے شافعیہ طبقات اسنوی طبقات الخواص یمنی میں ہے کہ امام یافعی گیارہ سال کی عمر میں بلوغ ہو گیا تھا اور علم و فضل میں مشہور زمانہ تھا اس کے اوصاف مثل آفتاب تاباں بیان سے مستغنی ہیں اس کی تصانیف مفیدہ مختلف فنون میں ہیں۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی ہوئی۔ اور آنحضرتؐ نے اس کی شفاعت کا وعدہ فرمایا۔

ابو محمد سفیان :۔ لواقع الانوار فی طبقات الاخیار امام عبدالوہاب شعرانی اور شرح بخاری کرمانی میں ہے کہ ابو محمد سفیان ابن عیینہ نے جو علمائے اخیار میں سے ہے چار برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ اور سات برس کی عمر میں حدیث کی کتابیں تالیف کیں۔

عبدالوہاب شعرانی :۔ صاحب منتہی الکلام نے مسلک اول میں عبدالوہاب شعرانی کی تالیف پر فخر و مباحات کیا ہے۔ رسالہ انتباہ فی سلاسل الاولیاء شاہ ولی اللہ میں ہے کہ شعرانی عارف باللہ اور صاحب تصانیف تھا۔

ابویحیی :۔ لواقع الانوار فی طبقات الاخیار شعرانی میں ہے کہ فتح الباری تصنیف ہے شیخ الاسلام ابو یحیی زکریا انصاری شافعی کی۔ ابو یحیی کے متعلق سیدنا و مولانا شیخ الاسلام لکھا ہے

خطیب :۔ مدینۃ العلوم میں ہے کہ خطیب یکتائے حفاظ اور ماہرین حدیث اور فقہ اور عالم تھا۔ منقدی اس کو فن حدیث کا امام کہتا ہے۔ اور اس کو یحیی بن معین اور علی بن المدینی اور ابن خثیمہ کا ہم پایہ بتاتا ہے۔

ابن الصلاح :۔ وفیات الاعیان میں ابن الصلاح کے متعلق لکھا ہے کہ یہ تفسیر حدیث فقہ وغیرہ میں فاضل عصر تھا۔ ۶۴۳ھ میں فوت ہو گیا۔

ابن القیم :۔ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے کہ ابن القیم تفسیر حدیث اور اصول وغیرہ میں اہل سنت کے آئمہ کبار اور مجتہدین میں سے تھا

ابن عبدالبر :۔ انساب سمعانی اور استیعاب اور تراجم الحفاظ بدخشانی اور مرآۃ الجنان اور تبیان ابن ناصرالدین میں استیعاب کے مصنف علامہ ابن عبدالبر کے بہت فضائل اور مناقب لکھے ہیں کہ عبدالحفظ اور اتقان میں یہ زمانہ کا سردار تھا۔ سپین میں اس جیسا محدث کوئی پیدا نہیں ہوا۔

سب اہل مغرب سے بڑھ کر حافظ حدیث تھا۔ اس کی تصنیفات بے مثل ہیں۔ صحابہ کے حالات میں استیعاب جیسی اور کوئی کتاب نہیں ہے۔

ابن عربی :- ازالۃ الغین مولوی حیدر علی صاحب منتہی الکلام اور مفتاح کنز الدرایہ میں ہے کہ ابن عربی خاتم علمائے اندلس اور حفاظ تھا۔ کریم النفس شریف الاخلاق اور علوم کا بحر زخار علوم اور ثاقب الذہن تھا۔ اس کی تصنیفات مطالب علمی سے مالا مال ہیں۔ اس کی مدح و ثنا اور فضائل اور محامد بکثرت ہیں۔ اس کی تفسیر کبیر مشہور و معروف ہے۔

ابن عربی : ملا علی قاری نے تاریخ اسلام سے نقل کیا ہے کہ ہمارے شیخ محقق علامہ حافظ مفتی مصنف ابو ذر صاحب ہے۔ جو ہمارے شیخ حافظ عراقی شافعی کا بیٹا ہے ابن عربی کے متعلق پوچھا گیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ بہ تحقیق ابن عربی کی مشہور کتب فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ میں کفریات ہیں جو صاف اور بلا شک و شبہ ہیں۔ پھر لکھتا ہے کہ ابن کثیر شیخ عماد الدین نے بیان کیا کہ وہ حافظ جمال الدین مزی کے ہمراہ امام قونوی کے پاس گیا۔ پس ابن عربی کی فصوص حکم کا ذکر آگیا تو امام قونوی نے کہا۔ کہ اس میں کفر اور گمراہی ہے۔

مناوی :- علامہ مناوی بہت بلند پایہ عالم اور فاضل ہے۔ اس کی تصانیف سے فیض القدیر شرح جامع صغیر اور شرح شمائل ترمذی مشہور زمانہ ہیں۔ جن کی تعریف کفایۃ المطلع تاج الدین اور کشف الظنون میں بہت کی گئی ہے۔

ابن مردویہ :- معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے کہ ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ ثقہ و ثبت محدث تھا۔ علامہ سیوطی نے اس کی روایات سے استفادہ کیا ہے۔ صاحب تحفہ نے رسالہ اصول حدیث میں اس کی اور دیلمی اور ابن جریر کی تفاسیر کو مشاہیر تفاسیر سے شمار کیا ہے۔ الخطیب خوارزم کہتا ہے کہ ابن مردویہ امام اور حافظ حدیث اور طراز المحدثین تھا۔ سمعانی نے انساب اور ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جا بجا ابن مردویہ سے استفادہ کیا ہے۔

حافظ ضیاء الدین :- کشف الظنون جلد دوم صفحہ ۴۹۸ پر ہے کہ کتاب مختار حافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدس حنبلی کی تصنیف در بارہ حدیث۔ جس کی وفات ۶۴۳ھ میں ہوئی۔ اس میں التزام کیا ہے۔ صحت کا۔ کہ ان حدیثوں کی تصحیح کی۔ جن کے قبل کوئی سابق نہ ہوا۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ کتاب ناتمام رہی ہمارے بعض مشائخ اسکو مستدرک حاکم پر ترجیح دیتے ہیں تدریب الراوی علامہ سیوطی صفحہ ۵۰ پر ہے کہ منجملہ انکے حافظ ضیاء الدین ہیں جنہوں نے ایک جمع کی ہے جس کا نام مختارہ ہے

اس میں التزام کیا ہے صحت کا اور ایسی حدیثیں اس میں ذکر کی ہیں جن پر کسی نے سبقت نہیں کی۔ کتاب التنقید والایضاح زین الدین عراقی۔ صنعہ لدمع سخاوی شرح مشکوٰۃ عبد الحق دہلوی اتحاف النبلاء مولوی صدیق حسن خاں اور قول مستحسن مولوی حسن زماں میں بھی پر زور الفاظ درج ہیں کہ کتاب مختارہ ضیاء الدین مقدس نہایت معتبر اور اصح حدیث کا مجموعہ ہے۔

ابن حاتم: لآلی مصنوعہ سیوطی ص۳ پر ہے کہ ابن حاتم نے اپنی تفسیر میں اس کا التزام کیا ہے کہ صحیح ترین روایات کو وارد کرے اور ہرگز کسی موضوع حدیث کو اس نے نہیں لکھا۔ تفسیر اتقان سیوطی جلد دوم صفحہ ۱۹۰ پر ہے کہ ابن ابی حاتم نے اس کا التزام کیا ہے کہ اس حدیث کو داخل تفسیر کرے جو اصح ہو

شیخ احمد بن عبد القادر بن بکری العجیلی: بحر العلوم مولوی صدیق امیر المومنین المحدث میں ہے کہ شیخ احمد بن عبد القادر بکری العجیلی نے علوم کو اپنے آبا اکرام سے حاصل کیا۔ جو تعداد میں کثیر ہیں ان کی تصنیفات سے بہت رسائل اور مسائل ہیں۔ جن میں سے ایک لفحہ قدسیہ ہے۔ دوسرا عقد جواہر اللآل فی مدح الآل ہے۔ جس پر شرح بھی لکھی۔ جس کا نام ذخیرۃ المآل ہے۔ ان کے مناقب کثیر ہیں اور فضائل بے شمار۔ مدتوں یہی حالت رہی یعنی تصنیف و تالیف میں سرگرم رہے۔ پھر گوشہ نشین ہو گئے۔

علی الخواص: لواقح الانوار میں ہے کہ علی الخواص ولی اللہ اور صاحب کرامات تھا شعرانی کہتا ہے کہ علی الخواص میرا شیخ اور استاد اور مرشد کامل اور راسخ آدمی تھا۔ قرآن اور حدیث کے معنوں میں نفیس کلام کرتا تھا۔ اور اس کی نظر لوح محفوظ پر پڑتی تھی وہ لوح کہ جس میں محو نہیں ہوتا۔

قاضی عضد الدین: کتاب مواقف تصنیف ہے قاضی عضد الدین کی اس کتاب کی شرح سید شریف جرجانی کی ہے۔ مفتاح کنز الدرایہ میں ہے کہ حافظ شمس الدین محمد عبد الرحمان سخاوی نے ایک رسالہ قاضی عضد الدین کے حالات میں لکھا ہے۔ جس میں مرقوم ہے کہ قاضی موصوف علامہ اور محقق تھا اس کا باپ رکن الدین احمد بن برہان الدین عبد الغفار بن احمد تھا۔ جو قاضی القضاۃ تھا۔ اس کا شجرہ نصب ابوبکر بن قحافہ سے ملتا ہے اپنے زمانہ کے مشائخ سے قاضی مذکور نے علوم حاصل کئے اور شیخ زین الدین ہنگی کی شرف ملازمت حاصل کی۔ شیخ زین الدین قاضی بیضاوی کا شاگرد تھا۔ قاضی عضد الدین معقولات میں بڑا عالی مرتبہ اور معانی و نحو کے اصول میں اعلیٰ مہارت رکھتا تھا۔ دیگر علوم میں اسے بہت دسترس تھی۔ اس سے بڑے بڑے فضلاء نے فیضان حاصل کئے۔ مثلاً شمس کرمانی اور ابہری وغیرہ نے اور نیز سعد الدین تفتازانی نے بھی کیا۔ مواقف اور مختصر مواقف وغیرہ اس کی تصنیفات ہیں۔ نیز ابن حجر عسقلانی نے درر کامنہ میں قاضی موصوف کی بہت تعریف کی ہے۔

امام بغوی :- سنیوں کا شیخ الاسلام اور علامۃ الزمان ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنت میں لکھتا ہے کہ بغوی نے اپنی تفسیر میں ایک بھی حدیث نہیں لکھی۔ ازالۃ الخفا ولی اللہ اور وفیات الاعیان ابن خلکان اور مرآۃ الجنان یافعی اور وافی بالوفیات صفدی اور میزان ذہبی اور طبقات ابن جماعۃ اور بغیۃ الوعاۃ سیوطی میں ہے کہ تفسیر ثعلبی نہایت معتبر اور بڑے پایہ کی تفسیر ہے اور صاحب تفسیر صالح آدمی ہے ایسے ہی اہل سنت کی کتب کثیرہ میں وارد ہے کہ بغوی فاضل اور ثقہ تھا۔ اور واحدی بھی تفسیر ثعلبی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتا ہے۔

ابو اللیث :- اعلام اخبار کفوی میں ابو اللیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ شخص شیخ الامام اور مقتدی الامام اور فقیہ تھے۔

ابو القاسم المعروف بہ ابن عساکر :- وفیات الاعیان ابن خلکان میں ابن عساکر کی نہایت درجہ تعریف و ثنا کی گئی ہے۔

ملا علی متقی :- اخبار الاخیار شیخ عبدالحق دہلوی میں ملا علی متقی کی تعریف توصیف کی گئی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس کے آبا و اکرام جونپور سے آکر مکہ میں مقیم ہوئے۔ ملا علی نے دنیا کو اپنے علوم و فنون دینی اور مجاہدات اور عرفان سے منور کر دیا۔

امام طبری :- طبقات فقہائے شافعیہ سبکی۔ تہذیب الاسماء معجم حموی۔ طبقات ابن جماعہ انساب سمعانی۔ تاریخ خطیب۔ مدینۃ العلوم۔ وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ طبری امام جلیل اور مجتہد مطلق اور دنیا کے اماموں سے از روئے علوم دین یگانہ تھا اور حدیث تاریخ و تفسیر فقہ کا امام تھا اس کی تاریخ اصح التواریخ ہے اور وہ ترمذی اور نسائی کا ہم پایہ تھا اس نے بخاری اور مسلم کے استادوں سے احادیث حاصل کیں اور اس کی فضیلت کو اس کا کوئی اہل زمانہ نہیں پہنچا۔ تحفہ کے باب دوئم کید پنجاہ و دوئم میں تسلیم کیا گیا ہے کہ کتاب محمد بن جریر الطبری شافعی اصح التواریخ ہے صواقع نصر اللہ کابلی میں بھی تاریخ طبری کو اصح التواریخ مانا گیا ہے۔

ابن خلکان :- طبقات ابن جماعۃ۔ تاریخ یافعی۔ تاریخ مدح الدین فزاری۔ طبقات اسنوی حسن المحاضرۃ سیوطی۔ مدینۃ العلوم اور تصانیف ذہبی میں ہے کہ ابن خلکان عالم بارع اور عارف فنون مذہب اور سدید الفتاوے اور عارف تواریخ تھا اور اس کی تاریخ اپنے فن میں احسن ہے۔

سبط ابن جوزی :- روض المناظرین ابن شحنہ کفایۃ المطلع تاج الدین۔ مدینۃ العلوم مسند خوارزمی اور کشف الظنون میں ہے کہ سبط ابن جوزی اکابر آئمہ اہل سنت اور انکے معتبرین اور معتمدین

میں سے اور صاحب محامد و فضائل کثیرہ ہے۔

حسین بن محمد بن حسن الدیار بکری: انسان العیون علی بن برہان الدین حلبی نے تاریخ خمیس بکری سے استفادہ و احتجاج کیا ہے صاحب تاریخ خمیس دیباچۂ کتاب میں خود لکھتا ہے کہ میں نے یہ تاریخ تفسیر کبیر اور تفسیر کشاف اور تاریخ معالم التنزیل وغیرہ کتب معتبرہ سے جمع کی ہے دیگر مورخین اہل سنت نے اس تاریخ کو معتبر تسلیم کیا ہے۔

امام واقدی: شیخ عبد الحق نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ واقدی امام بخاری اور مسلم کی طرح اکابر محدثین میں سے تھا اور اہل حفظ و اتقان میں سے تھا اس نے طلب احادیث میں طواف بلاد اور سیر امصار کیا مصعب زبیری کہتا ہے کہ خدا کی قسم ہم نے کبھی واقدی کی نظیر نہیں دیکھی دراوردی اسکو امیر المومنین فی الحدیث تسلیم کرتا ہے۔ ابن اسحاق صغانی کہا کرتا کہ اس کی تعریف اس سے زیادہ ہے کہ میں بیان کر سکوں۔ امام رازی نے نہایۃ العقول میں اور علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اور علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں واقدی کی جلالت و عظمت اس پایہ کی سمجھی ہے کہ اس کا حدیث غدیر کو نہ بیان کرنا حدیث غدیر کے موجبات قدح میں شمار کیا ہے۔ اور اس کو بخاری اور مسلم کا ہم پایہ مانا ہے۔ ابراہیم حربی اس کو امین الناس فی الاسلام اور داناترین مردم در اسلام مانتا ہے۔ امام ذہبی نے میزان میں اسکے محامد اور فضائل اور تبحر علوم و فنون میں زینت اور اسلام کے کلاہ لے طلادے ہیں:

علی بن برہان الدین: اہلسنت کے علمائے ثقات فضلائے اثبات سے ہے۔ یہ شخص ابو عبد اللہ محمد فخر الاسلام بکری صدیقی کا شاگرد تھا۔ نور الدین شبراملسی نے حاشیہ مواہب لدنیہ میں اسکو شیخ حلبی کا لقب دیا ہے۔ اور انسان العیون سے استفادہ کیا ہے۔ انسان العیون خلاصہ ہے عیون الاثر حافظ ابو الفتح بن سید الناس اور سیرت محمد بن یوسف شامی مسمّی بہ سبل الہدی والرشاد فی ہدی خیر العباد کا جیسا کہ علی بن برہان الدین نے اس امر کی تصریح خطبہ میں کر دی ہے۔

ابن اثیر جزری: وفیات الاعیان اور تاریخ یافعی اور طبقات ابن جماعہ میں ابن اثیر جزری کا مصنف تاریخ کامل و اسد الغابہ کے فضائل عظیمہ اور مناقب جلیلہ کا تذکرہ شرح و بسط سے لکھا ہے ابن اثیر جزری بھائی ہے صاحب جامع الاصول کا مرآۃ الجنان میں ہے کہ ابو الحسن علی جزری امام حافظ صدر معظم۔ کثیر الفضائل۔ حافظ تواریخ و انساب۔ ادیب نبیل صاحب حشمت تھا۔ اس کا گھر مجمع فضلا تھا اس نے تاریخ کامل کو دس جلدوں میں تصنیف کیا۔ اور انساب سمعانی

کا اختصار کیا۔ اور اضافہ بھی کیا۔ ابو نعیم ابن عبد البر اور ابو موسیٰ وغیرہ کی کتب معتبرہ سے اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ کو جمع کیا۔

ابن کثیر: ابن جماعۃ نے طبقات میں لکھا ہے کہ اسماعیل ابن کثیر اپنے زمانہ میں سب سے بڑھ کر احادیث کے متون کا حافظ اور انکے رجال و مخرج صحیح و سقیم کا عارف اور ثاقب الذہن اور جید الفہم تھا۔

قاضی عیاض: ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض حدیث اور کل علوم متعلقہ حدیث نحو و لغت کلام عرب و تاریخ و انساب میں اپنے وقت کا امام بارع و متفق و متعمق اور علم حدیث اور عارف اصول حدیث و فقہ و صاحب فہم ثاقب تھا۔

امام نووی: امام یافعی نے وقائع میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام امام نووی مفتی امام محقق و مدقق فاضل و مرتب دین و مہذب و ضابطہ و زاہد و عابد یگانہ و صاحب کرامات و مالک مقامات اعلیٰ و ناصر سنت و مشہور نزدیک و دور معتمد الفتویٰ و فائق المعاصرین تھا۔

قوشجی: ملا علاء الدین علی بن محمد قوشجی شارح تجرید اہل سنت کے افاضل محققین اور حکماء مدققین سے ہے حضرت خواجہ نصیر الدین محقق طوسی کا شاگرد ہے۔ اس کی کتاب شرح تجرید تمام دنیا میں مشہور ہے اور طلبا کے درس میں پڑھائی جاتی ہے

کتاب غنیۃ الطالبین: شاہ ولی اللہ نے تفضیل الشیخین میں اور ملا قاری نے منح الروض شرح فقہ اکبر میں اور مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی نے اس کے ترجمہ میں اور مولوی عصمت اللہ نے جسکا حاشیہ شرح جامی مشہور ہے رسالہ رقیب باب المعروف والمنکر میں اور رسالہ حد الغنا میں تسلیم کیا ہے کہ کتاب غنیۃ الطالبین تصنیف ہے شیخ عبد القادر جیلانی کی۔ صاحب تحفہ نے باب ہفتم میں تسلیم کیا ہے کہ غنیۃ الطالبین شیخ جیلانی کی تصنیف ہے۔ اور اس سے عبارات نقل کی ہیں۔ اور شیخ کی حمد و ثنا بہت کی ہے۔ نیز واضح ہو کہ شیخ کی تعریف میں بہجۃ الاسرار اور اخبار الاخیار اور مرآۃ الجنان کے مصنفین رطب اللسان ہیں۔ مفصل خروس جیلانی مصنفہ شیر ہند ممتاز الاماثل والا فاضل مولانا مرزا احمد علی صاحب قبلہ ادام اللہ ظلہ میں ملاحظہ کریں۔

دمیری: مولوی تقی الدین نے عقد ثمین میں لکھا ہے کہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ بن علی العلامۃ المتقین کمال الدین معروف دمیری مصری شافعی مکہ میں ۷۴۲ھ میں پیدا ہوا۔ مظفر الدین عطار سے جامع ترمذی کا درس لیا۔ اور قاہرہ میں عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن ہارون ثعلبی اور محمد بن علی سے احادیث حاصل کیں۔ اور بہت سے شیوخ سے احادیث پڑھیں۔ مکہ میں صحیح ابن حبان اور سنن ابن ماجہ اور

مسند الطیالسی اور مسند شافعی اور معجم ابن قانع اور اسباب النزول واحدی اور مقامات حریری کا درس لیا اور علم کثیر حاصل کیا۔ اور تقی الدین سبکی سے فنون کثیرہ پڑھے اور بہاؤ الدین سبکی اور جمال الدین اسنوی سے فقہ حاصل کی۔ اور برہان الدین قرطبی سے ادب پڑھا اور تفسیر و احادیث و فقہ و اصول و عربیت و ادب میں عالی پایہ حاصل کیا۔ یہ بڑا ابحاری عابد اور تجبر تھا۔ اس کی تالیفات سے دیباچہ شرح ابن ماجہ شرح منہاج نووی اور حیات الحیوان معتبر کتابیں ہیں۔

علینی :۔ جلال الدین سیوطی بغیۃ الوعات میں لکھا ہے کہ علامہ عینی حافظ قاضی القضاۃ بدر دین عینی فنون علمی میں ماہر اور امام و عالم و عارف تھا۔ شرح بخاری اور شرح شواہد اس کی تصنیفات ہیں۔

تاج الدین سبکی :۔ ابن حجر عسقلانی نے درر کامنہ میں لکھا ہے کہ تاج الدین سبکی نے ابن شحنہ اور یونس اور ابن سید الناس سے اجازہ لیا۔ ۷۲۷ھ میں پیدا ہوا۔ ۷۳۹ھ میں دمشق میں آیا۔ وہاں زینب بنت کمال اور ابن ابی الیسر سے حدیث پڑھی اور مزی سے درس لیا اور ذہبی کی ملازمت کی۔ اور طلب حدیث میں امعان کیا اور فقہ و اصول عربیت میں ماہر ہوا۔ اس کی تصانیف اس کی زندگی میں مشہور و معروف ہو گئیں۔ جو کثیر المنافع ہیں۔ اس کی تصنیفات طبقات الکبریٰ والوسطیٰ و صغریٰ ہیں۔

جلال الدین سیوطی :۔ علامہ شعرانی نے لواقح الانوار میں لکھا ہے کہ سیوطی صرف عالم اور مجتہد ہی نہیں تھا بلکہ صاحب کشف و کرامات بھی تھا۔ مفتاح کنز الدرایہ میں ہے کہ اسکے ایک شاگرد زکریا بن محمد نے کہا کہ میں نے سیوطی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نوشتہ دیکھا۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ میں نے بحالت بیداری آنحضرت ﷺ کی زیارت کی ہے اور خواب میں بھی آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے۔ اور جب میں نے جمع الجوامع شروع کی تو میں نے آنحضرت ﷺ سے پڑھنے کی اجازت مانگی۔ آنحضرت نے فرمایا اے حدیث کے شیخ ہاں پڑھو۔ سیوطی کہتا ہے کہ یہ بشارت میرے لئے تمام دنیا اور اس کے اموال سے بڑھ کر تھی۔

امام غزالی :۔ علامہ دمیری لکھتا ہے کہ رسول اللہ کو ابو حسن شاذلی نے جو اولیائے اکرام سے تھا۔ خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے سامنے امام غزالی کی تعریف و تحسین کر رہے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ دونوں کی امتوں میں بھی کوئی ایسا قابل شخص ہوا ہے اور تاریخ یافعی میں ہے کہ امام غزالی سرور کائنات کے لئے باعث فخر و مباہات ہے اور صاحب مقامات عالیہ و کرامات سامیہ و مجاہدات عظیمہ جلیلہ و ریاضات شاقہ جمیلہ و قطب وجود و برکت عامہ برائے ہر موجود و عارف حقیقت و عالم شریعت و حجۃ الاسلام ہے اور جس طرح رسول پاک سید الانبیاء تھے اسی طرح غزالی سید المصنفین ہے اور غزالی سے بغض رکھنے والا ملحد اور زندیق ہے۔ ناظرین!

غزالی کی مدح سرائی میں غلو اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس نے یزید کی حرمت کعبہ سے بڑھ کر کی ہے اور یزید پر لعنت کرنے سے مسلمانوں کو روکا ہے۔ بلکہ یزید کے حق میں دعائے مغفرت کرنے کا حکم دیا ہے۔

تفتازانی: دررکامنہ اور اعلام الاحیا اور مفتاح۔ کنز الدرایہ اور بغیۃ الوعاۃ میں ہے کہ تفتازانی امام وعلامہ و مشہور زماں و مدقق و محقق بے نظیر تھا اس جیسا فاضل آنکھوں نے نہیں دیکھا سید شریف جرجانی اپنی تصنیفات میں اس کا خوشہ چین ہے۔

بلاذری: شاہ ولی اللہ نے کتاب مسلسلات مشہور بہ فضل المبین میں بلاذری کو حافظ زمانہ لکھا ہے مرزا معتمد خان بدخشانی نے تراجم الحفاظ میں لکھا ہے کہ امام ذہبی اور ناصر الدین نے کتاب الحفاظ میں بلاذری کو کو رجال حفاظ سے مانا ہے۔ انساب سمعانی میں ہے کہ بلاذری حافظ اور فہیم اور عارف اسناد و اسماء متون و احادیث تھا اور وہ کبھی ان میں خطا نہ کرتا تھا۔ وہ حفظ اور وعظ میں اپنے زمانہ میں یگانہ تھا۔

ابن ابی الحدید: مجمع الادب فی معجم الالقاب کمال الدین عبد الرزاق بن ابی المعالی شیبانی اور وفیات الاعیان ابن خلکان فوات الوفیات شیخ صلاح الدین محمد بن شاکر بن احمد خازن میں ہے کہ ابن ابی الحدید اعیان علمائے افاضل و ابرار و صدور اماثل سے تھا اور وہ حکیم اور فاضل اور عارف اصول کلام تھا شرح نہج البلاغت بیس جلدوں میں لکھی۔ جس میں وہ وہ مضامین عالیہ ہیں جو کسی دوسری شرح میں نہیں۔ یہ معتزلی اور خلفائے ثلاثہ کو ماننے والا تھا

شہرستانی: مدینۃ العلوم میں ہے کہ ابو الفتح محمد بن ابو القاسم عبد الکریم بن ابی بکر احمد شہرستانی ان علماء میں سے ہے جس نے دنیا کے کل مذاہب کے فرقوں کا حال ملل و نحل میں لکھا ہے۔ وہ اہلسنت متکلم اور امام اور فاضل اور فقیہ تھا۔ علامہ سمعانی اس کا فیض یافتہ ہے کثیر المحفوظ اور حسن المحاورہ تھا۔ اور علی بن احمد مدینی محدث اہل سنت کا شاگرد تھا۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ اس نے احمد الخوافی سے فقہ ابو القاسم انصاری سے علم کلام حاصل کیا۔ کتاب نہایۃ الاقدام فی علم الکلام اور کتاب ملل و نحل اور تلخیص الاقسام المذاہب الانام اس کی تصنیفات سے ہیں۔ بغداد میں ۵۴۸ھ میں فوت ہوا۔

ابن حجر عسقلانی: شاہ ولی اللہ نے قرۃ العینین میں اس کو علامہ سیوطی نے اعلیٰ مرتبہ لکھا ہے حسن المحاضرہ اور مدینۃ العلوم میں ہے کہ عسقلانی تمام دنیا کا سردار تھا۔ وہ اپنے زمانہ کا حفاظ حدیث کا امام تھا۔

قسطلانی: کنز الدرایہ میں ہے کہ قسطلانی محدث ادیب بے نظیر واعظ تھا اس کی تصانیف اس کی زندگی میں ہی اطراف و جوانب میں مشہور ہو گئیں تھیں مواہب لدنیہ اپنے فن میں بے مثل کتاب ہے

ابوبکر جوہری: ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ ابوبکر جوہری محدث اور کثیر الادب اور ثقہ اور پرہیزگار تھا محدثوں نے اس کی مدح و ثنا کی ہے اور اس کی تصنیفات سے روایات نقل کی ہیں۔

قرطبی: تاریخ یافعی وقائع ۶۷۱ھ میں ہے کہ قرطبی محدث اور ائمہ کبار سے تھا۔

ابن اسحاق: تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی میں بسند امام احمد حنبل لکھا ہے کہ محمد ابن اسحاق مقبول القول اور ممدوح جماعت علماء اور امام کبیر اور معتمد شہیر ہے امام یافعی نے لکھا ہے کہ وہ مغازی میں امام اور پیشوا تھا اور بسند امام زہری لکھا ہے کہ جو کوئی مغازی میں مہارت کا ارادہ کرے وہ ابن اسحاق کا محتاج ہوگا اور سعید ابن الحجاج نے اس کو امیر المومنین فی الحدیث لکھا ہے۔

ابن جوزی: تاریخ ابن خلکان اور مرآۃ الجنان اور تمام شروح مسلم میں ابن جوزی کی تحقیقات اور افادات سے تمسک کیا گیا ہے۔ ملا علی حیدر نے اس کو سند المحدثین والمتقدمین کہا ہے۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں اس کو واعظ اور فقیہ اور علامۃ العصر اور امام وقت لکھا ہے۔

آمدی: امام یافعی نے مرآۃ الجنان میں آمدی کو اکابر ائمہ اور اعاظم متقدمین سے تسلیم کیا ہے اور اس کی بہت

ابراہیم بن عبد اللہ: ابوبکر بن احمد بن شہبہ دمشقی اسدی نے طبقات فقہائے شافعیہ میں ابراہیم بن عبد اللہ مصنف تاریخ مظفری کی حمد و ثنا کی ہے اور اس کو ائمہ محدثین اور فقہائے متقدمین اور مورخین معتبرین میں سے جانا ہے۔

خوارزمی: اعلام الاخیار کفوی اور بغیۃ الوعاۃ سیوطی اور عقد ثمین میں خوارزمی کی جلالت شان اور علو مرتبت درج ہے اور اس کو فقیہ ادیب فاضل اور شاعر لکھا ہے اور جامع مسانید میں ہے کہ وہ صدر الائمہ اور خطیب خطباء خوارزم تھا۔

اصیل الدین: ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں تصریح کی ہے کہ اصیل الدین مشائخ کبار سے ہے اور صاحب تحفہ کے سلسلۂ اجازہ میں داخل ہے۔

تقی الدین: محمد بن احمد بن علی بن محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن ملقب بہ تقی الدین فاسی مکی مالکی کتاب عقد ثمین فی تاریخ بلد الامین کا مصنف ہے فتح الباری ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ میں اس بدیع وضع اور عجیب صنعت کی تاریخ سے آگاہ ہوا تو میں نے اس کو اس فن کی تصنیف شدہ کتب سے فائق پایا میں اس کے الفاظ و معانی کو مطلق شرف اور بزرگی سے مختص کرتا ہوں۔ تقی الدین سید اور امام یکتا اور صاحب فضل و اتقان اور مالکی مذہب اعتقاد تھا۔ مکی اور مفتی اور فقیہ اور محدث اور پرہیزگار تھا

دیلمی: کتاب تدوین رافعی تذکرۃ الحفاظ و سیر النبلاء و کتاب العبر ذہبی و مرآۃ الجنان یافعی و طبقات سبکی و طبقات اسنوی و طبقات شافعیہ تقی الدین ابوبکر بن احمد بن قاضی شہبہ و طبقات الحفاظ سیوطی و فیض القدیر مناوی و مقالید الاسانید شیخ ابو مہدی عیسیٰ و روضۃ الفردوس علی ہمدانی وغیرہ میں دیلمی کے مناقب و محامد کثرت سے مرقوم ہیں اور اس کو شیخ و حافظ و محدث و امام و علامہ و حجۃ المحدثین و قدوۃ المحققین لکھا ہے اور شافعی اور ابن مندہ وغیرہ کا شاگرد تھا۔

ثعلبی: تاریخ ابن خلکان و منظر الانسان و مراۃ الجنان و وافی بالوفیات و کتاب الجزء ذہبی و سیاق تاریخ نیشاپوری و روض المناظر ابن شحنہ و طبقات ابن جماعہ و طبقات اسنوی و بغیۃ الوعاۃ سیوطی و معجم الادبا حموی و تفسیر وسیط واحدی و ازالۃ الخفا وغیرہ میں ثعلبی کی جلالت شان درج ہے شاہ ولی اللہ کہتے ہے کہ ثعلبی اخذ دین کے وسائط سے ہے اور ان علما میں سے ہے جن کا احسان سب کی گردن پر ہے اور جیسا کہ ابو حنیفہ سرگروہ حنفیان ہے ویسا ہی ثعلبی سرگروہ مفسر اہل ہے اس کی تفسیر سلف سے ماخوذ ہے جو بمنزلہ لوح ہے۔ تاریخ ابن خلکان و طبقات ابن جماعۃ و مراۃ الجنان و وافی بالوفیات و منظر الانسان میں ابو القاسم قشیری کی سند پر لکھا ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے خدا کو خواب میں دیکھا کہ میں اس سے باتیں کرتا ہوں اور جواب لے رہا ہوں کہ اسی اثنا میں خدا نے فرمایا کہ دیکھو ایک مرد صالح آتا ہے میں نے دیکھا تو وہ امام ثعلبی تھا نیز انہی کتب مذکورہ میں مرقوم ہے کہ ثعلبی کی تفسیر دنیا پر نظیر نہیں رکھتی۔

ابو نعیم: کتاب فضائل شافعی امام رازی و وفیات الاعیان ابن خلکان و منہاج ابن تیمیہ و زاد المعاد ابن قیم و اسماء الرجال جامع مسانید ابی حنیفہ خوارزمی و عبر فی خبر ذہبی و طبقات سبکی و طبقات اسنوی و طبقات اسدی و طبقات الحفاظ سیوطی و وافی بالوفیات مراۃ الجنان یافعی و اسماء الرجال مشکوٰۃ ولی الدین خطیب و لواقح الانوار شعرانی و تاریخ خمیس دیار بکری و مقالید الاسانید ابو مہدی و قول مستحسن حسن زماں میں ابو نعیم کے محامد و مناقب لکھے ہیں۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ وہ ان اعلام محدثین اور اکابر حفاظ و ثقات سے ہے جنہوں نے اکابر سے اخذ علوم کیا اور ان سے اکابر نے علوم اخذ کئے اور اسکی کتاب حلیۃ المتقین بہترین کتاب ہے۔ یافعی اسکو امام و حافظ و شیخ و عارف اور منجملہ اعلام محدثین و اکابر حفاظ مفیدین کہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ حفاظ اس کے دروازے پر بوجہ اس کے علم و فضل و علو اسانید جمع ہوتے تھے اور اس کو کبار علما کی ملاقات سب سے زیادہ نصیب تھی خطیب بغدادی کہتا ہے کہ حافظ صرف دو ہی دیکھے ہیں یعنی ابو نعیم اور ابو حازم عبدوی سلفی کہتا ہے کہ حلیۃ الاولیا جیسی کتاب تصنیف ہی نہیں ہوئی۔ ابن مردویہ کہتا ہے کہ کسی زمانہ میں بھی ابو نعیم سے بڑھ کر حافظ مستند نہیں ہوا۔ وہ کل دنیا میں ایک حافظ ہوا ہے

ابن حبان: سمعانی کتاب انساب میں لکھتا ہے کہ حافظ ابن مندہ اور حافظ ابن البیع جیسے جلیل الشان علما ابن حبان کے شاگرد تھے اور اس کی تصانیف کی مثال نہیں ملتی۔ شیخ عبد الحق نے مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ وہ ثقہ اور فاضل تھا سبکی نے طبقات میں لکھا ہے۔ کہ وہ حافظ جلیل اور امام نبیل تھا۔ ابو سعید نے لکھا ہے کہ وہ فقہائے دین اور حفاظ آثار میں سے تھا۔ مناوی نے فیض القدیر میں اسکو حفاظ کبار اور راس و رئیس حدیث و عالم فقہ و کلام لکھا ہے یافعی نے مراۃ الجنان میں اسکو علامہ و مجتہد و حافظ و ماہر علم فقہ

وحدیث ولغت وو عظ وکلام لکھا ہے۔

ذہبی: صاحب تحفہ نے باب امامت میں بجواب حدیث طیر لکھا ہے کہ امام المحدیث شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد دمشقی ذہبی اور طبقات شافعیہ ابن جماعۃ میں ہے کہ ذہبی امام و علامہ و خاتم الحفاظ و شیخ واستاد و محدث عصر و زاہد و یکتائے زمانہ اور اہلسنت کا علم بردار تھا۔ علماء نے اس کو اپنا استاد و شیخ او مخرج حدیث تسلیم کیا

ابو یعلی: بستان المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی میں ہے کہ حافظ اسمٰعیل بن محمد بن فضل کہتا ہے کہ میں نے بہت مسانید مثل مسند عدنی و مسند ابن منیع وغیرہ کو پڑھا۔ لیکن مسانید کو نہروں کی طرح پایا اور مسند ابو یعلی کو بحر ذخار کی مانند پایا۔ ابو یعلی شاگرد ہے یحیٰی بن معین او کئی قابل محدثین کا۔ اور ابن حبان ابو حاتم اور ابو بکر اسمٰعیلی اس کے شاگرد ہیں۔ لوگوں کو اس کی امانت و دیانت و صدق و علم و تقوی و دیگر صفات محمودہ کا عظیم یقین ہے۔ علم کی تصنیف و ترویج میں صالح نیت رکھتا تھا اور محض بتعلیم علم حدیث میں مشغول رہتا تھا۔

محمد بن یوسف گنجی: ابن صباغ نے فصول المہمہ میں اور مصطفی بن عبد اللہ القسطنطینی نے اسکو امام اور حافظ تسلیم کیا ہے کشف الظنون میں ہے کہ وہ شیخ اور حافظ ہے ریاض النضرہ میں اسکو شیخ لکھا گیا ہے۔ ناظرین! حافظ ایسے ماہر حدیث کو کہتے ہیں۔ جن کو لاکھ لاکھ حدیث کے اسناد اور متون یاد ہوں۔ اور شیخ استاد کامل کو کہا جاتا ہے۔

ابن شحنہ حلبی: سخاوی لکھتا ہے کہ ابن شحنہ حلبی علامہ و ادیب و امام و فقیہ تھا جمیع علوم میں ید طولےٰ رکھتا تھا۔ اور صاحب تصانیف لطیفہ تھا۔

راغب: فاضل رشید نے شوکت عمریہ میں اور حیدر علی نے منتہی الکلام میں ابو القاسم مفضل بن محمد المعروف راغب کو امام لکھا ہے فخر رازی کہتا ہے کہ راغب ائمہ اہلسنت سے ہے اور امام غزالی کا ہم پایہ ہے۔ مدینۃ العلوم اس کی بہت مدحت و منقبت لکھی ہے۔

زبیر بن بکار: تاریخ خطیب اور تاریخ ابن خلکان اور تاریخ یافعی اور تہذیب الکمال مزی اور تذہیب التہذیب و کاشف ذہبی اور انساب سمعانی اور تبیان ابن ناصر الدین اور تقریب عسقلانی میں زبیر ابن بکار کو ائمہ کبار و اعلام عالی فخار و مشائخ والا تبار و ثقات جلیل المقدار سے تسلیم کیا گیا ہے

زرندی: مولوی سلامت اللہ نے معرکۃ الآراء میں اور احمد بن فضل بن محمد باکثیر نے وسیلۃ المآل میں اور شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں اور سید سمہودی نے جواہر العقدین میں اور محمد بن یوسف شامی سبل الہدےٰ میں اور ابن صباغ نے فصول مہمہ میں اس کی روایات سے تمسک

کیا ہے اور لکھا ہے ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن حسن بن محمد بن محمود بن حسن زرندی اہلسنت کے علمائے معتمدین اور فضلائے مستندین سے تھا اور بہ ثقہ اور صاحب فضیلت و منقبت اور مذہب سے حنفی تھا۔

ابن تیمیہ: فوات الوفیات اور تاریخ عینی اور درر کامنہ اور معجم مختص ذہبی نے تیمیہ کو حجۃ اللہ و آیۃ اللہ و محدث و فقیہ و مفسر و متکلم و زاہد و عارف تسلیم کیا گیا ہے۔

شبراملسی: احمد نخلی استاد ابو طاہر استاد شاہ ولی اللہ نے رسالہ اجازہ میں شیخ نور الدین علی الشبراملسی الشافعی کو شیخ اور محقق کہا ہے اور شیخ سالم بن عبداللہ بصری شافعی نے جس کی فقاہت و فضیلت کتاب ارشاد ولی اللہ اور سبحۃ المرجان بلگرامی سے واضح ہے۔ کتاب امداد بمعرفۃ علو الاسناد میں لکھا ہے کہ شبراملسی علامۃ المتقین اور فہامۃ المتقن تھا اور حاشیہ مواہب مسمیٰ بہ تیسیر المطالب میں شبراملسی کو سیدنا و مولانا و شیخنا و شیخ مشائخ الاسلام الملک العلمائے اعلام العالم العلامہ والعمدۃ الفقہاء عین اعیان المدرسین خاتمۃ المحققین ذی التحقیق والتدقیق ابن لعجز عن ذکرہ و صافہ الحمید وغیرہ لکھا ہے

زرکشی: مفتاح کنز الدرایہ میں ہے کہ محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی محدث و فقیہ و صاحب تصانیف کثیرہ شارح کتب احادیث سنیہ و معتمدین جماعت المحدثین و مقبول علما و فضلا تھا۔

ابن جزلہ: وفیات الاعیان ابن خلکان اور مراۃ الزمان سبط ابن جوزی اور کتاب البستان الجامع التواریخ الزمان اور تاریخ ابن بخاری میں لکھا ہے کہ ابن جزلہ پہلے نصرانی تھا اور قاضی ابو ولید کی ہدایت سے اسلام لایا۔ اس کا اسلام حسن تھا۔ اور پھر اس نے اسلام کی حقانیت اور اثبات نبوت محمدی اور تردید مذہب نصاریٰ میں نہایت عمدہ کتاب لکھی۔

ابن روزبہان: ابو الخیر فضل اللہ بن ابی محمد روزبہان بن محمد فضل اللہ بن محمد بن اسمٰعیل بن علی الانصاری اکابر متکلمین و افاضل محدثین اہلسنت سے ہے اس نے اخذ و سماع حدیث امام سخاوی و ابوبکر مراغی و ابن الوجیہ و اصیل الدین ربیعی وغیرہ سے کیا جیسا کہ اس نے خود شرح شمائل ترمذی میں لکھا ہے اس نے علامہ حلی علیہ الرحمہ کی نہج الحق کا جواب لکھا جس کا نام ابطال الباطل ہے اور اس ابطال الباطل کا جواب حضرت قاضی نور اللہ شوشتری نے لکھا جس کا نام احقاق الحق ہے

عبداللہ بن احمد حنبل: کمال فی معرفۃ الرجال اور تذکرۃ الحفاظ ذہبی اور تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی اور عبر ذہبی اور مراۃ الجنان یافعی اور طبقات الحفاظ سیوطی میں ہے کہ وہ ثقہ ثبت اوعیہ علم و عارف بحدیث و تفسیر و علل حدیث و رجال و اسماء حافظ حدیث و امام الحافظ الحجۃ تھا۔

ابن ابی شیبہ: وہ بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ وغیرہ کا استاد تھا۔ کاشف ذہبی اور
اور تقریب عسقلانی اور مراۃ الجنان یافعی اور فیض القدیر مناوی میں اس کے محامد و مناقب کا تفصیل سے مذکور ہے۔

ابو الشیخ: انساب سمعانی میں ہے کہ ابو محمد عبداللہ ابن عبداللہ بن جعفر بن حیان الاصبہانی
المعروف بہ ابو الشیخ حافظ کبیر ثقہ مصنف تصانیف کثیر تھا۔

عبدالرزاق: مراۃ الزمان اور انساب سمعانی اور وفیات الاعیان اور طبقات حفاظ میں اسکو
ائمہ کبار اور معتبرین تسلیم کیا گیا ہے۔ صحاح اس کی روایات سے پر ہیں۔ عبدالرزاق سے کہا گیا کہ کسی
شخص نے قسم کھائی ہے کہ اگر عبدالرزاق کو ایک لاکھ حدیث یاد نہ ہو تو میری عورت کو طلاق ہو تو
اس نے کہا کہ اگر اس سے زیادہ بھی کہتا تو سچ تھا۔

محمد ابن بشار: اس سے بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ میں احادیث
روایات کی گئی ہیں۔ جو اس کے ثقہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔

کواشی: بغیۃ الوعاۃ سیوطی میں احمد بن یوسف بن رافع الامام موفق الدین الکواشی الموصلی کو
مفسر و فقیہ و زاہد بے نظیر و صاحب کرامات مانا گیا ہے۔

بدخشانی: فاضل رشید نے ایضاح میں اور مولوی حیدر علی نے منتہی الکلام میں اسکو معتبرین
جلیل الشان و اعاظم مستندین اعیان سنیان تسلیم کیا ہے۔

ابو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع الزہری: وفیات الاعیان میں ہے کہ ابو عبداللہ فاضل
یکتا و عالم بے ہمتا تھا۔ اس کی کتاب طبقات نہایت عمدہ ہے وہ صدوق اور ثقہ اور کثیر العلم اور
اور عزیز الحدیث اور صاحب عدالت صدق ہے۔

ترمذی: شیخ فریدالدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ محمد بن علی ترمذی سلیم سنت
و عظیم ملت و مجتہد اولیاء و منتصر الاصفیاء و محرم حرم ایزدی و شیخ وقت الخ تھا۔

نظام الدین: سبحۃ المرجان بلگرامی میں نظام الدین بن قطب الدین کو علامہ خبیر و فاضل تحریر وغیرہ القاب سے ملقب کیا گیا

ابراہیم: صاحب کتاب الاکتفاء اور ذخیرۃ المآل شہاب الدین بن احمد بن عبدالقادر میں ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ الوصابی الیمنی
الشافعی خالص احباب الخلفاء میں سے تھے۔ ابن حجر مکی اور سیوطی اور زرندی اور علی ہمدانی کا ہم پایہ تھا و ولیا
متعصب سنی تھا کہ منکرین خلفائے اربعہ کو قطعی جہنمی کہتا ہے۔ اور ان پر بے شمار تبرے کیا کرتا تھا۔

محمد پارسا: نفحات الانس ملا جامی اور اعلام اخیار کفوی میں محمد بن محمود الحافظ البخاری المعروف بہ خواجہ
خواجہ پارسا کے مناقب و محامد کا بالتفصیل تذکرہ درج ہے اور اسکو اکابر علماء و اعاظم فضلاء سے تسلیم کیا گیا ہے

خطبہ جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام الموسوم بہ شقشقیہ تذکرہ خواص الائمہ سبط ابن جوزی اور کتاب مجمع الامثال ابو الفضل احمد بن ابراہیم المیدانی نیشاپوری اور کتاب معانی الاخبار ابو ہلال عسکری اور کتاب العقد ابن عبد ربہ اور قاموس بہ لغت شقشقیہ اور نہایہ ابن اثیر اور مجمع البحار محمد طاہر گجراتی اور شرح مقاصد تفتازانی اور مفتاح الفتوح کازرونی اور شرح تہذیب الکلام ولیعقوب لاہوری اور شقائق النعمانیہ طاشکبری اور شرح مفتی محمد عبدہ مصری میں تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ خطبہ شقشقیہ حضرت علی علیہ السلام کا اپنا کلام ہے۔

خطبہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا الموسوم بہ لمّہ بہ کتاب سقیفہ ابوبکر جوہری اور تذکرہ خواص الامہ فی معرفۃ الائمہ سبط ابن جوزی اور کتاب فائق علامہ زمخشری اور کتاب ابن اثیر اور لالی مصنوعہ سیوطی اور کتاب مختصر تنزیہ الشریعہ شیخ رحمت اللہ اور مجمع البحار محمد طاہر گجراتی اور کتاب بلاغات النسا احمد بن ابی طاہر اور مروج الذہب مسعودی برحاشیہ تاریخ کامل جلد پنجم صفحہ ۱۰۱ پر خطبہ لمہ کو کلام جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا مانا گیا ہے۔

شیخ رحمت اللہ و شیخ عبد اللہ شیخ عبد الحق نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ شیخ رحمت اللہ و شیخ عبد اللہ سندھی مدنی مدینہ منورہ کے فقہائے صوفیہ سے تھے۔ یہاں آئے اور علم حدیث کا افادہ کیا۔ یہاں کے طلبا ان دونوں کو شیخ کے لقب سے ملقب کرتے تھے۔ یہ دونوں علم و عمل و تقویٰ و ورع میں بے مثل تھے اور شیخ علی متقی کے خاص احباب اور خلفا میں سے تھے۔

قرہ کمال اعلام الاخیار کفوی اسمٰعیل القرامانی المعروف بہ قرہ کمال کو عالم جید و فاضل متبحر مانا گیا ہے

یحییٰ بن معین امام نووی نے تہذیب الاسماء میں اور شیخ عبد الحق نے رجال مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ یحییٰ موصوف امام و ثقہ و حافظ و جلیل القدر اور فخر علما اہلسنت تھا اس کی مثال اس کے اسلاف میں کوئی نہیں وہ امام ربانی و عالم معتمد و متقن تھا خدا نے اس کے نشان کا پیدا نہیں کیا اس کی تحقیق سے کذابوں کا جھوٹ ظاہر ہوتا ہے اور جو حدیث اس کے نزدیک معروف نہ ہو وہ حدیث ہی نہیں ہے۔

امام زیلعی کفوی نے اعلام الاخیار میں لکھا ہے کہ زیلعی شیخ امام اور علامہ و عارف فقہ و نحو اور زاہد اور پرہیزگار اور پاک دامن اور متواضع تھا۔ درس دیا کرتا اور فتاویٰ مفیدہ دیتا اور احادیث کا نقاد اور صحیح و سقیم کا جانچنے والا اور معتمد اور مصنف اور ناشر فقہ تھا ایک جماعت علما نے اس سے فقہ حاصل کی۔

عباد بن یعقوب رواجنی رواجنی امام بخاری کا شیخ تھا اس سے مشاہیر ائمہ اہلسنت مثل ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے روایت کی ہے کہ بخاری نے اس سے کتاب التوحید میں روایت

کی ہے کہ کتاب کمال فی معرفتہ رجال میں ہے کہ رواجن بخاری کا شیخ تھا اور ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن اسحاق اور ابو حاتم حسین بن اسحاق اور جعفر بن محمد مالک فرازی نے اس سے حدیث روایت کی ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں ان لوگوں کو اس کے شاگردان میں لکھا ہے یعنے ابوبکر بزار علی بن سعید بن البشر رازی محمد بن علی حکیم ترمذی صالح بن محمد جزرہ ابن خزیمہ ابن صاعد ابن ابی داؤد و قاسم بن زکریا مطرز ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ عباد بن یعقوب رواجن سچا راوی تھا۔ اور ابو حاتم نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

ابوالحسن مدائنی و سمعانی نے کتاب انساب میں لکھا ہے کہ حارث بن اسامہ نے کہا کہ ابوالحسن مدائنی بصرہ میں پیدا ہوا۔ اور وہیں نشوونما پائی۔ کچھ مدت کے بعد وہ مدائن کو گیا اور وہاں سے بغداد آیا اور وہاں رہائش اختیار کی حتی کہ ماہ ذیقعد ۲۲۴ھ میں فوت ہوا۔ وہ تاریخ انسان اور اخبار عرب اور ان کے انساب سے واقف تھا۔ فتوح و مغازی و روایت و شعر کا صدوق اور ثقہ تھا۔

ابن عبد ربہ: ابوالعباس احمد بن محمد المقری نے کتاب نفح الطیب میں لکھا ہے کہ ابو عمر ابن عبد ربہ ایسا عالم تھا جس نے بسبب علم کے لوگوں کی سرداری حاصل کر لی تھی اور دولت علم کی وجہ سے بہت بڑے حصے کا مالک ہو گیا تھا۔ اندلس میں اس کی اتنی شہرت ہوئی کہ ممالک مشرقیہ تک اسکا ذکر پہنچا۔ اس کی ذکاوت اس حد تک تھی کہ اس کی قوت فکریہ لیے انتہا بلند پروازی کرتی اور اس کے علم پر لوگوں کا کامل اعتماد تھا۔ اسیطرح اس کی روایات نہایت مستند ہوتی ہیں۔ علم ادب کا بڑا ماہر تھا۔ صدق و تقوی و ورع سے آراستہ تھا۔ اس کی مشہور کتاب عقد فرید ہر قسم کی لغزش اور خطا سے محفوظ ہے کیونکہ اس نے اسکی تصنیف میں بہت اہتمام کیا تھا اور اس کو ہر عیب و نقص سے پاک رکھا۔

نسائی: طبقات شافعیہ جلد دوم ص۸۳ اور طبقات شافعیہ طبقات الحفاظ سیوطی شرح مواہب لدنیہ اور ص۸ کاکیدالاسانید میں ہے کہ امام نسائی مسلم کی نسبت زیادہ حافظ تھا۔ طبقات الشافعیہ امام سبکی جلد چہارم ص۸۴ پر ہے کہ ابن طاہر مقدسی نے سعد بن علی زنجانی سے ایک راوی کا حال پوچھا۔ سعد نے کہا۔ کہ وہ ثقہ راوی ہے۔ ابن طاہر نے کہا۔ مگر نسائی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے سعد نے کہا۔ نسائی کے شرائط رجال میں زیادہ سخت ہیں۔ بہ نسبت بخاری اور مسلم کی شرائط کے تدریب الراوی علامہ سیوطی ص۴۳ پر ہے کہ ابن طاہر نے کہا کہ بخاری اور مسلم کی شرط یہ ہے کہ ایسی حدیثیں روایت کریں جن کے رجال کے موثق ہونے پر تمام اصحاب کا اجماع ہو۔ عراقی نے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں کیونکہ نسائی نے بہت سے ایسے راویوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ذوالنسبین: اس کا پورا نام ابوالخطاب عمر بن حسن اندلسی تھا۔ وفیات الاعیان

ابن خلکان صفحہ ۱۸۲ پر ہے کہ ذوالنسبین اندلسی اعیان علما اور مشاہیر فضلاء سے تھا۔ علم حدیث میں ماہر و علم نحو میں کامل تھا۔ طلب علم حدیث میں اکثر بلاد اندلس کی سیاحت کی اور علما اور مشائخ سے ملا۔ بر عدوہ مراکش افریقیہ مصر شام مشرق عراق۔ بغداد عجم خراسان اصفہان کا سفر طلب حدیث کی غرض سے کیا۔ بغیۃ الوعاۃ جلال الدین سیوطی میں بھی اس کی غایت درجہ تعریف و توصیف کی گئی ہے

امام اوزاعی: امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۱۶۹ پر لکھا ہے کہ امام اوزاعی عالم امت افضل اہل زمانہ اور لائق خلافت ہیں۔ اگر امت کو اختیار دیا جاتا تو ان کو خلیفہ کرتی۔ دو فرشتے انکو خدا کے پاس لے گئے خدا سے ہم کلام ہوئے اور خدا نے ان کی تعریف کی۔ امام عصر ہیں۔

سفیان ثوری: امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۱۹۰ پر لکھا ہے کہ سفیان ثوری امام و شیخ الاسلام و سید الحفاظ ہے۔ شعبہ اور یحییٰ بن معین اور ایک جماعت علما قائل ہیں کہ یہ حدیث کا امیر المومنین ہے ابن المبارک کہتا ہے کہ ہم نے گیارہ سو شیوخ سے حدیثیں لکھیں مگر ان میں کوئی بھی سفیان سے افضل نہ تھا۔ شعبہ کہتا ہے کہ سفیان ہم سے زیادہ حافظ تھا۔ ورقا کہتا ہے کہ خود سفیان نے بھی اپنے جیسا کسی نہ پایا۔ امام احمد کہتا ہے کہ میرے دل میں کسی نے سفیان پر تقدم نہ کیا۔ اوزاعی نے کہا کہ سفیان کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں کہ جس پر رضا اور رغبت امت کا اجماع ہو وکیع نے کہا کہ سفیان علم کا سمندر تھا۔ قطان نے کہا کہ سفیان ہر امر میں امام مالک سے بہتر تھا ابن ابی ذئب نے کہا کہ میں نے تمام عراق میں سفیان جیسا کسی نہ پایا۔

داؤد اصفہانی: الانساب علامہ سمعانی عین الغمام صفحہ ۴۹ پر ہے کہ ابوسلیمان بن علی بن احمد بن خلف الفقیہ الظاہری الاصبہانی امام ظاہری اور صاحب تصانیف تھا۔

نحاس: انساب علامہ سمعانی جلد چہارم قلمی صفحہ ۸۲۳ اور حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرہ میں ہے کہ ابوجعفر احمد بن محمد بن اسمٰعیل النحوی النحاس آئمہ نحو و تفسیر میں سے ہے اور امام نسائی کے شاگردوں میں سے ہے۔

احمد بن حنبل: اسماء الرجال مشکوٰۃ شیخ عبدالحق دہلوی قلمی صفحہ ۸۲ پر ہے کہ امام احمد حنبل۔ فقہ حدیث۔ زہد۔ ورع اور عبادت میں امام تھا۔ اس کی بدولت سقم سے صحیح اور معدل سے مجروح پہچانی جاتی ہے۔ اس سے صالح عبداللہ حنبل بن اسحاق محمد بن اسمٰعیل بخاری مسلم ابوزرعہ ابوحاتم اور ایک خلق کثیر نے روایت کی ہے۔ اسلام میں اس کے فضائل مناقب مشہور ہیں۔ اسحاق بن راہویہ کہتا ہے کہ احمد بن حنبل حجت خدا ہے درمیان بندہ اور خدا کے۔ شافعی

کہتا ہے کہ میں نے بغداد میں اس سے زیادہ کوئی پرہیزگار نہیں دیکھا۔ ابن قتیبہ کہتا ہے کہ اگر احمد بن حنبل نہ ہوتا تو لوگ دنیا میں حوادث و بدعات کرتے نیز وہ دنیا کا امام ہے ابن قتیبہ کہتا ہے کہ علم حدیث کی انتہا چار آدمیوں پر ہوئی ہے جن میں احمد بن حنبل سب سے زیادہ فقیہ ہے اور ابن مدینی سب سے اعلم ہے اور ابن معین سب سے اجمع ہے اور ابن ابی شیبہ سب سے احفظ ہے ابن راہویہ کہتا ہے کہ احمد بن حنبل اپنی جان کو بذل نہ کرتا تو اسلام گم ہو جاتا۔ ابن مدینی نے میمون سے کہا کہ اسلام میں کسی نے ایسی مقاومت نہیں کی جیسی کہ احمد بن حنبل نے کی ہے۔ کسی نے کہا کہ ابوبکر نے بھی اسلام کی راہ میں خوب مقاومت کی ہے (ابوبکر کی راہ اسلام میں مقاومت سے مطلب مالک بن نویرہ کی قوم کا قتل لیا گیا ہے۔ حالانکہ ابوبکر کا یہ فعل خدا اور رسولؐ کے حکم کے صریحاً خلاف تھا) جواب دیا کہ ابوبکر کو انصار ملے تھے۔ لیکن احمد بن حنبل بے یار و مددگار تھا رسالہ انصاف شاہ ولی اللہ رحمہ اور عجالہ نافعہ شاہ عبدالعزیز صاحب پر ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند کو میزان بنایا ہے جس سے حدیث رسول پہچانی جاتی ہے۔ جو حدیث ایک طریق سے بھی مسند میں موجود ہے۔ اس کی اصل ہے۔ اور جو ناموجود ہے وہ بے اصل ہے۔ وہ ۲۴۱ھ میں فوت ہوا تہذیب الاسماء نودی میں ہے کہ امام احمد بن حنبل انبیاءؑ کا قائم مقام تھا

تمت بالخیر

گوشہ نشین

۳